# سرسید کی لائف

ملقب بہ

# حیات جاوید

جسمین

عالیجناب جواد الدولہ عارف جنگ ڈاکٹر سر سید احمد خان (غفر لہٗ) ۱۳۱۵ھ

کی زندگی کے حالات اور انکی سرکاری، ملکی، قومی اور مذہبی خدمات

مفصل بیان کی گئی ہین

مرتبہ

خاکسار الطاف حسین حالی

سنہ ۱۹۰۱ع

محمد رحمت اللہ رعد کے نامی پریس کانپور مین چھپی

# فہرست تعداد صفحات کتاب ہذا



# فہرست مضامین حیاتِ جاوید

## حصۂ اول

## چوتھا باب (سنہ ۱۸۶۹ء - سنہ ۱۸۷۰ع)

## پانچوان باب (۱۸۷۰ء-۱۸۷۸ء)



## چھٹا باب (۱۸۷۸ء-۱۸۹۸ء)

## دوسرا حصہ



### سرکاری خدمات



### پولیٹیکل خدمات



### ملکی و قومی خدمات

## کامیابی اور اُسکے اسباب



## سرسید مین مختلف لیاقتون کا جمع ہونا



## شکل وشمائل، اوضاع وعادات، اخلاق وخصائل اور مذہب



### اخلاق اور خصائل



### محبت وصداقت



### مذہب

## ضمیمجات





زمانہ مین سلطنت کے سوا کسی کو مصالح عامہ مین دخل نہ تھا اِسلیے اُنکو ملک اور قوم کی بہبودی کیلیے ہاتھ پانو ہلانے کی مطلق ضرورت نہ تھی مگر ہمارے زمانہ کا حال بالکل اِسکے برخلاف ہے۔ ہمارے زمانہ مین قومون کی موت اور زندگی خود قومون ہی کے ہاتھ مین ہے وہ چاہین اپنے تئین بنائین اور چاہین بگاڑین چاہین جئین اور چاہین مرجائین۔ سلطنت کا کام صرف اُنکی حییات و ممات کا رجسٹر رکھنا اور زندون کو زندون کے گھاٹ اور مُردون کو مُردون کے گھاٹ ہونار دینا ہے اور بس۔ ہمارے اسلاف نے اسلام کا دَوردَورہ دیکھا تھا جب کہ غیر مذہب والون کو بھی اُسکا اتباع کرنا پڑتا تھا اور اُسکے خلاف کوئی دم نہ مار سکتا تھا اسلیے اُنکو دین کی حمایت کرنے کی صرف اُسی قدر ضرورت تھی جسقدر کہ صلح کے زمانہ مین فوج رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے مگر ہمکو وہ زمانہ ملا ہے کہ بادشاہ اور رعیت دونون کے مذہب پر نکتہ چینی کیجاتی ہے آزادی نے گونگون تک کو گویا کر دیا ہے مذہب کا بدلنا کپڑون کے بدلنے سے بھی زیادہ آسان ہوگیا ہے اِدھر کرسچیانٹی سلطنت کی مقناطیسی کشش سے اپنی طرف کھینچتی ہے اُدھر سائنس مذہب کا نقش لوگون کے دلون سے مٹانا چاہتا ہے۔ جب کہ ہماری حالت سلف کی حالت سے اسقدر بدلی ہوئی ہے تو اُنکی بائیوگرفی ہمارے مشکلات پر کیا روشنی ڈال سکتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اُنکی ہمت سے ہماری ہمت اور اُنکی دلیری سے ہماری دلیری بڑھتی ہے مگر یہ سمجھنا ہر شخص کا کام نہین ہے کہ اُنھون نے اپنی ہمت اور دلیری سے کیا کام لیا تھا اور ہمکو اُس سے کیا کام لینا چاہیے جسقدر تیمور[1] کا ایک چیونٹی سے

---

[1] تیمور نے ایک چیونٹی کو دیکھا کہ اناج کا دانہ جو اُس سے سنبھل نہ سکتا تھا لیکر بار بار دیوار پر چڑھتی تھی اور پھر گر پڑتی تھی اسی طرح ستر یا اسّی دفعہ چڑھی اور گری آخر ایک دفعہ دیوار کی منڈیر پر جا پہنچی۔ تیمور اپنے تزک مین لکھتا ہے کہ اُس دن سے مین نے کبھی کسی مشکل یا سختی مین ہمت نہین ہاری ۱۲

شاہانہ عزم و استقلال سیکھنا عجیب معلوم ہوتا ہے اُس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ تیمور کی لائف
چیو نٹی کا سا عزم و استقلال سیکھا جائے۔ پس اگرچہ زمانۂ سلف کے مشاہیر بلکہ مجاہیل
بائیوگرفی بھی منفعت سے خالی نہین لیکن اُسمین ہمارے لیے کوئی ایسی صاف اور کھلی شاہراہ موجود
نہین ہے جسپر ہم آنکھین بند کرکے اپنی دشوار گذار منزل طے کرتے چلے جائین۔

البتہ سر سیّد کی لائف ہمارے لیے ایک ایسی مثال ہے جسکی پیروی سے ممکن ہے کہ ہماری
قوم کی یہ کٹھن منزل - جو تنگنای دنیا مین ظاہرا اسکی سب سے آخری منزل ہے - آسانی کے ساتھ
طے ہو جائے۔ اِس بزرگ کی لائف ہمکو نصیحت کرتی ہے کہ زمانہ کی مخالفت کو خدا کی مخالفت
سمجھکر اُسکے ساتھ موافقت پیدا کرو تاکہ دنیا مین آرام سے رہو اور عزت سے زندگی بسر کرو۔
جب تم مین عمدہ حاکم بننے کی لیاقت باقی نہ رہے تو عمدہ رعیت بننے مین کوشش کرو تاکہ
دونون عمدگیون سے ہاتھ نہ دھو بیٹھو۔ وہ بتاتی ہے کہ کوئی قوم محکوم ہونے کی حالت مین کیونکر
قومی عزت حاصل کر سکتی ہے اور ایک شایستہ گورنمنٹ مین کیونکر اُسکا رسوخ و اعتبار بڑھ سکتا ہے۔
وہ جسطرح ہمکو آزادی رائے کی تعلیم دیتی ہے اُسی طرح یہ بھی سکھاتی ہے کہ ہم کیونکر اپنی آزادی کو
قائم رکھ سکتے ہین۔ وہ ایک طرف ہمکو خودداری اور سلف رسپکٹ کی تاکید کرتی ہے اور غلامانہ
خوشامد سے نفرت دلاتی ہے اور دوسری طرف حکمران قوم کا ادب اور اُسکی بزرگداشت
ہمارے دلون پر نقش کرتی ہے۔ وہ ہمکو خبردار کرتی ہی کہ قومی تنزل سے قوم کے مذہب کو کیا صدمہ پہنچتا ہے
اور اُسکا تدارک کیونکر ہو سکتا ہے اور مذہب کے متہم ہونے سے قوم کن آفتون مین مبتلا ہو جاتی ہے
اور اُسکا علاج کیا ہے۔ وہ ہمکو اسلام کے وہ اعلے اصول یاد دلاتی ہے جنکو قرون اُولے کے بعد

قوم نے بالکل فراموش کردیا تھا اور جنکا مطلب یہ تھا کہ قوم اور وطن کی محبت کو جزو ایمان جانو اور قوم کی خدمت کو سرداری کا تمغا سمجھو۔ وہ ہمکو سبق دیتی ہے کہ قوم کی حقیقی خیر خواہی اُسوقت تک نہین ہوسکتی جب تک کہ بہت سے کام اُنکی عقل اور عادت اور مرضی کے خلاف نہ کیے جائین اور اُنکی مخالفت کو صبر اور استقلال کے ساتھ برداشت نہ کیا جائے۔ وہ ہمکو آگاہ کرتی ہے کہ اگر دنیا مین بڑا بننا چاہو تو حرص، طمع، خود غرضی، جھوٹ، آرام طلبی اور عیش و عشرت سے ہمیشہ کے لیے دست بردار ہو جاؤ۔ وہ ہمکو یقین دلاتی ہے کہ تھوڑی سی تعلیم اور بہت سا تجربہ اور بالکل سچائی یہ تینون ملکر ایسے ایسے عظیم الشان کام انجام کرسکتی ہین جو بڑے بڑے حکیمون اور مدبرون سے انجام نہین ہوسکتے۔ وہ ہمکو تعصبات سے متنفر کرتی ہے، غیر قومون کے ساتھ حسن معاشرت سکھاتی ہے، دوستون کے ساتھ - خواہ وہ ہندو ہون یا مسلمان، عیسائی ہون یا یہودی - خلوص اور سچائی سے ملنا بتاتی ہے۔ وہ ہمکو ہدایت کرتی ہے کہ جیسا دل مین سمجھو ویسا ہی زبان سے کہو اور جو کچھ کہو اُسکو کردکھاؤ۔ وہ بہ آواز بلند کہتی ہے کہ وقت کی قدر کرو، ڈیوٹی کا خیال رکھو، ایک لمحہ بیکار نہ رہو اور کام کرتے کرتے مرجاؤ۔

تعجب کی بات ہے کہ ایسی قابل فخر بائیوگرفی جسکا لکھنا مسلمانون کا نہایت ضروری فرض تھا اُسکے لکھنے کا خیال سب سے پہلے ایک شریف انگلشمین کو آیا۔ کرنل گریہم نے سرسید کی لائف اُنکی وفات سے تیرہ برس پہلے انگریزی مین لکھکر شائع کردی اور اس ضروری کام مین سبقت کرنے کا فخر مسلمانون کے ہاتھ سے جاتا رہا اگرچہ صاحب ممدوح کے ہم دل سے شکر گزار ہین کہ اُنھون نے باوجود غیر قوم ہونے کے ہمارے واجب التعظیم لیڈر کی ایسی قدر کی اور اُنکی بائیوگرفی کی سب سے پہلے

بنیاد ڈالی لیکن سچ یہ ہے کہ اس عجیب و غریب شخص کی بائیوگرفی ایسی چیز نہین ہے جسکے لکھنے کا حق ایک آدھ مصنف سے ادا ہوسکے۔ چنانچہ کرنل گریہم کی کتاب پر ایک انگریزی اخبار مین یہ ریمارک کیا گیا تھا کہ "وہ ایک مکمل بائیوگرفی ہونے کا دعوے نہین کرسکتی" ہمکو پہلے بھی یہی امید تھی اور اب جب کہ سرسید کی وفات نے ایک حیرت انگیز غلغلہ تمام ہندوستان مین ڈال دیا ہے۔ وہ امید یقین کے درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ جسقدر زیادہ زمانہ گذرتا جائیگا اُسی قدر سرسید کے کامون کی زیادہ قدر اور اُنکے حالات کی زیادہ چھان بین ہوتی جائیگی، متعدد لوگ اُنکی بائیوگرفی لکھنے پر قلم اُٹھائینگے اور صدیون تک اس ہیرو کا راگ ہندوستان مین گایا جائیگا۔

راقم کو سرسید کی زندگی کے حالات لکھنے کا خیال پہلے پہل اُسوقت پیدا ہوا تھا جبکہ وہ اپنے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ مفید کام کی بنیاد ڈال چکے تھے۔ مدرسۃ العلوم علیگڈھ مین قائم ہوچکا تھا اور باوجود سخت مخالفتون کے بہت تیزی کے ساتھ ترقی کرتا جاتا تھا اور اُسی کے ساتھ تہذیب الاخلاق مین سرسید کی دلنشین تحریرین۔ جیسی کہ اُردو زبان مین پہلے کبھی نہین دیکھی گئی تھین۔ شایع ہورہی تھین۔ اگرچہ سرسید نے اپنی زندگی عام بھلائی کے کامون مین مدت سے وقف کررکھی تھی مگر ابھی تک اُنکا حال پہلی رات کے چاند کا سا تھا کہ کسی نے دیکھا اور کسی نے نہ دیکھا لیکن مدرسۃ العلوم اور تہذیب الاخلاق نے اُنکی کوششون کو چودھوین رات کے چاند کی طرح سب پر روشن کردیا۔ اگرچہ قوم مین عموماً مخالفت پھیلی ہوئی تھی مگر ایک گروہ ایسا بھی تھا جو سرسید کے کامون کو نہایت عظمت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ میرے دل مین بھی اُنکی وقعت روز بروز زیادہ ہونے لگی۔ اُسیوقت سے

مین نے کچھ نوٹ اُنکی لائف کے متعلق قلمبند کرنے شروع کیے اور کم وبیش سو سُوال ایک کاپی مین لکھکر سرسید کے پاس بمقام علیگڑھ اس غرض سے بھیجے کہ اُنکے جواب مختصر طور پر لکھدین مگر وہ کاپی اُنکے پاس یونہین پڑی رہی کسی سوال کا جواب وہان سے نہ ملا۔ مین نے یہ بھی چاہا کہ برس چھ مہینے خود علیگڑھ مین جاکر رہون جہان اس کام کے لیے قیام کرنا نہایت ضرور تھا مگر ملازمت کے تعلق کی وجہ سے یہ موقع بھی نہ مل سکا۔ بعض صاحبون کی یہ رای ہوئی کہ سرسید کی زندگی مین اُنکی لائف لکھنی مناسب نہین اسکی جو وجوہات اُنھون نے اُسوقت بیان کین وہ مجھے بھی معقول معلوم ہوئین ان اسباب سے آخرِ کار یہ ارادہ موقوف کردیا گیا۔

کچھ دنون بعد سرسید کے نہایت خالص و مخلص دوست آنریبل حاجی اسمٰعیل خان رئیس دتاولی کو یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ معزز لائف جہانتک جلد ممکن ہو اُردو زبان مین مکمل طور پر لکھی جائے۔ چنانچہ اُنکی تحریک سے میرے دوست منشی سراج الدین احمد مالک و مہتمم چودھوین صدی سرسید کی لائف لکھنے پر آمادہ ہوئے۔ اُنھون نے بڑی کوشش سے اُسکے لیے مٹیریل جمع کیا اور ایک خاص حد تک اُسکو ترتیب دیکر حاجی صاحب کو دیدیا۔ کئی برس تک وہ مسودہ رکھا رہا مگر اُسکے چھپنے کی نوبت نہ آئی۔

چونکہ کرنل گریہم اور منشی سراج الدین سرسید کی زندگی ہی مین اُنکی لائف لکھنے کی اہ نکال چکے تھے میرے دل مین پھر ایک ولولہ اُٹھا۔ مین نے خیال کیا کہ اگرچہ قوم مین لائق آدمی روز بروز بڑھتے جاتے ہین مگر مزدورون کا گھاٹا ہوتا جاتا ہے۔ خدا کے فضل سے ایسے لوگون کی کچھ کمی نہین ہے جو سرسید کے کامون کی دل سے قدر کرتے ہین، اُنکی خدمات کی داد دیتے ہین۔

اُنکی بائیوگرفی کو قوم کے حق مین مفید سمجھتے ہین اور اگر کوئی اُنکی بائیوگرفی لکھے تو اُسپر نکتہ چینی کی اعلےٰ لیاقت رکھتے ہین مگر اُسکا لکھنے والا کوئی نظر نہین آتا ۔ جوہریون سے بازار بھرا پڑا ہے مگر کان کھودنے والے مفقود ہین ۔ ایسی حالت مین اس ضروری کام کو لیت و لعل مین ڈالنا اور اُسوقت کا انتظار کرنا - جو معلوم نہین کہ اول ہمکو پیش آئے یا سرسید کو - ٹھیک نہین ہے ۔ جس طرح ہو سکے اِس کام کو اُنکی زندگی ہی مین پورا کر لینا چاہیے تاکہ جب کبھی موقع آئے اُسکو فوراً شایع کر دیا جائے ۔

اِن خیالات سے مین نے مصمم ارادہ کر لیا کہ سب کام چھوڑ کر پہلے اس قومی فرض کو ادا کرنا چاہیے ۔ چنانچہ ۱۸۹۴ء مین اسی غرض سے مین نے چند ماہ علیگڑھ مین قیام کیا جہان خود سرسید اور اُنکی لائف لکھنے کا تمام سامان موجود تھا اور اُسکے بعد کئی دفعہ اُسی کام کے لیے وہان جا جا کر ٹھیرا ۔ مین آنریبل حاجی اسمٰعیل خان کا شکر گزار ہون کہ جس وقت اُنکو میرا یہ ارادہ معلوم ہوا اُنھون نے وہ تمام مسودات جو منشی سراج الدین نے مرتب کیے تھے میرے حوالہ کر دیے اور اپنے دوست منشی سراج الدین کا بھی ممنون ہون کہ اُنکے مسودات سے مین نے فائدہ اُٹھایا ہے ۔

اگرچہ سرسید کی لائف کا لکھنا بظاہر ایک آسان کام معلوم ہوتا ہے کیونکہ سنہ ستاون سے لیکر اخیر تک جو کچھ اُنھون نے کیا وہ سب چھاپہ کے ذریعہ سے مشتہر ہو گیا ہے اور سنہ ستاون سے پہلے کے حالات بھی معتبر ذریعون سے معلوم ہو گئے ہین مگر درحقیقت اُنکے تمام سوانح عمری کا سمیٹنا نہایت دشوار کام ہے ۔ اُنکی زندگی ایسے اہم واقعات سے بھری ہوئی ہے

کہ نہ کسی واقعہ کو سرسری سمجھکر چھوڑا جا سکتا ہے اور نہ ہر ایک واقعہ کو مفصل بیان کیا جا سکتا ہے۔ ایک دوست نے بالکل سچ کہا کہ جسقدر سرسید کی زندگی مین اُنکے مخالف یا موافق لکھا گیا ہے اور جسقدر اُنکی وفات پر اطراف ہندوستان مین رنج و ماتم کا اظہار کیا گیا ہے اگر صرف اُسی کو جمع کیا جائے تو متعدد و ضخیم جلدین مرتب ہو سکتی ہین۔ اِس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو شخص سرسید کی لائف ایک آدھ جلد مین ختم کرنی چاہتا ہے اُسکو کیسا مشکل کام کرنا ہے۔ اس سے بھی زیادہ سخت مشکل جو بائیوگرفی کے مضمون سے علاقہ رکھتی ہے۔ یہ ہے کہ سرسید کی ذات مین اسقدر مختلف الجنس حیثیتین جمع تھین کہ ہر ایک حیثیت پر اُسکی شان اور اُسکے درجہ کے موافق گفتگو کرنا ایک ایسا کام ہے جسکا پورا پورا حق وہی مصنف ادا کر سکتا ہے جو خود بھی سرسید کے برابر جامع حیثیات ہو مذہب، اخلاق، معاشرت، تعلیم، ججمنٹ، پالٹکس، لٹریچر، پبلک سپیکنگ، انجنیرنگ، آرکیولوجی وغیرہ وغیرہ کس کس بات کو بیان کیا جائے؟ اور کس کس حیثیت پر گفتگو کیجائے؟ لیکن خدا کا شکر ہے کہ ہمنے کام کی مشکلات دیکھکر جی نہین چھوڑا اور اس عربی مثل کے موافق کہ "مَا لَا یُدْرَكُ کُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ کُلُّهٗ" سرسید کی لائف پوری یا ادھوری جیسی کہ ہمسے بن آئی قوم کے لئے مرتب کر دی ہے اور اگر ہمارا قیاس غلط نہو تو آیندہ مصنفون کے لیے کم سے کم ایک داغ بیل ضرور ڈالدی ہے جسکی حدود مین وہ ایک وسیع اور عالیشان عمارت آسانی سے تیار کر سکتے ہین۔

اگرچہ ہندوستان مین۔ جہان ہیرو کے ایک عیب یا خطا کا معلوم ہونا اُسکی تمام خوبیون اور فضیلتون پر پانی پھیر دیتا ہے۔ ابھی وہ وقت نہین آیا کہ کسی شخص کی بائیوگرفی کریٹکل طریقہ سے

لکھی جائے، اسکی خوبیون کے ساتھ اُسکی کمزوریان بھی دکھائی جائین اور اُسکے عالی خیالات کے ساتھ اُسکی لغزشین بھی ظاہر کیجائین. چنانچہ اسی خیال سے ہمنے جو دو ایک مصنفون کا حال اب سے پہلے لکھا ہے اُسمین جہانتک ہمکو معلوم ہوسکین اُنکی اور اُنکے کلام کی خوبیان ظاہر کی ہین اور اُنکے پھوڑون کو کہین ٹھیس نہین لگنے دی. لیکن اول تو ایسی بائیوگرفی چاندی سونے کے ملمع سے کچھ زیادہ وقعت نہین رکھتی اسکے سوا وہ اُنھین لوگون کے حال سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے جنھون نے اس موج خیز اور پُرآشوب دریا کی منجدھار مین اپنی ناؤ نہین ڈالی اور کنارے کنارے ایک گھاٹ سے دوسرے گھاٹ صحیح سلامت جا اُترے. اُنکو سب نے بھلا جانا کیونکہ اُنکو کسی کی بھلائی یا بُرائی سے کچھ سروکار نہ تھا. وہ کہین رستہ نہین بھولے کیونکہ اُنھون نے اگلی بھیڑون کی لیک سے کہین اِدھر اُدھر قدم نہین رکھا. لیکن ہمکو اس کتاب مین اُس شخص کا حال لکھنا ہے جسنے چالیس برس برابر تعصب اور جہالت کا مقابلہ کیا ہے، تقلید کی جڑ کاٹی ہے، بڑے بڑے علما و مفسرین کو لتاڑا ہے، امامون اور مجتہدون سے اختلاف کیا ہے، قوم کے پکّے پھوڑون کو چھیڑا ہے اور اُنکو کڑوی دوائین پلائی ہین، جسکو مذہب کے لحاظ سے ایک گروہ نے صدّیق کہا ہے تو دوسرے نے زندیق خطاب دیا ہے، اور جسکو پالٹکس کے لحاظ سے کسی نے ٹائم سرور سمجھا ہے تو کسی نے نہایت راستباز لبرل جانا ہے. ایسے شخص کی لائف چپ چاپ کیونکر لکھی جاسکتی ہے ضرور ہے کہ اُسکا سونا کسوٹی پر کسا جائے اور اُسکا کھراپن ٹھوک بجاکے دیکھا جائے. وہ ہم مین پہلا شخص ہے جسنے مذہبی لٹریچر مین نکتہ چینی کی بنیاد ڈالی ہے اسلیے مناسب ہے کہ سب سے پہلے اُسی کی لائف مین اُسکی پیروی کیجائے اور نکتہ چینی کا

کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے ۔ اگرچہ سرسید کے معصوم ہونے کا نہ ہمکو دعوے ہے اور نہ اُسکے ثابت کرنے کا ہم ارادہ رکھتے ہین لیکن اس بات کا ہمکو خود بھی یقین ہے اور ہم چاہتے ہین کہ اورون کو بھی اسکا یقین دلائین کہ سرسید کا کوئی کام سچائی سے خالی نہ تھا اور اسلیے ضرور ہے کہ اُنکے ہر ایک کام کو نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھا جائے کیونکہ سچ مین اور صرف سچ ہی مین یہ کرامت ہے کہ جسقدر اُسمین زیادہ کرید کیجاتی ہے اُسی قدر اُسکے جوہر زیادہ آب و تاب کے ساتھ ظاہر ہوتے ہین ۔

یہ کتاب بنظر سہولیت دو حصون پر تقسیم کی گئی ہے پہلے حصہ مین سرسید کی زندگی کے تمام واقعات اور اُنکے کام ابتدا سے اخیر تک ترتیب وار بقید تاریخ بیان کیے گئے ہین اور دوسرے حصہ مین اُنکی تمام لائف اور اُنکے ورکس پر ریویو کیا گیا ہے ۔ سرسید کی زندگی کا زیادہ نمایان حصہ جو غدر کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے اُسکے متعلق زیادہ تر حالات علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ، تہذیب الاخلاق، اور تصانیف احمدیہ سے لیے گئے ہین اور بہت سی اطلاعین سرسید کے دوستون کی زبانی یا خود سرسید کے خطوط سے جو اُنھون نے اپنے دوستون کو وقتاً فوقتاً لکھے، یا سرکاری رپوٹون انگریزی اخبارون اور بعض مبران سلطنت کی تحریرون سے ۔جنمین سرسید کا ذکر کیا گیا ہے ۔اور بعض اور معتبر ذریعون سے جنکی ہر ایک موقع پر تصریح کردی گئی ہے ۔حاصل ہوئی ہین ۔

غدر سے پہلے کے حالات کسی قدر اُنکی قدیم تصنیفات سے جو غدر سے پہلے لکھی جا چکی تھین، یا سیرت فریدیہ سے جو حال ہی مین اُنھون نے اپنے نانا کے حالات پر لکھی تھی یا اُنکے بعض رشتہ دارون کی

زبانی اور زیادہ تر ایک مختصر تذکرہ سے جو مخدومی خان[۱] بہادر غلام نبی خان مرحوم نے ۱۸۹۴ء میں راقم کی درخواست پر میرٹھ سے ایک رسالہ کی صورت مین خود لکھواکر بھیجا تھا، اور خاصکر خاندان، بچپن اور تعلیم کے حالات خود سرسید مرحوم کی زبانی لکھے گئے۔ اسکے سوا کرنل گریم کی کتاب اور منشی سراج الدین احمد کے مسودات سے بھی جابجا مدد لی گئی ہے اور اُن رسالون اور اخبارون پر بھی ایک سرسری نظر ڈالی گئی ہے۔ جو خاصکر سرسید کی مخالفت کی غرض سے ہندوستان مین وقتاً فوقتاً جاری ہوے اور سرسید کے اخلاق و عادات وغیرہ کے متعلق کچھ اپنی خاص واقفیت سے اور کچھ اُنکے قدیم دوستون کے بیانات سے اخذ کرکے لکھا گیا ہے۔

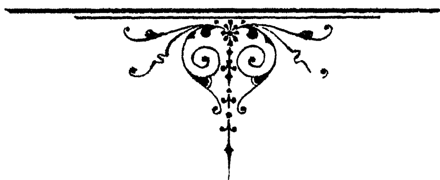
اگرچہ اسمین شک نہین کہ سرسید کی لائف اگر اُنکی زندگی مین شائع ہوجاتی تو وہ عظمت جسکی وہ مستحق تھی اُسکو حاصل ہونی دشوار تھی مگر ایک خاص وجہ سے ہمکو اس بات کا افسوس رہگیا کہ وہ سرسید کی زندگی مین شایع نہو سکی اول اول تو جب کبھی سرسید کے سامنے اُنکی لائف لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا جاتا تھا تو وہ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ میری لائف مین سوا اسکے کہ لڑکپن مین خوب کبڈّیان کھیلین، کنکوّے اُڑائے، کبوتر پالے، ناچ مجرے دیکھے اور بڑے ہوکر نیچری، کافر اور بے دین کہلائے۔ اور رکھّا ہی کیا ہے۔ مگر آخر مین جیسا کہ عام طبائع انسانی کا خاصّہ ہے۔ اُنکو اس بات کے دریافت کرنے کا زیادہ خیال معلوم ہوتا تھا کہ اُنکی اخیر بائیو گرفی مین کیا لکھا جارہا ہے

[۱] خان بہادر غلام نبی خان مرحوم رئیس میرٹھ غدر سے تین چار برس پہلے رُہتک مین نائب سررشتہ دار کلکٹری تھے اور سرسید وہان قائم مقام صدرامین ہوکر گئے تھے۔ وہان دونو صاحبون مین بہت اتحاد ہوگیا تھا اور ایک مدت تک دونو ایک ہی مکان مین رہے تھے۔ اُس زمانہ کے حالات خان بہادر نے قلمبند کرکے راقم کے پاس بھیجے تھے۔ خان بہادر وہی بزرگ ہین جو غدر کے بعد ایک مدت دراز تک پنجاب مین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر اور سب آرڈنٹ جج اور بعد پنشن لینے کے بھاولپور مین مشیر مال رہے ہے ۱۲

اور اسی لیے وہ اپنی لائف کے جلد شائع ہونے کے مشتاق معلوم ہوتے تھے ۔ ظاہر ہے کہ جس شخص نے چالیس برس مذہب کی حمایت مین بسر کیے ہون اور سوای تکفیر و تضلیل کے قوم کی طرف سے کچھ انعام نہ پایا ہو اُس سے زیادہ کون شخص اس بات کے دیکھنے کا خواہشمند ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلمان اُسکی مذہبی تصنیفات پر نظر انصاف سے بحث کرے ۔ پس اگر ہم یہ جانتے کہ سرسید کا ناگزیر وقت قریب آپہنچا ہے تو کم سے کم جو کچھ ہمنے اُنکی مذہبی خدمات کی نسبت لکھا تھا وہ ضرور اُنکی نظر سے گذران دیتے ۔ مگر ہمکو امید ہے کہ جو دائمی سرور اور روحانی خوشی مرنے کے بعد اُنکو اپنی خالص اور بے ریا خدمات کے جلدو مین حاصل ہوئی ہو گی اُسنے دنیا کی ناچیز و حقیر قدر دانیون سے اُنکو ابدالآباد تک مستغنی کر دیا ہو گا ۔

اب ہم دیباچہ کو ختم کر کے لائف لکھنی شروع کرتے ہین اور ناظرین کی خدمت مین التماس کرتے ہین کہ کتاب کے مطالعہ کے وقت اس بات کا خیال رکھین کہ دنیا مین بڑے سے بڑے آدمیون کی زندگی بظاہر اسی طرح شروع ہوتی ہے جسطرح عام آدمیون کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے ۔ اُسمین کوئی کرشمہ ایسا صاف اور صریح نظر نہین آتا جس سے اُنکی آیندہ زندگی کی عظمت کا سُراغ لگ سکے لیکن جب اُنکی اعلے قابلیتون کے جوہر بتدریج اپنے اپنے موقع پر ظاہر ہوتے ہین اُس وقت معلوم ہو جاتا ہے کہ جو معمولی باتین اُنکی ابتدائی حالت مین ناچیز اور کم وزن نظر آتی تھین وہی اُنکی آیندہ ترقیات کی بنیاد تھین ۔ پس اس معزز لائف کی وہ عظمت جسکی طرف دیباچہ مین اشارہ کیا گیا ہے آغاز کتاب مین ڈھونڈھنی نہین چاہیے بلکہ اُس موقع کا

منتظر رہنا چاہیے جہان سرسید کی ترقی کے اسباب بیان کیے گئے ہین اور دکھایا گیا ہے
کہ جو کچھ اُنسے چالیس برس بعد ظہور مین آیا وہ اُسکے لیے بچپن ہی سے تیار ہو رہے تھے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیًا

# سر سید مرحوم کی لائف

# حصۂ اول

## پہلا باب

### ۱۸۱۷ء عیسوی سے ۱۸۳۸ء تک
۱۲۳۲ھ — ۱۲۵۴ھ

تاریخ ولادت، خاندان، بچپن، تعلیم اور عنفوان شباب

تاریخ ولادت اور خاندان

سیدؔ[1] احمد خان ۵- ذی الحجہ ۱۲۳۲ ہجری مطابق ۱۷- اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دلّی مین پیدا ہوئے[1]۔ وہ باپ کی طرف سے حسینی سید ہین انکا سلسلۂ نسب ۳۶ واسطون سے

[1] مہدی قلی خان وزیر فرخ سیر نے اپنی وزارت کے زمانہ مین تراہۂ بہرم خان کے قریب ایک بڑی حویلی بنائی تھی جسمین دیوانخانہ فیلخانہ اور اصطبل وغیرہ متعدد مکانات تھے اسکو سرسید کے نانا خواجہ فریدالدین احمد نے خرید لیا تھا اور ابتک وہ خواجہ فرید کی حویلی کے نام سے مشہور ہے اسی حویلی کے ایک حصہ مین جو خواص پورہ کہلاتا تھا سید احمد خان پیدا ہوئے تھے ۱۲

آنحضرت صلعم تک پہنچتا ہے اور جیسا کہ شجرۂ نسب مندرجۂ خطبات احمدیہ سے پایا جاتا ہے اُنکے سلسلۂ نسب مین سب سے اخیر امام حضرت امام محمد تقی ابن امام موسی رضا علیہما السلام ہین اور اسی لیے وہ اپنے تئین تقوی سیّد کہتے تھے۔

جس زمانہ مین کہ بنی فاطمہ کو بنی اُمیہ اور بنی عباس کے ظلم و ستم سے عرب اور عراق عرب مین رہنا دشوار ہوگیا تھا اور اسلیے اکثر سادات کے خاندان وطن مالوف چھوڑ کر دور دراز ملکون مین جا رہے تھے اُسی پر آشوب زمانہ مین کسی وقت سر سید کے اجداد بھی دامغان مین۔ جو ایران کا قدیم مشہور شہر ہے چلے آئے تھے اور آخر کار ہرات مین اُنھون نے مستقل سکونت اختیار کر لی تھی غالباً اُنکے بزرگ ہندوستان مین پہلے ہی پہل شاہجہان کے عہد مین آئے ہین اور اُسوقت سے اکبر شاہ ثانی کے زمانہ تک اُنکو اس سلسلۂ علیہ کے ساتھ برابر کسی نہ کسی قدر تعلق رہا ہے۔

سید محمد دوست۔ جو کہ سر سید سے پانچ پشت اوپر ہین دکن کی مہم مین اورنگزیب عالمگیر کے ساتھ تھے۔ وہ مع اپنی جمعیت کے ایک مورچہ پر متعین تھے۔ جب اس مورچہ کو اُنھون نے تنہا بلا شرکت کسی دوسرے افسر کے فتح کر لیا تو عالمگیر نے اُنکو یکہ بہادر کا خطاب دیا تھا۔ اسکے بعد وہ اپنے وطن ہرات کو چلے گئے اور پھر ہندوستان مین واپس نہین آئے۔ مگر اُنکے بیٹے سید برہان نے وہان سے آکر دلّی مین سکونت اختیار کی۔ سید برہان کے بیٹے سید عماد اور اُنکے دو بیٹے سید ہادی اور سید مہدی تھے۔ سید ہادی جو کہ سر سید کے دادا تھے اُنکو عزیز الدین عالمگیر ثانی کے ۲ سنہ جلوس مطابق ۱۱۶۸ھ ہجری مین خطاب جواد علی خان اور منصب ہزاری ذات و پانصد سوار دواسپہ و سہ اسپہ اور اُنکے بھائی سید مہدی کو بھی وہی منصب اور قباد علی خان کا خطاب ملا تھا۔ قباد علی خان دکن چلے گئے

اور وہین انتقال کیا ۔ مگر جواد علیخان بدستور دلّی مین بادشاہ کے پاس رہے ۔ جب عالمگیر ثانی کا زمانہ ختم ہوا اور شاہ عالم بادشاہ ہوے تو سر سید کے دادا کے خطاب مین جواد الدولہ اور اضافہ کیا گیا اور عہدہٗ احتساب و کرور صوبہٗ شاہجہان آباد اور ۱۵ سنہ جلوس شاہ عالم مطابق ۱۱۸۹ھ مین عہدہٗ قضای لشکر عنایت ہوا ۔ اور ۱۸ شعبان سنہ ہجری کو اُنھون نے دنیا سے رحلت کی ۔ سر سید کہتے تھے کہ "سید ہادی فارسی شعر کہتے تھے اور اُنکا پورا دیوان اُنکے ہاتھ کا لکھا ہوا میرے پاس موجود تھا جو غدر کے زمانہ مین تلف ہوگیا"

سید ہادی کے بیٹے - یعنی سر سید کے والد میر متقی - ایک آزاد طبیعت کے آدمی تھے ۔ اگرچہ شاہ عالم کے زمانہ مین اور اُنکے بعد اکبر شاہ کے زمانہ مین جو درجہ دربار عام اور دربار خاص مین اُنکے والد کا تھا وہی درجہ میر متقی کا بھی رہا مگر چونکہ بادشاہت صرف برای نام رہگئی تھی اور اُس مین اتنی طاقت نہین تھی کہ جن لوگون کو خطاب اور منصب دے اُسکے لوازمات بھی دے سکے اسلیے جب سید ہادی کے بعد اُنکا خطاب اور منصب میر متقی کو دیا جانا تجویز ہوا تو اُنھون نے اُسکو قبول کرنا مصلحت نہ سمجھا ۔ مگر چونکہ اُنکو اکبر شاہ کے ساتھ شاہزادگی کے زمانہ سے نہایت خلوص اور خصوصیت تھی اسلیے شاہ عالم کے انتقال کے بعد اُنکا رسوخ دربار مین پہلے سے بھی زیادہ ہوگیا تھا مثمن برج سے پیوستہ جو مکان خوابگاہ کے نام سے مشہور تھا اور جہان خاص خاص لوگون کے سوا کوئی نہ جا سکتا تھا - میر متقی برابر وہان جاتے تھے ۔ سر سید کہتے تھے کہ "مین بارہا اپنے والد کے ساتھ اور نیز تنہا بھی اُس خاص دربار مین گیا ہون"۔

میر متقی کے آبائی سلسلہ مین میر قطبی کے سوا - جو مجذوب ہوگئے تھے اور جنکے لوگ بہت معتقد تھے اور کوئی باقی نہین رہا تھا اور اُنکی ننھیال خواجہ میر درد کے خاندان سے علاقہ رکھتی تھی ۔ میر متقی کا موروثی مکان جامع مسجد کے قریب اُسکے گوشہٗ جنوب مشرق کی طرف تھا جو کئی دفعہ نادرگردی اور مرہٹہ گردی مین

لٹ چکا تھا اور اُسکے اکثر حصے منہدم ہو گئے تھے۔ دالان اور کچھ مکان جو باقی رہگئے تھے اُنمین رہتے تھے۔ اور دِن کو جامع مسجد کے شرقی دروازہ پر جو مکانات ہین اُنمین بیٹھتے تھے۔

اُس زمانہ مین شرفای دہلی تیراکی اور تیر اندازی کو ایک جوہرِ شرافت جانتے تھے۔ میر متقی کو ان دونون فنون مین کمال حاصل تھا۔ اکثر مرشدزادے اور شریف زادے ان دونون فنون مین اُنکے شاگرد تھے۔ خود سر سید نے بھی تیراکی اور تیر اندازی اُنسے سیکھی تھی۔ سر سید کے ماموں نواب زین العابدین خان جو قطع نظر تیر اندازی کے تیر اور کمانین بنانے مین نہایت مشاق تھے میر متقی ہی کے شاگرد تھے۔

میر متقی اپنی زندگی نہایت آزادی اور بے فکری سے بسر کرتے تھے جسکا اثر سر سید اور اُنکی اولاد مین ابتک موجود تھا۔ اُنکو حضرت شاہ غلام علی ؒ سے جنکی خانقاہ دِلّی [illegible] تھی اور شاہ صاحب اُنپر پدرانہ شفقت رکھتے تھے۔ ہر روز بعد حلقہ کے ایک مرید جسکو حکم دے رکھا تھا میر متقی کی زنانی ڈیوڑھی پر آتا اور سب چھوٹے بڑون کی خیر و عافیت پوچھکر شاہ صاحب سے جا کر عرض کر دیتا۔ اور جب میر متقی یا اُنکے گھر مین کوئی اور بیمار ہو جاتا تو مرزا غفور بیگ صاحب خوجوی کو جو شاہ صاحب کے خلیفہ اور مریدانِ خاص مین سے تھے اور خود مرزا مظہر جانجانان سے اکتساب کر چکے تھے۔ سلبِ مرض کے لیے اُنکے مکان پر بھیجتے اور وہ ہمیشہ جب تک کہ بیمار کو صحت نہ ہوتی برابر آتے تھے۔

جو خاص عنایت شاہ صاحب کو میر متقی کے حال پر تھی اُسکا بڑا ثبوت یہ ہی کہ جب شاہ صاحب نے شدتِ مرض مین مرزا صاحب کی قبر کے پاس اپنے لیے قبر کُھدوانے کا حکم دیا تو میر متقی نے عرض کیا کہ میری آرزو یہ ہے کہ ٹھیک آپ کی پائنتی میری قبر ہو۔ چنانچہ اُنکے لیے بھی سردابہ تیار ہوا اور بعد انتقال کے۔ جو کہ ۱۵۔ رجب ۱۲۴۰ ہجری مین واقع ہوا۔ اُسی سردابہ مین شاہ صاحب کے پائنتی مدفون ہوے۔

میر متقی کے والد سید ہادی اور خواجہ فرید الدین احمد سے جنکا ذکر عنقریب آئیگا بہت رسم و راہ تھی۔ میر متقی بھی والد کے انتقال کے بعد خواجہ فرید سے نہایت ادب کے ساتھ ملتے تھے اور خواجہ فرید بھی اُنکے حال پر بہت مہربانی کرتے تھے۔ جب وہ ایران اور آوا کے سفر سے واپس آئے تو اُنھون نے اپنی بڑی بیٹی عزیز النسا بیگم کی شادی میر متقی سے کردی اب میر متقی اپنے قدیم موروثی مکان سے اُٹھکر مہدی قلی خان والی حویلی مین جو خواجہ فرید نے خرید لی تھی آرہے۔

میر متقی نہایت وضعدار اور راست باز آدمی تھے۔ معین الدین اکبر شاہ کے ایک بھائی مرزا شمس الدین تھے جنکی طرف سے بادشاہ کے دل مین نہایت رنج اور کچھ توہمات متعلق دعوی سلطنت وغیرہ۔ اتفاق یہ کہ میر متقی کو مرزا شمس الدین سے بھی نہایت خلوص تھا اور وہ اُنکے ہان برابر آتے جاتے تھے۔ مرزا شمس الدین بھی اُنکی بہت عزت کرتے تھے۔ اُنکو اپنی مسند کے برابر بٹھاتے تھے اور خاص اپنا بھنڈا پینے کو عنایت کرتے تھے۔ اکبر شاہ نے لوگون کی دراندازی سے ایک بار اُنکو مرزا شمس الدین سے ملنے سے منع کیا۔ میر متقی نے ہاتھ باندھ کر کہا کیا حضور کو فدوی کی جان نثاری مین کچھ تردد ہوا ہے؟ بادشاہ نے ہنسکے فرمایا نہین نہین۔ میر متقی نے عرض کیا تو پھر مین اپنے قدیم طریقہ کو چھوڑ کر مفت مین کیون روسیاہی لون۔ بادشاہ نے پھر کبھی اُنسے اس بات کا ذکر نہین کیا اور وہ بدستور مرزا شمس الدین سے ملتے رہے۔

اکبر شاہ کے اخیر زمانہ مین وزارت کے اختیارات مرزا سلیم کے ہاتھ مین جو بادشاہ کے چہیتے بیٹے تھے چلے گئے تھے اور اسلیے راجہ سوہن لال جو مرزا سلیم کی سرکار مین دیوان تھے وزارت کا کام کرنے لگے تھے۔ چونکہ میر متقی کی راجہ سوہن لال سے موافقت نہ تھی اسلیے اُنھون نے دربار کا جانا بہت کم کردیا تھا۔ اکثر ضروری موقعون پر سرسید جایا کرتے تھے۔ جب بہادر شاہ تخت پر بیٹھے اور تمام سنیا

دربار کی بدل گئی تو میر متقی کا دربار میں جانا بالکل موقوف ہوگیا تھا۔ مگر جو تنخواہ قلعہ سے مقرر تھی وہ اور نوروز کو بادشاہ کی طرف سے سنہری روپہلی چھلون کے آنے کی رسم اور اسی قسم کی اور اعزازی رسمین انکی وفات تک بدستور جاری رہین۔

سرسید کا ننھیال

سرسید کی ننھیال کا حال کسی قدر تفصیل کے ساتھ سیرت فریدیہ مین جو خود سرسید نے اپنے نانا خواجہ فریدالدین احمد کے حالات مین لکھی ہے مندرج ہے یہان اُسکا خلاصہ ایک یادداشت سے جو سرسید نے سیرت فریدیہ لکھنے سے پہلے لکھوائی تھی اخذ کر کے لکھتے ہین۔

سرسید کے نانا خواجہ فریدالدین احمد جو خواجہ محمد یوسف ہمدانی کی اولاد مین ہین اُنکے دادا خواجہ عبدالعزیز بعنوان تجارت دلّی مین آئے تھے جو کشمیری شال کی تجارت کرتے تھے اُنھون نے یہین سکونت اختیار کرلی تھی۔ اُنکے بیٹے خواجہ اشرف تھے جنکے آٹھ بیٹے ہوئے۔ ازان جملہ دو شخصون نے مختلف حیثیتون سے بہت امتیاز حاصل کیا تھا اول خواجہ نجیب الدین جو نواح دہلی مین شاہ فداحسین کے نام سے مشہور رہین۔ سہروردی خاندان مین ایک نیا فرقہ رسول شاہ کے پیروون کا پیدا ہوگیا تھا۔ شاہ فداحسین اس فرقہ مین ابتدای عمر سے داخل ہوگئے تھے اور رسول شاہ کے جانشین مولوی محمد حنیف کے چیلے بنگئے تھے شاہ فداحسین نے تمام درسی کتابین اپنے مرشد مولوی محمد حنیف سے پڑھین اور جب تحصیل پوری ہوگئی تو مرشد کے حکم سے کل کتابین کوئین مین ڈالدین۔ وہ خاص کر حقائق و معارف مین بہت بڑی دستگاہ رکھتے تھے۔ فصوص الحکم، فتوحات مکیہ، اور دیگر تصنیفات شیخ اکبر اور دیگر قائلین وحدت وجود کی بہت خوبی سے پڑھاتے تھے۔ مگر وضع یہ تھی چارابرو کا صفایا کیے ایک غرقی باندھے اور سارے بدن پر بھبوت ملے بیٹھے رہتے تھے۔ جب حجرہ سے

باہر نکلتے تو تہمد گھٹنوں تک لپیٹ لیتے اور سر پر ایک مثلث رومال باندھ لیتے تھے۔ ایکبار اکبر شاہ نے اُنکے پاس آنا چاہا مگر انھون نے ملنے سے انکار کر دیا۔ سر سید کہتے تھے کہ "وہ نہایت خوش بیان اور خوش تقریر تھے۔ جب میرے والد کا انتقال ہوا تو میری والدہ کو جو انکی بھتیجی تھین اپنے پاس بلا کر ایسی عمدہ تقریر کی کہ ابتک اُسکا لطف میرے دل سے نہین بھولا۔ دلّی مین اُنکے دیکھنے والے ابتک موجود ہین۔ وہ آخر عمر مین الور چلے گئے تھے اور ۱۲۵۹ھ مین وہین انتقال کیا اور وہین رسول شاہیون کے تکیہ مین جو جیلی باغ کہلاتا ہے اُنکا ڈھیر ہے"

دوسرے سر سید کے حقیقی نانا دبیر الدولہ امین الملک خواجہ فرید الدین احمد خان بہادر مصلح جنگ تھے جو اپنے خاندان مین سب سے زیادہ با اقبال لائق دانشمند صاحب علم و فضل اور خاص کر ریاضیات مین وحید عصر تھے۔ انھون نے لکھنؤ جاکر علامۂ تفضل حسین خان سے جب کہ آصف الدولہ زندہ تھے ریاضی کی تحصیل اور تکمیل کی تھی۔ خواجہ فرید ریاضی مین مجسطی اور رسائل متوسطات جو اُکر کے نام سے مشہور ہین نہایت تحقیق سے پڑھاتے تھے اور زیچ اور آلات رصد کے علم مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ وہ خود آلات رصد کے بنانے اور رصد کرنے پر قادر تھے۔ بہت سے لوگون نے اُنسے ریاضی کی تحصیل کی اور اُسمین کمال بہم پہنچایا اور نامور ہوئے۔ ازانجملہ مولوی[1] کرامت علی، مولوی[2] رجب علیخان، خواجہ محمد[3] ناصر جان اور حکیم رستم علی خان اُنکے مشہور شاگردون مین سے تھے۔ خود اُنکے چھوٹے بیٹے نواب زین العابدین خان جو فنون ریاضی مین ید طولیٰ رکھتے تھے انھین کے شاگرد تھے۔ ۱۸۵۲ء مین جب طالب علمی کے ارادہ سے پہلی ہی بار میرا دلّی جانا ہوا اسوقت زین العابدین خان زندہ تھے اور دلّی مین انکی ریاضی دانی

---

[1] یعنی مولوی کرامت علی خلف مولوی حیات علی جو دلّی کے مشہور عالم تھے اور اخیر کو حیدر آباد چلے گئے تھے ۱۲

[2] یعنی ارسطو جاہ مولوی سید رجب علی خان جنھون نے پنجاب گورنمنٹ مین نہایت رسوخ پایا تھا ۱۲

[3] یہ حضرت خواجہ میر درد کے سجادہ نشین تھے ۱۲

اور فنون ریاضی مین سے خاص کر موسیقی کے علم و عمل کی بہت شہرت تھی۔

سر سید کہتے تھے کہ "خواجہ فرید کے تصنیف کیے ہوے چھوٹے چھوٹے متعدد رسالے علم ہیأت اور آلات رصد کے باب مین تھے جو ایام غدر مین ضائع ہو گئے۔ مگر اُنمین سے تین ۳ رسالے خود اُنھین کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خلیفہ سید محمد حسن خان مرحوم وزیر اعظم ریاست پٹیالہ کی عنایت سے دستیاب ہوے ہین جنکو مدرستہ العلوم کے کتب خانہ مین داخل کر دیا ہے" انھین مین ایک رسالہ "فوائد الافکار فی اعمال الفرجار" ہے اُسکے دیباچہ[۱] مین اُنھون نے ایک واقعہ

[۱] سیرت فریدیہ جسمین سر سید نے اپنے نانا خواجہ فرید کا حال لکھا ہے اُسمین یہ دیباچہ بھی نقل کیا ہے چونکہ اسکا مضمون دلچسپی سے خالی نہین ہے اسلیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُسکا خلاصہ اُردو زبان مین اس مقام پر لکھدیا جائے۔ وہ لکھتے ہین کہ "کتب ریاضی کے کسی حاشیہ مین میری نظر سے گذرا تھا کہ "آلات ریاضی مین سے ایک آلہ تھا جسکو پرکار متناسبہ کہتے تھے۔ اُس سے اکثر اعمال نجومی اور بعض اشکال ہندسی اور مسائل حسابی آسانی سے حل ہو جاتے تھے۔ مگر چونکہ اب وہ آلہ مفقود ہے اسلیے اُسکا علم اور عمل بھی باقی نہین رہا" اسکے سوا مین نے اپنے بعض اساتذہ سے بھی ایسا ہی سنا تھا۔ اُس آلہ کے دیکھنے کا مجھے کمال اشتیاق تھا۔ جس ریاضی دان سے اُسکا ذکر کرتا وہ لاعلمی بیان کرتا تھا۔ اور اکثر یہ کہتے تھے کہ اس معمولی پرکار کے سوا جو کہ دائرہ کھینچنے اور خطون کے ماپنے مین استعمال ہوتا ہے اور کوئی پرکار نہین ہے۔ جب ۱۲۲۲ھ مین میرا لکھنؤ جانا ہوا وہان جنرل مارٹین اور مسٹر گوراوسلی سے ملاقات ہوئی۔ اُنکے پاس مین نے ایک عجیب آلہ پیتل اور لوہے کا بنا ہوا دیکھا۔ مین نے اُسکا حال پوچھا۔ اُنھون نے کہا یہ پرکار تقسیم ہے۔ اس سے خطوط و دوائر و سطوح و اجسام مختلفہ کی تقسیم آسانی سے ہو جاتی ہے۔ یہ آلہ جنرل مارٹین کا تھا۔ مین نے اُنسے مستعار لے لیا۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ پرکار متناسبہ یہی ہے۔ چونکہ مسٹر گوراوسلی نے اُس آلہ سے چارون عمل مذکورۂ بالا میرے سامنے کیے تھے مجھے خیال ہوا کہ دیکھین اس سے کوئی عمل نجومی بھی استخراج ہوتا ہے یا نہین۔ آخر جب اُس سے کوئی عمل نہو سکا مین نے سمجھا کہ یہ پرکار متناسبہ نہین ہے۔ مگر چند روز غور کرنے کے بعد مین نے اصول کے موافق اُسکے بنانے کا طریقہ ذہن نشین کر کے ویسا ہی ایک پرکار چاندی کا تیار کیا۔ مسٹر گوراوسلی نے اُسکو مجھسے لیکر نواب سعادت علیخان کی خدمت مین پیش کیا۔ اور نہایت تعجب ظاہر کیا کہ اکثر لوگ اس پرکار کے عمل سے بھی واقف نہین ہین چہ جائیکہ ایسا پرکار خود بنا لینا کہ ولایت مین ہر شخص نہین بنا سکتا۔ سر گوراوسلی نے کہا کہ مجکو صرف اسقدر معلوم ہے کہ پرکارون کے گنج مین ایک آلہ ایسا بھی ہے جس سے یہ پرکار تیار ہوتا ہے۔ مگر مین یہ نہین جانتا کہ کس طرح تیار ہوتا ہے۔ تمنے بغیر اس آلہ کے یہ پرکار کیونکر بنا لیا۔ چونکہ مین نے کبھی گنج پرکار نہ دیکھا تھا مین نے اُسکے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ سر گوراوسلی نے اپنے بکس مین سے گنج نکالکر وہ آلہ مجکو دکھایا۔ اُسپر بہت سے خطوط اور ہندسے کندہ تھے۔ مین نے اُنکا حال پوچھا۔ اُنھون نے دو تین عمل کر کے دکھائے اور کہا کہ مین اس سے زیادہ نہین جانتا۔ لیکن مین نے سنا ہے کہ اس سے بہت سے اعمال ہندسی اور حسابی اور اکثر اعمال نجومی ہو سکتے ہین۔ مگر مین بلکہ ہندسون کے سوا کوئی انگریز نہین جانتا" خواجہ فرید لکھتے ہین کہ وہ گنج چونکہ نہایت عمدہ اور نفیس تھا گو میرا جی بہت للچایا مگر مین نے اُسکو مستعار مانگنا مناسب نہ سمجھا۔ اسکے بعد مین نے کئی پرکار تقسیم پیتل کے تیار کر کے اور انگریزی ہندسون کی جگہ فارسی ہندسے کندہ کر کے اپنے دوستون کو دیے۔ چند روز کے بعد جب میرا کلکتہ جانا ہوا وہان جا کر مین نے ایک گنج پرکار خریدا جس مین وہ آلہ مطلوبہ بھی تھا۔ مین نے نہایت کوشش اور فکر و غور سے اُسکے اعمال دریافت کیے اور عمل استخراج ظل اور اکثر اعمال نجومی اور ہندسی نکالے۔ اور مجکو یقین ہو گیا کہ یہ پرکار متناسبہ جو کبھی عرب و عجم مین مروج تھا وہ یہی ہے۔ اور اب یورپ کے سوا کہین اُسکا رواج نہین رہا۔ چونکہ اس تحقیقات اور تفتیش مین مسودے بہت سے جمع ہو گئے تھے مین نے ان سب کو مرتب اور صاف کر کے اس رسالہ کی صورت مین جمع کر دیا" اس رسالہ کا ترجمہ سر سید نے اُردو مین کر دیا ہے اور اُسمین مثالین اپنی طرف سے اضافہ کر دی ہین یہ ترجمہ بھی اُنکی تصانیف کی فہرست مین شامل ہے ۱۲

لکھا ہے جس سے اُنکی اعلی درجہ کی ذہانت اور ریاضی کے ساتھ جو اُنکو فطری مناسبت تھی اُسکا کافی ثبوت ملتا ہے۔

خواجہ فرید لکھنو کے پہلے سفر مین دو تین برس وہان رہکر ریاضی کی تکمیل کے بعد دلّی واپس چلے آئے تھے۔ یہ زمانہ نواب آصف الدولہ کا تھا۔ ۱۲۱۲ھ مین وہ پھر لکھنو گئے اُنکے جانے کے بعد اُسی سال آصف الدولہ نے قضا کی اور سعادت علیخان اُنکے جانشین ہوے۔ اسی زمانہ مین مدرسہ کلکتہ کے لیے۔ جسکو انگریزون نے قائم کیا تھا۔ ایک سپرنٹنڈنٹ کی ضرورت ہوئی اور لکھنو کے یوروپین عہدہ دارون کی سفارش سے خواجہ فرید اس عہدہ پر بمشاہرہ ساتسَو روپیہ ماہوار مقرر ہوکر کلکتہ چلے گئے۔

اسکے بعد مارکوئس اوف ولزلی کو جو اُس زمانہ مین گورنر جنرل تھے ایک خاص مقصد کے لیے۔ جسکی تفصیل سیرت فریدیہ مین درج ہے۔ ایران مین سفارت بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ ۱۸۰۳ء مین مسٹر لوٹ کا اور اُنکے ساتھ خواجہ فرید کا بھیجنا تجویز ہوا۔ مگر راہ مین مسٹر لوٹ بیمار ہوکر واپس چلے آئے۔ اور گورنر جنرل کے حکم سے اکیلے خواجہ فرید بطور مستقل سفیر کے بوشہر ہوتے ہوے طہران مین پہنچے۔ اور فتحعلی شاہ قاجار کے دربار مین حاضر ہوے۔ اور مقاصدِ سفارت کو۔ جنمین سب سے زیادہ اہم یہ امر تھا کہ ایران کی طرف سے ہندوستان مین بجای حاجی خلیل خان مقتول کے دوسرا سفیر بھیجا جائے۔ بخوبی انجام دیا۔ اور محمد نبی خان کا ایران کی طرف سے بطور سفیر کے ہندوستان مین بھیجا جانا تجویز ہوگیا۔

اسکے بعد گورنمنٹ انگریزی نے خواجہ فرید کو اوا واقع برہما مین ایک پولٹکل معاملہ کے طے کرنے کو بطور ایجنٹ کے مقرر کرکے بھیجا وہان سے آنے کے بعد جب کہ ملک بندیلکھنڈ فتح ہوچکا تھا پرگنات اگاسی وغیرہ۔ جو کہ اب ضلع باندہ مین شامل ہین۔ مالگذاری وصول کرنے کے لیے عہدۂ تحصیلداری پر مقرر ہوئے۔ اُس زمانہ مین تحصیلدارون کو تنخواہ نہین ملتی تھی بلکہ کُل زر مالگذاری مین سے کچھ

فیصدی حق التحصیل ملتا تھا. جب یہ انتظام نہ رہا اور زمانہ حال کے موافق تحصیلدار مقرر ہونے لگے تو وہ اُس عہدہ سے کنارہ کش ہوکر بارہ تیرہ برس بعد دلّی مین واپس آئے. مگر چند روز رہکر پھر کلکتہ چلے گئے.

سنہ ۱۲۳۱ ہجری (۱۸۱۵ء) مین اکبر شاہ ثانی نے اُنکو کلکتہ سے بُلاکر خلعتِ وزارت اور خطاب دبیر الدولہ امین الملک مصلح جنگ عنایت کیا. اُنھون نے ایام وزارت مین۔ اس وجہ سے کہ بادشاہ بہت قرضدار ہوگئے تھے۔ قرضہ ادا کرنے اور آمدنی وخرچ برابر کرنے مین بہت کوشش کی. شاہزادگان اور بیگمات اور عملۂ شاہی کی تنخواہون مین سے دس فیصدی تنخواہ کم کردی. بڑا خاصہ اور چھوٹا خاصہ[1] جنمین زرِ کثیر صرف ہوتا تھا۔ اور بعضے اور غیر ضروری کارخانے یک قلم موقوف کردیے. اسکے سوا دیوان عام کی تانبے کی چھت۔ جو شاہ عالم کے عہد مین بھاؤ مرہٹے نے سنہری ملمع کے سبب خالص سونے کی سمجھکر اُکھڑوا ڈالی تھی اور وہ اُسوقت سے اُکھڑی پڑی تھی۔ اُسکا سونا الگ اور تانبا الگ کرکے جتنا تانبا نکلا اسکے شاہی ٹکسال مین پیسے بنوا ڈالے اور سونا فروخت کردیا. ان تدبیرون سے کئی لاکھ روپیہ کا قرضہ ادا کیا گیا. اب آمدنی اور خرچ برابر ہوگیا اور سب کی تنخواہین جو کئی کئی مہینے بعد ملتی تھین ماہ بماہ ملنے لگین. لیکن قلعہ مین اُس سے عام ناراضی پھیل گئی اور آخر کار اُنکو عہدۂ وزارت سے کنارہ کش ہونا پڑا اور وہ پھر کلکتہ چلے گئے.

ایک بار پھر خواجہ فرید کو بادشاہ نے کلکتہ سے بلاکر عہدۂ وزارت پر مامور کیا مگر اس دفعہ بھی

---

[1] بڑا خاصہ وہ کھانا کہلاتا تھا جو تمام ملازمون عہدہ دارون خواصون اور باری دارون کو بادشاہ کی طرف سے ہر روز دونو وقت دیا جاتا تھا. چھوٹا خاصہ وہ کھانا کہلاتا تھا جو ہر روز تیار ہوکر محل مین بھیجا جاتا تھا اور بادشاہی امیر یا حکیم جو اپنی باری یا کسی اور ضرورت سے قلعہ مین رہ جاتے تھے اُنکو محل سے بھیجا جاتا تھا ۱۲

چند وجوہات سے تین یا ساڑھے تین برس وزارت کا کام انجام دیکر بہ صلاح جرنیل اختر لونی کے جو دلّی مین رزیڈنٹ تھے آخر کار استعفا دیدیا۔ دوسری بار وزارت سے علحدہ ہونے کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے معقول سفر خرچ اور اپنا معتمد بھیجکر خواجہ فرید کو لاہور بُلایا۔ مگر جیسا کہ آگے ذکر کیا جائیگا وہ اپنی بڑی بیٹی یعنی سرسید کی والدہ کے سمجھانے سے لاہور نہین گئے اور سفر خرچ واپس کردیا۔ اور پھر اخیر وقت تک۔ باوجودیکہ قلعہ کی طرف سے ایک دفعہ پھر بُلاؤ ہوئی۔ اُنھون نے کوئی تعلق اختیار نہین کیا اور سنہ ۱۲۴۴ھ (۱۸۲۸ء) مین انتقال کیا۔ انکی تاریخ وفات اس جملہ سے کہ "جا بہ بہشت یافتم" بے کم وکاست نکلتی ہے۔

دبیر الدولہ خواجہ فرید الدین احمد ایک حکیم مشرب یا صوفی منش آدمی تھے۔ ایک زمانہ مین وہ بھی اپنے بھائی شاہ فدا حسین کی طرح رسول شاہیون مین داخل ہوگئے تھے اور مُکّا شاہ جو رسول شاہ کے ایک ممتاز چیلے تھے اُنکے مرید ہوگئے تھے۔ چونکہ اس طریقہ مین یہ ضرور نہین ہے کہ خواہ مخواہ چار ابرو کا صفایا کرین بلکہ دنیا دار اور متاہل لوگ بھی اس طریقہ مین داخل ہوتے ہین اسلئے دبیر الدولہ نے مرنے سے دو برس پہلے تک کبھی ڈاڑھی موچھ نہین مُنڈائی۔ مگر مرنے سے دو برس پہلے اُنکو یہ خیال ہوا کہ ایک دفعہ تو مرشد کی پوری پوری پیروی کرنی بھی چاہیئے۔ آخر ایک دن چار ابرو کا صفایا کرادیا۔ شہر مین اسکا بڑا چرچا ہوا اور لوگون نے بہت کچھ طعن و تعریض کی۔ مگر اُنھون نے اُسکی کچھ پروا نہین کی۔ لیکن ایک دفعہ کے سوا پھر کبھی ایسا نہین کیا۔ سرسید کہتے تھے کہ "جب انتقال ہوا تو اُنکی ڈاڑھی کسی قدر بڑی ہو گئی تھی"

دبیر الدولہ کے دو بیٹے تھے جو سرسید کے ماموں ہوتے تھے۔ بڑے وحید الدین خان جو مرزا جہانگیر کے بیٹے تیمور شاہ کی سرکار مین مختار تھے۔ یہ بعد فتح دہلی کے فوج کے کسی سپاہی کی

گولی سے نماز پڑھتے ہوئے مارے گئے۔ دوسرے نواب زین العابدین خان جنکو اُنکے والد کی وفات کے بعد دبیر الدولہ کا خطاب بادشاہ نے دیا تھا۔ انکو قدیم ریاضی مین اعلےٰ درجہ کی دستگاہ تھی۔ یہ تمام آلات رصد اپنے ہاتھ سے بناتے تھے اُنھون نے ایک بہت بڑے قطر کا برنجی کرہ اور برنجی اصطرلاب نہایت عمدہ بنایا تھا۔ نیز بہت سے آلات جنکی تفصیل سیرت فریدیہ مین مندرج ہے اُنکے ہاتھ کے بنائے ہوے موجود تھے اُنمین ایجاد و اختراع کا بڑا ملکہ تھا۔ اُنھون نے پتنگ بنانے کے اصول وضع کیے تھے اور اس باب مین ایک سالہ لکھا تھا جو غدر مین ضائع ہوگیا۔

سرسید کی والدہ کا حال جو سیرت فریدیہ مین لکھا ہے یا ہمنے دلّی مین سرسید کے رشتہ دارون سے اور خود سرسید سے سنا ہے۔ چونکہ اُسکو سرسید کی تربیت اور اُنکے اخلاق و عادات بلکہ اُنکے تمام واقعات زندگی مین بہت بڑا دخل ہے۔ اسلیے ہم اسکو کسی قدر زیادہ تفصیل سے بیان کرنا چاہتے ہین سرسید کے والد میر متقی۔ جیساکہ اوپر بیان کیا گیا۔ ایک نہایت آزاد منش آدمی تھے۔ خصوصاً جب سے شاہ غلام علی صاحب کے مرید ہوگئے تھے اُنکی طبیعت مین اور بھی زیادہ بے تعلقی پیدا ہوگئی تھی۔ اسلیے اولاد کی تعلیم و تربیت کا مدار زیادہ تر بلکہ بالکل سرسید کی والدہ پر تھا۔ سرسید سے ایک دفعہ اُنکے بچپن کے حالات پوچھے گئے تو اُنھون نے یہ جواب دیا کہ میری تمام سرگذشت کے بیان کو یہ ایک شعر کافی ہے

چون بپای خود روان گشتیم سرگردان شدیم ۔۔۔ طفلی و دامان مادر خوش بہشتی بودہ است

سرسید کی والدہ خواجہ فرید کی تینون بیٹیون مین سب سے بڑی تھین۔ اُنمین قدرتی قابلیت معمولی عورتون سے بہت زیادہ تھی۔ وہ صرف قرآن مجید پڑھی ہوئی تھین اور ابتدا مین کچھ فارسی کی ابتدائی کتابین بھی پڑھی تھین مگر اولاد کی تربیت کا اُنمین خداداد ملکہ تھا۔ سرسید کہتے تھے

کہ ”جب مین اُنکو سبق سناتا یا نئے سبق کا مطالعہ اُنکے پاس بیٹھکر دیکھتا تو وہ ایک لکڑی جسمین سوت کی گندھی ہوئی تین لڑین باندھ رکھی تھین اپنے پاس رکھ لیتین۔ وہ خفا تو اکثر ہوتی تھین مگر اُن سوت کی لڑون سے کبھی مجھے مارا نہین“

سر سید لکھتے ہین کہ ”جس زمانہ مین میری عمر گیارہ بارہ برس کی تھی مین نے ایک نوکر کو جو بہت پرانا اور بُڈھا تھا کسی بات پر تھپڑ مارا۔ والدہ کو بھی خبر ہو گئی۔ تھوڑی دیر بعد جب مین گھر مین آیا تو اُنھون نے نہایت ناراض ہو کر کہا کہ اسکو گھر سے نکال دو۔ جہان اسکا جی چاہے چلا جائے۔ یہ گھر مین رہنے کے لائق نہین رہا۔ چنانچہ ایک ماما میرا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر لیگئی اور سڑک پر لاکر چھوڑ دیا۔ اسی وقت میری خالہ کے گھر سے جو بہت قریب تھا دوسری ماما نکلی اور خالہ پاس لیگئی۔ اُنھون نے کہا دیکھو آپا جی تمسے بہت ناراض ہین۔ مین تمکو کوٹھے پر ایک مکان مین چھپا دیتی ہون وہان سے باہر نہ نکلنا ورنہ وہ ہمسے بھی ناراض ہو جائینگی۔ مین تین دن تک وہان چھپا رہا تیسرے دن خالہ صاحب مجھے والدہ کے پاس لے گئین تاکہ قصور معاف کرائین۔ اُنھون نے کہا اگر اُس نوکر سے قصور معاف کرائیگا تو مین بھی معاف کر دونگی۔ جب مین نے ڈیوڑھی مین جا کر نوکر کے آگے ہاتھ جوڑے تب قصور معاف ہوا“

سر سید کی والدہ کی دانشمندی اور دور اندیشی ذیل کی حکایت سے بخوبی ثابت ہوتی ہے

سر سید کہتے تھے کہ ”جب دبیر الدولہ نے وزارت سے دوسری بار استعفا دیدیا تو کچھ دنون بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنا معتمد اور ایک معقول رقم سفر خرچ کے لیے اُنکے پاس بھیجی اور لاہور بلایا سار الکنا چاہتا تھا کہ وہ منظور کر لین مگر اُنکی بڑی بیٹی یعنی میری والدہ نے کہا کہ خدا نے آپ کو اسقدر دیا ہے کہ جس طرح چاہین آپ آرام سے بسر کر سکتے ہین اور اُس سے کچھ اور زیادہ ہو جائے تو بھی آپ کے آرام و آسایش مین کچھ زیادتی نہین ہو سکتی۔ آپ کا مہاراجہ رنجیت سنگھ کی عملداری مین جانا اور اُس سلطنت کے اختیارات لینے اور ہم سب کا انگریزی عملداری مین رہنا اچھا نہین معلوم ہوتا۔ مین تو ہرگز صلاح نہین دیتی کہ اس ضعیفی کے زمانہ مین کہ آپ کی طبیعت بھی کثر علیل

رہتی ہے آپ لاہور کا ارادہ کرین" دبیرالدولہ کے دل پر اُنکے کہنے کا ایسا اثر ہوا کہ لاہور جانے سے انکار اور سفرخرچ واپس کر دیا اور پھر کبھی کوئی تعلق اختیار نہین کیا۔

سرسید کا بیان ہے کہ "میرے بڑے بھائی کے مرض الموت مین والدہ ہر وقت اُنکے پاس بیٹھی رہتی تھین۔ ایک مہینے تک یہی حال رہا۔ جب اُنکا انتقال ہو گیا سب لوگ گریہ وزاری کرنے لگے۔ والدہ کی آنکھون سے بھی آنسو جاری تھے۔ اتنے مین صبح کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اُنھون نے وضو کر کے نماز پڑھی اور اشراق تک مصلے ہی پر بیٹھی رہین۔ اُنھین دنون مین ایک رشتہ دار کی بیٹی کی شادی ہونے والی تھی۔ تمام سامان شادی کا ہو چکا تھا۔ صرف چار دن تاریخ عقد مین باقی رہے تھے۔ جب یہ حادثہ ہم پر گذرا تو اُن لوگون نے دستور کے موافق شادی ملتوی کرنی چاہی۔ میری والدہ نے جب یہ سنا تو اس واقعہ کے تیسرے دن اُنکے گھر گئین اور کہا مین شادی مین آئی ہون۔ ماتم تین دن سے زیادہ نہین ہوتا۔ اور شادی کے ملتوی کرنے سے تمھارا بڑا نقصان ہوگا۔ جو خدا کو منظور تھا وہ ہو چکا۔ تم شادی کو ہرگز ملتوی مت کرو۔ جب کہ مین خود تمھارے گھر آئی ہون اور شادی کی اجازت دیتی ہون تو اور کوئی کیا کہہ سکتا ہے"

سرسید کہتے تھے کہ "جو کچھ آمدنی ہوتی تھی اُسمین سے پانچ فیصدی کے حساب سے میری والدہ ہمیشہ الگ رکھتی جاتی تھین اور اس سرمایہ کو حسن انتظام کے ساتھ نیک کامون مین صرف کرتی تھین۔ کئی جوان لڑکیون کا اُنکی امداد سے نکاح ہوا۔ اکثر پردہ نشین عورتین جو معاش سے تنگ ہوتین اُنکی پوشیدہ خبرگیری کرتین۔ غریب خاندانون کی جوان لڑکیان جو بیوہ ہو جاتین اُنکو دوسرا نکاح کرنے کی نصیحت کرتین اور دوسرے نکاح کو برا سمجھنے والون سے نفرت کرتین۔ غریب رشتہ دارون کے گھر جاتین اور خفیہ یا کسی حیلہ سے اُنکی امداد کرتین۔ بعض رشتہ دار مردون نے ایسی عورتون سے نکاح کر لیا تھا جنسے ملنا معیوب سمجھا جاتا تھا مگر وہ اُنکے گھر برابر جاتین

ور انکی اولاد کے ساتھ شفقت سے پیش آئین"۔

سرسید کہتے تھے کہ "میری تمام ننھیال کو شاہ عبدالعزیز اور اُنکے خاندان سے عقیدت تھی مگر میری والدہ کو شاہ غلام علی صاحب سے بیعت اور عقیدت تھی شاہ صاحب کے ہان منت اور نذر و نیاز کا کہین پتا نہ تھا۔ اُنکی عادت تھی کہ جب کوئی اپنی حاجت لیجاتا تو سب حاضرین سے کہتے کہ دعا کرو خدا اسکی حاجت پوری کرے۔ یہی عقیدہ میری والدہ کا تھا۔ اُنھون نے خود کوئی منت یا نذر و نیاز کبھی نہین مانی۔ تعویذ یا گنڈے پر اور تاریخون یا دنون کی سعادت و نحوست پر اُنکو مطلق اعتقاد نہ تھا۔ لیکن اگر کوئی کرتا تو اُسکو منع بھی نہ کرتین اور یہ کہتین کہ اگر اُنکو منع کیا جائے اور اتفاق سے وہی امر پیش آجائے جسکے خوف سے وہ ایسا کرتے ہین تو اُنکو یقین ہو جائیگا کہ ایسا نہ کرنے سے یہ ہوا اگر ایسا کیا جاتا تو نہوتا۔ سرسید کا بیان ہے کہ "میری ننھیال والے اگرچہ عام توہمات مین مبتلا نہ تھے مگر شاہ عبدالعزیز کے ہان جو کچھ ہوتا تھا اسپر سب اعتقاد رکھتے تھے۔ شاہ عبدالعزیز اور اُنکے ہان کے اور بزرگ بچون کو ایک گنڈا دیا کرتے تھے اور اُسکے ساتھ ایک تعویذ ہوتا تھا جسمین ایک ہندسہ یا حرف سفید مرغ کے خون سے لکھا جاتا تھا۔ اور جس بچہ کو دیا جاتا اسکو بارہ برس کی عمر تک انڈا یا مرغی کھانے کی ممانعت ہوتی تھی سید حامد اور سید محمود کو بھی اُنکی ننھیال والون نے وہ گنڈے پہنائے تھے۔ باوجود اسکے میری والدہ جب کبھی وہ انکے ساتھ کھانا کھاتے اور کھانے مین انڈا یا مرغی ہوتی تو وہ بے تامل اُنکو کھلا دیتین" سرسید کہتے تھے کہ "اِس زمانہ مین جب کہ میرے مذہبی خیالات اپنی ذاتی تحقیق پر مبنی ہین اب بھی مین اپنی والدہ کے عقائد مین کوئی ایسا عقیدہ جس پر شرک یا بدعت کا اطلاق ہو سکے نہین پاتا۔ البتہ وہ یہ سمجھتی تھین کہ قرآن پڑھکر بخشنے کا یا فاتحہ دلا کر کھانا تقسیم کرنے کا ثواب مُردہ کو پہنچتا ہے مگر مین ان دونون باتون کا قائل نہین ہون۔ عبادت بدنی مین

تو مین نیابت کا مطلق قائل نہین اور عبادت مالی مین بھی سوا اسکے - کہ متوفی اپنی زندگی مین کچھ مال کسی کار خیر کے لیے کسی کے سپرد کر جائے - اور کسی صورت مین نیابت کا قائل نہین ہون "

سرسید کا بیان ہے کہ "جب مین دلی مین منصف تھا تو میری والدہ کی یہ نصیحت تھی کہ جہان تمکو ہمیشہ جانا ضرور ہے وہان کبھی سواری پر جایا کرو اور کبھی پیادہ پا جایا کرو۔ زمانہ کا کچھ اعتبار نہین ۔ کبھی کچھ ہے اور کبھی کچھ ۔ بس ایسی عادت رکھو کہ ہمیشہ اُسکو نباہ سکو ۔ چنانچہ مین نے جامع مسجد اور خانقاہ مین جانے کا یہی طریقہ رکھا تھا کہ اکثر پیدل اور کبھی کبھی سواری پر جاتا تھا "

سرسید کی والدہ جیسی سمجھدار اور دانشمند تھین اُس سے زیادہ نیک دل اور پاک سرشت تھین ۔

سرسید کا بیان ہے کہ "مسماۃ زیبن ایک لاوارث بڑھیا تھی ۔ میری والدہ اُسکی خبرگیری کرتی تھین ۔ جب مین دلی مین منصف تھا اتفاق سے میری والدہ اور زیبن دونو ایک ساتھ بیمار ہوئین اور دونون کی بیماری بھی ایک ہی سی تھی ۔ حکیم نے والدہ کے لیے کسی قدر افاقہ کے بعد ایک معجون کا نسخہ جو قیمتی تھا تجویز کیا ۔ مگر جسقدر تیار ہوا تھا وہ مقدار مین ایک ہی بیمار کی چند روزہ خوراک تھی ۔ مین اُس معجون کو تیار کرا کے والدہ کے پاس لیگیا اور اُنسے کہدیا کہ یہ اتنے دنون کی خوراک ہے ۔ انھون نے لے لی ۔ مگر اس خیال سے کہ یہ زیبن کو بھی مفید ہوگی لیکن اُسکو کون بنوا کے دیگا - انھون نے خود اُس معجون کو نہین کھایا اور برابر زیبن کو کھلاتی رہین ۔ زیبن کو اُس سے بہت فائدہ ہوا ۔ مگر والدہ بھی بغیر اُس معجون کے استعمال کے اچھی ہوگئین ۔ چند روز بعد مین نے کہا کہ معجون نے آپ کو بہت فائدہ کیا وہ ہنسین اور کہا کیا بغیر دوا کے خدا صحت نہین دے سکتا ؟ آخر معلوم ہوا کہ وہ ساری معجون زیبن ہی نے کھائی مگر خدا نے دونو کو صحت عنایت کی "

سرسید کہتے تھے کہ "میرے بھائی سید محمد خان اور حکیم غلام نجف خان مین بہت دوستی تھی ۔ ایک دوسرے کو

بھائی بھائی کہتے تھے۔ مین بھی حکیم صاحب کو بڑے بھائی کے برابر سمجھتا تھا۔ مگر بھائی کے انتقال کے بعد ایک دفعہ حکیم صاحب کچھ مجھسے ناراض ہوگئے اور ہمارے ہان آنا چھوڑ دیا۔ مگر مین بدستور اُنکے ہان جاتا رہا۔ اور مدت تک مین نے کچھ خیال نکیا۔ لیکن آخر کو مین نے بھی اُنکے ہان جانا بہت کم کردیا۔ جب والدہ کو اس بات کی خبر ہوئی تو بہت افسوس کیا اور مجھسے کہا کہ جس بات کو تم خود اچھا نہین سمجھتے وہی بات آپ کرتے ہو۔ اگر وہ نہین آتے تو نہ ملین مگر تم بدستور ملتے رہو"

سرسید نے ایک شخص کا ہمسے ذکر کیا کہ "جب مین صدر امین تھا تو اُسکے ساتھ مین نے کچھ سلوک کیا تھا اور اُسکو ایک سخت مواخذہ سے بچایا تھا۔ مگر ایک مدت کے بعد اُسنے درپردہ میرے ساتھ برائی کرنی شروع کی اور مدت تک میری شکایت کی گمنام عرضیان صدر مین بھیجتا رہا۔ آخر تمام وجہ ثبوت جس سے اُسکو کافی سزا ہو سکتی تھی میرے ہاتھ آگئی اور اتفاق سے اُسوقت مجسٹریٹ بھی وہ شخص تھا جو اُسکے پھانسنے کی فکر مین تھا۔ میرے نفس نے مجھکو انتقام لینے پر آمادہ کیا۔ میری والدہ کو جب میرا یہ ارادہ معلوم ہوا تو اُنھون نے مجھسے کہا کہ "سب سے بہتر تو یہ ہے کہ درگذر کرو۔ اور اگر بدلا ہی لینا چاہتے ہو تو اُس زبردست حاکم کے انصاف پر چھوڑ دو جو ہر بدی کی پوری سزا دینے والا ہے۔ اپنے دشمنون کو دنیا کے کمزور حاکمون سے بدلا دلوانا بڑی نادانی کی بات ہے" اُنکے اِس کہنے کا مجھپر ایسا اثر ہوا کہ اُس دن سے آج تک مجھکو کبھی کسی اپنے دشمن یا بدخواہ سے انتقام لینے کا خیال نہین آیا اور امید ہے کہ کبھی نہ آئیگا۔ بلکہ اُنھین کی نصیحت کی بدولت مین یہ بھی نہین چاہتا کہ آخرت مین خدا اُس سے میرا بدلا لے"

سرسید کی بہن صفیۃ النسا بیگم تھی۔ جنکا انتقال دسمبر ۱۸۹۲ء مین جب کہ سرسید محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی تقریب سے دلّی مین موجود تھے کچھ کم نوّے برس کی عمر مین ہوا۔ عورتون مین

ممتاز اور قابل تھین. اکثر مذہبی کتابین اور کچھ حدیث کی عربی کتابین بھی مع ترجمہ کے پڑھی تھین اور اُنکے گھر مین کنبے کی اکثر لڑکیان جمع ہوتی اور اُنسے پڑھتی تھین.

سر سید کے بڑے بھائی سید محمد خان نے صرف معمولی تعلیم پائی تھی مگر بہت زندہ دل اور شگفتہ مزاج تھے. اُنکو بھی شاہ غلام علی صاحب سے بیعت تھی مگر وضع اُسکے خلاف تھی. اکثر اُنکے والد کے ملنے والے اُنسے کہتے کہ بیٹے کو سمجھاؤ کہ اپنی وضع درست کرے اور داڑھی نہ منڈایا کرے. وہ جواب دیتے کہ عمر کا تقاضا ہے جو اُسکا دل چاہے کر لینے دو. کبھی نہ کبھی خود درست ہو جائیگا. آخر ایک مدت کے بعد اُنکا طریقہ خود بخود بدل گیا. داڑھی رکھ لی اور نماز کے سخت پابند ہو گئے. یہانتک کہ تہجد اور اشراق کی نماز بھی ترک نہوتی تھی اور قرآن مجید کی تلاوت بہت کرنے لگے.

وہ ہنگام ضلع فتحپور مین منصف تھے. ۱۸۴۵ء مین سر سید فتحپور سیکری سے جہان وہ خود منصف تھے. اور سید محمد خان ہنگام سے دسہرہ کی تعطیل مین دلّی آئے. وہان اُسوقت بخار کی فصل تھی. سید محمد خان کو بخار آنے لگا. تعطیل کے بعد جب سر سید جانے لگے تو رخصت کے وقت اُنکے بھائی نے ایسے کلمات کہے جنسے معلوم ہوتا تھا کہ اُنکو اپنے زندہ رہنے کی امید نہین ہے. اِسکے بعد فی الواقع اُنکا مرض بڑھنے لگا. وہ اِسی حالت مین خواجہ باقی باللہ گئے اور وہان اپنی قبر کے لیے خود جگہ تجویز کی. ہر چند لوگ کہتے تھے کہ ایسی بیماری نہین ہے تم کیون اس خیال مین پڑے ہو. مگر اُنکو مرنے کا یقین ہو گیا تھا. جب قبر تیار ہو گئی تو سوار ہو کر وہان پہنچے اور قبر مین اُتر کر لیٹے اور قبر کو پسند کیا. وہان سے آکر دوسرے دن کفن کے لیے کپڑا منگوایا اور اُسکو سلوا کر پہنا اور بہت پسند کیا. اب مرض اور بھی زیادہ ہو گیا. ایک دن شاہ احمد سعید صاحب کو

...ت خانقاہ مین سجادہ نشین تھے بلایا اور اُنکے ہاتھ پر تجدید بیعت کی اور تیسرے دن
...ستقال کیا مفتی صدرالدین خان نے جو سرسید کو اُنکی تعزیت کا خط بھیجا تھا اُسمین یہ شعر لکھا تھا
"قسمت نگر کہ کشتہ شمشیر عشق یافت　　مرگے کہ زندگان بہ دعا آرزو کنند"

سرسید کے خاندان کا حال جسقدر کہ ہمنے لکھا ہے شاید ناظرین کتاب اسکو قدر ضرورت سے زیادہ خیال کرین۔ لیکن بائیوگرفی کا اصل مقصد۔ جو ہیرو کے اخلاق و عادات و خیالات کا دنیا پر روشن کرنا ہے۔ وہ اُسوقت تک پورا نہین ہوسکتا جب تک یہ نہ دکھایا جائے کہ ہیرو مین یہ اخلاق و عادات اور خیالات کہان سے آئے؟ اور اُنکی بنیاد اُسمین کیونکر پڑی؟ انسان مین کچھ خصلتین جبلی ہوتی ہین جو آبا و اجداد سے بطور میراث کے اُسکو پہنچی ہین۔ اور زیادہ تر وہ اخلاق و عادات ہوتے ہین جو بچپن مین نامعلوم طور پر وہ اپنے خاندان کی سوسائٹی سے اکتساب کرتا ہے اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک پہنچ جاتے ہین جسکی نسبت حدیث مین آیا ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو ٹل جائے لیکن آدمی اپنی جبلت سے نہین ٹل سکتا۔ پس ہیرو کے خاندان کا حال جسمین وہ پیدا ہوا اور اُس سوسائٹی کا حال جسمین اُسنے نشو و نما پائی درحقیقت ہیرو کے اخلاق و عادات پر ایک ایسی روشنی ڈالتا ہے جسکے بعد کسی اور ثبوت کے پیش کرنے کی چندان ضرورت باقی نہین رہتی۔

سرسید کی پیدائش

سرسید کے پیدا ہونے سے پہلے اُنکی بہن صفیۃ النسا بیگم اور اُنکے بھائی سید محمد خان پیدا ہو چکے تھے۔ سید محمد خان کی ولادت کے بعد چھ برس تک اُنکے والدین کے ہان کوئی بچہ پیدا نہین ہوا تھا اسلیے سید احمد خان کے پیدا ہونے کی اُنکو نہایت خوشی ہوئی سرسید سے

چند مہینے پہلے اُنکے ماموں نواب زین العابدین خان کے ہان ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام حاتم علی خان تھا۔ سرسید کو اول حاتم علی خان کی والدہ نے دودھ پلایا اور پھر خود سرسید کی والدہ نے۔ وہ اپنے خاندان کے اکثر بچون کی نسبت زیادہ قوی اور توانا اور ہاتھ پانو سے تندرست پیدا ہوئے تھے۔ وہ اپنی مان کی زبانی بیان کرتے تھے کہ جب اُنکے نانا دوسری بار کلکتہ سے دلّی مین آئے اور اِنکو پہلے ہی بار دیکھا تو یہ کہا کہ "یہ تو ہمارے گھر مین جاٹ پیدا ہوا ہے۔"

سرسید کے بیان سے مفہوم ہوتا تھا کہ اُنکے بچپن مین جسمانی صحت اور فزیکل قابلیت کے سوا کوئی ایسی خصوصیت جس سے اُنکے بچپن کو معمولی لڑکون کے بچپن پر بے تکلف فوقیت دیجا سکے۔ نہین پائی جاتی تھی۔ یعنی جیسے کہ بعضے بچے ابتدا مین نہایت ذکی اور طباع اور اپنے ہمجولیون مین سب سے زیادہ تیز اور ہوشیار ہوتے ہین سرسید مین کوئی اس قسم کا صریح امتیاز نہ تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُنھون نے اپنے قوای ذہنیہ کو محض دماغی ریاضت اور لگاتار غور و فکر سے بتدریج ترقی دی تھی اور اسی لیے اُنکی لائف کا آغاز معمولی آدمیون کی زندگی سے کچھ زیادہ چمکدار معلوم نہین ہوتا۔ لیکن جسقدر آگے بڑھتے جائیے اُسی قدر اُسمین زیادہ عظمت پیدا ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ ہیرو کو معمولی آدمیون کی سطح سے بالاتر کر دیتی ہے۔ اسی لیے بعض حکما کی یہ راے ہے کہ محنت سے آدمی جو چاہے سو ہو سکتا ہے۔

الغرض جب سرسید پیدا ہوے تو اُنکے والد نے شاہ غلام علی صاحب سے نام رکھنے کی درخواست کی۔ شاہ صاحب ہی نے بڑے بھائی کا نام محمد رکھا تھا انکا نام احمد رکھا۔ سرسید کے دادا اُنکے والد کی شادی ہونے سے پہلے قضا کر چکے تھے۔ اور یہ اور انکے بہن بھائی شاہ صاحب ہی کو

دادا حضرت کہا کرتے تھے ۔ سرسید کہتے تھے کہ "شاہ صاحب کو بھی ہم سب سے ایسی ہی محبت تھی جیسی حقیقی دادا کو اپنے پوتون سے ہوتی ہو ۔ شاہ صاحب نے تاہّل اختیار نہین کیا تھا اور وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ گو خداتعالی نے مجھے اولاد کے جھگڑون سے آزاد رکھا ہے لیکن متقی کی اولاد کی محبت ایسی دیدی ہے کہ اُسکے بچون کی تکلیف یا بیماری مجھکو بے چین کیے دیتی ہے"

سرسید کو مسماۃ مان بی بی نے جو ایک قدیم خیرخواہ خادمہ اُنکے گھرانی کی تھی پالا تھا ۔ اسلیے اُنکو مان بی بی سے نہایت محبت تھی ۔ وہ پانچ برس کے تھے جب مان بی بی کا انتقال ہوا ۔ اُنکا بیان ہے کہ "مجھے خوب یاد ہے مان بی بی مرنے سے چند گھنٹے پہلے فالسہ کا شربت مجھکو پلا رہی تھی ۔ جب وہ مرگئی تو مجھے اُسکے مرنے کا نہایت رنج ہوا ۔ میری والدہ نے مجھے سمجھایا کہ وہ خدا کے پاس گئی ہے ۔ بہت اچھے مکان مین رہتی ہے ۔ بہت سے نوکر چاکر اُسکی خدمت کرتے ہین ۔ اور اسکی بہت آرام سے گذرتی ہے ۔ تم کچھ رنج مت کرو ۔ مجھکو اُنکے کہنے سے پورا یقین تھا کہ فی الواقع ایسا ہی ہے ۔ مدت تک ہر جمعرات کو اُسکی فاتحہ ہوا کرتی تھی اور کسی محتاج کو کھانا دیا جاتا تھا ۔ مجھے یقین تھا کہ یہ سب کھانا مان بی بی کے پاس پہنچ جاتا ہے ۔ اُسنے مرتے وقت کہا تھا کہ میرا تمام زیور سید کا ہے ۔ مگر میری والدہ اُسکو خیرات مین دینا چاہتی تھین ۔ ایکدن اُنھون نے مجھسے پوچھا کہ اگر تم کہو تو یہ گہنا مان بی بی کے پاس بھیجدون ۔ مین نے کہا ہان بھیجدو ۔ والدہ نے وہ سب گہنا مختلف طرح سے خیرات مین دیدیا ۔"

بچپن مین سرسید پر نہ تو ایسی قید تھی کہ کھیلنے کودنے کی بالکل بندی ہو اور نہ ایسی آزادی تھی کہ جہان چاہین اور جنکے ساتھ چاہین کھیلتے کودتے پھرین ۔ اُنکی بڑی خوش نصیبی یہ تھی کہ خود اُنکے ماموں اُنکی خالہ اور دیگر نزدیکی رشتہ دارون کے چودہ پندرہ لڑکے اُنکے ہم عمر تھے جو آپس مین کھیلنے کودنے کے لیے کافی تھے ۔ اسلیے اُنکو نوکرون اور اجلافون کے بچون اور اشرافون کے آوارہ

لڑکون سے ملنے جُلنے اور اُنکے ساتھہ کھیلنے کا کبھی موقع نہین ملا ۔ اُنکے بزرگون نے یہ اجازت دے رکھی تھی کہ جس کھیل کو تمھارا جی چاہے شوق سے کھیلو مگر کسی کھیل کو چھپا کر مت کھیلو ۔ اسلیے سب لڑکے جو کھیل کھیلتے تھے اپنے بڑون کے سامنے کھیلتے تھے ۔ اُنکے کھیلون مین کوئی بات ایسی نہوتی تھی جو اپنے بزرگون کے سامنے نہ کرسکین ۔ خواجہ فرید کی حویلی جس مین وہ اور اُنکے ہم عمر لڑکے رہتے تھے اُسکا چوک اور اُسکی چھتین ہر قسم کی بھاگ دوڑ کے کھیلون کے لیے کافی تھین ۔ ابتدا مین وہ اکثر گیند بلا کبڈی گیڑیان آنکھ مچوّل چیل چلو وغیرہ کھیلتے تھے ۔ اگرچہ گیڑیان کھیلنے کو اشراف معیوب جانتے تھے مگر اُنکے بزرگون نے اجازت دے رکھی تھی کہ آپس مین سب بھائی ملکر گیڑیان بھی کھیلو تو کچھ مضایقہ نہین سر سید کہتے تھے کہ "کھیل مین جب کچھ جھگڑا ہوجاتا تو بڑون مین سے کوئی آکر تصفیہ کردیتا ۔ اور جسکی طرف سے چیند معلوم ہوتی اُسکو بُرا بھلا کہتا اور شرمندہ کرتا کہ چیند کرنا بے ایمانی کی بات ہے ۔ کبھی چیند مت کرو اور جو چیند کرے اُسکو ہرگز اپنے ساتھہ مت کھیلنے دو"

اُنکا بیان تھا کہ "باوجود اسقدر آزادی کے بچپن مین مجھے تنہا باہر جانے کی اجازت نہ تھی ۔ جب میری والدہ نے اپنے رہنے کی جدا حویلی بنائی اور وہان آرہین تو باوجودیکہ اس حویلی مین اور نانا صاحب کی حویلی مین صرف ایک سڑک درمیان تھی ۔ جب کبھی مین اُنکی حویلی مین جاتا تو ایک آدمی میرے ساتھہ جاتا ۔ اسی لیے بچپن مین مجھے گھر سے باہر جانے اور عام صحبتون مین بیٹھنے یا آوارہ پھرنے کا بالکل اتفاق نہین ہوا"

سر سید اپنے کھیل کود کے زمانہ مین بہت مستعد اور چالاک اور کسی قدر شوخ بھی تھے ۔ اپنے ساتھیون کے ساتھہ اکثر شوخی کیا کرتے ۔ وہ کہتے تھے کہ "ایک بار مین نے اپنے ایک رشتہ دار بھائی کو جو استنجا کررہا تھا چپکے چپکے اُسکے پیچھے جاکر چت کردیا ۔ اُسکے سارے کپڑے خراب ہوگئے ۔ وہ پتھر لیکر مجھے مارنے کو دوڑا اور کئی پتھر

پھر ... بلکے گرمین بچ بچ گیا۔ آخر سب بھائیون نے بیچ بچاؤ کر کے صلح کرادی اسی طرح ایک بار مین شطرنج کھیلتے مین ایک ... اپنے رشتہ دار بھائی سے لڑ پڑا۔ میرے مُکّے سے اُسکے ہاتھ کی اُنگلی اُتر گئی اور کئی دن بعد اچھی ہوئی۔ ہمیشہ یونہین لڑائی بھڑائی مار کٹائی ہوتی تھی مگر آخر کو سب ایک ہو جاتے تھے"

سر سید لکھتے ہین کہ "میرے نانا صبح کا کھانا اندر زنانہ مین کھاتے تھے ایک چوڑا چکلا دسترخوان بچھتا تھا بیٹے بیٹیان پوتے پوتیان نواسے نواسیان اور بیٹون کی بیویان سب اُنکے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ بچون کے آگے خالی رکابیان ہوتی تھین۔ نانا صاحب ہر ایک سے پوچھتے تھے کہ کون سی چیز کھاؤگے؟ جو کچھ وہ بتاتا وہی چیز چمچے مین لیکر اپنے ہاتھ سے اُسکی رکابی مین ڈال دیتے۔ تمام بچے بہت ادب اور صفائی سے اُنکے ساتھ کھانا کھاتے تھے۔ سب کو خیال رہتا تھا کہ کوئی چیز گرنے نہ پائے، ہاتھ کھانے مین زیادہ نہ بھرے، اور نوالا چبانے کی آواز مونہ سے نہ نکلے۔ رات کا کھانا وہ باہر دیوانخانہ مین کھاتے تھے۔ زنانہ ہو جاتا تھا۔ میری والدہ اور میری چھوٹی خالا کھانا کھلانے آتی تھین۔ ہم سب لڑکے اُنکے سامنے بیٹھتے تھے۔ ہمکو بڑی مشکل پڑتی تھی۔ کسی کے پانو کا دھبّا سفید چاندنی پر لگ جاتا تھا تو نہایت ناراض ہوتے تھے۔ روشنائی وغیرہ کا دھبّا کسی کے کپڑے پر ہوتا تھا اُس سے بھی ناخوش ہوتے تھے۔ شام کو چراغ جلنے کے بعد اُنکے پوتے اور نواسے۔ جو مکتب مین پڑھتے تھے اور جنمین سے ایک مین بھی تھا۔ انکو سبق سنانے جاتے تھے۔ جسکا سبق اچھا یاد ہوتا اُسکو کسی قسم کی عمدہ مٹھائی ملتی اور جسکو یاد نہوتا اُسکو کچھ نہ دیتے اور گھرک دیتے"

گرمی اور برسات کے موسم مین اب بھی دلّی کے اکثر باشندے سہ پہر کو جمنا پر جا کر پانی کی سیر دیکھتے ہین اور تیرنے والے تیرتے ہین۔ مگر پچاس برس پہلے وہان اشراف تیرنے والون کے بہت دلچسپ جلسے ہوتے تھے۔ سر سید کہتے تھے کہ "مین نے اور بڑے بھائی نے اپنے والد سے تیرنا سیکھا تھا۔ ایک زمانہ تو

وہ تھا کہ ایک طرف دلی کے مشہور تیراک مولوی علیم اللہ کا غول ہوتا تھا جنمین مرزا مغل اور مرزا طغل بہت سربرآوردہ اور نامی تھے۔ اور دوسری طرف ہمارے والد کے ساتھ سو سوا سو شاگردون کا گروہ ہوتا تھا۔ یہ سب ایک ساتھ دریا مین کودتے تھے اور مجنون کے ٹیلے سے شیخ محمد کی بائین تک یہ سارا گروہ تیرتا جاتا تھا۔ پھر جب ہم دونو بھائی تیرنا سیکھتے تھے اُس زمانہ مین بھی تیس چالیس آدمی والد کے ساتھ ہوتے تھے۔ اُنھین دنون مین نواب اکبرخان اور چند اور رئیس زادے بھی تیرنا سیکھتے تھے۔ زینۃ المساجد کے پاس نواب احمد بخش خان کے باغ کے نیچے جمنا بہتی تھی۔ وہان سے تیرنا شروع ہوتا تھا۔ مغرب کے وقت سب تیراک زینۃ المساجد مین جمع ہو جاتے تھے اور مغرب کی نماز جماعت سے پڑھکر اپنے اپنے گھر چلے آتے تھے۔ مین اِن جلسون مین اکثر شریک ہوتا تھا"

تیراندازی کی صحبتین بھی سرسید کے ماموں نواب زین العابدین خان کے مکان پر ہوتی تھین وہ کہتے تھے کہ "مجھے اپنے ماموں اور والد کے شوق کا وہ زمانہ - جب کہ نہایت دھوم دھام سے تیراندازی ہوتی تھی - یاد نہین - مگر جب دوبارہ تیراندازی کا چرچا ہوا وہ بخوبی یاد ہے۔ اُس زمانہ مین دریا کا جانا موقوف ہو گیا تھا ظہر کی نماز کے بعد تیراندازی شروع ہوتی تھی۔ نواب فتح اللہ بیگ خان، نواب سید عظمت اللہ خان، نواب ابراہیم علیخان اور چند شاہزادے اور رئیس اور اَور شوقین اس جلسہ مین شریک ہوتے تھے۔ نواب شمس الدین خان رئیس فیروزپور جھرکہ جب دلّی مین ہوتے تھے تو وہ بھی آتے تھے۔ مین نے بھی اسی زمانہ مین تیراندازی سیکھی اور مجھکو خاصی مشق ہو گئی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دفعہ میرا نشانہ جو تودے مین نہایت صفائی اور خوبی سے جا کر بیٹھا تو والد بہت خوش ہوے اور کہا "مچھلی کے جائے کو کون تیرنا سکھائے" یہ جلسہ برسون تک رہا پھر موقوف ہو گیا"

اہل اللہ اور مقدس لوگون کی عظمت کا خیال بچپن سے سرسید کے دل مین بٹھایا گیا تھا۔ وہ اپنے والد کے ساتھ اکثر شاہ غلام علی صاحب کی خدمت مین جاتے تھے۔ اور شاہ صاحب سے اُنکی عقیدت کا رنگ

[...] آنکھ سے دیکھتے تھے . وہ کہتے تھے کہ "مرزا صاحب کے عرس میں شاہ صاحب ایک روپیہ اُنکے مزار پر چڑھایا کرتے تھے اور اُس روپیہ کے لینے کا حق میرے والد کے سوا اور کسی کو نہ تھا . ایک دفعہ عرس کی تاریخ سے کچھ پہلے ایک مرید نے شاہ صاحب سے اجازت لے لی کہ ابکی بار نذر کا روپیہ مجھے عنایت ہو . میرے والد کو بھی خبر ہوگئی . جب [...] شاہ صاحب نے روپیہ چڑھانے کا ارادہ کیا تو والد نے عرض کی کہ حضرت ! میرے اور میری اولاد کے جیتے جی آپ نذر کا روپیہ لینے کی اوروں کو اجازت دیتے ہیں ؟ شاہ صاحب نے فرمایا نہیں نہیں تمھارے سوا کوئی نہیں لے سکتا . مین اُسوقت صغیر سن تھا جب شاہ صاحب نے روپیہ چڑھایا والد نے مجھسے کہا جاؤ روپیہ اُٹھا لو مین نے آگے بڑھکر روپیہ اُٹھا لیا "

دلّی سے سات کوس مغلپور ایک جاٹون کا گانو ہے وہان سرسید کے والد کی کچھ ملک بطور معافی کے تھی . اگر کبھی فصل کے موقع پر اُنکے والد مغلپور جاتے تو اُنکو بھی اکثر اپنے ساتھ لیجاتے اور ایک ایک ہفتہ گانو مین رہتے . سرسید کہتے تھے کہ "اُس عمر مین گانو مین جا کر رہنا ، جنگل مین پھرنا ، عمدہ دودھ اور دہی اور تازہ تازہ گھی اور جاٹنیون کے ہاتھ کی پکّی ہوئی باجرے یا مکئی کی روٹیان کھانا نہایت ہی مزہ دیتا تھا "

سرسید کے والد کو اکبر شاہ کے زمانہ مین ہر سال تاریخ جلوس کے جشن پر پانچ پارچہ اور تین رقوم جواہر کا خلعت عطا ہوتا تھا . مگر اخیر مین جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اُنھون نے دربار کا جانا کم کردیا تھا . اور اپنا خلعت سرسید کو باوجودیکہ اُنکی عمر کم تھی دلوانا شروع کردیا تھا .

سرسید کہتے تھے کہ "ایک بار خلعت ملنے کی تاریخ پر ایسا اتفاق ہوا کہ والد بہت سویرے اُٹھکر قلعہ چلے گئے اور مین بہت دن چڑھے اُٹھا . ہر چند بہت جلد گھوڑے پر سوار ہوکر وہان پہنچا مگر پھر بھی دیر ہوگئی . جب لال پردہ کے

قریب پہنچا تو قاعدہ کے موافق اول دربار مین جاکر آداب بجالانے کا وقت نہین رہا تھا ۔ داروغہ نے کہا کہ پروردہ
اب خلعت پہنکر ایک ہی دفعہ دربار مین جانا ۔ جب خلعت پہنکر مین نے دربار مین جانا چاہا تو دربار برخاست
ہوچکا تھا ۔ اور بادشاہ تخت پر سے اُٹھکر ہوادار پر سوار ہوچکے تھے ۔ بادشاہ نے مجھے دیکھکر والد سے - جو
اُسوقت ہوادار کے پاس ہی تھے - پوچھا کہ "تمھارا بیٹا ہے؟ اُنھون نے کہا "حضور کا خانہ زاد" بادشاہ
چپکے ہو رہے لوگون نے جانا کہ بس اب محل مین چلے جائینگے ۔ مگر جب تسبیح خانہ مین پہنچے تو وہان ٹھیر گئے
تسبیح خانہ مین بھی ایک چبوترہ بنا ہوا تھا جہان کبھی کبھی دربار کیا کرتے تھے ۔ اُس چبوترہ پر بیٹھ گئے ۔ الغرض
جواہر خانہ کے داروغہ کو کشتی جواہر حاضر کرنے کا حکم ہوا ۔ مین بھی وہان پہنچ گیا تھا ۔ بادشاہ نے مجھے اپنے سامنے
بلایا اور کمال عنایت سے میرے دونون ہاتھ پکڑکر فرمایا کہ دیر کیون کی؟ حاضرین نے کہا عرض کرو کہ تقصیر ہوئی
مگر مین چپکا کھڑا رہا ۔ جب حضور نے دوبارہ پوچھا تو مین نے عرض کیا کہ سوگیا تھا ۔ بادشاہ مسکرائے اور فرمایا
بہت سویرے اُٹھا کرو ۔ اور ہاتھ چھوڑ دیے ۔ لوگون نے کہا آداب بجالاؤ ۔ مین آداب بجالایا ۔ بادشاہ نے
جواہرات کی معمولی رقمین اپنے ہاتھ سے پنہائین ۔ مین نے نذر دی اور بادشاہ اُٹھکر خاصی ڈیوڑھی سے
محل مین چلے گئے تمام درباری میرے والد کو بادشاہ کی اس عنایت پر مبارک سلامت کہنے لگے" سرسید
کہتے تھے کہ "اُس زمانہ مین میری عمر آٹھ نو برس کی ہوگی ۔ تقریباً انھین دنون مین راجہ رام موہن رای -
جو برہمو سماج کے بانی تھے - اُنکو اکبر شاہ نے کلکتہ سے بلایا تھا تاکہ اضافۂ پنشن بادشاہی کے لیے اُنکو لندن
بھیجا جائے ۔ چنانچہ وہ بادشاہ کی طرف سے لندن بھیجے گئے اور ۱۸۳۱ء مین وہان پہنچے" سرسید نے
لندن جانے سے پہلے اُنکو متعدد دفعہ دربار شاہی مین دیکھا تھا ۔

سرسید کہتے تھے کہ "مجھکو اپنی بسم اللہ کی تقریب بخوبی یاد ہے سہ پہر کا وقت تھا اور آدمی

کثرت سے جمع تھے خصوصًا حضرت شاہ غلام علی صاحب بھی تشریف رکھتے تھے مجھکو لاکر حضرت کے سامنے بٹھا دیا تھا مین اس مجمع کو دیکھکر ہکا بکا سا ہوگیا میرے سامنے تختی رکھی گئی اور غالبًا شاہ صاحب ہی نے فرمایا کہ پڑھو بسم اللہ الرحمن الرحیم مگر مین کچھ نہ بولا اور حضرت صاحب کی طرف دیکھتا رہا اُنھون نے اُٹھاکر مجھے اپنی گود مین بٹھا لیا اور فرمایا کہ ہمارے پاس بیٹھکر پڑھینگے اور اول بسم اللہ پڑھکر اقرأ کی اول کی آیتین مالم یعلم تک پڑھین مین بھی اُنکے ساتھ ساتھ پڑھتا گیا" سرسید نے جب یہ ذکر کیا تو بطور فخر کے اپنا یہ فارسی شعر۔ جو خاص اسی موقع کے لیے اُنھون نے کبھی کہا تھا۔ پڑھا

"بہ مکتب رفتم و آموختم اسرار یزدانی زفیض نقشبندِ وقت و جانِ جانِ جانانی"

سرسید کہتے تھے کہ "شاہ صاحب اپنی خانقاہ سے کبھی نہین اُٹھتے تھے اور کسی کے ہان نہین جاتے تھے۔ الاماشاءاللہ۔ صرف میرے والد پر جو غایت درجہ کی شفقت تھی اسلیے کبھی کبھی ہمارے گھر قدم رنجہ فرماتے تھے"

بسم اللہ ہونے کے بعد سرسید نے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ اُنکی ننھیال مین قدیم سے کوئی نہ کوئی اُستانی نوکر رہتی تھی۔ سرسید نے اُستانی ہی سے۔ جو ایک اشراف گھر کی پردہ نشین بی بی تھی۔ سارا قرآن ناظران پڑھا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ "میرا قرآن ختم ہونے پر ہدیہ کی مجلس جو زنانہ مین ہوئی تھی وہ اسقدر دلچسپ اور عجیب تھی کہ پھر کسی ایسی مجلس مین وہ کیفیت مین نے نہین دیکھی" قرآن پڑھنے کے بعد وہ باہر مکتب مین پڑھنے لگے۔ مولوی حمید الدین ایک ذی علم اور بزرگ آدمی اُنکے نانا کے ہان نوکر تھے جنھون نے اُنکے ماموون کو پڑھایا تھا۔ اُنسے معمولی کتابین کریما خالق باری آمدنامہ وغیرہ پڑھین۔ جب مولوی حمید الدین کا انتقال ہوگیا تو اور لوگ پڑھانے پر نوکر ہوتے رہے۔ اُنھون نے فارسی مین گلستان، بوستان، اور ایسی ہی ایک آدھ اور کتاب سے

زیادہ نہین پڑھا۔ پھر عربی پڑھنی شروع کی۔ عربی مین شرح ملا، شرح تہذیب، میبذی، مختصر معانی،
اور مطول ما انا قلت تک پڑھی۔ مگر طالب علمون کی طرح نہین بلکہ نہایت بے پروائی اور کم توجہی
کے ساتھ۔ اسکے بعد انکو اپنے خاندانی علم یعنی ریاضی پڑھنے کا شوق ہوا جسمین انکی ننھیال کے لوگ
دلی مین اپنا مثل نہ رکھتے تھے انھون نے اپنے مامون نواب زین العابدین خان سے حساب کی
معمولی درسی کتابین، تحریر اقلیدس کے چند مقالے، ہیأت مین شرح چغمنی تک، اور ایک آدھ
رسالہ متوسطات کا (جو مجسطی سے پہلے پڑھائے جاتے ہین) پڑھا۔ مگر تمام رسالے متوسطات
کے نہین پڑھے اور نہ مجسطی کے پڑھنے کی نوبت پہنچی۔ کیونکہ آلات رصد کا زیادہ شوق ہوگیا تھا۔
چنانچہ آلات رصد برجندی، اور چند رسالے مثل اعمال کرہ، اعمال اصطرلاب۔ رسالہ صنعت اصطرلاب
ربع مجیب، ربع مقنطر، ہلزون، جریب الساعۃ، پرکار تقسیم، پرکار متناسبہ، اپنے مامون سے
پڑھے۔ اسی زمانہ مین طب پڑھنے کا شوق ہوگیا۔ حکیم غلام حیدر خان سے جو ایک خاندانی حکیم
تھے طب کی ابتدائی کتابین مثل قانونچہ اور موجز وغیرہ پڑھنے کے بعد معالجات سدیدی، شرح اسباب،
اور نفیسی امراض عین تک پڑھی اور چند ماہ تک انکے پاس مطب بھی کیا۔ پھر پڑھنا چھوڑ دیا۔
جب انھون نے پڑھنا چھوڑا ہے اسوقت انکی عمر اٹھارہ انیس برس کی تھی۔ اسکے بعد بطور خود
کتابون کے مطالعہ کا برابر شوق رہا۔ اور دلی مین جو اہل علم اور فارسی دانی مین نام آور تھے جیسے
صہبائی، غالب، اور آزردہ وغیرہ انسے ملنے کا اور علمی مجلسون مین بیٹھنے کا اکثر موقع ملتا رہا۔
سنہ ۱۸۴۶ء مین جب کہ وہ فتح پور سیکری سے بدلکر دلی کی منصفی پر آئے اسوقت۔ جیسا کہ آگے
ذکر کیا جائیگا۔ انھون نے کسی قدر تحصیل علم مین ترقی کی۔

سرسید کا عنفوان شباب نہایت زندہ دل اور رنگین صحبتون مین گذرا تھا ۔ وہ راگ رنگ کی مجلسون مین شریک ہوتے تھے ۔ باغون کی سیر کو دوستون کے ساتھ جاتے تھے ۔ اور وہان راگ رنگ اور دعوتون کے جلسون مین شامل ہوتے تھے ۔ ہولی کے جلسون اور تماشون مین بھی جاتے تھے ۔ پھول والون کی سیر مین خواجہ صاحب پہنچتے تھے ۔ اور وہان کی صحبتون مین شریک ہوتے تھے ۔ دلّی مین بسنت کے میلے جو موسم بہار کے آغاز مین درگاہون پر ہوتے تھے وہان جاتے تھے ۔ پردادا اُنکے نانا خواجہ فرید کی قبر پر جو پنسٹھ کھمبے مین جو بسنت کا میلا ہوتا تھا اُس مین وہ اپنے اور دادا بھائیون کے ساتھ منتظم و مہتمم ہوتے تھے ۔

اُس زمانہ مین خواجہ محمد اشرف ایک بزرگ دلّی مین تھے ۔ اُنکے گھر پر بسنت کا جلسہ ہوتا تھا ۔ شہر کے خواص وہان مدعو ہوتے تھے ۔ نامی نامی طوائف زرد لباس پہنکر وہان آتی تھین ۔ مکان مین بھی زرد فرش ہوتا تھا ۔ دالان کے سامنے ایک چبوترہ تھا جس مین حوض تھا ۔ اُس حوض مین زرد ہی پانی کے فوارے چھوٹتے تھے ۔ صحن مین جو چمن تھا اُسمین جھڑان زرد پھول کھلے ہوے ہوتے تھے ۔ اور طوائف باری باری بیٹھکر گاتی تھین ۔ سرسید کہتے تھے کہ ”مین ہمیشہ وہان جاتا تھا اور اُس جلسہ مین شریک ہوتا تھا“

خود سرسید کے ماموں نواب زین العابدین خان کے مکان پر بڑے بڑے نامی گوّیے دھرپت اور خیال گانے والے جمع ہوتے تھے ۔ میر ناصر احمد جو دلّی مین مشہور بین بجانے والے تھے وہ آتے تھے ۔ گانا ہوتا تھا اور بین بجتی تھی ۔ اسی طرح خواجہ میر درد کے سجادہ نشین ہر مہینے کی چوبیسوین کو رات کے وقت ایک درویشانہ جلسہ کیا کرتے تھے ۔ اُسمین بھی بڑے بڑے نامی گوّیے آتے تھے ۔ دھرپت اور

خیال گاتے تھے۔ اور میر ناصر احمد جو اُسی خاندان مین بیعت تھے بین بجانے مین اپنا کمال دکھاتے تھے۔
ان سب جلسون مین سر سید اکثر شریک ہوتے تھے"

ایک اور جلسہ رای پران کشن کے مکان پر ہوتا تھا جو ایک معزز رئیس اور نہایت وضعدار تھے۔ چنّا نامے ایک طوائف نہایت خوش آواز دھرپت اور خیال گانے اور بین بجانے مین مشہور تھی۔ وہ اپنا پیشہ چھوڑکر رای پران کشن کے گھر مین پڑگئی تھی۔ اُسکی خاطر سے وہ ہر مہینے کی ستر ھوین کو ایک جلسہ کیا کرتے تھے۔ شہر کے رئیس جنسے اُنکی دوستی تھی بلائے جاتے تھے بڑے بڑے گوّیے، بہادر خان ستارن، اور میر ناصر احمد سب جمع ہوتے تھے۔ سر سید کہتے تھے کہ "میرے ماموں نواب زین العابدین خان ہمیشہ اس جلسہ مین جاتے تھے۔ مین بھی بارہا اُنکے ہمراہ گیا ہون"

جب وہ نوکر ہوکر آگرہ گئے ہین یہ وہ زمانہ ہے کہ صدر دیوانی عدالت آگرہ مین موجود ہے۔ اور وہان منشی امیر علی خان، مولوی غلام امام شہید، مولوی غلام جیلانی، مولوی محمد شفیع، اور اَور بہت سے اشراف خاندانون کے نامی وکیلون اور عہدہ دارون کا مجمع ہے۔ یہ سب لوگ نہایت زندہ دل مرنج ومرنجان اور زندگی بے فکری وفارغ البالی کے ساتھ ہنسی اور خوشی مین گذارنے والے تھے۔ تاج گنج، اعتماد الدولہ، اور نور افشان مین وہ آئے دن عیش ونشاط کے جلسے کرتے تھے۔ سر سید نے بھی اُن جلسون کی کیفیتین دیکھی تھین اور اُنمین شریک ہوئے تھے۔

سر سید جیسے بڑھاپے مین بذلہ سنج تھے جوانی مین اُس سے بھی زیادہ ظرافت اور حاضر جوابی اُنکی طبیعت مین تھی۔ دلّی مین ایک مشہور طوائف شیرین جان نامے نہایت حسین تھی، مگر سنا ہے کہ اُسکی مان بھدّی اور سانولے رنگ کی تھی۔ ایک مجلس مین جہان وہ اپنی مان کے ساتھ

مجرے کے لیے آئی تھی سرسید بھی موجود تھے ۔ اور وہین اُنکے ایک قندھاری دوست بھی بیٹھے تھے ۔ وہ اُسکی ماں کو دیکھکر بولے "مادرش بسیار تلخ ست" سرسید نے یہ مصرع پڑھا "گرچہ تلخ ست ولیکن برِشیرین دارد"

سرسید کا مذکورۂ بالا جلسون اور صحبتون مین شریک ہونا آخر کار رنگ لائے بغیر نہ رہا ۔ اگرچہ اُسوقت تک دلّی کے مسلمانون مین قدیم سوسائٹی کی بہت سی خوبیان باقی تھین لیکن چونکہ اُنکے اقبال کا خاتمہ ہوچکا تھا اسلیے اُنکی سوسائٹی مین اُن خرابیون کی آہستہ آہستہ بنیاد پڑ رہی جاتی تھی جنکو تنزل اور ادبار کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیے ۔ طبیعتین عموماً عیش و نشاط اور راگ رنگ کی طرف مائل ہوتی جاتی تھین ۔ بے فکر امیرزادے عیاشی اور لہو ولعب کی مثالین قائم کرتے جاتے تھے اور خربوزون کو دیکھکر خربوزے رنگ پکڑتے جاتے تھے ۔ اگرچہ سرسید سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر مین متاہل ہوگئے تھے پھر بھی وہ اس متعدی مرض کے اثر سے اپنے تئین نہ بچا سکے ۔ لیکن - جیساکہ معتبر ذریعون سے معلوم ہوا ہے - باوجود غایت دلبستگی کے جو جنون سے کسی طرح کم نہ تھی - سرسید نے جس حیرت انگیز طریقہ سے اپنے تئین اس دلدل سے نکالا وہ درحقیقت اُنکی زندگی کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے جسکو اُنکی اخلاقی طاقت کا سب سے پہلا کرشمہ سمجھنا چاہیے ۔ گویا یہ شعر اُسوقت اُنکے حسب حال تھا

ہزار دام سے نکلا ہون ایک جنبش مین جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

مولانا جلال الدین رومی کے سامنے ایک زاہد کی اسطرح تعریف کی گئی کہ اُسنے تمام عمر مین کسی بُرے کام کا ارتکاب نہین کیا ۔ مولانا نے یہ سنکر فرمایا "کاش کردے وگذشتے" یعنی بہ نسبت اِسکے کہ آدمی عمر بھر کوئی بُرا کام نہ کرے اور ایک حالت پر ٹھیرا رہے یہ بہت بہتر ہے کہ وہ

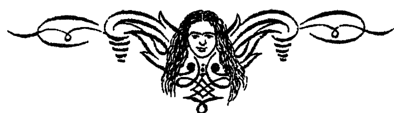
بُرے کام کا ارتکاب کرکے حالت موجودہ سے ترقی کرجائے۔ مولانا کا یہ ارشاد جیسا سرسید کے حال پر منطبق ہوتا ہے اُس سے بہتر شاید ہی کوئی اُسکا مصداق ہو سکے۔

منجملہ دیگر اسباب کے جو اس تبدیلی حالت کے باعث ہوے سب سے بڑا سبب سرسید کے بڑے بھائی کا قبل از وقت انتقال کرنا تھا دونون بھائیون مین محبت اور اتحاد اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ شہر مین اُسکی نظیر دی جاتی تھی۔ سرسید کے بھائی کا یہ قول تھا کہ "کیسی ہی عیش و نشاط کی مجلس ہو اگر سید وہان نہو تو مجھکو وہ مجلس جہنم معلوم ہوتی ہے" ایسا ہی حال سرسید کا اپنے بھائی کے ساتھ تھا چنانچہ بھائی کے مرتے ہی انکا دل رنگین صحبتون سے بالکل اُچاٹ ہو گیا۔ لباس اور وضع مین جو اُسوقت بانکپن سمجھا جاتا تھا یکقلم ترک کر دیا۔ سر گھٹوا لیا، داڑھی چھوڑ دی، پاینچے متشرع کر لیے، کرتا پہن لیا، رنگین طبع نوجوانون کی صحبت رفتہ رفتہ کم ہونے لگی اور روز بروز مولویت کا رنگ چڑھنے لگا کہ اُسوقت قوم مین یہی اعلے درجہ ترقی انسانی کا سمجھا جاتا تھا اور اگر غور کرکے دیکھا جائے تو اصلی ترقی تک پہنچنے کے لیے اس مرحلہ کا طے کرنا نہایت ضرور ہے جیساکہ کہا گیا ہے

اندک اندک عشق در کار آورد بیگانہ را ۔۔۔ حور و جنت جلوہ بر زاہد کند در راہ دوست

سرسید نے بھی اپنی ایک تحریر مین اُس نوجوانی کی لغزش کی طرف اشارہ کیا ہے وہ قوم کی غفلت و بدمستی کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہین "ہم بھی اسی رنگ مین مست تھے ایسی گہری نیند سوتے تھے کہ فرشتون کے بھی اُٹھائے نہ اُٹھتے تھے۔ کیا کیا خیالات ہماری قوم کے ہین جو ہم مین نہ تھے اور کونسی کالی گھٹا ئین ہماری قوم پر چھا رہی ہین جو ہم پر چھائی ہوئی نہ تھین۔ جب رند تھے تو فرہاد سے بڑھکر تھے۔ جب زاہد خشک تھے تو نہایت ہی اکھڑ تھے۔ جو صوفی تھے تو رومی سے برتر تھے۔ اب خاکسار ہین اور اپنی قوم کے غمخوار"

مگر سر سید کے بعض نہایت ثقہ رشتہ دارون سے سنا گیا ہے کہ اُنھون نے جو کچھ اس غفلت کے زمانہ مین کیا اُس سے معدودے چند کے سوا کوئی متنفس واقف نہین ہوا۔ وہ خود اسی معاملہ کے متعلق اپنی ایک تحریر مین لکھتے ہین "وہ ایک عجیب قسم کا زمانہ تھا۔ اُس زمانہ کے اشراف خاندانون کے نوجوان جو کچھ کرتے تھے ایسی طرح پر کرتے تھے کہ کوئی اُس سے واقف نہوتا تھا اور پردہ ڈھکا رہتا تھا۔ کوئی حرکت عام طور پر برملا ہونے نہین پاتی تھی۔ اُس زمانہ کے اشراف نوجوانون کا عملدرآمد اس مقولہ پر تھا کہ "اپنے جسم کے زخم کو ڈھانکے رکھو تاکہ لوگ اُسے دیکھکر نفرت نہ کرین" یہ ایک ایسی اچھی نصیحت ہے کہ گو انسان سے کوئی بُرائی ہو مگر اُس بُرائی کا بُرا ہونا دل سے نہین جاتا اور انسان کے لیے یہی رستہ بُرائی سے نکلنے کا ہے"



# دوسرا باب

## ۱۸۳۸ء سے ۱۸۵۷ء تک

ملازمت، تالیف رسائل مذہبی تاریخی و علمی، خطاب بادشاہی، ترتیب آثار الصنادید، ترتیب تاریخ ضلع بجنور، تصحیح و تکمیل آئین اکبری۔

ملازمت

۱۸۳۸ء مین جب کہ سرسید کے والد کا انتقال ہوا اُنکی عمر کچھ کم بائیس سال کی تھی۔ قلعہ سے اُنکے والد کو کئی جگہ سے تنخواہ ملتی تھی۔ چونکہ اُنکے والد اور راجہ سوہن لال مین ان بن تھی اور اُنکی زندگی ہی مین اُنکی تنخواہ مین کاٹ پھانس ہونے لگی تھی اب انتقال کے بعد قلعہ کی آمدنی مین سے صرف کچھ قدرِ قلیل تو سرسید کی والدہ کے نام جاری رہا باقی سب تنخواہین بند ہو گئین۔ اور چند ملکین جو معافی کی تھین وہ بھی بسبب حین حیات ہونے کے ضبط ہو گئین۔ اسلیے سرسید کو گورنمنٹ کی نوکری کا خیال پیدا ہوا۔ ہرچند اُنکے رشتہ دار قلعہ سے قطع تعلق کرنے پر راضی نہ تھے مگر اُنھون نے قلعہ کا سہارا یکقلم چھوڑ کر گورنمنٹ انگریزی کی نوکری اختیار کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اُسوقت وہ عدالت کی کارروائیون سے اور انگریزی قوانین سے محض ناواقف تھے۔ سب سے پہلے اُنھون نے عدالت کی کارروائی سے اطلاع حاصل کرنی چاہی۔ اُنکے خالو مولوی خلیل اللہ خان اُسوقت دلّی مین صدر امین تھے۔ اُنسے درخوست کی کہ وہ اپنی کچہری مین اُنکو کام سیکھنے کی اجازت دین۔ اُنھون نے خوشی سے اجازت دیدی اور سرسید نے وہان کام سیکھنا شروع کیا۔ چند مہینے اُنکو کام سیکھتے گذرے تھے کہ مولوی خلیل اللہ خان نے اُنکو فوجداری کے خفیف مقدمات کا جو کہ فیصلہ کے لیے

صدر امینی مین آتے تھے اپنی کچہری مین سررشتہ دار مقرر کردیا۔ سرسید کو اس کام پر کچھ بہت دن نہ گذرے تھے کہ مسٹر رابرٹ ہملٹن (جو آخر کو سر رابرٹ ہملٹن ہوے) دلّی مین جج ہوکر آئے۔ سرسید کو وہ پہلے سے جانتے تھے اسلیے یہ اُنسے ملنے کو گئے اور نوکری کی درخواست کی۔ اُنھون نے انکو عدالت سشن کا سررشتہ دار مقرر کرنا چاہا۔ لیکن اُنھون نے اُس کام کو مشکل جانکر انکار کیا۔ ہرچند صاحب جج نے بہت اصرار اور دلدہی کی کہ کچھ تردد کی بات نہین ہے ہم تمسے بہ سہولیت کام لینگے اور ہر ایک بات بتاتے رہینگے مگر سرسید نے کہا کہ جس کام کی مین اپنے مین لیاقت نہین پاتا اُسکو کیونکر قبول کرسکتا ہون۔ غرض کہ بدستور صدر امینی مین کام کرتے رہے۔ اتفاق سے اُنھین دنون مین مسٹر ہملٹن آگرہ کے کمشنر ہوگئے اور چلتے وقت سرسید کو ایک چٹھی کے ذریعہ سے اپنے جانشین مسٹر لینڈزی کے سپرد کرگئے۔ لیکن ابھی مسٹر لینڈزی سرسید کو کوئی عہدہ دینے نہین پائے تھے کہ مسٹر رابرٹ ہملٹن نے اُنکو آگرہ مین بلالیا اور فروری سنہ ۱۸۳۹ء مین کمشنری کے دفتر مین جو عہدہ نائب منشی کا خالی ہوا اُسپر مقرر کردیا۔

یہان سرسید نے بہت جلد قوانین مال سے واقفیت حاصل کرلی۔ اُسوقت کمشنری آگرہ کے ماتحت چند ضلعون مین بندوبست کا کام جاری تھا اور بندوبست ہی کے متعلق بہت سا کام کمشنری مین تھا۔ سرسید نے ترتیب دفتر کا ایک دستور العمل بنایا جسکے موافق تمام دفتر کمشنری کا مرتب کیا گیا۔

اُنھین دنون مین اُنھون نے فارسی زبان مین ایک فہرست بطور نقشہ کے مرتب کی تھی جسکا نام جام جم رکھا تھا اور جو سنہ ۱۸۴۰ء مین چھپکر شایع ہوئی۔ اسمین امیر تیمور صاحبقران سے لیکر ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ تک مختلف خاندانون کے ۴۳ بادشاہون کا حال

مختصر طور پر سترہ خانون مین قلمبند کیا ہے ۔

اسی زمانہ مین اُنھون نے قوانین دیوانی متعلقۂ منصفی کا ایک خلاصہ اس غرض سے تیار کیا کہ وہ عہدۂ منصفی ملنے کا ایک ذریعہ ہو ۔ جب وہ خلاصہ تیار ہو چکا تو صاحب کمشنر نے اُسکو گورنمنٹ مین پیش کیا اور سرسید کے لیے عہدۂ منصفی کی سفارش کی ۔ گورنمنٹ نے اُسپر یہ حکم دیا کہ جہان منصفی خالی ہو سید احمد خان کو اُسپر مقرر کیا جائے ۔ لیکن ابھی اُنکو یہ عہدہ ملنے نہ پایا تھا کہ عہدۂ منصفی کے لیے قواعد امتحان جاری ہو گئے ۔ صاحب کمشنر نے اُنکو امتحان دینے کی ہدایت کی اُنھون نے خود بھی امتحان کی تیاری کی اور اپنے بڑے بھائی سید محمد خان اور ماموں زاد بھائی حاتم علی خان کو بھی امتحان دینے پر آمادہ کیا ۔ سید محمد خان نے پہلی دفعہ قانون کی طرف کم توجہ کی تھی اسیلیے وہ دوسرے سال امتحان مین پاس ہوے مگر سرسید اور حاتم علی خان نے پہلی ہی بار امتحان دیکر ڈپلوما حاصل کرلیا ۔

امتحان کے بعد سرسید نے وہ خلاصہ چھاپ دیا اور اپنے بھائی کا نام بھی اُسمین شامل کرکے اُسکا نام انتخاب الاخوین رکھا جسکو اُس زمانہ کے بعض ظریف دونون بھائیون کے اتحاد کی وجہ سے دم الاخوین کہتے تھے ۔ خان بہادر منشی غلام نبی خان اور میرے بھائی مرحوم کہتے تھے کہ "یہ انتخاب منصفی کے امیدوارون کے لیے ایسا مفید نکلا کہ چند روز مین تمام صوبہ مین شائع ہو گیا ۔ لوگون کو اُس سے بہت فائدہ پہنچا اور بہت سے امیدوار اُسی کی بدولت منصف ہو گئے" ۱۸۸۴ء مین انجمن اسلامیہ لاہور نے جو سرسید کو ایڈریس دی تھی اُسمین بھی سرسید کے اس احسان کا ذکر کیا تھا ۔

دسمبر ۱۸۴۱ء مین مین پوری کی منصفی خالی ہوئی اور ۲۴ دسمبر کو وہ مین پوری کے منصف

مقرر ہو گئے۔ مگر ۱۰- جنوری سنہ ۱۸۴۲ء کو مین پوری سے تبدیل ہو کر فتحپور سیکری مین آگئے۔ یہ آگرہ کے قریب ہندوستان کا ایک تاریخی شہر ہے۔ جلال الدین کے مرشد شاہ سلیم چشتی اسی شہر مین رہتے تھے اور اسی وجہ سے مدت تک یہ شہر اکبر کا دار السلطنت رہا ہے۔ اور یہان کی قدیم شاہی عمارتین ابتک اُس زمانہ کی یادگار ہین۔ سر سید اس شہر مین چار برس تک منصف رہے۔ فتحپور مین جہان اکبر کی خوابگاہ تھی حسن اتفاق سے وہی عالیشان مکان سر سید کو رہنے کے لیے ملا تھا۔ یہ چارون برس اُسی مکان مین گذرے۔

رسائل مذہبی وغیرہ

اس زمانہ مین سر سید نے تین رسالے تالیف یا طبع کرائے ہین (۱) جلاء القلوب بذکر المحبوب مؤلفہ سنہ ۱۲۵۵ھ یہ مختصر رسالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت، وفات، معجزات اور دیگر حالات کے بیان مین اسلیے لکھا تھا کہ مولود کی مجلسون مین جتنے رسالے شایع تھے اُنمین صحیح روایتین بہت کم تھین۔ سر سید نے اِس رسالہ مین اُس زمانہ کے خیالات کے موافق محض صحیح روایتون پر اکتفا کیا تھا۔ (۲) تحفۂ حسن[1] مولفہ سنہ ۱۲۶۰ھ۔ یہ ترجمہ ہے تحفۂ اثنا عشریہ کے باب دہم اور باب دوازدہم کا۔ باب دہم مین وہ مطاعن جو شیعہ صدیق اکبر پر کرتے ہین مع اُنکے جوابات کے مذکور ہین۔ اور باب دوازدہم مین تولّا اور تبرّا کا بیان ہے۔ (۳) تسہیل فی جرّ الثقیل مطبوعہ سنہ ۱۸۴۴ء۔ یہ اُردو ترجمہ ہے بو علی نام ایک عالم کے ترجمۂ فارسی موسوم بہ معیار العقول کا جو ابو دریمی کے عربی رسالہ سے فارسی مین ترجمہ کیا گیا تھا۔ اس رسالہ مین مصنف نے جرّ ثقیل کے پانچ اصول بیان کیے ہین یعنی بھاری چیزون کے اُٹھانے، سخت چیزون کے چیرنے، اور جن چیزون کا دبانا یا نچوڑنا دشوار ہو اُنکے دبانے

[1] اس ترجمہ کے سوا کبھی سر سید نے کوئی کتاب یا رسالہ یا آرٹکل ایسا نہین لکھا جس سے شیعون پر اعتراض کرنا یا اُنکے اعتراضون کا جواب دینا مقصود ہو ۱۲

پانچوڑنے کے لیے پانچ کلین بتائی ہین اور اُنکے بنانے اور استعمال کرنے کا طریقہ اور مختلف ترکیبین بیان کی ہین ۔

خطاب موروثی

اسی زمانہ مین بہادر شاہ نے سر سید کو اُنکا موروثی خطاب عنایت کیا ۔ سنہ ۱۸۴۲ء مین جب وہ مین پوری سے تبدیل ہو کر فتحپور مین آئے تو چند روز کے لیے بتقریب رخصت یا تعطیل دلّی آئے تھے ۔ اُس زمانہ مین حکیم احسن اللہ خان بادشاہ کے ہان نیابت کا کام کرتے تھے اُنھون نے بادشاہ سے سر سید کی تقریب کی کہ اُنکے دادا کا خطاب اُنکو ملنا چاہیے ۔ بادشاہ نے منظور کرلیا ۔ اگرچہ سر سید کے دادا کا خطاب صرف جواد الدولہ تھا اور یہی خطاب لکھکر حکیم احسن اللہ خان نے پیش کیا تھا ۔ مگر بادشاہ نے اُسمین عارف جنگ کا لفظ اپنی طرف سے اضافہ کرکے جواد الدولہ سیّد احمد خان عارف جنگ کا خطاب سر سید کو عنایت کیا اور خطاب ملنے کی تمام رسمین حسب قاعدہ ادا کی گئین ۔

۱۸- فروری سنہ ۱۸۴۶ء کو سر سید فتحپور سیکری سے دلّی تبدیل ہو گئے ۔ اُنھین دنون مین اُنکے بڑے بھائی کا عین عالم شباب مین انتقال ہوا تھا اور اُنکی والدہ پر یہ صدمہ نہایت سخت گذرا تھا اسلیے اُنھون نے خود درخواست کرکے اپنی بدلی کرائی تھی ۔ سنہ ۱۸۴۶ء سے سنہ ۱۸۵۴ء تک جب تک کہ وہ مستقل صدر امین مقرر نہین ہوے دلّی ہی مین رہے ۔ اس عرصہ مین صرف دو دفعہ یعنی ایکبار سنہ ۱۸۵۰ء مین اور دوسری بار سنہ ۱۸۵۳ء مین قائم مقام صدر امین مقرر ہو کر رہتک جانے کا اتفاق ہوا ۔

جس وقت وہ فتحپور سے بدلکر دلّی مین آئے تھے اُسوقت اُنکی عمر اُنتیس برس کی تھی ۔ یہان آکر اُنکو یہ خیال ہوا کہ جو کتابین ابتدا مین نہایت کم توجہی اور بے پروائی سے پڑھی تھین اور اب

بالکل نسیًا منسیًا ہو گئی تھین اُنکو از سرِ نو غور اور توجہ سے پڑھیے ۔ مولوی نوازش علی مرحوم جو دلّی مین مشہور واعظ تھے اور تمام درسی کتابین پڑھاتے تھے اُنسے کچھ پچھلی پڑھائی کو تازہ کیا اور کچھ فقہ مین مثل قدوری، وشرح وقایہ، اور اصول فقہ مین شاشی، نور الانوار، اور ایک آدھ اَور کتاب پڑھی ۔ مولوی فیض الحسن مرحوم سے مقامات حریری کے چند مقالے اور سبعۂ معلقہ کے چند قصیدے پڑھے ۔ اور مولانا مخصوص اللہ سے جو شاہ عبد العزیز کے بھتیجے اور شاہ رفیع الدین کے خلف الصدق تھے حدیث پڑھنی شروع کی ۔ مشکوۃ اور ایک حصہ جامع ترمذی کا اور کسی قدر اجزا صحیح مسلم کے پڑھے ۔ اور پھر قرآن مجید کی سندلی ۔ بس اس سے زیادہ جیساکہ سرسید خود اقرار کرتے تھے اُستاد سے اُنھون نے کچھ نہین پڑھا ۔

آثار الصنادید

اُسی زمانہ مین جب کہ وہ دلّی مین منصف تھے اُنکو عمارات شہر اور نواح شہر کی تحقیقات کا خیال ہوا ۔ وہ کہتے تھے کہ "مین اپنی کل تنخواہ والدہ کو دیدیتا تھا ۔ وہ اسمین سے صرف پانچ روپے مہینا اوپر کے خرچ کے لیے مجھکو دیدیتی تھین ۔ باقی میرے تمام اخراجات اُنکے ذمہ تھے ۔ جو کپڑا وہ بنادیتی تھین پہن لیتا تھا اور جیسا کھانا وہ کھلادیتی تھین کھالیتا تھا" اسکا سبب یہ تھا کہ اُنکی آمدنی گھر کے اخراجات کو مشکل سے مکتفی ہوتی تھی ۔ اُنکے بڑے بھائی کا انتقال ہوچکا تھا جس سے سو روپیہ ماہوار کی آمدنی کم ہوگئی تھی ۔ قلعہ کی تنخواہین تقریبًا کل بند ہوگئی تھین ۔ باپ کی ملک بھی بسبب حین حیات ہونے کے ضبط ہوگئی تھی ۔ کرایہ کی آمدنی بہت قلیل تھی ۔ صرف سرسید کی تنخواہ کے سو روپئے ماہوار تھے اور سارے کُنبے کا خرچ تھا ۔ سرسید ابتدا سے نہایت فراخ حوصلہ اور کشادہ دل تھے ۔ خرچ کی تنگی کے سبب اکثر منقبض رہتے تھے ۔ لہذا اُنکو یہ خیال ہوا کہ کسی تدبیر سے یہ تنگی رفع ہو ۔ سیّد الاخبار جو اُنکے بھائی کا

جاری کیا ہوا اخبار تھا کچھ تو اُسکو ترقی دینی چاہی اور کچھ عمارات دہلی کے حالات ایک کتاب کی صورت مین جمع کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا۔

سید الاخبار کا اہتمام اگرچہ برای نام ایک اور شخص کے سپرد کر رکھا تھا مگر زیادہ تر سرسید اُسمین مضامین لکھا کرتے تھے۔ لیکن یہ اخبار ایک مدت جاری رہکر بند ہو گیا۔ مگر عمارتونکی تحقیقات نہایت محنت اور عجلت کے ساتھ برابر جاری رہی۔ سرسید ہمیشہ تعطیلون مین عمارات بیرون شہر کی تحقیقات کے لیے شہر کے باہر جاتے تھے۔ اور جب کئی دن کی تعطیل ہوتی تھی تو رات کو بھی اکثر باہر رہتے اُنکے ساتھ اکثر اُنکے دوست اور ہمدم مولانا امام بخش صہبائی مرحوم ہوتے تھے۔

باہر کی عمارتون کی تحقیقات کرنی ایک نہایت مشکل کام تھا بیسیون عمارتین ٹوٹ پھوٹ کر کھنڈر ہو گئی تھین۔ اکثر عمارتون کے کتبے پڑھے نہ جاتے تھے۔ بہت سے کتبون سے ضروری حالات معلوم نہ ہو سکتے تھے۔ اکثر کتبے ایسے خطون مین تھے جنسے کوئی واقف نہ تھا۔ بعض قدیم عمارتون کے ضروری حصے معدوم ہو گئے تھے۔ اور جو متفرق و پراگندہ اجزا باقی رہگئے تھے اُنسے کچھ پتا نہ چلتا تھا کہ یہ عمارت کیون بنائی گئی تھی اور اُس سے کیا مقصود تھا۔ کتبون مین جن بانیون کے نام لکھے تھے اُنکا مفصل حال دریافت کرنے کے لیے تاریخون کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت تھی۔ بعض علی عمارتون کی حالت ایسی متغیر ہو گئی تھی کہ اُنکی ماہیت معلوم ہونی مشکل تھی۔ پھر اکثر عمارتون کے عرض و طول وارتفاع کی پیمایش کرنی، ہر ایک عمارت کی صورت حال قلمبند کرنی، کتبون کے چربے اُتارنے، اور ہر ایک کتبے کو بعینہ اُسکے اصلی خط مین دکھانا، ہر ٹوٹی پھوٹی عمارت کا نقشہ جون کا تون مصور سے کھچوانا، اور اسطرح کچھ اوپر سو اسو عمارتون کی تحقیقات سے عہدہ برآ ہونا، فی الحقیقہ نہایت دشوار کام تھا۔

سرسید کہتے تھے کہ "قطب صاحب کی لاٹھ کے بعضے کتبے جو زیادہ بلند ہونے کے سبب پڑھے نہ جا سکتے تھے اُنکے پڑھنے کو ایک چھینکا دو بلّیون کے بیچ مین ہر ایک کتبے کے محاذی بندھوالیا جاتا تھا ۔ اور مین خود اوپر چڑھکر اور چھینکے مین بیٹھکر ہر کتبے کا چربا اُتارتا تھا ۔ جسوقت مین چھینکے مین بیٹھتا تھا تو مولانا صہبائی فرط محبت کے سبب بہت گھبراتے تھے اور خوف کے مارے اُنکا رنگ متغیر ہو جاتا تھا" سرسید کی آیندہ ترقیات کی گویا یہ پہلی سیڑھی تھی اور اُنکی یہ حالت بالکل ابو تمام کے اس شعر کی مصداق تھی

یَصْعَدُ حَتّٰی یَظُنَّ الْوَرٰی ‌ ‌ بِاَنَّ لَہٗ حَاجَۃً فِی السَّمَاءِ

(یعنی وہ ایسے شوق سے اوپر چڑھ رہا ہے کہ لوگ سمجھتے ہین اُسکو آسمان پر کچھ کام ہے)

باوجود اسقدر مشکلات کے آثار الصنادید کا پہلا اڈیشن ڈیڑھ برس کے اندر اندر چھپکر تیار ہوگیا ۔ اس اڈیشن مین چار باب تھے ۔ پہلا باب عمارات بیرون شہر کے بیان مین دوسرا باب لال قلعہ اور اُسکی عمارتون کے بیان مین تیسرا باب خاص شہر شاہجہان آباد کی عمارتون وغیرہ کے بیان مین چوتھا باب دلی کے مشہور اور نامور لوگون کے ذکر مین جو سرسید سے کچھ پہلے یا اُنکے زمانہ مین موجود تھے ۔ پہلے باب مین تقریبا ۱۳۰ عمارتون کا بیان ہے جنمین ہندو اور مسلمانو نکی عمارتین شامل ہین ۔ اور چند کے سوا باقی ہر عمارت کا کتبہ اور نقشہ اُسکے ساتھ دیا گیا ہے ۔ دوسرے باب مین ۳۲ عمارتون کا بیان اور اُسکے نقشے اور کتبے مندرج ہین ۔ تیسرے باب مین تقریبا ۷ حویلیون مسجدون، مندرون، بازارون، باولیون، اور کوُون وغیرہ کا بیان ہے ۔ چوتھے باب مین اول کسی قدر اُن شہرون، قلعون، اور محلّون وغیرہ کا بیان ہے جو سمت ۴۲۰ بکرمی سے لیکر آخر تک وقتاً فوقتاً اس سرزمین مین آباد ہوے ۔ اُسکے بعد یہان کی آب و ہوا اور زبان اُردو کا ذکر ہے ۔

پھر مشاہیر اہل دہلی کا حال لکھا ہے جسمین ایک سو بیس مشائخ، علما، فقرا، مجاذیب، اطبا، قرّا،
شعرا، خوشنویس، مصوّر، موسیقی دان وغیرہ کا بیان ہے۔ اگرچہ اس اڈیشن کی عبارت
طرز کی رنگینی اور مبالغہ اور تکلفات باردہ کے سبب آج کل کے مذاق کے موافق بہت پھیکی اور بے
ہوگئی تھی اور اسکے سوا اُسمین اور بھی بہت سی کسرین اور فروگذاشتین رہگئی تھین مگر مضمون کے لحاظ
نہایت عبرت خیز تھی۔ اول کے تین باب پڑھکر سرزمین دہلی کی قدیم شان و شوکت اور عظمت
تصویر آنکھون کے آگے پھر جاتی ہے۔ اور تھوڑی دیر کو دنیا سے دل سرد ہوجاتا ہے۔ اور پچھلے بات
دلّی کا اخیر جھمکڑا آنکھون کے روبرو آجاتا ہے اور تعجب ہوتا ہے کہ جس شہر مین پچاس ساٹھ برس
پہلے قوم کے اسقدر اہل اللہ، اہل علم، اور اہل ہنر موجود تھے آج وہان چارون طرف سناٹا نظر آتا ہے۔
الغرض یہ اڈیشن ۱۸۴۷ء مین چھپکر شائع ہوا۔ اُسی زمانہ مین مسٹر رابرٹس کلکٹر و مجسٹریٹ
شاہجہان آباد ولایت جاتے تھے۔ وہ ایک نسخہ آثار الصنادید کا ساتھ لیگئے۔ اور وہان جاکر
اُسکو رائل ایشیاٹک سوسائٹی مین پیش کیا۔ ممبران سوسائٹی نے اُسکو بہت پسند کیا اور
کورٹ اوف ڈائرکٹرز کے بعض ممبرون نے مسٹر رابرٹس سے کہا کہ اگر اس کتاب کا ترجمہ انگریزی مین
ہوجائے تو بہت بہتر ہے۔ جب مسٹر رابرٹس ولایت سے واپس آئے تو اُنھون نے سرسید کی شرکت سے
اُسکا انگریزی مین ترجمہ کرنا چاہا۔ اُسوقت سرسید کو یہ خیال ہوا کہ جو کسرین پہلے اڈیشن مین رہگئی ہین
اُنکی درستی اور اصلاح کیجائے۔ چنانچہ اُنھون نے کتاب پر نظر ثانی کرکے اُسکو ازسرنو مرتب کیا۔ جو کچھ
ترمیم یا اصلاح یا اضافہ اُنھون نے پہلے اڈیشن مین کیا ہے اُسکا مفصل ذکر طبع ثانی کے دیباچہ مین
مندرج ہے۔ بڑی خوبی اس نئے اڈیشن مین یہ ہے کہ اُسکی عبارت مین بہ نسبت پہلے اڈیشن کے

ثقہ، کتاب، بے سرو پا، تحقیقات شہر، بابر سے، ہوکر، کی حالات

سرسید کے اُن مضامین سے نہایت سادگی ہے۔ اور اُسکا بیان ایشیائی مبالغوں اور تکلفات بارده سے بالکل پاک ہے۔
پرنٹیڈ ایڈیشن کے لیے سرسید نے نقشے بھی ازسرنو کمال اہتمام سے نہایت عمدہ تیار کرائے تھے۔ مگر
چھپنے بھی چھپنے نہ پائے تھے کہ غدر ہوگیا اور وہ سب نقشے تلف ہوگئے۔ کچھ نقشے جو اَب ملے ہین وہ
سید محمدن اینگلو اورنیٹل کالج کی لائبریری مین محفوظ ہین۔ البتہ چوتھا باب جسمین دلی کے مشاہیر کا
یہ حال لکھا گیا تھا وہ اس اڈیشن مین نہین ہے۔ اس ترمیم و اصلاح کے باعث دراصل مسٹر اڈورڈ طامس
دہوے تھے جو اُسوقت دلّی مین سشن جج تھے۔ اُنکو پرانی چیزون کی تحقیقات کا نہایت شوق
تھا اُنھین کے کہنے سے سرسید نے آثار الصنادید کو ازسرنو مرتب کیا تھا۔

یہ اڈیشن ۱۸۵۴ء مین چھپکر تیار ہوگیا تھا مگر نہ اس اڈیشن سے اور نہ پہلے اڈیشن سے
سرسید کو جیسا کہ خیال تھا کچھ فائدہ نہین ہوا۔ دوسرے اڈیشن کے تقریباً تمام نسخے غدر مین
تلف ہوگئے۔ اور پہلے اڈیشن مین بھی ایک شخص کی بدعہدی کے سبب جو اُسکے چھاپنے کا
ذمہ دار ہوا تھا سراسر نقصان رہا۔

مسٹر رابرٹس کلکٹر و مجسٹریٹ دہلی نے سرسید کی شرکت سے اسکا ترجمہ کرنا شروع کیا تھا۔
مگر ابھی بہت کچھ ترجمہ کرنا باقی تھا کہ مسٹر رابرٹس کی دلّی سے تبدیلی ہوگئی۔ پھر معلوم نہین کہ وہ ترجمہ
پورا ہوا یا نہین۔ اور کسی نے اُسکا ترجمہ انگریزی مین کیا یا نہین۔ لیکن فرانس کے مشہور اورنٹیلسٹ
موسیو گارسن دتاسی نے ۱۸۶۱ء مین اُسکا ترجمہ فرانسیسی زبان مین کرکے مشتہر کیا جسکی
ایک جلد سرسید کو بھی بھیجی تھی۔ اسی ترجمہ کو دیکھکر لندن کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے سرسید کو
سوسائٹی مذکور کا آنریری فیلو مقرر کیا تھا۔ چنانچہ ۱۸۶۴ء مین اول مسٹر رین ہولڈ راسٹ

سکرٹری سوسائٹی موصوف کی چٹھی مورخہ ۲۰-جون ۱۸۶۴ء سرسید کے نام اِس مضمون کی پہنچی کہ "یوروپ مین آپ کی کتاب کی بہت قدر کی گئی ہے اور بہ اتفاق رای چند ممبران سوسائٹی آپ اس سوسائٹی کے آنریری ممبر مقرر ہوگئے ہین" اسکے بعد جو ڈپلوما سوسائٹی نے سرسید کو بھیجا اسکا ترجمہ ذیل مین لکھا جاتا ہے۔

لندن ۴-جولائی ۱۸۶۴ء

گریٹ برٹن اور آئرلنڈ کی رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے زیر سرپرستی ہر موسٹ اکسلنٹ مجسٹی وکٹوریا آجکی تاریخ سید احمد خان کو اس سوسائٹی کی آنریری ممبری کے ساتھہ نامزد کیا جسکی سند مین یہ ڈپلوما اُنکو ارسال کیا جاتا ہے۔

دستخط اِڈورڈ کول بروک پریسیڈنٹ۔

دستخط اِچ رالنسن ڈائرکٹر۔

دستخط رین ہولڈراسٹ سکرٹری۔

رسائل مذہبی وغیرہ

اسی زمانہ مین جب کہ وہ دلّی مین منصف تھے آثار الصنادید کے علاوہ اُنھون نے اور بھی کئی رسالے لکھے ہین جنکی تفصیل یہ ہے (۱) فوائد الافکار فی اعمال الفرجار مترجمہ ۱۸۴۶ء۔ یہ رسالہ ترجمہ ہے اُن فارسی مسوّدات کا جو کہ سرسید کے نانا نواب دبیر الدولہ نے پرکار متناسبہ کے اعمال پر (جو اُنھون نے خود سوچ سوچ کر نکالے تھے) فارسی مین قلمبند کیے تھے۔ یہ مسودات سرسید کے ہاتھہ آگئے تھے۔ اُنھون نے دو انگریز عالمون کے کہنے سے ان مسودات کا ترجمہ اُردو مین کیا اور اُسمین مثالین اپنی طرف سے اضافہ کین۔ (۲) قول متین در ابطال حرکت زمین مورخہ ۔۔۔۔ء۔ اس رسالہ مین قدیم خیالات کے موافق سرسید نے زمین کی حرکت کو جسکا اب تمام یوروپ قائل ہے غلط

تا بت کرنا چاہا تھا ۔ لیکن اب بہت مدت سے حرکت زمین کا انکار نہین کرتے تھے بلکہ اُسکو یقینی جانتے تھے (۳) کلمۃ الحق مؤلفہ سنہ ۱۸۴۹ء ۔ یہ رسالہ پیری مریدی اور بیعت کے طریقہ مروجہ کے برخلاف لکھا ہے (۴) راہِ سنت در ردِّ بدعت مولفہ سنہ ۱۸۵۰ء ۔ یہ رسالہ وہابیت کے جوش کے زمانہ مین اہل بدعت کے برخلاف تبعین سنت کی تائید مین لکھا ہے (۵) نمیقہ دربیان مسئلہ تصور شیخ مرقومہ سنہ ۱۸۵۲ء ۔ یہ رسالہ فارسی زبان مین بطور ایک فرضی یا واقعی مکتوب کے لکھا ہے جسمین تصور شیخ مصطلح مشائخ نقشبندیہ کو وسیلہ محبت خدا و محبت رسول وانبوب رحمت الٰہی بتایا ہے (۶) سلسلۃ الملوک مرتبہ سنہ ۱۸۵۲ء ۔ یہ ایک مختصر مگر مفید اور صحیح فہرست اُن راجاؤن اور بادشاہون کی ہے جو دہلی مین پانچ ہزار برس سے نوبت بنوبت فرمانروا ہوتے چلے آئے ۔ اُسمین راجہ جدہشتر سے لیکر ملکۂ معظمہ قیصر ہند تک ۲۰۲ فرمانرواؤن کا نام ، باپ کا نام ، سنہ جلوس ، دار السلطنت ، اور یہ کہ اُسکا عہد کس زمانہ مین تھا نہایت تحقیق اور جانفشانی سے لکھا ہے ۔ اصل مین یہ وہی فہرست ہے جو آثار الصنادید کے دوسرے اڈیشن مین پہلے باب کے ساتھ اضافہ کی گئی ہے ۔ اسی کو کسی قدر اصلاح کے بعد علیحدہ چھاپ کر اُسکا نام سلسلۃ الملوک رکھدیا ہے (۷) آغاز کیمیای سعادت کے چند اوراق کا ترجمہ مرقومہ سنہ ۱۸۵۳ء ۔ بس اسکے سوا دلّی کی منصفی کے زمانہ مین سرسید نے اور کوئی کتاب یا رسالہ نہین لکھا ۔

سرسید دلّی مین حسب کہ آثار الصنادید کو ترتیب دے رہے تھے ۔ درجۂ اول کے منصف ہوگئے تھے اور اب اُنکا نمبر صدر امینی کا تھا ۔ لیکن کچھ تو اس وجہ سے کہ اُسوقت دلی مین ہر قسم کے اہل کمال و اہل علم موجود تھے اور مسلمانون کی سوسائٹی مین کسی قدر جان باقی تھی ،

دلّی سے تبدیل ہونا

اور کچھ عمارتون کی تحقیقات کے ذوق و شوق مین ۔ وہ دلی سے باہر جانا پسند نہین کرتے تھے ۔ ایک آدھ بار جو اُنکو قائم مقام صدر امین مقرر کرکے کہین باہر بھیجنا چاہا تو اُنھون نے انکار کردیا ۔ رہتک مین جو وہ قائم مقام صدر امین ہو کر گئے اُسکا سبب یہ تھا کہ وہ چند روز کے لیے ایک خاص کام پر بھیجے گئے تھے ۔ ۱۸۵۴ء مین ۔ جب کہ آثار الصنادید کا دوسرا اڈیشن بھی نکال چکے تھے ۔ اتفاق سے مسٹر اڈورڈ طامس ۔ جو دلی مین جج رہ چکے تھے اور جنکے ایما سے آثار الصنادید کی دوبارہ اصلاح کی گئی تھی ۔ کہین سے آگرہ مین وارد ہوے ۔ اور صدر بورڈ کے حکام سے ملنے کو بورڈ مین چلے گئے ۔ اُسوقت بجنور کی صدر امینی خالی تھی اور صدر امینی کے امیدوارون کی فہرست بورڈ مین پیش تھی ۔ طامس صاحب نے سرسید کا نام یاد دلایا ۔ بورڈ کے ممبرون نے کہا کہ وہ دلی سے باہر جانا نہین چاہتے اسلیے اُنکا نام امیدوارون کی فہرست سے خارج کردیا گیا ہے ۔ طامس صاحب نے کہا کہ وہ قدیم عمارات دہلی کی تحقیقات مین مصروف تھے سو وہ کام ختم ہوگیا ہے ۔ اب اُنکو دلی سے باہر جانے مین کچھ عذر نہوگا ۔ اور ایک چٹھی سرسید کو لکھی کہ تمکو بجنور مین صدر امینی پر بھیجنے کی تجویز ہوگئی ہے اب تم ہرگز انکار نہ کرنا ۔ اسلیے سرسید کو لاچار دلی چھوڑنی پڑی ۔ چنانچہ ۱۳ ۔ جنوری ۱۸۵۵ء کو وہ مستقل صدر امین مقرر ہو کر دلی سے بجنور کو تبدیل ہوگئے ۔ بجنور مین سوا دو برس اُنکو گذرے تھے کہ غدر ہوگیا ۔ اس تھوڑے سے عرصہ مین اُنھون نے اپنے فرائض منصبی کے علاوہ فرصت کے وقتون مین دو کام نہایت سخت محنت کے کیے جو ذکر کے قابل ہین ۔ ایک ضلع بجنور کی تاریخ کا مرتب کرنا ۔ دوسرے آئین اکبری کی تصحیح اور تکمیل ۔

تاریخ ضلع بجنور

جس زمانہ مین سرسید بجنور کو تبدیل ہو کر گئے اُنھین دنون مین ایک سرکلر محکمہ

صدر بورڈ سے تمام صاحبان ضلع کے نام اس مضمون کا جاری ہوا تھا کہ جس ضلع کا بندوبست ختم ہو جائے اُس ضلع کی ایک مفصل تاریخ لکھوائی جائے ۔ یہ سرکلر پہلے سے صاحب کلکٹر کے دفتر مین آیا ہوا تھا مگر ابھی تک اُسپر کچھ عملدرآمد نہ ہوا تھا ۔ ایک روز صاحب کلکٹر نے سرسید سے اُسکا ذکر کیا ۔ اُنھون نے کہا اس ضلع کی تاریخ مین لکھونگا ۔ صاحب کلکٹر بہت خوش ہوے اور محکمۂ بندوبست مین حکم بھیجدیا کہ جس پرگنہ یا گانو کے کاغذات صدرامین صاحب طلب کرین فورًا اُنکے پاس بھیجدیے جائین اور اسی طرح تمام تحصیلدارون کو ہدایت کی گئی کہ جس قانونگو یا پٹواری کو وہ بُلائین یا جو کاغذات وہ منگوائین اُنکے حکم کی تعمیل کیجائے ۔ سرسید نے یہ تاریخ بھی اپنی جبلی عادت کے موافق نہایت تحقیق اور کاوش اور محنت کے ساتھ لکھی ۔ اُنکا بیان ہے کہ "گو اس تاریخ مین ضلع کے حالات کے سوا کوئی عام دلچسپی کی بات نہ تھی مگر اثنای تحقیقات مین بعض قانگویون کے پاس اکبر اور عالمگیر کے زمانہ کے ایسے کاغذات ملے جنسے نہایت عمدہ نتیجے نکلتے تھے ۔ اُن سب کاغذات کی نقلین اپنے اپنے موقع پر اُس تاریخ مین درج تھین ۔ جب یہ تاریخ لکھی جاچکی تو صاحب کلکٹر نے اُسکو ملاحظہ کے لیے صدر بورڈ مین بھیجدیا ۔ ابھی وہ بورڈ سے واپس نہ آئی تھی کہ غدر ہو گیا اور آگرہ مین تمام دفتر سرکاری کے ساتھ وہ بھی ضایع ہو گئی ۔ مسٹر شکسپیر کلکٹر ضلع بجنور اسی تاریخ کی نسبت اپنی چٹھی مورخۂ ۵- جون ۱۸۵۸ء مین لکھتے ہین کہ " سید احمد خان اُن باتون کی طرف بھی متوجہ ہوتے ہین جو اُنکے خاص کام سے علاقہ نہین رکھتین ۔ چنانچہ اُنھون نے اس ضلع کی تاریخ بھی بہت محنت کے ساتھ تیار کی تھی کہ غدر سے چند روز پہلے ہمنے یہ کتاب گورنمنٹ مین بھیجی تھی ۔ اگر وہ اِسوقت یہان میرے پاس موجود ہوتی تو بہت بکار آمد ہوتی ۔ مگر غالب ہے کہ آگرہ مین بباعث غدر کے تلف ہو گئی ہو گی "

اسی تاریخ مین سرسید نے ایک لمبی بحث سنہ فصلی کے متعلق لکھی تھی اور جو غلطی سنہ فصلی اور سنہ عملی مین فرق نکرنے اور دونو کو ایک سمجھنے سے سرکاری دفترون مین ہمیشہ سے چلی آتی تھی اُسکو نہایت وضاحت کے ساتھ گورنمنٹ پر ظاہر کیا تھا اور جو مشکلات کہ اُس غلطی سے لازم آتی تھین اُنکو جتایا تھا۔ گو یقیناً نہین کہا جا سکتا کہ گورنمنٹ نے سرسید کی اُسی تحریر پر لحاظ کر کے اس غلطی کی اصلاح کی کیونکہ وہ تاریخ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ مین تلف ہو گئی تھی مگر واقعہ یہ ہے کہ صدر بورڈ کا ایک سرکلر ۱۸۶۰ء مین اور دوسرا ۱۸۶۱ء مین بہ منظوری گورنمنٹ جاری ہوا جنکی رو سے علاوہ سنہ فصلی اور سنہ حسابی کے ایک اور سنہ سنہ مالی کے نام سے مقرر کیا گیا جو بالکل سنہ عملی کے مطابق ہے اور جس سے وہ تمام مشکلات رفع ہو گئین جو سرسید نے اپنی تاریخ مین جتائی تھین۔ کچھ تعجب نہین ہے چاہیے کہ جو کچھ سرسید نے تاریخ بجنور مین اس امر کے متعلق لکھا تھا وہ بورڈ کے کسی ممبر کے ذہن مین محفوظ رہا ہو اور غدر کے دو تین برس بعد اُسی بنا پر سنہ مالی مقرر کیا گیا ہو۔ سرسید نے اسی سنہ فصلی کے مضمون پر ۱۸۶۶ء مین ایک نہایت مفید اور مفصل لکچر سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ مین دیا تھا جو ۸- جون ۶۶ء کے اخبار مین درج ہے۔ اس لکچر مین اُنھون نے تقریباً وہ تمام خیالات ظاہر کیے ہین جو سنہ فصلی کے متعلق تاریخ بجنور مین تحریر کیے تھے۔

آئین اکبری کی تصحیح

جب سرسید دلّی مین منصف تھے۔ تو حاجی قطب الدین مرحوم نے جو دلی کے ایک مشہور تاجر تھے اُنسے درخواست کی تھی کہ اگر آپ آئین اکبری پر ایک تفصیلی نظر ڈالکر اُسکی تصحیح اور درستی کر دین تو مین اُسکو چھپوا دون اور اُسکے معاوضہ مین آئین اکبری کے چھپے ہوے نسخے قیمتی سولہ سو روپیُے کے آپ کی نذر کرونگا۔ سرسید نے منصفی دہلی کی حالت مین وہین کے ایک تاجر سے

ایسا معاہدہ کرنا جائز نہ سمجھا ۔ مگر چونکہ ایسے مفید اور دشوار کامون مین اُنکا جی بہت لگتا تھا بجنور پہنچکر اُنھون نے یہ کام شروع کیا ۔

آئین اکبری اول تو زبان اور طرز بیان کے لحاظ سے ایک نئی طرح کی کتاب تھی دوسرے جس قسم کے مضامین اُسمین بیان کیے گئے ہین فارسی لٹریچر مین کبھی اُس قسم کے مضامین بیان نہین ہوے تھے اسلیے اُسکے پڑھنے سے جی اُلجھتا تھا ۔ پھر آئین اکبری کے نسخے کاتبون کے سہو و خطا سے اکثر مسخ ہوگئے تھے اسلیے اُسکا صحیح کرنا سخت دشوار تھا ۔ سرسید نے اول جہان تک مل سکے اُسکے متعدد نسخے بہم پہنچائے ۔ اسمین ایک دو نسخہ صحیح بھی مل گیا اور اسطرح غلط اور صحیح نسخون کے باہم مقابلہ کرنے سے ایک نسخہ سب سے زیادہ صحیح تیار ہوگیا ۔ اِسکے بعد اُنھون نے فارسی ، عربی ، ترکی ، ہندی ، اور سنسکرت کے اکثر غریب الفاظ کی شرح کی ۔ جو اصطلاحین اکبر کے زمانہ مین ہر ایک آئین کے متعلق مستعمل تھین یا خود ابو الفضل نے اختراع کی تھین اُنکی جابجا تشریح کی ۔ اُس زمانہ کے اوزان اور نقود کی اِس زمانہ کے اوزان و نقود سے مطابقت کی ۔ جن جدولون مین مصنف نے کچھ خانے خالی چھوڑ دیے تھے اور تمام نسخون مین وہ خانے خالی پائے گئے اُنکو اور کتابون سے تحقیق کرکے معمور کیا ۔ کہین کہین جدولون مین جو خود مصنف نے غلطی کی تھی اُسکو بہت کوشش سے تحقیق کرکے صحیح کیا ۔ بعض جدولون مین ہندسون کی جگہ حرف لکھے ہوے تھے اُنکی قیمت ہندسون مین بھی ظاہر کردی ۔ بعض جدولین جو تمام نسخون مین مختلف پائی گئین وہ آئین کے انگریزی ترجمہ کے مطابق جس مین ہر جدول نہایت صحت کے ساتھ لکھی گئی تھی کتاب مین داخل کین ۔ اکثر جدولون مین ایک خانہ اپنی طرف سے آخر مین اسلیے اضافہ کیا کہ اُس سے پہلے خانہ کا مفہوم ہر شخص بآسانی

سمجھ جائے ۔ جہان آئین مین سکّون کا بیان ہے وہان چند اوراق بطور حاشیہ کے اپنی طرف سے بڑھائے ۔ اور اکبر کے زمانہ کے جسقدر سکّے ابوالفضل نے بیان کیے تھے اُنمین سے ہر ایک سکہ کی دو دو تصویرین دیکر دونو طرف جو عبارت یا الفاظ کندہ تھے اُنکو دکھایا اور اکبر ہی کے زمانہ کے آٹھ سکّے سونے اور چاندی کے اُنکے علاوہ اَور نشان دیے ۔ اسکے سوا اور بہت سی باتین مفید اضافہ کین ۔

پھر اصل آئین مین خال خال تصویرین تھین ۔ سرسید نے نہایت محنت و جانفشانی اور حسنِ اہتمام سے بے شمار تصویرین دلّی کے لائق مصورون سے کھچوا کر کتاب مین اپنے اپنے موقع پر داخل کین مثلاً ٹکسال کے متعلق تقریبًا پچاس پچپن تصویرون کے دو بڑے بڑے مرقع کھچوائے جن مین مختلف کاریگر اپنے اپنے آلات اور ظروف اور اوزار لیے ہوے جدا جدا کام کر رہے ہین ۔ اسی طرح فلزات کے متعلق ترازوی ہوائی اور ترازوی آبی کی تصویر، شکار اور یورش کے موقع پر خیمہ گاہِ بادشاہی کی نمونہ آئین چراغ خانہ کے متعلق اکبر کی آتش پرستی اور اُسکے تمام لوازمات کی تصویر، آئین شکوہ سلطنت کے متعلق تمام سامان تزک و احتشام کی تصویرین، فیلخانہ اور ہاتھیون کی پوشش، اور ہاتھیون کی کشتی کی تصویرین ۔ علے ہذا القیاس تمام پھلدار اور پھولدار درختون کی اور ہر ایک درخت کے ساتھ اُسکی شاخ اور برگ و ثمر یا پھول اور پتے کی تصویرین، اوراق گنجفۂ قدیم اور گنجفۂ مخترعۂ اکبر کی تصویرین، اور تمام ہتھیارون اور زیورون کی تصویرین، اور اُنکے سوا اور بہت سی تصویرین کھچوا کر کتاب مین شامل کین ۔ چنانچہ مسٹر اچ بلاکمین پرنسپل کلکتہ کالج نے جو سنہ ۱۸۷۳ء مین آئین کا از سر نو ترجمہ کرکے چھاپا ہے اُسمین اُنھین تصویرون کی نقل لی ہے جو سرسید نے فارسی آئین اکبری مین داخل کی تھین ۔

پہلی اور تیسری دو جلدین اسطرح صحیح اور درست کرکے مطبع مین چھپنے کو بھیجدی گیین۔ مگر دوسری جلد کی تصحیح مین یہ مشکل پیش آئی کہ ابوالفضل نے آئین خراج کے متعلق جو تمام ہندوستان کا محاصل لکھا تھا وہ حصہ تمام نسخون مین مختلف پایا گیا اور کوئی ذریعہ اُسکی تصحیح کا نہ تھا۔ اتفاق سے دلّی مین سرسید کے نانا نواب دبیرالدولہ کے وقت کی ایک کتاب نکل آئی جسمین سلطنت مغلیہ کے کل بادشاہون کے عہد کا محاصل نہایت مفصل اور صحیح طور پر درج تھا۔ اُس کتاب سے تمام محاصل جو اکبر کے زمانہ کا تھا نقل کرکے دوسری جلد بھی مکمل کی گئی اور ایک لمبا دیباچہ جو گویا آئین اکبری پر ایک مفصل رویو تھا، تحریر کرکے دوسری جلد کے ساتھ دلّی مین چھپنے کو بھیجا۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ جلد ابھی چھپنے نہ پائی تھی کہ غدر ہوگیا اور اُسکے جسقدر فرمے چھپ چکے تھے وہ اور تمام مسودہ اور دیباچہ سب تلف ہوگئے۔ اب اُس آئین اکبری کی جو سرسید نے صحیح کی تھی صرف پہلی اور تیسری دو جلدین مطبوعہ ۱۲۷۲ھ ہجری کہین کہین پائی جاتی ہین۔

دہلی کے جن نامور لوگون کی تقریظین آثار الصنادید کے آخر مین درج ہین انھون نے آئین اکبری پر بھی نظم یا نثر مین تقریظین لکھی تھین۔ مگر آئین کے آخر مین صرف مولانا صہبائی کی تقریظ چھپی ہے مرزا غالب کی تقریظ جو ایک چھوٹی سی فارسی مثنوی ہے وہ کلیات غالب مین موجود ہے مگر آئین اکبری مین سرسید نے اُسکو قصداً نہین چھپوایا۔ اس تقریظ مین مرزا نے یہ ظاہر کیا ہے کہ ابوالفضل کی کتاب اس قابل نہ تھی کہ اُسکی تصحیح مین اسقدر کوشش کیجائے چنانچہ کہتے ہین

مژدہ یاران را کہ این دیرین کتاب یافت از اقبال سیّد فتح باب
دیدہ بینا آمد و بازو قوی کہنگی پوشید تشریف نوی
وین کہ در تصحیح آئین رای اوست ننگ و عار ہمت والای اوست

اِسکے بعد بہت سے اشعار اس مضمون کے لکھے ہین کہ تعریف کے قابل انگریزون کے آئین ایجاد و اختراع ہین نہ کہ اکبر اور ابوالفضل کے۔ اور تمثیلاً انگریزون کے بہت سے ایجادات بیان کیے ہین۔ جب یہ تقریظ مرزا نے سرسید کو بھیجی اُنھون نے اُسکو مرزا کے پاس واپس بھیجدیا اور لکھا کہ ایسی تقریظ مجھے درکار نہین[1]۔ ایک عربی تقریظ نواب مصطفےٰ خان مرحوم کی بھی ہے مگر وہ بھی شاید دیر مین پہنچنے کے سبب چھپنے نہین پائی۔ اُنھون نے بھی اپنی تقریظ کے آخر مین ایک فارسی شعر ایسا لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے دل مین بھی آئین اکبری کی کچھ زیادہ وقعت نہ تھی۔

مگر اہل یورپ اس کتاب کو ہندوستان کی تاریخون مین ایک بے نظیر کتاب سمجھتے ہین۔ سنہ ١٨١١ع سے اہل فرانس اور انگریز اسکی طرف متوجہ ہوے ہین اُسوقت سے سنہ ١٨٧٣ع تک اسکے متعدد ترجمے خلاصے فرنچ اور انگلش مین ہو چکے ہین۔ مسٹر اچ بلاک مین جنھون نے سنہ ١٨٧٣ع مین انگریزی مین نہایت احتیاط کے ساتھ اُسکا ترجمہ کرکے شایع کیا تھا اُسکی نسبت لکھتے ہین کہ "یہ کتاب مسلمانونکی تاریخون مین

[1] سرسید کہتے تھے کہ جب مین مرادآباد مین تھا اُسوقت مرزا صاحب نواب یوسف علی خان مرحوم سے ملنے کو رامپور گئے تھے اُنکے جانیکی تو مجھے خبر نہین ہوئی مگر جب دلی کو واپس جاتے تھے مین نے سنا کہ وہ مرادآباد مین سرای مین آکر ٹھیرے ہین مین فوراً سرای مین پہنچا اور مرزا صاحب کو مع اسباب اور تمام ہمراہیون کے اپنے مکان پر لے آیا ظاہراً جب سے کہ سرسید نے تقریظ کے چھاپنے سے انکار کیا تھا وہ مرزا سے اور مرزا اُنسے نہین ملے تھے اور دونون کو حجاب امنگیر ہوگیا تھا اور اسی لیے مرزا نے مرادآباد مین آنے کی اُنکو اطلاع نہین دی تھی الغرض جب مرزا سرای سے سرسید کے مکان پر پہنچے اور پالکی سے اُترے تو ایک بوتل اُنکے ہاتھ مین تھی اُنھون نے اُسکو مکان مین لاکر ایسے موقع پر رکھدیا جہان ہر ایک آتے جاتے کی نگاہ پڑتی تھی سرسید نے کسی وقت اُسکو وہان سے اُٹھاکر اسباب کی کوٹھری مین رکھدیا مرزا نے جب بوتل کو وہان نہ پایا تو بہت گھبرائے سرسید نے کہا آپ خاطر جمع رکھیے مین نے اُسکو بہت احتیاط سے رکھدیا ہے مرزا صاحب نے کہا بھئی مجھے دکھادو تمنے کہان رکھی ہے اُنھون نے کوٹھری مین لیجاکر بوتل دکھادی آپنے اپنے ہاتھ سے بوتل اُٹھاکر دیکھی اور مسکراکر کہنے لگے کہ بھئی اسمین تو کچھ خیانت ہوئی ہے سچ بتاؤ کسنے پی ہے شاید اسی لیے تمنے کوٹھری مین لاکر رکھی تھی حافظ نے سچ کہا ہے ؎ واعظان کاین جلوہ در محراب و منبر میکنند + چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند + سرسید ہنسکے چپ ہو رہے اور اسطرح وہ رُکاوٹ جو کئی برس سے چلی آتی تھی رفع ہو گئی مرزا دو ایک دن وہان ٹھیر کر دلی چلے آئے ١٢

جو ہندوستان مین لکھی گئی ہین اپنا نظیر نہین رکھتی یہ فی الواقع اُس سلطنت کی جو سنہ ۱۵۹۰ء کے قریب تھی ایک اڈمنسٹریشن رپورٹ اور نقشجات ہین جنمین اکبر کے عہد کے وہ تمام حالات اور واقعات درج ہین جنکے لیے ہم اس زمانہ مین اڈمنسٹریشن رپورٹون ، نقشون ، اور گزٹیرون کی طرف رجوع کرتے ہین "

پس سرسید کا ایک ایسی نادرالوجود کتاب کی تصحیح وتہذیب مین کوشش بلیغ کرکے اُسکو از سرنو زندہ کرنا صرف یہی نہین کہ وہ کوئی فضول کام نہ تھا بلکہ فی الحقیقہ پبلک پر ایک بہت بڑا احسان تھا اور مسلمانون کے ایک نامور مصنف اور نامور بادشاہ کے کارنامہ کو دنیا کے سامنے ایک دلنشین صورت مین پیش کرنا تھا۔

غدر سے پہلے صرف سوا دو برس سرسید کا بجنور مین رہنا ہوا اسی قلیل عرصہ مین مذکورہ بالا کامون کے سوا اور اپنے فرائض منصبی کے علاوہ وہ اور بھی چھوٹے چھوٹے مفید کام کرتے رہے۔ چونکہ انکی طبیعت کو تعمیر کے کام سے ایک خاص قسم کا لگاؤ تھا اسلیے صاحب کلکٹر نے کمیٹی رفاہ عام کا تمام کام اُنکے سپرد کردیا تھا۔ وہی اُسکی رپورٹ لکھتے تھے اور وہی ضروری کامون کے لیے روپیہ منگواتے تھے۔ اور ہر ایک کام کی خود نگرانی کرتے تھے۔ منجملہ اور کامون کے ایک مفید کام اُنھون نے یہ کیا کہ بجنور کی آبادی کے متصل شارع عام کے بیچون بیچ مدت سے ایک نہایت چوڑا چکلا گڑھا پڑا ہوا تھا۔ اُسی رستے سے تمام گاڑیان ، گھوڑے ، پیدل ، اور سوار گذرتے تھے۔ بعض اوقات گاڑیان اُلٹ جاتی تھین ، بیلون کو نقصان پہنچتے تھے ، برسات مین پانی بھر جاتا تھا جس سے طرح طرح کی تکلیفین لوگون کو ہوتی تھین۔ مدت سے یہ گڑھا چلا آتا تھا مگر کسی کو کچھ خیال نہ تھا۔ سرسید نے خاص اپنے اہتمام سے وہان ایک پُل بندھوایا اور بجنور سے دارانگر تک ایک سڑک بنوادی جس سے مسافرون کو بہت آسانی ہوگئی۔

# تیسراباب

## ۱۸۵۷ء سے ۱۸۶۹ء تک

ایام غدر کی خدمات اور واقعات ، مراد آباد کی تبدیلی اور تاریخ سرکشی بجنور کی اشاعت ، مراد آباد مین مدرسہ قائم کرنا ، رسالۂ اسباب بغاوت لکھکر اور چھپواکر ولایت بھیجنا ، ملکۂ معظمہ کے اشتہار کا شکریہ ، ایک میگزین موسوم بہ "لائل محمڈنز آف انڈیا" اُردو اور انگریزی مین نکالنا ، تحقیق لفظ نصاری پر ایک مختصر رسالہ لکھنا ، انتظام قحط ضلع مراد آباد ، تصحیح تاریخ فیروز شاہی تفسیر توریت و انجیل ، بی بی کا انتقال ، غازیپور کی تبدیلی ، غازیپور ہی مین سائنٹفک سوسائٹی قائم کرنا ، غازیپور مین مدرسہ قائم کرنا ، علیگڑھ کی تبدیلی ، برٹش انڈین ایسوسیئیشن قائم کرنا ، اضلاع شمال مغرب مین تعلیمی کمیٹیونکا مقرر کرانا ، سائنٹفک سوسائٹی اخبار کا علیگڑھ سے نکلنا ، ورنیکلر یونیورسٹی کے لیے تحریک ، بنارس کی تبدیلی ، اُردو زبان اور فارسی خط کی حمایت ، رسالۂ طعام اہل کتاب ، رسالۂ علاج ہیضہ بموجب اصول ہومیو پیتھک ۔

---

ایام غدر کا بیان

جس واقعہ نے ہندوستان کی تاریخ مین ۱۸۵۷ء کے نام پر ایک سیاہ دھبا چھوڑا ہے اور جو ہندوستان کی قومون کی قسمت کا فیصلہ کرنے والا اور سرسید کے خیالات مین ایک انقلاب عظیم پیدا کرنے والا تھا ۔ وہ سرسید کو بجنور مین دیکھنا پڑا ۔ اُنکو اس ضلع مین دو برس اور چار مہینے گذرے تھے کہ ۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کو دلی مین بغاوت ہوئی اور ۱۲ کو یہ خبر بجنور مین پہنچ گئی وہان اُسوقت بیس یورپین اور یوریشین عورتون اور بچون سمیت تھے ۔ سرسید نے اس موقع پر اپنا پہلا فرض یہ قرار دے لیا تھا کہ جب تک دم مین دم باقی ہے ان بیس جانون کے

بچانے میں جہان تک ممکن ہو کوشش کیجائے۔ جو واقعات اور مصائب وہان پیش آئے وہ نہایت دردانگیز ہین۔ اور سرسید کی تاریخ سرکشی بجنور مین مفصل مذکور ہین۔ اُنکی تفصیل دوبارہ لکھنی گویا اُن مصیبتون کا پھر یاد دلانا اور رنج کو دوبالا کرنا ہے ع مصائبُ اُخریٰ ذِکرُ تِلکَ المصائبُ

خلاصہ یہ ہے کہ سرسید نے اُس خطرناک موقع پر نہایت دلیری اور جوانمردی سے تمام مصیبت کے زمانہ میں یورپین حاکمون کا جو وہان موجود تھے ساتھ دیا۔ ہر ایک نازک وقت مین اُنکے ساتھ شریک اور گورنمنٹ کی وفاداری اور خیرخواہی مین شب و روز مستعد اور سرگرم رہے۔ جو لوگ گورنمنٹ کے خیرخواہ تھے اُنکے دل بڑھائے۔ اور جنکی نیتون مین تزلزل اور تذبذب پایا اُنکو نیک صلاح دی اور جہانتک ممکن تھا اُنکے خیالات کی اصلاح کی۔ اور جیساکہ اُس زمانہ کے دیکھنے والے بیدار مغز یورپین افسرون نے اقرار کیا ہے۔ صرف سرسید ہی کی حسن تدبیر کی بدولت تمام یورپین عیسائی مرد اور عورتین اور بچے صحیح وسالم وہان سے نکلکر رُڑکی مین پہنچ گئے۔

مسٹر شکسپیر جو اُس زمانہ مین بجنور کے کلکٹر و مجسٹریٹ تھے گو کہ سرسید کو باعتبار عہدہ کے اُنسے کچھ تعلق نہ تھا مگر مسٹر شکسپیر اور مسس شکسپیر سے اُنکی بہت راہ و رسم تھی۔ جب بجنور مین بغاوت کے آثار نمودار ہونے لگے اور حالت خطرناک ہوئی تو مسس شکسپیر بہت گھبرائین۔ سرسید کو جب یہ حال معلوم ہوا تو جاکر اُنکی تشفی کی اور کہا کہ "جب تک ہم زندہ ہین آپ کو گھبرانا نہین چاہیے۔ جب آپ دیکھین کہ ہماری لاش کوٹھی کے سامنے پڑی ہے اُسوقت گھبرانے کا مضایقہ نہین،، مسٹر شکسپیر ہمیشہ سرسید کی اس شریفانہ تقریر کے شکرگذار رہے۔

سر سیّد کا یہ کہنا صرف زبانی نہ تھا بلکہ اُنھون نے اپنے افعال سے اس قول کو سچ کر دکھایا تھا۔ وہ
تمام رات مسلح مع اور ہندوستانی افسرون کے صاحب کلکٹر کی کوٹھی پر پہرا دیتے تھے اور ہر طرح عورتون
اور بچون کی ڈھارس بندھواتے تھے۔ ساری رات کرسیون پر بیٹھے یا کوٹھی کے آگے ٹہلتے یا شتون نشت
کرتے گذر جاتی تھی۔ پلٹن نمبر ۲۹ کی تلنگون کی ایک کمپنی سہارنپور سے بطور بدلی کے مراد آباد کو جاتی تھی
جب وہ بجنور مین پہنچی تو صوبہ دار اور کچھ تلنگے صاحب کلکٹر کی کوٹھی پر گئے۔ سر سید سے کہ [illegible] کہدیا
کہ یہ کمپنی بگڑ کر آئی ہے اور کچھ تلنگے اور صوبہ دار بہ ارادۂ فساد کلکٹر کی کوٹھی پر گئے ہین [illegible] بد کو
یقین ہوگیا کہ انگریزون کی خیر نہین۔ وہ اُسی وقت مسلح ہو کر کوٹھی کو روانہ ہوگئے [illegible] رسن
بھتیجے[1] کو جو تنہا چچا کے پاس تھا چلتے وقت اپنے آدمی کے سپرد کر گئے اور کہہ گئے [illegible] اُون
تو لڑکے کو کسی امن کی جگہ پہنچا دیجیو۔ مگر کوٹھی پر پہنچکر معلوم ہوا کہ کمپنی [illegible] تھی۔
وہ رات۔ جبکہ کلکٹر کی کوٹھی مین تمام یوروپین [illegible] رئیسین [illegible] تھے
اور ایک جماعت کثیر جو بظاہر اُنکی حفاظت کے لیے فراہم ہوئی تھی اُنکی نیتین بگڑ گئی تھین۔ اور
کچھ فوج اور توپخانہ باغیون کا اُنکی کمک کے لیے مراد آباد سے عنقریب آنے والا تھا۔ نہایت سخت تھی۔
اُس روز سب کے مارے جانے مین کچھ شبہہ نہ تھا۔ ایسے نازک وقت مین سر سیّد تنہا اُس غول مسلح
جماعت کے مجمع مین گئے۔ اور نواب محمود خان سے جو اُنکا سرغنہ تھا گفتگو کی۔ اور کہا کہ چند انگریزون
کے مار ڈالنے سے کیا ہاتھ آئیگا؟ بہتر ہے کہ اُنکو صحیح و سالم یہان سے جانے دو اور تم ملک کے مالک
ہو جاؤ۔ ایسے ٹیڑھے وقت مین سر سید کے ہوش و حواس بالکل بجا اور درست رہے۔ اور محمود خان سے

[1] یعنی سید محمد احمد خان سب جج سیتاپور حال پنشنر ۱۲

ایسی عمدہ گفتگو کی اور اس معاملہ کے متعلق تمام نشیب و فراز ایسی خوبی سے سمجھائے کہ اُسنے فوراً منظور کرلیا اور سب انگریزون کو اُسی رات اُس خونخوار مجمع سے نکالکر رُڑکی روانہ کردیا۔ اس موقع پر کلکٹر کی طرف سے جو تحریر سرسید نے لکھکر نواب محمود خان کو دی تھی اگر وہ اُسکے موافق عمل درآمد کرتا تو اُسکو کسی طرح کا اندیشہ نہ تھا۔ بلکہ انگریزی تسلط ہوجانے کے بعد ضرور اُسکے ساتھ وہی سلوک کیا جاتا جو اور خیرخواہون کے ساتھ ہوا۔ مگر افسوس ہے کہ اُسنے انگریزون کے چلے جانیکے بعد اُسپر کچھ لحاظ نہ کیا۔

انگریزون کے رُڑکی روانہ ہوجانیکے بعد سرسید اور اُنکے دوست میر تراب علی جو اُس زمانہ مین بجنور کے تحصیلدار تھے اُسی رات کو بسی کوٹلہ جو بجنور سے چھ سات کوس ہے چلے گئے۔ مگر نواب نے سوار بھیجکر اُنکو وہان سے بُلایا۔ مجبور اُنکو پھر بجنور مین آنا اور نواب سے ملنا پڑا۔ اور ڈپٹی رحمت خان بھی ہلدور سے آپہنچے۔ نواب کی خواہش تھی کہ یہ لوگ جب مجھسے ملنے آئین تو نذرین پیش کرین۔ مگر اُنھون نے نذرین پیش نہین کین۔ نواب نے مکدر ہوکر اُنکو رخصت کردیا اور کہا کہ بدستور بجنور مین اپنا اپنا کام کرو۔ سرسید نے دیوانی کا کام اُسی طرح جس طرح کہ انگریزون کے سامنے کرتے تھے کرنا شروع کیا۔ جو روبکاریان اور رپورٹین صاحب جج کے ہان بھیجنے کے قابل ہوتی تھین اُنکی نسبت علی الاعلان کچہری مین یہ حکم تحریر کرتے رہے کہ بحضور صاحب جج بہادر بھیجی جائین۔ مطلب اس سے یہ تھا کہ عوام کو یہ خیال ہو کہ سرکار انگریزی کا تسلط اور عملداری بدستور قائم ہے۔ مگر محمود خان کو یہ امر ناگوار گذرتا تھا۔ محمود خان نے پھر ایک روز رات کے وقت سرسید کو بُلایا۔ اُسوقت نواب اور اُسکا بھانجا جو اُسکے مزاج پر بہت حاوی تھا دونو موجود تھے۔ اُنھون نے سرسید سے کہا کہ ہم چاہتے ہین تم ہمارے ساتھ شریک ہوجاؤ اور ہمسے اس بات پر حلف کرلو۔ جو جاگیر چاہو نسلاً بعد نسلٍ ہمسے ٹھیرالو اور ہم سے حلف لے لو کہ ہم

ہمیشہ وہ جاگیر بحال رکھینگے ۔ سرسید کو اول تو جواب دینے مین تامل ہوا ۔ مگر آخر کار صاف کہدیا کہ "مین اس بات پر بلاشبہ حلف کرسکتا ہون کہ مین ہرحال مین تمھارا خیرخواہ رہونگا اور کسی وقت تمھاری بدخواہی نہ کرونگا ۔ لیکن اگر تمھارا ارادہ ملک گیری کا اور انگریزون سے لڑنے کا ہے تو مین تمھارے ساتھ شریک نہین ہون ،، سرسید نے قسم یاد کرکے نواب سے کہا کہ "مین صرف تمھاری خیرخواہی کے لئے کہتا ہون آپ اس ارادہ کو دل سے نکال ڈالین ۔ انگریزون کی عملداری ہرگز نہین جائیگی ۔ اگر فرض کرلیا جائے کہ تمام ہندوستان سے انگریز چلے جائینگے تو بھی انگریزون کے سوا ہندوستان مین کوئی عملداری نہ کرسکیگا آپ سرکار کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ دین ۔ اگر بالفرض انگریز جاتے رہے تو آپ نواب بنے بنائے ہین آپ کی نوابی کوئی نہین چھینتا ۔ اور اگر میرا خیال صحیح ہے تو آپ خیرخواہ سرکار بنے رہینگے اور سرکار آپ کی نہایت قدر کریگی ۔ اگر آپ مجھکو انتظام مین شریک کرنا چاہتے ہین تو صاحب کلکٹر سے اجازت منگا لیجیے اور یہ اقرار کرلیجیے کہ کوئی کام جب تک کہ اُسکی منظوری صاحب کلکٹر سے نہ منگالین ہرگز نہ کرینگے ،، مگر نواب نے اُسکو منظور نہین کیا ۔ بلکہ وہ ناراض ہوا اور چین بہ جبین ہوکر سرسید کو رخصت کیا ۔ اور ہر طرح اُنکی اور اُنکے ساتھیون کی بُرائی کے درپے ہوگیا ۔ جس مکان مین سرسید رہتے تھے اُسکو بہ جبر چھین لیا اور اپنی فوج کے افسرون کو دیدیا ۔ جو اسباب سرسید کا اُسمین بند تھا وہ سب فوج کے افسرون نے لے لیا ۔ اسی طرح میر تراب علی کا گھوڑا بہ جبر چھین لیا ۔

انھین دنون مین ایک شخص منیر خان نامے مع جمعیت چار سو آدمی کے نگینے سے بجنور مین آیا اور سرسید، میر تراب علی، اور ڈپٹی رحمت خان کے قتل کے درپے ہوا اُنکو بہ جبر و تحکم طلب کیا اور کہلا بھیجا کہ اگر حاضر نہ ہوگے تو بہتر نہ ہوگا ۔ سرسید اور میر تراب علی اُسکے پاس گئے ۔ منیر خان نے

سرسید سے مسئلہ جہاد کے باب مین گفتگو کی ۔ اُنھون نے نہایت سنجیدگی سے اُسکو سمجھایا کہ شرع کے بموجب ہرگز جہاد نہین ہے ۔ اُسنے اُنکو تو رخصت کیا اور مولوی علیم اللہ رئیس بجنور کے پاس خود جاکر یہی مسئلہ پوچھا ۔ اُنھون نے بڑی دلیری سے اُسکے ساتھ گفتگو کی اور بہت سی دلیلون سے اُسکو قائل کیا کہ مذہب کی روسے جہاد نہین ہے ۔ اُس روز مولوی علیم اللہ قتل ہوتے ہوتے بچے ۔ دوسرے دن منیر خان وہان سے دلّی چلا گیا اور وہان جاکر لڑائی مین مارا گیا ۔

سرسید برابر اس فکر مین تھے کہ کسی طرح بجنور سے نکل کر میرٹھ پہنچ جائین ۔ مگر کوئی موقع نہ ملتا تھا اسی عرصہ مین ہلدور کے چودھریون نے ایک انبوہ کثیر جمع کرکے محمود خان کی فوج پر حملہ کیا ۔ اور نواب شکست کھاکر بجنور سے نجیب آباد چلا گیا ۔ سرسید نے اُسکی مفصل کیفیت اسپشل کمشنر میرٹھ کو لکھ بھیجی ۔ وہان سے حکم آگیا کہ تم سرکار کی طرف سے ضلع کا انتظام کرو اور ڈپٹی رحمت خان اور میر تراب علی کو اپنے ساتھ شریک کرلو ۔ اُنھون نے ایک مہینہ تک بہت اچّھا انتظام رکھا ۔ مگر باوجود سخت ممانعت اور روک تھام کے ہلدور کے چودھری نے نگینے پر حملہ کرکے کچھ آدمی مار ڈالے اور کچھ محلّے لوٹ لیے ۔ اب نواب محمود خان کے گرد پھر ایک جمعیت کثیر جمع ہوگئی ۔ نواب نے بجنور پر حملہ کیا اور چودھری شکست کھاکر بھاگے ۔ چونکہ سرسید کو نواب کی طرف سے خدشہ تھا وہ بھی ہلدور چلے گئے ۔ مگر نواب نے ہلدور پر بھی حملہ کیا اور چودھریون کو شکست دیکر ہلدور کے بہت سے مکانات جلا دیے ۔ سرسید اور ڈپٹی رحمت خان رات کو ہلدور سے پیادہ پا اس ارادہ سے نکلے کہ میرٹھ چلے جائین ۔ رستے مین موضع پلانہ کی سرحد پر دو ہزار گنوار مسلح اُنکے لوٹنے اور مار ڈالنے کے ارادہ سے دوڑے ۔ مگر بخشی نامے ایک پدھان نے اُنکو بچایا ۔ جب وہان سے چاند پور پہنچے تو کئی ہزار آدمیون نے بندوقون

اور ہتھیارون سے اُنکو گھیر لیا ۔ یہانتک کہ میر صادق علی خان رئیس چاندپور وہان پہنچے اور سرسیّد اور ڈپٹی رحمت خان کو اُس انبوہ سے نکالکر اپنے مکان پر لے گئے ۔ دوسرے روز میر صادق علی نے خود ساتھ ہوکر اُنکو موضع چھولہ تک پہنچادیا ۔ وہان سے سرسید نے بچھڑاؤن پہنچکر بسبب علالت اور رستے کی کوفت کے چند روز مولوی محمود عالم کے مکان پر جو اُنکے دوست تھے مقام کیا ۔ اور اپنی مفصل سرگذشت حکام انگریزی کو لکھہ بھیجی اور چند روز بعد خود بھی میرٹھہ چلے گئے ۔ جس وقت وہ میرٹھہ مین پہنچے ہین اُنکے پاس چھہ پیسے اور اُس پھٹے ہوے کرتے کے سوا جو وہ پہنے ہوے تھے اور کچھہ نہ تھا ۔ میرٹھہ مین اُنکے پہنچنے اور بیمار ہونے کا حال سنکر مسٹر کری کرافٹ ولسن جو کہ وہان جج اور اسپیشل کمشنر تھے اُنکے دیکھنے کو آئے اور سرسید سے کہا کہ "تم ایسے نمک حلال نوکر ہو کہ ایسے نازک وقت مین تمنے سرکار کا ساتھہ نہین چھوڑا ۔ باوجودیکہ ضلع بجنور مین ہندو مسلمانون مین کمال عداوت تھی مگر جب تمکو اور ڈپٹی رحمت خان کو ضلع سپرد کرنا چاہا تو تمھاری نیک خصلت اور اچھے چلن اور سرکار کی نہایت طرفداری کے سبب تمام ہندو جو ضلع مین نامی چودھری اور بڑے رئیس تھے کمال خوشی اور آرزو سے تم مسلمانون کا اپنے اوپر حاکم بننا قبول کیا بلکہ خود درخوست کی کہ تمھین سب ہندوؤن پر ضلع مین حاکم بنائے جاؤ ۔ سرکار نے بھی تمکو اپنا خیرخواہ اور نمک حلال نوکر جانکر کمال اعتماد کے ساتھہ ضلع کی حکومت تمکو سپرد کی اور تم اُسی طرح نمک حلال اور وفادار سرکار کے رہے ۔ اِسکے صلہ مین اگر تمھاری ایک تصویر بناکر پشت ہا پشت کی یادگاری اور تمھاری اولاد کی عزت اور فخر کے لیے رکھی جائے تو بھی کم ہے"

کچھہ اوپر پانچ مہینے سرسید کو میرٹھہ مین ٹھیرنا پڑا ۔ میرٹھہ مین اُنکو معلوم ہوا کہ دلّی مین سرکاری فوج کے سپاہیون نے اُنکا گھر اور تمام اسباب لوٹ لیا ہے ۔ جب دلی مین سرکاری فوج پھیلنی شروع ہوئی اور کشمیری دروازہ فتح ہوچکا تو شہر کے تمام زن و مرد شہر چھوڑ چھوڑ کر چل دیے تھے اور سرسید کا

کنبا بھوائی - جب کہ اُنکے ماموں وحید الدین خان اور اُنکے ماموں زاد بھائی ہاشم علی خان سپاہیون کے ہاتھ سے مارے گئے - سلطان نظام الدین چلا گیا تھا ۔ مگر اُنکی والدہ اور خالہ دلّی ہی مین رہین ۔ لیکن جب اُنکا گھر سارا لُٹ گیا تو وہ حویلی کو چھوڑکر جلوخانہ کی ایک کوٹھری مین جہان زیبین نامے ایک لاوارث بڑھیا رہتی تھی چلی آئین ۔ اور آٹھ دن نہایت تکلیف سے اُس کوٹھری مین بسر کیے ۔ اس عرصہ مین سرسید بھی وہان پہنچ گئے ۔ معلوم ہوا کہ تین دن سے اُنکے پاس کھانے کو کچھ نہ تھا ۔ کسی قدر گھوڑے کا دانہ مل گیا تھا اسی کو کھاتی رہین ۔ دو دن سے پانی بھی ہو چکا تھا اور پیاس کی نہایت تکلیف تھی ۔ سرسید کہتے تھے کہ "جب مین نے کوٹھری کا دروازہ کھٹکھٹایا اور آواز دی تو اُنھون نے کواڑ کھولے اور پہلا لفظ جو اُنکی زبان سے نکلا وہ یہ تھا کہ "ہَین ! تم یہان کیون چلے آئے ؟ یہان تو لوگون کو مارے ڈالتے ہین تم چلے جاؤ ۔ ہم پر جو گذریگی گذر جائیگی" مین نے کہا آپ خاطر جمع رکھیے میرے پاس افسران کی چٹھیان ہین اور مین ابھی قلعہ کے انگریزون سے اور دلّی کے گورنر سے ملکر آیا ہون ، تب اُنکی خاطر جمع ہوئی ۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ دو دن سے پانی نہین پیا تو پانی کی تلاش کو نکلا ۔ کوؤن پر کوئی ایسی چیز نہ ملی جس سے پانی نکالا جا سکے اور چارون طرف سناٹے کا عالم تھا ۔ مین سیدھا پھر قلعہ مین گیا اور وہان سے ایک صراحی پانی کی لیکر چلا ۔ جب اپنے گھر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہی زیبن بڑھیا سڑک پر بیٹھی ہے اور اُسکے ہاتھ مین مٹی کی صراحی اور آبخورہ ہے اور کسی قدر بدحواس ہے ۔ وہ بھی پانی کی تلاش مین نکلی تھی ۔ تھوڑی دور چلکر بیٹھ گئی ۔ پھر اُٹھا نہ گیا ۔ مین نے اُسکے آبخورہ مین پانی دیا اور کہا کہ پانی پی لے ۔ اُسنے کپکپاتے ہاتھون سے آبخورہ کا پانی اپنی صراحی مین ڈالا اور کچھ گرا دیا اور گھر کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہا ۔ مطلب یہ تھا کہ بیوی پیاسی ہین اُنکے لیے پانی لیجاؤنگی اور اسی لیے صراحی مین پانی ڈالا تھا ۔ مین نے کہا میرے پاس پانی بہت ہے تو پانی پی لے ۔ پھر آبخورہ مین پانی دیا

وہ پانی پیکر لیٹ گئی ۔ مین دوڑا ہوا گھر کی طرف گیا اور والدہ اور خالہ کو تھوڑا پانی کو پینے کو دیا ۔ اُنھون نے اور شکر کیا ۔ مین گھر سے نکلا کہ سواری کا بندوبست کرون اور والدہ اور خالہ کو میرٹھ لیجاؤن ۔ باہر آکر کیا دیکھا کہ قوق علی کہ زمین مری پڑی ہے ۔ پھر سارے شہر مین باوجودیکہ حکام نے بھی احکام جاری کیے کہین سواری نہ ملی علالت قلعہ کے حکام نے اجازت دی کہ شکرم جو سرکاری ڈاک میرٹھ کو لیجاتی ہے وہ انکو ملجائے ۔ مین وہ شکرم لیکر گیا ۔ اور پھر اور والدہ اور خالہ کو اُسمین بٹھاکر میرٹھ لیگیا " میرٹھ مین منشی الطاف حسین مرحوم سررشتہ دار کمشنری میرٹھ جو سرسید کے قدیم دوست تھے اُنکے رہنے کو ایک مکان خالی کردیا ۔ سرسید کی والدہ کو بھوک اور پیاس کی تکلیف سے صفرا کا بہت غلبہ ہوگیا تھا ۔ کوئی دوا یا غذا پچتی نہ تھی ۔ آخر کچھ دن بیمار رہکر یکم ربیع الثانی ۱۲۷۴ھ کو میرٹھ ہی مین انتقال کیا ۔ سرسید کہتے تھے کہ " اُنکے انتقال سے چند روز پہلے تمام کنبے کی عورتین اور مرد اور بچے جو مختلف مقامات مین تھے سب اُنکے پاس میرٹھ مین جمع ہوگئے تھے اسلیے وہ مرتے وقت بہت خوش تھین "

الغرض ۱۶- فروری ۱۸۵۸ء کو سکرٹری گورنمنٹ کی چٹھی مسٹر شکسپیر کے نام پہنچی کہ تم مع اردلی ضلع بجنور رڑکی کو روانہ ہوجاؤ ۔ اور رڑکی مین انتظام رُہیلکھنڈ کے لیے فوج کے لام باندھنے کا حکم بھیجا گیا ۔ چنانچہ مسٹر شکسپیر اس فوج کے ساتھ روانہ ہوگئے ۔ سرسید اور تمام عملہ جو وہان موجود تھا اور چند رئیسان ضلع بجنور سب اُنکے ہمراہ گئے ۔

بجنور سے انگریزون کے چلے جانیکے بعد جیسا کہ اوپر مذکور ہوا بہت لڑائیان اور خانہ جنگیان ہوئی تھین ۔ کبھی ہندوؤن نے مسلمانون پر حملے کیے اور کبھی مسلمانون نے ہندوون پر ۔ اور آخر کو محمود خان سب پر غالب آگیا تھا ۔ اسلیے کچھ ہندو رئیس نواب سے شکست کھاکر میرٹھ چلے آئے تھے اور کچھ نواب نے قید کرلیے تھے ۔ پس جب انگریزی فوج رڑکی مین پہنچ لی اور رُہیلکھنڈ پر چڑھائی کرنے کو

تیار ہوئی تو وہان یہ بحث پیش آئی کہ ضلع بجنور مین جو کہ روہیلکھنڈ کا سب سے پہلا ضلع ہے اور جہان سب سے پہلے فوج جانے والی ہے کون لوگ باغی تصور کیے جائین ؟ مسلمانون کی نسبت اُسوقت نہ تو حکّام ضلع کا خیال اچھا تھا اور نہ افسران فوج کا ۔ اور ہندو رئیس جنھون نے مسلمانون سے شکست پائی تھی اور جو اپنی باہمی خانہ جنگیون کو سرکار کی خیر خواہی کے لباس مین ظاہر کرنا چاہتے تھے اور اُنمین سے کسی قدر وہان موجود بھی تھے وہ یہ چاہتے تھے کہ جو لوگ مسلمانون کے اُن حملون مین شریک تھے جو اُنھون نے ہندو رئیسون پر کیے وہ سب باغی قرار دیے جائین ۔ اگر اُسوقت یہی فیصلہ ہوجاتا تو ضلع بجنور خاک سیاہ اور مسلمانون سے خالی ہوجاتا ۔

سر سید نے مسٹر شکسپیر اور بعض افسرانِ فوج سے اس باب مین گفتگو کی اور کہا کہ ”سرکار کے نزدیک باغی صرف وہی لوگ قرار پانے چاہییں جو اب سرکار سے مقابلہ کے ساتھ پیش آئین ۔ باقی جو لڑائیان اور فسادات رعایا نے ایک دوسرے سے کیے قانون کی رو سے اُنکی نسبت جو کچھ تجویز ہو سو ہو مگر اُنکی وجہ سے کسی کو سرکار کے مقابلہ مین باغی قرار نہین دیا جاسکتا ۔ میرے نزدیک بروقت داخل ہونے سرکاری فوج کے اگر کوئی مقابلہ نہ کرے اور سب لوگ مع نواب محمود خان کے حاضر ہوجائین تو ضلع بجنور کے کسی شخص کو باغی قرار دینا نہین چاہیے“ اس پر بہت بحث ہوئی اور آخر یہ بات قرار پاگئی کہ جو لوگ سرکاری فوج کے مقابلہ مین آئین وہی باغی قرار دیے جائین ۔ لیکن بدنصیبی سے اُسوقت نجیب آباد اور نگینے پر احمد اللہ خان اور ماڑے خان وغیرہ نے خفیف خفیف مقابلے کر کے ہزارون کو لڑائی مین قتل کرایا اور تمام ضلع کی طرف سے سرکاری افسرون کو بدظن کر دیا ۔

اگرچہ جو لوگ ضلع بجنور مین اپنی بغاوت کا پورا پورا ثبوت دے چکے تھے اور سرکار سے کھُلّم کھُلّا

بے وفائی کر چکے تھے سر سید نے اُنکی حمایت ہرگز نہین کی ۔ لیکن جو لوگ کسی مجبوری یا دباؤ کے سبب باغیون کے ساتھ ہو گئے تھے اور اسلیے مجرم ٹھیر گئے تھے ، یا جنھون نے آپس کی خانہ جنگیون مین کسی گروہ کا ساتھ دیا تھا مگر وہ کسی گروہ کو سرکار کے برخلاف نہین سمجھتے تھے ، یا جن لوگون نے سر سید کو ذاتی طور پر تکلیف پہنچائی تھی اور سرکار کے برخلاف کوئی کارروائی نہین کی تھی ۔ جہان تک ممکن ہوا اُنکی بریّت مین کوشش کی اور اُنکی صفائی کرائی ۔ ایک تحریر[1] مین جو نواب محسن الملک نے لکھوائی اور مولانا نذیر احمد نے جو خاص بجنور کے رئیس ہین اپنے قلم سے لکھی اور جو کہ گویا ان دونو نامور اور معزز شخصون کے خیالات کا مجموعہ ہے اُسمین سے ہم ذیل کا فقرہ نقل کرتے ہین ۔

"سید احمد خان کو سرکار انگریزی کی طرف سے ضلع بجنور کا نظم و نسق سپرد تھا ۔ اور وہان کے ہندو مسلمانون کی خانہ جنگیان یادگار غدر رہین ۔ اس عموم بی تمیزی مین خود سید احمد خان کے ساتھ بھی لوگ نہایت درجہ کی گستاخی اور بی توقیری سے پیش آئے اور قریب تھا کہ ہلاک کرین ۔ عَودِ تسلط کے بعد اُس ضلع کے تمام باشندون کی جان سید احمد خان کی مُٹھی مین تھی ۔ اگر اُنکے سے اختیارات کسی دوسرے کو ہوتے تو بجنور کے حصہ مین قیامت آگئی ہوتی ۔ مگر یہ معاملہ فہم ، منصف مزاج ، نرم دل ، نیک طینت آدمی اُسوقت بھی فرق کرتا تھا بغاوت اور خانہ جنگیون مین ، مخالفت اور جہالت مین ، حملہ اور حفاظت مین ۔ اور سید احمد خان کی بدولت بجنور ہی ایک ضلع تھا جو عواقب[2] و تبعات غدر سے محفوظ رہا"

[1] آنریبل حاجی اسمٰعیل خان نے سنہ ۱۸۹۸ء مین سر سید کی یادگار قائم کرنے کے لیے ایک خط نواب محسن الملک کے نام حیدرآباد بھیجا تھا اُس زمانہ مین محسن الملک بیمار تھے اُنھون نے شمس العلما مولوی نذیر احمد سے اسکا جواب لکھوا کر بھیجا تھا جو علیگڑھ گزٹ مین چھپ گیا تھا ۔ اس تحریر مین سر سید کی نسبت دونو کے خیالات مندرج ہین ۱۲

[2] عواقب و تبعات غدر سے وہ بدنتائج مراد ہین جو اکثر اضلاع ہندوستان مین انگریزی تسلط کے بعد باشندگان اضلاع کو بھگتنے پڑے ۔ کیونکہ بجنور مین سوا اُن لوگون کے جو باہم خانہ جنگیون مین یا سرکاری فوج کے مقابلہ مین مارے گئے ، فتح کے بعد فوراً بغاوت کے جرم مین سزایاب ہوے ۔ پھر بہت ہی کم لوگون سے تعرض کیا گیا ۱۲

سرسید کی رای جو اُسوقت عام رعایای ضلع بجنور کی نسبت تھی اور جس پر حکام ضلع کو پورا بھروسا تھا وہ تاریخ سرکشیِ بجنور مین اُنھون نے صاف صاف لکھدی ہے ۔ وہ لکھتے ہین کہ "ضلع کے لوگون کا میری رای مین یہ حال تھا کہ اُن لڑائیون مین نواب کے ساتھ ہوکر چودھریون سے لڑنے کو سرکار سے لڑنا یا برخلاف سرکار کے لڑائی کرنی نہین سمجھتے تھے ۔ سبکے خیال مین چودھریون کا اور نواب کا مقابلہ تھا جسمین گویا سرکار بیچ مین سے علحدہ تھی ۔ اور اِسمین بھی شک نہین کہ جو لوگ چودھری صاحبون کے ساتھ ان لڑائیون مین شریک تھے بلاشبہ اپنے تئین چودھری صاحبون کا حامی سمجھتے تھے سرکار انگریزی سب کے دلون سے الگ تھی" سرسید ہی کی رای کا یہ نتیجہ تھا کہ امن ہو جانے کے بعد ضلع کے عام باشندون سے بہت کم مواخذہ کیا گیا ۔

خدمات غدر کا صلہ

جو شخص سرسید کی طبیعت اور جبلت سے واقف ہوگا وہ اس بات کو بآسانی باور کریگا کہ جو کچھ غدر کے زمانہ مین گورنمنٹ کی خیرخواہی اور وفاداری اُنسے ظہور مین آئی وہ کسی خلعت یا انعام وغیرہ کی توقع پر مبنی نہ تھی ۔ وہ بڑا انعام اپنی خدمت کا یہی سمجھتے تھے کہ اُس نازک وقت مین اُنسے کوئی امر اخلاق اور شرافت اور اسلام کی ہدایت کے خلاف سرزد نہین ہوا مگر گورنمنٹ نے خود اُنکی خدمات کی قدر کی اور اُنکے صلہ مین ایک خلعت قیمتی ایک ہزار روپیہ کا اور دوسو روپیہ ماہوار کی پولٹکل پنشن دو نسلون تک مقرر کی ۔

میر صادق علی اور میر رستم علی رئیسان چاندپور ضلع بجنور کا تعلقہ۔ اس جرم مین کہ اُنکی عرضی بادشاہ دہلی کے دفتر سے برآمد ہوئی تھی ۔ سرکار نے ضبط کر لیا تھا ۔ اور جس طرح کہ دیگر خیرخواہان سرکار کو باغیون کی ضبط شدہ جائدادین دی گئی تھین ۔ مسٹر شکسپیر رپورٹ کرنی چاہتے تھے کہ منجملہ تعلقہ چاندپور کے ایک معقول جائداد سید احمد خان کو بعوض خدمات ایام غدر کے ملنی چاہیے ۔ مگر جب اُنھون نے

سر سید سے اس بات مین استمزاج لیا تو اُنھون نے اُسکے لینے سے انکار کیا اور کہا کہ میرا ارادہ ہندوستان مین رہنے کا نہین ہے ۔ مسٹر شکسپیر نے - اس قاعدہ کے موافق کہ کسی کو اُسکی نصف تنخواہ سے زیادہ پنشن نہین مل سکتی تھی - سر سید سے کہا کہ نقد پنشن بہت قلیل مقرر ہو گی ۔ اُنھون نے کہا جو کچھ سرکار عنایت کرے اُسکا احسان ہے ۔ مگر مجھکو یہ جائداد لینی ہرگز منظور نہین ۔ اس واقعہ کو اُسی تحریر مین جو نواب محسن الملک کی طرف سے مولانا نذیر احمد نے حیدر آباد مین لکھی تھی اسطرح بیان کیا ہے "سید احمد خان کو حسن خدمات غدر کے صلہ مین ضلع بجنور کے ایک بڑے مسلمان رئیس باغی کا بڑا بھاری علاقہ سرکار نے دینا تجویز کر لیا تھا ۔ مگر سید احمد خان نے صرف اسی وجہ سے اُسکے لینے سے انکار کیا کہ ایک مسلمان بھائی کے خون سے اپنی پیاس بجھانی اُنکو کسی طرح گوارا نہین ہو سکتی تھی ۔"

خود سر سید نے بھی اپنے ایک لکچر مین جو ۲۸ - دسمبر ۱۸۸۹ء کو ایجوکیشنل کانفرس کے جلسہ مین مدرستہ العلوم کے تاریخی حالات پر دیا تھا اس واقعہ کو بیان کیا ہے ۔ اُنھون نے کہا کہ "غدر مین جو حال انگریزون اور اُنکے بچون اور عورتون پر گذرا اور جو حال ہماری قوم کا ہوا اور نامی نامی خاندان برباد و تباہ ہوے ان دونو واقعات کا ذکر دل کو شق کرنے والا ہے ۔ غدر کے بعد نہ مجھکو اپنا گھر لٹنے کا رنج تھا نہ مال و اسباب کے تلف ہونے کا ۔ جو کچھ رنج تھا اپنی قوم کی بربادی کا اور ہندوستانیون کے ہاتھ سے جو کچھ انگریزون پر گذرا اُسکا رنج تھا ۔ جب ہمارے دوست مرحوم مسٹر شکسپیر نے - جنکی مصیبتون مین ہم اور ہماری مصیبتون مین وہ شریک تھے - بعوض اُس وفاداری کے تعلقہ جہان آباد جو سادات کے ایک نامی خاندان کی ملکیت اور لاکھ روپیہ سے زیادہ مالیت کا تھا مجھکو دینا چاہا تو میرے دل کو نہایت صدمہ پہنچا ۔ مین نے اپنے دل مین کہا کہ مجھسے زیادہ کوئی نالائق دنیا مین نہوگا کہ قوم پر تو یہ بربادی ہو اور مین اُنکی جائداد لیکر تعلقہ دار بنون ۔

مین نے اُسکے لینے سے انکار کیا ۔ اور کہا کہ میرا ارادہ ہندوستان مین رہنے کا نہین ہے[1] ۔ اور درحقیقت یہ بالکل سچ بات تھی ۔ مین اُسوقت ہرگز نہین سمجھتا تھا کہ قوم پھر پنپیگی اور کچھ عزت پائیگی اور جو حال اُسوقت قوم کا تھا مجھسے دیکھا نہین جاتا تھا ۔ چندروز ۔ مَین اسی خیال اور اسی غم مین رہا ۔ آپ یقین کیجیے کہ اس غم نے مجھے بڈھا کردیا اور میرے بال سفید کردیے ۔ جب مین مرادآباد مین آیا جو ایک بڑا عمدہ ہماری قوم کے رئیسون کی بربادی کا تھا اس غم کو کسی قدر اور ترقی ہوئی ۔ مگر اُسوقت یہ خیال پیدا ہوا کہ نہایت نامردی اور بے مروتی کی بات ہے کہ اپنی قوم کو اس تباہی کی حالت مین چھوڑکر مین خود کسی گوشۂ عافیت مین جا بیٹھون ۔ نہین ! اُسکی مصیبت مین شریک رہنا چاہیے اور جو مصیبت پڑے اُسکے دور کرنے مین ہمت باندھنی قومی فرض ہے ۔ مین نے ارادۂ ہجرت موقوف اور قومی ہمدردی کو پسند کیا ''

مرادآباد کی تبدیلی

اپریل ۱۸۵۸ء مین وہ بجنور سے صدر الصدوری کے عہدہ پر ترقی پاکر مرادآباد گئے ۔

اور ۱۸۵۹ء مین وہین جب کہ باغیون کی جائداد مضبطہ کے متعلق عذرداریان ہونے لگین اور اُنکی سماعت اور تحقیقات کے لیے ایک اسپیشل کمیشن بیٹھا ۔ اُسمین دو یورپین ممبر ایک کمشنر رہیلکھنڈ ، دوسرے جج مرادآباد ، اور ایک ہندوستانی ممبر یعنی سرسید مقرر ہوے ۔ چنانچہ دو برس تک وہ اپنے عہدہ کے علاوہ یہ کام بھی انجام دیتے رہے ۔

گورنمنٹ نے یہ نہایت دانائی کی تھی کہ اکثر اضلاع مین مضبطہ جائداد کی تحقیقات کے لیے جو اسپیشل کمیشن مقرر کیے گئے تھے اُنمین یورپین افسرون کے ساتھ ایک ایک ہندوستانی ممبر بھی شامل کردیا تھا ۔ کیونکہ جائدادین اکثر ادنے ادنے شبہہ پر ضبط ہوگئی تھین اور انگریزی حکام نیچرل طورپر

[1] غدر کے بعد سرسید کا ارادہ مصمم ہوگیا تھا کہ پنشن لیکر مصر مین جاکر سکونت اختیار کرین ۱۲

ہندوستانیون کی طرف سے عموماً بدگمان اور نہایت غیظ و غضب مین بھرے ہوے تھے۔ خصوصاً
ضلع مرادآباد پر گورنمنٹ کا سخت عتاب تھا۔ اور انگریز افسرون کا یہان اعتدال پر رہنا دشوار تھا۔
اگرچہ سرسید نے اپنی زبان سے کمیشن مذکور کی کارروائی کے متعلق کبھی ہمارے سامنے کچھ بیان نہین کیا
لیکن مرادآباد کے معتبر اشخاص سے سنا گیا ہے کہ سرسید کی شرکت کے سبب یہان کے کمیشن نے
عذرداریون کی تحقیقات نہایت اعتدال و انصاف کے ساتھ کی اور صوبہ شمال مغرب مین ضبط شدہ
جائدادین جسقدر ضلع مرادآباد مین واگذشت ہوئین ایسی کسی ضلع مین نہین ہوئین۔

ایک بہت بڑا فائدہ سرسید کے مرادآباد مین ہونے سے خاصکر مسلمانون کو یہ پہنچا کہ مولانا
عالم علی مرحوم رئیس مرادآباد - جو روہیلکھنڈ کے ایک مشہور عالم اور طبیب اور نامور محدث تھے۔
اُنھون نے چند یورپین عورتون اور بچون کو باغیون کے ظلم سے بچانے کے لیے اپنے مکان مین
چھپا لیا تھا۔ مگر اتفاق سے باغی سپاہیون کو خبر ہوگئی اور اُنھون نے مولویصاحب کے مکان
مین گھس کر اُن سب کو قتل کر ڈالا۔ مولانا موصوف اس خیال سے کہ یہ حادثہ عظیم اُنکے مکان
مین گذرا تھا اور اُنکا کوئی عزیز یا رشتہ دار اُن مظلومون کے ساتھ نہین مارا گیا تھا۔ سرکاری
تسلط کے وقت مرادآباد سے کہین چلے گئے تھے اور حکام ضلع کو اُنکی تلاش در پیش تھی۔ اور
اُنکی نسبت یہ گمان تھا کہ باغیون کے ساتھ اُنکی ضرور سازش تھی ورنہ اُنکے آدمی بھی مقتولون
کے ساتھ یقیناً مارے جاتے۔ مگر سرسید کو معلوم ہوگیا تھا کہ مولوی عالم علی محض بے قصور تھے اور
اُنھون نے نہایت نیک نیتی سے یورپین عورتون اور بچون کو اپنے گھر مین رکھا تھا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے
کہ باغیون کو مولوی صاحب سے کوئی وجہ عداوت کی نہ تھی کہ وہ اُنکو یا اُنکے رشتہ دارون کو بھی

مار ڈالتے۔ اور خود اُنمین اتنی طاقت نہ تھی کہ باغی سپاہ کا مقابلہ کرتے۔ چنانچہ سرسید نے مولوی صاحب کی بریّت کے لیے صاحب ضلع سے۔ باوجودیکہ وہ نہایت افروختہ تھے۔ بڑی دلیری کے ساتھ گفتگو کی اور یہ کہا کہ مین مولوی عالم علی کو آپ کے سامنے حاضر کرسکتا ہون لیکن جب تک کہ آپ یہ وعدہ نکرین کہ اُنسے کچھہ مواخذہ نہ کیا ئیگا اُسوقت تک مین اُنکے بلانے کی جرأت نہین کرسکتا۔ آخر صاحب ضلع نے اُنسے یہ وعدہ کرلیا کہ ہم ضابطہ کی تحقیقات تو ضرور کرینگے لیکن چونکہ تمھارے نزدیک وہ بے قصور ہین بعد ضابطہ کی کارروائی کے اُنکو بری کردیا جائیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سرسید نے مولوی صاحب کو بُلاکر عدالت مین پیش کردیا اور ضابطہ کی کارروائی کے بعد وہ بالکل بری کردیے گئے۔

تاریخ سرکشی بجنور

مراد آباد ہی مین آکر سرسید نے تاریخ سرکشی بجنور چھاپکر شایع کی۔ اس تاریخ مین مئی ۵۷ء سے لیکر اپریل ۵۸ء تک کے حالات اور واقعات غدر جو ضلع بجنور مین گذرے بقید تاریخ نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہین۔ تمام خط کتابت جو کہ وہ حکام ضلع کے ساتھ رُڑکی مین کرتے تھے، اور وہ تمام تحریرین جو اُنھون نے نواب محمود خان اور چودھریون کے نام، یا نواب اور چودھریون نے اُنکے نام، یا آپس مین ایک دوسرے کے نام بھیجین، اور اُسکے سوا اور بہت سی تحریرات جو اس معاملہ سے تعلق رکھتی تھین لفظ بہ لفظ اس کتاب مین درج ہین۔ اُنمین سے بہت سی تحریرین اور اکثر یادداشتین ایسی ہین جنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید ابتدا سے اخیر تک اس کتاب کے لیے مٹیریل جمع کرتے رہے تھے۔ ایسی حالت مین۔ جب کہ جانون کے لالے پڑے ہوے تھے، انگریزی عملداری بالکل اُٹھہ گئی تھی، لوگون کے گھر بار لٹ رہے تھے، اور خود سرسید نہایت خوف و ہراس کی حالت مین تھے۔ وہ ان کاغذات اور یادداشتون کو بحفاظت رکھتے جاتے تھے

اس سے دو باتین بخوبی ثابت ہوتی ہین ایک یہ کہ انگریزی عملداری کے پھر قائم ہو جانے کا اُنکو کامل یقین تھا۔ دوسرے یہ کہ ضلع کی اُس خوفناک حالت مین بدحواسی یا خوف و ہراس نے اُنکی طبیعت مین مطلق راہ نہین پائی۔

اس کتاب مین غدر کے زمانہ کے حالات جو ضلع بجنور سے متعلق تھے بلارو رعایت اور بے کم و کاست لکھے گئے ہین۔ جن مسلمانون نے باوجود متواتر فہمایشون اور نصیحتون اور تمام نشیب و فراز سمجھانے کے اور باوجود گورنمنٹ کے احسانات کے سرکار سے بیوفائی کی تھی اور اُس سے مقابلہ کے ساتھ پیش آئے تھے اُنکے حالات جون کے تون بیان کردیے ہین۔ اور باوجودیکہ ہندو چودھرون یا اُنکے ساتھیون کی طرف سے مسلمانون پر سخت ظلم اور زیادتیان ہوئی تھین اسپر بھی چونکہ وہ فی الواقع بغاوت کے الزام سے بری تھے اسلیے اس الزام سے اُنکی بریّت کی ہے۔ مگر جو کچھ اُنھون نے مسلمانون پر تشدد اور سختیان کی تھین اُنکو بھی اچھی طرح ظاہر کردیا ہے۔ غرض کہ واقعات کے بیان کرنے مین مذہبی یا قومی تعصبات کو مطلق دخل نہین دیا۔

مدرسہ مراد آباد

اسکے بعد اُنھون نے ۱۸۵۹ء مین ایک فارسی مدرسہ مرادآباد مین قائم کیا جہان اُس سے پہلے کوئی مدرسہ نہ تھا۔ کچھ دنون یہ مدرسہ بدستور اپنی حالت پر رہا مگر جب کماسٹریچی صاحب وہان کلکٹر ہو کر آئے اور اُنھون نے ایک تحصیلی مدرسہ قائم کیا اُسی تحصیلی مدرسہ مین اس فارسی مدرسہ کے طلبہ بھی داخل ہو گئے۔

رای دربارۂ تعلیم

اُنھین دنون مین اُنھون نے ایک رای تعلیم کے باب مین اُردو اور انگریزی دونو زبانون مین لکھکر شائع کی جسمین گورنمنٹ کے ورنیکلر سکولون پر سخت اعتراض تھا۔ اور ہندوستانیونکو

انگریزی زبان مین تعلیم دینے کا سرکار کو مشورہ دیا تھا۔ ہم اُس مضمون مین سے دو تین فقرے اس مقام پر نقل کرتے ہین۔

"گذشتہ چند سالون سے گورنمنٹ نے جو انتظام رعایای ہندوستان کی تعلیم کا کیا ہے سب سے اول اُسمین یہ بات قابل لحاظ کے ہے کہ آیا فی نفسہ وہ انتظام ایسا ہے یا نہین؟ کہ رعایا کا اُس سے ناراض ہونا اور خواہ نخواہ بدگمانی کرنا ضرور ہو۔ ہماری رای یہ ہے کہ بلاشبہہ ایسا ہی ہے۔ گورنمنٹ نے یہ خیال کیا کہ جب کسی قوم کی تربیت کا ارادہ کیا جائے تو جو اُس قوم کی زبان ہے اُسی مین اُسکی تربیت ہو تو بہت آسان ہوگی اور دوسری زبان کے لغت اور محاورے سیکھنے مین جو وقت ضایع ہوتا ہے وہ بچیگا۔ بظاہر اسکی نظیرین بھی موجود تھین کیونکہ تمام اہل یورپ اور اہل عرب نے اپنی ہی زبانون مین علم سیکھے ہین۔ مگر یہ رای غلط تھی۔ کل زبانون پر ایسا خیال کر لینا صحیح نہین ہے۔ بلکہ ہمکو چاہیے کہ اس بات پر بھی غور کرین کہ جس زبان مین ہم کسی قوم کی تعلیم چاہتے ہین آیا اُس زبان کی حالت ایسی ہے یا نہین کہ اُس زبان مین تعلیم کا ہونا ممکن ہو"

"ہمیشہ تعلیم سے یہ مقصود رہا ہے کہ انسان مین ایک ملکہ اور اُسکی عقل اور ذہن مین ایک جودت پیدا ہو تاکہ جو امور پیش آئین اُنکے سمجھنے کی، بُرائی بھلائی جاننے کی، اور عجائب قدرت الٰہی پر فکر کرنے کی اُسکو طاقت ہو۔ اُسکے اخلاق درست ہون۔ معاملات معاش کو نہایت صلاحیت سے انجام دے۔ اور امور معاد کیطرف غور کرے۔ گورنمنٹ کا یہ کہنا کہ "ہمکو اسقدر تربیت سے کچھ علاقہ نہین بلکہ ہم اُسی قدر تعلیم کے خواہان ہین جو امور معاش سے علاقہ رکھتی ہے اور جو منحصر ہے صرف جغرافیہ حساب و رہند سہ پر" نہایت بیجا ہے"

"سررشتہ تعلیم جو چند سال سے جاری ہے وہ تربیت کے لیے ناکافی ہی نہین بلکہ خراب کرنیوالا تربیتِ اہلِ ہند کا ہے اُردو زبان جسکے وسیلہ سے اکثر جگہ تعلیم جاری ہے اُسکی حالت ایسی نہین ہے جس سے تعلیم ہونا ممکن ہو۔

کیونکہ جس زبان مین ہم کسی قوم کی تعلیم کا ارادہ رکھتے ہین اُس زبان کی نسبت ہمکو اول یہ دیکھنا چاہیے کہ اُسمین علمی کتابین کافی موجود ہین یا نہین ؟ کیونکہ اگر یہ نہو تو تعلیم ممکن نہین ۔ دوسرے یہ کہ وہ زبان فی نفسہ اس قابل ہے یا نہین کہ اُسمین علمی کتابین تصنیف ہوسکین ؟ کیونکہ پہلی بات کا تو علاج ہوسکتا ہے مگر دوسری بات لاعلاج ہے ۔ تیسرے یہ کہ آیا وہ ایسی زبان ہے یا نہین کہ اُسمین علوم پڑھنے سے جودت طبع، حدت ذہن، سلامت فکر، ملکۂ عالی، قوت ناطقہ، پختگی تقریر، اور ترتیب دلائل کا سلیقہ پیدا ہوسکے ؟ ان تینون باتون مین سے اُردو زبان مین کوئی بات نہین ۔ پس گورنمنٹ پر واجب ہے کہ اس طریقہ تعلیم کو جو درحقیقت تربیت انسان کو خراب کرنیوالا اور خودبخود لوگون کے دلون مین بدگمانی پیدا کرنے والا ہے بالکل بدل دے ۔ اور اُس زبان مین تربیت جاری کرے جس سے تربیت کا جو اصلی نتیجہ ہے وہ حاصل ہو "

"میری صاف رائے ہے کہ اگر گورنمنٹ اپنی شرکت دیسی زبان مین تعلیم دینے سے بالکل اُٹھا دے اور صرف انگریزی مدرسہ اور اسکول جاری رکھے تو بلاشبہہ یہ بدگمانی جو رعایا کو گورنمنٹ کی طرف سے ہے جاتی رہے ۔ صاف صاف لوگ جان لین کہ سرکار - انگریزی زبان کے وسیلہ سے تربیت کرتی ہے ۔ اور انگریزی زبان بلاشبہہ ایسی ہے کہ انسان کی ہر قسم کی علمی ترقی اُسمین ہوسکتی ہے "

یہان ان فقرون کے نقل کرنے سے ہمارا صرف یہ مدعا ہے تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ انگریزی زبان کی تعلیم کو دیسی زبان کی تعلیم پر ترجیح دینے کی نسبت جو کچھ سرسید کی رای اس زمانہ مین تھی یہی رای اب سے ۳۶ برس پہلے تھی ۔ مگر ۳۶ برس کے تجربہ سے اُنکو اسقدر ضرور معلوم ہوا ہوگا کہ انگریزی زبان مین بھی ایسی تعلیم ہوسکتی ہے جو دیسی زبان کی تعلیم سے بھی زیادہ نکمی فضول اور اصلی لیاقت پیدا کرنے سے قاصر ہو ۔

مرادآباد ہی مین سر سیّد نے گورنمنٹ کی، ملک کی، اور خاصکر اپنی قوم کی وہ جلیل القدر خدمت انجام دی جو اُنکے اور بڑے بڑے کامون کی طرح ہمیشہ یادگار رہیگی۔ وہ بجنور مین مسلمانون کی تباہی اپنی آنکھ سے دیکھکر آئے تھے۔ جب مرادآباد مین پہنچے تو اُنکی تباہی و بربادی کا اور بھی زیادہ عبرت انگیز نقشہ اُنکی نظر سے گذرا جس سے ایک اور چوٹ اُنکے دل پر لگی۔ گورنمنٹ کا غصہ خاصکر مسلمانون کے حال پر بدستور چلا جاتا تھا۔ ہندوستانی خیر خواہیِ سرکار کی آڑ مین مسلمانون سے دل کھول کھولکر بدلے لے رہے تھے۔ اور اگلے پچھلے بُغض نکال رہے تھے مسلمانون کو مجرم قرار دینے کے لیے کوئی ثبوت درکار نہ تھا۔ اُنکا مسلمان ہونا ہی اُنکے مجرم ٹھیرانے کے لیے کافی تھا۔ مسلمانون کے ساتھ بے قاعدہ رعایت یا ہمدردی کرنا سرکاری عہدہ دارون کی قدرت سے باہر تھا۔ اسلیے سرسید اپنے منصب کے لحاظ سے کوئی سلوک اُنکے ساتھ نہین کر سکتے تھے۔ اگرچہ اُنکے مرادآباد مین آنے سے کسی قدر اُن ناگفتہ بہ بے اعتدالیون کا انسداد ہوا جو خاص مرادآباد مین بعض ناخدا ترس لوگ سرکار کی خیر خواہی کے پردہ مین کرتے تھے۔ کیونکہ حسن اتفاق سے اُنھین دنون مین اسٹریچی صاحب مرادآباد کے کلکٹر و مجسٹریٹ مقرر ہو گئے تھے اور اُنکو سرسید کی رائے اور مشورہ پر پورا اعتماد تھا۔ مگر سرسید اسی پر قانع نہ تھے۔ بلکہ وہ اس فکر مین تھے کہ انگریزون کے دل مین جو غلطی سے ایک عام بدگمانی تمام ہندوستان کے مسلمانونکی طرف سے پیدا ہو گئی ہے وہ کسطرح رفع کیجائے۔ زمانہ نہایت نازک تھا۔ خیالات ظاہر کرنے کی آزادی مطلق نہ تھی۔ مارشل لا کا دور دورہ تھا۔ اور حاکمون کی زبان ہی قانون تھی۔ جو شخص گورنمنٹ کا خیر خواہ اور وفادار تسلیم کر لیا گیا ہو اُسکو ایسا کام کرنا جس سے اچھے دل بُرے ہون اَور بھی زیادہ دشوار تھا۔ گورنمنٹ نے مسلمانون کو

اپنا مخالف خیال کرلیا تھا اور ایسا خیال کرنے کے اسباب پہلے ہی سے موجود تھے ۔ انگریز ہندوستانیوں کی عادت، طبیعت اور طرز خیالات سے ناواقف تھے ۔ ملک کی حکومت اُنھون نے مسلمانون سے لی تھی اور اُنھین کو وہ اپنا حریف اور سلطنت کا مدعی سمجھتے تھے ۔ اور بدقسمتی سے بقول سرسید کے بھُس بھری ہوئی مُردہ کھال دلّی مین موجود تھی ۔ مسلمانون کے مذہبی تعصبات کی شہرت تھی ۔ اور ان تمام باتون کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ انگریزون کی غلط فہمی کے شکار ہوجائین ۔

سرسید کو اس بات کا دل سے یقین تھا کہ انگریزون نے بغاوت کے سمجھنے مین غلطی کی ہے ۔ وہ کہتے تھے کہ انگریزون کا یہ سمجھنا۔ کہ غدر ایک ملکی بغاوت تھی اور اُسکی بنیاد انگلش گورنمنٹ کی حکومت اُٹھا دینے کے لیے کسی سازش پر تھی۔ محض غلط ہے ۔ اور اسی غلطی کا نتیجہ تھا کہ وہ ملک کے ساتھ اسطرح پیش آئے جیسے باغی ملک کے ساتھ پیش آنا چاہیے ۔ اُنکے نزدیک نہ یہ ملکی بغاوت تھی نہ کسی قسم کی سازش بلکہ صرف سپاہیون کی عدول حکمی تھی ۔ وہ بھی نہ بہ ارادۂ بغاوت کے بلکہ بسبب جہالت اور مذہبی توہمات کے ۔ چنانچہ سر ولیم کے نے بھی ۔ جو غدر کے بعد انڈیا اوفس مین انڈر سکرٹری تھے۔ نہایت انصاف سے اس ہنگامہ کو سیپائے وار سے تعبیر کیا ہے نہ ملکی بغاوت سے ۔ اور لارڈ لارنس نے بھی آخر کو یہی فیصلہ کیا کہ صرف کارتوس کے سبب سے سپاہیونکا ایک ہنگامہ تھا نہ کوئی عام سازش تھی نہ ملکی بغاوت۔

اسی بنا پر اُنھون نے مرادآباد مین آکر اسباب بغاوت ہند پر ایک رسالہ لکھا جسمین رعایا ے ہندوستان کو اور خاصکر مسلمانون کو جن پر سارا نچوڑ انگریزون کی بدگمانی کا تھا بغاوت کے الزام سے بری کیا ہے ۔ اور اُس خطرناک اور نازک وقت مین وہ تمام الزامات جو لوگون کے خیال مین گورنمنٹ پر عائد ہوتے تھے نہایت دلیری اور آزادی کے ساتھ پوست کندہ بیان کیے ہین ۔ اور جو

اسباب کہ عموماً انگریزون کے ذہن مین جاگزین تھے اُنکی تردید کی ہے اور اُنکو غلط بتایا ہے۔

یہ رسالہ غالباً اُنھون نے مراد آباد مین پہنچتے ہی لکھنا شروع کردیا تھا۔ اُسکے ختم ہونے کے بعد بغیر اسکے کہ اُسکا انگریزی مین ترجمہ کرائین اُردو ہی مین اُسکو مطبع مفصلیٹ گزٹ آگرہ مین چھپنے کو بھیجدیا۔ اور ۱۸۵۹ء مین اُسکی پانسو جلدین چھپ کر اُنکے پاس پہنچگئین۔ جب سرسید نے اُنکو پارلیمنٹ اور گورنمنٹ انڈیا مین بھیجنے کا ارادہ کیا تو اُنکے دوست مانع آئے۔ اور ماسٹر رام چندر کے چھوٹے بھائی رائے شنکرداس۔ جو اُسوقت مراد آباد مین منصف اور سرسید کے نہایت دوست تھے۔ اُنھون نے کہا کہ ان تمام کتابون کو جلادو اور ہرگز اپنی جان کو معرض خطر مین نہ ڈالو۔ سرسید نے کہا "مین ان باتون کو گورنمنٹ پر ظاہر کرنا ملک اور قوم اور خود گورنمنٹ کی خیرخواہی سمجھتا ہون۔ پس اگر ایک ایسے کام پر جو سلطنت اور رعایا دونو کے لیے مفید ہو مجھکو کچھ گزند بھی پہنچ جائے تو گوارا ہے۔ رائے شنکرداس نے جب سرسید کی آمادگی بہ درجۂ غایت دیکھی اور اُنکے سمجھانے کا کچھ اثر نہوا تو وہ آبدیدہ ہوکر خاموش ہو رہے۔ سرسید نے اول دو رکعتین بطور تفل کے ادا کین اور دعا مانگی اور اُسی وقت دو کم پانسو جلدون کا ایک پارسل ولایت کو روانہ کیا۔ اور ایک جلد گورنمنٹ انڈیا مین بھیجدی۔ اور ایک جلد اپنے پاس رکھلی۔

گورنمنٹ انڈیا مین جب یہ کتاب پہنچی اور انگریزی مین ترجمہ ہوکر کونسل مین پیش ہوئی تو لارڈ کیننگ گورنر جنرل اور سر بارٹل فریر نے جو کونسل مین ممبر تھے اُسکے مضمون کو محض خیرخواہی پر محمول کیا۔ مگر مسٹر سسل بیڈن نے جو اُسوقت فارن سکرٹیری تھے اُسکے خلاف بہت بڑی اسپیچ دی اور یہ رای ظاہر کی کہ "اس شخص نے نہایت باغیانہ مضمون لکھا ہے۔ اس سے حسب ضابطہ بازپرس ہونی چاہیے اور جواب لینا چاہیے۔ اور اگر کوئی معقول جواب نہ دے سکے تو سخت سزا دینی چاہیے" لیکن

چونکہ اور کوئی ممبر اُنکا ہم رائے نہ تھا اسلیے اُنکی اپسیچ سے کوئی مضر نتیجہ پیدا نہین ہوا۔

مگر ۱۸۶۰ء مین جب کہ لارڈ کیننگ نے فرخ آباد مین دربار کیا اور سر سید بھی اُس دربار مین بلائے گئے تو وہان ایک موقع پر مسٹر سسل بیڈن فارن سکرٹری گورنمنٹ انڈیا سے مُٹ بھیڑ ہوگئی۔ جب اُنکو معلوم ہوا کہ سید احمد خان یہی شخص ہے اور اسی نے اسباب بغاوت پر وہ مضمون لکھا ہے تو سر سید سے دوسرے روز علیحدہ ملکر اپنی نہایت رنجش ظاہر کی اور بہت دیر تک تلخ گفتگو ہوتی رہی۔ اُنھون نے کہا کہ "اگر تم گورنمنٹ کی خیرخواہی کے لیے یہ مضمون لکھتے تو ہرگز اُسکو چھپوا کر ملک مین شایع نہ کرتے۔ بلکہ صرف گورنمنٹ پر اپنے یا رعایا کے خیالات ظاہر کرتے"۔ سر سید نے کہا "مین نے اس کتاب کی کل پانسو جلدین چھپوائی تھین جنمین سے چند جلدین میرے پاس موجود ہین اور ایک گورنمنٹ مین بھیجی ہے اور کچھ کم پانسو جلدین ولایت روانہ کی ہین جنکی رسید میرے پاس موجود ہے۔ مین جانتا تھا کہ آج کل بسبب غیظ و غضب کے حاکمون کی رای صائب نہین رہی اور اسلیے وہ سیدھی باتون کو بھی اُلٹی سمجھتے ہین اسلیے جسطرح مین نے اُسکو ہندوستان مین شایع نہین کیا اسی طرح انگریزون کو بھی نہین دکھایا۔ صرف ایک کتاب گورنمنٹ مین بھیجی ہے۔ اگر اسکے سوا ایک جلد بھی کہین ہندوستان مین ملجائے تو مین فی جلد ایک ہزار روپیہ دونگا۔ مسٹر بیڈن کو اس بات کا یقین نہ آیا اور انھون نے کئی بار سر سید سے پوچھا کہ کیا فی الواقع اُسکا کوئی نسخہ ہندوستان مین شایع نہین ہوا؟ جب اُنکا اطمینان ہوگیا پھر اُنھون نے اُسکا کچھ ذکر نہین کیا۔ اور اُسکے بعد ہمیشہ سر سید کے دوست اور حامی و مددگار رہے۔

اس کتاب کے سرکاری طور پر متعدد ترجمے ہوے۔ انڈیا آفس مین اسکا ترجمہ ہوا اور اُسپر متعدد دفعہ بحثین ہوئین گورنمنٹ انڈیا مین بھی اُسکا ترجمہ کرایا گیا۔ پارلیمنٹ کے بعض ممبرون نے بھی اسکا ترجمہ کیا۔ مگر کوئی ترجمہ پبلک مین شائع نہین کیا گیا۔ لیکن اُسی زمانہ مین ایک مدبر حاکم نے

اشاعت کی نظر سے اُسکا ترجمہ کرنا شروع کیا تھا جسکو کرنل گریہم نے۔ جو سرسید کے بڑی دوست ہین۔ پورا کیا۔ اور ۱۸۷۳ء مین چھپکر شائع ہوا اس کتاب کی نسبت مدبران سلطنت وغیرہ کی رائین اور جو نتائج اُس سے پیدا ہوے وہ دوسرے حصہ مین لکھے جائینگے۔ چونکہ یہ رسالہ آج تک عام طور پر شایع نہین ہوا اور نہ امید ہے کہ آیندہ شایع ہو اسلیے ہمنے اُسکے مضامین کا خلاصہ بطور ضمیمہ کے کتاب کے آخر مین ملحق کر دیا ہے۔ کیونکہ جسقدر اس تحریر سے سرسید کا ایک عمدہ مدبر سلطنت اور ملک اور گورنمنٹ کا خیر خواہ ہونا ثابت ہوتا ہے اُس سے زیادہ گورنمنٹ کی حق پسندی، انصاف، اور فراخ حوصلگی کا ثبوت ملتا ہے۔ جسنے اُس غیظ و غضب اور ناراضی کے زمانہ مین نہایت ٹھنڈے دل سے اپنی شکایتون کو سنا، اُنپر غور کیا، اور جو شکایتین اور اعتراض صحیح معلوم ہوے اُنکا فوراً تدارک کیا۔

ملکۂ معظمہ کے اشتہار کا شکریہ مراد آباد مین

سرسید ابھی اپنی کتاب اسباب بغاوت ختم کرنے نہین پائے تھے کہ ملکۂ معظمہ کا اشتہار معافی اور امن و امان کا مشتہر ہوا۔ اس اشتہار کے مشتہر ہونے پر سرسید نے مرادآباد کے مسلمانون کو مطلع کیا کہ ملکۂ معظمہ کی اس عنایت و مہربانی کا شکریہ ادا کرنا لازم ہے۔ تمام مسلمانون نے بہت خوشی سے قبول کیا۔ اور اس غرض کے لیے سب کا ایک جگہ جمع ہونا قرار پایا۔ شہر کے متصل ایک مشہور درگاہ شاہ بلاقی صاحب کی ہے اس کام کے لیے وہ جگہ تجویز ہوئی۔ شہر کے مسلمانون نے آپس مین چندہ کیا اور ۲۸۔جولائی ۱۸۵۹ء کو قریب پندرہ ہزار مسلمانون کے وہان جمع ہوے۔ غریبون اور مسکینون کو عمدہ کھانا تقسیم کیا گیا۔ عصر کے وقت سب لوگون نے شاہ بلاقی صاحب کی مسجد مین نماز پڑھی۔ نمازیون کی اسقدر کثرت تھی کہ مسجد کے باہر میدان تک جماعتین کھڑی ہوئی تھین۔

نماز کے بعد سرسید نے صحن مسجد مین ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر اُردو زبان مین ایک مناجات پڑھی

جسمین نہ شاندار الفاظ ہین ، نہ رنگینی ہے ، نہ تصنع ہے ۔ محض سیدھے سادھے الفاظ اور بے ساختہ جملے ہین ۔ مگر اُسکے ہر جملہ اور ہر فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کی تباہی و بربادی نے اس شخص کے دل مین ایک عجیب بے چینی پیدا کر رکھی تھی جو کسی طرح کم نہوتی تھی بلکہ روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی ۔ اور گویا اس بات کی خبر دیتی تھی کہ وہ سر سید کو اخیر دم تک اس چٹیک سے خالی نہ رہنے دیگی ۔ ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُس مناجات کو بجنسہ اس مقام پر نقل کر دین کیونکہ اُسکے الفاظ سے سر سید کے دل کی اصلی کیفیت معلوم ہوتی ہے ۔

## مناجات

"اے خدا تو ہمارا حقیقی پروردگار ہے ۔ اے خدا اصلی بادشاہت اور حقیقی سلطنت تجھی کو سزاوار ہے ۔ اے خدا مالک الملک تو ہی ہے ۔ جسکو تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے ۔ جسکو تو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے ۔ اے خدا سارا عالم اور تمام مخلوقات کی جانین اور سب آدمیون کے دل تیرے ہاتھ مین ہین ۔ جس طرف تو چاہتا ہے اُنکو پھیرتا ہے اور جو تو چاہتا ہے سو کرتا ہے ۔ تیرا کوئی کام حکمت اور رحمت سے خالی نہین ۔ تیرے کام مین کسی کو چون و چرا کی قدرت نہین ۔ اے خدا ہم تیرے عاجز بندے سراسر تیرے گنہگار ہین ۔ اے خدا ہماری شامت اعمال نے ہمکو گناہ کے دریا مین سر تک ڈبو دیا ہے ۔ اے خدا ہم تیرے ہر وقت تقصیروار ہین ۔ جب تک تیری مدد نہو ایکدم گناہ سے پاک نہین رہ سکتے ۔ اے خدا تیرے سوا کوئی ہمارے گناہ بخشنے والا نہین ۔ اے خدا تیرے سوا ہم گناہ کے دریا مین ڈوبے ہوؤنکا کوئی ترانے والا نہین ۔ ہم نہایت عاجزی اور کمال انکسار سے اپنے گناہونکی معافی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تجھسے چاہتے ہین ۔ اے خدا تیرے غضب سے تیری رحمت سبقت لیگئی ہے ۔ اپنی رحمت کاملہ سے ہمارے گناہ معاف کر ۔ اے خدا جسطرح تیری حکمت سے میلا کپڑا میل سے پاک ہوتا ہے اسی طرح ہمکو

ہمارے گناہوں کی ناپاکی سے پاک کر۔ اے خدا اپنی بے انتہا رحمت سے ہمارے دل کو تمام برائیوں اور تمام ناپاک چیزوں سے جو دل کو ناپاک کرتی ہین صاف کر۔ اے خدا ہمارے دل کے گناہوں کو مٹا اور ہماری روح کو روح القدس کی تائید سے قوی کر۔ تیرے سوا ہمارا حقیقی ماوا اور اصلی ملجا اور کوئی نہین۔ آمین !

الہی ہمارے گناہ حد سے زیادہ ہو گئے تھے۔ الہی ہماری شامت اعمال کی کچھ انتہا نہین رہی تھی۔ اگرچہ ہم یقین کرتے ہین کہ ہر ایک کے اعمال کی سزا اور جزا کا ایک دن بیشک آنیوالا ہے جسکا تونے اپنے سچے نبیون کی کتابون مین وعدہ کیا ہے۔ اور اُس دن تیری رحمت اور تیرے فضل کے سوا کسی کا چھٹکارا نہین۔ کیونکہ تیرے آگے سب گنہگار ہین۔ مگر ان پچھلے دو برسون مین جو تیری نگاہِ قہر آلود تیرے عاجز بندون کے طرف ہوئی وہ بیشک ہماری شامت اعمال کا ظاہری نتیجہ تھا۔ الہی ہم اپنے گناہون سے توبہ کرتے ہین۔ الہی ہم اپنے گناہونکی تجھسے معافی چاہتے ہین۔ الہی تو ہمارے گناہ سب معاف کر۔ آمین !

الہی یہ پچھلا زمانہ تیری مخلوقات پر ایسا گذرا کہ انسان اور حیوان تمام چرند و پرند بلکہ شجر و حجر کسی کو چین اور آرام نہ تھا۔ کوئی شخص اپنی جان و مال و آبرو پر مطمئن نہ تھا۔ ان پچھلے فسادون نے زمین و آسمان کو گویا الٹ پلٹ کر دیا تھا۔ الہی تو نے اپنے فضل و کرم سے ان تمام فسادون اور آفتون کو دور کیا۔ الہی تونے پھر اپنے عاجز بندون پر رحم کیا اور جو امن و آسایش ان بدبخت برسون سے پہلے تونے اپنے بندون کو دی تھی پھر وہی امن و آسایش تونے اپنے بندون کو نصیب کی۔ الہی تیرے اس رحم کا ہم دل سے شکر ادا کرتے ہین۔ الہی تو ہمارے اس شکرانہ کو جو تیری درگاہ کے لائق نہین ہے اپنے فضل و کرم سے قبول کر۔ آمین !

الہی تیرا ایک بہت بڑا احسان اپنے بندون پر یہ ہے کہ اپنے بندون کو عادل اور منصف حاکمون کے سپرد کیے۔ سو برس تک تونے اپنے اُن بندون کو جنکو تونے خطۂ ہندوستان مین جگہ دی ہے اسی طرح عادل اور منصف

حاکمون کے ہاتھ مین ڈالا۔ پچھلے کم بخت برسون مین جو بسبب نہونے ان حاکمون کے ہماری شامت اعمال ہماری پیش آئی اب تونے اسکا عوض کیا۔ اور پھر وہی عادل اور منصف حاکم ہم پر مسلط کیے۔ تیرے اس احسان کا ہم دل سے شکر ادا کرتے ہین۔ تو اپنے فضل وکرم سے اُسکو قبول کر۔ آمین!

الہی جو بھلائی کہ تیرے بندہ کو کسی تیرے بندہ سے پہنچتی ہے وہ درحقیقت تیری ہی طرف سے ہے۔ اور اُس تیرے بندہ کا شکرادا کرنا درحقیقت تیرا ہی شکرادا کرنا ہے۔ سبکے دلون کا حال تجھپر روشن ہے کیونکہ تو دانای نہان وآشکارا ہے۔ اہل ہند جو اس اتفاقیہ آفت مین گرفتار ہوگئے تھے اُن پر رحم کرنا تونے ہی ہمارے حکام کے دل مین ڈالا۔ تیرے ہی القا سے کوئن وکٹوریا دام سلطنتہا نے پُررحم اشتہار معافی جاری کیا۔ ہم دل سے شکر ادا کرتے ہین اور اپنی جان سے ملکہ کو دعا دیتے ہین۔ الہی تو ہماری اس دعا کو قبول کر۔ آمین! الہی ہماری ملکہ وکٹوریا ہو اور جہان ہو۔ تمام اہل ہند ناظم کشور ہند وایسرای لارڈ کیننگ دام اقبالہ کا یہ رحم اور احسان کبھی دل سے نہ بھولینگے جسنے تمام اصل حالات فساد پر غور کرکر اس پُررحم اشتہار کے جاری ہونے کی صلاح دی اُسکی مستحکم رای کسی طرح اس معاملہ مین نہین ڈگمگائی جس سے تمام رعایا نے امن پایا۔ تمام اہل ہند اُسکے اس احسان کے بندے اور دل وجان سے اُسکو دعا دیتے ہین۔ الہی تو ہماری دعا قبول کر۔ آمین! الہی دنیا ہو اور ہمارا ویسرا لارڈ کیننگ ہو۔

الہی اہل ہند رحم کے اُس سے بہت زیادہ خواہشمند ہین جتنا ایک پیاسا نہایت گرمی کی شدت اور آفتاب کی تیزی اور دھوپ کی تپش اور ریتے کے جنگل مین پانی کی آرزو رکھتا ہے۔ جس حاکم کو دیکھتے ہین کہ اُسکی رحم کی نظر ہے اُسکو دل سے پیار کرتے ہین اور اُسکا دل سے شکرادا کرتے ہین۔ تمام اہل ہند جانتے ہین کہ اصل حالات فساد پر غور کرکر نہایت رحم کی نگاہ سے اہل ہند کو مسٹر ریڈ ممبر صدر بورڈ نے دیکھا ہے۔ اسلیے اُنکا شکرادا کرتے ہین اور دل سے اُنکو دعا دیتے ہین۔ الہی تو ہماری اس دعا کو قبول کر۔ ہمارا مسٹر ریڈ ہمیشہ سلامت رہے۔

اب ہماری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیشہ اپنے فضل وکرم سے امن وامان اور چین چان اور تمام رعایای ہندکو اطاعتِ گورنمنٹ سے سرخروئی دے ۔ اور ہمارے حکام اپنی رعایا اور خدا کے بندون پر مہربان رہین۔ آمین !

وصلے اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ‘‘

رسالہ لائل محمڈنز آف انڈیا کا اجرا

مراد آباد ہی مین سرسید نے خاصکر مسلمانون کی بھلائی کے لیے ایک اور مفید کام کی بنیاد ڈالی ۔ رسالۂ اسباب بغاوت جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اُنھون نے محض گورنمنٹ ہند اور پارلیمنٹ کی اطلاع کے لیے لکھا تھا ۔ چنانچہ ایک مدت تک اُسکے مضامین سے ہندوستان کے حکام اور افسر اور خود ہندوستان کے باشندے کیا ہندو اور کیا مسلمان مطلع نہین ہوے ۔ اور جو نتائج اُسپر مترتب ہوے وہ پارلیمنٹ کے مباحثون کے بعد آہستہ آہستہ بتدریج ظاہر ہوتے رہے ۔ اسلیے سرسید کے دل کی بے چینی اور درد مین کچھ افاقہ نہوا ۔ خصوصا اس وجہ سے ۔ کہ بغاوت پر جتنے آرٹکل ‘ رسالے ‘ اور کتابین انگریز لکھتے تھے اُنمین سے اکثر مین مسلمانون کے برخلاف رائین ظاہر کیجاتی تھین اُنکی بے چینی اور زیادہ ہوتی تھی ۔ مسلمانون پر کہین یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ اُنکو بالذات اپنے مذہب کے بموجب عیسائیون سے عداوت ہے ۔ کوئی یہ لکھتا تھا کہ شاہ نعمت اللہ ولی کی پیشین گوئی سے تمام مسلمانون کو یقین تھا کہ اب عیسائیون کی عملداری نہین رہنے کی ۔ اور سب سے بڑا اور عام الزام جو اُنپر عائد کیا جاتا تھا وہ یہ تھا کہ مسلمانون کے مذہب کی رو سے انگریزون پر جہاد کرنا واجب تھا ۔ اور اسی لیے مسلمان سب سے زیادہ بغاوت کے مرتکب ہوے ۔

برخلاف اسکے سرسید نے نہایت تحقیقات اور چھان بین سے بے شمار شہادتین اس بات کی بہم پہنچائی تھین کہ جسقدر گورنمنٹ کی خیرخواہی مین جانبازی اور جان نثاری کے کام مسلمانون سے

ظہور مین آئے وہ تمام ملک مین کسی قوم سے ظہور مین نہین آئے ۔ اور مذکورہ بالا تینون الزام جو مسلمانون پر لگائے جاتے تھے وہ فی الواقع انگریزون کی غلط فہمی پر مبنی تھے ۔ اسی بنا پر اُنھون نے ایک مبسوط کتاب لکھنے کا ارادہ کیا جو پارہ پارہ کرکے وقتاً فوقتاً اُردو اور انگریزی دونوزبانون مین چھپوائی جائے ۔ اور ہندوستان اور انگلستان دونو ملکون مین شایع کیجائے ۔

اس کتاب کا موضوع یہ قرار دیا تھا کہ اطراف ہندوستان مین جسقدر مسلمانون نے گورنمنٹ کی خیرخواہیان اور انگریزون کی حمایت کے لیے جانبازیان کی ہین اُنمین سے ہر شخص کا حال مفصل اور مشرح نہایت صحت کے ساتھ قلمبند کیا جائے ۔ اور ہر شخص کے متعلق گورنمنٹ ، حکام ، اور افسرون کی تمام چٹھیان اور سرٹیفکٹ بہم پہنچا کر اُسکی سرگذشت کی ذیل مین نقل کیجائین ۔ اور جو کچھ اُنکی خدمات کے صلہ مین گورنمنٹ نے جاگیر یا پنشن یا انعام یا خلعت وغیرہ عنایت کیا ہو وہ سب بیان کیا جائے

ظاہر ہے کہ ایسی کتاب لکھنے کے لیے بے انتہا سامان اور مٹیریل درکار تھا جسکا جمع کرنا دقّت سے خالی نہ تھا ۔ پھر اُردو سے انگریزی مین ترجمہ کرنے کی اجرت بھی اس زمانہ مین نہایت گران تھی ۔ اور ٹائپ کے چھاپہ کا خرچ بھی بہ نسبت پتھر کے چھاپہ کے بہت زیادہ تھا ۔ اسلیے سرسید نے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ جس خیرخواہ مسلمان کا حال جتنے صفحون پر چھپے اُسقدر صفحون کے چھاپہ وغیرہ کی لاگت وہی شخص ادا کرے ۔ مگر افسوس ہے کہ معدودے چند کے سوا کسی نے اس تدبیر کے پورا کرنے کی طرف توجہ نہ کی ۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف تین نمبر بقدر ۲۷۳ صفحہ کے چھپ کر رہگئے ۔ سنہ ۱۸۶۰ء مین یہ رسالہ جاری ہوا اور سنہ ۱۸۶۱ء مین بند ہوگیا ۔

پہلے نمبر کو اُنھون نے اس طرح شروع کیا ہے " سچ ہے انقلاب زمانہ ایک ایسا بڑا حادثہ ہے

کہ آدمی کو نہایت زبون و درماندہ کر دیتا ہے۔ ایسے وقت مین انسان کا فضل و کمال، عقل و ہنر، علم و عمل، کچھ کام نہین آتا۔ یہی وہ حادثہ ہے جس سے انسان کا پایلٹ ہو جاتا ہے۔ کوئی کام اُسکا اعتبار کے لائق نہین رہتا۔ کسی شخص کو اُسکی قدر و منزلت کا خیال نہین رہتا۔ جو کام انسان سے بُرا سرزد ہوتا ہے وہ تو بُرا ہی ہے مگر اس کمبخت وقت کا اقتضا یہ ہوتا ہے کہ اُسکا اچھا کام بھی بُرائی اور ظاہرداری پر محمول ہوتا ہے۔ ہر ایک قوم مین اچھے بُرے سب قسم کے آدمی ہوتے ہین۔ یہ جو ایک مثل مشہور ہے کہ "ایک مچھلی سارے جل کو گندا کرے" یہ خاص ایسے ہی بُرے وقت کے لیے کہی گئی ہے۔ اس کم بخت وقت کا یہ خاصہ ہے کہ اگر ایک آدمی بھی بُرا کام کرے تو ساری قوم کی قوم رسوا اور بدنام ہو جاتی ہے۔ گو اُسی قوم مین صدہا آدمیون نے اچھے کام کیے ہون مگر اُن خوبیون پر کسی کو خیال نہین ہوتا" "برخلاف اسکے جن لوگون پر یہ بدبختی کے دن نہین ہوتے اُنکا بُرا کام بھی آنکھون مین نہین کھٹکتا۔ اُنمین سے ہزارون نے کیسے ہی بُرے کام کیے ہون مگر اُنکی برائی پر کسی کو دھیان نہین ہوتا۔ یہ بدبختی کا زمانہ وہ ہے جو ۱۸۵۷ء و ۱۸۵۸ء مین ہندوستان کے مسلمانون پر گذرا۔ کوئی آفت ایسی نہین ہے جو اُس زمانہ مین ہوئی ہو۔ اور یہ نہ کہا گیا ہو کہ مسلمانون نے کی؛ گو وہ رام دین اور ماتا دین ہی نے کی ہو۔ کوئی بلا آسمان سے نہین چلی جسنے زمین پر پہنچنے سے پہلے مسلمانون کا گھر نہ ڈھونڈا ہو۔

ہر بلائے کز آسمان آید　　گرچہ بر دیگرے قضا باشد

بر زمین نارسیدہ می پُرسد　　خانۂ مسلمان کجا باشد

"اس گذشتہ زمانہ کے حالات پر مین نے بھی بہت غور کی۔ اور جو اصلی حالات مجھکو معلوم ہوے ہین اُنپر مین یقین رکھتا ہون۔ اور اسی سبب سے میرا دل خوش ہے کہ بالفعل جو ایک غوغا مسلمانون کی برائی اور مفسدہ اور بدذاتی کا چارون طرف پھیل رہا ہے یہ بالکل مٹ جائیگا۔ اگرچہ کچھ کچھ حالات فساد کے کھُلتے چلے ہین مگر روز بروز اور زیادہ کھُلتے جاوینگے۔ اور جب اصلی حال بالکل روشن ہو جائیگا تو جن لوگون کی زبانین مسلمانون کی نسبت دراز

ہو رہی ہین سب بند ہو جاوینگی ۔ اور تحقیق ہو جائیگا کہ ہندوستان مین اگر کوئی قوم مذہب کی روسے عیسائیون سے محبت اور اخلاص اور ارتباط اور یگانگت کرسکتی ہے تو مسلمان ہی کرسکتے ہین اور کوئی نہین ۔ مگر ان دنون مین جو میری نگاہ سے انگریزی اخبارات کثرت سے گذرے اور جو کتابین اس ہنگامہ کی بابت تصنیف ہوئین وہ بھی مین نے دیکھین تو ہر ایک مین یہی دیکھا کہ ہندوستان مین مفسد اور بدذات کوئی نہین مگر مسلمان ! مسلمان !! مسلمان ! کوئی کانٹون دار درخت اس زمانہ مین نہین اُگا جسکی نسبت یہ نہ کہا گیا ہو کہ اُسکا بیج مسلمانون نے بویا تھا ۔ اور کوئی آتشین بگولا نہین اُٹھا جو یہ نہ کہا گیا ہو کہ مسلمانون نے اُٹھایا تھا ۔ مگر مین اُسکے برخلاف سمجھتا ہون ۔ مین نہین دیکھتا کہ مسلمانون کے سوا ایسا اور کوئی ہو جسنے خالص سرکار کی خیرخواہی مین اپنی جان ، مال ، عزت ، آبرو ، کھوئی ہو ۔ زبانی بات چیت کی خیرخواہیان ملا دینے اور جھوٹے سچے ایک دو پرچے لکھ بھیجنے بہت آسان ہین مگر مسلمانون کے سوا وہ کون شخص ہے جسنے صرف سرکار کی خیرخواہی مین اپنی اور اپنے کنبے کی جان دی ہو ۔ اور ہر وقت ہاتھ پانو اور دل اور جان سے جان نثاری کو حاضر رہا ہو "

" جن مسلمانون نے سرکار کی نمک حرامی اور بدخواہی کی مین اُنکا طرفدار نہین ہون ۔ مین اُنسے بہت زیادہ ناراض ہون اور اُنکو حد سے زیادہ بُرا جانتا ہون ۔ کیونکہ یہ ہنگامہ ایسا تھا کہ مسلمانون کو اپنے مذہب کی بموجب عیسائیون کے ساتھ رہنا چاہیے تھا جو اہل کتاب اور ہمارے مذہبی بھائی بند ہین ۔ نبیون پر ایمان لائے ہین ۔ خدا کے دیے احکام اور خدا کی دی ہوئی کتاب اپنے پاس رکھتے ہین جسکا تصدیق کرنا اور جس پر ایمان لانا ہمارا عین ایمان ہے ۔ پس اس ہنگامہ مین جہان عیسائیون کا خون گرتا وہین مسلمانون کا بھی خون گرنا چاہیے تھا ۔ پھر جسنے ایسا نہین کیا اُسنے علاوہ نمک حرامی اور گورنمنٹ کی ناشکری کے ۔ جو کسی حال مین رعیت کو جائز نہ تھی ۔ اپنے مذہب کے بھی برخلاف کیا ۔ اسلیے بلاشبہہ وہ اس لائق ہین کہ زیادہ اُنسے ناراض ہوا جائے ۔

مگر عموماً اخباروں اور بغاوت کی کتابون مین جو رای اُنکی نسبت چھاپی جاتی ہے اُس مین اور میری رای مین اتنا فرق ہے کہ جو تمہید اور جو بنا اور جو منشا کہ وہ لوگ اُنکی نسبت لگاتے ہین مین اُنکو قبول نہین کرتا ۔ اور کچھ شک نہین کہ مین اپنی رای کو بہت درستی اور انصاف سے کام مین لایا ہون ،،

" اگرچہ چارون طرف سے مسلمانون پر یہ شور وغل ہو رہا ہے مگر مسلمانون کو کسی طرح رنجیدہ خاطر ہونا نہین چاہیے ۔ کیونکہ ہماری نہایت منصف اعلے گورنمنٹ مسلمانون کی طرف ہے ۔ ہماری گورنمنٹ نے اصلی حالات فساد پر خوبی غور کیا ہے اور یقین ہے کہ ہماری گورنمنٹ کی ہرگز یہ رای نہین ہے جو تم اخبارون یا بغاوت کی کتابون مین دیکھتے ہو ۔ پس جب کہ مسلمانون کی طرف خود گورنمنٹ ہے تو پھر اس شور و غوغا کا اُنکو کیا غم ہے ۔

نمیگویم درین گلشن گل و باغ و بہار از من بہار از یار و باغ از یار و گل از یار و یار از من

" ہم جو یہ بات لکھتے ہین کہ ہماری منصف گورنمنٹ مسلمانون کے ساتھ ہے اسکی بہت روشن دلیل یہ ہے کہ ہماری قدردان گورنمنٹ نے خیرخواہ مسلمانون کی کیسی قدر و منزلت اور عزت اور آبرو کی ہے ۔ انعام واکرام اور جاگیر اور پنشن سے نہال کر دیا ہے ۔ ترقی عہدہ اور افزونی مراتب سے سرفراز کیا ہے ۔ پھر کیا یہ ایسی بات نہین ہے کہ مسلمان نازان ہون اور دل و جان سے اپنی گورنمنٹ کے شکرگذار و ثناخوان رہین "

" مگر مین دیکھتا ہون کہ مسلمانون نے جو خیرخواہیان کین اُنکا ذکر اخبارون مین بہت کم چھپتا ہے ۔ اور بغاوت کی جو کتابین چھپی ہین اُنمین تو اسکا ذکر ہی نہین ۔ اسلیے مین نے ارادہ کیا ہے کہ مسلمان خیرخواہون کا تذکرہ اس رسالہ مین لکھنا شروع کرون ۔ اور جن مسلمانون نے علی الخصوص مسلمان ملازمان گورنمنٹ نے جو جو خیرخواہیان گورنمنٹ کی کی ہین اُنکا بیان جہان تک مجھکو معلوم ہے لکھون ۔ اور جو انعام واکرام ہماری منصف و قدردان گورنمنٹ نے بعوض اسکے مسلمانون کو دیے وہ سب بیان کرون ۔ تاکہ گورنمنٹ کی سخاوت اور منصفی

مگر عموماً اخبارون اور بغاوت کی کتابون مین جو رائے اُنکی نسبت چھاپی جاتی ہے اُس مین اور میری رای مین اتنا فرق ہے کہ جو تمہید اور جو بنا اور جو منشا کہ وہ لوگ اُنکی نسبت لگاتے ہین مین اُنکو قبول نہین کرتا ۔ اور کچھ شک نہین کہ مین اپنی رای کو بہت درستی اور انصاف سے کام مین لایا ہون ،،

"اگرچہ چارون طرف سے مسلمانون پر یہ شور و غل ہو رہا ہے مگر مسلمانون کو کسی طرح رنجیدہ خاطر ہونا نہین چاہیے ۔ کیونکہ ہماری نہایت منصف اعلےٰ گورنمنٹ مسلمانون کی طرف ہے ۔ ہماری گورنمنٹ نے اصلی حالات فساد پر بخوبی غور کیا ہے اور یقین ہے کہ ہماری گورنمنٹ کی ہرگز یہ رای نہین ہے جو تم اخبارون یا بغاوت کی کتابون مین دیکھتے ہو ۔ پس جب کہ مسلمانون کی طرف خود گورنمنٹ ہے تو پھر اس شور و غوغا کا اُنکو کیا غم ہے ۔

نمیگویم درین گلشن گل و باغ و بہار از من بہار از یار و باغ از یار و گل از یار و یار از من

"ہم جو یہ بات لکھتے ہین کہ ہماری منصف گورنمنٹ مسلمانون کے ساتھ ہے اسکی بہت روشن دلیل یہ ہے کہ ہماری قدردان گورنمنٹ نے خیرخواہ مسلمانون کی کیسی قدر و منزلت اور عزت اور آبرو کی ہے ۔ انعام و اکرام اور جاگیر اور پنشن سے نہال کر دیا ہے ۔ ترقی عہدہ اور افزونی مراتب سے سرفراز کیا ہے ۔ پھر کیا یہ ایسی بات نہین ہے کہ مسلمان نازان ہون اور دل و جان سے اپنی گورنمنٹ کے شکرگذار و ثناخوان رہین "

"مگر مین دیکھتا ہون کہ مسلمانون نے جو خیرخواہیان کین اُنکا ذکر اخبارون مین بہت کم چھپتا ہے ۔ اور بغاوت کی جو کتابین چھپی ہین اُنمین تو اسکا ذکر ہی نہین ۔ اسلیے مین نے ارادہ کیا ہے کہ مسلمان خیرخواہون کا تذکرہ اس رسالہ مین لکھنا شروع کرون ۔ اور جن مسلمانون نے علی الخصوص مسلمان ملازمان گورنمنٹ نے جو جو خیرخواہیان گورنمنٹ کی کی ہین اُنکا بیان جہان تک مجھکو معلوم ہے لکھون ۔ اور جو انعام و اکرام ہماری منصف و قدردان گورنمنٹ نے بعوض اسکے مسلمانون کو دیے وہ سب بیان کرون ۔ تاکہ گورنمنٹ کی سخاوت اور منصفی

اور قدر دانی زیادہ تر مشہور ہو۔ اور تمام مسلمان رعایا اپنے ہم قومون کے ساتھہ گورنمنٹ کی مروت اور سلوک اور رعایت اور قدر دانی دیکھکر اُسکی دل سے شکر گذار ہو۔ اور ہر ایک کو یہ حوصلہ پیدا ہو کہ جسطرح ہماری ہم قومون نے گورنمنٹ کی رفاقت سے عزت اور نیک نامی حاصل کی اُسی طرح ہم بھی حاصل کرین ۔ اور یہ بھی جان لین کہ ہماری گورنمنٹ ہمیشہ اپنی مطیع رعایا پر دل سے مہربان اور اُنکی قدر و منزلت کرنے کو تیار رہے "

"مگر چونکہ مسلمان خیرخواہ بہت کثرت سے ہین اور اُنکی رپوٹین بھی بہت لمبی لمبی ہین اسلیے اُن سب کا ایک کتاب مین جمع کرنا اور چھاپنا خالی از دقت نہ تھا اسواسطے یہ تجویز کی ہے کہ مناسب مناسب وقت پر چند لوگون کا حال مختصر مختصر رسالون مین چھاپا جائے "

"جو لوگ بسبب تعصب یا عدم واقفیت کے حالات ملکی سے ، یا جو اصول سیاستِ مُدن کے ہین اُنپر صحیح رائے نہ پہنچنے کے سبب میری رای کے برخلاف ہین وہ لوگ میری اس رای کو دیکھکر حب الوطنی کا الزام مجھپر لگائینگے ۔ ہان یہ بات تو مجبوری کی ہے کہ میری پیدایش ہندوستان مین ہوئی اور مین بلاشبہہ مسلمان ہون اور مسلمانون ہی کا ذکر خیر اس کتاب مین لکھتا ہون پھر نامنصفی سے جو کوئی چاہے یہ الزام مجھپر لگائے مگر جو لوگ انصاف دوست ہین وہ خیال کرینگے کہ اُن حالات و واقعات کی تحریر مین مَین نے کسی جگہ انصاف کو ہاتھہ سے نہین دیا ۔ جس مسلمان کی خیرخواہی کا ذکر لکھا ہے اُسکے ساتھہ بجنسہ حکام متعہد کی رپوٹین جو اُنکے حق مین ہوئین ، اور سارٹیفکٹ جو اُنکو دیے گئے ، اور گورنمنٹ سے جو انعام و اکرام اُنکو ملے ، وہ سب لفظاً بہ لفظ اسمین مندرج ہین جو میری اس تحریر پر گواہ عادل ہین اور تمام متعصبون کو الزام لگانے سے بند کرتے ہین "

اسکے بعد سر سید نے اول اس بات کا اقرار کیا ہے کہ میری خدمات بمقابلہ بڑے بڑے خیرخواہ مسلمانون کے کچھہ حقیقت نہین رکھتین اور اسلیے وہ ذکر کرنے کے قابل نہین ہین ۔ مگر صرف اس امید پر

کہ جو انگریز مسلمانون سے بدگمان ہین وہ مؤلف کو گورنمنٹ کا خیرخواہ سمجھکر ان تحریرات کو توجہ کے قابل سمجھین سب سے پہلے اپنا اور میر تراب علی اور ڈپٹی رحمت خانکا حال لکھا ہے اور تینون رسالون مین تقریباً سترہ یا اٹھارہ شخصون کا نہایت مفصل حال درج کیا ہے جنمین سے بعضے خود بھی مارے گئے اور اُنکے ساتھ دس دس بارہ بارہ آدمی اُنکے کُنبے کے بھی باغیون کے ہاتھ سے قتل ہوے۔ دوسرے رسالہ مین خیرخواہان سرکار کے ذکر کے علاوہ ایک لمبی بحث اُن تینون الزامون کے متعلق بھی کی ہے جو عموماً مسلمانون اور اُنکے مذہب پر لگائے جاتے تھے۔ اور قرآن حدیث اور فقہ کے حوالون سے نہایت صفائی کے ساتھ اُنکو غلط اور محض بے اصل و بے بنیاد ثابت کیا ہے۔ تیسرے رسالہ مین لانسلٹ اڈیسن نام ایک قدیم عیسائی مصنف کی کتاب سے۔ جو کہ اُسنے ۱۶۹۷ء مین اسلام کے ابتدائی حالات پر لکھی تھی۔ ایک عہدنامہ نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے عیسائیون کے ساتھ جو عہد و پیمان کیا تھا اُسمین اُنکی قوم کو تقریباً مسلمانون ہی کے برابر حقوق دیے تھے۔ اور مسلمانون کو تاکید کی تھی کہ اُسپر ہمیشہ کاربند رہین۔ ورنہ وہ خدا سے منحرف سمجھے جائینگے۔

افسوس ہے کہ یہ رسالے مسلمانون کی معمولی بے پروائی اور کم ہمتی سے صرف تین نمبرون سے آگے نہ چل سکے۔ اگر یہ تذکرہ مکمل ہوجاتا تو مسلمانون کے حق مین ایک نہایت مفید اور بکار آمد چیز ہوتی۔ اور اُن دعوون کا ایک عملی اور قطعی ثبوت ہوتا جنکے ثابت کرنے کے لیے اصول اسلام کے موافق دلیلین اور شہادتین پیش کرنے کی ضرورت ہوئی۔

تحقیق لفظ نصاریٰ

سرسید مرادآباد ہی مین تھے کہ اُنکو معلوم ہوا کہ بعض اضلاع مین مسلمانونکی بعض تحریرین ایام غدر کی ایسی پیش ہوئین جنمین انگریزون کو لفظ نصاریٰ سے تعبیر کیا تھا۔

حکام نے اس لفظ کو بھی بغاوت کا لفظ سمجھا۔ اور اُنکے لکھنے والون کو وہ سزائین دی گئین، جو انکی قسمت مین لکھی تھین۔ اُسوقت۔ جیسا کہ سرسید نے لکھا ہے۔ مسلمانون کی ہر ایک بات بُرے پہلو پر ڈھالی جاتی تھی۔ انگریزون نے جو بعض مسلمانون کی تحریرون مین اپنی نسبت نصاریٰ کا لفظ دیکھا تو انھون نے یہ خیال کیا کہ جسطرح یہودی حضرت عیسیٰ کو حقارت سے ناصری (یعنی قریۂ ناصرہ کا رہنے والا) کہتے تھے اسی طرح مسلمانون نے انگریزون کو نصاریٰ کے لفظ سے یاد کیا ہے۔

سرسید نے اس غلطی کے رفع کرنے کو فوراً ایک مختصر رسالہ تحقیق لفظ نصارے مین لکھا۔ اور اُسکو اُردو اور انگریزی مین چھپوا کر حکام اور گورنمنٹ کو اُسکے مضمون سے مطلع کیا۔ ہمکو اس کتاب کے لکھتے وقت وہ رسالہ دستیاب نہین ہوا۔ مگر جو کچھ سرسید نے زبانی بیان کیا اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ نصارے کا لفظ ناصرہ سے مشتق نہین بلکہ نصر سے مشتق ہے۔ اور مسلمان اس وجہ سے۔ کہ قرآن سے ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ اُسکو نصر سے مشتق سمجھتے ہین نہ ناصرہ سے۔ کیونکہ قرآن مین صاف آیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے کہا "مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ" تو حواریون نے کہا "نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ" اور اسی لیے حواریون کی پیروی کرنے والون اور عیسیٰ پر ایمان لانے والون کو اُسی صفت کے ساتھ۔ جسکی حواریون نے ہامی بھری تھی۔ موصوف کیا گیا ہے۔ اور اُنپر نصاریٰ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ قرآن مین کہین قریۂ ناصرہ کا ذکر نہین آیا۔ اور نہ کہین حضرت عیسیٰ کو ناصری کہا گیا ہے۔ اسکے سوا قرآن سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائی آنحضرتؐ کے زمانہ مین خود اپنے تئین نصارے کہتے تھے جیسا کہ

لہ غدر کے چند سال بعد دلی مین بھی ایک اسی قسم کا اشتباہ پیدا ہوا تھا دلی کالج کے ایک مسلمان پروفیسر نے ایک ایڈریس کے مسودہ مین عیسائی کی جگہ ترسا کا لفظ لکھدیا تھا جو فارسی مین راہب یعنی منک کو کہتے ہین کالج کے ایک یورپین افسر نے اسکو حقارت کا لفظ سمجھا اور نہایت ناراضی ظاہر کی اور اُس لفظ کو مسودہ مین سے کٹوا دیا ۱۲

سورۂ مائدہ کی اس آیت مین بیان ہوا ہے "وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى"

(یعنی اے محمد تو پائیگا اہل کتاب مین سب سے زیادہ مسلمانون کا دوست اُنکو جنکا قول ہے کہ ہم نصارے ہین)

جہان تک کہ معلوم ہوا ہے اس رسالہ کی اشاعت کے بعد پھر کسی سے اس لفظ پر مواخذہ نہین ہوا جا ہمنے سُنا ہے کہ جب یہ رسالہ شائع ہوا تو کسی انگریزی اخبار مین یہ لکھا گیا تھا کہ سید احمد خان کا بیان غلط ہے۔ کیونکہ کسی شخص کو نصارے کا لفظ لکھنے پر سزا نہین ہوئی۔ اسپر ایک معزز یورپین نے اُسکا جواب دیا اور یہ لکھا کہ خود ہمارے سامنے ایک شخص کو اسی جرم مین کانپور مین پھانسی دیگئی۔

صیغۂ انتظام قحط مرادآباد

۱۸۶۰ء مین جب کہ اضلاع شمال مغرب مین ایک عام قحط پڑا تھا اُس وقت سر سید مرادآباد ہی مین صدر الصدور تھے۔ مسٹر جان اسٹریچی نے جو اُسوقت وہان کلکٹر تھے۔ اپنے ضلع کے قحط کا انتظام سر سید کے سپرد کر دیا تھا۔ اس موقع پر قطع نظر لیاقت اور سلیقۂ انتظام کے جو انسانی ہمدردی سر سید سے ظہور مین آئی وہ ہندوستانیون کے لیے ایک عمدہ مثال ہے۔ سر سید کے ایک قدیم دوست خود مرادآباد کے رہنے والے جو اُسوقت وہان ملازم تھے اُنکا خیال ہے کہ سید احمد خان کو جو اسقدر عزت اور نیکنامی تمام ہندوستان مین حاصل ہوئی یہ اُسی بھلائی اور نیکی کا ثمرہ ہے جو قحط کے انتظام مین اُنسے ظاہر ہوئی۔

محتاج خانہ کے حسن انتظام کا یہ حال تھا کہ چودہ ہزار محتاجون کو گھنٹہ بھر مین کھانا تقسیم ہو جاتا تھا۔ بیمارون کے لیے شفاخانہ اور ڈاکٹر موجود تھا۔ بیمارون کو پرہیزی کھانا ملتا تھا۔ زچاؤن اور شیر خوار بچون کو دودھ یا کھیر ملتی تھی۔ مسلمانون کے لیے مسلمان اور ہندوؤن کے لیے ہندو کھانا پکاتے تھے۔ جو ہندو اپنے سوا کسی کے ہاتھ کا پکا ہوا نہین کھاتے تھے اُنکے لیے علٰحدہ چوکے بنے ہوے تھے۔

شہر کی پردہ نشین اور عزت دار عورتین جو محتاج خانہ مین نہین آسکتی تھین اُنکے پاس سوت کاتنے کے لیے آٹھ آٹھ آنہ فی اسم اور ایک ایک پٹاری روئی کے گالون کی میر محلون کی معرفت بھیجدی جاتی تھی جب سوت کتکر آجاتا تھا تو اور روئی اور کاتنے کی اجرت بھیجدیتے تھے۔ سرسید کے اِلہ آبادی دوست بیان کرتے ہین کہ اُس زمانہ کی عورتین جو ابتک جیتی ہین وہ سید احمد خان کو ابتک دعائین دیتی ہین۔

سرسید صبح شام دونون وقت بلاناغہ محتاج خانہ مین خود جاتے تھے۔ ایک ایک بیمار کو دیکھتے تھے۔ جن کنگلون کی صورت اور حالت آنکھ سے دیکھی نہ جا سکتی تھی، جنکے دست جاری تھے اور کپڑے بول و براز مین لتھڑے ہوئے ہوتے تھے، اُنکو سرسید خود اپنی گود مین اٹھا کر دوسری صاف جگہ احتیاط سے جا کر لٹا دیتے تھے۔ اُنکے کپڑے بدلواتے تھے، سر منڈواتے تھے، ہاتھ مونہ دھلواتے تھے، دوا پلواتے تھے، اور نہایت شفقت سے اُنکے ساتھ پیش آتے تھے۔ راجہ جیکشن داس صاحب سی اس آئی ای جو آخر کو سرسید کے نہایت گہرے دوست ہوگئے اُسوقت تک اُنسے ملاقات نہ تھی۔ اُنکا بیان ہے کہ "جب سرسید نے رسالہ" لائل محمڈنز آف انڈیا" نکالنا شروع کیا تو اُسکے بعض فقرون سے مجھے خیال ہوا کہ سید احمد خان نہایت متعصب آدمی ہین اور ہندؤن سے اُنکو کچھ ہمدردی نہین ہے۔ اُسوقت میرا مصمم ارادہ ہوگیا تھا کہ اسی طرح ایک رسالہ ہندو خیر خواہون کے تذکرہ مین نکالا جائے۔ اُنھین دنون مین میرا مراد آباد جانا ہوا۔ محتاج خانہ راہ مین پڑتا تھا۔ وہان سرسید سے مُٹ بھیڑ ہوگئی۔ مین نے اُن فقرون کا ذکر کیا جنسے اُنکے تعصب کا خیال پیدا ہوا تھا۔ اُنھون نے معذرت کی اور اپنی قلم کی لغزش کا اقرار کیا۔ خیر یہ تو ایک اخلاقی جواب تھا۔ مگر جس شفقت اور ہمدردی سے وہ اُسوقت ہر مذہب اور ہر قوم کے محتاجون کے ساتھ پیش آرہے تھے اُسکو دیکھکر میرا دل بالکل صاف ہوگیا۔ اور مجھے حیرت ہوگئی کہ یہ شخص کیسی پاک طبیعت کا آدمی ہے؟ وہ دن ہے اور آج کا دن اُنکے ساتھ میری محبت روز بروز

بڑھتی گئی اور اب جو کچھ میرا اور اُنکا معاملہ ہے وہ سب پر ظاہر ہے"

محتاج خانہ مین شام کا کھانا سب محتاجون کو دن چھپنے سے پہلے بٹ جاتا تھا۔ مگر جو بھلے مانس علانیہ محتاج خانہ مین آنے سے شرماتے تھے اُنکو عام اجازت تھی کہ رات کو اندھیرے مین آکر کھانا کھا جایا کرین۔ محتاجون کے کھانے کے لیے ہر ایک جنس عمدہ اول درجہ کی منگوائی جاتی تھی۔ کھانے کے سوا اُنکے لیے ضروری کپڑا بھی تیار کرایا جاتا تھا۔

باوجود ایسے اُجلے انتظام کے جسقدر رقم روپیہ ضلع مرادآباد مین خرچ ہوا ایسا کسی ضلع مین نہین ہوا۔ سبب یہ تھا کہ جتنے آدمی عورت اور مرد محتاج خانہ مین کام کے لائق تھے سب سے کام لیا جاتا تھا۔ بان اور رسّیان بٹتے تھے، سوت کاتتے تھے، سڑکون پر کام کرتے تھے، اور اور طرح طرح کے کام جو انسے ہو سکتے تھے کرتے تھے۔ اور اسطرح اُنکے کام کی اجرت سے ہر روز ایک رقم کثیر جمع ہو جاتی تھی جو محتاج خانہ مین صرف ہوتی تھی۔

محتاج خانہ کے علاوہ خود سرسید اپنی ذات سے اور نیز اُنکی نیک بی بی جو اُنسے بھی زیادہ خدا ترس تھین غریبون اور محتاجون کی خبرگیری کرتے تھے۔ اُنکے مکان پر ہر روز ایک دیگ سالن کی اور روٹیان محتاجون کو تقسیم ہوتی تھین۔

جب اس محتاج خانہ کی رپورٹ اسٹریچی صاحب نے گورنمنٹ مین بھیجی تو یہ انتظام ایسا پسند آیا کہ اور اضلاع کے حکام کو بھی ایسا ہی انتظام کرنے کی ہدایت ہوئی۔ اور اسٹریچی صاحب کا نہایت شکریہ اور تعریف کی گئی۔ مگر اسٹریچی صاحب نے صاف لکھ بھیجا کہ یہ تمام کارروائی سید احمد خان سب جج نے کی ہے۔ اگر شکریہ اور تعریف کا مستحق ہے تو سید احمد خان ہے۔

سرسید کو جب اسٹریچی صاحب نے قحط کا انتظام سپرد کیا تھا تو سرسید نے صاف کہدیا تھا کہ مین

اس شرط پر انتظام کرتا ہون کہ جتنے لاوارث بچے آئینگے اُنمین جتنے مسلمان ہونگے وہ مسلمانون کو اور جتنے ہندو ہونگے وہ ہندوؤن کو سپرد کیے جائینگے۔ چنانچہ اُنھون نے ایسا ہی کیا۔ جتنے لاوارث بچے آئے وہ ہندو مسلمانون کے سوا کسی مشنیری کو نہین لینے دیے۔ مگر حسب ہدایت اسٹریچی صاحب کے جو بچہ جسکے سپرد کرتے تھے اُس سے ایک اقرار نامہ لکھوا لیتے تھے کہ ہم اسکو لونڈی یا غلام نہین بنائینگے۔ ہوشیار ہونیکے بعد جہان اُسکا جی چاہے رہے اور جہان چاہے چلا جائے۔

لیکن ہنوز قحط کا انتظام ختم نہین ہونے پایا تھا کہ جان اسٹریچی مرادآباد سے بدل گئے۔ اور مسٹر پاور اُنکی جگہ آئے۔ مشنیریون نے اسٹریچی صاحب کے سامنے تو دم نہین مارا۔ مگر اُنکے جاتے ہی مسٹر پاور سے سرسید کی شکایت کی اور یہ چاہا کہ تمام لاوارث بچے جو ہندو مسلمانون کو دیے گئے ہین وہ واپس لیے جائین۔ اُس زمانہ مین مسٹر الگزنڈر شکسپیر جو سرسید کے نہایت دوست تھے مرادآباد مین جج تھے۔ اُنھون نے سرسید کو ہر چند سمجھایا کہ جتنے لڑکے اور لڑکیان خاص تمھارے سپرد کی گئی ہین وہ تمسے نہین لیجائینگی۔ مگر اَور لوگون پر اعتماد نہین ہو سکتا کہ وہ اُنکو لونڈی غلام نہ بنائینگے۔ مگر سرسید نے ہرگز نہ مانا اور یہ کہا کہ "مین نے اسی شرط پر قحط کا انتظام اپنے ذمہ لیا تھا کہ لاوارث بچے مشنیریون کو نہین دیے جائینگے۔ اور اسٹریچی صاحب گورنمنٹ مین رپورٹ کر چکے ہین کہ لاوارث بچون کا اسطرح بندوبست کیا گیا ہے۔ پس اسکے خلاف کیونکر ہو سکتا ہے۔ مجھے جسطرح یہ گوارا نہین کہ ایک سید کا بچہ مشنیریون کو دیا جائے اسی طرح یہ بھی گوارا نہین کہ ایک چمار کا بچہ اُنکو دیا جائے۔

مسٹر پاور کو جب سرسید کی ناراضی کا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے اس معاملہ پر غور کرنے کے لیے انگریزون اور ہندوستانیون کی ایک کمیٹی مقرر کی۔ چونکہ اُس زمانہ مین ہندوستانی حد سے زیادہ

ڈرے ہوے اور سہمے ہوے تھے اور انگریزون کے خلاف کوئی کچھ نہین کہہ سکتا تھا سر سید اور ایک دو اور ممبرون کے سوا تمام کمیٹی کا اتفاق ہوگیا کہ جتنے بچے ہندو مسلمانون کے سپرد کیے گئے ہین وہ واپس لیے جائین - کیونکہ اُنپر ہرگز اعتماد نہین کہ وہ اُنکو لونڈی غلام نہ بنائینگے - آخرکار کمیٹی کی یہ رپورٹ منظور ہوگئی اور تمام لاوارث بچے ہندو مسلمانون سے واپس لیکر مشنریونکو دلوا دیے گئے - سر سید کے ہان بھی پانچ چار لڑکے اور لڑکیان رہتی تھین - اور اُنکی بی بی اُنکو کمال شفقت سے رکھتی تھین - سر سید نے پہلے اس سے کہ کوئی اُنسے مانگنے آئے فوراً اُنکو کلکٹر کے پاس بھیجدیا - جاتے ہوے وہ بچے زار قطار روتے تھے اور ہرگز جانا نہین چاہتے تھے - مگر مجبور اُنکو بھیجنا پڑا -

سر سید کہتے تھے کہ اُسوقت میرا مصمم ارادہ ہوگیا تھا کہ جب کبھی موقع ملے تمام ہندو مسلمانون سے چندہ کرکے کسی صدر مقام مین ایک بہت بڑا یتیم خانہ قائم کیا جائے جہان ہندوستان کے لاوارث بچون کی پرورش ہو اور اُنکو تعلیم دیجائے - لیکن آخر کو یقین ہوگیا کہ جب تک ہندوستان مین تعلیم عام نہوگی ان خرابیون کا کلی انسداد کسی طرح نہین ہوسکتا -

تصحیح تاریخ فیروز شاہی

مراداباد ہی مین اُنھون نے تاریخ فیروز شاہی ضیای برنی کی تصحیح کی - ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کو اس نایاب کتاب کا چھاپنا منظور تھا - اُسنے سر سید سے تاریخ مذکور کا ایک صحیح نسخہ نقل کے واسطے طلب کیا تھا - انھون نے بہت جستجو سے اُسکا ایک نسخہ اسی غرض کے لیے خریدا - اور سوسائٹی سے وعدہ کرلیا کہ مین اپنا نسخہ صحیح کرکے بھیجونگا - چنانچہ اُسکی تصحیح کے لیے ایک نسخہ کتب خانہ شاہ دہلی کا ، دوسرا وہ نسخہ جو مسٹر الیٹ نے تاریخ ہندوستان لکھتے وقت بہم پہنچایا تھا ، تیسرا نسخہ مسٹر اڈورڈ ٹامس سے ، اور چوتھا بنارس سے بڑی تلاش

اور تجسس سے بہم پہنچاکر اپنی کتاب تصحیح کی جس سے یہ تاریخ ۱۸۶۲ء مین ایشیاٹک سوسائٹی نے چھاپ کر شایع کی ۔

یہ ایک نہایت معتبر اور مستند تاریخ ہے جسکا مصنف ضیاء الدین برن (یعنی بلند شہر) کا رہنے والا بہت بڑا فاضل اور راست بیانی مین ضرب المثل ہے ۔ سرسید نے اُسکی تصحیح کے وقت اسپر ایک دیباچہ بھی لکھا تھا جسمین - اُن تمام تاریخون کا جو شاہان ہند کے حال مین اس تاریخ سے پہلے ، اور خاص فیروز شاہ کے حال مین اسکے بعد لکھی گئی ہین ، اور نیز ضیاء الدین برنی کا حال درج ہے ۔ یہ دیباچہ سائنٹفک سوسائٹی اخبار کی پہلی جلد مین چھپا ہوا موجود ہے ۔

تبیین الکلام

۱۸۵۷ء سے پہلے - جب کہ دہلی و آگرہ وغیرہ مین مشنیریون کے کاروبار زیادہ پھیلنے لگے اور مسلمانون کے ساتھ اُنکے جابجا مباحثے ہونے لگے - اُسوقت سرسید کو بھی یہ خیال ہوا تھا کہ اسلام کی حمایت مین مشنیریون کے اعتراضات کے جواب لکھے جائین ۔ چنانچہ غدر سے پہلے بجنور مین اُنھون نے کچھ کچھ بطور یادداشت کے لکھا بھی تھا ۔ اور اپنے بھتیجے سید محمد احمد خان کو - جو اُسوقت صغیر سن تھے - جو کچھ لکھتے تھے بطور سبق کے پڑھاتے جاتے تھے ۔

دفعتہً غدر ہو گیا اور وہ تمام یادداشتین جاتی رہین ۔ غدر کے بعد جب اطمینان ہوا تو اس خیال نے دوسری صورت مین ظہور کیا - جسکا ذکر دوسرے حصہ مین کیا جائیگا ۔ مگر ساتھ ہی یہ ذہن مین آیا کہ اس کام کے لیے اول عیسائی مذہب ، اور بائبل کی حقیقت ، اور اُسکی تاریخ سے ، اور جو کچھ بائبل پر موافق یا مخالف لکھا گیا ہے اُس سے ، وقفیت حاصل کرنی ضرور ہے ۔ اُنکو یہ بھی خیال تھا کہ ابتک جسقدر مباحثے یا مناظرے ہندوستان مین پادریون کے ساتھ ہوے ہین وہ

بغیر ان تمام باتون کی واقفیت کے ہوے ہین ۔ اعجاز عیسوی وغیرہ مین جو تحریف لفظی ہونے کا دعوے کیا گیا تھا اس سے سرسید کو اختلاف تھا ۔ نسخ کے متعلق جو مسلمانون اور عیسائیون مین نزاع تھا اُسکو وہ محض نزاع لفظی سمجھتے تھے ۔ بہت سی باتین جو عیسائی لوگ بائبل سے اصول اسلام کے خلاف نکالتے تھے اُنکو سرسید عیسائیون کی غلط فہمی سے منسوب کرتے تھے ۔

لیکن ان تمام باتون کی تحقیقات اور تصفیہ کے لیے بہت کچھ سامان درکار تھا ۔ اتفاق سے اُنھین دنون مین غدر کے زمانہ کی چڑھی ہوئی تنخواہون کا ' اور جو اسباب بجنور مین لٹ گیا تھا اُسکے معاوضہ کا ' بہت سا روپیہ سرسید کو سرکار سے ملا ۔ اول اُنھون نے عیسائی مذہب کی تمام ضروری کتابین ' بائبل کی تفسیرین ' اور یونی ٹیرین مذہب کی کتابین ' خریدین ۔ اور نیز لامذہبون کی کتابین جو بائبل کے خلاف لکھی گئی تھین وہ بھی بہم پہنچائین ۔ ایک انگریزی خوان نوکر رکھا جو ان کتابون کے ضروری مقامات ترجمہ کرکے سُناتا تھا ۔ اور کتب احادیث و تفسیر وغیرہ سے سندین بہم پہنچانے کے لیے ایک عربی دان عالم کو نوکر رکھا ۔ اور بائبل کے متعلق جو عام واقفیت اور اطلاع مذکورہ بالا ذریعون سے حاصل ہوئی اُسکو اول دس مقدمون اور دو تتمون مین بیان کیا ۔ اسکے بعد بائبل کی تفسیر لکھنے اور قرآن و حدیث سے اُسکی تطبیق کرنے کا ارادہ کیا ۔ مطلب یہ تھا کہ اصول اسلام اور اصول اہل کتاب مین جہانتک ممکن ہو مطابقت ثابت کی جائے ۔ اور جہان جہان اختلاف پایا جائے وہان اختلاف کی وجہ بیان کی جائے ۔ اسلام کی نسبت جو بدگمانیان عیسائیون کو ہین وہ رفع کیجائین ۔ اور مسلمان جو موجودہ بائبل کو مطلقاً استناد کے قابل نہین سمجھتے اور اسمین تحریف لفظی کے قائل ہین اس غلطی کو دور کیا جائے ۔ اُنکو بائبل اور اُسکی تفسیرون وغیرہ کے مطالعہ سے اس بات کا یقین ہوگیا تھا

کہ بائبل کی تفسیر بالکل حدیث اور قرآن کے مطابق ہوسکتی ہے ۔

یہ کام نہایت مشکل تھا اور سلف مین کسی نے کبھی ایسا ارادہ نہین کیا تھا ۔ اگرچہ ہمین شک نہین کہ نہ کسی کو پہلے اس زمانہ کیسی ضرورتین پیش آئی تھین اور نہ اگلے زمانہ مین آج کل کا سا سامان اور مٹیریل میسر آسکتا تھا با اینہمہ یہ کام دشواریون سے خالی نہ تھا ۔ اُنھون نے صرف اس تفسیر کے چھاپنے کو کوئی ہزار روپیہ کا پریس رُڑکی سے منگوایا ۔ اور اُردو ٹائپ کے علاوہ عبرانی اور انگریزی ٹائپ کے حروف بھی منگوائے ۔ ابھی کام شروع ہونے نہین پایا تھا کہ اُنکی بدلی غازیپور کی ہوگئی ۔ وہ تمام سامان اپنے ساتھ غازی پور لے گئے ۔ اور وہان اس کام مین نہایت سرگرمی اور توجہ کے ساتھ مصروف ہوئے ۔

غازی پور مین اُنھون نے سالم نام ایک یہودی کو نوکر رکھا اور اُس سے عبرانی پڑھنی شروع کی ۔ غازی پور کے ضلع مین جو مولوی عنایت رسول صاحب چریاکوٹی ایک بہت بڑے عالم عربی اور عبرانی کے ہین اُنکی اعانت سے سرسید کے ارادہ کو اور بھی زیادہ تقویت ہوئی ۔ الغرض عہد عتیق مین سے کتاب پیدائش کے گیارھوین باب تک اور عہد جدید مین سے انجیل متی کے پانچوین باب تک تفسیر اُسی التزام کے ساتھ جسکا اُنھون نے ارادہ کیا تھا لکھی گئی ۔ اور ساتھ کے ساتھ چھپتی بھی گئی ۔ جو کچھ سرسید لکھتے تھے اُسکا ترجمہ انگریزی مین ایک یورپین ۔ جسکو سو روپیہ ماہوار تنخواہ دیتے تھے ۔ ہر روز دو گھنٹے کرتا تھا ۔ وہ ترجمہ بھی اُردو کے ساتھ چھپتا تھا ۔ ایک کالم مین عبرانی توریت کی عبارت عبری خط مین ، اور اُسکا اُردو ترجمہ اور انگریزی ترجمہ اُسکے نیچے لکھا جاتا تھا ۔ دوسرے کالم مین اُسی مضمون کی کوئی آیت قرآنی یا حدیث اور اُسکا ترجمہ اُردو اور انگریزی اُسکے نیچے لکھا جاتا تھا ۔ اسکے بعد تفسیر لکھی جاتی تھی ۔

اس کتاب مین تفسیر شروع کرنے سے پہلے سرسید نے دس مقدمے جنمین سے اکثر بہت طولانی ہین بڑی محنت اور تحقیق اور تلاش سے لکھے ہین ؛ جنمین مسلمانون اور عیسائیون دونو کے لیے نہایت عمدہ اور قیمتی اطلاعین مندرج ہین . یہ مقدمے درحقیقت تمہید ہین اُس مذہبی تنافر کے دور کرنے کی جو دونون قومون کے تعصب، لاعلمی، اور ایک دوسرے کے مذہب سے ناواقفیت کے سبب طرفین کے دلون مین روز بروز بڑھتا جاتا تھا . اور بمنزلۂ بنیاد کے ہین ایک ایسی تفسیر کے لیے جو بائبل پر اصول اسلام کے موافق لکھی جائے .

ان مقدمون مین دکھایا گیا ہے کہ اہل اسلام کے نزدیک بھی انبیا کا مبعوث ہونا ویسا ہی ضروری ہے جیسا اہل کتاب کے نزدیک ضروری ہے . اور اہل اسلام بھی تمام اگلے نبیون اور اُنکی کتابون اور صحیفون پر ایمان لانا ویسا ہی ضروریات دین سے سمجھتے ہین جیسے اہل کتاب سمجھتے ہین . یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ جن اگلی کتابون اور صحیفون کا ذکر قرآن مین آیا ہے یہی کتابین آنحضرت صلعم کے زمانہ مین موجود تھین . اور آج اُن کتابون کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کا عقلی معیار مسلمانون کے نزدیک بھی وہی امر قرار پا سکتا ہے جو عیسائیون کے ہان قرار پایا ہے . نیز محققین و اکابر اہل اسلام مثل امام اسمٰعیل بخاری، امام فخرالدین رازی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہم کے اقوال سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ جسطرح عیسائی کتب مقدسہ مین تحریف لفظی کے قائل نہین ہین اسی طرح محققین اہل اسلام بھی اُسکے قائل نہین ہین . اور جس قسم کی تحریف کو عیسائی محققون نے تسلیم کیا ہے صرف اسی قسم کی تحریف آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے کتب مقدسہ مین پائی جاتی ہے پھر جسقدر کوششین یہودی اور عیسائی عالمون اور بزرگون نے عہد عتیق اور عہد جدید کی حفاظت،

تنقید، اور تصحیح مین ابتدا سے آج تک کی ہین اُنکی تمام ہسٹری، اور جو نتایج اُن کوششون پر مترتب ہوے وہ مفصل بیان کیے ہین۔ پھر ترجمون کا حال اور یہ کہ اختلاف تراجم سے اصل بائیبل کا محرف ہونا لازم نہین آتا نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے۔ پھر نسخ کی بابت جو نزاع مسلمانون اور عیسائیون مین تھا اُسکو محض نزاع لفظی پر محمول کیا ہے۔ اور اسطرح اُس بون بعید کو جو علمای فریقین کے تعصب یا لاعلمی و ناواقفیت سے اسلام اور اصلی عیسائیت کے اصول مین پایا جاتا تھا اُسکو بہت کچھ رفع کیا ہے۔ اسکے بعد ایک دیباچہ عہد عتیق پر، اور دوسرا کتاب پیدایش پر لکھا ہے پھر تفسیر شروع کی ہے۔

یہ تفسیر اس لحاظ سے کہ اُسمین تحریف لفظی کا انکار کیا گیا تھا اور نیز اسلیے کہ سرسید سے پہلے کسی مسلمان نے اُسکے لکھنے پر توجہ نہین کی موجودہ علمای اسلام کے خلاف تھی۔ اور اس وجہ سے۔ کہ وہ اسلام اور خالص عیسائیت مین اتحاد ثابت کرتی تھی اور موجودہ عیسائیت کو جسکی بنیاد تثلیث، کفارہ، اور تکذیب خاتم النبیین ؑ پر ہے غلط ٹھیراتی ہے۔ عیسائیون کے برخلاف تھی۔ نیز اسکے لکھنے، ترتیب دینے، اور چھپوانے مین بے انتہا محنت اور روپیہ صرف ہوتا تھا؛ اور کتاب کے بکنے کی بالکل امید نہ تھی۔ ان وجوہات سے وہ آگے نہ چل سکی۔ اگرچہ اس بات کا افسوس ہے کہ یہ تفسیر پوری نہ ہوسکی اور سرسید کا ایک نہایت مفید اور ضروری کام ادھورا رہگیا مگر جو مقاصد اس تفسیر کے ذریعہ سے بیان کرنے منظور تھے اُنمین سے بعضے اہم اور ضروری مقصد خطبات احمدیہ مین کمال شرح وبسط کے ساتھ بیان ہوگئے ہین؛ جیسے انبیای سابقین کی پیشین گوئیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت، یا مسئلہ تعدد ازواج، یا مسئلہ طلاق وغیرہ،

عیسائیون کے ساتھ زبانی یا تحریری مباحثہ کرنے کا مخاصمانہ طریقہ۔ جو مسلمانون مین غدر سے پہلے جاری تھا۔ اُسکا نتیجہ اگرچہ ایک لحاظ سے مسلمانون کے حق مین بہت اچھا ہوا کہ مسلمان اور قومون کی طرح مشنیریون کے زیادہ شکار نہین ہوے؛ مگر عیسائیون کے دل مین اسلام کی طرف سے کوئی عمدہ خیال پیدا نہوا۔ وہ اسلام کو بدستور ظلم، خونریزی، تعصب، اور دیگر بُرائیون کا سرچشمہ سمجھتے رہے اور مسلمانون کو عیسائیون کا دشمن اور عیسائی قوم کی حکومت کا بدخواہ خیال کرتے رہے۔ پس جسطرح مسلمانون کو مشن کی زد سے بچانے کے لیے مناظرہ کا طریقہ جاری رکھنا ضرور تھا اسی طرح یہ بھی ضرور تھا کہ مناظرہ کے مخاصمانہ طریقہ کو چھوڑکر آشتی اور مصالحت کا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اور عیسائیون کو دکھایا جائے کہ دنیا مین اگر کوئی مذہب عیسائی مذہب کا دوست ہوسکتا ہے تو وہ صرف اسلام ہی ہوسکتا ہے اور بس۔ ظاہر ہے کہ اس مطلب کے حاصل ہونے کے لیے کوئی طریقہ اس سے بہتر نہ تھا کہ توریت اور انجیل کی تفسیر ایک مسلمان کے ہاتھ سے لکھی جائے اور جو امور فی الواقع دونو مذہبون مین مابہ الاجتماع یا مابہ الافتراق ہین اُنکو اپنی اپنی جگہ صاف طور پر بیان کیا جائے۔ اور اسطرح اُس بیگانگی اور وحشت کو جو دونون قومون کی غلط فہمی سے پیدا ہوگئی ہے رفع کیا جائے۔ سید احمد خان پہلے شخص ہین جنکے دل مین یہ خیال پیدا ہوا مگر چونکہ اُسکا پورا کرنا بغیر قوم کی تائید کے اُنکی طاقت اور بوتے سے باہر تھا اسلیے وہ اپنے منصوبہ کو پورا نکرسکے۔ مگر جو نمونہ اُنکے زبردست ہاتھون سے تیار ہوگیا ہے اُسکے موافق اُس تفسیر کا پورا کرنا اب ویسا مشکل نہین رہا جیسا ابتدا مین نظر آتا تھا۔

جان میولسن آرنلڈ نے اپنی کتاب قرآن اینڈ بائیبل مطبوعہ ۱۸۶۶ء مین سرسید کی

ایک چھٹی چھاپی ہے جو اُنھون نے اپنی تفسیر کی پہلی جلد کے متعلق مصنف موصوف کی چٹھی کے جواب مین اُنکے پاس بھیجی تھی. چونکہ اس چٹھی سے تفسیر مذکور کے لکھنے کا اصل منشا، اور اُسکی نسبت مسلمانون اور عیسائیون کے خیالات جو اُسوقت تھے، اور خود سر سید کا اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہنا، اور لوگون کی مخالفت کا کچھ خیال نہ کرنا، بخوبی واضح ہوتا ہے اسلیے یہان اُسکا نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا.

وہ جان میولسن ارنلڈ کو لکھتے ہین کہ "بے شک آپ کا خیال صحیح ہے کہ کسی مسلمان نے آج تک بائبل مقدس کی تفسیر نہین لکھی. خواہ کچھ ہی وجوہ ہون جنکی وجہ سے ہمارے آبا و اجداد نے اس کام کو نہین اُٹھایا مگر جو امر کہ موجودہ زمانہ کے ہندوستانی مسلمانون کو اس کام سے مانع رہا ہے اور بہت کچھ مانع رہا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان عیسائی مذہب کی کتابون کو ہمیشہ ایک بیکار اور لغو اور جھوٹے قصون کا مجموعہ سمجھتے اور یقین کرتے رہے ہین. اور اُنکے اس مضر یقین کو اکثر اوقات بعض پادریون کی ناعاقبت اندیشی اور بے سمجھی کے دلائل سے بہت قوت اور مدد ملی ہے ان دلائل سے بجز اسکے۔ کہ جانبین مین ناپسندیدہ جھگڑا اور تعصب اور مخالفت اور دشمنی پیدا ہو، اور دونو کے دل بُرے ہون۔ اور کوئی نتیجہ حاصل نہین ہوتا"

"جب کہ فریقین کی یہ حالت ہو تو آپ بہ آسانی خیال کر سکتے ہین اور نتیجہ نکال سکتے ہین کہ اگر کوئی مسلمان ایسی تصنیف کرے جسکا مقصد انجیل مقدس کی تفسیر لکھنا" اُسکی تائید کرنا، اور اُسکو آسمانی کتاب ماننا" ہو تو اُسکی حالت اور منزلت اُسکے ہم مذہب لوگون مین کیا ہوگی؟ بلاشبہہ اُس سے سب لوگ متنفر ہونگے اور اُسکو بُرا کہینگے. یہی حالت میری ہوئی. اس کام کے شروع مین میرے ساتھ بھی یہی برتاو ہوا. مگر مین نے اُنکی بے جا تضحیک، بے بنیاد دھمکیون، اور اسی قسم کی زیادتیون کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا. اور اُس بات کے

کسنے مین جسکو مین حق سمجھتا تھا کسی چیز سے اندیشہ نہین کیا ۔ جو انعام کہ مجھکو عیسائیون سے میرے کام کے آغاز مین علاوہ بھی اُس سے کم نہ تھا جو میرے ہم مذہبون نے مجھکو دیا ۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ میری تفسیر کا اول حصہ چھپنے کے بعد مسلمانون کو معلوم ہو گیا کہ جو کچھ مین انجیل کی تائید مین لکھتا تھا وہ خود قرآن پاک اور دیگر مستند کتابون کی بنا پر تھا ۔ بہت سے میری تعریف کرنے لگے اور انجیل مقدس پر اعتقاد رکھنے اور اُسکا ادب کرنے مین میرے ہم خیال ہو گئے ۔ اور بہت سے توہمات اور خیالاتِ فاسد جو اُنکو انجیل کی بابت مدتون سے تھے کم ہو گئے ۔ جیسا کہ آپ کو ذیل کے فقرات سے معلوم ہوگا جنکو مین ایک بڑے مولوی[1] کے خط سے جو میرے نام تھا نقل کرتا ہون وہ مین نے آپ کی تفسیر کو پڑھا ۔ اور مین برملا اقرار کرتا ہون کہ بلاشک وہ بے مثل کتاب ہے ۔ اور مذہب اسلام کی تائید اور حمایت کرتی ہے ۔ خدا کا شکر ہے اور بے حد شکر ہے کہ اس زمانہ مین آپ ایک ایسے شخص ہین جو راہ راست کی رہنمائی کرتے ہین ۔ آپ کی تصنیف ہر سہ شنبہ کو پڑھی جاتی ہے ۔ اور اُسکے قابل تعریف فقرون کے پڑھنے سے خدا کا شکر اور آپ کے واسطے دعا دل سے نکلتی ہے "

"بائبل مقدس مین بعض مقامات ایسے ہین جنکی وجہ سے مسلمان اُس سے بہت بداعتقاد ہو گئے ہین ۔ مثلاً ابراہیم علیہ السلام کی طرف مصر مین جھوٹ بولنے کی نسبت کرنا ؛ عیسائی مفسرون نے ان مقامات کی پوری تفسیر نہین لکھی ۔ لیکن مین برخلاف اُنکے کہتا ہون کہ خود بائبل سے ان فقرون کے یہ معنی نہین نکلتے جو عموماً مانے جاتے ہین ۔ اس بنا پر مجھکو امید ہے کہ میری تفسیر کا دوسرا حصہ چھپنے کے بعد مسلمانون کا تعصب بائبل کے ساتھ بہت کم ہو جائیگا"

"باایں ہمہ مجھکو یقین ہے کہ میری زندگی مین عام مسلمانون[2] کی گالیون اور نفرت سے مجھے نجات نہ ملیگی ۔ عیسائی بھی میری تفسیر سے خوش نہین ہو سکتے کیونکہ جسطرح مین انجیل کی تعلیم کو صحیح اور درست سمجھتا ہون اسیطرح

---

[1] غالباً یہ خط مولانا محمد فصیح مرحوم غازیپوری یا مولوی تراب علی صاحب مرحوم کا تھا ۱۲

[2] اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو کام سرسید نے اس تفسیر لکھنے کے بعد عام مسلمانون کے خیالات کے برخلاف کیے وہ سب پہلے ہی سے اُنکے مکنون خاطر تھے ۱۲

تثلیث کے مسئلہ کا قائل نہین ہون ۔ اسلیے کہ مین انجیل مین کہین اس مسئلہ کی تائید یا وجود نہین پاتا ہون ۔ مجھکو یقین ہے کہ مذہب اسلام صحیح ہے ۔ اور اُسکی صحت اور وجود دونو انجیل سے ثابت ہین ۔ اسلیے مجھے کچھ پروا نہین کہ مین کسی گروہ کے لوگون کو خواہ وہ مسلمان ہون یا عیسائی خوش کرون ۔ مین حق پر ہون ۔ اور اُس خدا کو خوش کرنا چاہتا ہون جسکے روبرو سب کو ایک دن جانا ہے ۔ البتہ میری یہ خواہش رہی ہے کہ مسلمان اور عیسائیون مین محبت پیدا ہو ۔ کیونکہ قرآن مجید کے موافق اگر کوئی فرقہ ہمارا دوست ہو سکتا ہے تو وہ عیسائی ہین ۔ میری یہ خواہش اُن چند رسالون کے پڑھنے سے آپ پر بخوبی ظاہر ہو جائیگی جو مین نے اس باب مین لکھے ہین ۔ اور جنکو اب آپ کی خدمت مین بھیجتا ہون ۔ مین نے آپکے نام اپنی تفسیر کا پہلا حصہ بھی روانہ کیا ہے جسکا قبول کرنا میری عزت افزائی کا باعث ہوگا ۔ دوسرا حصہ جب تیار ہو جائیگا آپ کی خدمت مین ارسال ہوگا "

"یقیناً مین بھی بائبل کا اتنا ہی طرفدار اور مؤید ہون جسقدر کہ آپ ہین ۔ میرا قصد ہے کہ مین ڈاکٹر کلنزو کے اعتراضات کا اپنی تفسیر کے مناسب حصون مین جب اُنکا موقع آئے جواب دون "

جان میولسن آرنلڈ سر سید کی یہ چٹھی اپنی کتاب مین نقل کر کے اُسپر یہ ریمارک کرتے ہین کہ "اگر یہ خیالات عام ہو جائین اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان کے مسلمانون مین پھیلتے جاتے ہین تو انکی وجہ سے وہ نہ صرف وفادار ہو جائینگے بلکہ رفتہ رفتہ وہ دشمنی جو اسلام کے پھیلنے سے قومون مین ہو گئی ہے دور ہو جائیگی ۔ یہ تفسیر جو انجیل کو بجاے لغو سمجھنے کے ۔ جیسا کہ ابتک خیال تھا ۔ واجب التعظیم بیان کرتی ہے ، اور اُسکا ثبوت خود قرآن سے دیتی ہے ، اس قابل ہے کہ اُسکا ترجمہ مسلمانون کی ہر زبان مین اور بالخصوص عربی مین ہو ۔ کیونکہ مسلمانون کے واسطے اس سے زیادہ مفید اور کوئی بات نہین ہو سکتی کہ وہ انجیل کو اُسی عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگین جس نگاہ سے کہ وہ قرآن کو دیکھتے ہین "

اسکے بعد جان میولسن ارنلڈ نے ایک ایسا فقرہ لکھا ہے جسپر بے اختیار ہنسی آتی ہے وہ فرماتے ہین کہ " اگر یہ کام مسلمانون ہی کے ہاتھ سے ہوجائے تو پھر عیسائیون کو یہ ثابت کرنا کچھ دشوار نہوگا کہ اگر انجیل صحیح ہے تو (نعوذباللہ) قرآن ضرور جھوٹ ہے " معلوم نہین کہ یہ نتیجہ اُنھون نے کہان سے نکالا ؟ اگر وہ ذرا غور اور امعان نظر کو کام فرماتے تو یہ نتیجہ ہرگز نہ نکالتے بلکہ یہ کہتے کہ اگر انجیل اور قرآن مین مطابقت ثابت ہوگئی تو مسلمانون کو یہ ثابت کرنا دشوار نہوگا کہ اگر انجیل صحیح ہے تو موجودہ عیسائی مذہب بالکل غلط اور انجیل کے برخلاف ہے ۔ سولہ برس کا عرصہ ہوا کہ مصر مین ایک عیسائی عالم نے ۔جسکا نام کرسٹوفر جبارہ ہے اور جو وہان کے مشہور عیسائی اخبار شہادۃ الحق کا اڈیٹر ہے ۔ مذاہب ثلاثہ یعنی یہودیت عیسائیت اور اسلام کی آسمانی کتابون پر غور کرکے یہ رای قرار دی تھی کہ فی الحقیقۃ تینون مذہبون اور تینون کتابون کی توفیق اور تطبیق ہوسکتی ہے اور انمین کوئی اصلی اور حقیقی اختلاف نہین ہے ۔ چنانچہ اُسنے اسی موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جسکا نام حق الادیان ووحدۃ الایمان فی التوراۃ والانجیل والقرآن ہے ۔ اس کتاب مین اُسنے تینون فرقون کے مذہبی عقائد مین توفیق و تطبیق کی ہے اور اُسکی رای ہے کہ عموماً اختلاف غلط فہمی سے ہوا ہے ۔ اُسنے اس کتاب مین یہ بھی لکھا ہے کہ تثلیت کا مسئلہ بائبل مین کہین نہین ہے ۔ اسلیے عیسائیون کی ہٹ دھرمی ہے کہ مسلمانون کے عمدہ عقیدۂ توحید کو نہ مانین ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن اور بائبل کی مطابقت کا پہلا نتیجہ یہ ہے کہ موجودہ عیسائی مذہب کا ۔جسکی بنیاد تثلیث پر ہے بالکل خاتمہ ہوجائے ۔

آج کل ایک اور اخبار موسوم بہ اتحاد اسلامی موسیو کلافیل ایک فرنچ بیرسٹر نے مصر مین جاری کیا ہے جسکا ایک کالم عربی مین اور دوسرا اُسی مضمون کا فرنچ مین ہوتا ہے اور جسکا

مقصد صرف یہ ہے کہ عیسائیون اور مسلمانون مین جو مذہبی یا پولٹکل غلط فہمیان مدت سے چلی آتی ہین اور جنھون نے اُنکے سوشل اور پولٹکل تعلقات مین تلخی پیدا کردی ہے اُنکو رفع کیا جائے۔ اور اسی لیے اُسنے اخبار مذکور ایسی دو زبانون مین شائع کیا ہے جو تقریباً دنیا کے تمام حصون مین کم و بیش بولی یا سمجھی جاتی ہین۔ پس جو ضرورت کہ اس فرانسیسی عالم کو اب محسوس ہوئی ہے اُسکو سرسید نے اب سے ۳۵ برس پہلے بخوبی ذہن نشین کرلیا تھا۔ اور یہ بات ایک ہندوستانی مسلمان نے۔ جسنے ایک قدیم اسلامی دار الخلافہ کی سوسائٹی مین نشوونما اور پُرانے اسکول مین تعلیم پائی ہو۔ کچھ کم تعجب انگیز نہین۔

فرانس کا مشہور اورنیٹلسٹ گارسن دتاسی جسنے اُردو لٹریچر کی تحقیقات مین عمر صرف کی تھی وہ ۱۸۶۳ء کے لکچر مین سرسید کی اس تفسیر کی نسبت لکھتا ہے "ایک نئی کتاب جسکی طرف مین توجہ دلاتا ہون وہ سید احمد خان کی تصنیف ہے جو زمانۂ حال کے ہندوستانی مصنفون مین سب سے زیادہ مشہور مصنف ہے۔ یہی وہ مصنف ہے جسکی کتاب آثار الصنادید کا مین نے پیرس کے ایشیاٹک جرنل مین ترجمہ کیا تھا۔ مین نے اس کتاب (یعنی تبیین الکلام) کے عنقریب چھپنے کے پہلے خبر دی تھی۔ اور اب مین خوشی سے اطلاع دیتا ہون کہ اسکا پہلا حصہ چھپ گیا ہے جسکی ایک کاپی میرے پاس موجود ہے جو مصنف نے مہربانی کرکے مجھے ہدیۃً بھیجی ہے۔ اس کتاب سے صرف یہی نہین پایا جاتا کہ سید احمد خان کو قرآن شریف اور ہماری کتب مقدسہ کا پورا پورا علم ہے بلکہ بہت سی ایشیائی تصنیفات اور طرفہ تر یہ کہ بہت سی یوروپین تصانیف سے اُنکو پوری پوری واقفیت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کو انھون نے غور و خوض کے ساتھ مطالعہ کیا ہے۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ اسقدر یوروپ کی تصانیف تک اُنکو کس طرح رسائی حاصل ہوئی۔ حقیقت مین یہ کتاب

وسیع علم کا نتیجہ ہے اور مین اپنے تئین مبارکباد دیتا ہون کہ یہ کتاب اُس زبان مین لکھی گئی ہے جسکا سکھانا میرا فرض ہے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ یہ پہلا ہی موقع ہے کہ کسی مسلمان نے نہ صرف اُردو مین بلکہ ایشیا کی کسی زبان مین اس موضوع پر ایسی مبسوط اور مکمل بحث کی ہو"

بی بی کا انتقال

۱۲۷۸ھ ہجری مطابق ۱۸۶۱ء مین سرسید کی بی بی کا انتقال مراد آباد ہی مین ہوگیا جنھون نے سید حامد اور سید محمود دو بیٹے اور ایک بیٹی صغیر سن چھوڑی تھی۔ اُس وقت سرسید کی عمر چوالیس برس کی تھی اور قوای جسمانی نہایت عمدہ تھے۔ اُنکے دوست نہایت اصرار کرتے تھے کہ دوسری شادی کرلو اور نیز تقاضای سن بھی یہی تھا مگر جو تعلق کہ اُنکو بی بی کے ساتھ اُنکی زندگی مین تھا اُسکے نباہ کا خیال اور صغیر سن اولاد کی پرورش کا خیال اور سب سے زیادہ وہ بڑے بڑے ارادے جنکی دُھن اُس زمانہ مین اُنکو لگی ہوئی تھی اس امر سے مانع رہے اور اپنی تمام باقی زندگی محض تجرد مین کمال عفت و پارسائی کے ساتھ گذاردی اور اپنے تمام قوٰی اور اپنی عمر کا افضل ترین حصّہ قومی خدمات کے لیے وقف کردیا۔

غازیپور مین [illegible] اور سائنٹفک سوسائٹی قائم کرنا

۱۲- مئی ۱۸۶۲ء کو سرسید کی تبدیلی مراد آباد سے غازیپور کو ہوگئی ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ انتظام قحط کے بعد اُنکو ایک بہت بڑا یتیم خانہ کھولنے کا خیال ہوا تھا اور قحط سے پہلے وہ متعدد تدبیرین ملک اور قوم کی بھلائی کی کرچکے تھے۔ مگر بہت جلد یہ سب خیالات اُنکے دل سے محو ہوگئے۔ اُنکو پختہ یقین ہوگیا کہ جب تک ہندوستان مین عام طور پر علم کی روشنی نہ پھیلیگی اُس وقت تک ہندوستانیون کی بھلائی کی تمام تدبیرین بیکار اور فضول ہین۔ باوجودیکہ وہ غازیپور مین سرکاری کامون کے علاوہ بہت سا وقت تبیین الکلام کی ترتیب اور اُسکے چھپوانے کے اہتمام مین

[1] یہ شخص پیرس کی یونیورسٹی مین اُردو لٹریچر کا پروفیسر تھا اور ہمیشہ اس سبجکٹ پر لکچر دیا کرتا تھا ۱۲

جو نہایت سخت کام تھا صرف کرتے تھے اُسی حالت مین اُنھون نے ایک اور تدبیر اپنے ہموطنون
کی بھلائی کی سوچی . اُنھون نے خیال کیا کہ ملک مین علوم جدیدہ کی عام اشاعت اُسوقت تک نہین ہوسکتی
جب تک کہ علمی کتابین دیسی زبان مین ترجمہ نہ کیجائین . اُنھون نے اس بات کو انگریزی تعلیم کے
پھیلانے سے بھی زیادہ ضروری اور مقدم سمجھا ؛ کیونکہ مسلمان انگریزی پڑھنے کو گناہ سمجھتے تھے
اور مسلمانون کے سوا اور قومون کے لیے بھی کوئی ایسی ترغیب نہ تھی جس سے وہ انگریزی تعلیم کی
طرف مائل ہون . تمام عدالتون مین دیسی زبان مروج تھی . اعلیٰ سے اعلےٰ عہدون کے لیے جو
اسوقت تک ہندوستانیون کو مل سکتے تھے مشرقی زبانون کی تعلیم کافی تھی . جن اعلےٰ عہدون
کے لیے انگریزی تعلیم کی ضرورت تھی اگرچہ ملکۂ معظمہ کے اشتہار مین اُنکے ملنے کی ہندوستانیون
کو امید دلائی گئی تھی مگر ابھی تک عملی طور پر اُن وعدون کا چندان ظہور نہ ہوا تھا .

سرسید کو یہ خیال ہوا کہ مسلمان جو انگریزی تعلیم سے نفرت اور وحشت کرتے ہین اور ہندو
جو انگریزی تعلیم کو محض نوکری کے لیے ضروری سمجھتے ہین - دونو کے دل مین انگریزی تعلیم کا نقش
جمانے کے لیے ضرور ہے کہ کچھ علمی اور تاریخی کتابین انگریزی سے اُردو مین ترجمہ کرائی جائین تاکہ
مغربی لٹریچر اور مغربی علوم کی وقعت اُنکے دل مین پیدا ہو . اسکے علاوہ اُنکا سب سے بڑا مقصد
یہ تھا کہ انگریزون اور ہندوستانیون مین میل جول اور ربط و اتحاد پیدا ہو جسکا نہ ہونا انگریزون
اور ہندوستانیون کے حق مین نہایت مضر ثابت ہو چکا تھا . اور یہ تمام مقصد بغیر اسکے - کہ ایک
علمی سوسائٹی قائم کیجائے جسکے ممبر انگریز اور ہندوستانی ہون اور جو سائنس اور انگلش لٹریچر
کی کتابین اُردو مین ترجمہ کرا سکے - کسی طرح حاصل نہین ہو سکتے تھے .

۱۸۶۳ء مین اُنھون نے ایک تحریر اس عنوان سے کہ "التماس بخدمت ساکنان ہندوستان درباب ترقی تعلیم اہل ہند" چھاپکر مشتہر کی جسکا خلاصۂ مضمون یہ تھا کہ ہندوستان مین علم کے پھیلانے اور ترقی دینے کے لیے ایک مجلس مقرر کرنی چاہیے جو اپنے قدیم مصنفون کی عمدہ کتابین اور انگریزی کی مفید کتابین اُردو مین ترجمہ کراکے چھاپے۔ اسکے بعد وہ عملی طور پر لوگون کو اِدھر مائل کرنے کی طرف متوجہ ہوے۔ غرض کہ اسی سنہ مین سائنٹفک سوسائٹی غازیپور مین قائم ہوگئی۔ تمام قواعد منضبط کیے گئے۔ ڈیوک اوف آرگائل جو اُسوقت وزیر ہند تھے اُنھون نے سوسائٹی کا پیٹرن ہونا منظور کیا۔ اور ڈریمنڈ صاحب لفٹننٹ گورنر شمال مغرب اور مکلوڈ صاحب لفٹننٹ گورنر پنجاب وائس پیٹرن قرار پائے۔ اور دور دراز صوبون کے بہت سے رئیس اور ذی عزت ہندو اور مسلمانون نے اُسکی ممبری قبول کی۔ اور غازی پور مین ترجمہ کا کام باقاعدہ طور پر شروع ہوگیا۔

سرسید نے۔ جو اس سوسائٹی کے آنریری سکرٹری قرار پائے تھے اور درحقیقت وہی اُسکا ہیولےٰ اور وہی اُسکی صورت تھے۔ سوسائٹی کے اغراض اور مقاصد مشتہر کرنے اور اُسکے ساتھ پبلک کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے کلکتہ کا سفر اختیار کیا۔ اور ۶۔ اکتوبر ۱۸۶۳ء کو مجلس مذاکرۂ علمیہ مین ایک لمبا لکچر فارسی زبان مین سوسائٹی کے مقاصد پر دیا جو کہ اُنکی اُردو اسپیچون اور لکچرون کے ساتھ چھپ گیا ہے اور کلکتہ سے آتے جاتے جس شہر مین اُنکا گذر ہوا وہان سوسائٹی کا چرچا کیا۔

غازی پور مین مدرسہ قائم کرنا

اسی سنہ مین اُنھون نے غازی پور مین ایک مدرسہ قائم کرنے کی فکر کی۔ اگرچہ ضلع غازی پور کے اکثر ہندو مسلمان رئیسون کی خود یہ خواہش تھی کہ غازی پور مین ایک مدرسہ قائم ہو لیکن اول تو کوئی شخص ایسا نہ تھا کہ مدرسہ کے انتظام اور حفاظتِ زرِ چندہ

کی طرف سے لوگون کو مطمئن کرے دوسرے مسلمان عموماً انگریزی کے نام سے بدکتے تھے۔ سرسید نے ان دونو مشکلون کو حل کیا اور تھوڑا تھوڑا چندہ جمع ہونے لگا۔ اس مدرسہ کی عمارت اور اُسکے قیام کے لیے اسّی ہزار کا تخمینہ ہوا تھا۔ جب چندہ کی مقدار سترہ ہزار تک پہنچ گئی تو اول مدرسہ کے لیے ایک مکان بننا تجویز ہوا اور ۱۸۶۴ء مین ایک عام مجمع مین جسمین ہندوستانی اور تمام ضلع کے حکام شریک تھے اُسکی بنیاد کا پتھر رکھا گیا اور تعمیر شروع ہو گئی۔

اس موقع پر سرسید نے ایک لمبی اسپیچ دی تھی جو اُنکی اسپیچون اور لکچرون کے ساتھ چھپ گئی ہے یہان ہم صرف وہ جملے جو بنیاد کا پتھر رکھے جانے کے بعد اُنکی زبان سے نکلے تھے نقل کرتے ہین

"اے خدا کے بندو خدا کی مناجات کرو۔ خدا کے نام کی مدح کرو۔ خدا کا نام اس دم سے ابد تک مبارک ہووے۔ آفتاب کے مطلع سے لیکر اُسکے مغرب تک خدا کا نام ممدوح ہو۔ ہمارا خدا غریبون کو خاک سے اُٹھا لیتا ہے۔ محتاجون کو کوڑے پر سے اٹھا کر بلند کرتا ہے۔ ہمکو اپنے خدا سے محبت رکھنی چاہیے۔ اُسنے ہماری آواز سنی۔ اُسنے ہماری غریبی و درماندگی پر نظر کی۔ سو جب تک ہم جیتے ہین ہمارا بدن اور ہماری جان اور ہمارا دل اور مرنے کے بعد ہماری روح خدا کی ستایش کریگی"

"اے خدا ہم مین روز بروز علم کی کمی اور جہالت کی تاریکی کی ترقی ہوتی جاتی تھی؛ تو نے ہمارے دلون کو پھیرا کہ ہم علم کی روشنی پھیلانے پر مستعد ہوے۔ بے شک سبکے دل تیری انگلیون مین ہین؛ جسطرف تو چاہتا ہے پھیر لیتا ہے۔ ہم سب تیرا شکر کرتے ہین کہ تو نے ہمارے دلون کو ایسے کامون کی طرف پھیرا جو صرف ہمارے ہی لیے مفید نہین بلکہ ہمارے بعد جو بہت سی نسلین آنے والی ہین اُنکے لیے ایک روشنی ہے۔ تیرے سوا کسی کا مقدور نہ تھا کہ ہمارے دلون کو جو تمام تر گناہون اور برائیون مین پھنسے ہوے ہین ایسے نیک کام کی طرف پھیرتا۔ اے خدا تو خوب جانتا ہے کہ یہ مدرسہ جسکا پتھر

آج ہمنے تیرے نام پر رکھا ہے تیری غریب مخلوق کے فائدہ کے لیے رکھا ہے ۔ تو اپنے فضل سے اپنے نام پر اسکو قبول کر اور جیسا کہ تو نے خوبی سے اُسکا آغاز کیا ہے اسیطرح بخیر اسکا انجام کر۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

یہ مدرسہ بھی مثل مدرستہ العلوم کے محض قومی چندہ سے سلف ہلپ کے اصول پر قائم کیا گیا تھا اور اُسکی ابتدائی کارروائیون سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکو ایک بڑا کالج بنانے کا ارادہ تھا ۔ راجہ ہر دیو نراین سنگھ اُسکے پیٹرن اور روزِٹر قرار دیے گئے تھے ۔ متعدد کمیٹیان اُسکے انتظام کے لیے قرار پائی تھین ۔ انگریزی اُردو فارسی عربی اور سنسکرت پانچ زبانون کی تعلیم کا اُسمین انتظام کیا گیا تھا ۔ اگر سر سید کا چند سال وہان اَور قیام ہوتا تو کچھ عجب نہین کہ وہ کالج کے درجہ تک پہنچ جاتا ۔ مگر اُسی سال یعنی ۱۸۶۴ء ہی مین اُنکی تبدیلی علیگڑھ کی ہوگئی ۔ با اینہمہ اُسکی بنیاد ایسے مستحکم اصول پر رکھی گئی تھی کہ وہ مدرسہ آج تک وکٹوریا اسکول کے نام سے غازی پور مین جاری ہے اور ہائی اسکول تک کی پڑھائی اُسمین برابر ہوتی ہے ۔

سائنٹفک سوسائٹی کا علیگڑھ مین آنا

۱۸۶۴ء مین سر سید غازیپور سے تبدیل ہو کر علیگڑھ مین ۔ جسکی عزت اور شہرت خدا تعالی نے اُنکی ذات سے وابستہ کی تھی ۔ آگئے ۔ چونکہ غازیپور مین سائنٹفک سوسائٹی کا اُنکی غیبت مین چلنا ناممکن تھا اسلیے سوسائٹی کا تمام سامان اور اسٹاف وہ اپنے ساتھ علیگڑھ مین لے آئے ۔ اور مسٹر ولیم جنکس بریلی جو اُس زمانہ مین علیگڑھ کے جج تھے سوسائٹی کے پریسیڈنٹ قرار پائے ۔ اُنکی توجہ سے سوسائٹی کے کاروبار کو نہایت ترقی ہوئی ۔ ہندوستانی اور یوروپین ممبرون کی تعداد بہت بڑھ گئی ۔ اور سوسائٹی کے لیے ایک مستقل مکان بننے کی تجویز ہوئی جو اسوقت تک ایک عالیشان عمارت دلکشا چمن اور وسیع احاطہ کی صورت مین موجود ہے اور تقریباً تیس ہزار کی

لاگت سے خاص سرسید کے اہتمام اور نگرانی مین تیار ہوا ہے ۔ اسکی بنیاد کا پتھر آنریبل ڈرمینڈ لفٹننٹ گورنر اضلاع شمال مغرب کے ہاتھ سے رکھوایا گیا تھا چنانچہ دو کتبے ہز آنر اور مسٹر برملی جج علیگڑھ کے نام کے اُسکے سب سے بڑے ہال مین ابتک لگے ہوے ہین ۔

۱۴- فروری ۱۸۶۶ء کو مسٹر ویلیمس کمشنر قسمت میرٹھ کے ہاتھ سے اُسکے افتتاح کی رسم ادا ہوئی۔ صاحب ممدوح نے افتتاح کے وقت جو تقریر کی تھی اُسکے چند جملے یہان نقل کیے جاتے ہین ۔ اُنھون نے کہا کہ "سید احمد خان کے اس کام کی عظمت مین مبالغہ کرنا فضول ہے ۔ تم سب صاحبون کو معلوم ہے کہ یہ اُنھین کا کام ہے اور وہی اس جلسہ کے بڑی ترقی دینے والے ہین اور اس عمدہ عمارت کے جسکے کھولنے کے لیے ہم سب جمع ہوے ہین وہی بانی ہین ۔ +++ اخیر کلام میرا یہ ہے کہ سید احمد خان نے جو محبت لوگون کے ساتھ ظاہر کی ہے سب کے دلون پر اُسکا اثر ضرور ہوگا ۔ خدا کرے کہ یہ انسٹیٹیوٹ اس بات کا سبب ہووے کہ ہم سب ہندوستانی اور انگریز ایسے بھلے کامون مین دل سے شریک ہوا کرین اور یہی سید احمد خان کی بڑی خواہش ہے ۔ پس آؤ ہم سب اُنکی مدد کرین اور اُنکا شکر بھی ادا کرین ۔ ای خدا ! اس انسٹیٹیوٹ کو سرسبز کر"

اس مکان مین ہر مہینے متعدد جلسے ہوتے تھے اور مختلف مضامین پر جنسے لوگون کو نئی نئی اطلاعین حاصل ہوتی تھین لکچر دیے جاتے تھے ۔ ڈاکٹر کلکلی ہر مہینے ایک لکچر نیچرل سائنس پر دیتے تھے اور علمی آلات سے جو کہ سوسائٹی مین موجود تھے حاضرین کو تجربے دکھاتے تھے ۔ مترجم، مولوی، پریسمین، چپراسی اور مالی وغیرہ تقریباً پانسو روپیہ ماہوار[1] کے تنخواہ دار سوسائٹی مین ملازم تھے ۔ چند برس کے عرصہ مین بہت سی مفید کتابین سوسائٹی نے انگریزی سے ترجمہ کرا کے چھابین مثلاً الفنسٹن کی

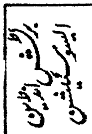
[1] عملۂ ترجمہ ۲۴۵ روپیہ ماہوار اور عملۂ مطبع ۲۳۴ روپیہ ماہوار پاتا تھا اور درستی و انتظام مکان سوسائٹی کے لیے ۱۸ روپیہ ماہوار مقرر تھا (سوسائٹی اخبار مورخۂ ۱۳- ستمبر ۱۸۶۷ء جلد ۲) ۱۲

تاریخ ہندوستان، رولن کی تاریخ مصر قدیم، تاریخ یونان قدیم، اسکاٹ برن کا رسالہ علم فلاحت، سینیر کا رسالہ سیاست مدن، سرجان میلکم کی تاریخ ایران، ریورنڈ ایکسوس کی تاریخ چین کا فارسی ترجمہ وغیرہ وغیرہ اسکے سوا اخبار بھی مدت تک بہت کثرت سے اس سوسائٹی مین آتے رہے چنانچہ ۱۸۶۶ء مین ۱۸- اخبار اور میگزین انگریزی اور ۲۶- اخبار اُردو، فارسی، عربی، اور سنسکرت کے ہندوستان اور ممالک غیر سے یہان آتے تھے۔

سرسید نے قطع نظر اپنی ذاتی کوشش اور محنت کے جسپر فی الحقیقۃ سوسائٹی کا دارومدار تھا اور علاوہ ڈونیشن اور سالانہ چندہ کے اَور طرح طرح سے سوسائٹی کو فائدہ پہنچایا۔ اپنا ذاتی پریس- جو اُنھون نے آٹھ ہزار روپیہ خرچ کر کے تبیین الکلام کے چھاپنے کو خریدا تھا اور سوسائٹی کی تمام روئدادین اور تمام انگریزی اور اُردو کاغذات ابتدا سے اسی پریس مین چھپتے تھے۔ جب تبیین الکلام کی چھپائی موقوف ہوگئی تو کل سامان پریس کا ایک عام جلسہ مین سوسائٹی کو مفت دیدیا۔ چنانچہ جارج ہنری لارنس نے جو اُس جلسہ مین چیرمین تھی سرسید کی نسبت یہ الفاظ کہے کہ "اگرچہ سوسائٹی سید احمد خان کی فیاضی کی پہلے ہی سے مقروض ہے مگر اب اُس احسان کو اس عالیشان عطیہ نے اور زیادہ کر دیا ہے" نواب سکندر بیگم صاحبہ مرحومہ رئیسۂ بھوپال نے جب یہ سُنا کہ سید احمد خان کی کوشش سے ہندوستانیون کی بھلائی کے لیے یہ سوسائٹی قائم ہوئی ہے تو جون ۱۸۶۶ء مین اُنھون نے بطور اظہار خوشنودی کے ایک الماس کی انگوٹھی قیمتی ایک ہزار روپیہ خاص سرسید کے واسطے بھیجی۔ سرسید نے جلسۂ عام مین وہ انگوٹھی سوسائٹی کے اخراجات کے لیے سوسائٹی کو دیدی۔ اسکے سوا اُنھون نے محض سوسائٹی کی امداد کے لیے فوجداری اور کلکٹری کے مختارون کو قانون پر لکچر دینا اختیار کیا اور جو فیس اُنسے وصول

ہوتی رہی وہ سوسائٹی کی نذر کرتے رہے ۔

۳۰ - دسمبر ۱۸۶۵ء کو اُنھون نے سوسائٹی کی طرف سے گورنمنٹ شمال مغرب مین یہ درخواست بھیجی کہ سوسائٹی کا ارادہ ہے کہ اضلاع شمال مغرب کے طریقہ کشتکاری پر کتابین تالیف کرے ۔ اگر گورنمنٹ کچھ سالانہ امداد کرتی رہے تو سوسائٹی اُسکے معاوضہ مین کتابین دیا کریگی ۔ اور کتابون کا تالیف کرنا سرسید نے خود اپنے ذمہ لیا ۔ چنانچہ گورنمنٹ نے اگسٹ ۱۸۶۶ء مین سوسائٹی سے پانسو روپیہ سالانہ کی کتابین خریدنی منظور کرلین ۔ مگر یہ کتابین لکھی نہین گئین صرف مضامین کی طولانی فہرست جو سرسید نے سوسائٹی مین پیش کی تھی وہ سوسائٹی اخبار کے پرچہ نمبر ۳۲ جلد اول مین درج ہے ۔ اس فہرست کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک نہایت مشکل کام تھا ۔ اور اگر سرسید اُسکے سرانجام کرنے مین مصروف ہوجاتے تو اُنکو مدت تک کسی اور کام کی فرصت نہ ملتی ۔




۱۰ - مئی ۱۸۶۶ء کو سرسید کی تحریک سے بہت سے رئیس ضلع علیگڑھ اور اُسکے نواح کے اور چند یورپین افسر سوسائٹی کے مکان مین جمع ہوے اور سرسید نے ایک لمبی اسپیچ کی جسکا ماحصل یہ تھا کہ ”ہندوستانیون کو گورنمنٹ سے اپنے حقوق حاصل کرنیکے لیے پارلیمنٹ سے تعلق پیدا کرنا چاہیے ۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی عملداری مین بڑی دقت ہندوستان کو یہ تھی کہ اُسکے تقریباً تمام معاملات صرف کورٹ اوف ڈائرکٹرز تک پہنچتے تھے اور پارلیمنٹ سے بہت ہی کم تصفیہ پاتے تھے ۔ مگر اب حکومت ہندوستان کی عنان ملکہ معظمہ نے اپنے ہاتھ مین لی ہے اور اب ہندوستان کے امورات کو زیادہ تر پارلیمنٹ سے تعلق رہیگا ۔ پس اس غرض کے لیے ۔ کہ پارلیمنٹ کے ممبر ہمارے حالات اور معاملات سے بخوبی واقفیت حاصل کرین ۔ ہمکو ایسی تدبیر کرنی چاہیے جس سے ہم اپنے صحیح حالات اور مناسب خواہشون سے اُنکو مطلع کرسکین ۔ اور جس طرح

اُن انگریزون نے جو ہندوستان مین رہتے ہین ایک ایسوسیئشن انگلستان مین قائم کرنی چاہی ہے اسی طرح ہم بھی تمام اضلاع شمال مغرب کی طرف سے ایک ایسوسیئشن اپنے ملک مین قائم کرین اور اُسکے ذریعہ سے اپنے تمام مطالب ورمقاصد گورنمنٹ اور پارلیمنٹ تک پہنچائین "

اس تجویز کو تمام حاضرین نے پسند کیا اور اُسی وقت نو معزز ہندو اور مسلمان اُسکے ممبر مقرر ہوئے اور اس جماعت کا نام "علیگڑھ برٹش انڈین ایسوسیئشن رکھا گیا"

اس ایسوسیئشن نے چند مفید کام جب تک کہ سرسید علیگڑھ مین رہے انجام دیے ۔ مدت تک اُسکی خط کتابت انگلستان کی ایسٹ انڈیا ایسوسیئشن کے ساتھ رہی ۔ اُسنے گورنمنٹ ہند کو ایک نہایت مفصل عرضداشت بھیجکر مسافران ریل کی اُن تکلیفون کے تدارک کی طرف متوجہ کیا جو ابتدا مین اُنکو حد سے زیادہ اُٹھانی پڑتی تھین ۔ چنانچہ اُس عرضداشت پر بہت سی شکایتین رفع کی گئین ۔ نیز اُسنے گورنمنٹ کو اسطرف توجہ دلائی کہ جس قانون کی رو سے کتابون کی روانگی کا محصول دو چند کیا گیا ہے اُس سے ہندوستان کی علمی ترقی کو صدمہ پہنچتا ہے اسلیے ایک آنہ فی دس تولہ محصول جو بُک پیکٹون پر لیا جاتا ہے بجاے اُسکے آدھ آنہ فی دس تولہ مقرر کیا جائے ۔ اسی طرح اور بعض مفید تحریکین اُسکی طرف سے ہوئین مگر ۱۸۶۷ء مین جب سرسید کی تبدیلی بنارس کو ہوگئی اُسی وقت اس ایسوسیئشن کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا ۔

تعلیم اضلاع شمال و مغربی مین رعایا کی شرکت

۱۸۶۶ء ہی مین سرسید کی تحریک سے زمینداران علیگڑھ نے ایک درخواست گورنمنٹ مین بھیجی کہ جب کہ علاوہ جمع مالگذاری کے ایک روپیہ واسطے خرچ تعلیم کے ہمسے لیا جاتا ہے تو قرین انصاف یہ ہے کہ تعلیم کے انتظام اور نگرانی اور اخراجات مین ہم لوگون کو بھی دخل دیا جائے

اور ہر ضلع مین ایک تعلیمی کمیٹی قائم ہو جسمین حکام ضلع اور افسران سر رشتہ تعلیم کے علاوہ ضلع کے رئیس اور زمیندار بھی شامل ہون ۔ نواب لفٹنٹ گورنر نے اول امتحاناً ضلع علیگڑھ اور اٹاوہ مین تعلیمی کمیٹیون کا مقرر ہونا منظور کیا ۔ اور آخرِ کار تمام اضلاعِ شمال مغرب مین تعلیمی کمیٹیان مقرر ہوگئین ۔

پھر جب معلوم ہوا کہ کمیٹیون مین ہندوستانی ممبرون کا عدم اور وجود برابر ہے اور یوروپین حاکمون اور افسرون کے سامنے وہ آزادی اور دلیری سے کہین اُنکے خلاف دم نہین مار سکتے تو ۱۸۷۲ء مین سر سید نے ایک یادداشت لکھی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ "جس غرض سے یہ کمیٹیان قائم ہوئی تھین وہ اُنکے قیام سے پوری نہین ہوئی ۔ کیونکہ یوروپین ممبر ہندوستانی ممبرون کو ایک مخالف فریق سمجھتے ہین جنکو شکست دینا وہ اپنا قدرتی حق جانتے ہین ۔ اور ہندوستانی ممبر کمیٹی مین اُن موم کی مورتون کی مانند معلوم ہوتے ہین جو میڈم ٹساڈ کی نمائشگاہ مین تھین "

اگرچہ ۱۸۷۷ء مین ایجوکیشنل کمیٹیون کے قواعد ترمیم ہوکر از سر نو جاری کیے گئے مگر چونکہ اُنسے بھی ہندوستانیون کی مداخلت کو کچھ وسعت نہ ہوئی تو سر سید نے ۱۸۸۲ء مین ایجوکیشن کمیشن کے سامنے اُن شکایتون کا پھر اعادہ کیا ۔ اور کہا کہ جن مقاصد کے واسطے ان کمیٹیون کے تقرر کی ضرورت تھی وہ حاصل نہ ہوئی ۔ اور اپنی راے کے موافق کمیشن مین بہت سی ایسی اصلاحین پیش کین جنسے ورنیکلر تعلیم کے موجودہ انتظام کی اصلاح کیجا سکے ۔

سائنٹفک سوسائٹی کا اخبار

۱۸۶۶ء ہی مین سر سید نے سائنٹفک سوسائٹی سے اخبار نکالا جو آخر کو علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کے نام سے اُنکے اخیر دم تک جاری رہا ۔ یہ اخبار پہلے ہفتہ وار نکلتا تھا پھر ہفتہ مین دو بار نکلنے لگا ۔ اس اخبار کا اڈیٹوریل اہتمام ابتدا سے اخیر تک سواے اُن ایام کے

جب کہ سرسید علیگڑھ مین نہین رہے اُنھین کے ہاتھ مین رہا ۔ گو ایک مدت سے بسبب اِسکے کہ مدرسہ کا کام حد سے زیادہ بڑھ گیا تھا اور سرسید کی تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا اُنکو اُسمین کسی بڑے آرٹکل کے لکھنے کا موقع کم ملتا تھا ۔ مگر تعلیم کے متعلق یا خاص اپنے کالج کے متعلق یا جب کبھی ملک یا قوم مین کوئی مُہتمّ بالشان واقعہ پیش آتا تھا ۔ وہ ہمیشہ اُسمین کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے ۔

اول اول سرسید زیادہ تر اُسمین پولٹکل معاملات پر مضامین اور نوٹ لکھتے تھے ؛ اسلیے اُسکی ابتدائی جلدون کو اُنکے پولٹکل ورکس کا ایک مجموعہ کہا جاسکتا ہے ۔ اس اخبار کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اُسکا ایک کالم انگریزی مین اور ایک اُردو مین ہوتا تھا اور بعض مضامین اُردو مین الگ اور انگریزی مین الگ چھاپے جاتے تھے ؛ اسلیے اُس سے انگریز اور ہندوستانی یکسان فائدہ اُٹھا سکتے تھے ۔ اُسکا خاص مقصد گورنمنٹ اور انگریزون کو ہندوستانیون کے حالات اور معاملات اور خیالات سے آگاہ کرنا اور ہندوستانیون کو انگریزی طرز حکومت سے آشنا کرنا اور اُنمین پولٹکل خیالات اور قابلیت اور مذاق پیدا کرنا تھا ۔ اُسکی ابتدائی جلدون کے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ انگریزی خیالات کو ہندوستانی لباس مین اور ہندوستانی خیالات کو انگریزی لباس مین ظاہر کر کے دونون قومون کو ملانا چاہتا ہے ۔ اگر ہمارا قیاس غلط نہو تو آج تک کوئی پرچہ ہندوستان مین اس اخبار کے سوا ایسا نہین نکلا جس سے یہ دونو مقصد پورے ہو سکین ۔

اسمین سوشل ، اخلاقی ، علمی اور پولٹکل ہر قسم کے مضامین برابر چھپتے تھے ۔ جب تک سرسید کی توجہ دوسری جانب مائل نہین ہوئی علاوہ اُن لیڈنگ آرٹکلون کے ۔ جو وہ خود لکھتے تھے ۔ انگریزی اخبارون سے عمدہ عمدہ آرٹکل جو معاملات ہندوستان سے علاقہ رکھتے تھے برابر ترجمہ ہو کر

اسمین چھاپے جاتے تھے۔ ہندوستان کے طریق معاشرت، یا تعلیم، یاکسی علمی یا تاریخی تحقیقات کے متعلق جتنے لکچر سوسائٹی مین دیے جاتے تھے وہ سب اسکے ذریعہ سے شائع ہوتے تھے۔

اگرچہ یہ اخبار ملک کی سوشل اصلاح کا ہمیشہ ایک عمدہ آلہ رہا ہے اور اول اول کئی سال تک جسقدر زمانۂ حال کی نئی اطلاعین اسکی بدولت ہندوستانیون کو حاصل ہوتی رہی ہین اُنکے لحاظ سے یہ کہنا کچھ مبالغہ نہین ہے کہ کم سے کم شمالی ہندوستان مین عام خیالات کی تبدیلی اور معلومات کی ترقی اسی پرچہ کے اجرا سے شروع ہوئی ہے۔ مگر اسکے ساتھ ہی پولٹکل معاملات مین جو وقعت اور اعتبار اس پرچہ نے گورنمنٹ اور حکام کی نظر مین حاصل کیا وہ آجتک کسی دیسی اخبار نے حاصل نہین کیا۔ جو ماٹو اُسنے اپنے لیے اختیار کیا تھا اُسکو ہمیشہ نصب العین رکھا۔ وہ ہمیشہ رعیت کو آزادی اور اطاعت سکھاتا تھا۔ اور اُنکی خیرخواہی اور وفاداری کے خیالات گورنمنٹ پر ظاہر کرتا تھا۔ اُسکی آواز ہمارے عام دیسی اخبارون کی طرح کوئی معمولی آواز نہ تھی۔ بلکہ جن معاملات پر وہ بحث کرتا تھا اور دخل دیتا تھا ہمیشہ اُسکی آواز پر کان لگائے جاتے تھے اور اُسکو غور سے سنا جاتا تھا۔ اور اسکا سبب اسکے سوا اور کچھ نہ تھا کہ اُسکا لکھنے والا اور اہتمام کرنے والا سید احمد خان تھا۔ گورنمنٹ اور حکام اس بات کو تسلیم کیے ہوے تھے کہ علیگڑھ کا اخبار تمام ہندوستان کے تعلیم یافتہ اور سمجھدار مسلمانون کے خیالات کا ارگن ہے۔ کتاب "پلرز اوف دی انڈین امپائر" کا مصنف اپنی کتاب مین ایک خاص موقع پر لکھتا ہے کہ "علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ سے جو مسلمانون کا خاص آلہ ہے اگر پچھلے دو سال کے مضامین جمع کیے جائین تو ہندوستان کے قابل اور معزز مسلمانون کی رای کا۔ اگرچہ وہ تعداد مین کم ہین۔ ایک عجیب اور مفید مجموعہ نسبت جنگ روم و روس، اور روس و افغانستان، اور روس و ہندوستان کے بنجائیگا"

اسی کتاب مین علیگڑھ گزٹ کی وقعت اور اعتبار کو مندرجۂ ذیل الفاظ مین بیان کیا گیا ہے کہ
"علیگڑھ گزٹ جسکے اڈیٹر سید احمد خان تھے اور اب بھی وہی معلوم ہوتے ہین شمالی ہندوستان مین سب سے عمدہ
اخبار ہے" اسکے بعد اخبار کے بعض مضامین کا خلاصہ لکھکر خاص ملکی معاملات پر مسلمانون کی راے کا
موازنہ کیا ہے۔

جسقدر مضامین ۱۸۶۶ء سے اخیر تک اس اخبار مین خاص سرسید کے قلم سے لکھے ہوے نکلے اگر
اُنکو ایک جگہ فراہم کیا جائے تو بلا مبالغہ چند ضخیم جلدین مرتب ہو سکتی ہین۔

ایک خاص وصف۔ جو اس اخبار کے ساتھ مخصوص تھا اور جو اُسکو ہندوستانیون کے عام
انگریزی اور دیسی اخبارون سے ممتاز ٹھیراتا تھا۔ وہ یہ تھا کہ اُسنے اپنی طرز تحریر مین برخلاف اپنے
تمام ہمعصرون کے کبھی کسی قوم یا فرقہ یا کسی خاص شخص کی دلازاری روا نہین رکھی۔ اُس نے اپنے
گاہکون کے خوش کرنے کے لیے۔ جو ہمیشہ نوک جھوک اور چھیڑ چھاڑ سے خوش ہوتے ہین۔ سنجیدگی اور
متانت کو کبھی ہاتھ سے نہین دیا۔ اُسنے ہندوستان کی کسی قوم کی نسبت دوستی اور خیرخواہی کے
خلاف کبھی ایک حرف نہین لکھا۔ کبھی کسی غیر قوم کے عہدہ دار کی ترقی سے ناراضی یا ناخوشی ظاہر
نہین کی۔ کبھی کسی ہندو یا مسلمان ریاست یا اُسکے اہلکارون پر زہر نہین اُگلا۔ ہندو مسلمانون
کے مذہبی جھگڑون سے وہ ہمیشہ بے تعلق رہا اور اگر کبھی کچھ بولا تو دونو کو صلح و آشتی کی نصیحت کی۔
وہ جسطرح اپنی قوم کے اکابر اور نامور لوگون کے مرنے پر افسوس کرتا رہا اسی طرح غیر قومون کے مشہور
اور نامور لوگون کی وفات پر ہمیشہ اُسمین دردناک اور افسوسناک مضمون نکلتے رہے۔ باوجودیکہ
وہ گورنمنٹ اور اُسکے مدبرون پر اکثر نکتہ چینی کرتا تھا مگر اعتدال اور ادب اور تعظیم کو جو ایک محکوم

قوم کا زیور ہے اُسنے ہمیشہ ملحوظ رکھا اُسنے برخلاف اپنے ہمعصرون کے۔ جنکی زبان درازی سے اول لارڈ لٹن کے زمانہ مین اوراب لارڈ ایلگن کے عہد مین اُنکی آزادی چھین لی گئی۔ اپنے معتدل رویہ سے سب پر ظاہر کردیا کہ سچی آزادی اپنی آزادی کو ہمیشہ کے لیے برقرار رکھنا ہے نہ اپنی بی اعتدالیون کی بدولت اُسکو اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھنا۔

ایک اور خصوصیت اس اخبار کی اُسکی باقاعدگی۔ جو اکثر دیسی اخبارون مین مفقود ہے۔ اور اُسکی خبرون کا نہایت معتبر ذریعون سے لیا جاناتھا۔ وہ ہمیشہ بے اصل قصون اور بے سر و پا خبرون سے مبرا دیکھا گیا۔ اُسکی خبرون کا ماخذ ہمیشہ معتبر اور مستند انگریزی اخبار رہے۔ کبھی کوئی خبر کسی نامعتبر کاغذ سے (الا ماشاء اللہ) اُسمین نہین لی گئی۔ دنیا کے ہر ایک بڑے واقعہ کی نسبت شروع سے اخیر تک اُسمین تمام خبرین مسلسل و ترتیب وار درج ہوتی تھین جنسے اُس واقعہ کی ایک مختصر ہسٹری بقید تاریخ مرتب ہوسکتی تھی۔ اُسکی باقاعدگی کا یہ حال تھا کہ وہ بتیس ۳۲ برس برابر جاری رہا اس عرصہ مین شاید ہی کوئی نمبر ایسا ہوگا جو اپنی تاریخ معین پر نہ نکلا ہو۔ باوجودیکہ چندہ کی آمدنی سوسائٹی مین مدت سے بالکل نہین رہی تھی اور اسیلیے پچھلے برسون مین وہ کئی ہزار کی مقروض ہوگئی تھی۔ مگر سرسید نے جسطرح ہوسکا اخبار کو کبھی بند ہونے نہین دیا۔

بنارس کی تبدیلی

۱۵- اگست ۱۸۶۷ء کو سرسید عہدہ جج سمال کاز کورٹ پر ترقی پاکر علیگڑھ سے بنارس چلے گئے یہان سے چلتے وقت وہ تمام کاروبار سوسائٹی کے راجہ جیکشن داس سی-اس-آئی کو- کہ وہ اُسوقت علیگڑھ مین ڈپٹی کلکٹر تھے- سپرد کرگئے۔ اُنھون نے نہایت توجہ اور دلسوزی سے سوسائٹی کے کام انجام دیے اور سوسائٹی کی جو عمارتین سرسید کے زمانہ مین

پوری نہین ہوئی تھین اُنکو پورا کیا ۔

سرسید بنارس مین بھی سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ کو برابر تقویت دیتے رہے اور اُنکے مفید آرٹکل اور مضامین اُسی طرح سوسائٹی کے اخبار مین برابر چھپتے رہے ۔ اگرچہ سرسید کا تعلق ملازمت کے اخیر زمانہ یعنی جولائی ۱۸۷۶ تک بنارس کے ساتھ رہا لیکن چونکہ وہ یکم اپریل ۱۸۶۹ کو بنارس سے ولایت چلے گئے تھے اسلیے پہلی بار بنارس مین اُنکا قیام ایک برس اور ساڑھے سات مہینے سے زیادہ نہین ہوا ۔ اُنکے اس قلیل زمانہ کے بھی چند کام ذکر کے قابل ہین ۔

برٹش انڈین ایسوسیشن کی درخواست دربارۂ دیسی یونیورسٹی

یکم اگست ۱۸۶۷ کو جب کہ سرسید علیگڑھ ہی مین تھے اُنھون نے ایک درخواست برٹش انڈین ایسوسیشن اضلاع شمال مغرب کی طرف سے ویسرائے و گورنر جنرل کشور ہند کی خدمت مین بھیجی تھی جسکا خلاصہ یہ تھا "(۱) یہ کہ اعلے درجہ کی تعلیم کا ایک ایسا سررشتہ قائم کیا جائے جسمین بڑے بڑے علوم و فنون کی تعلیم دیسی زبان مین ہوا کرے (۲) یہ کہ دیسی زبان مین اُنھین مضمونون کا سالانہ امتحان ہوا کرے جنمین کہ اب طلبہ کلکتہ یونیورسٹی مین انگریزی مین امتحان دیتے ہین (۳) جو سندین انگریزی خوان طلبہ کو اب علم کی مختلف شاخون مین بجلدوی تحصیل لیاقت عطا ہوتی ہین وہی سندین اُن طلبہ کو عطا ہوا کرین جو اُنھین مضمونون کا دیسی زبان مین امتحان دیکر کامیاب ہون (۴) یہ کہ یا تو ایک اُردو فیکلٹی کلکتہ یونیورسٹی مین قائم کیجائے یا شمال مغربی اضلاع مین ایک جدا یونیورسٹی دیسی زبان کی قائم ہو" اس درخواست مین یہ بھی لکھا تھا کہ اس غرض کے لیے انگریزی سے اُردو مین ترجمہ کرنے کا کام جہانتک کہ ممکن ہوگا سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ انجام دیگی ۔

اس درخواست پر گورنمنٹ ہند نے بڑی توجہ ظاہر کی ۔ چنانچہ جو چٹھی سکرٹری گورنمنٹ ہند کی

مورخہ ۵۔ستمبر ۱۸۶۸ء سرسید کے نام بمقام بنارس موصول ہوئی اُسمین لکھا تھا کہ "نواب گورنر جنرل اور تمام لوکل گورنمنٹین نہایت خوشی سے اُن تمام کوششون کی قدر کرینگے جو ایسی سوسائٹیان جیسی کہ آپ کی سوسائٹی ہے یا خاص خاص آدمی اُس مقصد (یعنی انگریزی سے اُردو مین ترجمہ کرنے) کو ترقی دینے کے لیے کرینگے جو آپکی سوسائٹی کو اور گورنمنٹ کو برابر منظور نظر ہے" اس چٹھی مین یہ بھی لکھا تھا کہ "ہمارا مقصد صرف یہی نہین ہے کہ فقط یونیورسٹی کے کورس کی کتابین دیسی زبان مین ترجمہ ہوجائین بلکہ علوم وفنون کے وسیع دائرہ مین طلبہ کو مستعد اور تیار کرنا چاہتے ہین ۔ اور چونکہ اس مطلب کے لیے کافی ذخیرہ دیسی زبان مین ابتک موجود نہین ہے اسیلیے کچھ عرصہ تک ہندوستان کے باشندون کو انگریزی زبان کے ذریعہ سے یہ بات حاصل کرنی ہوگی" اسی چٹھی مین یہ بھی لکھا تھا کہ نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل اُن تدبیرون سے خاص رضامندی ظاہر کرتے ہین جو علیگڑھ کی سائنٹفک سوسائٹی نے یورپ کے علوم وفنون کو دیسی زبان مین ترجمہ کرنیکے لیے اختیار کی ہین"

اس چٹھی کے آنے سے بڑے بڑے لائق تعلیم یافتہ ہندوستانیون نے ترجمہ کرنے کی ہامی بھری تھی جنمین تین نامور آدمی دلّی کے بھی تھے : ماسٹر پیارے لال، مولوی ذکاءاللہ، اور پنڈت دھرم نرائن۔ اور جب ان لوگون کی آمادگی گورنمنٹ ہند کو معلوم ہوئی تو اُسنے اس بات پر اپنی رضامندی ظاہر کی ۔

اسکے بعد وزیر ہند کی چٹھی مورخہ ۳۱۔جنوری ۱۸۶۹ء بنام گورنر جنرل کشور ہند صادر ہوئی جس مین ایسوسیئشن کی تجویزون سے پسندیدگی ظاہر کی گئی تھی ۔

معلوم ہوتا ہے کہ اس یونیورسٹی کا چرچا شمالی ہندوستان کے تعلیم یافتہ گروہ مین بہت پھیل گیا تھا اور وہ لوگ اُسکو بہت پسند کرتے تھے ۔ چنانچہ اپریل ۱۸۶۹ء مین اسی یونیورسٹی کے متعلق دہلی سوسائٹی مین جبکہ ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم پنجاب بھی وہان موجود تھے ایک مباحثہ ہوا اور گورنمنٹ

پنجاب مین اس مضمون کا ایک میموریل بھیجا گیا کہ "یہ یونیورسٹی لاہور مین اور ترجمہ کرنے اور کتابین بنانے کے لیے ایک کمیٹی دلّی مین قائم کیجائے ۔ اور اگر دو نو صوبون کے لیے ایک یونیورسٹی قائم کی جائے تو اُسکا مقام دلّی ہونا چاہیے"

اول اول سر سید بہت سرگرمی کے ساتھ اپنی عادت کے موافق اس یونیورسٹی کے قیام کی تدبیرون مین مصروف رہے ۔ گورنمنٹ ہند مین اُنھون نے اطلاع دی کہ "ترجمہ کا بوجھ سوسائٹی اپنے اوپر گوارا کرتی ہے مگر گورنمنٹ سے یہ درخواست کرتی ہے کہ جو روپیہ وہ اشاعت تعلیم کی غرض سے ہندوستان مین خرچ کرتی ہے اُسمین سے اگر کسی قدر مناسب ہوا کرے تو سوسائٹی کی اعانت اور تقویت کرے" یہ بھی لکھا کہ "سوسائٹی صرف یونیورسٹی کے کورس کا ترجمہ کرنا نہین بلکہ علوم و فنون کے دائرہ کو فراخ کرنا چاہتی ہے اور امیدوار ہے کہ اگر کاپی رائٹ کا ایکٹ ۲۰ ۱۸۴۷ء سوسائٹی کے مقصد مین حارج ہو تو اُس قانون کی ترمیم کیجائے اور اگر نہو تو اُسکی تشریح کیجائے"

مگر معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ کا ارادہ کلکتہ یونیورسٹی توڑ کر اُسکی جگہ ورنیکلر یونیورسٹی قائم کرنے کا تھا اور انگریزی کو صرف بطور سکنڈ لینگوج کے تعلیم مین رکھنا چاہتی تھی چنانچہ سر سید نے بنارس انسٹیٹیوٹ کے ایک جلسہ مین جو اسی معاملہ پر غور کرنے کے لیے منعقد ہوا تھا یہ تقریر کی تھی کہ وہ مسٹر کیمسن (ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم اضلاع شمال مغرب) نے ایسوسیئیشن کا مطلب غلط سمجھا ہے ۔ ایسوسیئیشن کی ہرگز یہ رای نہین ہے کہ انگریزی صرف بطور ایک زبان کے سکھلائی جائے اور اُسکو اعلےٰ تعلیم و تربیت کا ذریعہ نگردانا جائے بلکہ اُسکی یہ خواہش ہے کہ انگریزی تعلیم کا طریقہ بدستور جاری رہے مگر اُسکے ساتھ ایک اور سررشتہ قائم کیا جائے جس سے انگریزی علوم و فنون اور خیالات دیسی زبان کے ذریعہ سے بہ کثرت عام ہندوستانیون مین پھیلائے جائین ۔ پس یا تو کلکتہ یونیورسٹی مین ایک شعبہ قائم ہو یا ایک جداگانہ ورنیکلر یونیورسٹی خاص

ان اضلاع مین قائم ہو" اسکے بعد اپریل ۱۸۶۹ء مین جبکہ نواب لفٹننٹ گورنر بھی بنارس انسٹیٹیوٹ
مین موجود تھے سرسید نے پھر اُسی تقریر کا اعادہ کیا اور کہا کہ "مجوزہ ورنیکلر یونیورسٹی کے حامی انگریزی تعلیم
کا تنزل ہرگز نہین چاہتے بلکہ اس بات کی فکر ہے کہ ہند کے کرورہا آدمیون کو تعلیم کا فائدہ کیونکر پہنچے"

غالباً زیادہ تر اسی وجہ سے کہ گورنمنٹ کا ارادہ انگریزی تعلیم کو گھٹا دینے کا تھا سرسید نے ورنیکلر
یونیورسٹی کا خیال چھوڑ دیا ہوگا؛ مگر اسکے سوا خود ورنیکلر یونیورسٹی کے قائم کرنے مین بعض مشکلات
ایسی تھین جنکا حل کرنا نہایت دشوار تھا۔ چنانچہ سرسید نے اسی باب مین جب مسٹر پیرسن انسپکٹر مدرس
حلقۂ راولپنڈی سے رائے دریافت کی تو اُنھون نے اُسکے جواب مین ایک مفصل تحریر بھیجی جسمین ترجمہ کرنے
کی اصلی اور حقیقی مشکلات نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کی تھین۔ اس تحریر سے بھی ضرور اُنکے ارادون
مین تزلزل واقع ہوا ہوگا۔ پھر اُنھین دنون مین اُنکو سفر انگلستان کا خیال پیدا ہوگیا جسمین طرح طرح
کی مشکلات حائل تھین اور اُنکا حل کرنا بجای خود ایک بہت بڑا کام تھا۔ ان وجوہ سے سرسید اور اُنکے
ساتھ جتنے آمین کہنے والے تھے سب ورنیکلر یونیورسٹی کے خیال سے دست بردار ہو گئے۔ جو موانع
اس یونیورسٹی کے قائم ہونے مین پیش آئے اگر اُنمین سے کوئی امر پیش نہ آتا تو بھی یہ بیل منڈھے
چڑھتی نظر نہین آتی تھی۔ ہندوستانیون کے اختلافات ضرور اسمین رخنہ ڈالتے۔ دہلی سوسائٹی
کے ممبر یہ چاہتے تھے کہ یونیورسٹی کا مقام دلّی ہونا چاہیے اور سائنٹفک سوسائٹی اور بنارس
انسٹیٹیوٹ کی ضرور یہ خواہش ہوتی کہ اُسکا مقام شمال مغربی اضلاع کا کوئی شہر ہو۔ اِسکے سوا اُردو
زبان کے مخالفون نے اخبارون مین اس بات کی چھیڑ چھاڑ شروع کردی تھی کہ اس یونیورسٹی مین
مسلمانون کے لیے اُردو زبان اور ہندؤون کے لیے ہندی زبان مخصوص کیجائے۔ اور باوجود

تسلیم کرنے اس بات کے کہ ہندی زبان سردست ترجمہ کی قابلیت نہین رکھتی اس امر پر زور دیا جاتا تھا کہ اُسکی ترقی مین کوشش کرکے اُسکو ترجمہ کے لائق بنایا جائے ۔ اگر یہ اصرار زیادہ بڑھتا اور ضرور بڑھتا تو گورنمنٹ آخر کار یہ فیصلہ کرتی کہ کیون اندھا نیوتا اور کیون دو بلائے ۔

دائمی خاص خرچ
سوسائٹی کی امداد

۱۸۶۶ء ہی مین سرسید بتقریب تعطیل دسہرہ بنارس سے علیگڑھ مین آئے اور ضلع علیگڑھ کے اکثر زمیندارون پر اس بات کو ظاہر کیا کہ ابتک سوسائٹی کی کوئی مستقل آمدنی نہین ہے ؛ کوئی ایسی تدبیر کرنی چاہیے کہ اُسکی آمدنی مستقل ہو جائے ۔ بہت سے زمیندارون نے یہ تجویز کی کہ اس ضلع کے تمام دیہات سے کم از کم ایک روپیہ سالانہ ہمیشہ کے لیے سوسائٹی کے قیام کے واسطے مقرر کیا جائے ؛ اور اُسکی شرائط واجب العرض مین بروقت بندوبست کے درج ہو جائین ؛ تاکہ نسلاً بعد نسلٍ ہمارے وارثون مین سے کوئی کچھ عذر نہ کرنے پائے ۔ چنانچہ ۱۲- اکتوبر ۱۸۶۶ء کو سوسائٹی کے جلسہ مین سرسید نے یہ تجویز پیش کی اور ایک فہرست زمینداران درخواست دہندہ کی مع اُنکی عرضیون کے اور مع تفصیل ۱۴۳ دیہات کے جارج ہنری لارنس کلکٹر ضلع علیگڑھ کی خدمت مین اپنی چٹھی کے ذریعہ سے بھیجدی تاکہ وہ اُسکی تصدیق کرکے گورنمنٹ مین رپورٹ کرین ۔ اور صاحب کلکٹر نے وہ تمام کاغذات گورنمنٹ مین اپنی رپورٹ کے ذریعہ سے روانہ کردیے ۔ اُسکا نتیجہ سوا اسکے اور کچھ معلوم نہین ہوا کہ اُسکے جواب مین جو چٹھی پرایوٹ سکرٹری گورنمنٹ انڈیا مورخہ ۱۸- اکتوبر ۱۸۶۶ء بنام سرسید کے موصول ہوئی اُسمین حضور ویسرای کی طرف سے رضامندی ظاہر کی گئی تھی ۔

ہومیو پیتھک
علاج کی بابت

غالبًا بنارس ہی مین پہنچکر اُنکو یہ خیال پیدا ہوا کہ ہومیو پیتھک علاج کے طریقہ سے بہتر

کوئی طریقہ علاج کا عمدہ اور بے خطر نہین ہے ۔ اور جیسا کہ اُنکی طبیعت کا خاصہ تھا کہ ہر بات یا جو کام یا جو تجویز ملک کے لیے مفید سمجھی اُسکے پورا کرنے مین ہمہ تن مصروف ہوگئے - اُنھون نے ہومیو پیتھک علاج کی حمایت کرنے اور تقویت دینے کا ارادہ کیا ۔ اسی ۱۸۶۷ء مین اُنھون نے ایک کمیٹی قائم کی جسکا مقصد ہومیو پیتھک طبابت کا ہندوستان مین پھیلانا اور ہندوستانیون کو اُسکی طرف مائل کرنا تھا ۔ اس کمیٹی کے پریزیڈنٹ مہاراجہ بنارس اور سکرٹری سرسید قرار پائے ۔ اور کمیٹی کی تجویز سے ۱۵ ستمبر ۱۸۶۷ء کو بنارس مین ایک شفاخانہ بنام "ہومیو پیتھک ڈسپنسری اینڈ ہوسپٹل" کھولا گیا ۔ سرسید نے ہر طریقہ سے جو اُنکے اختیار مین تھا لوگون کو اُسکی طرف توجہ دلائی ۔ اُنھون نے بعضے اپنے دوستون کو جو کسی مرض مزمن مین مبتلا تھے بنارس مین بُلانے کے لیے خط لکھے ۔ اور جو وہان نہ پہنچ سکے اُنکے لیے دوائین بھجوائین ۔ اسطرح اُس شفاخانہ کا چرچا چند روز مین نزدیک و دور ہوگیا ۔ پایونیر کے پرچہ مورخہ ۴ - دسمبر ۱۸۶۷ء مین اس شفاخانہ کی نسبت یہ چھپا تھا کہ "پہلے ہی مہینے مین پانسو سولہ بیمار معالجہ کے لیے ہوسپٹل مین آئے ؛ حالانکہ اس سے پہلے کوئی اس طریقہ علاج سے مطلق واقف نہ تھا" ۱۷ - دسمبر ۱۸۶۷ء کو سرسید نے ایک طول طویل لکچر ہومیو پیتھک طبابت کی تاریخ اور اُسکے اصول پر اور اس بات پر کہ یہ طریقہ علاج تمام طریقون سے زیادہ مفید اور بے خطر ہے کمیٹی کے عام جلسہ مین دیا ۔ اور ۱۸۶۸ء مین ایک رسالہ ہیضہ کے علاج پر بموجب اصول ہومیو پیتھک کے لکھا ۔ یہ لکچر اور یہ رسالہ سوسائٹی اخبار کی جلدون مین چھپا ہوا موجود ہے ۔

**اُردو زبان اور دوراکی حمایت**

سرسید ہمیشہ سے جیسا کہ اُنکی مذکورہ بالا ملکی خدمات سے ظاہر ہوتا ہے اس اصول کے پابند تھے کہ ہندوستان کی بھلائی بغیر اسکے کہ ہندو مسلمان بطور ایک قوم کے

مل جلکر رہین کسی طرح ممکن نہین ۔ چنانچہ اُنکے تمام پچھلے کامون مین اس اصول کی جھلک نمایان طور پر نظر آتی ہے ۔ مگر بدقسمتی سے ایسے اسباب جمع ہو گئے تھے کہ دونون قومون کا متفق رہنا ممکن نہ تھا ۔

انگریزی مدارس کی تعلیم مین جس سے زیادہ تر ہندو مستفید ہوتے تھے تاریخ ہندوستان کی وہ کتابین یا اُنکے ترجمے داخل تھے جو نہایت تعصب آمیز طریقہ پر لکھی گئی تھین اور جنمین مسلمانون کی بُرائیان اور ظالمانہ کارروائیان دانستہ یا نادانستہ نہایت تفصیل کے ساتھ درج کی گئی تھین ۔ اس تعلیم کا ضروری نتیجہ یہ تھا کہ ہندوون کے دل مین مسلمانون کی طرف سے نفرت اور ناگواری کا تخم جم جائے اور وہ رفتہ رفتہ ایک نہایت گھنا اور عظیم الشان درخت ہو جائے ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جو روابط دوستی اور اتحاد بلکہ یگانگت کے قدیم ہندو مسلمانون مین تھے وہ تعلیم یافتہ ہندوون مین بالکل باقی نہ رہے ۔ اور اسکا ظہور آج ہر شخص علانیہ تمام ہندوستان مین اپنی آنکھ سے دیکھ رہا ہے ۔

اسکے سوا مسلمانون کا وقار جو ہندوستان کی قومون کے دل مین مدت سے چلا آتا تھا وہ باقی نہ رہا تھا اور نہ رہ سکتا تھا ۔ جو عزت اور جاہ و منصب اور امور سلطنت مین شرکت تعلیم کی بدولت ہندوون نے حاصل کی تھی مسلمان اپنے غرور اور تعصب یا غفلت و بی پروائی یا افلاس کے سبب اُس سے محروم تھے ؛ اور واقعہ ۱۸۵۷ء نے اُنکو اور بھی مٹا دیا تھا ۔ ان تمام باتون کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ غالب پارٹی اپنے نئے اقتدار کا جو اُسنے مدت کے بعد حاصل کیا تھا اور جسمین بہت کچھ چاؤ اور امنگین بھری ہوئی تھین مغلوب پارٹی پر امتحان کرے ۔ اور اگر کوئی اَور حیلہ ہاتھ نہ آئے تو اسی بہانہ سے کہ دریا مین خاک کیون اُڑاتے ہو اُس سے دست و گریبان ہو جائے ۔ اُردو زبان جو درحقیقت ہندی بھاشا کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے اور جسمین عربی و فارسی کے صرف کسی قدر اسما اُس سے زیادہ شامل نہین ہین

جتنا کہ آٹے مین نمک ہوتا ہے اُسکو ہمارے ہموطن بھائیون نے صرف اس بنا پر مٹانا چاہا کہ اُسکی ترقی کی بنیاد مسلمانون کے عہد مین پڑی تھی ۔

چنانچہ ۱۸۶۷ء مین بنارس کے بعض سرآوردہ ہندوون کو یہ خیال پیدا ہوا کہ جہانتک ممکن ہو تمام سرکاری عدالتون مین سے اُردو زبان اور فارسی خط کے موقوف کرانے مین کوشش کیجائے اور بجاے اُسکے بھاشا زبان جاری ہو جو دیوناگری مین لکھی جائے ۔

سرسید کہتے تھے کہ یہ پہلا موقع تھا جبکہ مجھے یقین ہو گیا کہ اب ہندو مسلمانون کا بطور ایک قوم کے ساتھ چلنا اور دونون کو ملاکر سب کے لیے ساتھ ساتھ کوشش کرنا محال ہے اُنکا بیان ہے کہ "انھین دنون مین جب کہ یہ چرچا بنارس مین پھیلا ایک روز مسٹر شکسپیر سے جو اُسوقت بنارس مین کمشنر تھے مَین مسلمانون کی تعلیم کے باب مین کچھ گفتگو کر رہا تھا اور وہ متعجب ہوکر میری گفتگو سن رہے تھے ۔ آخر اُنھون نے کہا کہ آج یہ پہلا موقع ہے کہ مین نے تمسے خاص مسلمانون کی ترقی کا ذکر سنا ہے ۔ اس سے پہلے تم ہمیشہ عام ہندوستانیون کی بھلائی کا خیال ظاہر کرتے تھے ۔ مین نے کہا اب مجھکو یقین ہو گیا ہے کہ دونو قومین کسی کام مین دل سے شریک نہو سکینگی ۔ ابھی تو بہت کم ہے آگے آگے اس سے زیادہ مخالفت اور عناد اُن لوگون کے سبب جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہین بڑھتا نظر آتا ہے ۔ جو زندہ رہیگا وہ دیکھیگا ۔ اُنھون نے کہا اگر آپکی یہ پیشین گوئی صحیح ہو تو نہایت افسوس ہے مین نے کہا مجھے بھی نہایت افسوس ہے مگر اپنی پیشین گوئی پر مجھے پورا یقین ہے"

غرض کہ ہندوؤن کی ایک قومی مجلس مین جو اُسوقت بابو فتح نرائن سنگھ کے مکان پر بنارس مین قائم تھی اس بات کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی ۔ اور رفتہ رفتہ جابجا اُس کے لیے کمیٹیان، مجلسین، اور سبھائین مختلف نامون سے قائم ہوگئین ۔ اور ایک صدر مجلس

الہ آباد مین قائم کی گئی جسکے ماتحت تمام مذکورۂ بالا مجلسین اور سبھائین تھین۔

یہان یہ فکرین ہو رہی تھین کہ اُنھین دنون مین لفٹنٹ گورنر بنگال بھاگلپور کی سائنٹفک سوسائٹی مین آئے۔ اور سوسائٹی کی طرف سے اُنکو ایڈریس ایسی اُردو مین دیا گیا جس مین عبارت آرائی کی غرض سے عربی اور فارسی کے الفاظ کثرت سے داخل کیے گئے تھے۔ اور اُسکا سمجھنا ایک ایسے یوروپین حاکم کو جو ہمیشہ بنگالہ مین رہا ہو آسان نہ تھا۔ بہار کے تعلیم یافتہ ہندو پہلے ہی سے تحریک کر رہے تھے کہ جسطرح بنگالہ مین بنگلہ زبان اور بنگلہ خط عدالتون مین جاری ہو گیا ہے اسی طرح صوبۂ بہار مین بہاری زبان اور کیتھی حرف جاری کیے جائین۔ چونکہ ہز آنر ایڈریس کے بہت ہی کم الفاظ سمجھے تھے اُنھون نے کہا کہ جس زبان مین یہ ایڈریس پڑھا گیا ہے یہ ہرگز ملکی زبان نہین ہے اور یہ زبان بہار مین جاری نہین رہ سکتی۔ چنانچہ اُنھون نے چند روز بعد حکم دیدیا کہ بہار کی تمام عدالتون مین کیتھی حرف اور جو زبان کیتھی حرفون مین لکھی جاتی ہے جاری ہو۔ ہرچند مسلمانون نے اور بہت سے قدیم وضع کے ہندوون نے بھی کوشش کی کہ وہ حکم ملتوی رہے مگر کچھ فائدہ نہوا۔

اس واقعہ سے شمال مغربی اضلاع کے ہندوون کا زیادہ حوصلہ بڑھا اور اُنکی کوششین زیادہ تیزی کے ساتھ ہونے لگین الہ آباد کی صدر مجلس مین چند جلسے اس مسئلہ کی تحریک کے لیے منعقد ہوے اور آخرکار مجلس کے سکرٹری بابو سرودا پرشاد سنڈیال نے اس باب مین سرسید سے خط کتابت شروع کی۔ سکرٹری کی متعدد چٹھیان آئین اور سرسید بطور اختلاف رائے کے ہر ایک کا جواب دیتے رہے اور یہ مباحثہ اخبارون مین مشتہر ہوتا رہا۔ آخر سرسید نے اس کمیٹی کی صریح

مخالفت کی اور سوسائٹی اخبار مین متعدد آرٹکل شائع کیے۔ الہ آباد کمیٹی نے بھی کئی درخواستین اور بڑے بڑے محضر جن پر بے شمار ہندوون کے دستخط تھے گورنمنٹ مین بھیجی۔ سنا گیا ہے کہ مسٹر کیمسن ڈائرکٹر سررشتہ تعلیم نے بھی اس کمیٹی کی تائید کی مگر کمیٹی کو کامیابی نہوئی۔ اور غالباً سر جان اسٹریچی کی گورنمنٹ مین یہ تحریک اس بنا پر نامنظور ہوگئی کہ فارسی خط اور اردو زبان کی اشاعت بہ نسبت ناگری اور بھاشا کے بہت زیادہ تھی۔

۱۸۸۲ء مین جبکہ سرسید وایسراے کی لیجس لیٹو کونسل مین ممبر تھے ایجوکیشن کمیشن مین ہندوون کو اردو کی مخالفت کا پھر موقع ملا۔ اس دفعہ پہلے سے بھی زیادہ زور شور کے ساتھ شمال مغربی اضلاع اور پنجاب کے ہندوون نے اردو زبان اور فارسی خط کی مخالفت مین کوشش کی تھی۔ دونو صوبون مین بے شمار سبھاؤن اور انجمنون کی طرف سے بڑے بڑے طولانی محضر اور میموریل کمیشن مین پیش کیے گئے۔ چنانچہ سرسید کے بعض مسلمان دوستون نے بھی پنجاب مین انجمن حمایت اردو قائم کی اور میموریل اور محضر کمیشن مین بھیجی۔ مگر کمیشن نے دونو پارٹیون کی درخواست پر کچھ رای نہین دی۔ ہمنے سنا ہے کہ سرسید نے ایک باقاعدہ طریقہ سے کمیشن پر یہ ظاہر کر دیا تھا کہ یہ مسئلہ ایجوکیشن کمیشن سے کچھ علاقہ نہین رکھتا بلکہ ایک بہت بڑا پولٹکل مسئلہ ہے جسکے ساتھ گورنمنٹ کے مصالح ملکی وابستہ ہین۔ پس اسکی بحث ایجوکیشن کمیشن سے کچھ علاقہ نہین رکھتی۔

اسکے بعد مارچ ۹۸ء مین جسکی ستائیسوین کو سرسید نے دنیا سے رحلت کی۔ حضور سر انٹونی مکڈانل لفٹنٹ گورنر اضلاع شمال مغربی و اودھ کی خدمت مین دونون صوبون کے بڑے بڑے معزز اور سر برآوردہ ہندوون نے پھر ایک میموریل اس غرض سے گذرانا کہ تمام سرکاری عدالتون اور کچہریون مین

بجای اُردو زبان اور فارسی خط کے ہندی بھاشا اور ناگری خط جاری کیا جائے۔ اگرچہ سرسید پر اس زمانہ مین ہجوم رنج والم کے سبب ایسا سکتہ کا سا عالم طاری تھا کہ وہ بالکل نقش دیوار بن گئے تھے مگر اُسی حالت مین اُنھون نے اس مضمون پر ایک آرٹکل لکھا جو ۱۹- مارچ کے انسٹیٹیوٹ گزٹ مین سرسید کی وفات سے نو دن پہلے شایع ہوا۔ اور جو کمیٹی مسلمانون نے الہ آباد مین اُردو کی حمایت کے لیے قائم کی تھی اُسکو اس باب مین بذریعۂ تحریر کے کچھ مشورے دیے اور لکھا کہ اگرچہ مجھسے اب کچھ نہین ہوسکتا لیکن جہان تک ممکن ہوگا مین ہر قسم کی مدد دینے کو موجود ہون۔ اُنکو یقین ہوگیا تھا کہ ہندؤن کا یہ کام درحقیقت محض قومی تعصب پر مبنی ہے اسلیے وہ اپنے ہندو دوستون کی ناراضی کی مطلق پروا نہین کرتے تھے۔ جسطرح وہ ہندوستانیون کے انگریزی لباس اور انگریزی طرز معیشت پر انگریزون کے اعتراضات کو ہمیشہ اُنکی تنگدلی اور غرور پر محمول کرتے تھے اور کبھی اُنکے اعتراضون کا جواب دینے سے نہ چوکتے تھے اسی طرح اُنھون نے اُردو زبان کی مخالفت پر کبھی سکوت اختیار نہین کیا یہان تک کہ مرتے مرتے بھی وہ اس ڈیوٹی کو ادا کیے بغیر نہین رہے۔ وہ اپنے آرٹکل کے شروع مین لکھتے ہین کہ "غالباً اس وقت اُنکے (یعنی ہندؤن کے) اس جوش کے اُٹھنے کا سبب یہ ہے کہ اس صوبہ کے ہز آنر لفٹننٹ گورنر بہادر اُس زمانہ مین جب کہ صوبۂ بہار مین کیتھی حرف اور بہاری زبان بعوض اُردو زبان اور فارسی خط کے جاری ہوئی تھی۔ کلکٹر و مجسٹریٹ اور مُعاون اُس تجویز کے تھے۔ پس ان صوبون مین بھی ہندی و ناگری حروف جاری ہونے مین تامل نہ فرمائینگے۔ اور شاید یہ غلط خیال بھی اس پُرانے مردہ مضمون کے اُٹھانے کا باعث ہوا ہو کہ ان دنون مین گورنمنٹ کی نظر عنایت مسلمانون کی نسبت کم ہے اور وہ اُنکو ناشکرا سمجھتی ہے" اسکے بعد اُنھون نے میموریل کے خلاف اُردو زبان اور فارسی خط کی ترجیح پر دلیلین پیش کی ہین۔ اگرچہ اسوقت

ہز آنر نے کورٹ کی زبان مین کسی تبدیلی کی ضرورت نہین سمجھی مگر جو کچھ اُنھون نے میموریل کے جواب مین فرمایا اُس سے صاف پایا جاتا ہے کہ آیندہ ایسی تبدیلی ہونی ممکن ہے۔

اس بات کا کوئی شخص انکار نہین کرسکتا کہ ہندوستان مین کوئی زبان اُردو سے بڑھکر عام زبان ہونے کا دعوےٰ نہین کرسکتی۔ اگرچہ ملک کے بعض حصون مین بہ نسبت بعض کے کم بولی جاتی ہے مگر ایسا کوئی حصہ نہین جہان اُردو کے بولنے اور سمجھنے والے نہ ہون۔ خود گورنمنٹ اس بات کو تسلیم کرچکی ہے کہ ہندوستان کی قومی زبان اُردو ہے اور اسی بناپر ۱۸۳۵ء مین سرکاری دفترون اور عدالتون کی زبان اُردو قرار دیگئی۔ اگر اَور صوبون کی نسبت کسی کو کچھ تامل بھی ہو تو شمال مغربی اضلاع کی نسبت کسی کو بھی تامل نہین ہوسکتا کہ یہان کی قومی زبان اُردو ہے۔ یہ صوبہ اُن دو شہرون سے گھرا ہوا ہے جو اُردو زبان کے سرچشمے سمجھے جاتے ہین؛ یعنی دلّی اور لکھنو۔ اس صوبہ کے ہندو عموماً اُردو سے ایسے ہی مانوس ہین جیسے مسلمان۔ مگر حضرت تعصب وہ ذات شریف ہین جنکا مقولہ ہے کہ "من بجہنم لیکن تختۂ یاران تباہ گردد" فرانس کے مشہور اورنیٹلسٹ گارسن وتاسی جنھون نے اُردو زبان کی تحقیقات مین اپنی عمر صرف کی ہے وہ اسی متنازع فیہ مسئلہ کی نسبت اپنے ایک لکچر مین لکھتے ہین کہ "ہندو اپنے تعصب کی وجہ سے ہر ایک ایسے امر کے مزاحم ہوتے ہین جو اُنکو مسلمانون کی حکومت کا زمانہ یاد دلائے" اسپین والون نے بھی مسلمانون کے زوال سلطنت کے بعد اسی طرح مسلمانون کی نشانیان مٹائی تھین مگر اُنھون نے اپنی حکومت کے زمانہ مین ایسا کیا تھا اور ہمارے ہموطن بھائی محکوم ہونے کی حالت مین ایسے ارادے رکھتے ہین۔ لیکن ہمکو اطمینان رکھنا چاہیے کیونکہ جس تعلیم نے ہمارے ہندو نوجوانون کو مسلمانون سے تعصب اور نفرت کرنا سکھایا ہے وہی آگے چلکر اُنکو یہ سبق دیگی کہ جب تک ہندو مسلمان

اور سفر کی ضروریات جو ہر مسافر کو پیش آتی ہین مفصل بیان کی ہین ۔ اور وقتاً فوقتاً جو خیالات اپنے خاص مقصد یعنی وطن کی بھلائی کے اُنکے دل مین گذرے ہین اُنکو ہر موقع پر ظاہر کیا ہے ۔ جا بجا ایشیا اور یورپ کے سوشل اور مورل حالتون کا مقابلہ کیا ہے ۔ یورپ کے عجائبات ایسے طور پر بیان کیے ہین جس سے پڑھنے والون کو یورپ کے سفر کی ترغیب ہو ۔

جس دُھن مین سرسید نے یہ سفر اختیار کیا تھا اُسکا ثبوت اس سفرنامہ مین نہایت وضاحت کے ساتھ ملتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ سفرنامہ لکھنے والا اوطن اور قوم کی خیرخواہی اور ہمدردی مین شرابور ہے ۔ بمبئی مین پہنچکر کہین وہ بمبئی مسلمانون کے اخلاق، نام و نمود پر مرنے، جھوٹی شیخی کرنے، مفید تعلیم پر متوجہ نہونے اور گھرون پر مدرس نوکر رکھنے پر افسوس کرتا ہے؛ اور پارسیون کی عمدہ حالت سے اُنکا مقابلہ کرتا ہے ۔ کہین پارسیون کے صاف اُردو بولنے پر حیران ہوتا ہے؛ اور اُن لوگون پر تعجب کرتا ہے جو اُردو کو ہندوستان کی قومی زبان نہین مانتے ۔ کہین گجراتی زبان کی کچھ عبارت نقل کرتا ہے؛ اور بتاتا ہے کہ اُسمین بھی فارسی اور عربی الفاظ ملے ہوے ہین؛ اور پھر سوال کرتا ہے کہ الہ آباد ایسوسئیشن کون کون سی زبان سے فارسی و عربی الفاظ نکالکر قدیم بھاشا جاری کریگی ؟ مصر کی ریل کی تعریف کرکے افسوس کرتا ہے کہ ریل کا تمام سامان فرانس اور انگلستان کا بنا ہوا ہے؛ مصریون کی کوئی چیز بنائی ہوئی نہین ۔ مسٹر ڈینس فٹز پیٹرک سے جہاز مین ملتا ہے؛ اور پنجاب کی طرز حکومت کے ذکر مین اُسکو ایک ڈسپاٹک گورنمنٹ کا نمونہ بتلاتا ہے؛ اور دلّی کو قانونی اضلاع مین سے نکالکر پنجاب مین داخل کرنے کو غدر کی سزاؤن مین سے ایک سزا قرار دیتا ہے ۔ فرانس کے نامور انجنیر ایم ۔ دی لیسپس سے (جسنے نہر سویز نکالی ہے) جہاز مین ملنے پر بے انتہا

خوشی اور فخر ظاہر کرتا ہے ؛ اور اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ جب انگریزون نے اُسکو ایڈریس دیتے وقت کہا کہ اس نہر کا نام نہرِ لسپیس رکھنا زیبا ہے تو ایم دی لسپیس نے جواب دیا کہ میرا فخر اسمین ہے کہ اُسکا نام نہر فرانس رکھا جائے۔ وہان اُسکی وطن پرستی پر ہزار ہزار آفرین کرتا ہے اور اپنی قوم پر نفرین۔ کہ اُنکا کام سواے حسد، بغض، تشخص اور جھوٹی شیخی کرنے کے کچھ نہین ؛ اور اسی لیے وہ بدبختی اور ذلت مین گرفتار ہین۔ اس بات پر افسوس کرتا ہے کہ جس آبنای پر محبِّ وطن "گیری بالڈی" کا گھر ہے وہان سے جہازرات کو گذرا ؛ اور اُس پھونس کے جھونپڑے کی جو شہنشاہون کے محلون سے زیادہ ادب اور تعظیم کے قابل ہے۔ زیارت میسر نہ آئی۔ پیرس کی عمارتون کی خوبی کا ذکر کرتے وقت روضۂ تاج گنج اور قطب کی لاٹ کو یاد کرتا اور اُس پر فخر کرتا ہے۔ وارسیل کے شہنشاہی محل مین حوض اور نہرین اور فوارے اور درختون کی موزونیت دیکھکر قلعۂ دہلی کی نہر ماربیچ اور مہتاب باغ کا حوض۔ جسکے کنارون سے کبھی تین سو ساٹھ فوارے چھوٹتے تھے۔ اور ساون بھادون کی کیفیت یاد کرتا ہے۔ وارسیل مین تصویرون کا عالم دیکھکر حیران ہوتا ہے ؛ مگر الجزائر کے محاربات کی تصویرون مین ایک مُرقع دیکھکر اُسکے دل پر سخت چوٹ لگتی ہے ؛ جسکی وجہ سے وہ فرانس اور اُسکی بہادری و سویلزیشن کو قابل نفرین سمجھتا ہے۔ اُسنے ایک تصویر دیکھی ہے کہ سید عبدالقادر جزائری کی عورتین گرفتار ہین ؛ فرانسیسی سپاہیون نے اُنکے اونٹ بٹھا کر کجاوہ کو گرادیا ہے ؛ اور عورتین اُسمین سے نکل پڑی ہین ؛ اور اُنکے بدن پر سے کپڑا ہٹ گیا ہے ؛ سپاہی سنگینین اُٹھائے ہوے، اور اُنکی نوکین عورتون کی طرف کیے ہوے۔ کہ گویا اب مارینگے۔ اِردگِرد کھڑے ہین۔ اس تصویر کا ذکر کرتے ہوے لکھتا ہے کہ ایک غیرت مند مسلمان کے لیے اُن عورتون کا ایسی بیکسی کے

عالم مین دیکھنا آنکھون سے خون ٹپکانے کے لیے کافی ہے ؛ اور کہتا ہے کہ اس تصویر کو فرنچ سپاہ کی بہادری کی یادگار سمجھنا اور عورت کا کپڑا تصویر مین بدن پر سے ہٹا ہوا بنانا فرانس کے لیے قابلِ شرم ہے ؛ اور اُسکی شائستگی کو دھبا لگاتا ہے ۔ پھر کہتا ہے کہ "اس تصویر سے امام عبد القادر کی حقارت نہین ہوتی ؛ بلکہ اُسکی ویسی ہی عزت دل مین پیدا ہوتی ہے جیسی الجزائر کی بادشاہت کے زمانہ مین تھی ۔ وہ بیس برس تک تن تنہا فرانس جیسی سلطنت سے نہایت بہادری اور سچائی سے بغیر دغا اور فریب کے لڑتا رہا ؛ اور شکست کے بعد جن شرطون پر صلح کی اُنکو اخیر عمر تک نباہ دیا" پھر ایک دوسرے موقع کی تصویر دیکھتا ہے جسمین نپولین - امام عبد القادر کو قید سے چھوڑ رہا ہے ؛ اور اُسکی ماں سے جو باہر پھرنے کا پورہ پردہ دار لباس پہنے کھڑی ہے - مصافحہ کر رہا ہے ۔ اس تصویر کو دیکھکر نپولین کی فیاضی ، دانائی اور ہمت کی تعریف کرتا ہے ۔

اسکے بعد وہ لندن پہنچتا ہے اور اپنے سفرنامہ کے خاتمہ پر ہندوستان کے تمام سنّی شیعہ اور ہندؤون کو آگاہ کرتا ہے کہ سب ہندوستانی اپنے اپنے مذہب کی پابندی کے ساتھ یہ سفر طے کر سکتے ہین ۔ پھر اپنے جان پہچان انگریزون کی ملاقات کا ذکر کرنے کے بعد کلفٹن کے لٹکوان پل کے بننے کی تاریخ بیان کرتا ہے جو مدت سے ناتمام پڑا تھا ؛ اور جسکو سول انجنیرس انسٹیٹیوٹ کے ممبرون نے ایک ممبر کی بدنامی کے خیال سے باہم اتفاق کرکے اپنی فیاضی سے بنا دیا ۔ پھر اپنے ہموطنون کی طرف مخاطب ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اے میرے ہموطنو ! بتاؤ کہ انسان یہ لوگ ہین یا ہم جو حیوانون کی طرح اپنی خودغرضیون مین مبتلا ہین ؛ اور اپنے ہر ایک کام کا بندوبست گورنمنٹ سے چاہتے ہین کہ ہمارے لڑکون کو بھی وہی پڑھائے ؛ ہماری مذہبی تعلیم کا بھی وہی انتظام کرے ۔ پھر ایک رصدگاہ کا ذکر لکھکر

کہ ایک عورت اُسکا تمام کام انجام دیتی ہے اپنے ملک کے مدعیان علم و فلسفہ و منطق کو شرمندہ کرتا ہی۔
یہ سفرنامہ نہایت دلچسپ طریقہ سے لکھنا شروع ہوا تھا؛ مگر جب اُسکے کچھ حصے ہندوستان
مین شائع ہوئے تو مسلمانون کی طرف سے اُسپر اعتراضون کی بوچھار پڑنی شروع ہوئی؛ اور سرسید
کو بھی لندن ہی مین لوگون کی مخالفت کا حال معلوم ہوا۔ ابھی حضرت کے کان ایسی مخالف صداؤن
سے زیادہ آشنا نہ تھے؛ اسلیے اُنھون نے ناراض ہوکر سفرنامہ لکھنا موقوف کر دیا۔ مگر زمانہ
بہ آواز بلند کہہ رہا تھا۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا　　　آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا

لندن کے عمائد سے ملنا

الغرض سرسید بمبئی سے چوبیس دن مین لندن پہنچے؛ اور میکلن برگ اسکوائر
مین ایک مکان کرایہ لیکر ٹھیرے؛ اور اپنے تمام دوستون اور آشناؤن سے ملے۔
۱۱. ڈاکٹر رس سب سے زیادہ مہربانی مروت اور خلق سے اُنکے ساتھ پیش آئے؛ جیسے کہ وہ ہمیشہ ہندوستان
کے مسافرون کے ساتھ پیش آتے تھے۔ وہ ہندوستان مین سرسید اور اُنکے خاندان کو اچھی طرح
جانتے تھے؛ اور اُنکی خدمات سے آگاہ تھے۔ لندن مین وہ اکثر اُنکو اپنے گھر ڈنر پر بلاتے تھے؛ اور مہینے
مین ایک بار ہمیشہ اُنسے ملنے کو آتے تھے۔ اُنھون ہی نے سرسید کو لندن کے اکثر امرا و مشاہیر سے
ملوایا تھا لارڈ اسٹینلی اوف ایلڈرلی جو قسطنطنیہ مین بطور سفیر انگریزی کے رہتے تھے وہ بھی جب
لندن مین آتے تھے تو سرسید سے ملتے رہتے تھے۔ سرجان ولیم کے انڈر سکرٹری وزیر ہند کے
ساتھ بھی سرسید کو زیادہ خصوصیت ہوگئی تھی۔ ملکہ معظمہ کے سمدھی ڈیوک اوف آرگائل جو اُس وقت
وزیر ہند تھے اور سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ کے پیٹرن بھی تھے وہ بھی سرسید سے بڑے اخلاق اور

تپاک کے ساتھ ملتے رہے؛ اور اپنے بیٹے مارکوئس اوف لارن سے بھی جو ملکہ معظمہ کے داماد ہین اُنکو ملایا۔

سرسید نے پورے سترہ مہینے لندن مین قیام کیا اور شب و روز اُن کامون مین جنکے لیے یہ سفر اختیار کیا تھا مصروف رہے۔ باایہمہ اُنکو اکثر خاص خاص تقریبوں مین بُلایا جاتا تھا؛ اور اُنکی عزت افزائی کیجاتی تھی۔ ۲۳- جون سنہ ۶۹ء کو وہ لارڈ لارنس کے ہان ایک بہت بڑے ڈنر پر بُلائے گئے۔ اور ۱۳- جولائی کو سمٹو مین سوسائٹی اوف سول انجنیرس کے ایک عظیم الشان جلسہ مین اور اُسکے بعد جو اُسی کے متعلق گرینچ مین ڈنر ہوا اُسمین شریک ہوے۔

جلسہ سول انجنیرس [illegible]

اس جلسہ کی کیفیت ڈیلی نیوز مورخہ ۲۱- جولائی مین مفصل درج ہوئی تھی۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسٹر پن نے جو سوسائٹی مذکور کے پریسڈنٹ تھے؛ سرسید کو اس جلسہ مین شریک ہونے کے لیے مدعو کیا تھا اور لکھا تھا کہ آپ وقت معین پر میرے اسٹیمر مین جو پارلیمنٹ ہوس کے سامنے موجود ہوگا آئین۔ مگر خود لارڈ لارنس سرسید کے مکان پر آئے اور اُنکو اپنے ساتھ سوار کراکے لیگئے۔ سید حامد اور سید محمود بھی ساتھ تھے اسٹیمر مین جاکر حاضری کھائی اور ٹیمز کے کنارے پر جو بڑے بڑے کارخانے تھے دیکھے۔ پھر خاص اجازت سے ایک جنگی جہاز اور اُسمین توپین بھرنے اور چلانے کا تماشا دیکھا۔ وہان سے گرینچ مین جاکر ڈنر کھایا۔ اس ڈنر مین کئی ڈیوک اور بہت سے لارڈ اور بڑے بڑے انجنیر شریک تھے۔ کھانے مین طرفہ بات جیسا کہ ڈنر مذکور کی مینیو[1] مین مندرج ہے۔ یہ تھی کہ تیس طرح کے کھانے صرف دریائی پیداوار اور دریائی جانورون سے تیار کیے ہوے تھے؛ خشکی کی پیداوار سے کوئی چیز میز پر نہ تھی۔

---

[1] مینیو ایک خوبصورت چھپا ہوا کاغذ ہوتا ہے جس پر ڈنر کے تمام کھانون کی تفصیل ہوتی ہے اور کھانے کے وقت ہر ایک مہمان کے سامنے رکھدیا جاتا ہے۔ اس ڈنر کا مینیو سرسید کے کاغذات مین اب تک موجود ہے جسمین ۳۰ کھانون کے نام لکھے ہین ۱۲

تمام انجنیرون نے جو اس جلسہ مین شریک تھے کھانے کے بعد سپیچین دین اور سال گذشتہ کے مختلف ترقیات کا جو انجنیرنگ مین ہوئین ذکر کیا۔ سب کے بعد پریسیڈنٹ نے سپیچ دی اور آخر مین لارڈ لارنس اور سرسید کا ذکر کر کے اُنکے شامل ہونے پر فخر ظاہر کیا۔ اسکے شکریہ مین لارڈ لارنس نے تقریر کی (سرسید کے پاس ایک ترجمان کو اس غرض سے بٹھا دیا تھا کہ جلسہ کی تمام کارروائی اُنکو اُردو مین سمجھاتا جائے) لارڈ لارنس کے بعد سرسید اُٹھے۔ ایک ایسے جلسہ مین جہان انگلستان کے نامور انجنیر جمع ہون اور جلسہ کا موضوع انجنیرنگ کے سوا اور کوئی مضمون نہو؛ سرسید کو گفتگو کرنا نہایت دشوار تھا؛ باوجود اسکے ڈیلی نیوز نے اُسی زمانہ مین لکھا تھا کہ سید احمد خان کی اسپیچ شاندار اور دلچسپ تھی۔ پریزیڈنٹ نے لارڈ لارنس کو سیویر اوف انڈیا کہا تھا؛ سرسید نے اُنکو فادر اوف انڈیا کہکر یاد کیا۔ سرسید کی اسپیچ کا خلاصہ یہ تھا کہ "ہندوستان مین انگریزی سلطنت کا رعب داب اور دبدبہ پیدا ہونے کے بہت سے ذریعے ہین؛ مثلاً تعلیم، ہتھیار، اور عدل و انصاف وغیرہ؛ مگر یہ سب چیزین ایسی ہین جنسے صرف اُنھین لوگون کے دل مین اُسکی وقعت پیدا ہوئی ہے جنکو اُنسے کام پڑا ہے یا جنکو اُنسے فائدہ اُٹھانے کا موقع ملا ہے۔ لیکن وہ چیز جسنے خاص و عام سب کے دل مین انگلش گورنمنٹ کی عظمت پیدا کی ہے وہ فن انجنیری کے نتائج ہین؛ جیسے ریل، بڑے بڑے دریاؤن کے پُل، نہرین، اور بڑے بڑے پہاڑی چھتے جنمین سے ریل گذرتی ہے۔ اِن چیزون کو ہر شخص دیکھتا ہے اور اُسکے دل مین خودبخود انگریزی سلطنت کا رعب و داب اور اُسکی بڑائی پیدا ہوتی ہے" اسپر جلسہ مین نہایت زور سے چیرز دی گئین اور جب لارڈ لارنس نے اُسکو انگریزی مین ترجمہ کر کے سنایا تو پہلے سے بھی زیادہ چیرز کا غل ہوا۔ سرسید کہتے ہین کہ میرا ارادہ اسپیچ کرنے کا پہلے سے نہ تھا مگر چونکہ میری نسبت ایسے الفاظ کہے گئے تھے جنکا شکریہ ادا کرنا ضرور تھا اسلیے مجھکو بھی کھڑا ہونا پڑا۔

خطاب اور تمغا ملنا

۶- اگست سنہ ۱۸۶۹ کو انڈیا اوفس مین ڈیوک اوف ارگائل کے ہاتھ سے اُنکو سی-اس-آئی کا خطاب اور تمغا ملا۔ اُسکی تحریک لارڈ لارنس نے کی تھی۔ تاریخ معین پر سرسید انڈیا اوفس مین گئے۔ وہان سر جان ڈبلیو کے انڈر سکرٹری وزیر ہند آئے اور سرسید سے ہاتھ ملاکر اُنکو اپنے ہمراہ اُس کمرے مین لے گئے جہان ڈیوک اوف آرگائل اُنکے منتظر تھے۔ ڈیوک کھڑے ہوکر چند قدم آگے بڑھے اور سرسید سے ہاتھ ملاکر پھر اپنے بیٹے مارکوئس اوف لارن سے ملاقات کرائی اور تھوڑی دیر باتین کرنے کے بعد تمغا اپنے ہاتھ سے پہنایا اور مبارکباد کہکر سرسید کو رخصت کیا۔ اُسی روز چار اور شخصون کو بھی یہی تمغا ملنے والا تھا؛ جب سب کو تمغے مِل چکے تو ڈیوک موصوف نے سرسید کو کھانے پر بُلایا جہان بہت سے معزز لوگ اور پارلیمنٹ کے ممبر آئے تھے۔ سرسید کو اس موقع پر ڈیوک کے برابر بائین جانب جگہ دیگئی تھی۔

**لطیفہ** جس زمانہ مین سرسید کو ولایت مین سی-ایس-آئی کا خطاب ملا اُسکے کچھ دنون بعد راجہ جیکشن داس صاحب کو یہی خطاب ہندوستان مین بمقام علیگڑھ ملا تھا اور اُسکے تمام مراسم سوسائٹی کے بڑے ہال مین عمل مین آئے تھے جب جلسہ برخاست ہوا اور راجہ صاحب کے تمام دوست اُنکو مبارکباد دینے لگے سوسائٹی کا ایک ملازم ہر ایک کی زبان سے سی-اس-آئی کا لفظ سنتا تھا اور نہایت تعجب کرتا تھا باہر آکر اَور نوکرون سے کہنے لگا ارے یارو عجب تماشا ہے سید احمد خان تو خیر! لندن گئے تھے وہان جاکر عیسائی ہوے کسی نے جانا کسی نے نہ جانا ان راجہ صاحب کو کیا ہوا تھا کہ یہ ہندوستان ہی مین بھرے جلسہ کے اندر عیسائی بن گئے۔ لوگون کی زبان سے جو بار بار سی اس آئی کا لفظ نکلتا تھا وہ اسکو عیسائی سمجھتا تھا۔

ملکۂ معظمہ کی ملاقات وغیرہ مین جانا

۶- نومبر سنہ ۶۹ کو ملکۂ معظمہ کے ہاتھ سے بلیک فرائرز برج، ہابورن اور ایڈکٹ کے

افتتاح کا جلسہ ہونے والا تھا؛ جلسہ کی انتظامی کمیٹی نے سرسید کو بھی خاص طور پر وہان مدعو کیا تھا۔ سرسید کہتے ہین کہ یہ جلسہ نہایت شان و شوکت کا تھا۔

پھر ۱۱- مارچ سنہ کو ملکۂ معظمہ کی لِوِی مین اُنکو بُلایا گیا۔ سرسید کہتے ہین کہ حسب معمول لِوِی کے محل مین مجھکو اور درباریون کے ساتھ بٹھادیا گیا تھا جب ملکۂ معظمہ تشریف لائین تو مین نے بھی مثل تمام درباریون کے اپنے نمبر پر سامنے جاکر سلام کیا۔ سلام کرنے کا دستور یہ ہے کہ ملکۂ معظمہ سے ہاتھ ملاکر اور بایان گھٹنا ٹیک کر حضور ممدوحہ کے ہاتھ پر بوسہ دیتے ہین۔ جب تک تمام درباریون کا اسطرح سلام نہین ہو لیتا اُسوقت تک ملکہ کھڑی رہتی ہین۔

پرنس آف ویلز کی لوی مین جانا

اسکے بعد سنہ کو پرنس اوف ویلز کی لِوِی مین اُنکو شریک کیا گیا یہ لِوِی صرف فوجی افسرون کے لیے تھی؛ کسی سویلین کو اُسمین شریک ہونے کی اجازت نہ تھی؛ مگر چونکہ سرسید ولایت سے جلد واپس آنے والے تھے اور ممکن تھا کہ اُنکو پھر پرنس اوف ویلز کی کسی لِوِی مین شریک ہونے کا موقع نہ ملے؛ اسلیے اُنکو خاص اجازت لِوِی مین شریک ہونے کی مل گئی تھی۔

اتھینیم کلب کی ممبری

لندن کی علمی مجلسون مین بھی سرسید شریک ہوتے رہے۔ لندن جانے سے پہلے جیسا کہ دوسرے باب مین ذکر ہوچکا ہے وہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن کے فیلو مقرر ہوچکے تھے؛ جب لندن مین گئے تو اُسکے کئی اجلاسون مین شریک ہوے۔ وہ کہتے ہین کہ چارلس ڈکنس کی آخری ریڈنگ پر بھی مین وہان موجود تھا۔ لیکن سب سے بڑا امتیاز جو اُنکو لندن مین ایک علمی حیثیت سے ملا وہ اتھینیم کلب کا آنریری ممبر مقرر ہونا تھا۔ یہ کلب لندن مین سب سے زیادہ نامی اور معزز ہے کہ اس سے بڑھکر کوئی کلب معزز خیال نہین کیا جاتا۔ کوئی شخص جو مشہور مصنف یا کسی دوسرے کمال علمی مین ممتاز نہو وہ اس کلب مین

ممبر نہین ہو سکتا ۔ اسکے ممبرون کی تعداد بارہ سو تک محدود ہے ۔ سیکڑون آدمی درخواستین دے دیکر
یہان کی ممبری کے امیدوار رہتے ہین ۔ سرسید کہتے تھے کہ ۱۸۷۰ء مین جب کہ مین وہان موجود تھا تین ہزار
سے زیادہ امیدوارون کا نام درج رجسٹر تھا اور دس دس بارہ بارہ برس امیدواری پر گذر گئے تھے ۔
وہ کہتے تھے کہ جو شخص اس کلب کا ممبر مقرر ہوتا ہے اُسکے دوست اُسکو مبارک بادی کی چٹھیان لکھتے ہین
اور اُسکو ایسا فخر ہوتا ہے کہ ویسا فخر اکثر خطابون کے ملنے پر بھی نہین ہوتا ۔

غرض کہ سرسید خاص قاعدہ سے جو نامور اور مشہور باکمال لوگون کے لیے مقرر ہے دو دفعہ اتھینیم
کلب کے آنریری ممبر مقرر ہوے اور جب تک لندن مین رہے اُسکے ممبر رہے ۔ اس کلب کی ممبری کی تحریک
مسٹر اڈورڈ ٹامس نے کی تھی جو سرسید کے منصفی کے زمانہ مین دلّی کے جج تھے اور جنھون نے اُنکو
آثار الصنادید کے دوبارہ لکھنے اور ترمیم کرنے کی صلاح دی تھی ۔

بعض مستشرقین یورپ سے ملنا

آثار الصنادید کا مترجم گارسن دی تاسی جو فرانس کے مشہور مُستشرقین[۱] مین سے تھا وہ بھی
لندن ہی مین سرسید سے خط کتابت اور شوقِ ملاقات رکھتا تھا ۔ مگر یہ تمام اعزاز و امتیاز
اور خاطر و مدارات جنکا ہندوستان سے چلتے وقت سرسید کو سان گمان بھی نہ تھا ؛ یہ سب ضمنی اور
غیر متوقع امور تھے ۔ اُنکے اصلی مقاصد مین سے ایک بڑا مقصد انگلستان کے طریقۂ تعلیم کو دیکھنا اور اُسپر غور کرنا
تھا ۔ چنانچہ اُنھون نے اس غرض سے کیمبرج یونیورسٹی کو خود جا کر دیکھا اور بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی
چیز پر جو یونیورسٹی سے علاقہ رکھتی تھی غور کی اور اُسکا تمام نقشہ ذہن نشین کر لیا ۔ پھر ملک کی عام تعلیمی حالت
کا اندازہ کیا ، تعلیم نسوان کو غور کی نگاہ سے دیکھا اور تعلیم کے مختلف طریقون مین سے جو طریقہ ہندوستان کے

---

[۱] زمانۂ حال کی عربی مین اُورنیٹلسٹ کو مُستشرق کہتے ہین ۱۲

مسلمانون کی حالت کے مناسب سمجھا اُسکو نگاہ مین رکھا ۔ اگرچہ انگریزی زبان کی ناواقفیت کی وجہ سے ضرور ہے کہ انکو ہر ایک بات کے سمجھنے اور دریافت کرنے مین سخت دقتین اُٹھانی پڑی ہونگی؛ اور شاید اُنکو پوری واقفیت حاصل نہو سکی ہو؛ مگر جو نتیجے اُنکی اس ادھوری واقفیت سے ہندوستان مین ظاہر ہوے وہ بلکہ اُنکا عشر عشیر آج تک اُن ہندوستانیون کی پوری واقفیت سے بھی ظہور مین نہین آیا جو ولایت سے اعلے درجہ کی تعلیم پاکر آئے ہین ۔

انگلستان و ہندوستان کی تعلیم پر غور و فکر

انگلستان کے طریقۂ تعلیم پر غور کرنیکے بعد سر سید نے لندن ہی مین ایک پمفلٹ انگریزی مین شائع کیا جسمین ہندوستان کے طریقۂ تعلیم کے نقصانات تفصیل کے ساتھ ظاہر کیے تھے ۔ تعلیم کے سوا یوروپ کی عام شایستگی اور طرز تمدن اور حسن معاشرت اور ہر قسم کی ترقیات کے اسباب جیسا کہ اُنکی تحریرون سے ثابت ہوتا ہے ملاحظہ کیے ۔ اور جہان تک ممکن تھا اپنی معلومات کو وسعت دی ۔ یوروپ کے طریق معاشرت کو دیکھا ۔ وہان کے اُمرا کے محل اور مکانات اور طرز ماند و بود پر نظر کی ۔ عجائب خانون اور کتب خانون مین علوم اور تحقیقات کے ذخیرے ملاحظہ کیے ۔ انجنیری کے عجائبات ، جہازون کی تیاری، توپون کا ڈھلنا ، سمندری تار کا بننا ، انجنیرون اور عالمون کی سوسائٹیان ، عام کاریگرون اور اہل حرفہ کے کام اور عموماً اہل انگلستان کے علمی ذوق شوق اور علمی ترقیات کو دیکھا ۔ جس سرگرمی کے ساتھ اہل مذہب ۔ مذہب کی حمایت کرتے ہین اور باوجود اسکے نہایت بے تعصبی سے غیر مذہب والون کے ساتھ پیش آتے ہین اور جو اخلاق کہ وہ پردیسیون اور مہمانون کے ساتھ برتتے ہین ۔ یہ سب کچھ دیکھا ۔ اُنکے عیبون سے قطع نظر کی اور اُنکی خوبیون کو چُنا؛ اور یہ سب کچھ ایک تماشائی کی طرح سیر تماشے اور دل لگی کے طور پر نہین بلکہ ایک وطن دوست کی طرح دلسوزی ، غیرت اور عبرت کی نگاہ سے دیکھا ، اور انگلستان کی حالت کو

اپنے ملک کی حالت سے مقابلہ کرکے اپنے دردِ دل کو بڑھایا اور اُس درد کو دوسرون کے دلون مین درد پیدا کرنے کا ایک ذریعہ بنایا۔ وہ مولوی سید مھدی علی خان کو ایک خط مین ولایت سے لکھتے ہین "میرے ایک معزز دوست نے ایک بہت بڑے جلسہ مین جہان نہایت تکلف کی پوشاک پہنے کئی سو مرد اور لیڈیان خوبصورت، خوش کلام اور قابل جمع تھین۔ یہ پوچھا کہ "کہو لندن بہشت ہے؟ اور حورون کا ہونا سچ ہے یا نہین؟ مگر ہماری قسمت مین وہی جلنا ہے۔ یہان کا حال دیکھ دیکھ اپنے ملک اور قوم کی حماقت، بیجا تعصب، موجودہ تنزل اور آیندہ ذلت کے خیال سے رنج و غم زیادہ بڑھ گیا ہے اور کوئی تدبیر اپنے ہموطنون کے ہوشیار کرنے کی نہین معلوم ہوتی"

اُنکا ارادہ تھا کہ انگلستان اور ہندوستان کی حالت مین جو زمین و آسمان کا فرق ہے اُسکو اپنے سفرنامہ مین مفصل بیان کرکے اہل وطن کو خبردار کرین؛ مگر اہل وطن نے اُسکو برداشت نہ کیا؛ وہ اپنی پستی کی دردانگیز داستان نہ سن سکے؛ اور اسلیے جو سلسلہ سرسید نے اپنے سفر کے حالات کا لکھنا شروع کیا تھا وہ منقطع ہوگیا۔ باایں ہمہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے سفر کے جستہ جستہ حالات لکھنے سے دست بردار نہین ہوے؛ اور جب کبھی موقع ملا اُنھون نے کوئی نہ کوئی بات اہل وطن کے کان مین ڈال دی۔

۱۵-اکتوبر ۱۸۶۹ء کو اُنھون نے ایک لمبی تحریر سوسائٹی اخبار مین چھپنے کو بھیجی جسمین چھ مہینے کے حالات مختصر طور پر بیان کیے تھے؛ اور یوروپ کی ترقی اور اپنے ملک کے ادبار اور تنزل کی مثالین پیش کرکے اہل وطن کو غیرت دلائی تھی۔ جب اس تحریر کا نتیجہ بھی سوا اسکے کہ لوگ برافروختہ ہون اور برا بھلا کہین کچھ حاصل نہوا تو ۲۲-مارچ ۱۸۷۰ء کو ایک دوسری تحریر بعنوان "عذر از طرف گنہگار سید احمد" ہندوستان مین بھیجی۔ پھر ایک اور تحریر بعنوان "عرضداشت سید احمد بخدمت اہل وطن" اخبار مین چھپنے کے لیے روانہ کی۔ ان تمام تحریرون کے دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اُس زمانہ مین سرسید کو اہل وطن کی بھلائی کا

اپنے ملک کی حالت سے مقابلہ کرکے اپنے دردِ دل کو بڑھایا اور اُس درد کو دوسرون کے دلون مین درد پیدا کرنے کا ایک ذریعہ بنایا۔ وہ مولوی سید مہدی علی خان کو ایک خط مین ولایت سے لکھتے ہین "میرے ایک معزز دوست نے ایک بہت بڑے جلسہ مین جہان نہایت تکلف کی پوشاک پہنے کئی سو مرد اور لیڈیان خوبصورت، خوش کلام اور قابل جمع تھین، پوچھا کہ "کہو لندن بہشت ہے؟ اور حورون کا ہونا سچ ہے یا نہین؟ مگر ہماری قسمت مین وہی جلنا ہے۔ یہان کا حال دیکھ دیکھ اپنے ملک اور قوم کی حماقت، بیجا تعصب، موجودہ تنزل اور آیندہ ذلت کے خیال سے رنج وغم زیادہ بڑھ گیا ہے اور کوئی تدبیر اپنے ہموطنون کے ہوشیار کرنے کی نہین معلوم ہوتی"

اُنکا ارادہ تھا کہ انگلستان اور ہندوستان کی حالت مین جو زمین وآسمان کا فرق ہے اُسکو اپنے سفرنامہ مین مفصل بیان کرکے اہل وطن کو خبردار کرین؛ مگر اہل وطن نے اُسکو برداشت نہ کیا؛ وہ اپنی پستی کی دردانگیز داستان نہ سن سکے؛ اور اسلیے جو سلسلہ سرسید نے اپنے سفر کے حالات کا لکھنا شروع کیا تھا وہ منقطع ہوگیا۔ بااینہمہ وہ وقتاً فوقتاً اپنے سفر کے جستہ جستہ حالات لکھنے سے دست بردار نہین ہوے؛ اور جب کبھی موقع ملا اُنھون نے کوئی نہ کوئی بات اہل وطن کے کان مین ڈال دی۔

۱۵- اکتوبر سنہ ۶۹ کو اُنھون نے ایک لمبی تحریر سوسائٹی اخبار مین چھپنے کو بھیجی جسمین چھ مہینے کے حالات مختصر طور پر بیان کیے تھے؛ اور یوروپ کی ترقی اور اپنے ملک کے ادبار اور تنزل کی مثالین پیش کرکے اہل وطن کو غیرت دلائی تھی۔ جب اس تحریر کا نتیجہ بھی سوا اسکے کہ لوگ برافروختہ ہون اور برا بھلا کہین کچھ حاصل نہوا تو ۲۲- مارچ سنہ ۷۰ کو ایک دوسری تحریر بعنوان "عذر از طرف گنہگار سید احمد" ہندوستان مین بھیجی۔ پھر ایک اور تحریر بعنوان "عرضداشت سید احمد بخدمت اہل وطن" اخبار مین چھپنے کے لیے روانہ کی۔ ان تمام تحریرون کے دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اُس زمانہ مین سرسید کو اہل وطن کی بھلائی کا

کسقدر خیال تھا. گو ان تحریرون سے قوم و ملک کے کان پر جون نہین چلی؛ مگر درحقیقت یہ سب تمہیدین تھین اُن کارروائیون کی جو آخرکار ہندوستان مین پہنچکر سرسید کے ہاتھ سے ظہور مین آنے والی تھین.

خطبات احمدیہ کا لکھنا اور چھپوانا

ان سب باتون کے سوا سرسید کا سب سے زیادہ ضروری اور اہم مقصد ولایت کے سفر سے ایک ایسی کتاب کا لکھنا اور انگریزی مین اُسکا ترجمہ کراکر شایع کرنا تھا جس سے اسلام کی اصلیت عیسائی قومون پر ظاہر ہو اور جو غلطیان اکثر عیسائی مصنفون نے اور خاصکر سر ولیم میور نے اپنی کتاب "لائف اوف محمد" مین اسلام کی حقیقت اور بانی اسلام کی کیرکٹر ظاہر کرنے مین دانستہ یا نادانستہ کی ہین اُنکو رفع کیا جائے. سر ولیم میور کی کتاب کی نسبت اکثر انگریزون کا یہ خیال تھا کہ اسلام کے متعلق جو ٹھیک اطلاعین سر ولیم نے اہل یوروپ کو دی ہین وہ پہلے کسی دوسرے ذریعہ سے اُنکو حاصل نہین ہوئی تھین. مگر درحقیقت یہ کتاب صرف عیسائیون ہی کو اسلام اور بانی اسلام کی طرف سے گمراہ کرنے والی نہ تھی بلکہ انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان مسلمانون کو بھی اسلام کی طرف سے شک مین ڈالنے والی تھی.

اس کتاب کے مضامین کی تفصیل اور جو دقتین سرسید کو اُسکے لکھنے اور چھپوانے مین پیش آئین اور جس جوش اور امنگ سے اُنھون نے یہ کتاب لکھی اور جو رائین انگریزون نے اُسپر دین - یہ سب امور ہم دوسرے حصہ مین بیان کرینگے. یہان صرف اسقدر لکھتے ہین کہ ولایت مین سرسید نے کتاب کی لاگت بڑھجانے کے خوف سے صرف اپنی اُردو یادداشتون کا خلاصہ انگریزی مین ترجمہ کراکے چھپوایا تھا مگر ہندوستان مین پہنچنے کے بہت بعد اُنھون نے اُسکو اُردو مین بھی اپنی پوری یادداشتون سے ازسرنو مرتب کرکے تصانیف احمدیہ کے ساتھ بڑی تقطیع پر ٹائپ مین چھپوایا تھا جسمین ہر ایک مضمون بہ نسبت

انگریزی کے زیادہ وسعت کے ساتھ بیان ہوا ہے مگر چونکہ اسکی جلدین بہت ہی کم چھپوائی گئی تھین اسلیے اُسکی زیادہ اشاعت نہین ہو سکی خطبات احمدیہ لکھنے کے سوا اُنھون نے ولایت ہی مین اور بھی اسلام کی بعض خدمتین انجام دی ہین جنکا ذکر دوسرے حصہ مین کیا جائیگا۔

سچ یہ ہے کہ سرسید نے جس تحریر کے ذریعہ سے ولایت جانے کے لیے گورنمنٹ سے اجازت چاہی تھی؛ جو کچھ اُس تحریر مین لکھا تھا۔ اُس سے بہت زیادہ اپنے ارادون کو پورا کرکے دکھایا۔ وہ لندن سے نہایت قیمتی اطلاعین لیکر ہندوستان مین آئے جنسے اُنھون نے ملک اور قوم کو بے انتہا فائدہ پہنچایا۔ شمالی ہندوستان مین اُنسے پہلے ظاہرا کسی ہندو یا مسلمان نے اپنی اولاد کو تعلیم کے لیے ولایت نہین بھیجا تھا۔ غالباً سید محمود شمالی ہندوستان مین پہلے شخص ہین جو ولایت سے بیرسٹری کا ڈپلوما لیکر آئے۔ محض اُنھین کی ریس سے اس ملک کے ہندو مسلمانون کو اپنی اولاد کے ولایت بھیجنے کا حوصلہ پیدا ہوا اور اُنھین کی دیکھا دیکھی ولایت جانے والے دیسی طالب علمون کا ہندوستان سے انگلستان تک تانتا بندھ گیا۔ جس زمانہ مین سرسید ولایت گئے ہین اُنھین دنون مین سائنٹفک سوسائٹی اخبار علیگڑھ مین چھپا تھا کہ "سید احمد خان کے ولایت جانے سے ہندوستانیون کے واسطے ایک عمدہ مثال قابل تقلید قائم ہو گئی ہے۔ چنانکہ کلکتہ کے ایک نوجوان مسلمان سید امیر علی (جناب آنریبل سید امیر علی سی۔ اس۔ آئی۔ بیرسٹر ایٹ لا اور جج ہائی کورٹ کلکتہ مین) لندن روانہ ہوئے ہین اور بہت سے ولایت جانے کو تیار ہو رہے ہین" سید امیر علی نے صرف ولایت کا سفر کرنے ہی مین سرسید کی تقلید نہین کی بلکہ اسلام کی خدمت کرنے مین اور اُسکی خوبیان یورپین قومون پر ظاہر کرنے مین بھی اُنھون نے سرسید کا پورا پورا اتباع کیا ہے۔ اُنکی دو باوقعت کتابین "لائف اوف محمد" اور "اسپرٹ اوف اسلام" جو انگریزی مین شایع ہو چکی ہین اس دعوے کی شاہد ہین۔

نواب محسن الملک اپنی ایک تحریر مین آنریبل حاجی اسمٰعیل خان کو لکھتے ہین کہ "سید احمد خان ولایت گئے ؛ مگر اس مطلب سے کہ اپنی آنکھ سے اُس قوم کو جو اسوقت تمام اقوام روی زمین پر شرف رکھتی ہے اُنھین کے گھرون مین اور اُنھین کے ملک مین دیکھین ؛ اور جو کچھ وہان دیکھا ہے واپس آکر اپنی قوم مین پھیلائین ۔ لوگ ولایت مین جاکر تماشا گاہ، تھیئٹر، پارک، میوزیم اور عمارات کی سیر کرتے ہین ؛ اور یہ حامی دین اسلام کتب خانہ مین بیٹھا ہوا خطبات احمدیہ کی تصنیف مین منہمک تھا ؛ اور کالجون اور یونیورسٹیون کے انتظام پر غور کر رہا تھا ۔ اس شخص کا ولایت جانا قوم کے واسطے تھا، رہنا قوم کے واسطے، اور واپس آنا قوم کے واسطے "

الغرض سر سید ایک سال اور پانچ مہینے لندن مین قیام کرنے کے بعد ۴ ستمبر سنہ ۱۸۷۰ء کو مع سید حامد مرحوم کے لندن سے ہندوستان کو روانہ ہوے ۔ اُنکی روانگی کے بعد ایک لمبا مضمون ہندوستان کے ایک مسلمان مقیم لندن سید عبداللہ نام نے اخبار ہوم ورڈ میل مورخہ ۲۶ ستمبر سنہ ۱۸۷۰ مین سر سید کی نسبت چھپوایا تھا جو سوسائٹی اخبار مورخہ ۱۱ نومبر سنہ مین بھی نقل کیا گیا تھا ۔ اس مضمون مین سے چند فقرے مختلف مقامات سے یہان لکھے جاتے ہین "جن انگریزون سے یہان (یعنی انگلستان مین) اُنکی ملاقات ہوئی اُنپر اُنکی عام لیاقت کا اور اس بات کا کہ جن شخصون نے اُنسے ہندوستان کی بابت گفتگو کی اُن سب کو ہر ایک امر سے بخوبی آگاہ کر دیا ؛ بہت عمدہ اثر ہوا ۔ یہان کے بہت سے مدبران سلطنت کی رائے ہے کہ "اگر ہم ایک ایسے لئیق اور واقف کار ہندوستانی مسلمان سے جیسے کہ سید احمد خان ہین ؛ نہ ملتے تو ہندوستانیونکی لیاقت کی نسبت ہماری رائے ہمیشہ ضعیف اور بودی (پور) ہوتی ++ اس مضمون کے لکھنے سے میری یہ غرض ہے کہ ہندوستان کے لوگون کو معلوم ہو جائے کہ جو ہندوستانی تربیت یافتہ اور مہذب ہوتا ہے اُسکی اہل یوروپ کیسی بڑی قدر و منزلت کرتے ہین ++ سید احمد خان کی بدولت اس بات کا ثبوت حاصل ہونے سے بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ اس ملک مین ہندوستان کے ایک شریف آدمی کی بڑی قدر و منزلت ہوتی ہے اور اعلےٰ درجہ کے انگریز اس سے بڑی محبت اور تواضع و تکریم سے پیش آتے ہین "

# پانچوان باب

## سنہ ١٨٧٠ء سے سنہ ١٨٧٩ء تک

ولایت سے واپس آنا - تہذیب الاخلاق جاری کرنا - کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان - کمیٹی خزنۃ البضاعۃ - ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب پر ریویو - ابتدائی مدرسہ علیگڑھ مین قائم کرنا - کالج فونڈیشن سٹون - چندہ وصول کرنیکی تدبیرین - عمارات کالج - کالج کلاس قائم ہونی - تفسیر القرآن -

---

ولایت سے ہندوستان مین واپس آنا

۲- اکتوبر سنہ ۷۰ء کو سرسید مع سید حامد مرحوم کے ولایت سے بمبئی پہنچے اور اسی مہینے مین بنارس پہنچکر اپنے عہدہ کا چارج لیا۔ یہان آتے ہی اُنھون نے اُس بڑے کام کی بنیاد ڈالنی شروع کی جسکے لیے درحقیقت ولایت کا سفر اختیار کیا تھا۔ مسلمانون کی تعلیم کا منصوبہ جو اُنھون نے ولایت جانے سے بہت پہلے باندھا تھا اُسکے پورا کرنے مین ظاہرا اُنکو دو سخت مزاحمتین نظر آتی تھین۔ اول مسلمانون کے مذہبی اوہام، انگریزی تعلیم سے اُنکی نفرت، اور ایجوکیشن کے مفہوم سے ناواقفیت اس مزاحمت کے دور کرنیکے لیے اُنھون نے ولایت پہنچتے ہی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی تھی۔ سفر کے حالات اور متعدد آرٹکل جو اُنھون نے لندن سے لکھکر بھیجے اور سوسائٹی اخبار مین شایع ہوے اُنمین طرح طرح سے مسلمانون کو غیرت دلائی تھی اور جا بجا اُنکے تنزل پر افسوس ظاہر کیا تھا اور انگریزی تعلیم کی ضرورت بیان کی تھی۔ لیکن ان تحریرون کا اثر مسلمانون پر کچھ نہین ہوا۔ دوسری مزاحمت اُنکو یہ معلوم ہوتی تھی کہ اُنکا ارادہ جیسا کہ آگے مفصل بیان کیا جائیگا فی الواقع ہندوستان مین پہنچکر ایک محمدن یونیورسٹی

قائم کرنے کا تھا؛ کیونکہ ہندوستان کی موجودہ یونیورسٹیون کے نظام تعلیم سے ہندوستانیون مین حقیقی لیاقت پیدا ہونے کی اُنکو ہرگز امید نہ تھی۔ اسلیے ضرور تھا کہ گورنمنٹ کے طریقۂ تعلیم کو مسلمانون کے لیے ناکافی اور ہندوستان کے ایجوکیشنل سسٹم کو غیر مفید قرار دیا جائے۔ چنانچہ اسی بنا پر اُنھون نے ولایت مین ایک پمفلٹ انگریزی زبان مین شائع کیا تھا جسکا عنوان "ہندوستان کے موجودہ نظام تعلیمی پر اعتراضات" تھا مگر چونکہ اُسمین سرسید نے اپنی ذاتی رائے لکھی تھی اسلیے اُس سے بھی کسی نتیجہ کے پیدا ہونے کی امید نہ تھی۔ ان دونون رکاوٹون کے دور کرنیکے لیے اُنھون نے ہندوستان مین پہنچکر دو بڑے بڑے کام ایک ساتھ شروع کیے۔

**تہذیب الاخلاق**

اول مسلمانون کے مذہبی خیالات کی اصلاح اور اُنکو ترقی کی طرف مائل کرنے کے لیے پرچۂ تہذیب الاخلاق جاری کیا۔ اُنھون نے اس پرچہ کے نکالنے کا ارادہ ولایت ہی مین کر لیا تھا کیونکہ تہذیب الاخلاق کی پیشانی پر جو اسکا نام اور بیل چھپتی تھی اُسکا ٹائپ وہ لندن ہی سے بنواکر اپنے ساتھ لائے تھے۔ الغرض سرسید اور اُنکے دوستون کی ایک کمیٹی قائم ہوئی جسکے ہر ایک ممبر سے تہذیب الاخلاق کے اخراجات کے لیے ساٹھ روپیہ سالانہ اور عام خریدارون سے ساڑھے چار روپیہ سالانہ لینا قرار پایا تھا۔ یکم شوال ۱۲۸۷ہجری مطابق ۲۴ دسمبر ۱۸۷۰ء کو اُسکا اول نمبر شایع ہوا؛ اور پہلی بار شوال ۱۲۸۷ھ سے رمضان ۱۲۹۳ھ یعنی پورے چھ برس تک برابر نکلتا رہا اور ہمیشہ اُسکے اڈیٹر اور منیجر خود سرسید رہے چونکہ یہ پرچہ کوئی تجارتی اخبار نہ تھا بلکہ محض قوم کی بھلائی کے لیے جاری کیا گیا تھا؛ اسلیے جو کچھ آمدنی ہوتی تھی وہ اُسی کی ترقی مین صرف کیجاتی تھی۔ اُسکی اخیر جلدون مین ہر نمبر کی پیشانی پر بطور ماٹو کے یہ عربی فقرہ لکھا جاتا تھا "حب القوم من الایمان فمن یسعی فی اعزاز قومه انما یسعی فی اعزاز دینه"

تہذیب الاخلاق ہندوستان کے مسلمانون کے لیے تقریباً ویساہی پرچہ تھا جیسے اسٹیل اور اڈیسن نے دو میگزین یعنی ٹیٹلر اور اسپکٹیٹر نوبت بنوبت لندن مین نکالے تھے اور ۱۷۰۹ء سے ۱۷۱۳ء تک جاری رہے۔ ان دونون پرچون کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُنسے انگریزون کے اخلاق، عادات، رسم ورواج، اور قومی خیالات پر بہت بڑا اثر ہوا تھا۔ اگرچہ اُسوقت انگلستان کی حالت کیا باعتبار علوم وفنون کے اور کیا باعتبار اخلاق ومعاشرت کے آج کل کی حالت سے کچھ نسبت نہ رکھتی تھی مگر مذہبی خیالات اُس عام رفارمیشن کی بدولت۔ جو لوتھر اور کالون نے کی۔ بہت کچھ اصلاح پا چکے تھے۔ اسلیے ان دونون پرچون مین مذہبی چھیڑ چھاڑ بہت کم ہوتی تھی اور اسی وجہ سے وہان ان پرچون کی کچھ مخالفت نہین ہوئی۔ لیکن تہذیب الاخلاق کا حال ایسا نہ تھا؛ اُسمین مذہبی بحث کرنی لازم آپڑی تھی۔ کیونکہ جو باتین مسلمانون کی دنیوی ترقی کی مانع تھین وہ زیادہ تر مذہبی خیالات پر مبنی تھین۔ اگرچہ اس پرچہ مین مضمون لکھنے والے بہت سے لوگ تھے مگر سب سے زیادہ سرگرم خود سرسید، پھر مولوی سید مہدی علیخان اور پھر مولوی چراغ علی تھے۔ سرسید مذہب کے سوا اخلاق ومعاشرت وتمدن پر بھی اکثر مضامین لکھتے تھے مگر پچھلے دو شخص زیادہ تر مذہب پر لکھنے والے تھے۔

اس پرچہ کے دو ہی تین نمبر نکلنے پائے تھے کہ چارون طرف سے اُسکی مخالفت ہونی شروع ہوئی اور ساتھ ہی اُس مدرسہ سے بھی جسکو سرسید قائم کرنا چاہتے تھے عموماً سوءِظن پیدا ہونے لگا۔ بہت سے اخبارون مین مخالفانہ مضمون چھپنے لگے؛ اور چند پرچے جنمین سے کانپور کا نور الآفاق اور نور الانوار زیادہ مشہور تھا۔ تہذیب الاخلاق کے توڑ پر جاری کیے گئے۔ رسالۂ اشاعۃ السنۃ جو خاص اہل حدیث کی تائید کے لیے جاری ہوا تھا اُسمین بھی تہذیب الاخلاق کے برخلاف مضمون نکلنے لگے؛

اور سرسید کی تکفیر کے فتوے جابجا لکھے جانے لگے؛ یہان تک کہ اُنکے ساتھ اُنکے دوست اور اعوان و انصار بھی نیچری بلکہ کرسٹان کہلانے لگے **لطیفہ** جب محسن الملک سید مہدی علی خان کے چند مضمون نہایت دھوم دھام سے اس پرچہ مین شائع ہوے تو کسی سُنّی صاحب نے اُنکے چچا سے جنکا تمام خاندان محسن الملک کے سوا اثنا عشری ہے۔ جاکر کہا کہ آپ کے لیے رونے کا مقام ہے کہ مہدی علی خان کرسٹان ہو گئے۔ اُنھون نے نہایت سادگی سے جواب دیا کہ میان اب تمکو رونا چاہیے؛ ہم تو اُسی دن رو چکے تھے جب اُسنے باپ دادا کا طریقہ چھوڑکر تمھارا طریقہ اختیار کیا تھا۔

بااینہمہ تہذیب الاخلاق کے جاری ہونے سے رفتہ رفتہ ایک معتد بہ گروہ مسلمانون مین ایسا بھی پیدا ہو گیا جو اس پرچہ کا ویسا ہی دلدادہ تھا جیسے اہل انگلستان ٹیٹلر اور اسپکٹیٹر کے دلدادہ تھے۔ وہ اُسکے مضامین پر وجد کرتے تھے؛ اور تاریخ معین پر اُسکے انتظار مین ہمہ تن چشم رہتے تھے اور اُسکے مخالفون کو تعجب سے دیکھتے تھے۔ جو نتائج اس پرچہ سے مسلمانون کے حق مین پیدا ہوے اُنکو دوسرے حصہ مین بیان کیا جائیگا یہان صرف اسقدر لکھا جاتا ہے کہ اگر سرسید یہ پرچہ جاری نہ کرتے اور مسلمانون کے خیالات کی اصلاح کا خیال چھوڑ دیتے بلکہ صرف اُنکی تعلیم کا انتظام کرتے تو ظاہرا اُنکی مخالفت کم ہوتی بلکہ شاید نہوتی؛ مگر اُسکے ساتھ ہی اعانت اور امداد بھی کم ہوتی؛ اور جو تحریک چند سال مین مسلمانون مین پیدا ہو گئی اُسکا صدیون تک کہین نام و نشان نہ ہوتا۔

اس پرچہ کی تمام تر کوشش اس بات مین تھی کہ جو خیالات مسلمانون کی ترقی اور تمدن کے مذہبی مانع سمجھے جاتے ہین اور در حقیقت مذہب سے کچھ علاقہ نہین رکھتے اُنکو جہانتک ہوسکے رفع کیا جائے اور اسلام پر جو عیسائیون کا یہ اعتراض ہے کہ وہ ترقی اور تمدن کا دشمن ہے۔ اس غلطی کا اصل منشا ظاہر کیا جائے

اسکے سوا یوروپ کی سولیزیشن کے اصول و فروع سے اور اُن اسباب سے جو یوروپ کی ترقی کے باعث ہوے ہین قوم کو آگاہ کیا جائے ۔ بیہودہ اور مضر رسمون سے اُنکو نفرت دلائی جائے ۔ اخلاق و عادات مین جو بسبب قومی تنزل کے خرابیان پیدا ہوگئی ہین وہ بیان کیجائین ۔ علوم قدیمہ کی عظمت جو لوگون کے دلون مین حد سے زیادہ بیٹھی ہوئی ہے جہانتک اُسمین غلطی ہو اُسکو ظاہر کیا جائے ۔ علوم جدیدہ جنسے نفرت کیجاتی ہے اُنکی اصلی اور واقعی خوبیان اور جو بدیہی نتائج دنیا مین اُنسے پیدا ہوئے ہین جتائے جائین اور بجای نفرت کے اُنکی طرف رغبت دلائی جائے ۔ اسلام مین مخالفون نے جو باتین تاریخی اور علمی تحقیقات کے خلاف بیان کی ہین اُنکو تاریخ اور علم کے ساتھ منطبق کیا جائے یا اسلام کا دامن اُنسے پاک ثابت کیا جائے ۔ مسلمانون کے دلون مین اُنکے اکابر و اسلاف کی عظمت کا خیال پیدا کیا جائے ، اُنکی قدیم علمی اور عملی ترقیات اُنکو یاد دلائی جائین اور اس طرح قوم کے مردہ دلون کو از سرِ نو زندہ کرنے مین کوشش کیجائے ۔ ان تمام اغراض و مقاصد کے پورا کرنے کے لیے سرسید اور اُنکے دوستون نے صرف اپنی رائے اور اجتہاد ہی سے کام نہین لیا بلکہ جو کچھ مذہب کے متعلق لکھا وہ زیادہ تر قوم کے محققین کی تصنیفات سے استناد کرکے لکھا اور اخلاق و معاشرت و ترقی و تمدن کے متعلق یوروپ کے مصنفین کے خیالات بھی جہانتک ہوسکا اپنی زبان مین بیان کیے ۔

چونکہ یہ پرچہ اسلام کو ایک ایسی صورت مین ظاہر کرتا تھا جو مسلمانون کے عام خیالات کے برخلاف تھی اور اُنکے کان مین وہ صدائین پہنچاتا تھا جو اُنھون نے پہلے کبھی نہ سنی تھین ؛ اسلیے اول اول لوگ اُس سے بہت بھڑکے ؛ مگر رفتہ رفتہ مسلمانون کے محدود دائرہ مین اُسکا اثر پھیل گیا ۔ ان پڑھ مسلمان جنکی تعداد ہمیشہ ایک گری ہوئی قوم مین پڑھے لکھون کی نسبت بہت زیادہ ہوتی ہے ۔

وہ تو یہ بھی نہین جانتے تھے کہ تہذیب الاخلاق کس جانور کا نام ہے ۔ مولویون اور واعظون پر بھی اُسکا منتر نہین چل سکتا تھا کیونکہ وہ اُسکو نہ صرف مذہب کے حق مین بلکہ شاید اپنے حق مین بھی مضر جانتے تھے ۔ اُمرا تک اُسکی رسائی ہونی سخت دشوار تھی کیونکہ اُنکو مسلمانون کے تنزل کا یقین دلانا ایسا ہی مشکل تھا جیسا مرغابی کو طوفان سے خوف دلانا ۔ اسی لیے تہذیب الاخلاق کا اثر صرف متوسط درجہ کے لوگون مین محدود رہا جو نہ محض جاہل تھے اور نہ جامع علوم عقلیہ و نقلیہ؛ اور مقدور کے لحاظ سے نہ نہایت پست حالت مین تھے اور نہ اعلے درجہ مین ۔ پھر خاصکر دلّی اور لکھنؤ اور اُنکے نواح مین جہان مسلمانون کی قدیم شایستگی کے کچھ دھندلے نشان باقی تھے اُسکا اثر بہت کم ہوا ۔ باوجود اسکے چونکہ اُسکی آواز زمانہ کی گونج کے موافق تھی اُسنے توقع سے بہت زیادہ کامیابی حاصل کی ۔

زیادہ تر اُسکے مقبول ہونے کا سبب یہ تھا کہ اُسکے مضامین کا جزو اعظم سرسید کی دلنشین تحریرین اور سید مہدی علی خان کے دلکش آرٹکل تھے ۔ سرسید کی تحریر کی نسبت یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ اُسکے دیکھنے کے بعد آدمی اپنے عقیدے پر قائم نہین رہ سکتا ۔ سید مہدی علی خان کی تحریرون پر بھی لوگ سر دھنتے تھے ۔ اسکے سوا اُسمین ہر ایک بات نرمی اور سنجیدگی سے برخلاف اُس قدیم دلآزار طریقہ کے جو مسلمانون کے مناظرات و مجادلات مین جاری تھا ۔ بیان کیجاتی تھی ۔ کسی شخص کی طرف روی سخن بہت کم ہوتا تھا؛ بلکہ ہمیشہ قوم کی عام حالت پر بطور دلسوزی کے نہ بطور طعن و تعریض کے گفتگو کیجاتی تھی ۔ اُسمین ظرافت بھی ہوتی تھی؛ مگر نہ ایسی کہ کسی کو ناگوار گذرے ۔ اُسمین مخالفون کے اعتراضات کے جواب نہایت سخت ضرورت کے سوا کبھی نہ دیے جاتے تھے اور اسلیے مناظرہ کے بے مزہ ردّ و بدل اور جواب و ردِّ جواب و کدّ جواب و حدّ جواب کے ناگوار تسلسل سے وہ بالکل پاک تھا

کیونکہ اُسکے جاری کرنے سے صرف یہ مقصود تھا کہ جو بات سچ معلوم ہو وہ لوگون کے کان مین ڈال دی جائے نہ یہ کہ اُنسے زبردستی منوائی جائے۔

تہذیب الاخلاق مین عام خبرین درج نہین ہوتی تھین مگر مدرسۃ العلوم کے متعلق کمیٹی خزنۃ البضاعۃ کی روئدادین اور تمام حالات اُسمین کئی برس تک برابر چھپتی رہین۔ اسلیے مدرسۃ العلوم کو اُس سے بہت تقویت پہنچی۔ ادھر تو اُسکے مضامین لوگون کے خیالات مین انقلاب پیدا کر رہے تھے اور اُدھر چندہ کی روزافزون ترقی، بانیان کالج کی سرگرمی، اور سرسید کی کوششون کے عملی نتائج اُسکے ذریعہ سے دریافت ہوتے تھے اور اسلیے روز بروز مدرسۃ العلوم کی عظمت کا خیال لوگون کے دلون مین زیادہ ہوتا جاتا تھا۔

سنہ ۱۸۷۶ء مین جب سرسید پنشن لیکر علیگڑھ مین آگئے تو اُنکو ہمہ تن مدرسہ کی تکمیل، اُسکی عمارتین تیار کرنے، اور ہر طرح سے کالج کی زمین کو آباد و سرسبز کرنے کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اسکے سوا اُنکے وہ دوست جو تہذیب الاخلاق کے سرگرم معاون تھے وہ زیادہ اہم کامون مین مصروف ہوگئے۔ نیز تہذیب الاخلاق اپنا کام بہت کچھ کر چکا تھا اور مسلمانون مین جسقدر کہ اُبال آنے کی قابلیت تھی اُسقدر اُنمین اُبال پیدا کر چکا تھا۔ ان تمام وجوہات سے اُسکو بند کرنا پڑا اور یکم رمضان سنہ ۱۲۹۳ھ کے پرچہ پر اسکا خاتمہ ہوگیا چھ برس کے عرصہ مین ۲۲۶ مضمون تہذیب الاخلاق مین چھپے جنمین سے چھوٹے بڑے ۱۱۲ مضمون صرف سرسید کے لکھے ہوے ہین اور باقی اور لوگون کے۔

جن لوگون کو تہذیب الاخلاق کا چسکا لگ گیا تھا اُنکو اسکا بند ہونا شاق گذرا اور اُنکی طرف سے برابر تحریکین ہوتی رہین کہ اُسکو پھر جاری کیا جائے۔ آخر جمادی الاولی سنہ ۹۶ھ مین دوسری بار

جاری کیا گیا جو دو برس پانچ مہینے جاری رہکر بند ہوگیا۔ اس دفعہ چونکہ سرسید کی توجہ زیادہ تر تفسیر لکھنے کی طرف مصروف رہی اور اُنکے سرگرم معاونون کو اُسمین مدد دینے کی فرصت یا موقع نہ تھا اسلیے اُسمین پہلے کی نسبت عمدہ مضامین کم نکلے۔ اسکی بارکل ۷۰ مضمون چھپے جنکے لکھنے والے مختلف آٹھ شخص تھے۔ ازان جملہ ۲۳ مضمون سرسید کے اور باقی اور لوگون کے تھے شوال سنہ ۱۳۱۱ ہجری مین سرسید نے نواب محسن الملک کی تحریک سے اُسکو پھر جاری کیا مگر اس دفعہ اُسکا دار و مدار بالکل سرسید کی ذات پر رہا اور لوگون نے اُسمین بہت کم مدد دی آخر تین برس جاری رہکر بند ہوگیا۔

اشتہار ترقی تعلیم مسلمانان

تہذیب الاخلاق ہی کے ساتھ سرسید نے دوسرا کام یہ کیا کہ مسلمانون کی ترقی تعلیم پر غور کرنیکے لیے اُنھون نے بنارس ہی مین ایک دوسری کمیٹی قائم کی۔ وہ لندن ہی سے ایک اشتہار۔ تدابیر ترقی تعلیم مسلمانان کی نسبت اُردو اور انگریزی مین چھپوا کر اپنے آنے سے پہلے مولوی سید مہدی علی خان کے پاس جو اُس زمانہ مین مرزاپور مین تحصیلدار تھے اشاعت کی غرض سے بھیج چکے تھے۔ مگر اُنھون نے اُسکی تمام کاپیان ایک صندوق مین ڈالدین اور معمولی اشتہارون کی طرح اُسکی اشاعت کو محض بے سود خیال کیا۔ جب سرسید ولایت سے واپس آئے اور مولویصاحب سے ملے تو اُنھون نے تمام اشتہار سرسید کے سامنے رکھدیے اور یہ کہا کہ ہر شخص سید احمد خان نہین ہے جو اس کام کو کرسکے۔ اب سرسید نے خود اُس کام کو شروع کیا۔ وہی اشتہار جسکا عنوان یہ تھا "التماس بخدمت اہل اسلام و حکام ہند درباب ترقی تعلیم مسلمانان ہندوستان" جہان جہان مناسب سمجھا؛ بھیجا اور اخبار کے ذریعہ سے بھی اُسکو شایع کیا۔ خلاصہ اس التماس کا یہ تھا کہ "انگریزی حکومت سے جو تعلیم کے فائدے لوگ عام طور پر اُٹھارہے ہین اور مسلمان اُنسے مستفید نہین ہوتے؛ اسکے اسباب دریافت کرنے کی طرف خود مسلمانون کو متوجہ

ہونا چاہیے کیونکہ جو اسباب اور لوگون نے ابتک بیان کیے ہین اُنپر کافی بھروسا نہین ہوسکتا؛ اور بالیقین نہین کہا جاسکتا کہ درحقیقت وہی اصلی اسباب ہین۔ نیز یہ کہ اس بیماری کی اصل جڑ دریافت کرنی گورنمنٹ کو بھی ضرور ہے۔ پس مناسب ہے کہ ایک انعامی اشتہار جاری کیا جائے اور مسلمانون کو اس مسئلہ پر مضامین لکھنے کی ترغیب دیجائے اور اس کام کے لیے مسلمانون اور انگریزون سے چندہ جمع کیا جائے۔ جب چندہ بقدر ضرورت جمع ہوجائے اُسوقت چندہ دہندگان مین سے ممبر منتخب کرکے ایک کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان منعقد کیجائے۔

اس چندہ مین سب سے پہلے سرسید نے ایک رقم اپنی طرف سے پیش کی اور باتفاق مولوی مہدی علی خان کے چندہ جمع کرنا شروع کیا۔ دسمبر ۱۸۶۹ء مین یہ اشتہار جاری ہوا تھا اُسی مہینے مین ایک ہزار ایک سو دو روپیہ جمع ہوگیا اور اسکے بعد رفتہ رفتہ جمع ہوتا رہا۔ نواب کلب علی خان مرحوم رئیس رامپور، کنور وزیر علی خان مرحوم رئیس دانپور ضلع بلند شہر اور سر ولیم میور لفٹنٹ گورنر شمال مغرب نے اس کام کی طرف خاص توجہ ظاہر کی تھی۔ الغرض ۲۶ - دسمبر کو بمقام بنارس وہ کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان ہندوستان" منعقد ہوگئی جسکے سکرٹری سرسید قرار پائے۔ اس کمیٹی کا کام یہ تھا کہ وہ جہانتک ہوسکے اس بات کے دریافت کرنے مین کوشش کرے کہ سرکاری کالجون اور اسکولون مین مسلمان طالب علم کس لیے کم پڑھتے ہین، علوم قدیمہ اُنمین کیون گھٹ گئے اور علوم جدیدہ کیون نہین رواج پاتے۔ اور جب یہ تمام موانع ٹھیک ٹھیک دریافت ہوجائین تو اُنکے رفع کرنے کی تدبیرین دریافت کرے اور اُن تدبیرون پر عمل درآمد کرنے مین کوشش کرے۔ نواب محسن الملک کا بیان ہے کہ وہ جس تاریخ کیمٹی مذکور کے انعقاد کے لیے جلسہ قرار پایا تھا اُس سے ایک روز پہلے مین بنارس مین پہنچ گیا تھا۔ رات کو سرسید نے میرا پلنگ بھی اپنے ہی کمرے مین بچھوایا تھا۔ گیارہ بارہ بجے تک مسلمانون کی تعلیم کے متعلق باتین

ہوتی رہین ۔ اسکے بعد میری آنکھ لگ گئی ۔ دو بجے کے قریب جو آنکھ کھلی تو مین نے سرسید کو اُنکے پلنگ پر نہ پایا ۔ مین اُنکے دیکھنے کو کمرے سے باہر نکلا ۔ دیکھتا کیا ہون کہ برآمدے مین ٹہل رہے ہین اور زار قطار روتے جاتے ہین ۔ مین نے گھبراکر پوچھا کہ کیا خدانخواستہ کہین سے کوئی افسوسناک خبر آئی ہے ؟ یہ سنکر اور زیادہ رونے لگے اور کہا کہ "اس سے زیادہ اور کیا مصیبت ہوسکتی ہے کہ مسلمان بگڑ گئے اور بگڑتے جاتے ہین اور کوئی صورت اُنکی بھلائی کی نظر نہین آتی ۔ پھر آپ ہی کہنے لگے کہ "جو جلسہ کل ہونیوالا ہے مجھے امید نہین کہ اُس سے کوئی عمدہ نتیجہ پیدا ہو ۔ ساری رات اسی اُدھیڑ بُن مین گذر گئی ہے کہ دیکھیے کل کے جلسہ کا کیا انجام ہوتا ہے اور کسی کے کان پر جون چلتی ہے یا نہین"۔ نواب محسن الملک کہتے ہین کہ "سرسید کی یہ حالت دیکھکر جو کیفیت میرے دل پر گذری اُسکو بیان نہین کرسکتا اور جو عظمت اس شخص کی اُسدن سے میرے دل مین بیٹھی ہوئی ہے اُسکو مین ہی خوب جانتا ہون"

اُسی تاریخ انعامی اشتہار جس مین تین انعام پانسو ؛ تین سو اور ڈیڑھ سو روپے کے مقرر ہوے تھے جاری کیا گیا اور میعاد معین تک ۳۲ مضمون مختلف لوگون کے لکھے ہوے سکرٹری کے پاس پہنچے ۔ مولوی مہدی علی خان کا مضمون سب سے عمدہ تھا مگر اُنکی خواہش سے وہ انعام کی فہرست سے خارج رکھا گیا اور پہلا انعام مولوی سید اشرف علی ام اے کو جو اُس زمانہ مین بنارس کالج کے طالب علم تھے ، دوسرا نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین کو اور تیسرا مولوی عبدالودود کو ملا ۔ سرسید نے ان مضامین سے ایک عمدہ رپورٹ اُردو اور انگریزی مین تیار کی ؛ جسمین تمام رسالون کا خلاصہ کرکے اُنسے مفصلۂ ذیل نتائج استخراج کیے تھے (۱) ہندوستان کے سمجھدار مسلمان اُن تعصبات کو جو پرانے خیال کے مسلمان انگریزی تعلیم کی نسبت رکھتے ہین لغو اور مسلمانون کے حق مین مضر جانتے ہین ۔ (۲) مسلمانون کی تعداد سرکاری مدارس مین بمقابلۂ ہندو طالب علمون کے جتنی ہونی چاہیے

اُس سے بہت کم ہے (۳) جن خیالات سے مسلمان سرکاری مدارس مین اپنی اولاد کو نہین بھیجتے اُنمین سے کچھ ناواجب اور اکثر واجبی ہین اور سرکاری طریقہ تعلیم مسلمانون کی ضرورتون کے لیے کافی نہین ہے (۴) اگر گورنمنٹ مسلمانون کے لیے اپنے طریقۂ تعلیم مین کچھ تبدیلی بھی کردے تو بھی اُنکی تمام ضرورتین رفع نہین ہوسکتین (۵) مسلمانون کو اپنے علوم قدیمہ کے محفوظ رکھنے، علوم جدیدہ سے مستفید ہونے اور اپنی تمام ضرورتون کے موافق اپنی اولاد کو تعلیم و تربیت کرنے کے لیے اسکے سوا کچھ چارہ نہین کہ اپنی تعلیم کا فکر آپ کرین۔ اسی رپورٹ مین مجوزہ کالج کی سکیم اور طریقۂ تعلیم بھی مندرج تھا جو سرسید نے کمیٹی کے سامنے پیش کیا۔

مسلمانون کی ترقی تعلیم کے موانع جو سرسید نے اس رپورٹ مین تمام رسالون سے استنباط کرکے لکھے تھے اُنکی نسبت شمس العلما مولوی محمد ذکاءاللہ اپنی ایک تحریر مین لکھتے ہین کہ "ایجوکیشن کمیشن نے بھی ۱۸۸۲ء مین تمام ہندوستان کے معتبر گواہون کی شہادت کے بعد مسلمانون کی تعلیم کے وہی موانع تسلیم کیے ہین جو سرسید نے ۱۸۷۲ء مین اپنی رپورٹ مین درج کیے تھے"

اس رپورٹ کی ایک ایک جلد گورنمنٹ ہند اور تمام لوکل گورنمنٹون مین بھیجی گئی تھی۔ چنانچہ مدراس، بنگال اور بمبئی کی لوکل گورنمنٹون نے مسلمانون کی تعلیم کے متعلق جو جو تدبیرین اور کارروائیان ابتک کی تھین اُنکے تمام کاغذات سکرٹری کے پاس بھیجدیے۔ اور گورنمنٹ شمال مغرب نے اس رپورٹ کی کچھ جلدین تعلیمی کمیٹیون کو تقسیم کرنے کی غرض سے طلب کین اور یہ وعدہ کیا کہ اگر کمیٹی کی کوشش سے کالج مجوزہ قائم ہوگیا تو گورنمنٹ علوم دنیوی کی تعلیم کے لیے بموجب قواعد گرانٹ اِن ایڈ کے اس مدرسہ کو مدد دیگی۔ اسکے بعد سکرٹری گورنمنٹ ہند کی چٹھی مورخہ ۹- اگست ۱۸۷۲ء اس مضمون کی پہنچی کہ

"نواب گورنر جنرل بہادر بہ اجلاس کونسل کو تجویز مندرجۂ رپورٹ کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم کی اطلاع سے جو بابت قائم کرنے اینگلو اورنیٹل کالج کے ہے؛ نہایت خوشی ہوئی ہے اور وہ دل سے امید رکھتے ہین کہ اس تجویز مین جیسی کامیابی ہونی چاہیے ویسی ہی ہوگی۔ شمال مغربی اضلاع کے مسلمانون کی یہ تدبیر اس بات کی مستحق ہے کہ جہان تک ممکن ہو گورنمنٹ اُسمین مدد دے۔ اور سید احمد خان بہادر اور اُن صاحبون کی کوششین جو اس عمدہ کام مین اُنکے شریک ہین نہایت تحسین و آفرین کے قابل ہین" ان دونون چٹھیون کے آنے سے کمیٹی کو حد سے زیادہ تقویت ہوئی۔

کمیٹی خزنۃ البضاعۃ

ایک دوسری کمیٹی اس غرض سے کہ قیام مدرسۂ مجوزہ کے لیے وقتاً فوقتاً چندہ وصول کرتی رہے مقرر کی گئی جسکا نام "کمیٹی خزنۃ البضاعۃ لتاسیس مدرسۃ المسلمین" رکھا گیا اور اُسکے لائف سکرٹری سرسید قرار پائے اور یہ ٹھیرا کہ جب تک مدرسہ قائم کرنے کے لیے لائق سرمایہ جمع نہ ہو جائے تب تک اس کمیٹی کا مقام وہین رہے جہان لائف سکرٹری کا قیام ہو۔ چنانچہ جب تک مدرسہ علیگڑھ مین قائم نہ ہولیا تب تک کمیٹی مذکور کا دفتر بنارس ہی مین رہا جہان سرسید جج سمال کاز کورٹ تھے۔

جولائی سنہ ۷۲ء مین سرسید نے کمیٹی خواستگار تعلیم کی طرف سے ایک اشتہار جاری کیا جس مین مسلمانون سے پوچھا گیا تھا کہ مدرسۃ العلوم کونسے شہر مین قائم کیا جائے اس اشتہار کے جاری کرنے کی یہ ضرورت تھی کہ بعضے لوگ جو پرامیسری نوٹ خریدنے کے برخلاف تھے چندہ اس شرط سے دیتے تھے کہ ہمارے روپیہ سے جائداد خریدی جائے۔ پس تاوقتیکہ مدرسہ کے لیے کوئی جگہ قرار نہ پالے جائداد نہین خریدی جاسکتی تھی کیونکہ جائداد کا مقامِ مدرسہ کے قریب خریدا جانا ضروری تھا۔ اس اشتہار پر مختلف رائین لوگون نے ظاہر کین مگر سب سے زیادہ تعداد اُن لوگون کی تھی جنھون نے علیگڑھ کو ترجیح دی تھی اُنکو معلوم تھا کہ سرسید نے مدت سے ارادہ کر رکھا ہے کہ پنشن لینے کے بعد دلّی کی سکونت ترک کر کے علیگڑھ مین

بود و باش اختیار کرین۔ کیونکہ غدر کے بعد دلّی کے مسلمانون کی جو حالت ہو گئی تھی وہ اُنسے دیکھی نہین جا سکتی تھی۔ اُنکو پنجاب کی طرز حکومت پر بھی اعتراض تھا۔ چنانچہ اُنھون نے پنجاب کے ایک جلیل القدر حاکم سے صاف کہدیا تھا کہ دلّی کو شمال مغربی اضلاع سے نکالکر پنجاب مین داخل کرنا اُنھین سزاؤن مین سے ایک سزا ہے جو فتح دہلی کے بعد اہل دہلی کو دی گئین۔ اسکے سوا مسلمانون کی تعلیم کا جو اعلےٰ منصوبہ سرسید نے باندھا تھا اُسکا دلی مین پورا ہونا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔

کمیٹی کو سب سے زیادہ تقویت اس بات سے ہوئی کہ لارڈ نارتھ بروک وایسرای و گورنر جنرل ہند نے بعض شرائط کے ساتھ مغربی لٹریچر اور مغربی علوم کی شاخ مین اسکالرشپ دینے کے لیے دس ہزار روپیہ اپنی جیب خاص سے دینے کا وعدہ فرمایا اور سرولیم میور لفٹننٹ گورنر اضلاع شمال مغربی نے ایک ہزار روپیہ کا چندہ اور اسی طرح مسٹر اسپنکی جج ہائیکورٹ الہ آباد نے ایک معقول رقم مدرسہ کے لیے عنایت کی۔ ان عطیون نے سرسید کی کوششون مین جان ڈالدی اور کمیٹی کی ڈھارس سی بندھ گئی۔ جب اسطرح سے چندہ مین ترقی ہونے لگی تو سرسید نے کمیٹی مین تحریک کی کہ کمیٹی خازن البضاعۃ کی بموجب ایکٹ ۲۱ سنہ ۱۸۶۰ کے رجسٹری ہو جانی چاہیے۔ ورنہ تمام جائداد اور پرامیسری نوٹ سکرٹری کے یعنی میرے نام سے خریدے جائینگے اور میرے اور میرے وارثون کے نام سے منتقل ہو سکینگے۔ چنانچہ کمیٹی مذکور کی رجسٹری حسب ضابطہ عمل مین آئی اور تمام مسلمانون کو چھاپہ کے ذریعہ سے مطلع کیا گیا کہ جو سرمایہ مدرسۃ العلوم کے لیے جمع ہوا ہے یا آیندہ جمع ہوگا اسکی حفاظت کے لیے یہ انتظام کیا گیا ہے۔

فروری سنہ ۱۸۷۳ مین سید محمود نے ایک اسکیم انتظام و سلسلۂ تعلیم کی جو ولایت کے اسکولون اور کالجون اور یونیورسٹیون کا انتظام اور طریقۂ تعلیم دیکھکر مرتب کی تھی مجوزہ کالج کے لیے پیش کی:

موجودہ ممبرون نے اُسکو پسند کیا اور منظوری کے لیے اُسکی کاپیان چھپ کر تمام ممبرون کے پاس بھیجی گئین اور نیز لوکل گورنمنٹون اور گورنمنٹ ہند مین بھی اُسکی نقلین ارسال کی گئین ۔ تاکہ اگر گورنمنٹ اُس اسکیم کو پسند کرے تو گرنیٹ ان ایڈ سے حسب عدہ امداد کرے ۔ نیز ایک استفتا مع اُس اسکیم کے علمای وقت کے پاس بھیجا گیا جسمین اُنسے پوچھا گیا تھا کہ جس مدرسہ مین اس اسکیم کے موافق تعلیم دیجائیگی اُسمین چندہ دینا جائز ہے یا نہین ۔

جب یہ استفتا شائع ہوا تو کانپور سے مولوی امداد العلی نے جو اُسوقت وہان ڈپٹی کلکٹر تھے ایک دوسرا استفتا شایع کیا جسمین بنارس کے استفتا کو غلط اور دھوکا دینے والا بتایا تھا اور لکھا تھا کہ جو لوگ مدرستہ العلوم قائم کرنا چاہتے ہین وہ درحقیقت مسلمان نہین ہین ۔ یہ پہلی مخالفت تھی جو علانیہ مدرستہ العلوم کے ساتھ کی گئی ۔ اسکے بعد دھڑا دھڑ مخالفین ہونی شروع ہوئین ۔ بعضون نے مشہور کیا کہ مدرسہ مین سید احمد خان کا بُت اور اُنکے معاونون کی تصویرین قدِ آدم یا نصف قد آدم رکھی جائینگی ۔ بعضے کہتے تھے کہ وہان نیچریون کے عقائد کے موافق کتابین پڑھائی جائینگی ۔ اور طلبہ کو گردن مروڑی مرغی کھانی پڑیگی ۔ بعضے کہتے تھے کہ وہان شیعون کے مذہب کی کتابین بھی پڑھائی جائینگی اور اسطرح باطل کی اعانت کیجائیگی ۔ بعضے کہتے تھے کہ جس شخص کے ایسے اور ایسے عقائد واقوال ہون اُسکے قائم کیے ہوے مدرسہ مین چندہ دینا یا اُسمین اپنی اولاد کو تعلیم دلوانا مسلمان کا کام نہین ۔ بعض کا یہ اعتراض تھا کہ جو روپیہ چندہ سے جمع ہوگا وہ سود مین لگایا جائیگا اور اُسکے پرامیسری نوٹ خریدے جائینگے اور مدرسہ مین لڑکون کو انگریزی لباس پہننا پڑیگا ۔ بعضے کہتے تھے کہ یہ تمام شور وغل سید احمد خان کے دم تک ہے اسکے بعد کوئی ایسا نظر نہین آتا جو اس کام کو

سرانجام کرسکے اور یہ ایک ایسی بات تھی جسکو سنکر سمجھدار آدمیون کے دل بھی افسردہ ہوجاتے تھے۔
یہ تمام باتین اخبارون مین شایع ہوتی تھین۔ چند دیسی اخبار ہمیشہ سرسید اور مدرسۃ العلوم کے خلاف مضمون
لکھتے تھے۔ ایک آدھ مضمون انڈین آبزرور مین بھی مدرسہ کے خلاف نہایت سخت لکھا گیا تھا مگر اودھ اخبار'
پنجابی اخبار' اُردو گائڈ' پٹیالہ اخبار اور انگریزی اخبارون مین پایونیر ہمیشہ مدرسہ کی تائید کرتے تھے۔

جب اس قسم کی مخالفتین ہونے لگین اور اتفاق سے اُنھین ایام مین چندہ کی آمد بھی سست
پڑگئی تو سرسید کے دوست مایوس ہونے لگے۔ اُنھون نے دوستون کی ہمت بندھوانے اور مسلمانون
کے دل سے غلط خیالات اور مخالفون کے اعتراض رفع کرنے کے لیے ایک نہایت مفصل مضمون تہذیب الاخلاق
مین چھاپا اور دیگر اخبارات سے بھی اُسکے شایع کرنے کی درخواست کی۔ اُسکے اخیر کے چند فقرے ہم یہان
نقل کرتے ہین "اب وہ وقت نہین رہا کہ صرف کاغذ کے گھوڑے دوڑانے سے کام چلے بلکہ ہماری کمیٹی کے
ممبرون کو خود شہر بہ شہر اور ضلع بہ ضلع دورہ کرنے' اسپیچین سنانے' اور لوگون کے دلون کو جوش مین لانے
کا وقت ہے۔ اس کام کے لیے علاوہ فرصت کے روپیہ بھی درکار ہے کہ بدون خرچ کے دورہ نہین ہوسکتا۔
کمیٹی کی تھیلی مین جو گیا پھر نہین نکلتا۔ پس دورہ کرنے کا وقت' اُسکی محنت اور اُسکا خرچ سب ہمکو اپنی گرہ سے
کرنا ہے۔ اگر خدا کی مرضی ہے تو ہم سب کچھ کرینگے۔ اگر زندہ ہین اور خدا کو بھی منظور ہے تو اپنے مخالفون کو دکھا دینگے
کہ خدا نے کیا کیا اور اگر اسمین آنکھ بند ہوگئی اور لحد مین جا سوئے تو یہ امید رکھینگے کہ "مردے از غیب برون آید و کارے بکند"

اب سرسید نے چندہ جمع کرنے کے لیے زیادہ کوشش کرنی شروع کی۔ جہان جہان اُنکے دوست
اور مددگار تھے وہان اس غرض کے لیے سب کمیٹیان قائم کین' جیسے مرزاپور' علیگڑھ' کانگڑہ' پٹیالہ'
وغیرہ۔ اور خود سرسید نے مع اپنے اکثر دوستون کے اسی مطلب کے لیے پٹنہ' لاہور' گورکھپور وغیرہ کا

سفر کیا اور ہر ایک مقام پر نہایت زبردست سپیچین اور لکچر دیے۔ تمام سب کمیٹیون نے توقع سے زیادہ چندہ جمع کیا اور سرسید کے ہر ایک سفر مین معتدبہ کامیابی ہوئی۔ اُنھین دنون مین سرسید نے ایک سرکلر بحیثیت سکرٹری ہونے کے انگلستان کو بھی روانہ کیا تھا جسمین اپنے یوروپین دوستون سے درخواست کی تھی کہ وہان بھی مدرستہ العلوم کے لیے چندہ جمع کرنے کے واسطے ایک کمیٹی قائم کیجائے۔ اور لارڈ لارنس گورنر جنرل سابق ہندوستان، لارڈ اسٹینلی اوف ایلڈرلی، سر بارٹل فریر، سر چارلس ٹریویلین اور اڈورڈ ٹامس وغیرہم کے نام پرایوٹ چٹھیان روانہ کی تھین کہ اس کمیٹی کے قائم کرنے کی طرف متوجہ ہون مگر جہان تک ہمکو معلوم ہے اس تحریک کا کوئی نتیجہ ظاہر نہین ہوا۔ اس مقام پر ایک لطیفہ ذکر کرنے کے لائق ہے۔

جب دوسری بار سید محمود تفریحاً انگلستان کو گئے اور کیمبرج مین اپنے دوستون سے ملے تو معلوم ہوا کہ یونیورسٹی کا سرمایہ بہت بڑھ گیا ہے اور آج کل یہ ارادہ ہو رہا ہے کہ چرچ متعلقہ ٹرنٹی کالج کو منہدم کرکے ایک نہایت عظیم الشان عمارت از سر نو بنائی جائے اور دس لاکھ روپیہ اسمین صرف کیا جائے۔ سید محمود نے اپنے ایک دوست سے بر سبیل تذکرہ یہ کہا کہ اچھی خاصی عمارت کو توڑکر اُسمین روپیہ ضایع کرنے سے کیا فائدہ ہے؟ اگر یونیورسٹی کا سرمایہ اُسکی ضرورتون سے زیادہ بڑھ گیا ہے تو دو چار لاکھ روپیہ مدرستہ العلوم ہی کی امداد کے لیے دیدین۔ اُنکے دوست نے کہا کہ ہندوستان مین کتنے مسلمان رہتے ہین؟ سید محمود نے کہا چھ کرور۔ وہ سنکر نہایت متعجب ہوا اور یہ کہا کہ "جس قوم کے لوگ ایسے پست ہمت اور کم حوصلہ ہین کہ چھ کرور آدمی اپنی اولاد کی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ قائم نہین کر سکتے اُنکی اعانت کرنی گناہ ہے اُنکو تباہ ہونے دو"

ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی کتاب وغیرہ

سنہ ۱۸۷۱ مین ڈاکٹر ہنٹر نے جو ہندوستان کے مدبران سلطنت مین شمار ہوتے ہین ایک کتاب ہندوستان کے مسلمانون کے مذہبی خیالات پر لکھکر شائع کی جسکا نام "اور انڈین مسلمانز" تھا۔ اس کتاب مین اُنھون نے اپنی دانست مین یہ ثابت کیا تھا کہ مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو گورنمنٹ سے لڑنا اور جہاد کرنا اپنا مذہبی فرض سمجھتی ہے اور گورنمنٹ کی کسی طرح خیر خواہ نہین بن سکتی۔ نیز وہابیت اور بغاوت مترادف الفاظ ہین؛ پس گورنمنٹ کو اُنکی طرف سے مطمئن اور بے فکر نہین رہنا چاہیے۔ اس کتاب کے عنوان کی عبارت یہ تھی "کیا ہمارے ہندوستان کے مسلمانون پر از روے ایمان کے ملکۂ معظمہ سے بغاوت کرنا فرض ہے؟ آگے چلکر اُنھون نے ایک مقام پر لکھا تھا کہ "اس بیان سے معلوم ہوا کہ تمام مسلمان اپنی بغاوت سکھانے والے پیغمبر کی زہر آمیز نصیحتون کو نہایت ذوق و شوق سے سنتے ہین؛ اور ایسے بہت تھوڑے ہین جو اپنی تیزی طبیعت سے اپنی شریعت کا کچھ اور مطلب ٹھیراکر بغاوت کے بڑے فرض سے بچ جاتے ہین"، پھر اسکے بعد لکھا تھا کہ "ہندوستان کے مسلمان اب بھی ہندوستان مین گورنمنٹ انگریزی کے لیے موجب خطر ہین جیسے کہ ایک مدت سے موجب خطر چلے آتے ہین"، پس اگرچہ ڈاکٹر ہنٹر نے اپنی کتاب کے شروع مین یہ ظاہر کیا تھا کہ "اس کتاب کے مطالب صرف بنگالہ کے مسلمانون سے متعلق ہین؛ کیونکہ مین صرف اُنھین سے زیادہ واقف ہون"، لیکن جو فقرے اُنکی کتاب کے اوپر نقل کیے گئے اُنسے صاف پایا جاتا ہے کہ اُنھون نے تمام ہندوستان کے مسلمانون سے گورنمنٹ کو بدگمان اور غیر مطمئن کرنا چاہا تھا۔

جس زمانہ مین ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب شایع ہوئی یہ وہ زمانہ ہے کہ سنہ ۵۷ کا ہنگامہ انگریزون کو ابھی تک فراموش نہین ہوا تھا؛ دوسرے بنگالہ کے وہابیون کے مقدمات کا سلسلہ جاری تھا؛ تیسرے اُنھین دنون مین مسٹر نارمن چیف جسٹس بنگال کا ایک مسلمان کے ہاتھ سے قتل ہونا

اُسپر اور طرہ ہوگیا تھا ؛ ایسے وقت مین بخوبی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر ہنٹر جیسے معزز شخص کی کتاب نے انگریزون کے دل پر کیا اثر کیا ہوگا اور مسلمانون کی طرف سے اُنکی بدگمانی کو کس حد تک پہنچادیا ہوگا ۔

جس وقت یہ کتاب شایع ہوئی اُسوقت سرسید کو اپنے منصبی فرائض کے علاوہ دو ایسے مہتم بالشان کام درپیش تھے جنکو چھوڑکر اُنکا دوسری طرف متوجہ ہونا نہایت دشوار تھا ؛ ایک تہذیب الاخلاق کا اہتمام جسکا زیادہ تر دار و مدار صرف اُنکی ذات پر تھا ؛ دوسرے مدرسۃ العلوم کے قیام کی فکر ۔ پھر ڈاکٹر موصوف کی کتاب پر رویو لکھنے کے لیے بہت سے ایسے مٹیریل کی ضرورت تھی جسکا اُس زمانہ مین بہم پہنچانا سرسید ہی کا کام تھا ۔ وہابیت کی تاریخ کے متعلق بے شمار واقعات کا بقید تاریخ و سنہ لکھنا نہایت ضرور تھا حالانکہ اُسکے ذریعے بظاہر مفقود نظر آتے تھے ۔ باایہمہ جوہین اُنکے کان مین اس کتاب کی بھنک پڑی اُنھون نے فوراً اُسکو منگواکر دیکھا اور اُسپر ایک مفصل اور مبسوط رویو بہت جلد لکھکر پایونیر کے متعدد پرچون مین شائع کرایا جو آخر کو سوسائٹی اخبار مین ۲۴ نومبر ۱۸۷۱ سے ۲۳ فروری ۱۸۷۲ تک ۱۴ نمبرون مین مع اُردو ترجمہ کے برابر چھپتا رہا ۔

سرسید اپنے رویو مین لکھتے ہین کہ "مین نے یہ سمجھکر کہ یہ کتاب ایسے شخص کی لکھی ہوئی ہے جو مسلمانون کا بڑا دوست ہے ؛ نہایت شوق سے دیکھنی شروع کی تھی ۔ مگر افسوس ہے کہ مجھکو اُسکے پڑھنے سے بڑی ہی مایوسی ہوئی اور بے اختیار مونہہ سے نکلا کہ خدا مجھکو میرے دوستون سے بچائے " اُنھون نے اس رویو مین بہت صاف اور روشن شہادتون سے ڈاکٹر ہنٹر کی غلطیان ظاہر کی ہین اور وہابیونکی مختصر تاریخ

اول سے آخر تک اور وہابیت کے اصول مشرح بیان کیے ہین ؛ اور صاف اقرار کیا ہے کہ مین خود وہابی ہون اور وہابی ہونا جرم نہین ہے ؛ بلکہ گورنمنٹ کی بدخواہی اور بغاوت جرم ہے ۔ جو شخص اس جرم کا مرتکب ہوگا خواہ وہ وہابی ہو یا عیسائی ، ہندو ہو یا مسلمان یا اور کوئی مذہب والا ؛ بلا خیال مذہب کے مجرم قرار پائیگا ۔ اُنھون نے جہاد کے مسئلہ کی حقیقت اور جو غلط فہمیان اُسکی نسبت تھین اُنکو اچھی طرح ظاہر کیا ہے ؛ اور بتایا ہے کہ جو مسلمان انگریزی گورنمنٹ کی رعایا اور مُستامن ہین اور اپنے فرائض مذہبی بلا مزاحمت ادا کرتے ہین وہ شریعت اسلام کی رو سے بمقابلہ انگریزون کے نہ جہاد کر سکتے ہین نہ بغاوت نہ اور کسی قسم کا فساد ۔ انکو ہندوستان مین انگریزی گورنمنٹ کے زیر حکومت اسی اطاعت و فرمانبرداری سے از روے مذہب اسلام کے رہنا واجب ہے جیسا کہ ہجرت اُولے مین مسلمان حبش مین جا کر عیسائی بادشاہ کے زیر حکومت رہے تھے ۔

سرسید کے ریویو نے تمام انگریزی حکام کے دل پر اور نیز انگلستان کے لوگون پر نہایت عمدہ اثر کیا ۔ اُس زمانہ مین حافظ احمد حسن مرحوم وکیل ٹونک لندن مین تھے ؛ جب اُنھون نے دیکھا کہ ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب سے لندن مین نہایت جوش اور بُرے خیالات مسلمانون کی نسبت پیدا ہو گئے ہین اُنھون نے تمام ریویو پایونیر کے پرچون سے نقل کرا کے جدا بطور پمفلٹ کے چھپوا دیا اور لندن مین

لہ سنا ہے کہ جن دنون بنگال مین وہابیون کی تحقیقات اور تلاش ہو رہی تھی ایک یوروپین معزز افسر سے جو اسی کام پر مامور تھا ریل مین سرسید سے مٹ بھیڑ ہو گئی ۔ دونو آگرہ جاتے تھے اور سرسید کو کسی ذریعہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ یہ افسر وہابیون کی تلاش پر مامور ہے ۔ اُس افسر نے اُنسے پوچھا کہ آپ کا کیا مذہب ہے ؟ اُنھون نے کہا وہابی مسلمان ہون ۔ پھر اُسنے سرسید کا سارا پتا دریافت کیا اُنھون نے صحیح صحیح بیان کر دیا ۔ جب ریل آگرہ مین پہنچی دونو اُتر کر اپنے اپنے ٹھکانے چلے گئے ۔ پھر سرسید مٹن صاحب کمشنر آگرہ سے ملنے کو گئے ۔ اتفاق سے وہ افسر اُنھین کے ہان ٹھیرا ہوا تھا اور اُنسے ذکر کر چکا تھا کہ اس حلیہ اور اس نام کا ایک وہابی مسلمان فلان جگہ ٹھیرا ہوا ہے ۔ اب جب صاحب کمشنر نے افسر مذکور کو بلا کر کہا کہ لو یہ تمھارے سامنے حاضر ہے ۔ جب اسکو معلوم ہوا کہ یہ شخص باوجود وہابی ہونیکے بڑا خیر خواہ سرکار ہے تو اُسے نہایت تعجب ہوا اور بہت دیر تک اس بات پر ہنستے رہے ۱۲

جابجا تقسیم کر دیا۔ سنا ہے کہ جب وہ لندن سے آئے تو اُنھون نے بیان کیا کہ اس رویو کے شایع ہونے سے لندن مین لوگون کی طبیعتون کا ایسا حال ہو گیا تھا جیسے کہ جلتی اور بھڑکتی آگ پر کوئی پانی ڈالدے۔ جو شخص اسکو پڑھتا تھا ڈاکٹر ہنٹر کی تحریر پر تعجب کرتا تھا اور جو کچھ انھون نے مسلمانون یا وہابیون کی نسبت لکھا تھا اسکو صحیح نہین سمجھتا تھا۔

ہندوستان مین جب یہ رویو پایونیر کے ذریعہ سے شائع ہوا اُنھین دنون مین پایونیر مورخہ ۲۳ نومبر ۱۸۷۱ء مین ایک بہت مبسوط آرٹکل جو کسی بڑے لائق عربی دان انگریز کا لکھا ہوا تھا اور جسکی نسبت یقین کیا گیا ہے کہ وہ سر ولیم میور کا لکھا ہوا تھا؛ ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کے برخلاف گویا سرسید کی تائید مین چھپا اور پایونیر سے سوسائٹی اخبار مین نقل ہوا۔ اس آرٹکل مین نہایت عالمانہ لیاقت سے ڈاکٹر ہنٹر کے شبہات کا جواب دیا گیا تھا اور سرسید کی تائید کی گئی تھی۔ اُسکے آخر کے چند فقرے ہم اس مقام پر نقل کرتے ہین۔

"وہابی وہ ہے جو خالصاً خدا کی عبادت کرتا ہو، موحد ہو، اور اُسکا اسلام ہوای نفسانی اور بدعت کی امیزش سے پاک ہو۔ اُسکو یہ کہنا کہ وہ ہمیشہ درپردہ تخریب سلطنت کی فکر مین رہتا ہے اور چپکے چپکے منصوبے باندھا کرتا ہے اور غدر و بغاوت کی تحریک کرتا ہے؛ محض تہمت ہے۔ ہم اسوقت بہت سے ایسے آدمی نشان دے سکتے ہین جو سرکار کے ایسے ملازم ہین کہ اُنسے زیادہ سرکار کا خیرخواہ اور معتمد کوئی نہین؛ بااینہمہ وہ اپنے تئین علے الاعلان اور بے تامل فخریہ طور پر وہابی کہتے ہین۔ اور سرکار نے بے سوچے سمجھے اُنکو معتمد علیہ نہین گردانا بلکہ غدر کے زمانہ مین جبکہ فتنہ کی آگ ہر طرف مشتعل تھی اُنکی وفاداری کا سونا اچھی طرح تایا گیا اور وہ خیرخواہی سرکار مین ثابت قدم رہے۔ اگر وہ جہاد کا وعظ کہتے ہوتے اور بغاوت وہابیت کی اصل ہوتی تو جو کچھ اُنسے ظہور مین آیا یہ کیونکر ظہور مین آتا۔

ہم ڈاکٹر ہنٹر کی آگاہی کے لیے ان لوگون کے چال چلن کو پیش کرتے ہین ''

اسکے ایک مدت بعد انڈین آبزرور مورخہ ۱۶ - مارچ سنہ ۱۸۷۲ مین خود اُسکے یوروپین اڈیٹر کا ایک زبردست آرٹکل سرسید کے رویو پر نکلا جو درحقیقت ہندوستان کے یوروپین حکام اور افسرون کی رای کا آئینہ تھا ۔ ہم اس آرٹکل کے چند مقام یہان بجنسہ نقل کیے دیتے ہین ، تاکہ اچھی طرح معلوم ہوجائے کہ اس رویو نے انگریزون کے دل پر کیا اثر کیا تھا اور تاکہ ہندوستانیون پر ظاہر ہوجائے کہ انگریز سچی بات کے قبول کرنے مین کسقدر غیر متعصب ور منصف مزاج ہوتے ہین ۔

وہ لکھتا ہے کہ ''ہم سمجھتے ہین کہ دنیا کے لوگون نے یا دنیا مین سے اُس گروہ کے لوگون نے جو اس قسم کی باتون سے سروکار رکھتے ہین ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب متعلقہ مسلمانان ہندوستان کی قدر و منزلت کی بابت ۔ بلکہ ٹھیک ٹھیک کہنا اچھا ہے کہ اُسکے لچر و لیوچ ہونے کی بابت ۔ بالاتفاق تصفیہ کردیا ہے ۔ جہانتک کہ ہمکو لٹریچر مین مداخلت ہے اُسکے اعتبار سے ہم ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کو لاثانی سمجھتے ہین ؛ کیونکہ اُسکے سوا ہم نہین جانتے کہ کسی مصنف نے دیدہ و دانستہ ایسے مضمون پر کتاب چھاپی ہو جس سے وہ بالکل ناواقف ہو ۔ جس کسی کو کچھ بھی علم اُن باتون کا ہوگا جنکی بحث اس کتاب مین ہے وہ ایک ہی نظر مین معلوم کرلیگا کہ ڈاکٹر ہنٹر مسلمانون کے مذہب کی نسبت اور خاص کر وہابیون کے مذہب کی نسبت کچھ بھی نہین جانتے وہ شمال مغرب کی سرحد کے لوگون کی حالت سے بالکل ناواقف ہین ؛ یہانتک کہ جو قومین اُس ملک مین بستی ہین اُنکے نام تک نہین جانتے اور امورات سلطنت کی پیچیدہ باتون کی نسبت اور اس بات کی نسبت کہ سنہ ۱۸۵۷ء کے زمانہ مین سکھ اور افغانون کے باہم کیا معاملہ تھا ؛ نہایت دھندلے خیالات کے سوا اُنھون نے اور کچھ حاصل کرنے کی کوشش نہین کی ۔ اور جب سے کہ ملک پنجاب گورنمنٹ انگلشیہ کے قبضہ مین آیا ہے اُسکے بعد کی سرحدی تاریخ سے بھی ناواقف ہین ۔ اور جو مسلمان خاص بنگالہ کی حد سے باہر رہتے ہین اُنکے حالات سے بالکل بےخبر ہین ؛ بلکہ جب اُن لوگون کا ذکر کرتے ہین تو اُسمین ایک غلطی سے دوسری غلطی مین پڑتے ہین

اور جب وہ اپنے خیال اور قیاس کو اکبر کے زمانہ کے حالات کے تذکرہ سے ثابت کرنا چاہتے ہین تو ایسی باتین بیان کرتے ہین جو ہنسی کے قابل اور بالکل غیر ممکن ہین۔ اگرچہ وہ دارالاسلام اور دارالحرب کی بحث ایک مکہ کے مولوی کیسی فصاحت اور واقفیت کے ساتھ کرتے ہین تاہم اُنکے مباحثہ کے ہر حصہ کے مانند ان باتون کا علم بھی اُنکو اُن جہل اور بے صرفہ خیالات سے کچھ بڑھکر نہین ہے جو ہر ایسے تعلیم یافتہ اشخاص کے ہوتے ہین جسنے کچھ ہسٹری بھی پڑھی ہو"

"اسی بڑی ناواقفیت کے باعث ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب مین ایک ایسا وصف ہے جو اُسی کے ساتھ مخصوص ہے؛ یعنی جیسا ہم اوپر کہہ آئے ہین یہ کتاب لٹریچر کے کتب خانہ مین بے نظیر ہے۔ ہر شخص جسنے سید احمد خان کی تحریر کو پڑھا ہے ضرور یقین کریگا کہ ہمنے جو کچھ اوپر بیان کیا ہے اُسمین اس معاملہ کے اصل حالات کی نسبت کچھ مبالغہ نہین کیا۔ ڈاکٹر ہنٹر کو یہ توقع تھی کہ اپنی فصاحت و بلاغت اور دلفریب عبارت کے ذریعہ سے کامیاب ہوجائینگے؛ مگر ظاہرا اُنھون نے اپنی ناواقفیت کی گہرائی کی تھاہ دریافت نہین کی تھی؛ یا غالباً یہ سمجھا تھا کہ جس قدر مین جانتا ہون اُس سے زیادہ کوئی واقف نہوگا؛ اسلیے کوئی میری باتون کی اصلاح نہ کرسکیگا۔ وہ یہ نہین جانتے تھے کہ میرے میزبان میری کیسی مدارات کرینگے؟ اُنکی اس بات پر ہمسے زیادہ اور کسی کو افسوس نہوگا۔ غالباً ڈاکٹر ہنٹر ابھی زندہ رہینگے اور بہت سی کتابین لکھینگے جنکی عبارت بہت سے لوگون کے دل لُبھائیگی؛ مگر اصلی واقعات کے محقق ہونے کی ناموری اُنکے ہاتھ سے ایسی کھوئی گئی ہے کہ پھر کبھی میسر نہوگی۔ کتاب کا پڑھنے والا اُنکی کتابون کو بغیر اسکے کہ کھولکر دیکھے بالائی طاق رکھدیگا۔ اور یہ سمجھیگا کہ قصہ کی دلچسپ کتابون کے مانند ہین جو اپنی طرز مین نہایت دلفریب ہوتی ہین مگر کسی کام کی نہین"

"سید احمد خان کا چھوٹا سا رسالہ سوائے ڈاکٹر ہنٹر کی تردید کے اور بھی خوبی اور عمدگی رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسے شخص کی لکھی ہوئی کتاب ہے جو ہر طرح سے ہمارے اور اپنے ہم مذہبون کے درمیان ترجمانی کے کام کے لیے بخوبی لائق ہے۔

سید احمد خان مذہب اسلام کو خاص خدا کا دیا ہوا ہونے پر نہایت پختہ یقین رکھتے ہین اور اُنکو یہ بھی یقین ہے کہ آخر کار اور مذہبون پر یہی مذہب غالب آئیگا - مگر اسی کے ساتھ وہ دل سے اور نہایت گرمجوشی سے انگریزی عملداری کے معاون ہین - وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہین کہ اگر انسان وحشیانہ حالت کی طرف مراجعت نکرنی چاہے تو تبدیلیون کا ہوتے رہنا نہایت ضرور ہے - بغیر کسی استثنا کے وہ تسلیم کرتے ہین کہ اگر اسلام کو روحانی سلطنت حاصل کرنی ہے تو وہ تہذیب و شایستگی کے ساتھ ملا جلا ہے - کوئی انگریز اس قسم کی دلیل پر اعتراض نہین کرسکتا ؛ کیونکہ اُنکا دعوے اسقدر مدلّل و مستند ہے کہ کوئی انگریز اُن دلیلون اور سندون کا بیسوان حصہ بھی اپنے بیان کی تائید مین پیش نہین کرسکتا - پس اگر سید احمد خان یہ کہتے ہین کہ وہابی یا پکّے مسلمان کے دین کا یہ کوئی جزو نہین ہے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کا مقابلہ کرے ؛ اور یہ کہ مسلمان پر جیسا اور غیر مذہب والون کے ساتھ خاص خاص حالتون مین جہاد کرنا فرض ہے ویسا ہی عیسائیون کے ساتھ ہے اور ویسا ہی ہندوون کے ساتھ ؛ اور یہ کہ مسلمان حکمی فرض سمجھتے ہین کہ وہ بھی اور مذہب والون کی مانند تمام بنی آدم کے ساتھ برادرانہ طور پر یگانگت اور اتفاق سے رہین تو گو اس قسم کے بیانات ہمارے اگلے خیالات کے کیسے ہی مخالف ہون ؛ جب تک کہ ہمکو اس قدر اعلےٰ درجہ کی واقفیت نہو کہ ہم سید احمد خان پر غلطی کا الزام لگا سکین اُسوقت تک ہمکو ان باتون کے تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہین ہے''

''ہمارا یہ مطلب نہین ہے کہ تعصب و رفساد کے مقابلہ مین ہم زیادہ احتیاط نہ کرین ؛ لیکن اب ایسی باتون کا خوف حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے ؛ کیونکہ انگریزون کے دلون مین علی العموم اس بات کا یقین ہے کہ مسلمان جسقدر زیادہ ایماندار ہوگا اُسی قدر انتظام کا سخت دشمن ہوگا اور اُسی قدر اسکا پکّا ارادہ ہوگا کہ یا تو وہ اُسے توڑے یا خود اُس سے ٹوٹ جائے ؛ اور اسمین کچھ شک نہین کہ ایسے لوگ جنکو یہ یقین ہے کہ اگر ہم کسی انگریز کو حق یا ناحق مار ڈالین تو ہمکو ثواب دائمی ملیگا - گورنمنٹ انگلشیہ کے لیے نہایت دقت کی چیز ہین - پس یہ نہایت تسلی اور احت کی

بات ہے کہ ایسی عمدہ سند سے جسکی عمدگی حتی الامکان ثابت ہے یقین دلایا جائے کہ یہ خوف بے بنیاد ہے ۔ ہم بھی اسی قسم کی باتین بار بار کہہ چکے ہین مگر ہمکو امید نہ تھی کہ ایک انگریز اخبار نویس کی راے ایسے معاملہ مین کچھ معتبر ہوگی"

اسکے بعد انڈین آبزرور کے اڈیٹر نے سرسید کے رسالہ سے چند فقرے نقل کر کے اُنکی تائید کی ہے اور ایک لمبی بحث کے بعد آپنے آرٹکل کو اس فقرہ پر ختم کیا ہے "ممکن نہین کہ کوئی بیان اس سے (یعنی سرسید کے بیان سے) زیادہ صاف ہو ۔ اس سے اُن لوگون کا اطمینان ہونا چاہیے جو بزدل اور وہمی ہین ۔ سید احمد خان کے مختصر رسالہ مین اور بھی بہت سی باتین ہین جنکا تذکرہ ہم کرتے اگر ہمارے اس پرچہ مین گنجایش ہوتی ۔ ہم ایسی کسی کتاب سے واقف نہین ہین جس مین ایسی تھوڑی سی جگہ مین مسلمانون کے خیالات کی نسبت اسقدر زیادہ اطلاع حاصل ہو ۔ ہندوستان کے ہر انگریز کو اسی بغور پڑھنا چاہیے ! اور ہم امید کرتے ہین کہ یہ بہت پھیلیگی ۔ یہ ٹھیک اُسی قسم کی کتاب ہے جسکی ضرورت آج کل اُن تمام عام لوگون کے دلون کو تسلی اور قرار بخشنے کے لیے ہے جو اپنی ناواقفیت کے سبب سایہ سے بھی بھڑکتے ہین" سر الیفرڈ لائل اپنے ایک اسیّے مین ۔ جو سرسید کے ریویو کے بعد تھیولوجکل ریویو مین شایع ہوا تھا ۔ ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب پر ریمارک کرتے ہوے لکھتے ہین کہ "اس مصنف کو مبالغہ کا جن بسا اوقات نہایت پریشان کرتا ہے اور بہتر ہوتا اگر اس جن کو وہ اُتار دیتا"

سرسید کے ریویو پر اور بھی بعض مدبران سلطنت نے رائین لکھی ہین مگر ہم یہان اسی قدر پر اکتفا کرتے ہین ۔ یہ ریویو اخبارات مین شایع ہونے کے بعد کتاب کی صورت مین بھی اُردو اور انگریزی دونون زبانون مین چھپا تھا ۔ اسکی پوری پوری کیفیت جب تک کہ وہ اول سے آخر تک نہ پڑھا جائے معلوم نہین ہوسکتی ؛ مگر ہم بطور نمونہ کے اُسکا ایک مختصر مقام اس موقع پر نقل کرتے ہین ۔

ڈاکٹر ہنٹر نے اپنی کتاب کے تیسرے باب کے خاتمہ پر یہ لکھا تھا کہ "مجھکو ہندوستان کے مسلمانون سے دلی خیرخواہی اور محبت کی ہرگز توقع نہین ہے بلکہ مین اُنکی ذات سے بڑی امید یہی کر سکتا ہون کہ وہ حکومت انگریزی کے قبول کرنے مین سرد مہری کرینگے" سر سید اسپر یون لکھتے ہین کہ اگر ڈاکٹر صاحب جنٹ کو ہم لوگون کے مسلمان ہونے کے باعث اسقدر مایوسی ہے تو مین اولاً انسے یہ درخواست کرتا ہون کہ وہ قرآن شریف کی اس آیت کی طرف توجہ فرمائین " ولتجدن اشد الناس عداوۃ للذین اٰمنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین اٰمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ ذلک بان منھم قسیسین ورھبانًا وانھم لا یستکبرون " (یعنی اے محمد تم پاؤگے تمام آدمیون مین سخت دشمن مومنین کا یہودیون اور مشرکون کو اور پاؤگے مومنین کا سب سے زیادہ دوست اُن لوگون کو جو اپنے کو نصارے کہتے ہین اور اسکا سبب یہ ہے کہ نصارے مین اکثر عالم اور عابد ہین اور وہ بہت گھمنڈ نہین رکھتے)

" دوسرے یہ مسئلہ مشہور ہے کہ جیسا کوئی کرتا ہے ویسا ہی اُس کو نتیجہ ملتا ہے ۔ پس اگر مسلمان بجز سرد مہری کے قوم حکمران کی جانب سے اور کچھ سلوک نہین دیکھتے ہین تو ڈاکٹر صاحب کو مسلمانون کی سرد مہری پر کچھ متحیر نہ ہونا چاہیے ۔ ہم دونو قومون یعنی عیسائی اور مسلمانون کو حضرت عیسی کا یہ قول یاد رکھنا چاہیے کہ جس سلوک کے تم اَور آدمیون سے متوقع ہو تمکو بھی اُسی طرح اُنکے ساتھ سلوک کرنا چاہیے "

پھر اسی باب کے خاتمہ پر ایک حاشیہ مین ڈاکٹر ہنٹر نے مندرجۂ ذیل سوال لکھا تھا " سوال اے علما و محققان شرع اسلام تمھاری اس معاملہ مین کیا رای ہے کہ اگر کوئی مسلمان بادشاہ - ہندوستان پر ایسے وقت مین حملہ کرے جب کہ وہ انگریزون کے قبضہ مین ہو تو اس ملک کے مسلمانون کو انگریزون کی امان ترک کرنی اور اُس غنیم کی مدد دینی جائز ہے یا نہین ؟ اس سوال کے جواب مین سر سید نے اول اصول اسلام کی رو سے ایک لمبی تقریر کی ہے

جسکا ماحصل یہ ہے کہ "جب تک مذہبی معاملات مین ہمکو ہر قسم کی آزادی ہندوستان مین حاصل ہے، اپنے مذہبی فرائض بے کھٹکے ادا کرتے ہین، اذان جسقدر بلند آواز سے چاہین مسجدون مین دے سکتے ہین، شارع عام مین دعوت اسلام کر سکتے ہین، پادری جو اعتراض مذہب اسلام پر کرتے ہین اُنکا جواب بلا خوف و خطر دے سکتے ہین، خود مذہب عیسوی پر اعتراض کر سکتے ہین، اُسکے برخلاف کتابین چھاپ سکتے ہین اور عیسائیون کو بلا کسی مزاحمت اور اندیشہ کے جب وہ مسلمان ہونا چاہین مسلمان کر سکتے ہین؛ اُسوقت تک انگریزی امان سے علیحدہ ہونا اور غنیم کو مدد دینا کسی مسلمان کا مذہبی فرض نہین ہے؛ اور اگر مسلمان ایسا کرین تو وہ گنہگار خیال کیے جائینگے؛ کیونکہ اُنکا یہ فعل اس پاک معاہدہ کا توڑنا ہوگا جو رعایا اور حکام کے درمیان ہے اور جسکی پابندی مرتے دم تک کرنا مسلمانون پر فرض ہے"

اسکے بعد سر سید لکھتے ہین کہ "البتہ مین یہ نہین کہہ سکتا کہ اگر آیندہ کوئی مسلمان یا کوئی اور بادشاہ ہندوستان پر حملہ کرے تو اُس صورت مین باعتبار عملدرآمد کے ٹھیک ٹھیک مسلمان کیا کرینگے؟ کیونکہ وہ شخص درحقیقت نہایت دلیر ہے جو اپنے دلی دوستون اور رشتہ دارون کے سوا عام شخصون کی طرف سے بھی کچھ جواب دے؛ بلکہ میری دانست مین تو شاید رشتہ دارون اور دوستون کی طرف سے بھی کچھ جواب دینا مشکل ہے۔ چنانچہ جو ملکی لڑائیان ہندوستان مین ہوئی ہین اُنمین باپ بیٹون سے اور بھائی بھائی سے لڑے تھے۔ پس کوئی شخص یہ بات نہین کہہ سکتا کہ کسی بڑے ملکی ہنگامہ مین کل قوم کا کیا حال ہوگا؟ مین یقین کرتا ہون کہ ایسی حالت مین مسلمان وہی کرینگے جو اُنکی پولٹکل حالت اُنسے کروائیگی؛ اور میری دانست مین یہ سخت سوال ہندوون سے بھی اسیطرح متعلق ہو سکتا ہے جیسا کہ مسلمانون سے؛ پس اس لحاظ سے اُسکا دریافت کرنا دونون قومون سے ضرور ہے"

سر سید نے جو کچھ ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب پر لکھا تھا اسکا حال بقدر ضرورت ہمنے بیان کر دیا ہے؛ مگر ہمارے نزدیک بڑی بے انصافی اور ناشکری ہوگی اگر اس مقام پر آنریبل ڈبلیو ڈبلیو ڈاکٹر ہنٹر کے

اُس شریفانہ برتاو کا ذکر نہ کیا جائے جو اس واقعہ کے بعد سر سید اور مسلمانون کے ساتھ اُنسے ظہور مین آیا۔ اُنھون نے مدرستہ العلوم کے پختہ بورڈنگ ہوس مین ایک کمرہ بنانے کے لیے ڈیڑھ ہزار روپیہ اپنی جیب خاص سے دیا اور ۱۸۸۲ء مین جب کہ وہ ایجوکیشن کمیشن کے پریسیڈنٹ تھے کمیشن کے دورہ کے وقت اضلاع شمال مغرب مین پہلا اجلاس علیگڑھ مین کیا اور اپنی اخیر اسپیچ محمدن کالج مین آکر دی جسمین نہایت بشاشت اور کشادہ دلی کے ساتھ سر سید اور اُنکی کوششون کی بے انتہا تعریف اور کالج کے سرسبز ہونے کی تمنا ظاہر کی تھی اور کہا تھا کہ اگر ایسی ہی چند مثالین سلف ہلپ کی اور ہون تو ہندوستان مین ایجوکیشن کمیشن کی ضرورت نرہیگی۔

تحریک اجراے مدارس ماتحت مدرستہ العلوم

فروری ۱۸۷۳ء مین جو جلسہ صدر کمیٹی کا بنارس مین ہوا تھا اُسمین سید محمود نے یہ بھی تحریک کی تھی کہ بہت جلد مقام مجوزہ مین ایک مدرسہ ماتحت مدرستہ العلوم مجوزہ کے قائم کیا جائے۔ چنانچہ ۳۱۔ اگست ۱۸۷۳ء کو علیگڑھ مین جو سب کمیٹی کا جلسہ ہوا اور جسمین علیگڑھ اور بلند شہر کے اکثر رئیس اور معزز مسلمان شریک تھے وہان مولوی سمیع اللہ خان سکرٹری سب کمیٹی اور سید محمود نے اپنی اسپیچون مین مدرسہ ماتحت قائم کرنے کی دوبارہ تحریک کی۔ پھر ۲۱۔ دسمبر ۱۸۷۳ء کو دوسرا جلسہ علیگڑھ ہی مین ہوا اور مولوی سمیع اللہ خان نے تقریر کرتے وقت کہا کہ مدرستہ العلوم کی مخالفت روز بروز بڑھتی جاتی ہے؛ اسکے رفع کرنے کی کوئی تدبیر اس سے بہتر نہین کہ ایک ماتحت مدرسہ بطور نمونہ کے علیگڑھ مین قائم کیا جائے؛ جسکے طریقہ تعلیم سے لوگون پر ظاہر ہو جائے کہ جو تعلیم صدر کمیٹی بنارس نے تجویز کی ہے وہ کسی طرح اصول اسلام کے برخلاف نہین ہے۔ اس تجویز کو سب نے پسند کیا اور بعض علماے اہل اسلام نے جو اُس جلسہ مین شریک تھے طریقہ تعلیم کو جو سکرٹری نے اُسوقت بیان کیا بلا مخطور شرعی تسلیم کیا۔ اس جلسہ مین اور سب کمیٹیون کی نسبت چندہ کی رقم زیادہ لکھی گئی تھی اور جس شرط پر مدارس ماتحت مختلف مقامات مین جاری کرنے قرار پائے تھے اُسکی طرف سے

علیگڑھ کی سب کمیٹی نے کافی اطمینان کر دیا تھا؛ اسلیے صدر کمیٹی بنارس نے بھی علیگڑھ سب کمیٹی کی تجویز کو پسند کیا اور سکرٹری سے درخواست کی کہ علیگڑھ مین مدرسۃ العلوم جاری کیا جائے۔ مولوی سمیع اللہ خان سکرٹری سب کمیٹی نے جو اُسوقت علیگڑھ مین سب آرڈنٹ جج تھے نہایت دلی سعی اور کوشش سے صدر کمیٹی کے مقاصد کو انجام دیا اور ۲۴ مئی سنہ ۱۸۷۵ء جو کہ ملکہ معظمہ کی سالگرہ کا دن تھا مدرسہ کے افتتاح کی تاریخ قرار پائی تاریخ مذکور پر سر سید بھی بنارس سے علیگڑھ آگئے اور ایک جلسہ مین جسکے صدر انجمن مولوی محمد کریم مرحوم ڈپٹی کلکٹر علیگڑھ تھے رسم افتتاح[1]

[1] افتتاح کے موقع پر مولوی محمد اکبر مرحوم اور مولوی محمد ہاشم نے عربی نظم و نثر بطور مبارکباد کے اور مولوی صفدر حسین نے فارسی و اُردو مین قطعات تاریخ لکھے تھے۔ چونکہ یہ سب تحریرین طولانی ہین اسلیے صرف قطعہ تاریخ اُردو مرتبہ مولوی صفدر حسین جو مضمون اور مادۂ تاریخ دونون کے لحاظ سے نہایت لطیف و عمدہ ہے یہان نقل کیا جاتا ہے

**قطعہ**

مدرسہ علیگڑھ مین اک ہوا مقرر
سب مدرسون سے اچھا سب کالجون سے بہتر
تعلیم مذہبی ہی ہے جان مدرسہ کی
تعلیم مذہبی ہے بہر نجات محشر
ہے جسم مدرسہ کا انگریزی اور اسمین
ثابت کرینگے ہم ہان اس بات کو مقرر
شرع محمدی نے کی اعتدال اُسمین
اسکو ذرا سمجھنا اے واعظو سمجھکر
پتلون و کوٹ اُنکا ملبوس ظاہری ہے
شرع محمدی کا خاکا ہے یہ معتبر
سرکار کی بڑھائی اسلامیون مین الفت
اسلامیون سے نفرت سرکار کی چھڑا کر
تھا دشمنون کا رونا اُسپر بھی اسنے لیکن
ہر بات کو ہماری پڑتا لیے ملاکر
تھی فکر مجھکو اک دن تاریخ مدرسہ کی
جسکو کیا ہے جاری اسلامیون نے ملکر
انگریزی عام ہوگی تعلیم مین مگر ہان
ورنہ اثر نہ ہوتا اُسکا کسی کے دل پر
گر یہ نہو تو وہ ہیچ اور وہ نہو تو یہ کیا
تعلیم مذہبی ہے بس جان کے برابر
تھا شرع موسوی مین افراط حد سے زائد
افراط کو گھٹا کر تفریط کو بڑھا کر
اس مدرسہ کے بانی کی وضع بھی ہے ایسی
پر شرع احمدی کا جیہ ہے جان کے اندر
سرکار کی بھلائی اسلامیون کی خاطر
اسلامیون کی الفت سرکار مین بڑھا کر
اسلام کی ترقی اسلامیون کی شوکت
دکھلایا حُبِ قومی یہ مدرسہ بنا کر
ظاہر مین عیسوی ہے باطن مین ہے وہ ہجری
بولا یہ ملہم غیب۔ اٹھارہ سئے پچھتر
۱۲۹۲ ھ
ہر علم و ہر زبان کی تعلیم ہوگی اُس مین
مذہب کی خاص ہوگی تعلیم اے برادر
تعلیم دنیوی ہے بہر معاش دنیا
بے اسکے ہے وہ بدتر اُسکے ہے یہ ابتر
عیسائی اور مسلمان ہین مثل جسم اور جان
تھی شرع عیسوی مین تفریط حد سے بڑھکر
قالب ہین وہ مذاہب شرع محمدی جان
جس سے ثبوت ہوگا اس قاعدہ کا اکثر
توریت کا ہے عالم انجیل کا ہے ماہر
کیا کیا نہین کیا ہے اس ڈھب سے مل ملاکر
سرکار سے چھڑائی اسلامیون کی نفرت
اس شخص کی بدولت ہم سب کو ہے میسر
تاریخ بھی لکھی ہے وہ ہمنے جس سے حضرت
اے سامعین سنیے للہ دل لگا کر

عمل مین آئی اور یکم جون ۱۸۷۵ء سے جماعت بندی ہوکر تعلیم شروع ہوگئی تاریخ مذکور سے لیکر اب تک مدرستہ العلوم کو قائم ہوے چوبیس برس کا زمانہ گذرا ہے اس عرصہ کے تمام واقعات اور حالات جو مدرسۂ مذکور کے انتظام اور ترقی سے متعلق ہین اُنکے لکھنے کے لیے ایک جدا کتاب کی ضرورت ہے ؛ اسلیے یہان ہم صرف ضروری امور بیان کرینگے جو اس کتاب کے موضوع سے مناسبت رکھتے ہین ۔

جس وسیع میدان مین اب محمدن کالج علیگڑھ اور اُسکی تمام عمارتین موجود ہین ۔ کسی زمانہ مین یہ چھاونی سے متعلق تھا اور یہان فوج کی پریڈ ہوا کرتی تھی ۔ مگر اب وہان چھاؤنی نہین رہی تھی اور اُس میدان مین سے کچھ قطعات لوگون کو سرکار سے کوٹھیان بنانے کے واسطے مل گئے تھے لیکن اب بھی قریب ۷۴ ایکڑ کے زمین باقی تھی ۔ سر سید نے مدرسہ کے لیے حسب ضابطہ کمیٹی کی طرف سے اُس زمین کے ملنے کی درخوست کی تھی ۔ اُسوقت ہنری لارنس علیگڑھ مین کلکٹر تھے اُنھون نے اُس قطعہ کے ملنے کی رپورٹ گورنمنٹ مین بھیجدی اور سر ولیم میور نے بھی جو اُس زمانہ مین لفٹنٹ گورنر تھے اُس قطعہ کے دینے کا وعدہ کرلیا مگر ابھی وہ قطعہ کمیٹی کو ملنے نہین پایا تھا کہ مانٹی گیوٹ صاحب علیگڑھ مین قائم مقام کلکٹر ہوگئے ۔ اُنھون نے اس بات کی سخت مخالفت کی کہ وہ قطعہ کمیٹی کو کالج کے لیے دیا جائے ۔ اُنکے بعد جو مسٹر کالون مستقل کلکٹر و مجسٹریٹ مقرر ہوکر آئے اُنھون نے بھی ویسی ہی مخالفت کی اور اُسوقت کے تمام یورپین حکام اُنکے ہمراے اور ہمزبان ہوگئے ۔ یہ ایسی سخت مزاحمت ہوئی تھی کہ بانیانِ کالج اُسکے ملنے سے مایوس ہونے لگے تھے اور قریب تھا کہ وہ کالج کا خیال چھوڑ دین اور تمام کوششین برباد ہوجائین ۔ مگر خوش قسمتی سے اُسی زمانہ مین سر جان اسٹریچی جنکا اس کالج پر سب سے زیادہ احسان ہے ؛ لفٹنٹ گورنر ہوگئے اور یہ معاملہ اُنکے سامنے پیش ہوا ۔ وہ خود دورہ کے دنون مین علیگڑھ آئے اور موقع کو ملاحظہ کیا ۔ سر سید بھی

بنارس سے علیگڑھ پہنچے اور بہت سی گفت وشنید کے بعد ہز آنر نے یہ فیصلہ کیا کہ زمین کالج بنانیکے لیے کمیٹی کو اس شرط پر دیجائے کہ جو عمارت اُسمین بنائی جائے اُسکے بننے سے پہلے اُسکا نقشہ گورنمنٹ کے ملاحظہ کے لیے بھیجا جایا کرے اور اگر بالفرض کبھی کوئی ایسا اتفاق پیش آئے کہ یہ کالج بالکل بند ہوجائے تو جسقدر عمارات کمیٹی کی بنائی ہوئی یہان موجود ہونگی اُن سب پر سرکار کا قبضہ ہوجائیگا۔ کمیٹی نے یہ دونو شرطین منظور کرلین اور سر جان اسٹریچی نے اُسکی منظوری گورنمنٹ ہند سے منگاکر سند عطای اراضی کمیٹی کو عنایت کی اور حسب ضابطہ قطعۂ مذکور پر قبضہ دلایا گیا۔ مدرسۂ ماتحت کے افتتاح سے پہلے یہ زمین کمیٹی کو مل چکی تھی اور جس بنگلہ مین اب تک محمدن ہائی اسکول کی جماعتین پڑھتی ہین اسی بنگلہ مین ابتدائی مدرسہ قائم کیا گیا تھا۔

۱۲- نومبر ۱۸۷۵ء کو سر ولیم میور جو اُس زمانہ مین وایسرای کی کونسل کے ممبر تھے مدرسہ کے ملاحظہ کو آئے اور ایک لمبی اسپیچ دی جسمین کمیٹی کو مبارکباد دینے کے بعد سرسید کی نسبت کہا کہ مین خاصکر اپنے دوست کی دیرینہ خواہش کے پورا ہونے اور اُنکے دلی مدعا کا پہلا پھل حاصل ہونے پر اُنکو مبارکباد دیتا ہون۔

جب یہان تک نوبت پہنچ گئی اور مدرسہ کو جاری ہوے ایک سال گذر چکا تو سرسید کو ضروری معلوم ہوا کہ نوکری سے علٰحدہ ہوکر مدرسہ کی تکمیل مین اطمینان اور کامل توجہ سے کوشش کیجائے۔ کچھ تو سرکاری کامون کی مصروفیت مدرسہ کے کام مین حارج ہوتی تھی اور کچھ وہ اپنی جبلّی احتیاط کے سبب سرکاری عہدہ دار ہونے کی حالت مین چندہ وصول کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ پنشن کا نقشہ تو وہ مدرسہ کے جاری ہوتے ہی بھیج چکے تھے؛ جولائی ۱۸۷۶ء کے آخر مین پنشن کی منظوری بھی آگئی اور وہ اُسی وقت ملازمت سے کنارہ کش ہوکر علیگڑھ چلے آئے۔ وہ اپنی قدیم کوٹھی جو علیگڑھ مین تھی ولایت جاتے ہوے رہن کرگئے تھے مگر جب یہ امر طے ہوگیا کہ مدرسۃ العلوم علیگڑھ مین قائم کیا جائے تو سید محمود نے اپنے اور سرسید کے

رہنے کے لیے ایک اور کوٹھی خرید لی تھی اور پہلی کوٹھی کو فروخت کر دیا تھا۔ جب سرسید بنارس سے آئے تو اس کوٹھی کو اپنی ضرورت کے موافق درست کیا اور اسمین سکونت اختیار کی۔

جب وہ بنارس سے آئے تو ضلع علیگڑھ کے رؤسا اور معزز لوگون نے اُنکو دعوت دی اور ایک شاندار جلسہ منعقد ہوا جسمین اضلاع قرب و جوار کے رؤسا بھی شامل تھے۔ اس جلسہ مین سرسید کو ایڈریس بھی دیا گیا تھا جسمین اُنکے احسانات کا ذکر تھا جو قوم کی بھلائی کے لیے اُنسے ظہور مین آئے۔ سرسید نے ایک فقرہ کے جواب مین جو الفاظ کہے تھے وہ ہم بجنسہ یہان نقل کرتے ہین۔ اُنھوں نے کہا کہ "ہان یہ بات سچ ہے کہ مین نے اپنے اُس قدیم نامی اور پُرانے شہر کو جہان میرے بزرگون اور عزیزون کی ہڈیان ابتک نہ مین مین پڑی ہین اور جہان میرے بہت سے عزیز ابتک رہتے ہین، جسکی مٹی سے لوگون نے خیال کیا تھا مین بنا ہون اور پھر اُسی مین میری خاک ملجائیگی؛ صرف مدرستہ العلوم کی محبت، اپنی قوم کی بھلائی اور رئیسان ضلع علیگڑھ و بلند شہر کی محبت و عنایت کے خیال سے چھوڑا ہے اور یہان ایک غریب مسافر کی طرح سکونت اختیار کی ہے۔ مین نے صرف اس خیال سے کہ کیا راہ ہے جس سے قوم کی حالت درست ہو؟ دور و دراز سفر اختیار کیا اور بہت کچھ دیکھا جو دیکھنے کے لائق تھا۔ مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ جب مین نے کوئی عمدہ چیز دیکھی، جب کبھی عالمون اور مہذب آدمیون کو دیکھا، جب کبھی علمی مجلسین دیکھین، جہان کہین عمدہ مکانات دیکھے، جب کبھی عمدہ پھول دیکھے جب کبھی کھیل کود عیش و آرام کے جلسے دیکھے یہان تک کہ جب کبھی کسی خوبصورت شخص کو دیکھا؛ مجھکو ہمیشہ اپنا ملک اور اپنی قوم یاد آئی اور نہایت رنج ہوا کہ ہاے ہماری قوم ایسی کیون نہین؟ جہان تک ہو سکا ہر موقع پر مین نے قومی ترقی کی تدبیرون پر غور کیا؛ سب سے اول یہی تدبیر سوجھی کہ قوم کے لیے قوم ہی کے ہاتھ سے ایک مدرستہ العلوم قائم کیا جائے؛ جسکی بنا آپکے شہر مین اور آپ کے زیر سایہ پڑی ہے"

فونڈیشن سٹون کا جلسہ

الغرض سرسید علیگڑھ مین آکر ہمہ تن کالج کے کام مین مصروف ہوگئے۔ کالج کی عمارتون مین جلد جلد ترقی ہونے لگی۔ ہندوستان کے اطراف مین چندہ کے واسطے زیادہ تحریکین اور کوششین ہونی لگین اور علیگڑھ صرف دار العلوم ہی نہین بلکہ رفتہ رفتہ قومی ہمدردی، قومی اتحاد، قومی مصالح اور قومی مقاصد کی تحریک کا صدر مقام اور مرکز بننے لگا۔ ۱۸۷۶ء کے شروع مین کالج کا بنیادی پتھر غیر معمولی اور غیر متوقع شان و شوکت کے ساتھ رکھا گیا۔ پہلے یہ تجویز ٹھیری تھی کہ لارڈ نارتھ بروگ کے ہاتھ سے یہ رسم ادا کیجائیگی؛ لیکن لارڈ ممدوح کو کسی خانگی ضرورت کی وجہ سے پیش از وقت ہندوستان کو چھوڑنا پڑا۔ پھر سر جان اسٹریچی لفٹنٹ گورنر شمال مغرب نے اس رسم کے ادا کرنے کا وعدہ کیا؛ مگر سرکاری ضرورتون کی وجہ سے وہ بھی وقت معین پر نہ آسکے۔ آخر لارڈ لٹن وایسرای و گورنر جنرل کشور ہند کے ہاتھ سے اُس عظیم الشان دربار کے بعد جو ہندوستان کی تاریخ مین ہمیشہ یادگار رہیگا۔ ادا ہوئی۔ لارڈ لٹن نے دربار قیصری کے بعد دلّی سے مدرسۃ العلوم مین آنے کا وعدہ کرلیا تھا۔ چنانچہ ۸ - جنوری ۱۸۷۷ء کو مع لیڈی لٹن کے علیگڑھ مین تشریف لائے اور سرسید کے ہان مہمان ہوے۔ سہ پہر کو وقت معین پر مع لیڈی صاحبہ کے فونڈیشن کے موقع پر تشریف لے گئے۔ اول سید محمود نے ایڈریس پڑھا اور وایسرای نے اُسکا جواب نہایت شیرین زبانی اور اپنی مشہور فصاحت کے ساتھ دیا پھر سرسید نے بنیاد کا پتھر رکھنے کی درخواست کی۔ چنانچہ حضور ممدوح نے بنیاد کا پتھر اُس موقع پر جہان اسٹریچی ہال کے صدر مقام مین سنگ مرمر کا کتبہ بنیاد کے قریب لگا ہوا ہے۔ اپنے ہاتھ سے رکھا اور فونڈیشن کی تمام رسمین یوروپین قاعدہ کے موافق ادا کی گئین۔

وایسرای نے علیگڑھ سے چلتے وقت اپنی تصویر اور کئی جلدین اپنی تصنیفات کی سرسید کو بطور

یادگار کے عنایت کین۔ اسکے بعد سنہ ۱۸۸۰ مین اُنکو ایک کشتی نقرئی بطور تحفہ اور یادگار کے بھیجی جسپر یہ عبارت کندہ تھی "بیادگار رکھنے بنیاد کالج کے بدستِ خاص وایسرای بتاریخ ۸ جنوری سنہ ۱۸۷۷ و نشان اعزاز بخشی و دوستی ازجانبِ رابرٹ لارڈ لٹن جی۔ سی۔ بی و جی۔ ام۔ اس۔ ای وایسرای و گورنر جنرل ہند بمولوی سید احمد خانصاحب بہادر سی۔ اس۔ آئی۔ پریسیڈنٹ اینگلو اورنیٹل کالج اہل اسلام مقام علیگڈھ۔ تاریخ یکم جنوری سنہ ۱۸۸۰ء"

سید محمود نے جو سکیم ۱۰ فروری سنہ ۱۸۷۳ کو کمیٹی مین پیش کی تھی اُسمین اُنھون نے صاف اس بات کی تصریح کی تھی کہ ہماری غرض صرف ایک مدرسہ یا کالج ہی قائم کرنا نہین ہے بلکہ ایک یونیورسٹی قائم کرنی ہے؛ پس کمیٹی نے جو انگریزی مین اپنا نام "محمدن اینگلو اورنیٹل کالج فنڈ کمیٹی" رکھا ہے اسمین بجاے کالج کے یونیورسٹی کا لفظ ہونا چاہیے؛ اور اُردو مین بجاے مدرسۃ العلوم کے دارالعلوم نام رکھنا چاہیے؛ اور بجز اسکے کہ گورنمنٹ نگرانِ حال رہے اُسکی اَور کسی قسم کی مداخلت اس دارالعلوم مین نہ ہونی چاہیے۔ چنانچہ اس سکیم کی جو کاپی گورنمنٹ مین بھیجی گئی تھی اُس مین بھی یونیورسٹی کا لفظ لکھا تھا۔ لوکل گورنمنٹ سے اُسکا یہ جواب آیا کہ اگر کمیٹی محمدن یونیورسٹی قائم کرنا چاہتی ہے تو گورنمنٹ اُس مین گرنیٹ ان ایڈ نہین دینے کی۔ باوجود اسکے سرسید کا ارادہ یہی تھا کہ یونیورسٹی قائم کیجائے۔ اُنکو یقین تھا کہ جب تک موجودہ یونیورسٹیون کی تعلیم سے قطع نظر نہ کیجائیگی اور مسلمانون کی تعلیم کے لیے اُنکی ضرورتون کے موافق تعلیم و تربیت کا اپنے طور پر انتظام نہ کیا جائیگا؛ تب تک اصلی لیاقت قوم کے بچون مین ہرگز پیدا نہوگی۔ وہ چاہتے تھے کہ اس دارالعلوم مین کیمبرج یونیورسٹی کے موافق فیلو سسٹم جاری کیا جائے اور جو طالب علم فارغ التحصیل ہوجائے اُسکو کسی خاص علم مین۔ جس سے وہ خاص مناسبت رکھتا ہو۔ مصروف رہنے اور اُس مین کمال حاصل کرنیکے لیے فیلوشپ دیجایا کرے؛

اور اس طرح ایک گروہ عالمون اور محققون کا قوم مین پیدا کیا جائے جو تمام قوم مین علم و کمال پھیلانے کے لیے بمنزلہ آلہ کے ہو۔ لیکن قطع نظر اسکے کہ ایسی یونیورسٹی صرف قوم کے بھروسے پر قائم کرنا کوئی آسان کام نہ تھا؛ نہ طالب علم اور نہ اُنکے مربّی کوئی اس بات پر رضامند ہونے والا نہ تھا کہ یونیورسٹیون کی ڈگریون سے جو گورنمنٹ کی نوکری کا ذریعہ ہین قطع نظر کیجائے۔ اور فی الحقیقۃ مسلمانون کی حالت اسی بات کی مقتضی تھی کہ صرف موجودہ یونیورسٹیون کی ڈگریان حاصل کرنے ہی کو فوز عظیم سمجھا جائے۔ الغرض سرسید کو اپنا منصوبہ پورا کرنے سے بالکل مایوسی ہوگئی۔ یونیورسٹی قائم کرنے کا خیال اُنھون نے بالکل چھوڑدیا اور مدرستہ العلوم مین وہی کورس اختیار کرنا پڑا جو موجودہ یونیورسٹیان تجویز کرین۔ اُنھون نے اپنے دل کو یہ کہکر تسلی دے لی۔

نہ ہو تاب پرواز گر آسمان تک　　　تو وان تک اڑین ہو رسائی جہانتک

تحصیل چندہ کی دشواریان

مدرستہ العلوم کے متعلق سب سے زیادہ مشکل کام چندہ کا وصول کرنا تھا۔ جنکی اولاد کی تعلیم کے لیے مدرسہ قائم کرنا منظور تھا اول تو وہ پہلے ہی انگریزی تعلیم سے نفور تھے؛ دوسرے جس وقت مدرسہ کے لیے تحریک شروع ہوئی اُسی کے ساتھ تہذیب الاخلاق جاری ہوگیا جسکے مضامین سے مسلمان عموماً نفرت کرتے تھے اور جسکی وجہ سے مدرستہ العلوم مین چندہ دینے کو معصیت جاننے لگے تھے۔ اخبارون اور رسالون مین مدرستہ العلوم کے خلاف بے شمار مضامین چھپتے تھے؛ اور سرسید کی تکفیر کے فتوے شایع کیے جاتے تھے۔ مولوی وعظ کی مجلسون مین لوگون کو چندہ دینے سے روکتے تھے۔ شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ منصبی دباؤ سے چندہ وصول کیا گیا ہوگا سو یہ خیال بھی صحیح نہین ہے؛ سرسید نے مدرسہ قائم ہونے سے ایک ہی برس بعد ملازمت سے علٰحدگی اختیار کرلی تھی اور اُس سے

پہلے جسقدر چندہ ہوا وہ زیادہ تر علیگڑھ ، لاہور ، پٹنہ ، مرزاپور اور پٹیالہ وغیرہ سے ہوا ؛ بنارس مین جہان وہ خود سرکاری عہدہ دار تھے اُنھون نے اپنے چند ہندو یا مسلمان دوستون کے سوا کسی سے چندہ مانگنا پسند نہین کیا ۔ اسکے سوا ہندوستانی اور خاصکر مسلمان قومی کامون مین چندہ دینے کے مفہوم سے محض ناواقف تھے ؛ جب تک کسی حاکم کا دباؤ یا اشارہ نہوتا تھا چندہ جمع ہونا نہایت مشکل تھا ۔ مین نے سنا ہے کہ سرسید نے ولایت جانے سے پہلے ایک روز نواب امّوجان مرحوم سے جو اُنکے قریب رشتہ دار تھے برسبیل تذکرہ یہ کہا کہ کیون حضرت آپ کے نزدیک مسلمانون کی تعلیم کے لیئے دس لاکھ روپیہ جمع ہوسکتا ہے یا نہین ؟ اُنھون نے نہایت تعجب سے کہا " تم کیا دیوانون کیسی باتین کرتے ہو ؟ مسلمانون سے دس لاکھ پیسے بھی وصول نہین ہوسکتے " اس حکایت سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ اُسوقت چندہ جمع کرنے کی نسبت لوگون کے کیسے خیالات تھے ۔ باوجود اسکے یہ بات کچھ کم تعجب انگیز نہین کہ ایک شخص کی تحریک یا کوشش سے بیس برس کے عرصہ مین سات آٹھ لاکھ کی عمارت تیار ہوگئی اور مدرسہ کی آمدنی اس حد تک پہنچ گئی کہ اسّی ہزار روپیہ سالانہ تک اُسمین خرچ ہونے لگا ۔ ایک ایرانی سیاح نے مدرسہ کو دیکھکر خود ہمارے سامنے یہ الفاظ کہے " واللہ معجزہ مینماید کاریکہ از سلطنت برنیاید چگونہ از یک فرد رعیت سرانجام شد " مگر ہم سرسید کی اس کامیابی کو معجزہ نہین سمجھتے بلکہ کامیابی کے اسباب پر نظر کرتے ہین جن پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دانشمند اور راست باز آدمی استقلال اور ہمت سے ہر قسم کی مشکلات پر غالب آسکتا ہے ۔

سرسید نے مدرسہ کے کام کو جس لیاقت اور باقاعدگی کے ساتھ شروع کیا اُسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ سمجھدار اور روشن خیال مسلمان اُسکی طرف گرویدہ ہوگئے اور سلطنت کے بڑے بڑے جلیل القدر رکن

اُسکی جانب التفات ظاہر کرنے لگے اور اُسکے معاون بن گئے ؛ یہان تک کہ رفتہ رفتہ اُسکا اثر ذی مقدور لوگون پر پڑنے لگا۔ اگرچہ مخالفتین چلتی گاڑی مین برابر روڑا اٹکاتی رہین مگر کام کی عظمت، اُسکی تائید کرنے والون کا اعتبار اور اُنکی وجاہت، اور خود سرسید کا استقلال آہستہ آہستہ ہر ایک مخالفت کا مقابلہ کرتا رہا۔ تہذیب الاخلاق نے مسلمانون کی سقیم حالت اور انگریزی تعلیم کی ضرورت اُنپر ظاہر کرنی شروع کی اور مذہبی توہمات جو تبدیلِ حالت کے سدِّ راہ تھے شیئاً فشیئاً دور ہونے لگے۔ سرسید کی طرف سے اس بات کا اطمینان کہ جس کام کے لیے روپیہ دیا جاتا ہے وہ اُسی کام مین صرف ہوگا ؛ سب سے زیادہ فراہمی چندہ کا باعث ہوا۔

سرسید کی سب سے بڑی تدبیر۔ جسنے کالج کی عظمت کا نقش خاص و عام کے دل پر بٹھادیا اور جس سے کالج کو بے انتہا مدد پہنچی۔ وہ یہ تھی کہ کالج اور بورڈنگ ہوس کی عمارتین تابمقدور اعلے درجہ کے اسکیل پر بنانی تجویز کین اور عمارات کے بنانے مین نہایت جرأت اور دلیری سے کام لیا۔ اگر روپیہ مین کمی ہوئی تو قرض لے لیکر عمارتون کو پورا کیا۔ اس تدبیر سے ایک طرف تو کالج کی بڑائی کا خیال لوگون کے دلون مین پیدا ہوا اور مسلمانون کو قومیت کے بھولے ہوے خواب یاد آنے لگے، حکام کے دل مین کالج کی وقعت زیادہ ہونے لگی اور ہر شخص کو اُسمین چندہ دینے کی ترغیب ہوئی ؛ اور دوسری طرف کرایہ کی آمدنی روز بروز بڑھنی شروع ہوئی جو رفتہ رفتہ ۲۴ برس کے عرصہ مین تقریباً دس ہزار سالانہ تک پہنچ گئی۔ مگر بڑی بڑی عمارتون کا بنوانا خود روپیہ کا محتاج تھا سو اُسکے لیے سرسید نے یہ تدبیر نکالی کہ کالج کی ہر ایک عمارت کا تخمینہ کرکے اُسکو متعدد حصون مین تقسیم کردیا اور اشتہار دیدیا کہ فی حصہ اسقدر روپیہ ہوتا ہے ؛ جو شخص اتنا روپیہ دیگا اُسکا نام عمارت پر کندہ کیا جائیگا۔ مثلاً کالج کے بڑے احاطہ کی سنگین جالیون کے لیے

فی جالی بیس روپئے قرار دیے اور اس طرح احاطہ کا ایک بڑا حصہ تیار ہوگیا؛ یا بورڈنگ ہوس کی پختہ بارک کے لیے فی کمرہ پندرہ سو روپیہ مقرر کیا اور اسطرح ایک تعداد کثیر پختہ کمرون کی رفتہ رفتہ تیار ہوگئی احاطہ کے تین دروازے مقرر کیے اور جو شخص ایک دروازہ بنوادے اُسی کے نام سے اُس دروازہ کو نامزد کرنا تجویز کیا؛ اسٹریچی ہال کی لاگت کے بہت سے حصے کرکے فی حصہ پانسو روپیہ مقرر کیا اور جتنے آدمیون نے پان پانسو روپئے دیے اُن سب کے نام اُسمین سنگ مرمر پر کندہ کرادیے ۔ اسکے سوا بہت سی عالیشان عمارتین کالج کے بڑے بڑے محسنون کی یادگار مین بنانی تجویز کین جنمین اُنکے دوستون اور ہواخواہون نے بطیب خاطر چندہ دینا قبول کیا ۔ طالب علمون کے رہنے کے لیے بہت سے مکان قرض لیکر بنوائے اور اُنکے کرایہ کی آمدنی مین سے کسی قدر سود مین لگادیا اور جب کہین سے کچھ روپیہ بہم پہنچا فوراً قرضہ ادا کرکے اُنکی کل آمدنی مدرسہ کے تحت مین لے لی ۔

صیغہ تعمیرات کے سوا کالج کے اور اخراجات کے لیے سرسید نے نئے نئے طریقون سے روپیہ وصول کیا جسکو سنکر لوگ تعجب کرینگے ۔ ایک دفعہ تیس ہزار کی لاٹری ڈالی ۔ ہرچند مسلمانون کی طرف سے سخت مخالفت ہوئی مگر سرسید نے کچھ پروا نہ کی اور بعد تقسیم انعامات کے بیس ہزار کے قریب کالج کو بچ رہا **لطیفہ** جن دنون مین لاٹری کی تجویز درپیش تھی دو رئیس سرسید کے پاس آئے اور لاٹری کے ناجائز ہونے کی گفتگو شروع کی ۔ سرسید نے کہا جہان ہم اپنی ذات کے لیے ہزارون ناجائز کام کرتے ہین وہان قوم کی بھلائی کے لیے بھی ایک ناجائز کام سہی ۔ سرسید کے ایک دوست وہان موجود تھے؛ اُنھون نے کہا "لاٹری کا گناہ درحقیقت رئیسون اور دولتمندون پر ہوگا؛ اگر وہ مدرسہ کی مدد کرتے تو کیون لاٹری کی ضرورت ہوتی "

لاٹری کے سوا اُنھون نے اور بے شمار تدبیرون سے روپیہ جمع کیا ۔ اپنی اور اپنے دوستون کی کتابین

فروخت کرکے روپیہ پیدا کیا ۔ اپنی تصویر کی کاپیان بیچین اور جو کچھ ملا کالج کو دیدیا ۔ جب خلیفہ سید محمد حسن خان مرحوم وزیر ریاست پٹیالہ کے پوتا پیدا ہوا اور اُنھین دنون مین سرسید کا پٹیالہ جانا ہوا تو وزیر صاحب سے پوتے کے ہونے کی خوشی مین چراغی کے پانچ روپے طلب کیے جسپر اُنھون نے ایک معقول رقم اُنکی نذر کی ۔ اُنکے ایک دوست کے قبائل دور و دراز سفر سے علیگڑھ آئے ؛ آپ سیادت کے دعوے سے اُنکے ہان امام ضامن کا روپیہ مانگنے کے لیے پہنچے اور وہان سے ایک اشرفی اور کچھ روپئے لیکر آئے ۔

چندہ وصول کرنے کے موقع پر اُنھون نے کبھی اس بات کا خیال نہین کیا کہ مین کون ہون ؟ کس سے مانگتا ہون ؟ اور کسطرح مانگتا ہون ؟ نمایشگاہ علیگڑھ مین اُنھون نے کتابون کی دوکان لگائی اور خود کتابین بیچنے کے لیے دوکان پر بیٹھے ۔ نیشنل والنٹیر بنکر گلے مین جھولی ڈالی ۔ پنی ریڈنگ کا جلسہ کیا اور اسٹیج پر کھڑے ہوکر غزلین گائین ۔

پنی ریڈنگ کا جلسہ اسلیے قرار دیا گیا تھا کہ غریب طالب علمون کے وظیفہ کے لیے کچھ سرمایہ جمع کیا جائے ۔ جب اس جلسہ کی تجویز ٹھہری تو دوستون نے منع کیا کہ ایسا ہرگز نہ کیجیے گا ؛ لوگ مطعون کرینگے اور تماشے والا کہینگے ؛ اخبارون مین ہنسی اُڑائی جائیگی ۔ سرسید نے کہا " اگر مین لوگون کے کہنے کا خیال کرتا تو جو کچھ ابتک کیا ہی اُسمین سے کچھ بھی نہ کرسکتا ۔ لوگون کے کہنے کا کچھ خیال نکرو ۔ بلکہ یہ دیکھو کہ اس سے درحقیقت قوم کو فائدہ پہنچیگا یا نہین " جسوقت وہ اسٹیج پر کھڑے ہوے تو اُنھون نے ایک نہایت موثر تقریر کی جسکے چند فقرے یہان لکھے جاتے ہین ۔

" کون ہی جو آج مجھکو اس اسٹیج پر دیکھکر حیران ہوتا ہوگا ؟ وہی جنکے دل مین قوم کا درد نہین ۔ وہی جنکا دل جھوٹی شیخی اور جھوٹی مشیخت سے بھرا ہوا ہی ۔ آہ اُس قوم پر جو شرمناک باتون کو اپنی شیخی اور افتخار کا باعث

سمجھین اور جو کام قوم اور انسان کی بھلائی کے لیے نیک نیتی سے کیے جائین اُنکو بے عزتی کا کام سمجھین ۔ آہ اُس قوم پر جو لوگون کو دھوکا دینے کے لیے مکر و پندار کا لے سوت سے بُنے ہوے تقدس کے برقع کو اپنے مونہ پر ڈالے ہوے ہون مگر اپنی بدصورتی اور دل کی بُرائی کا کچھ علاج نہ سوچین ۔ آہ اُس پر جو اپنی قوم کو ذلت اور نکبت کے سمندر مین ڈوبتا ہوا دیکھے اور خود کنارے پر بیٹھا ہنستا رہے ؛ اپنے گھر مین کُھلے خزانے ایسی بے شرمی اور بے حیائی کے کام کرے جنسے بے شرمی و بے حیائی بھی شرما جائے ؛ لیکن قوم کی بھلائی کے کام کو شرم و نفرین کا کام سمجھے ‘‘

’’اے رئیسو اور اے دولت مندو ! تم اپنی دولت و حشمت پر مغرور ہو کر یہ مت سمجھو کہ گو قوم کی بُری حالت ہو مگر ہمارے بچون کے لیے سب کچھ ہی ؛ یہی اُن لوگون کا خیال تھا جو تمسے پہلے تھے مگر اب اُنھین کے بچون کی وہ نوبت ہی جسکے لیے ہم آج اس اسٹیج پر کھڑے ہین ۔ اے صاحبو ! ہر کوئی تسلیم کرتا ہی کہ تعلیم نہ ہونے سے قوم کا حال روز بروز خراب ہوتا جاتا ہی ۔ قوم کے بچے اخراجات تعلیم کے سرانجام نہونے سے ذلیل اور رذیل ہوتے جاتے ہین ؛ مین نے کوئی پہلو ایسا نہین چھوڑا جس سے قوم کے غریب بچون کے اخراجات تعلیم مین مدد پہنچے ؛ مگر افسوس ! کامیابی نہین ہوئی ۔ خود لوگون سے بھیک مانگی ؛ مگر قلیل ملی ۔ والنٹیر بنانے چاہے ؛ مگر بہت کم بنے ۔ اور جو بنے اُنسے کچھ بن نہ آئی ۔ پس آج مین اس اسٹیج پر اسلیے آیا ہون کہ قوم کے بچون کی تعلیم کے لیے کچھ کر سکون ‘‘ اسکے بعد سر سید نے کچھ اور تقریر کی اور آخر کو خواجہ حافظ کی یہ غزل بہ اضافۂ دو اشعار حسب حال جلسہ مین پڑھی

ساقیا برخیز و در دہ جام را — خاک بر سر کن غمِ ایام را
ساغرِ مے برکفم نہ تا زبر — برکشم این دلق ازرق فام را
گرچہ بدنامی ست نزدِ عاقلان — ما نمی خواہیم ننگ و نام را
بادہ در دہ۔ چند ازین باد غرور — خاک بر سر نفس نافرجام را
دودِ آہ سینۂ نالان من — سوخت این افسردگان خام را
محرم راز دل شیدای خود — کس نمی بینم ز خاص و عام را

باد لا آرامی مرا خاطر خوش ست | کز دلم یکبارہ بُرد آرام را
ننگرد دیگر بسرو اندر چمن | ہر کہ دید آن سرو سیم اندام را
کیست آن سرو سہی کاندر سرش | باختم دین و دل و آرام را
قوم ما! اے قوم ما! کز بہرِ تو | دادہ ام برباد ننگ و نام را
صبر کن احمد بہ سختی روز و شب | عاقبت روزے بیابی کام را

غرض کہ سرسید نے مدرسہ کے خاطر ہر ایک بات کو اپنے نفس پر گوارا کر لیا تھا۔ سنہ ۱۸۷۳ع مین جب پہلی ہی بار اُنھون نے لاہور مین لکچر دیا؛ جہان لاہور کے تمام جلیل القدر عہدہ دار اور حاکم اور شہر کے ہندو اور مسلمان رئیس اور ادنے اور اعلےٰ تقریباً دس بارہ ہزار آدمی جمع تھا؛ تو مذہبی مخالفتون کا ذکر کر کے اُنھون نے کہا کہ "فرض کرو مین ایک بدعقیدہ ہون؛ مگر اے بزرگان پنجاب! مین آپ سے پوچھتا ہون کہ اگر ایک کافر مرتد آپ کی قوم کی بھلائی مین کوشش کرے تو کیا آپ اسکو اپنا خادم اور اپنا خیرخواہ نہ سمجھینگے! آپ کے لیے دولت سرا بنانے مین جسمین آپ آرام کرتے ہین اور آپ کے بچے پرورش پاتے ہین؛ یا آپ کے لیے مسجد بنانے مین جس مین آپ خداے واحد ذوالجلال کا نام پکارتے ہین؛ چوڑھے، چمار، قلی، کافر، بت پرست، بدعقیدہ سب مزدوری کرتے ہین؛ مگر آپ نہ کبھی اُس دولت خانہ کے دشمن ہوتے ہین اور نہ کبھی اُس مسجد کے منہدم کرنے پر آمادہ ہوتے ہین؛ آپ مجھکو بھی اس مدرسہ کے قائم کرنے مین ایک قلی چمار کی مانند تصور کیجیے؛ اور میری محنت اور مشقت سے اپنے لیے گھر بننے دیجیے؛ اور اس کو نہ دیکھیے کہ اُسکا بنانے والا یا اُس مین مزدوری کرنے والا ایک قلی چمار ہے؛ اپنے گھر کو مت ڈھائیے"

مدرسہ کے لیے قلیل سے قلیل چندہ کو بھی وہ ویسی ہی خوشی اور کشادہ پیشانی سے قبول کرتے تھے جیسے بڑی بڑی رقمون کو لیتے تھے۔ لوگ دو آنے اور چار چار آنے دیتے تھے اور وہ چوم چاٹکر رکھ لیتے تھے۔ ایک صاحب نے ناچ کی محفل مین اہل محفل سے چندہ جمع کیا؛ یہان تک کہ طوائف اور سازندون نے بھی

مدرسہ کی حقیقت سنکر خوشی سے چندہ دیا اور اسطرح سو سوا سو روپیہ جمع ہوگیا۔ اُنھون نے سید کو اطلاع کی کہ ایسا اور ایسا روپیہ ہے اگر کہیے تو بھیجدیا جائے۔ سرسید نے کچھ پس و پیش نہین کی اور فوراً روپیہ منگوالیا۔ مدرسہ کے لیے اُنھون نے بڑے بڑے لمبے سفر کیے؛ پٹنہ، گورکھپور، الہ آباد، مرزا پور، لاہور، امرت سر، پٹیالہ، حیدرآباد، نیل گری، بھوپال، جبل پور اور دیگر مقامات مین وہ صرف مدرسہ کی دُھن مین گئے۔ لاہور اور حیدرآباد متعدد دفعہ اسی غرض سے جانا ہوا۔ ہزار ہا روپیہ ان سفرون مین اُنکا صرف ہوا۔ اگرچہ اُنکے دوست اور رفیق بھی جو اُنکے ہمراہ جاتے تھے اپنا اپنا خرچ اپنی گرہ سے اُٹھاتے تھے لیکن وہ اکثر بدلتے رہتے تھے اور سرسید کا ہر سفر مین ہونا ضروری تھا؛ اسکے سوا ہمیشہ رزرو ڈ گاڑیون مین سفر ہوتا تھا اور جسقدر سواریان کم ہوتی تھین اُنکی کمی زیادہ تر سید کو پورا کرنی پڑتی تھی۔ ایک بار اُنکے ایک دوست نے اُنسے کہا کہ آپ راجپوتانہ کا بھی ایک بار دورہ کیجیے۔ سرسید نے کہا روپیہ نہین ہے۔ اُنکے مونہ سے نکلا کہ جب آپ کالج کے واسطے سفر کرتے ہین تو آپ کا سفر خرچ کمیٹی کو دینا چاہیے۔ سرسید نے کہا مین اس بات کو ہرگز گوارا نہین کرسکتا۔ مدرسہ چلے یا نہ چلے مگر مین اُسی حالت مین مدرسہ کے لیے سفر کرسکتا ہون جب سفر کے کل خراجات اپنے پاس سے اُٹھا سکون۔

ایک اور طریقہ انھین سفرون مین چندہ جمع کرنے کا اُنھون نے یہ نکالا تھا کہ جو احباب دعوت کرنی چاہتے تھے اُنسے نقد روپیہ لے لیتے اور کالج کے چندہ مین جمع کردیتے تھے۔ جب وہ دوسری بار پنجاب کو جانے لگے تو اُنھون نے خان بہادر برکت علی خان کو ایک خط لکھا جسکا خلاصہ یہ تھا کہ "آپ سے اور سب دوستون سے درخواست ہے کہ جو کچھ آپ یا اور احباب میری مہمانداری مین صرف کرنا چاہین از راہ عنایت اُسکی لاگت نقد عنایت فرمائین۔ مین نے اکثر دوستون سے اسی طرح دعوت کے بدلے نقد روپیہ لیا ہے اور

اُسکو کالج کے چندہ مین جمع کر دیا ہی۔ اس مین خوبی یہ ہے کہ امیر اور غریب سب دعوت کر سکتے ہین۔ ایک دفعہ ایک دوست نے مجھے دعوت کی بابت ایک روپیہ عنایت کیا۔ مین نہایت خوش ہوا کہ مدرستہ العلوم کے کئی مزدورون کی مزدوری ملی۔ وہ دوست بھی خوش ہوے کہ دعوت ٹھکانے لگی۔ آپ جانتے ہین کہ میرے ساتھ چند دوست بھی ہونگے۔ پس اگر یہ طریقہ دعوت کا اختیار نہ کیا جائیگا تو جنکے ہان ٹھیرونگا اُنپر خرچ کثیر پڑ جائیگا اور وہی مثل ہوگی "گدھے کا کھایا کھیت جسکا پاپ نہ پُن"

حیدر آباد کے پہلے سفر مین جو ۱۸۸۲ع مین سر سید نے کیا تھا جسقدر روپیہ دعوت مین آیا وہ سب اُنھون نے چندہ مین جمع کر دیا تھا۔ جب وہان سے واپس آئے تو علیگڑھ مین اُنکے احباب نے فی کس بیس عـہ روپیہ کے حساب سے دوسو بیس روپئے اسلیے جمع کیے کہ سر سید کو شکر گزاری کے طور پر دعوت دیجائے۔ سر سیّد نے کہا اسکا انتظام مین خود کرونگا۔ وہ سب روپیہ اُنسے لیکر اور بیس روپئے اپنے حصہ کے اُسمین ملا کر دوسو چالیس روپیہ کی دو اسکالرشپین دس دس روپیہ ماہوار کی غریب طالب علمون کے لیے مقرر کر دین۔ اُنکے دوستون نے کہا کہ آپ نے اپنے ساتھ ہمکو بھی دعوت سے محروم رکھا اب ہم آپ سے دعوت لینگے۔ اسپر مولوی محمد کریم مرحوم نے کہا کہ سید صاحب کی طرف سے مین سب صاحبون کو دعوت دونگا۔ چنانچہ اُنھون نے بڑی دھوم سے سب کی دعوت کی۔

سید محمود کی شادی مین نواب انتصار جنگ نے سو روپئے بطور اظہار مسرت کے اس غرض سے بھیجے تھے کہ کالج مین صرف کیے جائین۔ اسپر سر سید نے نہایت خوشی ظاہر کی اور اخبار مین لکھا کہ "ہمارے بعض دوست نیوتا نہ لینے سے ناراض ہوے مگر ہم نیوتا لینے کو موجود تھے اگر اُسکا روپیہ اسی طرح مدرستہ العلوم مین خرچ کرنے کو دیا جاتا" پھر لکھا کہ "بعض دوستون نے شکایت کی ہے کہ شادی مین

دعوت ولیمہ نہین کی ؛ مگر ہم نہ جاگیردار ہین نہ رئیس ہین ؛ اگر دعوت ولیمہ کرتے تو زیادہ سے زیادہ پانسو روپیہ لگا سکتے تھے ؛ سو ہمنے پانسو روپیہ مدرسہ مین دیدیا " پوتے کی بسم اللہ کی تقریب مین بھی جو سنہ ۹۳ کی کانفرنس کا اجلاس ختم ہونے کے بعد سب ممبرون کی موجودگی مین ہوئی تھی سرسید نے ایک نہایت عمدہ تقریر کے بعد اسی طرح پانسو روپیہ مدرسہ کی نذر کیے تھے۔

حیدر آباد کے اخیر سفر مین جب کہ وہ ایک ڈپوٹیشن لیکر حضور نظام مین ایڈریس پیش کرنے کو گئے تھے چونکہ تمام ڈپوٹیشن سرکار عالی کا مہمان تھا سرسید کے دوستون نے جو کچھ اُنکی دعوت مین دیا وہ سب مدرسہ کے چندہ مین جمع کیا گیا۔ نواب انتصار جنگ نے تو غالباً ہزار روپئے نقد دیدیے تھے مگر نواب محسن الملک نے بڑی دھوم کی ایک گارڈن پارٹی دینی چاہی تھی۔ سرسید نے انکار کیا اور کہا کہ نقد دلواؤ۔ محسن الملک نے کہا نقد بھی لیجیے اور پارٹی بھی ہونے دیجیے۔ سرسید نے ہرگز نہ مانا اور کہا کہ نقد اور پارٹی دونو مین جسقدر خرچ ہو وہ سب نقد ہی دیدو۔ آخر پارٹی موقوف رہی اور ایک ہزار روپیہ نقد نواب محسن الملک نے سرسید کی نذر کیا۔

ابتدای قیام مدرسہ کے وقت جس طریقہ سے سرسید نے نواب مختار الملک مرحوم کو مدرسۃ العلوم کی طرف متوجہ کیا وہ یادگار کے قابل ہے۔ اُنھون نے مصور سے ایک تصویر بنوائی جسمین مسلمانون کی حالت اور اُنکے تنزل کی کیفیت محض تصویر کے ذریعہ سے ظاہر کی گئی تھی۔ اُسکی صورت یہ تھی کہ سرسید سمندر کے کنارے ایک درخت سے کمر لگائے حیران اور فکرمند کھڑے ہین اور اُس سے کسی قدر فاصلہ پر مختار الملک مع دو مصاحبون کے استادہ ہین۔ سمندر مین طوفان آرہا ہے۔ جہاز جس مین بہت سے مسافر سوار ہین اُسکا مستول ٹوٹ گیا ہے اور وہ ڈوبا چاہتا ہے۔ کچھ آدمی

پانی مین گر پڑے ہین اور ڈبکیان لے رہے ہین۔ ایک کشتی جس مین کچھ آدمی سوار ہین اُن ڈوبتون کے بچانے کو جہاز کی طرف جا رہی ہے۔ اُسکی جھنڈی کے پھریرے پر انگریزی مین یہ الفاظ لکھے ہین "وَن لَک رُوپیز" سرسید اُس حیرت اور تشویش کی حالت مین کہ رہے ہین کہ "نات سفیشنٹ" (یعنی یہ روپیہ کافی نہین ہے) ایک فرشتہ آسمان سے اُترا ہی جو ہوا مین مُعلّق ہی اور ایک ہاتھ سے سرسید کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے ہاتھ کی اُنگلی سے نواب مختار الملک کی طرف اشارہ کر رہا ہے اور سرسید سے کہتا ہے "لُک ایٹ دِس نُوبِل مَین" یعنی اُس شریف آدمی کی طرف دیکھو۔

اُس تصویر مین سمندر سے زمانہ مراد ہی اور جہاز سے مسلمانون کی قوم۔ کشتی جو جہاز والون کی دستگیری کے لیے جا رہی ہے اُس سے مدرستہ العلوم مراد ہے۔ اُسکے پھریرے پر جو "ایک لاکھ روپیہ" کا لفظ لکھا ہے اس سے وہ لاکھ روپیہ مراد ہے جو اُسوقت تک مدرسہ کے لیے جمع ہوا تھا۔ سرسید گویا مسلمانون کی سقیم حالت دیکھکر اپنے دل مین یہ کہ رہے ہین کہ مسلمانون کے اُبھارنے کے لیے ایک لاکھ روپیہ کافی نہین ہے۔ اُسوقت خدا کی طرف سے اُنکے دل مین یہ القا ہوتا ہے کہ نواب مختار الملک سے مدد مانگنی چاہیے۔ فرشتہ کا اُنکی طرف اشارہ کرنا اسی مضمون پر دلالت کرتا ہے۔

یہ تصویر نواب مختار الملک سید تراب علی خان مرحوم کی خدمت مین بھیجی گئی اور وہ اسکو دیکھکر نہایت متاثر ہوے۔ سنا ہی وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اس تدبیر کے سوا کوئی دوسری تدبیر روپیہ مانگنے کی میرے دل پر مؤثر نہین ہو سکتی تھی۔ اُنھون نے سو روپیہ ماہوار اپنی خاص جاگیر سے اور اول تین سو اور پھر پانسو ماہوار سرکار عالی نظام سے مقرر کیے۔ اسکے بعد جب حضور نظام نے عنان اختیار اپنے ہاتھ مین لی تو پانسو روپئے ماہوار کا دو دفعہ کرکے اور اضافہ ہوا۔ پھر ۱۸۹۱ء مین جب سرسید ڈیپوٹیشن لیکر

حیدرآباد گئے تو حضور نظام نے بجای ایک ہزار کے دفعتہً دوہزار روپیہ ماہوار ہمیشہ کے لیے مقرر کیا اور اُسکی سند سرسید کو عنایت فرمائی۔ درحقیقت یہ اُسی تصویر کا نتیجہ تھا جو رفتہ رفتہ اِس درجہ تک پہنچ گیا۔

غرض کہ اسی قسم کی بے شمار تدبیرون سے سرسید نے مدرسہ کے لیے سرمایہ جمع کیا ہے۔ ولایت سے واپس آکر وہ اٹھائیس برس زندہ رہے اس عرصہ مین برابر اُنکو یہی اُدھیڑ بُن لگی رہی کہ کسطرح روپیہ فراہم ہو اور کیونکر مسلمانون کے لیے اعلےٰ درجہ کی تعلیم و تربیت کا سامان مدرسۃ العلوم مین مہیا کیا جائے۔ اُنکے حالات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے اُنکو مسلمانون کی تعلیم کا خیال پیدا ہوا اُنھون نے چند اصول گویا اپنے اوپر لازم کر لیے تھے۔ اولاً اُنھون نے ہر قسم کی داد و دہش سے اپنا ہاتھ روک لیا۔ مدرسۃ العلوم کے سوا رفاہِ عام کے اَور کامون مین چندہ دینا، شادی اور غمی کی رسمون مین روپیہ صرف کرنا، اپنے کنبے کے حقدارون کے سوا عموماً مساکین و غربا کی امداد کرنا اور اسی قسم کے تمام ابواب یکقلم بند کر دیے اور جہان تک ہوسکا مدرسہ کے چندون مین آپ بھی دیا اور اپنے عزیزون اور دوستون سے بھی لیا اور اپنے دل مین یہ ٹھان لی کہ جو لوگ مدرسہ کی اعانت کرین وہی دوست ہین اور وہی عزیز و رشتہ دار ہین۔ اگر غیرون نے اعانت کی تو اُنکو دوست اور عزیز سمجھا اور اگر دوستون اور عزیزون نے پہلوتہی کی تو اُنکو سو غیرون کا غیر جانا۔ اُنھون نے ایک بار اپنے بچپن کے ایک نہایت گاڑھے دوست کو جو ذی مقدور آدمی تھے مگر مدرسہ کے کچھ سرگرم معاون نہ تھے صاف یہ کھلا بھیجا تھا کہ بغیر مدرسہ کی اعانت کے دوستی قائم نہین رہ سکتی۔

دوسرے جب سے اُنھون نے مدرسہ کے لیے چندہ جمع کرنا شروع کیا مُروت اور لحاظ کو جو اُنکی ایک جبلی خصلت تھی بالکل بالای طاق رکھدیا۔ جنسے بے تکلفی اور خالص دوستی تھی اکثر اُنکا نام

اور اُنکی رقم چندہ کی فہرست مین بغیر اُنکے استمزاج کے لکھدی جاتی تھی اور اُنکو صرف اُسوقت خبر ہوتی تھی جب اُنسے روپیہ مانگا جاتا تھا۔ بعض اوقات وہ انکار کرتے تھے اور ادھر سے سخت اصرار بلکہ ناراضگی کا اظہار ہوتا تھا اور آخرکار بغیر دیے کچھ بن نہ آتا تھا۔ سرسید کے دوست دیتے دیتے تھک گئے مگر وہ مانگتے مانگتے نہ تھکے۔ وہ ایک آرٹکل مین لکھتے ہین کہ "ہمارا تو اب یہ حال ہوگیا ہے کہ ہمارے دوست بھی ہمسے ملتے ہوے ڈرتے ہین کہ کچھ سوال نہ کر بیٹھین۔ ہماری صورت ہی اب سوال ہوگئی ہے۔ مینے ایک دوست سے کہا کہ بھائی میری قسمت مین بھیک مانگنا لکھا تھا سو اُس لکھے کی بدِملا آتا ہون مگر شکر ہے کہ اپنے لیے نہین بلکہ قوم کے لیے۔ اسپر سعدی کا ایک شعر یاد آیا اور دل نے چاہا کہ اسمین کچھ مصرعے لگ جائین تاکہ حسب حال ہوجائے؛ سو ایک خدا کے بندہ نے مصرعے لگا دیے اور اب اُس شعر کی یہ صورت ہوگئی

پیش ازین سعدیِ روشن دل و آزادمنش گفت درباب گدایان سخن از صدق و یقین

"گر گدا پیشرو لشکر اسلام بود کافر از بیم توقع برود تا در چین"

لیک در نوبت ما کار بجائے برسید کہ بہ کافر چہ رسد، خود بتوان گفت چنین

گر گدا پیشرو لشکر اسلام بود ہم مسلمان رود از بیم سوالش تا چین

ایک بار مدرسہ کے کسی کام کے لیے چندہ کھولا گیا۔ سرسید نے اپنے قدیم دوست مولوی سید زین العابدین خان سے چندہ کا تقاضا کیا۔ اُنھون نے بدمزہ ہوکر کہا "صاحب ہم تو چندہ دیتے دیتے تھک گئے" سرسید نے کہا "ارے میان اب کوئی دن مین ہم مرجائینگے؛ پھر کون تمسے چندہ مانگیگا۔ یہ الفاظ کچھ ایسے طور پر کہے گئے کہ دونو آبدیدہ ہوگئے اور چندہ فوراً ادا کیا گیا۔

چندہ کے علاوہ جب کبھی اُنکو دوستون سے کچھ اُچک لینے کا موقع ملا اُنھون نے اُس موقع کو

ہاتھ سے جانے نہین دیا۔ وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ "خانۂ دوستان بروب و در دشمنان مکوب" ایک روز مسٹر تھیوڈور بک کے والد جو سیاحت کے لیے ہندوستان مین آئے ہوے تھے ایک خاص سکہ کی اشرفی دوستانہ طور پر مولوی زین العابدین خان کو دینی چاہتے تھے اور وہ اُسکے لینے سے انکار کرتے تھے۔ آخر دونو صاحب سرسید پاس آئے اور واقعہ بیان کیا۔ سرسید نے بہت بدمزہ ہو کر مولوی صاحب سے کہا کہ دوستون کے ہدیہ کو رد کرنا نہایت بداخلاقی کی بات ہے۔ اُنھون نے وہ اشرفی لے لی سرسید نے کہا دیکھون کس سکہ کی اشرفی ہے اور اُنسے لیکر مدرسہ کے کھاتہ مین جمع کردی۔ اسی طرح ایک دن سید محمود نے قاضی رضا حسین مرحوم سے کسی بات پر پچاس روپیہ کی شرط بدی اور یہ ٹھیرا کہ جو ہارے پچاس روپیے مدرسہ مین دے۔ اتفاق سے سید محمود ہار گئے۔ وہ سو روپیہ کا نوٹ لیکر آئے اور قاضی صاحب سے کہا کہ پچاس روپیہ دیجیے اور نوٹ لیجیے۔ اُنھون نے کہا وہ تو ہنسی کی بات تھی؛ کیسی شرط اور کیسا روپیہ؟ دوسرے شرط بدنا جائز بھی نہین ہے۔ سرسید بھی وہین موجود تھے۔ جب اُنھون نے دیکھا کہ روپیہ مدرسہ مین آتا ہے فرمایا کہ جس شرط مین اپنا فائدہ ملحوظ نہ ہو وہ جائز ہے اور فوراً بکس مین سے پچاس روپیے نکالکر سید محمود کو دیدیے اور نوٹ لے لیا۔

اس قسم کے صدہا واقعات روزمرہ گذرتے تھے۔ ان چھوٹی چھوٹی باتون کے بیان کرنے سے مدعا یہ ہے کہ جس قوم مین عام طور پر تعلیم کی قدر نہو، جہان ہر کام کا مدار شخصیت اور ذاتی اغراض پر ہو، جہان قومی ترقی اور قومی فلاح کے نتائج سے لوگ بے خبر ہون، جہان امیر بے پروا، دولتمند مسرف یا بخیل، علما زمانہ کی ضرورتون سے ناواقف اور عوام الناس جاہل اور مفلس ہون، وہان ایک ایسا کام جس سے تمام قوم کی بھلائی متصوّر ہو کوئی شخص نہین کرسکتا جب تک کہ وہ سرسید کی طرح

اپنے تئین اُس کام مین فنا نہ کردے ۔ اور جو فائدے کہ وہ اپنی عقلمندی، شہرت، لیاقت، وجاہت، دوستی، کوشش اور محنت سے خود اُٹھا سکتا ہے اُنسے آپ دست بردار ہوکر اُس کام پر وقف نہ کردے ۔

دوستون کے علاوہ اجنبی اور انجان آدمی جنسے کچھ وصول ہونے کی امید ہوتی تھی، شاید پہلی ایک آدھ ملاقات مین اُنکی باری نہ آتی ہو ورنہ اکثر صاحب سلامت ہوتے ہی سوال ڈالا جاتا تھا۔ اور اسمین کچھ مسلمانون ہی کی خصوصیت نہ تھی بلکہ انگریزون سے بھی بعض اوقات یہی برتاؤ ہوتا تھا۔ ایک بار سرسید نے ایک محض اجنبی مسافر انگریز سے جو ڈاک بنگلے مین ٹھیرا تھا چندہ طلب کیا۔ اُسنے بہت روکھے پن سے یہ جواب دیا کہ آپ کو اس کام کے لیے صرف اپنی قوم سے مانگنا چاہیے ۔ سرسید نے کہا "بے شک ہمکو قوم کی پست ہمتی سے غیرون کے سامنے ہاتھ پسارنا پڑتا ہے ۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اگر یہ انسٹیٹیوشن بغیر انگریزون کی اعانت کے قائم ہوگیا تو انگریزون کے لیے کوئی ذلت کی بات اس سے زیادہ نہوگی کہ وہ باوجودیکہ ہندوستان کی حکومت سے بے انتہا فائدے اُٹھاتے ہین مگر ہندوستانیون کی بھلائی کے کامون مین مطلق شریک نہین ہوتے" وہ انگریز یہ سنکر شرمندہ ہوا اور اسی وقت ایک نوٹ بیس روپیے کا سرسید کی نذر کیا۔

سرسید نے مدرسہ کی خاطر اس بات کو بھی اپنے اوپر لازم کرلیا تھا کہ کوئی سعی اور کوئی کوشش کسی ایسے کام مین صرف نہ کیجائے جو مدرستہ العلوم سے کچھ علاقہ نہ رکھتا ہو۔ جو کوششین نظاہر وہ خاص اپنی ذاتی اغراض کے لیے کرتے تھے اُنسے بھی اگر غور کرکے دیکھا جائے تو خود اُنکو اس قدر فائدہ نہین پہنچتا تھا جسقدر کہ مدرستہ العلوم کو پہنچتا تھا ۔ یہ بات مشہور ہے کہ وہ کبھی کسی اپنے یا پرائے

کی سفارش کسی سے نہین کرتے تھے۔ درحقیقت اسکا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی ملاقات یا دوستی یا وجاہت سے جسقدر فائدہ اُٹھا سکتے تھے وہ مدرسۃ العلوم کے سوا کسی کو پہنچانا نہین چاہتے تھے۔ معاویہ ابن ابی سفیان نے اپنے ایک جلیس سے کہا کہ "تو اورون کے فائدہ کے لیے سفارش مت کیا کر؛ کیونکہ اس سے تیرے فائدون مین کمی پڑیگی" اگرچہ یہ نصیحت جن معنون مین کی گئی تھی اُسکو کوئی کریم النفس آدمی قبول نہین کرسکتا؛ مگر جن معنون مین سرسید نے اُسپر عمل کیا وہ ایک ایسی جوانمردانہ خصلت تھی جو سرسید کے سوا کسی مین نہین دیکھی گئی۔ وہ محض قوم کی خاطر دوستون اور عزیزون کا بُرا منانا گوارا کرتے تھے اور جو خوشی لوگون کی سفارش اور اُنکی حاجت روائی کرنے سے انسان کو حاصل ہوتی ہے اُسکی کچھ پروا نہین کرتے تھے۔ سرسید کے ایک معزز ہموطن نے ایک رفاہ عام کے کام مین اُنکو شریک کرنا اور اپنی کمیٹی کا ممبر کرنا چاہا۔ اُنھون نے صاف کہدیا کہ مین صلاح و مشورہ سے مدد دینے کو آمادہ ہون لیکن چندہ نہ خود دونگا اور نہ اورون سے دلوانے مین کوشش کرونگا اگر اس شرط پر ممبر بنانا ہو تو مجھکو ممبری سے کچھ انکار نہین۔ **لطیفہ** ایک شخص نے جس سے کچھ واقفیت تھی سرسید سے سفارش کی درخوست کی اور لکھا کہ "مین نے خواب مین دیکھا ہے کہ ایک بزرگ ہین جنکی لوگ بے انتہا تعریف کرتے ہین کہ اُنکی تمام عمر قوم کی خیرخواہی مین گذری ہے۔ جب میری آنکھ کھلی تو مجھکو یقین ہوگیا کہ ہون نہون وہ بزرگ آپ ہی ہین اور میری مشکل آپ ہی سے آسان ہوگی" سرسید نے اُسکا یہ جواب لکھ بھیجا کہ "جس باب مین آپ سفارش چاہتے ہین اُس سے مجھکو کچھ تعلق نہین ہے۔ اور جن بزرگ کو آپنے خواب مین دیکھا ہے وہ غالباً شیطان تھا"

عمارات کالج

ہم چاہتے تھے کہ کالج کی عمارات کا حال اور اُنکی تفصیل مفصل طور پر بیان کیجائے کیونکہ ان تمام عمارتون کا اسقدر جلد اور ایسی خوبی کے ساتھ تیار کرا دینا اور ایک ویران قطعۂ زمین کو

چند سال مین محض قومی چندہ سے گلزار بنا دینا اور سیکڑون پردیسی طلبہ کی تمام ضروریات اور آسایش اور تعلیم و تربیت اور ہر قسم کی ریاضت کا سامان مہیا کر دینا یہ بھی سرسید کی زندگی کے اُنھین بڑے بڑے کامون مین سے ایک کام ہے جنکا ذکر اُنکی لائف مین کرنا ضرور ہے۔ لیکن ہمکو معلوم ہوا ہے کہ نواب محسن الملک کا ارادہ کالج کی مفصل تاریخ لکھنے کا ہے اور امید ہے کہ اُسمین عمارات کا حال نہایت تفصیل کے ساتھ درج کیا جائیگا اسلیے ہم اس موقع پر تمام کالج اور بورڈنگ کی عمارتون کا مفصل حال بیان کرنا ضروری نہین سمجھتے مگر جو اصول کہ سرسید نے ان عمارتون کے بنانے مین ملحوظ رکھے ہین اور جس کوشش و توجہ سے اُنھون نے یہ دشوار کام آسان کیا ہے اور جن مصالح سے وہ برخلاف اکثر ممبران کمیٹی کی رای کے تعمیر کے کام کو سب کامون سے مقدم سمجھتے رہے اُنکو کسی قدر بیان کرنا ضرور ہے۔

کالج کمیٹی کے سرگرم ممبر جو کالج کے کاروبار سے زیادہ دلبستگی رکھتے تھے اُنمین بہت ہی کم ایسے ہونگے جو کالج بلڈنگ مین زیادہ روپیہ صرف کرنے کے روادار ہون؛ کیونکہ ابتدا مین تعلیم ہی کے اخراجات کے لیے کافی روپیہ بہم پہنچانا دشوار معلوم ہوتا تھا چہ جائیکہ لاکھون روپیہ کی عمارتین تیار کرائی جائین۔ مگر سرسید نے کالج کی ترقی بلکہ اُسکا قیام و دوام اسی پر منحصر سمجھا تھا کہ جہان تک ممکن ہو اعلے درجہ کی اسکیل پر عمارتین بنائی جائین۔ وہ جانتے تھے کہ کالج کے اصلی نتائج علی الاعلان ظاہر ہونے کے لیے جس سے عام لوگون کو اُسکی طرف ترغیب ہو ایک مدت دراز درکار ہے؛ اور تعلیم و تربیت کی خوبی کے سمجھنے والے لاکھون بلکہ کرورون مین ہمیشہ معدود آدمی ہوتے ہین۔ البتہ عمارات کی شان و شوکت ایک ایسی چیز ہے جسکا اثر فوراً خاص و عام کے دل پر پڑتا ہے۔ سرسید کا یہ خیال جہان تک دیکھا جاتا ہے بالکل صحیح نکلا۔ فی الواقع کالج کی عظمت کا خیال باوجود سخت مخالفون کے

جسقدر سرعت کے ساتھ تمام ملک مین پھیلگیا یہ زیادہ تر اُسکی شاندار عمارتون کا نتیجہ تھا ؛ خصوصًا گورمنٹ اور انگریزون کی نظر مین جنکی توجہ اور التفات سے کالج کو نہایت فائدہ پہنچا ہے اُسکی وقعت بہت کچھ اسی وجہ سے پیدا ہوئی ہے ۔ سنہ ۱۸۸۲ مین جب کہ ایجوکیشن کمیشن نے علیگڑھ مین اپنا اجلاس کیا تھا اُسوقت علیگڑھ انسٹیٹیوٹ ہال مین مسٹر وارڈ نے جو کمیشن کی لوکل کمیٹی کے ممبر تھے علیگڑھ کے ہندوؤن کے ایڈریس کے جواب مین بورڈنگ ہوس محمدن کالج کی پختہ بارک کی نسبت یہ الفاظ کہے تھے کہ "جسوقت مین نے کمرون کی اُس قطار کو دیکھا جو بعد مکمل ہونیکے تمام دنیا مین شاید اپنی قسم کی سب سے عمدہ عمارت ہوگی تو مجھکو اس بات کا خیال ہوا کہ کوئی شخص ایسا نہین ہے جسکے دل مین ان مکانات کو دیکھکر آیندہ کی نسبت نئی ہمت پیدا نہو" میرے ایک عزیز دوست جو ولایت مین تعلیم پاکر آئے ہین اُنکا بیان ہے کہ "انگلستان کے نامور سیاح ریورنڈ کینن بارنٹ جب چین، جاپان اور امریکہ کی سیاحت کے بعد لندن مین آئے تو اُنھون نے مجھسے کہا کہ مین نے کہین کیمبرج یا آکسفورڈ کے کالجون کے نمونہ کا کالج سوائے محمدن کالج کے نہین دیکھا"

سرسید کو کالج کی زیادہ شاندار عمارتین بنانے کا خیال اس نظر سے بھی ضرور ہونا چاہیے تھا کہ آیندہ نسلون کو اپنے قومی انسٹیٹیوشن کا عظم وشان دیکھکر اُسکے قائم رکھنے کا زیادہ خیال ہو۔ ایشیائی قومون مین برخلاف اہل یوروپ کے یہ خیال کبھی پیدا نہین ہوا کہ اگلون نے جو کام ادنی درجہ کی حالت مین چھوڑا ہے اُسکو اعلے درجہ تک پہنچائین یا جو کام وہ ادھورا چھوڑ گئے ہین اُنکو پورا کردین ۔ ہم ایسے بہت سے مدرسے اور خانقاہین نشان دے سکتے ہین جنکے بانی اُنکو ناتمام چھوڑکر مر گئے اور وہ چند روز مین کھنڈر ہو گئین ۔ لیکن اکثر اوقات عمارت کا عظم وشان

ان ملکون مین بھی لوگون کو اس بات پر مجبور کر دیتا ہے کہ اُسکو جسطرح ہو سکے قائم اور آباد رکھین :
ہمکو اسٹریچی ہال کی نسبت جب کہ وہ بالکل مرتب اور تیار ہو چکا تھا ایک معزز مسلمان کا یہ کہنا یاد
رہیگا کہ "جب تک یہ عمارت قائم ہے مسلمان یہ دعوے کر سکتے ہین کہ ہم مرے ہوے بھی ایسے کام کر گذرتے ہین
جو زندون سے نہین ہو سکتے" بہرکیف اس انسٹیٹیوشن کے قائم و برقرار رہنے کی اگر کچھ امید ہو سکتی ہے
تو انھین عمارتون کی بدولت ہو سکتی ہے جنکی نسبت کمیٹی نے گورنمنٹ سے یہ اقرار کر لیا ہے کہ اگر (خدا
نخواستہ) کالج بند ہو جائے تو تمام عمارتین گورنمنٹ کے قبضہ مین چلی جائین۔

سرسید نے ان عمارتون مین آیندہ نسلون کے فخر و مباہات کے لیے ایک نہایت مؤثر طریقہ
یہ اختیار کیا ہے کہ تمام سنگین اور پختہ عمارتون پر اُنکے بانیون کے اور کالج کے محسنون، مربیون اور
مددگارون کے نام جنمین زیادہ تر مسلمان ہین بڑے اہتمام سے کندہ کرائے ہین۔ انمین بہت سی عمارتین
بن چکی ہین، کچھ زیر تعمیر ہین، کچھ ناتمام پڑی ہین اور بہت سی قوم کی فیاضی کی منتظر ہین۔ اگر
قوم مین کچھ جان باقی ہے تو وہ ضرور ان معزز نامون اور معزز کتبون کی لاج رکھیگی اور اس قومی
یادگار کو صفحۂ روزگار سے مٹنے نہ دیگی۔ سنا ہے کہ کالج کے احاطہ کی جالیون پر مسلمانون کے نام کھدے
ہوے دیکھکر ایک یوروپین افسر نے کہا تھا کہ "یہ احاطہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ گویا مسلمان ایک دوسرے
کے ہاتھ مین ہاتھ دیے ہوے اس کالج کو چارون طرف سے گھیرے کھڑے ہین کہ کوئی آفت اُسپر نہ آنے پائے"

کتبون کے علاوہ اور بھی بہت سی ایسی باتین اُن عمارتون مین ملحوظ رکھی گئی ہین جنسے مسلمانون
کے دل مین کالج کی طرف ایک کشش پیدا ہو مثلاً اکثر محرابین سیرسنک اسٹائل پر بنوائی گئی ہین
یا بورڈنگ ہوس کے صدر دروازہ کی پیشانی پر کھجور کا درخت جو عرب کی خصوصیات مین سے ہے

اور ہلال و تاج کا نشان جو مسلمانون کا برٹش حکومت کے ساتھ تعلق ظاہر کرتا ہے منبت کرایا گیا ہے۔ اکثر انگریزون کی اسپیچین جنمین مسلمانون کو غیرت اور اُنکے اسلاف کی عظمت یاد دلائی گئی ہے جا بجا پتھرون پر کندہ کرادی ہین۔ جن یوروپین افسرون اور حاکمون نے کالج کی مدد کی ہے اُنکی عالیشان یادگارین بنوائی گئی ہین تاکہ مسلمانون کو آیندہ زمانہ مین اس بات پر فخر کرنے کا موقع ملے کہ اُنکے اسلاف اپنے محسنون کے کیسے شکر گذار اور دل سے قدر کرنے والے تھے۔

بعض ممبرون کی یہ رای تھی کہ تعمیر کے لیے ماہواری یا سالانہ ایک رقم معین ہونا چاہیے کہ اُس سے زیادہ کبھی صرف نہ ہونے پائے۔ بے شک یہ ایک نہایت سلامت روی کی چال تھی لیکن اگر ایسا ہوتا تو سرسید نے جو ہتیلی پر سرسون جمائی ہے یہ ہرگز ظہور مین نہ آتا اور کالج کی وقعت جو دفعۃً تمام زمانہ کے دل مین پیدا ہوگئی اُسکے لیے ایک مدتِ دراز تک انتظار کرنا پڑتا اور سرسید کے بعد کسی سے یہ امید نہ تھی کہ تعمیر کا کام ایسے چاؤ اور امنگ سے سرانجام کرتا جیسے کوئی اپنا محل تیار کراتا ہے۔ حالانکہ سرسید کا سب سے زیادہ دلچسپ مشغلہ ہمیشہ تصنیف و تالیف و مضمون نگاری کا کام رہا ہے اور ایسے لوگون کا کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ ہونا نادرات سے ہے باوجود اسکے اُنھون نے اس قطعۂ زمین کے آباد و سرسبز کرنے مین فوق العادۃ کوشش اور توجہ کی ہے۔ برسون بلاناغہ دو دو پہر اور تمام تمام دن سخت سے سخت موسمون مین وہ خود مدد پر جا جا کر بیٹھے ہین اور اپنے سامنے راج مزدورون اور سنگتراشون سے کام لیا ہے۔ باوجود اس تن و توش کے وہ کالج کے باغ کی تیاری مین پہرون دھوپ اور لوون مین پھرتے تھے، کوئین کھدواتے تھے، زمین ہموار کرتے تھے، ہل چلواتے تھے، روشین بنواتے تھے، دور دور سے ہر قسم کی پود منگواتے تھے جو اُنکے روبرو باغ مین

لگائی جاتی تھی ۔ باوجود ان تمام باتون کے تعمیر وغیرہ کے متعلق ہر ایک کام اُنکو اپنی راے سے کرنا پڑتا تھا ۔ نہ کوئی انجنیر یا اورسیر تھا جس سے اصلاح لیجائے نہ کوئی لائق مستری تھا جسکی تجویز اور راے پر اطمینان ہو ۔ جن دیہاتی معمارون سے یہ کام لیے گئے اُنھون نے کبھی اس قسم کی عمارتین نہین بنائی تھین اسلیے سرسید کو ہر ایک عمارت کا نقشہ خود ہی سوچنا پڑتا تھا اور خود ہی اُسکے تمام نشیب وفراز سوچنے پڑتے تھے ۔ معمارون اور سنگتراشون کو خود بیٹھکر ایک ایک بات بتانی پڑتی تھی اور پھر جب تک وہ کام ختم ہو خود ہی اُسکی نگرانی کرنی پڑتی تھی کہ جسطرح بتایا گیا ہے اُسیطرح کام بنتا ہے یا نہین ۔

ہمنے سنا ہے کہ بعض یوروپین انجنیرون نے کالج اور بورڈنگ ہوس کی عمارتون کو دیکھکر تعجب ظاہر کیا ہے اور جب اُنکو یہ معلوم ہوا کہ بغیر کسی تعلیم یافتہ انجنیر کی صلاح اور مشورہ کے یہ عمارتین تیار ہوئی ہین تو وہ اور بھی زیادہ متعجب ہوے ہین ۔ با اینہمہ ممکن ہے کہ ان عمارتون مین انجنیرنگ کے اصول کے موافق یا طلبہ کے آرام وآسایش کے لحاظ سے کوئی کمی یا نقص رہ گیا ہو۔ لیکن ہمکو اس قومی انسٹیٹیوشن کے لیے ایسا انجنیر ملنا ناممکن تھا جو خود ہی تعمیر کے لیے روپیہ فراہم کرے ، خود ہی عمارت بنوائے ، ایک کوڑی تنخواہ کی نہ لے ، نہایت دیانت داری سے اپنا کام انجام دے اور ہر ایک عمارت کو ایسے شوق سے بنوائے کہ گویا اپنا گھر بنواتا ہے ۔

بعضے لوگ کہتے ہین کہ تعمیر پر جتنا روپیہ صرف ہونا چاہیے تھا اس سے بہت زیادہ صرف ہوا ہے ۔ بعض کہتے ہین کہ ایسی عالیشان عمارتین بنانی کیا ضرور تھین ۔ بعض کہتے ہین کہ بیسیون عمارتین ناتمام پڑی ہین انکے شروع کرنے کی کیا ضرورت تھی ، جسقدر روپیہ آتا جاتا اُسی قدر عمارتین بنتی جاتین ۔ بعضے اور اور اعتراض کرتے ہین ۔ مگر افسوس ہے کہ نہ اُنھون نے

خود کسی قومی عمارت کا نمونہ اس سے بہتر بنا کر دکھایا ہے اور نہ کوئی ایسی عمارت نشان دیتے ہین
جو قوم سے بھیک مانگ کر اس سے بہتر کسی نے بنائی ہو

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس بازپرس　　کار فرمایان چرا خود کار کمتر می کنند

عمارات کے متعلق اخیر بات جو سر سید کی لائف مین ذکر کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ سر سید نے
باوجود اسکے کہ کالج کے بانی ہونے کا فخر درحقیقت اُنھین کو حاصل تھا ہمیشہ اس بات سے انکار کیا ہے
کہ کالج مین اُنکے نام کا کوئی کتبہ یا نشان خصوصیت کے ساتھ قائم کیا جائے۔ جب اول ہی اول
کالج کے قائم ہونے کی تجویز ہوئی تو اُنکے دوستون نے اس بات پر اصرار کیا کہ کالج کا نام مدرسۂ احمدیہ
رکھا جائے۔ بلکہ کلکتہ کے اخبار اُردو گائڈ نے ایک دفعہ یہ نام اپنے پرچہ مین چھاپ بھی دیا۔ مگر سر سید
نے اسکی سخت مخالفت کی اور ہرگز اس بات کو منظور نہین کیا کہ کالج اُنکے نام سے موسوم کیا جائے۔
اسکے بعد ۱۸۸۱ء مین آنریبل حاجی محمد اسمٰعیل خان نے سر سید کی اطلاع اور مرضی بغیر ایک عمارت اُنکی
یادگار مین بنانے کے لیے چندہ کھولا اور کالج کا دروازہ اُنکی یادگار مین بنانا اور اُسپر سر سید کے
نام کا کتبہ لگانا تجویز کیا۔ اُنھون نے اسکی بھی مخالفت کی اور یہ کہا کہ مسلمان جن سے میری یادگار
کا چندہ وصول کرنے کی آپ امید رکھتے ہین اُنکی نظر مین میری اور میرے کامون کی مطلق
وقعت نہین ہے پس آپ چندہ کس سے وصول کرینگے مگر جب حاجی صاحب نے کسی طرح نہ مانا
تو سر سید دو شرطون پر راضی ہوے۔ ایک یہ کہ دروازہ کی پیشانی پر جو کتبہ لگایا جائے اُسپر یہ
لکھا جائے کہ قوم نے قومی بھلائی کے لیے یہ کالج بنایا ہے۔ دوسرے یہ کہ جو کتبہ دروازہ کے اندرونی جانب
لگایا جائے اُسپر مولوی سمیع اللہ خان اور حاجی اسمٰعیل خان کا نام بھی جو اس عمارت کے بنانے کے

محرک ہوے ہین کندہ کرایا جائے ۔ حاجی صاحب نے پہلی شرط تو بہ اکراہ قبول کرلی ؛ مگر دوسری شرط کی نسبت یہ کہا کہ آج تک کہین ایسا نہین سنا گیا کہ کسی خاص شخص کی یادگار مین اورون کے نام بھی شریک کیے جائین ۔ سرسید نے کسی طرح نہ مانا اور دونو شرطین قبول کرنی پڑین ۔ چنانچہ دروازے کے پیش طاق پر چند عربی اشعار کندہ کرائے گئے جنمین کسی خاص شخص کے نام کی تصریح نہین ہے اور اندرونی جانب حاجی محمد اسمٰعیل خان اور مولوی سمیع اللہ خان کا نام بھی شامل کیا گیا ۔

قطع نظر اسکے کہ حاجی صاحب کے اصرار نے سرسید کو مجبور کردیا تھا بڑی وجہ سرسید کے راضی ہوجانے کی یہ تھی کہ اُنکو اپنی یادگار کے حیلہ سے احاطۂ بورڈنگ ہوس اور کالج کا صدر دروازہ جو ایک نہایت ضروری عمارت تھی اور بورڈنگ ہوس کے چھ پختہ کمرے تیار ہوتے نظر آتے تھے جنکا بغیر اس حیلہ کے تیار ہونا نہایت دشوار تھا ۔ چنانچہ ۲۶ - جون ۱۸۸۱ء کے جلسہ "کمیٹی یادگار سید احمد خان" مین مولوی سید فرید الدین احمد خان نے صاف کہا تھا کہ اگر حاجی صاحب اس چندہ سے بورڈنگ ہوس کی ایک ضروری عمارت کا بننا تجویز نہ کرتے تو سید احمد خان اسکی شدید مخالفت کرتے ۔

اسی طرح ایک دفعہ کالج کے بعض یوروپین پروفسرون نے یہ تحریک کی کہ یہان بھی ولایت کے کالجون کی طرح فونڈرز ڈے (یعنی بانی مدرسہ کی سالگرہ کا دن) بطور ایک خوشی کے دن کے قرار دیا جائے جسمین ہر سال کالج کے ہواخواہ اور دوست اور طالب علم جمع ہوکر ایک جگہ کھانا کھایا کرین اور کچھ تماشے تفریح کے طور پر کیے جایا کرین ۔ سرسید نے اِسکو بھی منظور نہین کیا اور یہ کہا کہ "ہمارے ملک کی حالت انگلستان کی حالت سے بالکل جداگانہ ہے ۔ وہان ایک ایک شخص لاکھون کرورون روپیہ اپنے پاس سے دیکر کالج قائم کردیتا ہے اور یہان سوا اسکے کہ ہزارون لاکھون آدمیون سے چندہ جمع کرکے کالج قائم کیا جائے

اور کوئی صورت ممکن نہین. پس کوئی وجہ نہین کہ جو کالج قوم کے روپیہ سے قائم ہوا اُسکے کسی خاص بانی کے نام پر ایسی رسم ادا کیجائے. اسلیے میرے نزدیک بجاے فونڈرز ڈے کے فونڈیشن ڈے (یعنی کالج کی سالگرہ کا دن) مقرر ہونا چاہیے" چنانچہ اسی تجویز کے موافق کئی سال تک یہ رسم ادا کی گئی.

یہان یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سرسید نے کس لیے اپنی یادگار قائم کرنے کی مخالفت کی تھی؟ تمام دنیا مین - اور خاصکر اُن ملکون مین جہان ہمیشہ ایسے قومی رفاہ کے کام ہوتے رہتے ہین - یہ عام دستور ہے کہ ہر قوم کے افراد اُن لوگون کی شکرگذاری کے طور پر جنسے کوئی قوم کی بھلائی کا کام ہوتا ہے اُنکی یادگارین قائم کرتے ہین اور اُس سے بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قوم کو ناشکری و احسان فراموشی کا دھبّا نہ لگے اور آیندہ نسلون مین بھی قوم کی خیرخواہی کا حوصلہ پیدا ہو. پھر کیا وجہ تھی کہ ایسے مفید کام کے کرنے سے سرسید لوگون کو مانع آتے تھے؟

اسکا جواب بہت صاف ہے. جن ملکون مین قومی بھلائی کے کام کرنے اور محض قوم کی خیرخواہی مین اپنی عمرین صرف کردینے کا عام دستور ہے اور جہان ہر زمانہ مین ایسی مثالین بکثرت پائی جاتی ہین وہان کبھی ایسے لوگون پر جو ایسے کام کرتے ہین خودغرضی کا گمان کسی کو نہین ہوتا بلکہ ادنے سے لیکر اعلے اور جاہل سے لیکر عالم تک سب دل سے اُنکی عزت کرتے ہین، انکا احسان مانتے ہین، اُنکو مدد دیتے ہین اور اُنکی شکرگذاری اور آیندہ نسلون کا دل بڑھانے کے لیے اُنکی یادگارین قائم کرتے ہین. مگر ہمارے ملک کا حال اسکے برخلاف ہے. یہان ایسی مثالین کمیاب بلکہ نایاب ہین کہ کوئی شخص بے شائبۂ غرض محض قوم کی بھلائی مین اپنی عمر صرف کردے، رات دن اسی اُدھیڑبن مین لگا رہے اور قوم ہی کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنالے. اسلیے اگر حسن اتفاق سے قرنون اور صدیون

کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا ہو جاتا ہے تو اُسکو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ جس قسم کے کام کا وہ ارادہ ظاہر کرتا ہے اسکا نمونہ قوم مین موجود نہین ہوتا۔ اسلیے اُسکو اپنی طرف سے بدگمانی کے تمام رخنے بند کرنے پڑتے ہین تاکہ قومی رفاہ کے کام مین خلل واقع نہو اور لوگ اسکا ذاتی کام سمجھکر امداد اور اعانت سے پہلوتہی نہ کرین۔ چنانچہ ایک آدھ موقع پر جسکا ذکر دوسرے حصہ مین کیا جائیگا۔ کسی وجہ سے جو سرسید اس مصلحت کا لحاظ نہ کرسکے تو نہ صرف اُنکے مخالف بلکہ نہایت عزیز دوست اُنکی طرف سے کھٹک گئے اور طرح طرح کی بدگمانیان لوگون مین پیدا ہو گئین۔

کالج مین اول دو ڈپارٹمنٹ قائم کیے گئے تھے ایک انگریزی ڈپارٹمنٹ جسمین یونیورسٹی کا کورس پڑھایا جانا تجویز ہوا تھا۔ دوسرا اورنیٹل ڈپارٹمنٹ جس کی پڑھائی مقرر کرنی کمیٹی کے اختیار مین تھی اور اُردو مین علوم جدیدہ اور فارسی وعربی مین ادب اور علوم قدیمہ پڑھائے جانے قرار پائے تھے اور انگریزی کے لیے بطور سکنڈ لینگوج کے صرف ایک گھنٹہ مقرر کیا گیا تھا۔ اس ڈپارٹمنٹ کے لیے سرسید انگلستان سے بڑے بڑے نامور علماؑ و فضلا سے مختلف علوم و فنون کی کتابون کی ایک فہرست لکھوا کر اپنے ساتھ لائے تھے جسمین ہر فن کے علما نے اپنے اپنے فن کی نہایت مستند اور معتبر کتابین لکھی تھین۔ مطلب یہ تھا کہ ہندوستان مین اُنکا ترجمہ کرا کر اُورینٹل ڈپارٹمنٹ کی پڑھائی مین داخل کرین۔ مگر سوا اسکے کہ شمس العلما مولوی محمد ذکاءاللہ نے اُس فہرست کی اکثر کتابون کا ترجمہ بطور خود کر دیا اور کوئی نتیجہ اُس سے پیدا نہین ہوا۔ کچھ عرصہ تک دونو ڈپارٹمنٹ جاری رہے مگر اورنیٹل ڈپارٹمنٹ روز بروز تنزل کرتا جاتا تھا یہانتک کہ بلامبالغہ طلبہ کی تعداد سے اُستادون کی تعداد زیادہ ہو گئی تھی۔ چونکہ طالب علمون اور اُنکے مربیون کو

مشرقی زبانون کی تعلیم مین کوئی امید دنیوی فائدہ کی نہ تھی اسلیے اورینٹل ڈپارٹمنٹ کو کوئی پسند نہ کرتا تھا۔ آخر مجبور ہوکر اُسکو توڑ دیا گیا مگر انگلش ڈپارٹمنٹ۔ جیساکہ آگے کسی موقع پر بیان کیا جائیگا۔ روز بروز ترقی کرنے لگا۔

خلاصہ حالات کالج

۲۴۔ مئی ۱۸۷۵ء کو جیساکہ اوپر ذکر کیا گیا ابتدائی مدرسہ کھولا گیا تھا اور یکم جنوری ۱۸۷۸ء کو کالج کلاس قائم ہوگئی۔ نیز اسی سال محمدن کالج فرسٹ آرٹس کے امتحان تک اور ۱۸۸۱ء مین بی اے اور ام اے کے امتحان تک اور ۱۸۸۳ء سے قانونی امتحان مین کلکتہ یونیورسٹی کے ساتھ، اور اسی طرح سائنس اور آرٹس کی اعلے تعلیم مین اور نیز قانونی تعلیم مین الہ آباد یونیورسٹی کے ساتھ افلیئیٹ ہوگیا۔ جو ترقی گذشتہ ۲۳ سال مین تعلیم و تربیت کے لحاظ سے اس کالج نے کی ہے اُسکے متعلق مفصل حالات کالج کی سالانہ رپوٹون سے معلوم ہوسکتے ہین یہان ہم صرف اسقدر دکھانا چاہتے ہین کہ اس کالج کی بدولت صوبۂ شمال مغرب و اودھ کے مسلمان[1] گریجوئٹس کی تعداد مین بمقابلۂ ہندو گریجوئٹس کے کسقدر اضافہ ہوا ہے۔

سنہ ۱۸۹۳ء مین جو لکچر آنریبل سید محمود نے ایجوکیشنل کانفرنس مین بمقام علیگڑھ دیا تھا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ صوبۂ مذکور کے سوا ہندوستان کے ہر ایک صوبہ مین سنہ مذکور تک مسلمان گریجوئٹس کی تعداد بمقابلہ ہندو گریجوئٹس کے اسقدر گھٹی ہوئی تھی کہ اُسکو صفر سے زیادہ وقعت نہین دی جاسکتی۔ مثلاً بنگال مین جہان مردم شماری کے لحاظ سے مسلمان گریجوئٹس

[1] صوبۂ شمال مغرب و اودھ کے گریجوئٹس سے وہ لوگ مراد ہین جنھون نے اُس صوبہ کے کسی کالج مین تعلیم پاکر یونیورسٹی کی ڈگری حاصل کی ہو نہ صرف وہ گریجوئٹ جو خاص صوبۂ مذکور کے باشندے ہون کیونکہ اُنمین وہ لوگ بھی شامل ہین جنھون نے پنجاب سے آکر محمدن کالج مین تعلیم پائی اور کسی یونیورسٹی کی ڈگری حاصل کی ہے ۱۲

فیصدی ۹ ، ۵ ۴۸ ہونے چاہیین وہان اُنکی تعداد ۴ ، ۳ سے زیادہ نہین نکلی اسیطرح مدراس مین بجاے ۸ ، ۶ کے صرف ۹ ، اور بمبی مین بجاے ۵ ، ۱۲ کے ۲ ، ۱ اور پنجاب مین بجاے ۱۰۹ کے ۲۵ فیصدی برآمد ہوئی تھی ۔ برخلاف اضلاع شمال مغرب و اودھ کے جہان نسبتہً مسلمان گریجوئٹس کی تعداد ۲ ، ۱۱ ہونی چاہیے تھی لیکن معلوم ہوا کہ سنہ مذکور تک اُنکی تعداد ۶ ، ۱۷ تھی ۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ محمدن کالج نے قطع نظر اور فوائد کے جنکا ذکر دوسرے حصہ مین کیا جائیگا خاص کر ترقی تعلیم کے لحاظ سے بھی مسلمانون کو اس قلیل عرصہ مین کچھ کم فائدہ نہین پہنچایا ۔

مقصد نہم

معلوم ہوتا ہے کہ جسوقت سرسید کو مسلمانون مین انگریزی تعلیم پھیلانے کا خیال پیدا ہوا اُسی وقت سے اُنکو اس بات کی فکر تھی کہ جسطرح دنیوی عزت کے لیے مسلمانون کو تعلیم کی طرف مائل کرنا ضرور ہے اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ اُنکو تعلیم کے اُن مضر نتائج سے جو مذہب کے حق مین اُس سے پیدا ہوتے نظر آتے ہین جہانتک ممکن ہو بچایا جائے ۔ وہ دیکھتے تھے کہ جو لوگ انگریزی تعلیم پاتے ہین - خواہ ہندو ہون ، خواہ مسلمان اور خواہ عیسائی - اُنکے دل مین مستثنےٰ صورتون کے سوا عموماً مذہب کی وقعت باقی نہین رہتی ۔ وہ مذہب کی کوئی بات جو بظاہر یا فی الحقیقۃ عقل یا قانون قدرت کے خلاف ہو اُسکو تسلیم نہین کرتے ۔ وہ ریاضی اور علم طبیعی کی ممارست سے مذہبی باتون کا بھی ویسا ہی ثبوت چاہنے لگتے ہین جیسا ریاضی اور سائنس کے ہر ایک مسئلہ پر اُنکو ملتا رہا ہے ۔ اُنکے عقیدے نبوت اور معاد بلکہ الوہیت کی طرف سے بھی متزلزل ہوجاتے ہین اور مذہبی احکام کا استخفاف اُنکے دلون مین بیٹھ جاتا ہے ۔ اُنکو معلوم تھا کہ مغربی علوم اور مغربی لٹریچر کی بدولت اکثر ممالک یوروپ مین روز بروز دہریت اور الحاد پھیلتا جاتا ہے

اور عیسائی مذہب مضمحل ہوتا جاتا ہے۔ اسی لیے اُنکو اندیشہ تھا کہ انگریزی تعلیم سے جسکو وہ قوم مین پھیلانا چاہتے ہین کہین ویسے ہی مضر نتائج اسلام کے حق مین بھی نہ پیدا ہون جیسے یورپ مین عیسائی مذہب کے حق مین پیدا ہوے ہین۔ چنانچہ ۱۸۷۶ء مین کہ یہی زمانہ اُنکے تفسیر شروع کرنے کا معلوم ہوتا ہے اُنھون نے ایک اسپیچ مین خاصکر مدرستہ العلوم کے طالب علمون کی طرف مخاطب ہوکر کہا تھا کہ "یاد رکھو سب سے سچا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اسی پر یقین کرنے سے ہماری قوم ہماری قوم ہے۔ اگر تمنے سب کچھ کیا اور اسپر یقین نہ کیا تو تم ہماری قوم نہ رہے۔ پھر اگر تم آسمان کے تارے ہو گئے تو کیا؟ پس امید ہے کہ تم ان دونون باتون (یعنی علم اور اسلام) کے نمونے ہو گے اور جبھی ہماری قوم کو عزت ہو گی"

لیکن باوجود اس اندیشہ کے وہ مغربی تعلیم کو مسلمانون کے لیے نہایت ضروری اور ناگزیر جانتے تھے۔ اور اسی کے ساتھ جیسا کہ اُنھون نے اپنی اکثر تحریرون اور اسپیچون مین ظاہر کیا ہے اُنکو یہ بھی یقین تھا کہ خالص اسلام۔ جسکو وہ ہمیشہ ٹھیٹ اسلام سے تعبیر کرتے تھے۔ اُسکو انگریزی تعلیم سے وہ صدمہ ہرگز نہین پہنچ سکتا جو یورپ مین عیسائی مذہب کو پہنچا ہے اُنکا ہمیشہ یہ قول رہا ہے کہ جو لوگ مغربی تعلیم یا مغربی علوم کو اسلام کے حق مین خطرناک تصور کرتے ہین۔ اور اسلیے مسلمانون مین اُنکا پھیلنا نہین چاہتے۔ وہ درحقیقت اسلام کو بہت بودا اور کمزور مذہب خیال کرتے ہین جو علم و حکمت کے مقابلہ کی تاب نہین لاسکتا۔ اُنھون نے ایک موقع پر کہا کہ "اگر یہ حکمت و فلسفہ جو اس زمانہ مین سچا مانا جاتا ہے اگر آیندہ غلط ثابت ہو جیسے کہ یونانی حکمت اب ثابت ہوئی ہے اور حکمت و فلسفہ کے بالکل نئے اصول سچے ثابت ہون تو بھی مین دعوے کرتا ہون کہ قرآن مجید ایسا ہی سچا ثابت ہو گا جیسا کہ اب سچا ہے؛ اور غور کرنے کے بعد ثابت ہو گا کہ جو کچھ غلطی تھی وہ ہمارے ہی علم کا نقصان تھا مگر قرآن ویسا ہی سچا تھا" البتہ وہ یہ ضرور کہتے تھے کہ جس

مجموعۂ مسائل و احکام و اعتقادات وغیرہ پر فی زماننا اسلام کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے وہ یقیناً مغربی علوم کے مقابلہ مین قائم نہین رہ سکتا۔

الغرض اُنکو مدت سے یہ خیال تھا کہ انگریزی تعلیم سے اسلام کے حق مین جن مضر نتائج کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اُنکا انسداد کیا جائے۔ لیکن جو طریقہ استدلال کا زمانۂ گذشتہ مین یونانی فلسفہ کے مقابلہ کے لیے ہمارے علمای متکلمین نے اختیار کیا تھا اور جس سے رفتہ رفتہ ایک نیا فلسفہ بنام علم کلام کے پیدا ہوگیا وہ کسی طرح فلسفۂ حال کے مقابلہ مین کچھ کام نہین دے سکتا تھا۔ کیونکہ برخلاف یونانی فلسفہ کے جسکا مدار محض قیاس اور ظن و تخمین پر تھا۔ فلسفۂ حال کا ہر ایک مسئلہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت کیا جاتا ہے۔ پس ضرور تھا کہ جس طرح مسائل حکمیہ کے ثبوت کا طریقہ بدل گیا ہے اُسی طرح اُسکے مقابلہ کے لیے ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی جائے۔

ہمارے علما جو فلسفۂ قدیم اور علوم دینیہ مین تمام قوم کے نزدیک مسلم الثبوت ہین اور جنکا یہ منصب تھا کہ فلسفۂ جدیدہ کے مقابلہ مین اسلام کی حمایت کے لیے کھڑے ہوتے۔ اُنکو یہ بھی خبر نہ تھی کہ یونانی فلسفہ کے سوا کوئی اور فلسفہ اور عربی زبان کے سوا کوئی اور علمی زبان بھی دنیا مین موجود ہے۔ وہ اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ علوم جدیدہ نہ صرف کرسچینٹی یا صرف اسلام کی بلکہ تمام دنیا کے مذاہب کی جڑ کاٹ رہے ہین۔ اور اگر بالفرض وہ اسلام کی حمایت کا کوئی نیا طریقہ مقتضای وقت کے موافق اختیار کرنے کا ارادہ بھی کرتے تو ہرگز امید نہ تھی کہ وہ اپنے ارادہ مین کم و بیش کامیابی حاصل کر سکتے۔ اُنکو تقلید کی عادت نے ہرگز اس قابل نہین رکھا کہ وہ قدما کی پیروی کے دائرہ سے قدم باہر رکھ سکین؛ اور طعن و ملامت کے خوف اور مرجع خاص و عام بننے کی خواہش نے آزادی کا جوہر اُنکی طبیعتون مین بالکل نہین چھوڑا۔

بہرکیف سرسید کو اس طرف سے بالکل مایوسی تھی کہ ہمارے مسلم الثبوت علما اس ضروری کام کی طرف توجہ کرینگے ۔ پس اُنھون نے اس خیال سے کہ مسلمانون مین انگریزی تعلیم پھیلانے کا باعث مین خود ہوا ہون اس کام کو اپنا ایک ضروری فرض سمجھکر اپنے ذمہ لیا ۔ اُنھون نے اپنی ایک اسپیچ مین اس معاملہ کے متعلق اپنے تمام خیالات مفصل طور پر بیان کیے ہین جنمین سے چند فقرے مختلف مقامات سے یہان نقل کیے جاتے ہین ۔

اُنھون نے کہا کہ "جو لوگ بلا فلسفی دلیل و حجت کے اسلام پر یقین رکھتے ہین بلاشک اُنکا ایمان اور اُنکا یقین بہ نسبت اُن لوگون کے جو دلیل و حجت سے اپنے عقیدہ کو مستحکم کرتے ہین بہت زیادہ مستحکم ہے ۔ کیونکہ اُنکے دل مین کسی قسم کے شک شبہہ نے راہ نہین پائی اور نہ راہ پانے کی اُسمین گنجایش ہے ۔ ++ مین تمسے سچ کہتا ہون کہ اُنکے ایمان کو (مین اور کسی سے کیون کہون) اپنے ایمان سے تو بہت زیادہ مستحکم جانتا ہون ++ خدا کے ماننے اور رسول پر یقین کرنے کے لیے اُنکو کسی منطقی دلیل اور فلسفی برہان کی حاجت نہین ۔ کیسی ہی کوئی بات خارج از عقل و ناقابل یقین صحیح یا غلط اُنکے سامنے یہ کہکر کہ "خدا اور رسول نے فرمایا ہے" بیان کیجائے ۔ وہ فوراً اُسپر یقین کرینگے ۔ پس ایسے لوگ ہماری بحث سے بالکل خارج ہین ۔ مین اُنکو یقین کا ستارہ اور اسلام پر یقین کرنے کا نمونہ سمجھتا ہون اور ٹھیک مسلمان جانتا ہون"

"مگر اُنکے سوا ایک اور فرقہ بھی ہے جو ہر چیز کی صداقت کے لیے دلیل چاہتا ہے اور اس بات کا خواہشمند ہے کہ اسلام کے عقائد فلسفی دلائل سے اُسکو بتائے جائین اور اُسکے دل کے شبہے مٹائے جائین تاکہ اُسکے دل کو تشفی ہو ++ وہ یہ نہین چاہتا کہ دل مین تو دھکڑ پکڑ ہو اور وہ زبان سے لوگون کے ڈر یا سوسائٹی کے دباؤ سے ہان ہان کہا کرے یہی وہ لوگ ہین جو ہمارے مخاطب ہین اور جنسے ہمکو بحث ہے"

"جس زمانہ مین خلفای عباسیہ کی سلطنت رونق پر تھی ++ اُسوقت مسلمانون مین فلسفہ یونانی اور علم طبیعی نے کثرت سے رواج پایا تھا۔ اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے مسائل مین جو اسلام سے متعلق تھے لوگون کو شبہہ پیدا ہوا؛ کیونکہ جو لوگ اُن مسائل فلسفہ و علم طبیعی کو سچ جانتے تھے اور اُنمین اور اسلام کے مسائل مین اختلاف پاتے تھے اُنکو اسلام کی نسبت شبہہ پیدا ہوتا تھا ++ وہ زمانہ اسلام پر ایسا سخت تھا کہ اسلام کے سخت سے سخت دشمن کے حملہ سے بھی اُس سے زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ تھا۔ علما کو اُس وقت اسلام کی حمایت کی ضرورت پڑی اور اُنھون نے اُسکی حمایت اور نصرت مین کوشش کی۔ خدا اُنکی کوششون کو قبول کرے ++ پس میرا یہ خیال ہے کہ جس زمانہ مین اسلام کی ایسی حالت ہو اور اُس پر ایسا ہی حملہ ہو جیسا کہ اُس زمانہ مین ہوا تھا تو ہمکو بقدر اپنی لیاقت کے ویسی ہی کوشش کرنی چاہیے"

"اے دوستو تم خوب جانتے ہو کہ اس زمانہ مین جدید فلسفہ و حکمت نے شیوع پایا ہے جسکے مسائل اُن اگلے مسائل سے بالکل مختلف ہین اور وہ مروجہ مسائل اسلام کے ایسے ہی برخلاف ہین جیسے کہ اُس زمانہ مین تھے۔ ++ مگر اس زمانہ کی تحقیقات اور یونانی حکمت کے مسائل مین ایک بڑا فرق یہ ہے کہ اُس زمانہ کے مسائل حکمیہ زیادہ تر عقلی اور قیاسی دلیلون پر مبنی تھے ++ ہمارے بزرگون کو نہایت آسانی تھی کہ قیاسی مسائل کو قیاسی دلائل سے اور عقلی مسائل کو عقلی براہین سے توڑ دین اور اُنکو تسلیم نہ کرین۔ مگر اس زمانہ مین ++ مسائل علم طبیعی تجربہ سے ثابت کیے جاتے ہین اور وہ دکھلا دیے جاتے ہین۔ یہ مسائل ایسے نہین ہین کہ قیاسی دلائل سے اُٹھا دیے جائین یا اُن تقریرون اور اصولون سے جو اگلے زمانہ کے عالمون نے قرار دیے ہین ہم اُنکا مقابلہ کر سکین"

"اسلیے اس زمانہ مین ++ ایک جدید علم کلام کی حاجت ہے جس سے یا تو ہم علوم جدیدہ کے

مسائل کو باطل کردین ، یا مشتبہ ٹھیرا دین ، یا اسلامی مسائل کو اُنسے مطابق کردکھائین ۔ اسوقت جو بزرگ اس جلسہ مین موجود ہین مین اُن سب سے واقف نہین ہون مگر مین یقین کرتا ہون کہ یہان بہت سے ذی علم لوگ بھی موجود ہین ۔ مین سچ کہتا ہون کہ میرے نزدیک جو لوگ ایسا کرنے کے لائق ہین اور وہ پوری کوشش حال کے علم طبیعی و فلسفہ کے مسائل کو اسلامی مسائل سے تطبیق دینے یا اُنکا بطلان ثابت کرنے مین نہ کرینگے وہ سب گنہگار ہین اور یقیناً گنہگار ہین "

"مین ایک شخص ہون جسکا یہ یقین ہے کہ کوئی شخص ایسا نہین ہے جو جدید فلسفہ اور جدید علم طبیعی سے بخوبی واقف ہو اور اُن تمام اسلامی مسائل پر جو اس زمانہ مین اسلامی مسائل کہلاتے ہین یقین رکھتا ہو۔ انگریزی خوان نوجوان مجھے معاف کرینگے ۔ مین نے کوئی انگریزی خوان جسکو انگریزی علوم کا مذاق بھی حاصل ہو گیا ہو ایسا نہین دیکھا جسکو پورا پورا یقین ہمارے زمانہ کے مروجہ مسائل اسلام پر ہو ۔ مین یقین کرتا ہون کہ جسقدر یہ علوم پھیلینگے ۔ اور اُنکا پھیلنا ضروری ہے ۔ اور مین خود بھی اُنکے پھیلانے مین معین و مددگار ہون ۔ اُسی قدر لوگون کے دلون مین مروجہ اسلام کی جانب سے بدظنی ، بے پرواہی بلکہ روگردانی ہوتی جائیگی ۔ میرا یہ بھی یقین ہے کہ اصلی مذہب کا یہ نقصان نہین ہے بلکہ یہ اُن غلطیون کا سبب ہے جو اسلام کے نورانی چہرہ پر لگ گئی ہین یا نادانستہ لگا دی ہین "

"مین ہرگز اس لائق نہین ہون کہ اسلام کے نورانی چہرہ پر سے اُن غلطیون کے سیاہ دھبون کے چھڑانے کا دعوے کرون یا حمایت اسلام کا کام اپنے ذمہ لون ۔ یہ منصب اور یہ فرض دوسرے مقدس و باعلم لوگون کا ہے ۔ مگر جب کہ مین مسلمانون مین اُن علوم کے پھیلانے کا ساعی ہون ۔ جنکی نسبت مین نے ابھی بیان کیا کہ وہ اسلام کے کسقدر مخالف ہین تو میرا فرض تھا کہ جہان تک مجھسے ہو سکے صحیح یا غلط جو کچھ میرے امکان مین ہو

اُسطرح اسلام کی حمایت کرون اور اُسکے اصلی نورانی چہرہ کو لوگون کو دکھلاؤن ۔ میرا کانشنس مجھسے کہتا تھا کہ
اگر مین ایسا نکرونگا تو خدا کے سامنے گنہگار ہونگا "

" اے میرے دوستو مین یہ نہین کہتا کہ جو کچھ میری تحقیقات ہے وہی صحیح ہے مگر جب مجھکو۔
بجز اسکے کہ جو کچھ مجھسے ہوسکے وہ کرون ۔ اور کچھ چارہ نہ تھا تو مجھکو ضرور وہی کرنا تھا جو مین نے کیا یا کرتا ہون
میری نیت خالص خدا کے ساتھ ہے ؛ اگر مین نے بُرا کیا ہے وہ چاہیگا معاف کریگا چاہیگا نہ کریگا ۔ اگر مین نے
اچھا کیا ہے تو مین اُسکا صلہ کسی بندہ سے نہین چاہتا اور یہی وجہ ہے کہ نہ مین لوگون کے کافر یا نیچری کہنے سے
ڈرتا ہون نہ بُرا مانتا ہون ۔ جو لوگ میری ان کوششون کے سبب بُرا کہتے ہین کافر بتلاتے ہین مین اُن سے
اپنی شفاعت کا خواستگار نہین ہون اور نہ ہونگا ۔ جو بھلا یا بُرا میرا معاملہ ہے وہ خدا کے ساتھ ہے ۔ اگر مجھسے کچھ غلطی
ہوئی ہے یا آیندہ ہوگی خدا سے مجھے امید ہے کہ وہ مجھپر رحم کریگا "

الغرض سرسید نے مذکورۂ بالا مقصد کے پورا کرنے کے لیے اول اسلام کی سچائی ثابت کرنے کا
ایک ایسا معیار قرار دیا جو ہر مذہب کی سچائی دریافت کرنے کا پیمانہ قرار پاسکے ؛ یعنی یہ کہ اُس مین
کوئی بات قانون فطرت کے برخلاف نہو ۔ کیونکہ قانون فطرت درحقیقت خدا کا فعل ہے اور
جو مذہب فی الواقع خدا کا بھیجا ہوا ہوگا وہ خدا کا قول ہوگا ؛ پس اُسکے فعل اور اُسکے قول مین
مطابقت ہونی ضرور ہے ۔

اسکے بعد اُنھون نے اس امر پر غور کی کہ اسلام جسکی نسبت ہمارا دعوے ہے کہ اُسمین کوئی بات علم
وحکمت وصداقت کے برخلاف نہین اور وہ بالکل قانون فطرت کے مطابق ہے اُس سے کیا مراد ہے ؟
اور اُسکی حد کیا ہے ؟ اور اُسکے ثبوت کی بابت ہم کہان تک ذمہ دار ہوسکتے ہین ؟ اس امر کے متعلق

اُنھون نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ اسلام کے متعارف مجموعہ مین سے وہ حصہ جسکو تمام مسلمان ملہم من عند اللہ سمجھتے ہین اور جسکی نسبت یقین رکھتے ہین کہ وہ جسطرح خدا کی طرف سے نبی آخر الزمان کے دل مین القا ہوا ہے اُسی طرح بے کم و کاست نبی سے ہاتھون ہاتھ ہم تک پہنچا ہے۔ صرف وہی حصہ اس بات کا استحقاق رکھتا ہے کہ اُسین جو بات مسائل فلسفہ و حکمت کے خلاف معلوم ہو اُسمین اور مسائل حکمت مین تطبیق کیجائے یا مسائل حکمیہ کی غلطی ثابت کیجائے پس اُنھون نے جیسا کہ حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ "حَسبُنَا کتَابُ اللہِ" اپنے جدید علم کلام کا موضوع اور اسلام کا حقیقی مصداق محض قرآن مجید کو قرار دیا؛ اور اُسکے سوا تمام مجموعۂ احادیث کو اس دلیل سے کہ اُنمین کوئی حدیث مثل قرآن کے قطعی الثبوت نہین ہے اور تمام علما و مفسرین کے اقوال و آرا اور تمام فقہا و مجتہدین کے قیاسات و اجتہادات کو اس بنا پر کہ اُنکے جوابدہ خود علما و مفسرین اور فقہا و مجتہدین ہین نہ اسلام۔ اپنی بحث سے خارج کر دیا۔ [۱]

یہ دونو اصول ملحوظ رکھکر سر سید نے قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اول اول جب تک کہ تہذیب الاخلاق جاری رہا کبھی کبھی بلا لحاظ ترتیب کے وہ متفرق آیتون کی تفسیرین بطور آرٹیکل کے تہذیب الاخلاق مین چھاپتے رہے؛ مگر جب تہذیب الاخلاق کا پرچہ پہلی دفعہ بند ہو گیا اور سر سید سرکاری

---

[۱] سر سید کا دعوے اسلام کی حمایت کے موقع پر صرف اسقدر ہے کہ کوئی اعتراض سائنس کی رو سے قرآن مجید پر وارد نہین ہو سکتا؛ اسیلیے اُنھون نے اپنی بحث کا موضوع محض قرآن مجید کو قرار دیا ہے اور مجموعۂ احادیث وغیرہ کو اس بحث سے الگ رکھا ہے۔ لیکن جو لوگ مذہب اسلام کا اطلاق مجموعۂ کتاب و سنت و اجماع و قیاس پر کرتے ہین اُنکو اسلام کی حمایت کے لیے ضرور ہے کہ وہ اس تمام مجموعہ کو سائنس کے حملہ سے بچائین؛ عام اس سے کہ اُسکو سائنس کے مسائل پر منطبق کرین، یا اُسکے مقابلہ مین سائنس کے مسائل کا بطلان ثابت کرین یا اُنکو غیر محقق ٹھیرائین ۱۲

خدمات سے سبکدوش ہوکر بنارس سے علیگڑھ چلے آئے تو اُنھون نے ابتدا سے قرآن مجید کی تفسیر ترتیب وار لکھنی شروع کی۔ اور اُسوقت سے اخیر دم تک جب کبھی اُنکو اور کامون سے فرصت ملی برابر اُسکے لکھنے مین مصروف رہے اور قریب دو خُمس کے تفسیر لکھنی باقی تھی کہ پیغام اجل آپہنچا۔

جس اصول پر سرسید نے یہ تفسیر لکھنی شروع کی تھی یہ ایک ایسا مشکل کام تھا کہ اگر کوئی اور شخص ایسا کام شروع کرتا تو چند روز بعد اُسکا خیال بالکل چھوڑ دیتا۔ یہ کہدینا تو بہت آسان ہے کہ اسلام مین کوئی بات قانون فطرت کے خلاف نہین ہے مگر اُسکی تمام جزئیات کو قانون فطرت پر منطبق کرنا خصوصًا اُس حالت مین جبکہ سلف کی تصنیفات مین کوئی ایسا نمونہ موجود نہ ہو نہایت مشکل کام تھا۔ باوجود اسکے سرسید نے کبھی ہمت نہین ہاری اور باوصف سخت مخالفتون کے جو قوم کی طرف سے ہوئین اور باوجود اُن بے شمار مشکلات کے جو تفسیر لکھتے وقت اُنکو پیش آتی تھین نہایت استقلال کے ساتھ اس کام کو اپنے مذہبی فرائض مین سب سے زیادہ اہم اور ضروری فرض سمجھکر انجام دیتے رہے۔

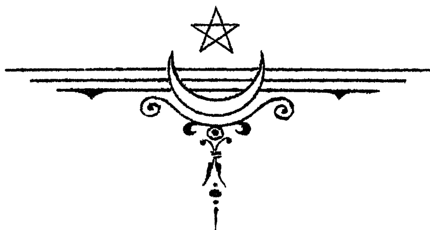
اس تفسیر کے مضامین پر ہم دوسرے حصہ مین بحث کرینگے یہان صرف اسقدر لکھا جاتا ہے کہ اگرچہ سرسید نے اس تفسیر مین جابجا ٹھوکرین کھائی ہین اور بعض بعض مقامات پر اُنسے نہایت رکیک لغزشین ہوئی ہین باینہمہ اس تفسیر کو ہم اُنکی مذہبی خدمات مین ایک نہایت جلیل القدر خدمت سمجھتے ہین جس سے اسلام کی محبت اور ہمدردی کے علاوہ اُنکی لٹریری لیاقت کا ایک حیرت انگیز کرشمہ ظاہر ہوتا ہے۔

اس تفسیر کے برخلاف اکثر مولویون نے تفسیرین لکھی ہین جنمین تفسیر حقانی سب سے زیادہ مشہور ہے مگر اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے لکھنے والون مین سے ایک شخص بھی یہ نہین سمجھا کہ سید احمد خان

نے کس غرض سے یہ تفسیر لکھی ہے اور کس بنا پر اُنھون نے اکثر جگہ تمام مفسرین سے اختلاف کیا ہے۔ جسطرح بعضے چالاک وکیل کسی حیلہ سے جج کو فریق مخالف پر افروختہ کرکے اپنا کام نکال لیتے ہین اسیطرح ان مولویون نے اپنی تفسیرون کے خریدار پیدا کرنے کا یہ گُر نکالا ہے کہ سرسید کو کہین شیطان کا منکر، کہین فرشتون کا منکر، کہین معجزات کا منکر، کہین نبوت کا منکر، کہین جنت و دوزخ کا منکر قرار دیکر مسلمانون کو اُنسے اور اُنکی تفسیر سے نہایت بدگمان اور متنفر کردیا ہے۔ اگر یہ لوگ فی الواقع حمایت اسلام کی نظر سے سرسید کی تفسیر کا جواب لکھتے تو اُنکو سب سے پہلے اس بات کا فیصلہ کرنا چاہیے تھا کہ انگریزی تعلیم مذہب کے حق مین فی الواقع کوئی خطرہ کی چیز ہے یا نہین اور اگر ہے تو آیا اُسکا علاج یہ ہے کہ انگریزی تعلیم کو قوم مین رواج نہ دیا جائے یا یہ کہ تعلیم سے جو شبہات اسلام کے حق مین پیدا ہوتے نظر آتے ہین اُنکا جہان تک ممکن ہو استیصال کیا جائے۔ اسکے بعد اُنکو یہ دیکھنا چاہیے تھا کہ سرسید نے جو طریقہ شبہات کے استیصال کرنے کا اختیار کیا ہے وہ ٹھیک ہے یا نہین اگر ٹھیک ہے تو اُنھون نے کہان تک قرآن کی تفسیر اُس طریقہ کے موافق کی ہے اور کہان کہان اُس سے انحراف کیا ہے اور اگر وہ طریقہ ٹھیک نہین ہے تو پھر کونسا طریقہ ہے جسکو اس مقصد کے لیے اختیار کرنا چاہیے اور کس طرح اُس طریقہ سے اُن شبہات کا جو علوم جدیدہ کی تعلیم یافتہ گروہ کے دل مین پیدا ہوتے ہین استیصال کیا جائے۔ مگر افسوس ہے کہ اُنھون نے مراتب مذکورہ بالا مین سے ایک بات کا بھی اپنی تفسیرون مین لحاظ نہین کیا بلکہ اپنی تمام ہمت اس بات مین صرف کی ہے کہ سرسید کی نسبت لوگون کے تعصبات کو اور زیادہ بھڑکائین تاکہ اُنکی تفسیرون کی زیادہ قدر ہو اور لوگ اُنکو بہت بڑا

حامیِ دین اسلام سمجھین ۔

**لطیفہ** ایک شخص نے سرسید کو اس مضمون کا خط لکھا کہ "مین بہت کثیر العیال ہون اور معاش کی طرف سے تنگ رہتا ہون ۔ آپ کسی ریاست مین یا سرکار انگریزی مین میری نوکری کے لیے سفارش کر دیجیے ۔ مین نے انگریزی کی تعلیم تو نہین پائی مگر عربی کی کتب درسیّہ پڑھی ہین ۔ جو کام آپ میرے لائق سمجھین اُسکے واسطے سفارش کر دین " سرسید نے اُنکو لکھ بھیجا کہ "میری عادت کسی کی سفارش کرنے کی نہین ہے اور وجہ معاش کی تدبیر میرے نزدیک اس سے بہتر نہین ہے کہ آپ میری تفسیر کا رَدّ لکھکر چھپوائین خدا چاہے تو خوب بکیگی اور آپ کو تنگیِ معاش کی شکایت نہین رہیگی "



# چھٹا باب

## ۱۸۷۸ء سے ۱۸۹۸ء تک

ویسراے کی کونسل کی ممبری، ایجوکیشن کمیشن مین شہادت، محمدن سول سروس فنڈ ایسوسیئیشن، محمدن ایسوسیئیشن علیگڑھ، محمدن ایجوکیشنل کانفرنس، پبلک سروس کمیشن کی ممبری، انڈین نیشنل کانگرس کی مخالفت، پیٹریاٹک ایسوسیئیشن، کے سی اس آئی کا تمغا ملنا، ال ال ڈی کی ڈگری، ٹرسٹی بل پر اختلاف، کالج کے روپیہ مین غبن ہونا، سرسید کی وفات،

---

۱۸۷۸ء مین سرسید کو لارڈ لٹن نے ویسریگل لیجبس لیٹو کونسل کا ممبر مقرر کیا؛ اور اُنکے بعد دوسری دفعہ لارڈ رپن نے اُنکو ممبری کونسل کے لیے انتخاب کیا۔ قانونی کونسل مین ہندوستانیون کے شریک کرنے کی تحریک جیساکہ اوپر بیان ہوچکا ہے سب سے اول سرسید ہی نے کی تھی۔ اُنھون نے اپنے رسالہ اسباب بغاوت مین سب سے بڑا سبب بغاوت کا کونسل مین ہندوستانیون کے بھرتی نہ ہونے اور انتظام سلطنت سے بالکل بے خبر رہنے کو قرار دیا تھا۔ پس جب عزت و امتیاز کا دروازہ اُنھون نے اپنے ہموطنون کے لیے کھولا تھا اُسکا استحقاق فی الواقع سرسید سے زیادہ کوئی نہین رکھتا تھا۔ بمبئی گزٹ مین اُنکے انتخاب کی نسبت یہ ریمارک کیا گیا تھا کہ "گورنمنٹ اُن نقصون کے پورا کرنے سے جو سید احمد خان نے (اسباب بغاوت مین) ظاہر کیے تھے غافل نہین تھی۔ خود اُسکو لارڈ لٹن اور لارڈ رپن کا ممبری کے لیے منتخب و نامزد کرنا اس بات کی عمدہ ضمانت تھی کہ گورنمنٹ اپنی رعایا کے ایک عمدہ حصہ کی ضروریات اور خواہشات سے آگاہ ہو"

ہندوستانیون مین سرسید پہلے شخص ہین جنھون نے ممبری کونسل کے زمانہ مین ہندوستان کی

بھلائی کے لیے قانون بنایا ۔ وہ چار برس متصل ویسرایگل کونسل کے ممبر رہے ؛ اس عرصہ مین اُنھون نے دو مسودے کونسل مین پیش کیے ؛ چیچک کے ٹیکے کا قانون اور قاضیون کے تقرر کا قانون ۔ یہ دونو مسودے پاس ہوگئے ؛ اور اُسوقت سے آج تک اُنکے موافق ہندوستان کے اکثر حصّون مین عمل درآمد چلا آتا ہے ۔

ٹیکہ چیچک

چیچک کے ٹیکے کا قانون جسکا مسودہ ستمبر ۱۸۷۹ء مین کونسل مین پیش ہوا ؛ اس غرض سے بنایا گیا تھا کہ ٹیکے کا قاعدہ اضلاع شمال مغرب ، اودھ ، ممالک متوسطہ ، برٹش برہما ، آسام ، اجمیر اور کورگ مین ، اور نیز فوجی چھاونیون مین لازمی کردیا جائے ۔ چونکہ ایسا جبری قانون جاری کرنے سے رعایا کی شخصی آزادی مین ایک نوع کی مداخلت کرنی پائی جاتی تھی اسلیے سرسید نے مسوّدہ پیش کرتے وقت جو اُسپر ایک لمبا ریمارک کیا تھا ؛ اُسمین اس قانون کے جاری کرنے کی ضرورت بہت خوبی سے ثابت کی ہے اور بتایا ہے کہ "شخصی آزادی کی رعایت اُس مضرت کو جائز نہین رکھ سکتی جو مرض چیچک کے متعدی ہونے سے اورون کو پہنچتی ہے ۔ اور نیز چیچک کا ضرر بالخصوص اُن بے گناہ بچون کو پہنچتا ہے جو اپنی جانون کی خود حفاظت نہین کرسکتے ۔ پس ٹیکے کے لازمی کردینے سے جسطرح بڑی عمر کے آدمی ہمسایون کی جہالت یا بی پروائی کے مضر نتائج سے محفوظ رہینگے ؛ اسی طرح معصوم بچون کی جانون کی حفاظت اُنکے والدین کی بے وقوفی کے نتائج سے عمل مین آویگی" پھر یہ بھی ثابت کیا ہے کہ "جسطرح پہلے زمانہ مین لوگ عموماً ٹیکے سے ڈرتے تھے اب ایسا حال نہین رہا ؛ اب ملک مین ایک بہت بڑی جماعت تعلیم یافتہ لوگون کی ایسی موجود ہوگئی ہے جو ٹیکے کا لازمی ہونا پسند کرتے ہین"

مع ذلک ٹیکا لگانے کے قواعد مین جہان تک کہ ممکن تھا ہر طرح کی آسانی اور نرمی کا لحاظ رکھا ہے ۔ اولاً لوکل گورنمنٹون کو اُسمین اختیار دیا گیا ہے کہ جس میونسپیلٹی سے مناسب سمجھین اُسکو

متعلق کرین۔ اسکے سوا ٹیکا لگوانے والون کو اور بہت طرح سے آسانیان دی گئی ہین؛ مثلاً یہ کہ بچون کے مکانون پر جاکر ٹیکا لگایا جائے، میونسپل کمشنرون مین سے کوئی ممبر خود جاکر اپنے سامنے ٹیکا لگوائے، پولیس کی دست اندازی جہان تک ممکن ہو نہ ہونے پائے، اطفال غیر محفوظ کی تحقیقات اور اُنکے رجسٹر کی ترتیب میونسپل کمشنرون اور سپرنٹنڈنٹ ویکسنیٹرون سے متعلق رہے تاکہ بچون اور اُنکے مربیون کو مجسٹریٹ کے روبرو جبرًا حاضر کرانے کی ضرورت نہ رہے، کسی بچہ کے بازو سے مادہ نہ لیا جائے بلکہ جہانتک ممکن ہو حیوانی مادّہ سے ٹیکا لگایا جائے اور قانون کی خلاف ورزی کی سزائین صرف جرمانہ پر محدود رہین۔

باوجود ان سب باتون کے یہ بل اختلاف رائے سے محفوظ نہین رہ سکا، خصوصًا نواب لفٹننٹ گورنر پنجاب اسکے سخت مخالف تھے، مگر کونسل کے اکثر لیگل ممبر اُس سے اتفاق رکھتے تھے۔ آخر ایک آدھ دفعہ کی جزوی ترمیم کے بعد ۱۸۸۰ء مین پاس ہو گیا۔

قاضیون کے تقرر کا قانون بھی ۱۸۸۰ء مین کسی قدر اختلاف کے بعد مجارٹی سے پاس ہو گیا۔ اس قانون کے بنانے کا منشا یہ تھا کہ گو عہدۂ قضا کی وہ حیثیت جو اہل اسلام کے عہد مین ایک جج یا مجسٹریٹ کے برابر تھی انگریزی عملداری مین باقی نہ رہی تھی؛ مگر پھر بھی انگلش گورنمنٹ نے اپنے عہد حکومت مین اس عہدہ کو بالکل موقوف نہین کر دیا تھا بلکہ بعض قوانین کے ذریعہ سے جو ۱۷۹۳ء سے ۱۸۲۷ء تک وقتًا فوقتًا جاری ہوتے رہے بنگالہ، اُڑیسہ، بہار، بمبئی اور مدراس مین ایک عدالتی اختیارات کے سوا باقی تمام کام جو قاضیون سے متعلق چلے آتے تھے قائم رکھے تھے؛ جیسے دستاویزات کا تیار اور تصدیق کرنا، نکاح خوانی اور طلاق کی مجلسون مین صدر نشین ہونا، انواع و اقسام کے اداب رسومات مذہبی کا

انجام دینا ، قُرق شدہ جائداد کے نیلام کی دیدبانی ، زرخیرات و پنشن و وظائف کا تقسیم کرنا وغیرہ وغیرہ۔ پھر رفتہ رفتہ حسب مقتضای وقت اُنکی خدمات محدود ہوتی گیئن ؛ یہانتک کہ ۱۸۶۴ء مین جملہ قوانین جو قاضیون کے تقرر اور اُنکے کامون سے متعلق تھے منسوخ کیے گئے ؛ اور یہ قرار پایا کہ قاضیون کا تقرر بذریعہ گورنمنٹ کے عمل مین آنا قرین مصلحت نہین ہے ؛ اور قاضیون کو اجازت دی گئی کہ جسوقت لوگ اُنسے کسی رسم مذہبی وغیرہ کے انجام دینے کے خواستگار ہون تو وہ بطور خود اُسکو انجام دین۔

مگر جس طبقہ کے لوگون کو ایسے کامون کے لیے قاضیون کو ضرورت ہوتی تھی اُنکے ذریعہ سے عموماً اور مسلمانان صوبۂ مدارس کے ذریعہ سے خصوصاً بارہا گورنمنٹ کی اطلاع مین آچکا تھا کہ بغیر ایسے قاضیون کے جو گورنمنٹ کی طرف سے مقرر ہون لوگون کے کامون مین حرج واقع ہوتا ہے۔ اسیلیے سرسید نے یہ مسودہ تیار کیا ؛ جسکا مقصد صرف اسقدر ہے کہ گورنمنٹ نے جو قاضیون کے تقرر کا اختیار اپنے ہاتھ مین نہین رکھا اسکو وہ پھر اپنے ہاتھ مین لے ؛ اور اول صوبۂ مدراس مین اُسکو نافذ کرے اور تمام لوکل گورنمنٹون کو اختیار دے کہ جس صوبہ کے مسلمان اس قانون کو اپنے صوبہ مین جاری کرانا چاہین وہان اس قانون کو جاری کرین۔ امید ہے کہ جہان جہان یہ قانون جاری ہو چکا ہے یا آیندہ جاری ہوگا وہان کے قدیم قاضیون کے خاندان جو سرکاری عہدہ دار نہ ہونے کی وجہ سے ایک کس مپرس حالت مین تھے اُنکی قدر و پرسشش زیادہ ہونے لگیگی اور خاص خاص طبقون کے مسلمانون کو نکاح خوانی وغیرہ مین اُنسے مدد ملیگی۔

ان دونو قانونون کے علاوہ سرسید نے ممبری کونسل کے زمانہ مین ایک اور نہایت مفید خدمت اپنی قوم کی کرنی چاہی تھی ؛ مگر افسوس ہے کہ بعض موانع کے سبب وہ تدبیر پوری نہ ہو سکی۔ اُنھون نے

ایک مسودہ قانون وقف خاندانی کے نام سے تیار کیا تھا جس سے مسلمان خاندانون کو تباہی اور بربادی سے بچانا مقصود تھا۔ اُنھون نے دیکھا کہ مسلمان خاندانون کی حالت روز بروز تباہ و برباد ہوتی جاتی ہے، جو امیر اور ذی مقدور خاندان تھے اُنکی اولاد مفلس ہوتی جاتی ہے اور جنمین ابھی کچھ جان باقی ہے دو تین پشتون کے بعد اُنکی جائدادین اور ریاستین بھی سب برباد اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑون مین تقسیم اور قرضہ مین فروخت ہو جائینگی۔ اسلیے اُنکو یہ خیال پیدا ہوا کہ کوئی ایسی تدبیر کیجائے جس سے مسلمانون کے معزز خاندان بنے رہین اور اُنمین کچھ ایسے ذی مقدور اور رئیس دکھائی دین جنسے مسلمانون کی قوم کی عزت اور امتیاز قائم رہے۔

اول اُنھون نے نہایت محنت و جانفشانی سے سُنّی اور شیعہ دونو کی فقہی کتابون سے اسکا ثبوت بہم پہنچایا کہ ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی جائداد کو اپنے لیے اور اپنے بعد اپنی اولاد اور اپنی نسل کے لیے ہمیشہ کو وقف کر دے؛ جسکی رو سے وہ جائداد نہ کبھی بیع ہو سکے اور نہ وراثت مین تقسیم ہو سکے اور ہمیشہ قائم و برقرار رہے۔ پھر جہان جہان ہندوستان مین مسلمان رئیسون نے اپنی جائدادین اسطرح پر اپنے خاندان کے لیے وقف کی تھین اُنکی بہت سی مثالین بہم پہنچائین تاکہ مسلمانون کے عمل درآمد سے مسئلہ شرعی کو اور زیادہ تقویت ہو۔ اسکے بعد اُنھون نے دیکھا کہ جو لوگ خانگی طور پر بلا مداخلت سرکار اپنی جائدادین اپنے خاندان کے لیے وقف کرتے ہین ایسے وقف سے کچھ فائدہ نہین ہو سکتا۔ کیونکہ اول تو یہ امید نہین کہ وہ جانشینی کا ایسا قاعدہ کلیہ مقرر کر سکین جسمین آخر کار خلشین پیدا نہون اور نزاع کا احتمال باقی نہ رہے۔ دوسرے اس صورت مین ہمیشہ وقف کے فرضی اور فریبی ہونے کا الزام لگا کر اسکی منسوخی کے دعوے۔ جیسا کہ اکثر ہوتا رہتا ہے۔ عدالت مین دائر ہو سکتے ہین

تیسرے چونکہ اکثر جائدادین دیہاتِ مالگذاری سرکار ہوتے ہین اسلیے جب کوئی نالائق متولی یا جانشین زر مالگذاری سرکار ادا نہین کرتا تو امر شرعی یا قانونی اس بات کا مانع نہین ہوتا کہ وہ جائداد بعلتِ باقی نیلام ہو جائے ۔ اسلیے اُنھون نے ضروری سمجھا کہ یہ مسئلہ شرعی بذریعہ ایک قانون کے گورنمنٹ کی منظوری سے استحکام پا جائے ۔

اس غرض سے اُنھون نے ایک مسودہ نہایت لیاقت کے ساتھ تیار کیا اور کونسل مین پیش کرنے سے پہلے والسرائے سے پرائوٹ طور پر اُسکے مشتہر کرنے اور مسلمانون کی رائین اُسکی نسبت دریافت کرنے کی اجازت لیکر تہذیب الاخلاق، علیگڈھ گزٹ اور دیگر اخبارات مین مشتہر کرایا ۔ بہت سے مسلمانون نے خطون کے ذریعہ سے اُسکے ساتھ اتفاق ظاہر کیا، بعضے شہرون مین وہان کے رئیسون اور ممتاز لوگون نے جلسے کیے اور اس تجویز کو نہایت پسند کیا، بعض نہایت مستند عالمون نے وقف خاندانی کے مسئلہ کو تسلیم کیا اور اُسکے جواز پر فتوے لکھدیا ۔ مگر بہت سے مسلمانون نے اور خاصکر مولوی ابو سعید عظیم آبادی اور اُنکے پیرون نے سخت مخالفت کی ۔ چنانچہ وقف خاندانی کے عدم جواز پر فتوے لکھے گئے اور گورنمنٹ مین اُسکے برخلاف عرضیان اور میموریل بھیجی گئی ۔

جس زمانہ مین اس مسودہ کے برخلاف مولویون کے فتوے شایع ہو رہے تھے کسی انصاف پسند مسلمان نے ان فتوون کے خلاف ایک آرٹکل لکھا تھا جسکا پہلا فقرہ یہ تھا "انگلستان کا ایک مصنف لکھتا ہے کہ "جو شخص اپنے ملک یا اپنی قوم کا بدخواہ ہو اُسکی زیارت کرنی چاہیے؛ کیونکہ وہ دنیا مین ایک عجائب چیز ہے" ہم کہتے ہین کہ یہ مصنف چونکہ یوروپ مین پیدا ہوا تھا اسلیے شاید اُسنے عمر بھر مین کوئی قوم کا بدخواہ نہ دیکھا ہوگا؛ اور اسی لیے وہ قوم کے بدخواہ کو ایک عجیب چیز سمجھتا تھا ۔ لیکن اگر وہ ہماری قوم مین پیدا ہوتا تو بجاے اس قول کے

شاید یہ جملہ اُسکی زبان سے نکلتا کہ جو شخص مسلمان مولوی ہو کر اپنی قوم کا بدخواہ نہو اُسکی زیارت کرنی چاہیے کیونکہ دنیا مین کوئی چیز اُس سے زیادہ عجیب نہین ہے "

بہرحال سرسید نے یہ تدبیر مسلمان رئیسون کے لیے نہایت عمدہ سوچی تھی مگر افسوس ہے کہ وہ اس مسودہ کو کونسل مین پیش نہ کر سکے ؛ نہ اسلیے کہ مسلمانون نے اُسکی مخالفت کی تھی کیونکہ وہ قانون لازمی نہ تھا اور اُسکی پابندی محض مالک جائداد کی مرضی پر منحصر تھی ؛ بلکہ اسلیے کہ وہ اصولِ قانون کی رو سے پاس نہین ہو سکتا تھا ۔ بات یہ ہے کہ وہ قانون بالکل فریقین کی روایات فقہیّہ کے مطابق بنایا گیا تھا ؛ اور فقہ کی رو سے ضرور تھا کہ جو وقف بطح اولاد کے لیے کیا جائے وہ وقف دوامی ہو نہ میعادی ۔ مگر ولایت کے مقنّنون کی یہ رای قطعی طور پر قرار پا چکی تھی کہ کسی جائداد کو ہمیشہ کے لیے ناقابل انتقال بنا دینا ملک کو نقصان پہنچانا ہے ۔ پس سرسید کے بعض دوستون نے جو کونسل مین تھے اُنکو یہ صلاح دی کہ موجودہ صورت مین مسودہ قانون پیش کرنا عبث ہے ؛ کیونکہ اُسکے منظور ہونے کی امید نہین ۔ ہان اگر وقف کی کوئی میعاد مقرر کر دیجائے جس سے جائداد ایک مدتِ معین تک ناقابل انتقال رہے اور اُسکے بعد موجودہ وارثون مین تقسیم ہو جائے تو البتہ یہ قانون پاس ہو سکتا ہے ۔ لیکن چونکہ ایسے وقف کو میعادی قرار دینا شرعًا جائز نہ تھا اسلیے لاچار اُس سے دست بردار ہونا پڑا ۔

سرسید نے ان تینون مسودون کے تیار کرنے کے سوا اور اکثر موقعون پر جب تک کہ وہ کونسل مین ممبر رہے غیر معمولی لیاقت ظاہر کی ہے ۔ باوجود انگریزی نہ جاننے کے ہر ایک اہم معاملہ پر جو کونسل مین پیش ہوتا تھا وہ گفتگو کرتے تھے اور اسیلیے اُنکو تمام کاغذات جو اس معاملہ سے متعلق اور بالکل

انگریزی مین ہوتے تھے سمجھنے پڑتے تھے اور اسطرح کافی اطلاع حاصل کرنے کے بعد وہ کونسل مین اسپیچ کرتے تھے۔ اکثر چھوٹی چھوٹی اسپیچین وہ اول خود اُردو مین لکھکر اُنکا انگریزی مین ترجمہ کراتے تھے؛ اور پھر انگریزی الفاظ کو فارسی حرفون مین لکھکر خود کونسل مین اسپیچ دیتے تھے؛ اور بڑی بڑی اسپیچین جو وہ تیار کرکے لیجاتے تھے اُنکو اکثر کونسل کا سکرٹری پڑھکر سُناتا تھا۔ اُنکی ایک اسپیچ پر جو فارسی حرفون مین لکھکر دی تھی لارڈ لٹن نے بڑا تعجب ظاہر کیا تھا۔ سرسید کہتے تھے کہ "جب مین اجلاس ختم ہونیکے بعد کونسل کے ہال سے اپنے کمرے کی طرف چلا تو لارڈ لٹن بھی پیچھے پیچھے چلے آئے اور مہربانی سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھکر کہنے لگے کہ مین نے ایسی قابلانہ اسپیچ کبھی نہین سنی تھی"۔ یہ اسپیچ غالباً مسودۂ قانونِ مزارعانِ دکن پر تھی، جسکا انتخاب کرنل گریہم نے سرسید کی لائف مین چھاپا ہے۔

ایک اور اسپیچ مسودۂ قانونِ انتقالِ جائداد کی رپورٹ پیش ہونے پر سرسید نے ۲۶ جنوری سنہ ۱۸۸۲ء کو بل کی تائید مین کی تھی۔ اُس بل پر انگلشمین مین ایک لمبا آرٹکل چھپا تھا جسمین سرسید کی اسپیچ کی نسبت لکھا تھا کہ "کسی ہندوستانی جنٹلمین نے ابتک اس مسئلہ کی تائید کہ ملک کا قانون کوڈفلیکشن (یعنی مجموعہ احکام بنانے) کا محتاج ہے؛ اور اُسمین کوڈفلیکشن کی گنجایش ہے؛ اور ملک کے دونون فرقون کی تاریخ اور لٹریچر ایک قومی ضرورت کی طرف بڑے استحکام کے ساتھ اشارہ کرتی ہے؛ ایسی صراحت کے ساتھ نہین کی ہے جیسی کہ آنریبل سید احمد خان نے کی ہے"

اسی طرح قانون حقوق استفادہ اور قانون ترمیم مجموعۂ ضابطۂ فوجداری جو ہندوستان مین ہمیشہ یاد رہیگا اور نیز دیگر قوانین پر اُنھون نے بہت باوقعت اسپیچین کی ہین۔ خصوصاً وہ اسپیچ جو قانون لوکل سلف گورنمنٹ متعلقہ اضلاع متوسطہ پر ۱۲- جنوری سنہ ۱۸۸۳ء کو لارڈ رپن کے زمانہ مین کی تھی وہ خاص توجہ کے لائق ہے۔ قانونِ مذکور مین جو کہ خاص اضلاع متوسطہ کے لیے بنایا گیا تھا اس صوبہ کی

حالت کے لحاظ سے لوکل بورڈون مین دو ثلث ممبر الکشن سے اور ایک ثلث گورنمنٹ کے انتخاب سے مقرر ہونے تجویز کیے گئے تھے مگر لارڈ رپن کی پالسی سے اس بات کا یقین تھا کہ شمالی ہندوستان مین کل ممبر الکشن سے مقرر ہوا کرینگے۔ چونکہ سرسید کی رائے اسکے برخلاف تھی اور اُنکو یہ امید نہ تھی کہ وہ اُسوقت تک جبکہ ان صوبون کے لیے قانون بنایا جائیگا کونسل مین ممبر رہینگے اسلیے اُنھون نے اپنی اسپیچ مین نہایت مدلل طور پر بیان کیا ہے کہ تمام ہندوستان مین اسی اصول کے موافق دو ثلث ممبر الکشن سے اور ایک ثلث نومنیشن سے مقرر ہوا کرین چنانچہ اُنھین کی اسپیچ پر لارڈ رپن نے شمالی ہندوستان مین ایک ثلث ممبرونکا تقرر گورنمنٹ کے ہاتھ مین رکھا اور دو ثلث کے لیے الکشن کا قاعدہ مقرر کیا۔

یہ اسپیچ سرسید کی اور اسپیچون اور لکچرون کے ساتھ ایک مجموعہ مین چھپ گئی ہے اسلیے یہان اُسکے اعادہ کی ضرورت نہین ہے۔ مگر اُسکے بعض فقرات ہم اُس موقع پر نقل کرینگے جہان انڈین نیشنل کانگرس کی مخالفت کا مفصل ذکر کیا جائیگا۔

لارڈ رپن کے عہد مین جسقدر زمانہ کہ سرسید کے کونسل مین شریک رہنے کا تھا اُسکے پورا ہونے مین ابھی چند روز باقی تھے اور اُنکے پورا کرنے کے لیے کلکتے جانے مین مدرسہ وغیرہ کے کامون مین حرج واقع ہوتا تھا اسلیے اُنھون نے بذریعۂ تار کے ممبری کونسل سے استعفا بھیجدیا۔ مگر اُسکے بعد ۱۸۸۶ء مین جب اضلاع شمال مغرب مین کونسل قائم ہوئی اُنکو لوکل گورنمنٹ نے اپنی کونسل کے لیے پھر انتخاب کیا اور اُسوقت سے لیکر ۱۸۹۱ء تک وہ برابر اُسمین ممبر رہے۔ آخر پھر اُنکو مدرسہ ہی کے کاروبار کی ضرورت سے اور نیز ضعیفی کی وجہ سے استعفا دینا پڑا۔

کرنل گرہیم سرسید کی لائف مین اُنکی ممبری کونسل کی نسبت لکھتے ہین کہ "جب سرجان سٹریچی کو بورڈ آف ڈائرکٹرز نے عہدۂ گورنری پر مقرر کیا تو اُس تقریب مین گریٹ ڈیوک آف ولنگٹن نے سرجان سٹریچی کو ایک ڈنر دیا تھا۔

اس موقع پر جو تقریر ڈیوک نے کی تھی؛ اگر اُس تقریر مین بجاے انگلستان کے ھندوستان اور بجاے انگریز کے مسلمان کا لفظ بنا دیا جائے تو وہ تقریر سید احمد خان کے ممبر کونسل ہونے پر خوب چسپان ہوتی ہے اور وہ فقرہ یہ ہے
"ایک ایسا تقرر جیسا کہ یہ ہے عمل کرنے والا ہے انگلستان کے تمام عرض و طول پر؛ اور کم سے کم عمر کا نوجوان انگریز اسمین ایک مثال پاتا ہے جسکی وہ تقلید کرے؛ اور ایک کامیابی پاتا ہے جسکو وہ حاصل کرے؛ اور ایسے فیلنگز کے جوش سے جو بھلائی ملک کو حاصل ہوتی ہے اُسکی کچھ انتہا نہین"

ایجوکیشن کمیشن مین شہادت

۱۸۸۲ء مین جب کہ سر سید لیجس لیٹو کونسل مین ممبر تھے اُنکی شہادت بھی ایجوکیشن کمیشن مین لی گئی تھی۔ اُنکا طولانی اظہار علیگڑھ گزٹ کے متعدد پرچون مین چھپا ہوا موجود ہے جس سے اُنکا ایک بڑا تجربہ کار ایجوکیشنسٹ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

سر سید اول کمیشن مذکور کے ممبر مقرر ہوئے تھے؛ مگر جو طریقہ کمیشن کی کارروائی کا تھا وہ اُنکی رای کے خلاف تھا۔ اول تو ممبرون کو کسی کارروائی کی اطلاع پہلے سے نہین دیجاتی تھی۔ تمام رزولیوشن دفعۃً پیش کیے جاتے تھے؛ اور ممبرون کو اُنپر کافی غور اور بحث کرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ دوسرے جو مباحثہ ہر ایک رزولیوشن پر ہوتا تھا وہ قلمبند نہین کیا جاتا تھا۔ اسلیے اُنھون نے ایک آدھ اجلاس کے بعد پریسیڈنٹ سے کہا کہ میرے نزدیک ممبرون کو پہلے سے اطلاع ہونی چاہیے کہ کونسی تاریخ کیا کارروائی ہوگی تاکہ اُنکو غور کرنے کا موقع ملے۔ دوسرے جو مباحثہ کمیشن مین ہو وہ بالکل قلمبند ہونا چاہیے۔ مگر پریسیڈنٹ نے ان دونو باتون کو منظور نہین کیا اور کہا کہ موجودہ حالت مین بھی کام کی کثرت بہت ہے، اگر ایسا کیا جائیگا تو کام بہت بڑھ جائیگا۔ سر سید نے کہا کہ اس صورت مین کمیشن کی شرکت سے مجھکو معاف رکھا جائے۔ جب لارڈ رپن کو اسکی

اطلاع ہوئی تو اُنھون نے سر سید سے کہا کہ اگر آپ ممبری سے علیحدہ ہوتے ہین تو سید محمود کو اپنی جگہ ممبری قبول کرنے پر راضی کر دیجیے اور آپ خود کمیشن مین شہادت دیجیے۔ چنانچہ سید محمودؒ اُنکی جگہ مقرر کیے گئے اور سر سید نے شہادت دی۔

---

لہ سید محمود نے اپنی ممبری کے زمانہ مین ۱۸ رزولیوشن کمیشن مین ایسے پاس کرائے تھے جو خاص مسلمانون کی ترقی تعلیم اور بہبودی سے علاقہ رکھتے تھے۔ مگر گورنمنٹ سے اُنکی نسبت یہ حکم ہوا کہ اُنکے اجرا یا عدم اجرا کا اختیار لوکل گورنمنٹون کو ہونا چاہیے۔ جس تجویز کو وہ اپنے صوبہ مین مناسب سمجھین جاری کرین اور جسکو مناسب سمجھین جاری نکرین وہ رزولیوشن یہ ہین (۱) مسلمانون کی تعلیم کی خاص تقویت اور ترقی کا بار لوکل، میونسپل اور پروونشیل فنڈون پر جائز سمجھا جائے (۲) جو دیسی مدرسے مسلمانون کے ہین اُنکو ترغیب دیجائے کہ اپنے ہان کی خواندگی مین خالص دنیوی تعلیم اضافہ کرین (۳) مسلمانون کے پرائمری اسکولون کے واسطے خاص سٹینڈرڈ مقرر کیے جائین (۴) پرائمری اور مڈل اسکولون مین سوا اُن مقامات کے جہان اسلامی جماعتین کسی اور زبان کی خواہش کرین اصل زبان مسلمانون کی تعلیم کے لیے اُردو ہونی چاہیے (۵) جہان دفاتر کی زبان اُردو نہین ہے وہان بطور اختیاری مضمون کے پرائمری اور مڈل اسکولون مین جو مسلمانون کے لیے پبلک فنڈ سے قائم ہین دفاتر کی زبان خواندگی مین پڑھائی جائے اور نیز حساب اور سیاق اسی زبان مین سکھایا جائے (۶) جن مقامات مین مسلمانون کی نسبتی تعداد بلحاظ آبادی کے معتدبہ ہے وہان پرائمری اور مڈل اسکولون مین جو کہ پبلک فنڈ سے قائم ہین ایسا انتظام کیا جائے کہ اُردو اور فارسی زبان کی تعلیم دیجائے (۷) مسلمانونکی اعلے تعلیم کی ترقی کے لیے خوب اچھی طرح ترغیب عمل مین لائی جائے؛ کیونکہ یہ ایسی تعلیم ہے جسمین اس جماعت کو خاص مدد کی ضرورت ہے (۸) جہان جہان ضرورت ہو ایک درجہ وار طریقہ خاص اسکالرشپون کا مسلمانون کے واسطے جاری کیا جائے جو انعام مین دیے جائین یعنی ا جو پرائمری اسکولون کی کامیابی پر مڈل اسکولون مین دیے جائین ب جو مڈل اسکولون کی کامیابی پر ہائی اسکولون مین دیے جائین ج جو انٹرینس اور ایف اے کے امتحانات کے نتائج پر کالجون مین دیے جائین (۹) ہر قسم کے اسکولون مین جو پبلک فنڈ سے قائم ہین ایک خاص نسبتی تعداد وظیفون کی بالتخصیص مسلمان طلبہ کے لیے رکھی جائے (۱۰) جن مقامات مین تعلیمی اوقاف مسلمانون کے فائدہ کے واسطے ہین اور گورنمنٹ کے انتظام مین ہین وہان اوقاف کی آمدنی صرف مسلمانون کی ترقی تعلیم مین صرف ہونی چاہیے (۱۱) جہان مسلمانون کے اوقاف پرائیوٹ لوگون یا جماعتون کے زیر انتظام ہین وہان فیاضی سے گرانٹ ان ایڈ دی جائین اور (پرائیوٹ لوگون کو) ترغیب دیجائے کہ گرانٹ ان ایڈ کے قاعدہ کے موافق انگریزی تعلیم کے لیے اسکول اور کالج قائم کرین (۱۲) جہان ضرورت ہو نورمل اسکول یا کلاسین مسلمان معلمونکی تربیت کے لیے قائم کیجائین (۱۳) جن مسلمانی مدرسون مین (جو اوقاف سے قائم ہین) اُردو مین درس ہوتا ہو وہان کوشش کیجائے کہ حتی الامکان مسلمان معلم تعلیم دین (۱۴) افسران معاینہ جو مسلمان ہون وہ ان پرائمری اسکولون کا معاینہ جو مسلمانون کے لیے ہین موجودہ دستور سے زیادہ کیا کرین (۱۵) ترقی تعلیم مسلمانان کے واسطے جو ایسوسیشن ہین اُنکو تسلیم کیا جائے اور اُنکی ہمت بڑھائی جائے (۱۶) پبلک انسٹرکشن کی سالانہ رپورٹون مین ایک خاص باب مسلمانونکی تعلیم پر ہوا کرے (۱۷) لوکل گورنمنٹون کی توجہ اُس نسبت کی طرف مائل کرائی جائے جو تعلیم یافتہ مسلمانون اور دیگر اقوام کے لوگونمین نوکریان تقسیم کرنے مین ملحوظ رکھی جاتی ہے (۱۸) اصول مذکورۂ بالا جو سفارش مین بیان کیے گئے ہین وہ دیگر اقوام پر بھی جو حالات مذکورہ مین مسلمانون کے برابر ہون عائد ہون"

سر سید کے اظہارات مین سے چند دلچسپ جواب جو اُنھون نے بعض عام سوالات یا جج کے سوالات پر کمیشن مین دیے اس مقام پر بطور خلاصہ کے نقل کیے جاتے ہین تاکہ تعلیم کے متعلق جو اہم سوالات ہین اُنکی نسبت اُنکی اصلی رای جو اُنھون نے ہر ایک موقع پر نہایت آزادی سے ظاہر کی ہے ناظرین کو معلوم ہو جائے۔

اُنھون نے اس سوال کے متعلق کہ آیا مغربی علوم کی تعلیم دیسی زبانون مین بہ نسبت انگریزی زبان کے زیادہ مفید ہو گی ؟ اسطرح جواب دیا کہ " اُن ورنیکلر و انگریزی پرائمری اور مڈل اسکولون مین جنکا مقصد طالب علمون کو اعلے درجہ کی تعلیم کے واسطے تیار کرنے کا نہین ہے مغربی علوم کا جہان تک کہ وہ اُن مین پڑھائے جاتے ہین ورنیکلر زبان مین پڑھایا جانا بیشک ملک کے حق مین بہتر ہوگا ؛ مگر انگریزی ابتدائی اسکولون مین جو اس غرض سے قائم کیے گئے ہین کہ اعلے تعلیم کے واسطے بطور ایک زینہ کے کام دین ورنیکلر زبان کے ذریعہ سے یوروپین علوم کو پڑھانا تعلیم کو برباد کرنا ہے ۔ مین اقرار کرتا ہون کہ مین وہی شخص ہون جسنے سب سے پہلے اس بات کا گمان کیا تھا کہ یوروپین علوم کا ورنیکلر زبان کے ذریعہ سے تحصیل کرنا ملک کے حق مین زیادہ سودمند ہوگا ۔ مین وہی شخص ہون جسنے لارڈ مکالے کے منٹ ۱۸۳۵ء پر نکتہ چینی کی تھی کہ اُنھون نے مشرقی تعلیم کے نقص کو ظاہر کیا اور مغربی علوم کی تعلیم پر توجہ دلائی ؛ اور اس بات کے خیال کرنے سے قاصر رہا تھا کہ دیسی زبانون کی وساطت سے یوروپین علوم کی اشاعت اہل ہند کو کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے یا نہین ؟ مین نے اپنی رای کو صرف بیان ہی پر محدود نہین کیا بلکہ اُسکو عمل مین لانے کی کوشش کی ۔ بہت مباحثے مختلف جلسون مین کیے ۔ اس مضمون پر متعدد رسالے اور مضامین لکھے ۔ لوکل و سپریم گورنمنٹون کو عرضداشتین بھیجین اور اسی غرض سے ایک سوسائٹی موسوم بہ سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ قائم کی گئی جسنے کئی علمی و تاریخی کتابون کا انگریزی سے ورنیکلر زبان مین ترجمہ کیا ۔ مگر انجام کار مین اپنی رای کی غلطی کے اعتراف سے باز نہ رہ سکا ۔ مجھکو ایک مشہور لیبرل سٹٹسمین کے قول کو تسلیم کرنا پڑا جسنے کہا تھا کہ " جو کچھ ہمارے زمانہ کے ہندوستانیون کو درکار ہے ؛ خواہ

وہ ہندو ہون یا مسلمان - وہ یہ ہے کہ وہ اُس علم وحکمت پر نظر ڈالین جو اُنکے زمانہ کی اور اُس قوی قوم کی جان ہے اور جو اُسکے نزدیک تمام علوم اور تمام طاقت کا مخزن ہے" مین لارڈ ولیم بنٹنک کی اس پالسی کی صحت اور سچائی کو سمجھ گیا کہ "ہندوستان کی قومون مین یوروپ کے علم وحکمت کو ترقی دینا گورنمنٹ کا مقصد اعلےٰ ہونا چاہیے"

"خیال کیا جاتا ہے کہ کسی ملک نے کسی علم مین ترقی نہین کی تا وقتیکہ وہ علم خود اُس ملک کی زبان مین نہ آگیا ہو۔ مگر اس دلیل مین ایک بڑے جزو کو جسے اُسکی جان کہنا چاہیے چھوڑ دیا گیا ہے۔ درحقیقت نہایت موزونیت کے ساتھ یون کہا جاسکتا ہے کہ کسی ملک نے کسی علم مین ترقی نہین کی تا وقتیکہ وہ علم اس زبان مین نہ آگیا ہو جو اُس ملک پر حکمران ہے۔ ہندوستان مین جو زبان حکمران ہے وہ ورنیکلر نہین ہے بلکہ انگریزی زبان ہے؛ اسلیے اس ملک مین ورنیکلر کے ذریعہ سے کسی علم کو ترقی نہین ہوسکتی۔ تاریخ مین کوئی نظیر اس بات کی نہین پائی جاتی کہ کسی ایسی زبان کی وساطت سے جو حکمران قوم کی زبان نہو کسی قوم مین کسی علم نے ترقی پائی ہو"

پھر اس سوال پر کہ کونسی تدبیر سے تعلیم کی آزادی اور اُسکا اختلاف نوعی محفوظ رکھا جاسکتا ہے؟ اسطرح جواب دیا کہ "تعلیم کی آزادی اور اُسکے اختلاف نوعی کا محفوظ رکھنا اُس طریقہ پر منحصر ہے جو کسی ملک کی یونیورسٹی نے مختلف علوم مین ڈگریان عطا کرنے کے لیے قرار دیا ہو۔ پس ہمکو دیکھنا چاہیے کہ اس ملک کی یونیورسٹیون نے اس باب مین کیا کیا ہے۔ مین یہان صرف کلکتہ یونیورسٹی کی نسبت جو اس ملک کی سب سے بڑی یونیورسٹی ہے گفتگو کرونگا۔ یہ یونیورسٹی لا، انجنیرنگ، مڈیسن اور آرٹس مین ڈگریان عطا کرتی ہے اور ہر شخص کو اس بات کی بالکل آزادی ہے کہ اُنمین سے جس مضمون کو چاہے اختیار کرے۔ وہ بلاشبہہ تعلیم کی آزادی اور اختلاف نوعی کو لوگون کے حق مین جہانتک کہ اُسکو علم کی ان چار مختلف شاخون سے تعلق ہے محفوظ رکھتی ہے۔ لیکن آرٹس کا سبجکٹ ایک وسیع سبجکٹ ہے اور آزادی و اختلاف نوعی کو جہانتک اُسمین محفوظ نہین رکھا گیا؛ یا نہایت محدود کردیا گیا ہے

اُسکا محفوظ رکھنا نہایت ضرور ہے۔ جو کورس آرٹس کے امتحان کے واسطے ہماری یونیورسٹی نے اختیار کیا ہے وہ لندن کی یونیورسٹی کی ایک ناململ تقلید پر قرار دیا گیا ہے؛ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اُسکے گریجویٹ کسی سبجکٹ مین ایک کامل علم حاصل نہین کرتے ہین۔ پس مین طریقہ مروجہ کے برخلاف ہون۔ مگر چونکہ یہ بحث کمیشن کے احاطہ تحقیقات سے خارج ہے اسلیے مین خیال کرتا ہون کہ مجھکو اُسکی نسبت کچھ زیادہ بیان کرنا مناسب نہین ہے۔ مین صرف ہز اکسلنسی وایسرای کی اسپیچ مین سے جو کلکتہ یونیورسٹی کے پچھلے سالانہ جلسہ مین حضور ممدوح نے ارشاد فرمائی تھی انتخاب مندرجۂ ذیل کمیشن کی اطلاع کے واسطے پیش کرتا ہون "جس بات کی سب سے اول تعلیم مین ضرورت ہے وہ علم کی تکمیل ہے۔ قوای عقلیہ کو چیزون کے کامل طور پر سیکھنے سے بہ نسبت اسکے کہ بہت سی باتین بالائی طور پر سیکھی جائین زیادہ تر عمدہ طور پر تربیت ہوتی ہے" اسکے بعد فرمایا کہ "ایک مضمون کو کامل طور پر سیکھنے سے بہ نسبت اسکے کہ سو علم ناکامل طور پر سیکھی جائین زیادہ تر اصلی عقلی تربیت حاصل ہوتی ہے"

پھر اس سوال پر کہ گورنمنٹ کو کس کس حد تک ہر قسم مین تعلیم کی امداد دینی مناسب ہے؟ اسطرح جواب دیا کہ "اس امر کی نسبت جو میری خاص رائے ہے وہ پبلک فیلنگ کے برخلاف ہے۔ مین نے اس معاملہ کے تمام پہلوون پر غور کامل کرنیکے بعد اپنی رائے قائم کی ہے کہ جب تک خود لوگ اپنی تعلیم کا تمام اہتمام اپنے ہاتھ مین نہ لینگے اُسوقت تک مناسب طور پر اُنکی تعلیم کا ہونا ممکن نہین ہے۔ پس ملک کے لیے یہ زیادہ تر مفید ہوگا کہ گورنمنٹ تعلیم کا تمام اہتمام لوگون پر چھوڑ دے اور خود آئین دست اندازی سے بالکل علیحدہ ہو جائے۔ مگر پبلک کی رائے اس رائے کی مؤید نہین ہے۔ اُنکی دلیل یہ ہے کہ ابھی وہ وقت نہین آیا کہ گورنمنٹ کا اس تعلیم سے علیحدہ ہونا واجب ہو۔ ایک نہایت لائق ہندوستانی نے جسکا مین دل سے ادب کرتا ہون مجھسے کہا کہ "یہ خیال کہ ہمکو آپ اپنی تعلیم کا بندوبست کرنا چاہیے بالکل ایک غلط خیال ہے؛ اور لفظ "اپنے آپ" کا کسی قومی معنون مین ہندوستان کے باشندونکی نسبت

استعمال کرنا بیجا ہے۔ کوئی قوم بڑا کام نہین کر سکتی جس مین اعلے اور ادنے تمام فرقون کے لوگ شریک نہون۔ ہندوستان مین اعلے درجہ کا پولٹکل اور انتظامی اقتدار گورنمنٹ اور اُسکے یوروپین عہدہ دارون کو حاصل ہے اور جو شخص ہندوستان مین تجارت سے سب سے زیادہ فائدہ اُٹھاتے ہین وہ بھی یوروپین ہین اور اس وجہ سے وہ فی الحقیقۃ ہندوستان کی آبادی مین سب سے زیادہ وقعت رکھتے ہین۔ مگر جب کبھی ان عہدہ دارون سے کسی کالج یا اسکول کے لیے جو اس ملک مین ہندوستانیون کے فائدہ کے واسطے قائم کیا جائے زرِ نقد کی امداد کی درخوست کی گئی ہے تو وہ علی العموم اُس سے اسطرح پر علٰحدہ رہے ہین کہ گویا اُنکو اُس سے مطلق کچھ سروکار نہ تھا"

اسکے بعد سرسید نے کہا کہ "اس مقام پر مین ایک واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہون جو خود میرے ساتھ گذرا ہے۔ یعنی جس زمانہ مین کہ محمدن اینگلو اورنیٹل کالج علیگڑھ مین قائم ہوا تو مین نے ایک نہایت معزز یوروپین افسر سے اُسکی امداد کی درخوست کی اُسنے جواب دیا کہ "ہم پر اُسکی مدد کرنا کچھ فرض نہین ہے؛ وہ تمھارا بچہ ہے؛ ہمین اُسکو دھکا دیدینا چاہیے۔ اگر ہمارا بچہ ہوتا تو ہم البتہ اُسکو والدینی شفقت کے ساتھ چھاتی سے لگا لیتے" پس پبلک اُپینین کے لحاظ سے مین اقرار کرتا ہون کہ ہمارے واسطے اس بات کا کہنا کچھ آسان نہین ہے کہ لوگون کو اپنی تعلیم کا خرچ اپنے آپ برداشت کرنا چاہیے۔ اگر ہم ہندوستان کی حالت موجودہ پر ذرا غور کرین تو اس بات کے کہنے پر مجبور ہونگے کہ اگر لوگ اس قسم کا کوئی ارادہ کرینگے تو اُسمین ایسی بے انتہا مشکلات ہین جنکے سبب سے اسمین سراسر ناکامی کے ہونے کا اندیشہ ہے"

اسکے بعد اسی سوال کے متعلق اُنھون نے کہا کہ "اکثر لوگون مین یہ خیال پھیلگیا ہے کہ گورنمنٹ اس ملک مین ہائی ایجوکیشن موقوف کرنا چاہتی ہے +++ پس اگر گورنمنٹ موجودہ کالجون مین سے کسی کالج کو برخاست کریگی تو گو وہ کیسی ہی واجبی اور معقول دلیل پر کیون نہو؛ لوگون کو یہی خیال ہوگا کہ اسسے گورنمنٹ کا مقصد ہائی ایجوکیشن کے موقوف کرنیکا ہے"

پھر کہا کہ "گو میری نزدیک مشنیری اسکولون اور کالجون مین بائبل پڑھنا کسی طرح پر مذہب اسلام کے برخلاف نہین ہے ؛ مگر مسلمانون کی عام فیلنگ بالیقین میری اس رائے کے خلاف ہے ۔ اور اگر کسی مشنیری اسکول کی موجودگی کے سبب کوئی گورنمنٹ اسکول توڑ دیا جائے گا تو غالباً اسکی وجہ سے لوگون مین ناراضی پیدا ہوگی ۔ پس گورنمنٹ کو اس باب مین کسی کارروائی کے کرنے سے پہلے پبلک فیلنگ کی اصلی حالت دریافت کرنا مناسب ہے"

پھر کہا کہ "جہان مشنیری کالج اور اسکول ہین اگر وہان رعایا کا کوئی فرقہ اُنمین اپنی اولاد کو تعلیم دلوانا پسند نہ کرتا ہو تو لوگون کو لازم ہے کہ آپ اپنے لیے علٰحدہ اسکول یا کالج قائم کرین ؛ اور گورنمنٹ بھی اُسکو بغیر لحاظ اس بات کے ۔ کہ وہان مشنیری اسکول یا کالج پہلے سے قائم ہین اور اس صورت مین اور مدرسون کی ضرورت نہین ۔ کسی قدر مدد عطا فرمائے ۔ اسکے علاوہ گورنمنٹ اس بات کی بھی خبرگیری کرے کہ حُکّام ضلع اس قسم کی لوکل کوششون مین خلل انداز نہ ہون اور اپنی حکومت اور رعب داب کو اُنکے برخلاف عمل مین نہ لاوین ؛ جیسا کہ بعض ضلعون مین ہوا ہے"

پھر اس سوال پر کہ گرینٹ اِن ایڈ کا قاعدہ جو بالفعل مروج ہے وہ کافی ہے یا نہین ؟ اسطرح جواب دیا کہ "ایک ہائی اسکول کا اسٹاف جب تک کہ اُسمین ایک یوروپین ہیڈ ماسٹر اور اُسکے ماتحت ماسٹر یونیورسٹی کے گریجوئیٹ اور سکنڈ لینگوج یعنی عربی ، فارسی اور سنسکرت کے تین لائق ٹیچر نہ ہون کافی خیال نہین کیا جاسکتا ۔ اور ایسا اسکول بغیر نو سو روپیہ ماہوار خرچ کے قائم نہین ہوسکتا ۔ اب ہم دیکھتے ہین کہ قواعد مروجہ کے موافق اس قسم کے مدرسون مین کسقدر گرینٹ اِن ایڈ دیا جاتا ہے ۔ اُن قواعد مین یہ شرط ہے کہ لڑکون کی اوسط حاضری پر جو انگریزی پڑھتے ہون فی طالب علم ڈیڑھ روپیہ ماہوار سے زیادہ گرینٹ اِن ایڈ کا اوسط نہ پھیلے ۔ پس ایسے اسکول مین جسکا اوپر ذکر ہوا جب تک کہ اوسط حاضری انگریزی پڑھنے والون کی کم سے کم تین سو نہو گورنمنٹ سے اسقدر گرینٹ ان ایڈ کے ملنے کی بھی توقع نہین ہوسکتی جو اُسکے نصف خرچ کے برابر ہو ۔

یہ شرط عملاً اُسکے مساوی ہے کہ کبھی کوئی شخص گورنمنٹ سے مناسب گرینٹ کے ملنے کی توقع پر ایک عمدہ ہائی اسکول قائم کرنے کا قصد نہ کرے +++ میرے نزدیک گرینٹ اِن ایڈ طالب علمون کی تعداد کے لحاظ سے نہین بلکہ جو تعلیم دیجائے اُسکی عمدگی کے لحاظ سے تجویز کرنا چاہیے +++ محدود لڑکون کو ایک عمدہ تعلیم دینا اس سے بدرجہا بہتر ہے کہ بہت سے لڑکون کو ناقص تعلیم دی جائے ''

پھر سوال متعلقۂ اسکالرشپ پر اس طرح جواب دیا کہ " مین اسکالرشپون کے قاعدہ کا طرفدار ہون اور اس رائے کو ہرگز تسلیم نہین کرتا کہ اسکالرشپ دیکر پڑھانا گویا تعلیم کے لیے رشوت دینا ہے ++ بالتخصیص ہندوستان مین اور زیادہ تر مسلمانون کے واسطے اسکالرشپون کی نہایت ضرورت ہے ۔ اسکالرشپون سے اُن غریب طلبہ کو جو اپنی حالت کی وجہ سے اپنی تعلیم کسی خاص جماعت سے آگے جاری نہین رکھ سکتے نہایت مدد پہنچتی ہے ۔ اگلے زمانہ کے مشہور و معروف شخصون مین جنھون نے سائنس کو بڑی ترقی دی ہے ، یا اپنی عمدہ تصنیفات سے لٹریچر کو رونق دی ہے ؛ مسلمانون اور نیز اور قومون مین اکثر وہ لوگ تھے جو غریب اور نہایت مفلس شخصون کی اولاد مین سے تھے ۔ اب بھی اس قسم کے لوگون سے بڑی بڑی امیدین کیجا سکتی ہین ++ اگر میری معلومات مین غلطی نہو تو مین خیال کرتا ہون کہ اب بھی انگلستان مین اُن غریب آدمیون کے لیے جو " سیزر " کہلاتے ہین کوئی طریقہ جاری ہے ۔ مگر اُنکے زیادہ خوشحال اسکول فیلو اُنکو کسی قدر حقیر سمجھتے ہین ۔ محمدن کالج علیگڑھ مین بھی مینجنگ کمیٹی نے اس قسم کے سیزر طالب علمون کی امداد کا ایک طریقہ جاری کیا ہے ۔ لیکن وہ اُسکو ایسے مخفی طور پر امداد کرتی ہے کہ اور طالب علمون کو اس قسم کے سیزر کے موجود ہونے کی اطلاع نہین ہوتی اور وہ اُس حقارت سے بچ جاتے ہین جو اَور طرح پر کیجاتی ہے ''

پھر ایک سوال کے جواب مین کہا کہ " گورنمنٹ کی تعلیم اس اثر کے پیدا کرنے سے اسلیے قاصر رہتی ہے

کہ مضامین تعلیم بے شمار ہین اور کسی ایک مضمون مین کافی لیاقت نہین ہوتی ++ اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی واقعی عمدہ مصنف یا خیالات کے ہادی پیدا نہین ہوے؛ جنکا نام غالبًا باقی رہتا، یا جنکا اثر قوم پر پڑتا۔ مورل اور سوشل ترقی کے لیے یہ ایک بڑی مصیبت ہے۔ اس ملک کے عام لوگون کی رائے کثرتِ مضامینِ تعلیم کے برخلاف ہے؛ اگر اُسکا مقصد عمیق علم حاصل کرنے کا نہ ہو۔ ہمارے ہان ایک فارسی مثل مشہور ہے کہ "نیم حکیم خطرۂ جان و نیم مُلّا خطرۂ ایمان" اور مین نے سنا ہے کہ پوپ کا بھی کوئی شعر اسی کے مطابق ہے"

پھر اس سوال پر کہ گورنمنٹ مسلمان لڑکیون کی تعلیم مین کہان تک کوشش کرسکتی ہے؟ اور اُسمین کامیابی کی کیا توقع ہے؟ مفصل جواب دینے کے بعد کہا کہ "گورنمنٹ عملاً کوئی تدبیر ایسی اختیار نہین کرسکتی جس سے اشراف خاندانون کے مسلمان اپنی بیٹیون کو تعلیم کے واسطے گورنمنٹ اسکولون مین بھیجنے پر مائل ہون؛ اور نہ وہ کوئی ایسا اسکول قائم کرسکتی ہے جو کہ ان لڑکیون کے مربیون کی طمانیت کے لائق ہو۔ مین مسلمانون پر یہ الزام نہین لگا سکتا کہ وہ اپنی لڑکیون کو ان اسکولون مین نہین بھیجتے اور یقینًا کوئی اشراف یوروپین بھی۔ گو وہ کیسا ہی تعلیم نسوان کا شوقین ہو۔ مسلمان پر ایسا الزام نہین لگا سکتا؛ بشرطیکہ وہ اس ملک کے مدرسون کی حالت سے واقف ہو++ جس حیثیت اور وقعت کے مدارسِ نسوان ہندوستان مین ہین اگر ایسے مدرسے انگلستان مین فرض کیے جائین تو کیا اشراف خاندانون کے انگریز اپنی لڑکیون کو اُن مدرسون مین تعلیم کے لیے بھیجنا پسند کرینگے؟ ہرگز نہین ++ عورتون کی تعلیم کا معاملہ اُس فلوزفر کے سوال سے نہایت مشابہ ہے جس نے پوچھا تھا کہ پہلے مرغی پیدا ہوئی یا انڈا؟ جن شخصون کی یہ راے ہے کہ مردون کی تعلیم سے پہلے عورتون کی تعلیم ہونی چاہیے وہ بڑی غلطی پر ہین۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان عورتون کی پوری تعلیم اُسوقت تک نہو گی جب تک کہ اس قوم کے اکثر مرد پورے تعلیم یافتہ نہو جائینگے۔ اگر ہندوستان کے مسلمانون کی سوشل حالت پر غور کیا جائے تو اُسوقت تک جو حالت مسلمان عورتون کی ہے

وہ میری رائے مین خانگی خوشی کے واسطے کافی ہے۔ جو کچھ بالفعل گورنمنٹ کو کرنا ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان لڑکون کی تعلیم تربیت کے بندوبست کی جانب کافی توجہ کرے۔ جب کہ مسلمانون کی موجودہ نسل بخوبی تعلیم و تربیت یافتہ ہوجائیگی تو مسلمان عورتونکی تعلیم پر اُسکا ضرور بالضرور ایک زبردست گو خفیہ اثر پہنچیگا۔ تعلیم یافتہ باپ یا بھائی یا شوہر بالطبع اپنی رشتہ مند عورتون کی تعلیم کے خواہشمند ہونگے ++ اگر گورنمنٹ مسلمان شریف خاندانون مین تعلیم نسوان کے جاری کرنے کی کوشش کریگی توحالت موجودہ مین محض ناکامی حاصل ہوگی اور میری رائے ناقص مین اُس سے مضر نتیجے پیدا ہونگے اور روپیہ اور محنت ضایع جائیگی"

مسٹر پیرسن نے سوال کیا کہ "آیا ہندوستانی مزدوری پیشہ لوگ اس بات کا فیصلہ کرسکتے ہین کہ جو تعلیم سرکاری مدرسون مین دیجاتی ہے وہ اُنکے بچون کے لیے مناسب ہے یا نہین؟ سرسید نے اسکے جواب مین کہا کہ "اُنکو اس قسم کے سوال پر غور کرنے کی فرصت نہین"

پھر اُنھون نے یہ سوال کیا کہ "تعلیم کی ترغیب کے لیے ایجوکیشنل دربارون کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے؟ سرسید نے کہا کہ "یہ دربار بجز نمائش کے اور کچھ نہین"

مسٹر وارنر نے سوال کیا کہ "کیا آپ کوئی ایسا یوروپین اسٹیشن ہندوستان مین بتا سکتے ہین جہان اہل یوروپ کسی مشن اسکول یا اور پرائوٹ اسکول کے مصارف کے واسطے جو ہندوستانیون کے لیے ہو۔ کنٹری بیوشن یعنی چندہ نہ دیتے ہون؟ سرسید نے اسکا یہ جواب دیا کہ "یہ سوال پیچیدہ ہے ++ اس سے ضمناً یہ تسلیم کرلینا نکلتا ہے کہ ہندوستان کے ہر ایک یوروپین اسٹیشن مین انگریز ہندوستان کی تعلیم کے لیے کنٹری بیوشن دیتے ہین۔ مین اس ضمنی تسلیم کو جو سوال سے نکلتی ہے تسلیم نہین کرتا۔ باقی سوال دو جداگانہ امور سے متعلق ہے۔ اول مشنیری اسکولون سے۔ سو اُسکی نسبت میرا یہ جواب ہے کہ مین کسی ایسے یوروپین اسٹیشن سے واقف نہین ہون جہان کوئی مشنیری اسکول کنٹری بیوشن کے ذریعہ سے مقرر ہوا ہو اور انگریز اُسکی مدد نہ کرتے ہون۔

دوسرے یہ سوال پرائوٹ اسکولون سے متعلق ہے ۔ اس حصہٴ سوال کی نسبت میرا یہ جواب ہے کہ مین کسی ایسے اسٹیشن سے واقف نہین ہون جہان کوئی ہندوستانی اسکول قائم ہوا ہو اور اُسکی امداد انگریز بذریعہٴ کنٹری بیوشن کے کرتے ہون ؛ سوائے محمڈن کالج علیگڑھ کے ۔ جس مین فی الحال صرف ایک کنٹری بیوشن یوروپین کی طرف سے مقرر ہے ++ اسکے بعد لارڈ نارتھ بروک، لارڈ لٹن اور دیگر جلیل القدر حکام اور ارکان سلطنت کے عطیات کی شکرگزاری کے بعد کہا کہ "مگر اسٹیشن کے یوروپین عہدہ دارون مین سے کسی نے ہمارے کالج کو کوئی ماہواری یا سالانہ کنٹری بیوشن، اور سوائے ایک کے کسی نے اُسکو یکمشت چندہ بھی نہین دیا"

مسٹر وارڈ نے سوال کیا کہ "محمڈن کالج کے پروسپکٹس مین کیا فی الواقع اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ صرف مسلمانون پر چندہ کا محدود رکھنا مناسب ہے ؟ اسکا جواب سر سید نے اسطرح پر دیا کہ "کمیٹی نے تجویز کی تھی کہ انگریزی قوم سے جو ہمارے حاکم ہین اس کام مین شریک ہونے کی درخواست کیجائے ۔ کیونکہ کمیٹی کے نزدیک ایسے کالج کا قائم کرنا جو انگریزون کی ہمدردی سے جدا ہو پولٹکل مصلحت کے برخلاف تھا ۔ پس اُسنے یہ تجویز کی تھی کہ مسلمان ۔ انگریزون سے بھی امداد کی درخواست کرین"

پھر مسٹر وارڈ نے پوچھا کہ "کیا فی الواقع سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ کے قائم کرنے مین انگریزون نے روپیہ اور ہمدردی کے لحاظ سے آپ کی بڑی مدد کی تھی ؟ اسکا جواب سر سید نے یہ دیا کہ "سوائے مسٹر براملی کے جنھون نے مجھکو ایک ہزار روپئے دیے تھے اور کسی سے مجھے کچھ مدد نہین ملی ؛ مگر اُنھون نے بھی یہ کہا تھا کہ مین نے اس سے پہلے تعلیم کی جانب توجہ نہین کی تھی"

محمڈن سول سروس فنڈ ایسوسیئشن

۱۸۸۳ء مین سر سید نے "محمڈن سول سروس فنڈ ایسوسیئشن" قائم کی ۔ اول اُنکو ۱۸۶۴ء مین جب کہ سائنٹفک سوسائٹی کو قائم ہوے چند سال گذرے تھے یہ خیال ہوا تھا

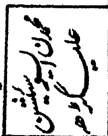
کہ عام ہندوستانیون کو - خواہ ہندو ہون اور خواہ مسلمان - تعلیم کی غرض سے یوروپ کے سفر پر آمادہ کرنے کے لیے ایک ایسوسیٔیشن قائم کیجائے اور اُسکے ممبر دو روپیہ ماہوار چندہ دیا کرین جو بطور ایک فنڈ کے یوروپ کے سفر کے لیے جمع ہوتا رہے ۔ مگر اس تدبیر مین کچھ کامیابی نہین ہوئی کیونکہ ہندو اُسوقت یوروپ کے سفر کو مذہب اور ذات کے قواعد کے برخلاف جانتے تھے اور مسلمان بھی اسی قسم کے توہمات رکھتے تھے ۔ اسکے سوا یوروپ کا سفر اُس زمانہ مین مشکل بھی معلوم ہوتا تھا ۔ مگر ۱۸۹۳ء مین یوروپ کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری ہوگیا تھا اور ہندوستانیون کے لڑکے تعلیم کے لیے ولایت جانے لگے تھے لیکن خاصکر مسلمانون کے لیے حالت موجودہ مین سول سروس کا امتحان ولایت جاکر پاس کرنا جیسا کہ سرسید نے علیگڑھ گزٹ مورخہ ۱۱- اگست ۹۳ء مین مفصل بیان کیا ہے ناممکن معلوم ہوتا تھا ۔ اُنھون نے خیال کیا کہ کسی قوم کی - جب تک کہ وہ گورنمنٹ مین کچھ حصہ نہ رکھتی ہو - عزت نہین ہوسکتی ۔ دولتمند مسلمانون کا یہ حال ہے کہ اُنکو اپنی اولاد کی تعلیم کا مطلق خیال نہین ۔ اسوقت سول سروس کے قاعدہ کے موافق ۱۹ برس کی عمر مین ولایت جاکر سول سروس کا امتحان پاس کرنا پڑتا تھا ؛ حالانکہ امرا کے لڑکے ۱۹ برس کی عمر تک بچے سمجھے جاتے تھے اور سمجھے جاتے ہین یہانتک کہ بقول سرسید کے اُسوقت تک تعویذون کی ہیکل بھی اُنکے گلے سے نہین اُترتی ۔ ہان متوسط درجہ کے لوگون کو بلاشک اولاد کی تعلیم کا خیال تھا اور خیال ہے ؛ مگر ولایت کے سفر کا پورا خرچ وہ برداشت نہین کرسکتے ۔ اسی لیے سرسید نے یہ ایسوسیٔیشن خاص مسلمانون کے لیے اس غرض سے قائم کی کہ اگر کم سے کم پانسو مسلمان ممبر دو دو روپیہ ماہوار دینے والے پیدا ہو جائین تو اس سے ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوجائیگی جو بطور فنڈ کے جمع ہوتی رہیگی تاکہ جن مسلمانون کے لڑکے ولایت کا تمام خرچ اپنے پاس سے ادا نہین کرسکتے اُنکی اس فنڈ سے امداد کیجائے ۔ اور مدرسۃ العلوم مین

ایک خاص کلاس قائم کی جسکی تعلیم کا طریقہ ایسا مقرر کیا گیا تھا جس سے اُس کلاس کے طالب علمون کو ولایت پہنچکر سول سروس کے امتحان مین مدد ملے۔

اگرچہ اس کلاس کا نام سول سروس کلاس رکھا گیا تھا مگر درحقیقت اُسکے طالب علمون کو اس مقصد کے لیے تیار کیا جاتا تھا کہ وہ انگلستان پہنچکر مندرجۂ ذیل کورسون مین سے کوئی کورس اختیار کرلین (۱) سول سروس کا امتحان مقابلہ (۲) کسی مضمون مین ولایت کی کسی یونیورسٹی کی ڈگری حاصل کرنی (۳) کسی پیشہ مین مثل بیرسٹری، ڈاکٹری یا انجنیری کے ڈپلوما حاصل کرنا۔

پھر اس ایسوسیئیشن کے کام کو زیادہ وسعت دینے کے لیے اُنھون نے شمالی ہندوستان کے ہر ایک ضلع مین سب کمیٹیان قائم کرنے کا ارادہ کیا تاکہ ممبرون کی تعداد زیادہ ہو۔ اور سب کمیٹیون کے لیے قواعد مقرر کرکے شایع کیے۔ مگر اس تمام کوشش کا نتیجہ اس سے زیادہ کچھ نہین ہوا کہ ایسوسیئیشن مین ۲۹۹ ممبر شامل ہوے جو کچھ عرصہ تک دو روپیہ ماہوار دیتے رہے اور کچھ لوگون نے بطور ڈونیشن کے بھی کسیقدر روپیہ دیا آخر سب ارادے سست ہوگئے اور جیسا کہ ماہواری یا سالانہ چندون کا ہمیشہ انجام ہوتا ہے رفتہ رفتہ چندہ دینا بند ہوگیا۔

ایسوسیئیشن مذکور کی آمدنی سے چار ہزار ایک سو روپیہ جمع ہوا تھا جسکو ممبرون کی منظوری سے سرسید نے الہ آباد بینک مین جمع کرادیا تھا؛ تاکہ جس کام کے لیے وہ جمع کیا گیا تھا جب اُسکا موقع آئے وہان خرچ کیا جائے اور اُسوقت تک اُسکے منافع سے محمڈن کالج علیگڑھ کے طلبہ کو امداد دیجائے۔



اسی ۱۸۸۳ء مین سرسید نے بہ شرکت رئیسان ضلع علیگڑھ محمڈن ایسوسیئیشن قائم کی جسکے مقاصد نہایت عمدہ تھے اور اُسکا چلنا بھی ایسا دشوار نہ تھا جیسا کہ سول سروس فنڈ ایسوسیئیشن کا چلنا اور قائم رہنا دشوار تھا کیونکہ اُسکے مقاصد اُس ضلع کے مذاق کے موافق تھے؛

مگر چونکہ سرسید مدرسہ کے کامون کی مصروفیت کی وجہ سے اُسکے پیرو کار نہ تھے اسلیے وہ چند روز کے بعد بالکل مدھم پڑگئی اور اب اُسکا نام ہی نام باقی رہگیا ہے۔

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قائم کرنا

۱۸۸۶ء مین سرسید نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس قائم کی۔ محمڈن کالج کی حالت جب کسی قدر اطمینان کے قابل ہوگئی تو سرسید کو یہ خیال ہوا کہ اگر بالفرض یہ کالج ہر طرح سے مکمل ہوگیا تو بھی اس سے قومی تعلیم کا مسئلہ حل نہین ہوسکتا اور ایک کالج چھ کروڑ مسلمانون کی تعلیم کی کفالت نہین کرسکتا۔ اسکے سوا مسلمانون کی قوم جو ہندوستان کے دور دراز حصون مین پھیلی ہوئی ہے وہ سب ایک دوسرے کی حالت سے محض بے خبر ہین اور کوئی ذریعہ ایسا نہین کہ مختلف صوبون اور مختلف اضلاع کے لوگ کسی موقع پر آپس مین ایک جگہ جمع ہون؛ اپنے اپنے خیالات قومی تعلیم اور قومی ترقی کی نسبت ایک دوسرے پر ظاہر کرین، ہر حصہ ملک کے مسلمانون کی ترقی یا تنزل کا حال تمام قوم کو معلوم ہو اور مسلمان جو باوجود ایک قوم ہونے کے بمنزلہ مختلف قومون کے ہورہے ہین اُنمین قومی یگانگت اور ہمدردی پیدا ہو۔ اسی بنا پر جیسا کہ سرسید نے پہلے اجلاس مین بیان کیا تھا یہ کانفرنس قائم کی گئی اور اُسکا پہلا جلسہ ۲۷- دسمبر ۱۸۸۶ء کو بمقام علیگڑھ محمڈن اینگلو اورینٹیل کالج مین منعقد ہوا۔

اس کانفرنس کے مقاصد اوّلاً حسب تفصیل ذیل قرار دیے گئے تھے (۱) مسلمانون مین مغربی تعلیم کو اعلے درجہ تک پہنچانے مین کوشش کرنا (۲) مسلمانون کی تعلیم کے لیے جو انگریزی مدارس مسلمانون کی طرف سے جاری ہون اُنمین مذہبی تعلیم کے حالات دریافت کرنا اور تا بمقدور عمدگی سے اُس تعلیم کے انجام پانے مین کوشش کرنا (۳) علوم مشرقی اور دینیات کی تعلیم جو علماے اسلام جا بجا بطور خود دیتے ہین

اُسکو تقویت دینا اور اسکو بدستور قائم اور جاری رکھنے کی مناسب تدبیرین عمل مین لانا (۴) جو تعلیم قدیم طرز پر دیسی مکتبون مین جاری ہے اُسکے حالات کی تفتیش کرنا اور اُنمین جو تنزل ہوگیا ہے اُسکی ترقی اور توسیع کی تدبیرین اختیار کرنا۔ قرآن خوانی اور حفظ قرآن کے لیے جو مکتب جاری ہین اور جنکو روز بروز تنزل ہوتا جاتا ہے اُنکے حالات کی تفتیش کرنا اور اُنکے قائم رکھنے اور استحکام دینے کی تدبیرین عمل مین لانا۔

مذکورۂ بالا مقاصد کے سرانجام کرنے کے لیے دو طریقے تجویز کیے گئے تھے۔ ایک یہ کہ ہر سال کسی مناسب مقام پر جہان کے ممتاز آدمی کانفرنس کے اجلاس کی خواہش کرین اور کانفرنس کا انتظام اپنے ذمہ لین۔ کانفرنس کا اجلاس ہوا کرے اور اجلاس کی تاریخون مین کانفرنس کے ممبر جو تجویزین مسلمانون کی ترقی تعلیم کے متعلق مناسب سمجھین وہ اجلاس مین پیش کرین اور بعد غور اور مباحثہ کے اتفاق یا کثرت رائے سے اُنکی منظوری یا نامنظوری عمل مین آئے۔ دوسرے جہان تک ممکن ہو ہر شہر و قصبہ مین کانفرنس کے مقاصد کے لیے کمیٹیان قائم کیجائین اور جہان جہان اسلامی انجمنین قائم ہین اگر وہ منظور کرین تو انھین کو کانفرنس کی کمیٹیان تصور کیا جائے۔ تاکہ یہ کمیٹیان اپنے اپنے نواح یا ضلع یا شہر یا قصبہ کی نسبت وقتاً فوقتاً ہر قسم کے مدارس اور مکاتب و صنعت و حرفت و تجارت و زراعت وغیرہ کی ترقی و تنزل کے حالات جو مسلمانون سے علاقہ رکھتے ہین تحریر کرکے کانفرنس کے جلسون مین بھیجتے رہین۔ اور جو تجویزین کانفرنس کے سالانہ جلسون مین منظور ہون اُنمین سے جو تجویز اُنکے علاقہ مین قابل اجرا ہو اُسکے جاری کرنے مین کوشش کرین۔

۱۸۸۶ء سے ۱۸۹۶ء تک اُسکے سالانہ جلسے برابر مختلف شہرون مین ہوتے رہے مگر سال گذشتہ مین

کچھ تو سرکاری روک ٹوک کے سبب - جو طاعون کے انسداد کے لیے ریل کے مسافرون کے ساتھ جابجا کیجاتی تھی - اور زیادہ تر سرسید کی افسردہ دلی اور انقباض کی وجہ سے - جسکی نوبت آخر کو مرض الموت تک پہنچ گئی - اُسکا اجلاس موقوف کیا گیا - منجملہ گیارہ کے اول کے پانچ اجلاسون مین پنجاب اور شمال مغربی اضلاع کے مختلف مقامات کی چھوٹی بڑی ۳۵ رپوٹین اسلامی انجمنون اور خاص خاص شخصون نے لکھکر کانفرنس مین بھیجین یا خود آکر پیش کین - اُسکے بعد ظاہرا پھر کوئی رپورٹ نہین آئی - اور تقریبًا اسی رزولیوشن اتفاق یا کثرت رائے سے پاس ہوے -

ہر سال اجلاس کی تمام کارروائی ایک کتاب کی صورت مین چھپکر ممبرون کو تقسیم ہوتی رہی جسمین کیفیت انتظام کانفرنس، فہرست ممبران و وزیٹران، تعداد زرچندہ، رپورٹ سکرٹری متضمن حساب جمع و خرچ زرچندہ و کیفیت تعمیل و عدم تعمیل تجویزات سال گذشتہ، رزولیوشن جو اجلاس مین پیش ہوکر پاس ہوے اور اُنکے متعلق ممبرون کی اسپیچین اور مباحثے، رپورٹین جو مختلف اضلاع سے موصول ہوئین، لکچر اور نظمین جو کانفرنس مین پڑھی گئین وغیرہ وغیرہ درج ہوتی تھین -

اس اجتماع کا نتیجہ براہ راست یہ ہونا چاہیے تھا کہ جو تجویزین کانفرنس کے اجلاس مین ہر سال منظور ہوکر شایع ہوئین اُنکے موافق ہر ضلع کی اسلامی انجمنین اپنی اپنی بستیون اور شہرون مین عمل درآمد کرتین، جو تعمیلین کانفرنس کے سکرٹری سے تعلق رکھتی تھین اُنکو سکرٹری انجام دیتا اور عام مسلمان جہانتک اُنکے قبضۂ اختیار مین تھا - کانفرنس کی تجویزون کی تائید اور کانفرنس کی صلاح کے موافق اپنی اولاد کی ترقی تعلیم کا انتظام کرتے - کیونکہ کانفرنس اسکے سوا اور کچھ اختیار نہین رکھتی کہ مسلمانون کو اُنکی واقعی حالت سے اور جو تدبیر اُنکی بھلائی کے لیے

مناسب سمجھے اُس سے آگاہ کردے ۔

لیکن سوا اسکے - کہ سرسید نے جو ابتدا سے اخیر دم تک سکرٹری رہے اپنے فرائض کا پورا پورا حق ادا کیا اور اُنھین کی توجہ اور کوشش سے کانفرنس کے اجلاس برابر گیارہ برس تک ترقی روز افزون کے ساتھ ہوتے رہے - اُسکی تجویزون پر بہت ہی کم عمل درآمد ہوا ۔ سرسید ہر سال جہان کانفرنس ہوتی تھی وہان اجلاس کی تاریخون سے کئی کئی دن پہلے خود پہنچتے تھے ' وہان کی لوکل کمیٹی کو ہر قسم کے انتظام مین مدد دیتے تھے ' اُنھین کی صلاح اور مشورہ سے اجلاس کے لیے اکثر ہال کی تیاری اور ممبرون کی آسایش کا بندوبست ہوتا تھا ' وہ خود کانفرنس کی کارروائی کے قواعد اور پروگرام بناتے تھے ' ٹکٹ چھپواتے تھے ' رزولیوشن انتخاب کرتے تھے ' سال گذشتہ کا حساب اور تعمیلات کی رپورٹ کانفرنس مین پیش کرنے کے لیے تیار کرتے تھے ' کانفرس کے اجلاس کے بعد تمام کارروائی کو ایک کتاب کی صورت مین مرتب کرتے تھے ' اُسکو چھپواکر تمام ممبرون کے پاس بھیجتے تھے ' مینجنگ کمیٹی جو ہر سال کانفرنس کا مقام تجویز کرنے کے لیے مقرر ہوتی تھی ' اُس سے خط کتابت کرتے تھے ' سال بھر مین کانفرنس کے متعلق وقتاً فوقتاً اخبار مین آرٹکل چھاپتے تھے اور جب کانفرنس کا اجلاس علیگڑھ مین ہوتا (اور زیادہ تر علیگڑھ ہی مین ہوتا تھا) تو لوکل کمیٹی کے تمام فرائض خود انجام دیتے تھے ۔ اُنھون نے صرف اس غرض سے - کہ ہر ایک ضلع کی رپورٹ باقاعدہ مرتب کرایا کرے دوسرے سال کے اجلاس مین ضلع علیگڑھ کی مفصل رپورٹ بطور نمونہ کے لکھنؤ مین خود لکھکر پیش کی تھی ۔ جن رزولیوشنون کی تعمیل بحیثیت سکرٹری ہونے کے اُنکی ذات سے متعلق ہوتی رہی اُنھون نے برابر اُسکی تعمیل کی ' کبھی کسی لوکل گورنمنٹ سے ' کبھی سررشتہ تعلیم سے اور کبھی

یونیورسٹی کے رجسٹرار سے اُنکو خط کتابت کرنی پڑتی تھی اور تمام خط کتابت کا خلاصہ اور اُسکا نتیجہ کانفرنس کے دوسرے اجلاس مین پیش کرنا ہوتا تھا۔ باوجود ان تمام باتون کے وہ خود بھی اور ممبرون کی طرح اکثر رزولیوشن پیش کرتے اور اُنپر لمبی لمبی اسپیچین دیتے تھے۔ اسکے سوا اور بھی بہت سے کام کانفرنس کے متعلق اُنکو انجام کرنے پڑتے تھے جیساکہ کانفرنس کے گذشتہ جلسون کی رپورٹون سے ظاہر ہوتا ہے۔ البتہ جہان جہان کانفرنس کے اجلاس ہوے وہان کی لوکل کمیٹیون نے بھی چندہ کی فراہمی اور ممبرون کی مدارات اور اُنکی آسایش وخورونوش کا انتظام نہایت فیاضی اور کوشش وجانفشانی سے کیا مگر جہان کانفرنس کا جلسہ ختم ہوا پھر سال بھر تک کسی کو اُسکا خیال تک نہین آتا تھا۔

کانفرنس مین بہت سے رزولیوشن ایسے پاس ہوے ہین کہ اگر اُنکے موافق عمل درآمد ہوتا تو قوم کو بہت فائدہ پہنچنے کی امید تھی؛ مثلاً قرآن مجید کی تعلیم کو ترقی دینا، مسلمانون کے اوقاف کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلانا، تمام شہرون اور قصبون مین مقاصد کانفرنس کی تائید کے لیے کمیٹیان قائم کرنی اور اسلامی انجمنون سے اُسکی تائید کی خواہش کرنی، تمام اسلامی انجمنون کا اس باب مین کوشش کرنا کہ مسلمان طلبہ کی وظیفون سے امداد کیجائے، سرکاری مدرسون مین مسلمانون کو مذہبی تعلیم کا موقع دینے کی گورنمنٹ سے درخوست کرنی، تعلیم نسوان کے لیے مذہب اسلام اور طریقۂ شرفای اہل سلام کے موافق مدرسے جاری کرنے، یوروپ کے مؤرخون نے جو غلط الزام مسلمانون پر لگائے ہین اُنکی غلطیان دور کرنے کے لیے رسائل لکھے جانے؛ مسلمان بادشاہون کے قدیم فرامین جمع کرکے اُنکو محفوظ رکھنے کے لیے چھپوانا، صاف اور سلیس

اردو مین اخلاقی رسالے اور کتابین لکھی جاتی جو لڑکون کی تعلیم مین کام آسکین، مسلمانون کی قدیم اور مستند کتابون کا۔ جو کہ اب نادر الوجود ہین۔ پتا لگانا اور تا بمقدور انکو بہم پہنچانا، اس بات کی تحقیقات کرنی کہ جو علوم مسلمانون نے یونان وغیرہ ملکون سے حاصل کیے تھے اُنپر کس قدر اضافہ انھون نے خود کیا ہے وغیرہ وغیرہ. مگر افسوس ہے کہ اُنمین سے کسی تجویز پر الا ماشاءاللہ کوئی معتدبہ توجہ قوم یا قومی انجمنون کی طرف سے نہین ہوئی.

باایںہمہ کانفرنس سے جو نتائج بالذات یا بالعرض پیدا ہوے وہ بھی امید اور توقع سے زیادہ تھے. سب سے بڑا فائدہ جو اس مجلس کے انعقاد سے ہوا وہ یہ تھا کہ ہر سال مسلمانون کی ایک جماعت کثیر جسکی تعداد بعض اجلاسون مین ہزار ہزار سے متجاوز ہو گئی۔ نہ کسی سیر اور تماشے کی غرض سے، نہ کسی حاکم کے حکم سے اور نہ کسی ذاتی منفعت کے لیے بلکہ محض اس خیال سے کہ جو مجمع قوم کی بھلائی کے ارادہ سے ہوتا ہے اُسمین شریک ہون؛ دور و دراز سفر کی تکلیف اور آمد و رفت کا خرچ برداشت کر کے کانفرنس کے جلسون مین شریک ہوتے تھے، ایک دوسرے سے ملتے تھے، ایک جگہ کھانا کھاتے تھے، ایک جگہ رہتے تھے، قومی معاملات پر گفتگو کرتے تھے، ہنستے تھے، بولتے تھے، انجانون مین تعارف پیدا ہوتا تھا، دوستون مین خلوص بڑھتا تھا، اور اسطرح ایک مردہ اور پراگندہ قوم کے اجزا مین روز بروز التیام پیدا ہوتا جاتا تھا. اسکے سوا جب سے کانفرنس قائم ہوئی مسلمانون مین علی العموم تعلیم کا خیال زیادہ ہو گیا. خصوصاً جس شہر مین کانفرنس کا اجلاس ہوتا تھا وہان کے باشندون پر بالخصوص اُسکا اور بھی زیادہ اثر پڑتا تھا. اسکے علاوہ صرف کانفرنس کی بدولت گذشتہ برسون مین غریب مسلمان طلبہ کی امداد بہت زیادہ ہوتی رہی. کئی سال تک خود کانفرنس کے

چندہ مین سے بعد منہائی اخراجات کے جسقدر روپیہ بچا وہ وظائف مین صرف ہوتا رہا۔ نیز پنجاب کی اکثر اسلامی انجمنون نے کانفرنس کی صلاح سے بہت سے طالب علمون کی امداد کی۔ کانفرنس ہی کی تحریک یا اقتضا سے بہت سے عمدہ اور نہایت عمدہ رسالے، مضامین، اور لکچر ایسے تیار ہوگئے جنسے اُردو لٹریچر مین ایک معقول اضافہ ہوا ہے جیسے مسلمانون کی گذشتہ تعلیم، الجزیہ، مضمون کتب خانۂ اسکندریہ، حقوق الذمیین، مسلمانون کی ترقی و تنزل کے اسباب، ابوریحان بیرونی کی لائف، کتاب کلیلہ دمنہ کے تاریخی حالات، اشاعت اسلام بلا استعانت حسام، شمس العلما مولانا نذیر احمد اور نواب محسن الملک اور آنریبل سید محمود کے لکچر اور اسپیچین وغیرہ وغیرہ۔ ایک اور ضمنی فائدہ کانفرنس سے یہ ہوا کہ پبلک اسپیکنگ کی لیاقت مین کانفرنس کے مباحثون سے بہت ترقی ہوگئی جن لوگون کی طبیعت مین اسکی خداداد قابلیت موجود تھی۔ مگر اُسکے ظاہر ہونے کا کوئی موقع نہ تھا اُنکو کانفرنس مین گفتگو کرنے کا موقع ملتا تھا اور اُنکا ایک مخفی جوہر ظاہر ہوتا تھا اور چونکہ ممبرون کی تمام اسپیچین کانفرنس کی روئداد مین ہر سال چھپتی تھین اس سے اُردو لٹریچر مین ایک اور بکار آمد اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ اسی کانفرنس کی تحریک سے الہ آباد یونیورسٹی نے "کاکس ہسٹری" کو جسمین مسلمانون کی توہین کے مضامین مندرج تھے۔ ہائی اسکولون کے کورس سے خارج کیا؛ اور جب کہ یونیورسٹی مین نہایت زور شور سے اس بات کی تحریک ہوئی کہ فارسی زبان یونیورسٹی کی تعلیم سے خارج کیجائے تو اسی کانفرنس کے ذریعہ سے یونیورسٹی کو مسلمانون کی ایک باوقعت جماعت کے خیالات سے مطلع ہونے کا موقع ملا اور اُسکو معلوم ہوگیا کہ اگر فارسی زبان یونیورسٹی کے کورس سے خارج کیجائیگی تو اُس سے مسلمانون کی دلشکنی ہی نہوگی بلکہ ہندوستان کی تہذیب، اُسکے

علم مجلس اور اُسکی ملکی زبان یعنی اُردو کو سخت صدمہ پہنچیگا۔ نیز کانفرنس ہی کی تجویز کے موافق نواب وقار الملک کو گورنمنٹ مین اس بات کی تحریک کرنے کی جرأت ہوئی کہ سرکاری مدارس مین مسلمانون کی مذہبی تعلیم کی اجازت دیجائے۔ چنانچہ گورنمنٹ اضلاع شمال مغرب نے بعض شرائط پر اُسکی اجازت دیدی جسکا شکریہ گیارھوین اجلاس مین ادا کیا گیا۔

سب سے عمدہ اور نتیجہ خیز تجویز جو کانفرنس کے اجلاس واقع ۱۸۹۲ء مین بمقام دہلی مسٹر تھیوڈور بک پرنسپل علیگڑھ محمدن کالج نے پیش کی تھی وہ تعلیمی مردم شماری کی تجویز تھی؛ یعنی یہ کہ ہندوستان مین جو مسلمان اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم نہین دلواتے اُنکا اندازہ کیا جائے کہ وہ کس قدر ہین؟ اور کیون وہ اپنی اولاد کو تعلیم نہین دلواتے؟ آیا مذہبی خیالات سے، یا اس وجہ سے کہ تعلیم کے اخراجات کا مقدور نہین رکھتے، یا محض اپنی بے پروائی اور سہل انگاری کے سبب؟ اور جنکی نسبت تیسری وجہ معلوم ہو اُنکو اولاد کی تعلیم پر متوجہ کیا جائے، انسے اس غرض کے لیے خط کتابت کیجائے اور اُنکے سمجھانے کے لیے لائق آدمی بھیجے جائین۔ چنانچہ اس تجویز مین مسٹر بک کی توجہ سے بہت کامیابی ہوئی ہے اور اگر اسی طرح کوشش برابر جاری رہے تو اُس سے عمدہ نتیجے پیدا ہونے کی امید ہے۔

اسی طرح کے اور بھی بہت سے فائدے ہین جو کانفرنس کے نتائج مین شمار ہو سکتے ہین مگر ایسے مجمعون کے مفید یا غیر مفید ہونے کا اندازہ ان باتون سے نہین ہوتا بلکہ صرف اس بات سے ہوتا ہے کہ قوم اُسکو برابر ترقی روز افزون کے ساتھ قائم رکھ سکتی ہے یا نہین؟ اگر قوم مین اُسکے تھامنے اور ترقی دینے کا حوصلہ پایا جاتا ہے تو اُسکی نسبت نہایت وثوق کے ساتھ پیشین گوئی

کیجاسکتی ہے کہ وہ مسلمانون کی قوم مین جان ڈالنے والی اور اُنکو قومیت کے درجہ تک پہنچانے والی ہوگی۔ لیکن اگر اُسکا مدار کسی خاص شخص کی ذات پر ہو تو اُسکا عدم اور وجود برابر ہے کیونکہ اس قسم کے سالانہ جلسون کے نتائج - اُن ملکون مین بھی جو صدیون سے اُنکے عادی چلے آتے ہین اور اُنسے بے شمار فائدے اُٹھا چکے ہین - مدت دراز کے بعد ظہور مین آتے ہین؛ پس ہندوستان جیسے ملک مین جہان محض یوروپ کی تقلید سے ایسی مجلسین انعقاد پاتی ہین، جہان نہ قومی بندش ہے نہ علمی طاقت اور جہان قومی مجلسین پبلک پر کسی قسم کا رعب وداب نہین رکھتین - یہ امید رکھنی فضول ہے کہ کوئی کانفرنس یا کانگرس قوم کو چند سال مین کوئی معتدبہ فائدہ پہنچا سکے۔ جو لوگ کانفرنس پر یہ اعتراض کرتے ہین کہ اُسنے آج تک کوئی کارنمایان نہین کیا وہ گویا اُسکو کمھار کا آوا سمجھتے ہین جسمین برتن بہت جلد پک کر تیار ہو جاتے ہین لیکن درحقیقت وہ کمھار کا آوا نہین بلکہ چینی کا خمیر ہے جسکے تیار ہونے کا سالہای دراز تک انتظار کرنا چاہیے۔

اگرچہ سال گذشتہ مین جو سرسید کی افسردہ دلی کے سبب کانفرنس کا اجلاس منعقد نہو سکا اس سے بہت بڑی مایوسی ہوگئی تھی اور لوگون کو یقین ہوگیا تھا کہ سرسید کے بعد کانفرنس کا قائم رہنا مشکل ہے لیکن سرسید کی وفات کے بعد جو غیر معمولی جوش مسلمانون مین اُٹھا ہے اُس سے کانفرنس مین پھر جان پڑتی نظر آتی ہے۔ نواب محسن الملک نے سرسید کی زندگی ہی مین کئی سال سے کانفرنس کی ترقی پر کوشش کرنی شروع کردی تھی خصوصاً ۱۸۹۶ء مین - جیسا کہ گیارھوین اجلاس کی ریورٹ مین مفصل مذکور ہے - جو کوشش اور جانفشانی اُنھون نے کانفرنس کی اصلاح اور ترقی مین کی وہ گذشتہ دس سال مین کبھی کسی سے بن نہین آئی تھی - اور اب بھی جس سرگرمی کے ساتھ کہ وہ محمڈن کالج کی

ترقی پر متوجہ ہوئے ہین اُسی طرح اُنھون نے کانفرنس کی طرف توجہ کی ہے ۔ چنانچہ اِس سال زندہ دلان پنجاب نے کانفرنس کو لاہور مین مدعو کیا ہے جس سے اس بات کی امید بندھی ہے کہ مسلمان اس قومی میلے کو ہمیشہ برقرار رکھنا چاہتے ہین ۔

سول سروس کمیشن کی ممبری

۱۸۸۷ء مین سرسید کو لارڈ ڈفرن نے سول سروس کمیشن کی ممبری کے لیے انتخاب کیا ۔ اس کمیشن مین سرسید کے سوا کوئی ہندوستانی ممبر ایسا نہ تھا جو انگریزی کی اعلےٰ درجہ کی لیاقت نہ رکھتا ہو ۔ صرف سرسید ہی ایک ایسے ممبر تھے جو انگریزی مین - سوا اسکے کہ اپنا نام لکھ سکتے تھے ، یا بقدرِ ضرورت انگریزی سمجھ سکتے تھے ، اور ٹوٹی پھوٹی انگریزی مین معمولی بات چیت کر سکتے تھے - اَور کچھ نہ جانتے تھے ۔ باوجود اسکے - جیسا کہ سنا گیا ہے - ممبری کمیشن کے فرائض اُنھون نے نہایت عمدگی سے ادا کیے ۔ جسطرح ویسریگل کونسل کی ممبری مین اُنھونے ہر ایک قانون پر - جو اُنکی موجودگی مین پیش ہوا - بڑی بڑی لیگل اسپیچین کین اور قانونی لیاقت کا بہت بڑا ثبوت دیا اسی طرح سول سروس کمیشن مین تمام سوالات پر جو کمیشن کے زیر بحث تھے نہایت قابلیت کے ساتھ بحث کی ۔

افسوس ہے کہ کمیشن مذکور کی رپورٹ مین ممبرون کے مباحثے اور اُنکی اسپیچین جنسے ہر ایک سوال کے متعلق ہر ایک ممبر کی رائے معلوم ہو - بالکل درج نہین کی گئین اور اسلیے ہمارے پاس کوئی ذریعہ معلومات کا ایسا نہین جس سے سرسید کی کارگزاری اور اُنکی رایون کا - جو کمیشن مین اُنھون نے ظاہر کین - سراغ لگ سکے ۔ صرف ایک خط سرسید کا - جو راقم کے خط کے جواب مین اُنھون نے اسی امر کے متعلق لکھا تھا - موجود ہے ؛ اُسمین سے چند سطرین جو اس مقام کے مناسب ہین

نقل کیجاتی ہین ۔ وہ لکھتے ہین

"سول سروس کمیشن کا حال دریافت کرنے کے لیے جو آپ رپورٹ طلب کرتے ہین اُس سے آپ کو کچھ فائدہ نہوگا ۔ اُسمین بجز اسکے کہ کثرتِ رای فلان امر کی طرف ہوئی اَور کچھ نہین ہے ؛ یہان تک کہ اُن ممبرون کا جنکی رای مخالف یا موافق تھی ۔ نام بھی ظاہر نہین کیا گیا ۔ اگر آپ کو میری نسبت کچھ لکھنا ہے تو اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ پبلک سروس کمیشن مین مَین اس بات پر ساعی تھا کہ سٹیٹیوٹری سول سروس جو جاری ہے اور جس سے ہندوستانیون کا انتخاب یوروپین کے عہدون پر ہوتا ہے وہ منسوخ نہو؛ اور جو قواعد اُسکی نسبت گورنمنٹ سے جاری ہوے ہین اگر ضرورت ہو تو اُن مین کچھ اصلاح کیجائے ۔ کثرت راے اسکے برخلاف تھی اور وہ یہ چاہتے تھے کہ قانون مذکور منسوخ ہو اور اُسکی جگہ دوسرا قانون پارلیمنٹ سے جاری ہو اور اُسمین جدید قواعد مرتب کیے جائین ۔ اسی کثرت راے کے مطابق یہان سے رپورٹ گئی ۔ مگر ولایت مین یہ تجویز ہوئی کہ سٹیٹیوٹری سول سروس کے قانون کو منسوخ کرنا ضرور نہین اور جدید قانون کے بھی جاری کرنے کی حاجت نہین ۔ مگر ولایت سے ۔ اُسی تجویز کے مطابق جو کہ کثرت راے سے جدید قانون بنانے کے لیے لکھی گئی تھی ۔ کچھ قواعد بنکر آئے جنکے بموجب اب عمل درآمد ہے اور جنکو مین پسند نہین کرتا ۔ زیادہ تفصیل اسکی بغیر آپ کی ملاقات کے بیان نہین ہوسکتی"

سرسید کا یہ خط ۲۲- نومبر ۱۸۹۵ء کا لکھا ہوا ہے ۔ اگرچہ اس خط کے آنے کے بعد کئی دفعہ اُنسے ملنے کا اتفاق ہوا مگر اس خیال سے ۔ کہ جب کمیشن مذکور کی ممبری کا حال لکھنے کا وقت آئیگا اُسوقت اُسکی مفصل کیفیت دریافت کریجائیگی ۔ اُنسے زیادہ تفصیل نہین پوچھی گئی ۔ کیا خبر تھی کہ جب پوچھنے کا وقت ہوگا اُسوقت وہ دنیا مین نہ ہونگے ۔ لاچار اسی مختصر بیان پر اکتفا کیا گیا ۔

کانگرس کی مخالفت انڈین نیشنل

سرسید کی لائف مین کانگرس کی مخالفت کرنا ایک ایسا واقعہ ہے جسکا اثر ہندوستان سے

لیکر انگلستان تک ایک نہایت تعجب انگیز صورت مین اور مختلف قومون پر مختلف طور سے ظاہر ہوا ہے؛ اسلیے ہم اس واقعہ کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرینگے ۔

می ۱۸۷۷ء مین بابو سرندر وناتھ بنیرجی نے ہندوستان کے اکثر حصون مین اس غرض سے دورہ کیا تھا کہ ہندوستان کی تعلیم یافتہ جماعتون کو اس بات کی طرف متوجہ کیا جائے کہ سول سروس کے امیدوارون کی عمر جو ۲۱ برس سے گھٹا کر ۱۹ برس کی قرار دی گئی ہے اُسکی بابت گورنمنٹ سے درخواست کرین کہ ۲۱ برس کی عمر کا قاعدہ جو امتحان مذکور کے لیے پہلے مقرر تھا وہی اب پھر جاری کیا جائے ؛ اور تمام ہندوستانی ملکر ایک فنڈ بنام نیشنل فنڈ جمع کرین تاکہ جب کبھی اُنکو گورنمنٹ ہنڈ یا گورنمنٹ انگلستان مین کوئی درخواست یا شکایت پیش کرنے کی ضرورت ہو اُس فنڈ کی آمدنی مین سے خرچ کیا کرین ۔

اس دورہ مین اُنھون نے ایک مقام علیگڑھ مین بھی کیا تھا اور جو جلسہ اس مقصد کے لیے علیگڑھ مین ہوا تھا اُسمین سرسید صدر انجمن تھے ۔ نیز جو درخواست سول سروس کی عمر بڑھانیکے لیے ولایت بھیجی گئی تھی اُسکے بھیجنے مین بھی سرسید شریک تھے ۔

غالبًا اسی سنہ مین بنگالیون نے کلکتہ مین ایک انجمن قائم کی جسکا نام اول بنگال نیشنل لیگ رکھا گیا تھا اور جسکا مقصد مختصر لفظون مین یہ تھا کہ گورنمنٹ نے جن حقوق کے دینے کا ہندوستانیون سے وعدہ کیا ہے اُنکا مطالبہ کیا جائے ۔ ۱۸۷۸ء کے شروع مین نیشنل لیگ کی طرف سے انگریزی مین ایک گمنام پمفلٹ شایع ہوا جسکا نام دی سٹار اِن دِی ایسٹ یعنی ستارہ شرقی تھا ۔ اس پمفلٹ کے شروع مین جو چند انگریزی اشعار تھے اُنکا یہ مضمون تھا

"اے آسمان! کیا امید اور انصاف مرگئے؟ کیا کوئی نیا دن کبھی نمودار نہو گا؟ آہ اے بچو کیا تمھاری ماں (ہندوستان) ہمیشہ اسی طرح عبث متنّون پر متنّین کیے جائیگی؟ ایک ستارہ (نیشنل لیگ) مشرق کے شفاف افق پر چمک رہا ہے؛ اور (اے ہندوستان) تیرے بچے جو جادو کے زور سے ایک مدت سے سوتے پڑے خواب دیکھ رہے تھے تیری جگانے کی آواز اُنکے کان تک پہنچ گئی ہے"

پھر اُنھیں دنون مین ایک رسالہ بطور سوال و جواب کے اور ایک اور رسالہ جسمین مولوی فریدالدین اور رام بخش دو فرضی شخصون کا مکالمہ چھپا تھا شایع ہوے۔ ان تینون رسالونکی پچاس ہزار جلدین ہندوستان کی بارہ زبانون مین ترجمہ ہوکر ہندوستان کے تمام اطراف و جوانب مین مشتہر کی گئین۔ ازان جملہ اُسکا ایک ترجمہ اُردو مین بھی شایع ہوا تھا جسمین گورنمنٹ کی بے انصافی اور موجودہ طریقۂ انتظام کی بُرائی ایسے طور پر ظاہر کی گئی تھی جس سے خاصکر جاہل اور ناعاقبت اندیش لوگون کے دل پر بُرا اثر ہوتا تھا اور گورنمنٹ کی طرف سے غلط خیالات پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ انھین رسالون کی نسبت لارڈ ڈفرن نے ایک اسپیچ مین کہا تھا کہ "کانگرس کے ممبر لاکھون ناواقف اور زود اعتقاد شخصون کے درمیان اُن رسالون کے تقسیم کرنے کے جوابدہ ہوے جو نہایت مشتبہ نیت کے ساتھ لکھے گئے تھے اور جنکا مقصد صریح سرکاری افسرون کے برخلاف لوگون کی عداوت کا برانگیختہ کرنا تھا" اسی طرح اُنھون نے ولایت جانے سے پہلے اہل کلکتہ کے الوداعی ایڈریس کے جواب مین بنگالی اخبار نویسون کی نسبت کہا تھا کہ "گورنمنٹ کے برخلاف رعایا کے بھڑکانے کے لیے کوشش مت کرو جیساکہ تیس برس کا عرصہ ہوا اسی قسم کی غلط بیانیان زبردست باعث اس بات کا ہوئین کہ اس ملک مین خون کی ندیان بہنے لگین"

۱۸۸۸ء کے شروع مین جب کہ سرسید سول سروس کمیشن کے ساتھ لاہور گئے تھے اُن اشعار کے

مضمون پر جو ستارۂ شرقی کے شروع مین چھپے تھے بہت سے مسلمانون کے مجمع مین خود راقم کے سامنے نہایت افسوس کرتے تھے اور بنگالیون کے ساتھ شریک ہونے کو مسلمانون کے حق مین مضر بتاتے تھے۔ پھر جب مولوی فریدالدین اور رام بخش کا مکالمہ مشتہر ہوا اور اُنھون نے دیکھا کہ اُسمین ایک فرضی نام مسلمان مولوی کا ہے اُنکو زیادہ خوف ہوا کہ مبادا مسلمان جو پہلے ہی سے بدنام ہین اس مجمع مین شریک ہوجائین۔

ہم یہ ہرگز نہین کہتے کہ یہ رسالے فی الواقع بدنیتی سے اور ہندوستان مین بغاوت پھیلانے کی غرض سے لکھے گئے تھے؛ مگر اسمین شک نہین کہ سرسید کا خوف بالکل بجا تھا۔ اُنھون نے ۵۷ء کے واقعات صرف آنکھ ہی سے نہین دیکھے تھے بلکہ خود اُنکو بھگتا تھا اور جو مصائب انگریزون اور ہندوستانیون پر گذرے اُنمین وہ خود اور اُنکے اکثر عزیز اور رشتہ دار شریک تھے۔ کلکتہ اور بمبئی مین جس آگ کا دُھوان تک نہین پہنچا تھا وہ خود سرسید کے گھر مین لگی ہوئی تھی۔ وہ خوب جانتے تھے اور اپنی کتاب اسباب بغاوت مین بدلائل ثابت کرچکے تھے کہ ۵۷ء کی بغاوت جسنے ہزارون مسلمان خاندانون کو تباہ کردیا وہ محض غلط فہمیون کا نتیجہ تھا؛ نہ کسی ملکی سازش یا پولٹکل نفرت کا۔ پس گو یہ رسالے بُری نیت سے نہ لکھے گئے ہون مگر نہایت قرین قیاس تھا کہ جاہل اور ناواقف لوگ اُنکا مضمون سنکر گمراہ ہوجائین؛ یا گورنمنٹ اُنکو بغاوت کی ایک تحریک سمجھے۔

سرسید تیس برس سے جیسا کہ اُنکی لائف علی الاعلان شہادت دیتی ہے برابر کوشش کر رہے تھے کہ انگریزون اور مسلمانون مین موانست اور دوستی پیدا ہو اور دونو قومون کو ایک دوسرے پر زیادہ بھروسا اور زیادہ اعتماد ہو۔ اسلیے اُنسے زیادہ کسی کو اس بات کا خیال نہین ہوسکتا تھا کہ مسلمان

کہین پھر انگریزون کی بدگمانی کا نشانہ نہ بن جائین ۔ وہ غدر مین یہ تماشا اپنی آنکھ سے دیکھ چکے تھے کہ کارتوس کی مخالفت جو بغاوت کی بنیاد تھی ہندوٗون سے شروع ہوئی اور مسلمانون پر تھپ گئی. اُنکو اب بھی یہی خوف تھا کہ جو چیز بنگالیون کی لبرٹی سمجھی جاتی ہے وہ مسلمانون مین آکر میوٹنی نہ بن جائے. چنانچہ گورنر مدارس نے صاف ایک اسپیچ مین کہا تھا کہ "عقاب چڑیون کی چاین چاین کی کچھ پروا نہین کرتا . لیکن اگر باز یا جُرّہ اُسکے آگے چون بھی کرتا ہے تو فوراً اُسکی گردن توڑ ڈالتا ہے" وہ خوب جانتے تھے کہ مسلمان اور ہندوستان کی اکثر قومین عموماً تعلیم کے لحاظ سے نہایت پست حالت مین ہین اور آزادی کے مفہوم اور برٹش حکومت کے اصول سے محض بے خبر؛ اُنمین غالب حصّہ اُن لوگون کا ہے جنکے نزدیک تمام ملک کا متفق ہوکر گورنمنٹ کے انتظام پر نکتہ چینی کرنا اور ایجیٹیشن پھیلانا بعینہ ایسا ہے جیسے سلطنت سے بغاوت اختیار کرنا؛ پس اُنکی اور خاص کر مسلمانون کی خیر اسی مین ہے کہ وہ تعلیم یافتہ لوگون کے ایجیٹیشن سے بالکل علیحدہ رہین اور ایسی ہدایتون سے جو ناواقفون کی گمراہ کرنے والی ہون اپنے کان بند کرلین ۔ اُنکو یقین تھا کہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت نے ہندوستانیون کے اعتبار کو سو برس پیچھے ہٹا دیا ہے ۔ وہ کہتے تھے کہ "اگر یہ واقعہ ظہور مین نہ آتا تو آج ہمارے سیکڑون جوان والنٹر ہوتے، ایکٹ اسلحہ کبھی وجود مین نہ آتا اور ہم مین بہت سے لوگ فوج کے کپتان اور کرنیل و جرنیل نظر آتے"؛ پس اس بات کا خوف کرنا کچھ بے جا نہ تھا کہ مبادا جو صفائی اور اعتبار ہندوستانیون نے تیس برس مین از سرِ نو حاصل کیا ہے یا کرتے جاتے ہین وہ پھر اُسی بے اعتباری کے ساتھ بدل جائے جو تیس برس پہلے گورنمنٹ کو اُنکی طرف سے ہوگئی تھی.

باوجود ان تمام باتون کے سر سید نے علے الاعلان کانگرس کی مخالفت ظاہر کرنے مین

جلدی نہین کی ۔ وہ ابتدا سے ہندو مسلمانون مین قومی اتحاد اور سوشل یگانگت پیدا کرنیکے خواہشمند تھے ۔ اُنھون نے ملکی معاملات مین ہندوون سے کبھی مغایرت کا خیال نہین کیا ۔ ملازمت کے زمانہ مین اُنکا برتاؤ ہندو مسلمانون کے ساتھہ ہمیشہ یکسان رہا ۔ ایام غدر مین بجنور کے ہندو رئیسون نے خود درخواست کر کے ضلع کا انتظام اُنکے سپرد کرایا ۔ سائنٹفک سوسائٹی کے قائم کرنے سے اُنکا اصل مقصد یہ تھا کہ ہندو مسلمانون اور انگریزون مین میل جول اور اتحاد کو زیادہ ترقی ہو اگرچہ ۱۸۶۷ع مین جب کہ شمال مغربی اضلاع کی اکثر ہندو سبھاؤن اور انجمنون نے اُردو زبان اور فارسی حرفون کے برخلاف نہایت سخت کوشش کی تھی سرسید کی طبیعت ہندوون کی طرف سے کھٹک گئی تھی ؛ اور اُنکو یہ امید نہ رہی تھی کہ ہندو مسلمان مثل ایک قوم کے مل جلکر کوئی کام کرینگے ؛ اسکے سوا بنگالی اخبارونکی نکتہ چینیان اور اعتراضات جو کہ وہ ہمیشہ گورنمنٹ کی اُن جزوی رعایتون پر کرتے رہتے ہین جو کبھی کبھی مسلمانون کے ساتھہ اُنکی حالت کے لحاظ سے کی جاتی ہین اور اُنکی وہ مخالفانہ اور دلشکن تحریرین جو مسلمانون کے برخلاف اُنمین ہمیشہ چھپتی رہی ہین ؛ اور بھی مایوس کرنے والی تھین ؛ مگر پھر بھی جہانتک ممکن تھا وہ دونون قومون مین اتحاد قائم رکھنے کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے ۔ اُنھون نے بارہا اپنے پبلک اسپیچون مین ظاہر کیا ہے کہ ہندو مسلمانون کی بھلائی اسی مین ہے کہ وہ سب اپنے تئین ایک قوم سمجھین اور کوئی کام ایسا نہ کرین جس سے مغائرت پائی جائے ۔ یہانتک کہ گای کی قربانی کی نسبت جیسا کہ اُنھون نے ایک آرٹکل مین ظاہر کیا تھا ۔ ہمیشہ اُنکی یہ راے رہی ہے کہ اگر ہم مین اور ہندوون مین دوستی قائم رہے تو یہ دوستی ہمارے لیے گای کی قربانی سے بہت زیادہ بہتر ہے اور مسلمانون کا اس پر اصرار کرنا محض جہالت کی بات ہے ۔ محمڈن کالج علیگڑھ مین اُنھون نے کوئی قاعدہ ایسا

نہین رکھا جس سے مسلمان طالب علمون کی ہندوون پر ترجیح لازم آئے چنانچہ ابتک تقریبًا دوسو ہندو طالب علم اس کالج سے مختلف امتحانون مین کامیاب ہو چکے ہین ۔

پس اگرچہ وہ کانگرس کے طریق عمل کو ناپسند کرتے تھے مگر اس خیال سے ۔ کہ دونو قومون مین زیادہ اختلاف نہ پیدا ہو جائے ۔ دو برس تک اُنھون نے کانگرس کے برخلاف کوئی کارروائی نہین کی بلکہ نہایت صبر و خاموشی کے ساتھ اس بات کے منتظر رہے کہ کانگرس مین کیسی تجویزین پیش ہوتی ہین اور کس قسم کے حقوق وہ گورنمنٹ سے طلب کرتے ہین ؟ یہانتک کہ کانگرس کی رپوٹین شایع ہوئین اور اُسکے مقاصد اُنکو معلوم ہوے تو اُنکو پختہ یقین ہو گیا کہ اگر بالفرض کانگرس کی کارروائیون پر گورنمنٹ کو کچھ اعتراض نہو اور اُسکے مطالبے بھی سراسر ادب اور تہذیب کے ساتھ ہون تو بھی مسلمانون کا اور اُن تمام قومون کا جو تعلیم کے لحاظ سے نہایت پست حالت مین ہین کانگرس مین شریک ہونا اور اُسکی تائید کرنا کسی طرح مناسب نہین ۔ اُنھون نے خیال کیا کہ کانگرس کے اصلی اور مقدم مقاصد ایسے ہین کہ اگر وہ پورے ہو جائین تو مسلمانون کی پولٹکل حالت کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے ؛ مثلاً مقابلہ کا امتحان جو متعہد عہدون کے لیے ولایت مین ہوتا ہے اُسکا ہندوستان مین ہونا ، یا تمام غیر متعہد عہدون کا مقابلہ کے امتحان کے ساتھ مشروط ہونا ، یا لیجسلیٹو کونسل مین رعایا کی طرف سے اور رعایا کے انتخاب سے ممبرونکا مقرر ہونا وغیرہ وغیرہ ۔ پھر اسی کے ساتھ اُنکو معلوم ہوا کہ مدراس مین جو عنقریب کانگرس کا اجلاس ہونے والا ہے اُسمین بعض تعلیم یافتہ نوجوان مسلمان بھی شریک ہونے کا ارادہ رکھتے ہین ۔ اسلیے اُنکو ضروری معلوم ہوا کہ مسلمانون کو اُن نتائج سے آگاہ کر دین جو اُنکے نزدیک کانگرس کی شرکت سے مسلمانون کے حق مین پیدا ہونے والے تھے ۔

۲۸- دسمبر ۱۸۸۷ء کو جب کہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا دوسرا جلاس لکھنو مین اور کانگریس کا تیسرا اجلاس مدراس مین ہو رہا تھا مسلمانون کے عام جلسہ مین سرسید نے انڈین نیشنل کانگریس کے خلاف ایک نہایت مفصل اور پُر زور لکچر دیا جو اُنکی اسپیچون کے مجموعہ مین چھپ گیا ہے اور اسلیے اُسکے اعادہ کی یہان ضرورت نہین ہے ۔ مگر جو بحث کہ اُسمین کونسل کے الکشن اور امتحان مقابلہ پر کی گئی ہے اسکا لُبِّ لباب ہم اس مقام پر لکھتے ہین ۔ کونسل کے الکشن کے متعلق اُنکی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ "اگر کونسل کے ممبر انتخاب سے مقرر ہون تو کسی طرح مسلمانون کی تعداد ہندؤون کے برابر نہین ہو سکتی؛ کیونکہ ہندؤون کی تعداد ہندوستان مین بمقابلہ مسلمانون کے چوگنی ہے؛ پس جو طریقہ انتخاب کا قرار دیا جائیگا اُس سے اگر ایک مسلمان ممبر ہوگا تو چار ہندو ہونگے ۔ اور اگر بفرض محال کوئی ایسا قاعدہ رکھا جائے جسکے رو سے ہندو اور مسلمان دونو قومون کے ممبر برابر رہین تو موجودہ حالت مین ایک مسلمان بھی ایسا نہ نکلیگا جو ویسرائے کی کونسل مین بمقابلہ ہندؤون کے کام کرنیکے قابل ہو" اس موقع پر اُنھون نے صاف یہ بات کہی کہ مین نے کونسل مین چار برس کام کیا ہے مگر ہمیشہ یہ سمجھا ہے کہ مجھ سا ذلیل اور نالائق اور مجھسے بدتر کوئی ممبر نہین ہو سکتا" اسکے بعد جو تقریر اُنھون نے کی ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ "اگر بالفرض کوئی ایسا مسلمان نکل بھی آئے تو ہرگز یہ امید نہین کہ وہ اپنے کاروبار چھوڑکر، سفر کی تکلیف گوارا کرکے، تمام اخراجات جو ایک ممبر کونسل کے لیے زیبا ہین اپنے پاس سے برداشت کرکے یا قوم سے چندہ کرکے کلکتہ اور شملہ مین حاضر رہیگا" مقابلہ کے امتحان کی نسبت اُنکی تمام تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ "اس امتحان کے لیے ہمارا ملک تیار نہین ہے ۔ انگلستان مین مقابلہ کا امتحان ہر شخص ڈیوک سے لیکر ایک ادنے درزی کے بیٹے تک دے سکتا ہے ۔ چنانچہ جو لوگ ولایت سے مقابلہ کا امتحان دیکر یہان آتے ہین اُنمین اعلے سے اعلے اور ادنے سے ادنے خاندان کے لوگ ہوتے ہین ۔ مگر یہ لوگ جو انگلستان سے حاکم مقرر ہوکر آتے ہین

وہ ہماری نظر سے اتنی دور ہین کہ ہم نہین جانتے کہ وہ کسی لارڈ کے بیٹے ہین یا درزی کے۔ اسلیے یہ امر کہ ہم پر ایک ادنے حکومت کر رہا ہے ہماری آنکھ سے چھپا رہتا ہے۔ مگر ہندوستان کا حال اسکے برخلاف ہے؛ ہندوستان کی شریف قومین اپنے ملک کے ایک ادنے درجہ کے شخص کو جسکی جڑ بنیاد سے وہ واقف ہین کبھی اپنی جان اور مال پر حاکم ہونا پسند نہ کرینگی۔ اسکے سوا مقابلہ کا امتحان اُس ملک مین ہو سکتا ہے جہان اعلے سے لیکر ادنے تک سب ایک قوم کے آدمی ہون یا مختلف قومین بسبب تعلیم و تربیت کے مل جُلکر ایک ہو گئی ہون۔ مگر ہندوستان مین جہان مختلف قومین آباد ہین اور ایک قوم دوسری قوم سے بالکل الگ ہے کسی طرح مقابلہ کا امتحان قرین مصلحت نہین۔ پھر تعلیم و تربیت کے لحاظ سے ہندوستانیون کی حالت اسقدر مختلف اور متفاوت ہے کہ بہت سی قومین جیسے مسلمان، راجپوت، سکھ اور جاٹ وغیرہ موجودہ حالت مین کبھی مقابلہ کے امتحان سے فائدہ نہین اُٹھا سکتے۔ بلکہ ہندوستان کی کوئی قوم بنگالیون کا مقابلہ نہین کر سکتی۔ پس اگر ہندوستان مین تمام متعہد اور غیر متعہد عہدون کے لیے مقابلہ کا امتحان مقرر کیا جائے تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی ٹکڑا ملک کا ایسا نہ رہیگا کہ سواے بنگالیون کے یا کسی قدر تعلیم یافتہ ہندؤون کے اور کسی کی صورت حکومت یا عدالت کی کرسی پر دکھائی دے "

سر سید کا یہ لکچر اُردو اور انگریزی مین بذریعۂ اخبارات کے بہت جلد ہندوستان مین شایع ہو گیا؛ اور نیز انگلستان کے اکثر نامور اخبارون نے اُس سے نوٹس لیا اور اسپر عمدہ ریمارکس کیے۔

اسکے بعد ۱۶- مارچ ۱۸۸۸ء کو بمقام میرٹھ اُنھون نے دوسرا لکچر اُسی قدر طولانی جیسا کہ لکھنؤ مین دیا تھا مسلمانون کے عام جلسہ مین دیا۔ اس لکچر کا بڑا مقصد اس بات کا ثابت کرنا تھا کہ کانگرس والون نے جو اخبارات اور رسالون کے ذریعہ سے یہ مشہور کیا ہے کہ مسلمان عموماً کانگرس مین شریک ہین یہ بالکل غلط ہے اور معدودے چند مسلمان جو اُس مین شریک ہوے ہین اُنھون نے غلطی کی ہے

اور اُنکے شریک ہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ مسلمان من حیث القوم کانگرس مین شریک ہین ۔ یہ لکچر بھی نہایت پرزور اور مؤثر تھا ۔ ان دونون لکچرون مین بڑی بات یہ تھی کہ پُرانے خیالات کے مسلمان جو ہمیشہ سرسید کی ہرایک رائے اور ہرایک تجویز کی مخالفت یا اُس سے نفرت ظاہر کرتے تھے اُنھون نے بالاتفاق انکی رائے کو تسلیم کرلیا ؛ اور باستثناے معدودے چند تمام تعلیم یافتہ مسلمانون نے بھی اُسپر پورا پورا عمل کیا ۔ نیز پرانے خیالات کے اکثر ہندوون نے اور تقریباً کل تعلقہ دارون ، جاگیردارون ، اور رئیسون نے عام اس سے کہ ہندو ہون یا مسلمان اُنکی رائے سے اتفاق ظاہر کیا ۔

تقرر پیٹریاٹک ایسوسئیشن

اسکے بعد اگست ۱۸۸۸ء مین سرسید نے بمقام علیگڈھ پیٹریاٹک ایسوسئیشن اس غرض سے قائم کی کہ جو قومین اور جو رئیس اور تعلقہ دار وغیرہ کانگرس مین شریک نہین ہین اُنکی رائین اور خیالات اور خط کتابت بطور پمفلٹ کے وقتاً فوقتاً انگریزی مین چھپواکر اہل انگلستان اور ممبران پارلیمنٹ کی اطلاع کے لیے ولایت کو بھیجی جائے اور نیز اخبارات کے ذریعہ سے ہندوستان اور انگلستان مین عام طور پر شایع کیجائے ۔

اس ایسوسئیشن کے قائم کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ بنگال ، بہار ، مدراس ، بمبئی ، ممالک متوسطہ ، اضلاع شمال مغرب ، اودھ اور پنجاب کی بے شمار اسلامی انجمنون مین کانگرس کے برخلاف جلسے کیے گئے ۔ تمام تعلقہ داران اودھ ، مہاراجۂ بنارس ، ریاستِ حیدرآباد اور دیگر ریاستون کی طرف سے ایسوسئیشن کے ساتھ اتفاق کیا گیا اور جسقدر کارروائیان کانگرس کے برخلاف تمام ملک مین ہوئین اُنکی روئدادین ایسوسئیشن کے ذریعہ سے وقتاً بعد وقتٍ چھپکر ولایت کو روانہ ہوتی رہین اور پارلیمنٹ کو اس بات کا یقین دلایا گیا کہ کانگرس مین ہندوستان کی بہت سی قومین اور خاصکر

مسلمان شریک نہین ہین۔

بنگالی اخبارون مین سر سید کی اس کارروائی سے سخت ناراضی ظاہر کی گئی اور اُنکے برخلاف بڑے بڑے تلخ آرٹکل لکھے گئے۔ سب سے بڑا اعتراض اُنپر یہ کیا گیا کہ وہ ابتدا سے ریپرزنٹیٹو اصول کے بڑے طرفدار رہے ہین اور اُنکی تمام اگلی تحریرون اور اسپیچون سے پایا جاتا ہے کہ وہ رعایا کی آزادی کے بہت بڑے حامی ہین۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ انڈین نیشنل کانگرس پر جو ہندوستان مین ریپرزنٹیٹو اصول کے موافق عمل درآمد چاہتی ہے معترض ہین۔

اسمین شک نہین کہ وہ ریپرزنٹیٹو گورنمنٹ کو پسند کرتے تھے اور اس باب مین اُنکی اب بھی وہی رائے تھی جو وہ ہمیشہ اپنی تحریرون مین ظاہر کرتے تھے۔ اُنھون نے خود لکھنؤ کے لکچر مین اقرار کیا تھا کہ "مین کنسرویٹو نہین ہون بلکہ بہت بڑا لبرل ہون" اُنھون نے کونسل مین۔ جب لارڈ رپن کے سامنے سلف گورنمنٹ کا قانون پیش تھا۔ اپنی اسپیچ مین صاف کہا تھا کہ "مین اس بات کے خیال کرنے سے خوش ہون کہ مین اسقدر عرصہ تک زندہ رہا کہ مین نے اُس دن کا آغاز دیکھ لیا جب کہ ہندوستان اپنے حاکمون کے ہاتھ سے سلف ہلپ اور سلف گورنمنٹ کے وہ اصول سیکھنے کو ہے جنھون نے انگلستان مین ریپرزنٹیٹو انسٹیٹیوشن پیدا کیے ہین اور اُسکو دنیا کی قومون مین بڑا بنا دیا ہے"

لیکن اسی اسپیچ مین اُنھون نے یہ بھی کہا تھا کہ "انگلستان سے ریپرزنٹیٹو انسٹیٹیوشنون کا اصول مستعار لینے مین اُن سوشل اور پولٹکل معاملات کا یاد رکھنا ضروری ہے جنکے لحاظ سے ہندوستان اور انگلستان کے درمیان امتیاز پایا جاتا ہے +++ ہندوستان فی نفسہ ایک براعظم ہے اور اُسمین مختلف اقوام اور مختلف مذاہب کے آدمی کثرت سے رہتے ہین۔ مذہبی دستورات کی سختی نے ابتک ہمسایون کو بھی ایک دوسرے سے جدا رکھا ہے۔

ذات کا قاعدہ بہت شد و مد کے ساتھ جاری ہے۔ ممکن ہے کہ ایک ہی ضلع مین مختلف مذاہب اور مختلف قومون کے باشندے ہون؛ اور ایک گروہ دولتمند اور تجارت پیشہ ہو تو دوسرا گروہ ذی علم اور ذی رعب ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک گروہ بلحاظ تعداد کے دوسرے گروہ سے بڑا ہو اور روشن ضمیری کے جس درجہ تک وہ گروہ پہنچ گیا ہو وہ درجہ باقی باشندون کے درجہ سے بہت اعلےٰ ہو۔ ایک قوم اس بات سے بخوبی واقف ہو کہ لوکل بورڈون اور ضلع کی کونسلون مین اُنکی طرف سے ممبرون کا شریک ہونا نہایت ضروری ہے اور دوسری قوم کو اس قسم کے معاملات کی مطلق پروا نہو۔ بس ان صورتون مین اس بات سے انکار کرنا شاید ہی ممکن ہو کہ ہندوستان مین ریپرزنٹیٹو انسٹیٹیوشنون کے جاری کرنے سے بڑی مشکلین اور سوشل اور پولٹکل خطرات پیدا ہونگے۔ ایسے ملک مین جیسا کہ انگلستان ہے، جہان قومی امتیاز اب باقی نہین رہا اور جہان مذہبی معاملات مین تفرقہ اور اختلافات تحمّل کی ترقی کے سبب کم ہو گئے ہین؛ وہان ایسے معاملہ مین اس قسم کے مشکلات پیش نہین آتین۔ قوم اور مذہب کے متحد ہونے سے تمام انگریز ایک قوم ہو گئے ہین اور تعلیم کی ترقی سے خفیف اختلافات جو بیشتر ملک کی بہبودی سے متعلق ہین بالکل ناچیز ہو گئے ہین۔ عیسائیون کو پارلیمنٹ مین اپنے مطالب کی حمایت کرنے کے واسطے یہودیون کی نسبت ووٹ دینے مین کچھ عذر نہین ہوتا؛ اور در حقیقت سوشل اور پولٹکل مقاصد کے واسطے یہ کہا جاسکتا ہے کہ انگلستان کی کل آبادی ایک ہی قوم ہے ++++ لیکن ایک ایسے ملک مین جیسا کہ ہندوستان ہے، جہان ذات کے اختلافات ابتک موجود ہین، جہان مختلف قومین خلط ملط نہین ہوئین، جہان مذہبی اختلافات ابتک زور شور پر ہین اور جہان تعلیم نے اپنے جدید معنی کے لحاظ سے باشندون کے تمام فرقون مین ایک مساوی مناسبت کے ساتھ ترقی نہین کی؛ مجھکو یقین کامل ہے کہ لوکل بورڈون اور ضلع کی کونسلون مین مختلف مطالب کی حمایت کی غرض سے الکشن کے خالص اور سادہ اصول کے جاری کرنے سے بہ نسبت محض تمدنی خیالات کے زیادہ تر بڑی بڑی خرابیان پیدا ہونگی۔ جب تک کہ قوم اور مذہب کے

اختلافات اور ذات کا امتیاز ہندوستان کی سوشل اور پولٹکل حالت مین ایک جزو اعظم رہیگا اور اُن معاملات مین جو ملک کے انتظام اور بہبودی سے بیشتر متعلق ہین اُسکے باشندون پر اثر ڈالیگا ؛ اُسوقت تک الکشن کا خالص قاعدہ طمانیت کے ساتھ جاری نہین ہوسکتا - بڑی قوم چھوٹی قوم کے مطالب پر بالکل غالب آویگی اور جاہل آدمی گورنمنٹ کو اس قسم کی تدابیر کے جاری کرنے کا جوابدہ سمجھینگے جنکے باعث سے قوم اور مذہب کے اختلافات بہ نسبت سابق کے اور بھی سخت ہو جائینگے "

یہ اسپیچ سرسید نے ۱۲- جنوری ۱۸۸۳ء کو یعنی اُس لکچر سے جو کانگرس کے خلاف لکھنؤ مین دیا پانچ برس پہلے لارڈ رپن کے سامنے کی تھی - اُس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ جس طرح ہمیشہ ریپرزنٹیٹو گورنمنٹ کو پسند کرتے تھے اُسی طرح وہ ہندوستان کو موجودہ حالت مین اس قابل نہین سمجھتے تھے کہ اسمین ریپرزنٹیٹو اصول کے موافق عمل درآمد کیا جائے - انگلستان مین ہوم رول بل پر جو سب سے بڑا اعتراض مخالف پارٹی کا تھا اور جسنے آخرکار اُسکو پاس نہ ہونے دیا وہ یہی تھا کہ آئرلنڈ مین رومن کیتھولکس کی تعداد بمقابلہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے بہت زیادہ ہے - پس اگر یہ بل پاس ہو جائیگا تو پروٹسٹنٹون کو سخت نقصان پہنچیگا - جب آئرلینڈ جیسے ملک مین - جہان قومی اور مذہبی اختلافات یقیناً ہندوستان سے بہت کم ہین - ایک فرقہ کی مجارٹی دوسرے فرقہ کے حق مین اسقدر مضر خیال کیجاتی ہے تو ہندوستان مین جہان برخلاف تمام دنیا کے مذہبی اور قومی تعصبات ترقی تعلیم کے ساتھ روز بروز بڑھتے جاتے ہین ریپرزنٹیٹو اصول سے کیا بھلائی کی امید ہوسکتی ہے ؟

سرسید پر یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ کانگرس کے قائم ہونے سے پہلے جب کہ بابو سرندرو ناتھ بنرجی علیگڑھ مین آئے تھے اور اُنھون نے نیشنل فنڈ جمع کرنے کی تحریک کی تھی

اُسوقت سرسید نے کیون اُنکے ساتھ اتفاق رلے کیا تھا ؟ اور کیون اُس جلسہ مین صدر انجمن بنے تھے جو نیشنل فنڈ جمع کرنے کے لیے منعقد ہوا تھا ؟ اور جب کہ وہ فند اسی لیے جمع کیا جاتا تھا کہ تمام ہندوستان کی طرف سے پارلیمنٹ مین جو درخواستین بھیجی جائین یا جو استغاثے پیش کیے جائین اُنکے اخراجات مین صرف کیا جائے تو پھر نیشنل کانگرس سے - جسکے لیے وہ فنڈ جمع کیا جاتا تھا - کس لیے مخالفت کی گئی ؟

اسکا جواب بہت صاف ہے . جس جلسہ کا ذکر کیا جاتا ہے اُسمین صرف ایک مقصد کی تصریح کی گئی تھی ؛ یعنی یہ کہ ایک عرضداشت ولایت مین اس غرض سے بھیجی جائے کہ سول سروس کے امتحان کی عمر بجاے ۱۹ برس کے ۲۱ برس کی قرار دیجائے . اسکے سوا جہان تک کہ ہمکو معلوم ہے اور کسی خاص مقصد کی تصریح نہین کی گئی . چنانچہ اس مقصد کے متعلق جسکے لیے وہ جلسہ منعقد ہوا تھا سرسید کی رائے مین کبھی فرق نہین آیا . سول سروس کمیشن مین اُنھون نے برابر اُسکی تائید کی اور وہ مقصد اُسی طرح حاصل بھی ہوگیا جسطرح کہ ہندوستانیون کی خواہش تھی ۔ اور اگر وہ تجویزین جو آخر کو کانگرس مین پیش ہوئین اور جنسے مسلمانون کو نقصان پہنچنے کا یقین کیا جاتا ہے اگر اُس علیگڑھ والے جلسہ مین اُنکی تصریح کیجاتی تو ہرگز قیاس مین نہین آتا کہ سرسید اُن تجویزون سے اتفاق کرتے ؛ کیونکہ جو اسپیچ اُنھون نے پانچ برس پہلے قانون سلف گورنمنٹ پر کونسل مین کی تھی اُسکا سارا نچوڑ اس بات پر ہے کہ ہندوستانیون کو ایسے حقوق دینے جنسے ہندوستان کی تمام معزز قومین برابر مستفید نہو سکین کسی طرح مناسب نہین .

اسکے سوا جو طریقہ کانگرس نے گورنمنٹ پر دباؤ ڈالنے کا اختیار کیا سرسید اُس طریقہ کے

ہمیشہ مخالف رہے ہین - اُنھون نے اپنی کتاب "اسباب بغاوت" مین گورنمنٹ پر اعتراض کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہین چھوڑا تھا مگر اُسکی ایک کاپی بھی اسطرح جیسے کہ پچاس ہزار رسالے کانگرس نے تمام ملک مین تقسیم کیے ہندوستان مین شایع نہین کی بلکہ جسقدر جلدین چھپوائین اُنمین سے ایک آدھ جلد گورنمنٹ ہند کے ملاحظہ کے لیے اور باقی کل جلدین پارلیمنٹ مین بھیجدین - وہ اس قسم کے ایجیٹیشن کو جیسا کہ کانگرس نے ہندوستان مین شروع کیا تھا تمام ملک کے حق مین عموماً اور مسلمانون کے حق مین خصوصاً نہایت مضر سمجھتے تھے - وہ ایک چٹھی مین جو بدرالدین طیب جی کے نام اُنھون نے لکھی تھی ایک موقع پر لکھتے ہین کہ "امریکا مین اول اسی قسم کا ایجیٹیشن شروع ہوا تھا اور آخر کو یہان تک نوبت پہنچی کہ آخری لفظ جو اُنکے موتہ سے نکلا وہ یہ تھا کہ "نو ٹیکسیشن وِدوٹ ریپرزنٹیشن" پس جن لوگون مین اس لفظ کے کہنے کی طاقت ہو وہ اس کانگرس کے ایجیٹیشن مین شریک ہون ورنہ ہیجڑون کی طرح تالیان بجاتی ہین" پھر آگے چلکر اسی چٹھی مین لکھتے ہین کہ "غدر مین کیا ہوا؟ ہندوون نے شروع کیا؛ مسلمان دل چلے تھے وہ بیچ مین کود پڑے - ہندو تو گنگا نہا کر جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے مگر مسلمانون کے تمام خاندان تباہ و برباد ہو گئے"

اگرچہ کانگرس سے علٰحدہ رہنے مین مسلمانون نے عموماً سرسید کے کہنے پر عمل کیا اور چند مستثنیٰ اشخاص کے سوا کوئی مسلمان کانگرس مین شریک نہین ہوا لیکن بہت سے تعلیم یافتہ مسلمان سرسید کی اس پالسی کو مدت تک نہایت تعجب سے دیکھتے رہے - چنانچہ ایک نہایت لائق تعلیم یافتہ مسلمان نے ہمسے کہا کہ "جب گورنمنٹ نے اول ہی اول ہندوستان مین انگریزی تعلیم جاری کرنی چاہی تھی اُسوقت ہندوون نے اُسکو خوشی سے قبول کر لیا تھا مگر مسلمانون نے نہایت سختی کے ساتھ اُس سے انکار کیا تھا -

لیکن آخرکار مسلمان اپنے انکار سے پشیمان ہوے اور مجبور ہو کر انکو انگریزی تعلیم اختیار کرنی پڑی ۔ اسی طرح اندیشہ ہے کہ مسلمانون کو کہین نیشنل کانگرس کی علٰحدگی سے بھی آخر کو پہلے کی طرح پشیمان ہونا نہ پڑے " مگر سال گذشتہ مین جو افسوسناک واقعات پوتا مین گذرے اور جو عبرت انگیز نتیجے انپر مترتب ہوے انکو دیکھکر غالباً سب کی آنکھین کھل گئی ہونگی اور معلوم ہوگیا ہوگا کہ سرسید کی راے اس باب مین کسقدر صائب تھی اور کانگرس سے علٰحدہ رہنا ایک ایسی قوم کے لیے جیسے کہ مسلمان ہین کسقدر ضروری تھا ۔

اگرچہ بنگالیون کی طرف سے سرسید پر بے انتہا لے دے ہوئی، انکو خوشامدی، زمانہ ساز، ٹائم سرور اور کیا اور کیا کہا گیا، انکی پچھلی تحریرون کا حال کی تحریرون سے مقابلہ کرکے دکھایا گیا کہ وہ ایک دوسرے سے کسقدر مختلف ہین مگر سرسید نے جس بات کو اپنے نزدیک قوم کے حق مین بہتر سمجھ لیا تھا اخیر دم تک اسی پر قائم رہے اور کسی کے کہنے سننے پر مطلق التفات نہین کیا۔ یہانتک کہ نکتہ چینون کے ترکش خالی ہوگئے اور سب کی زبانین بند ہوگئین ۔

کیا پوچھتے ہو کیونکر سب نکتہ چین ہوے چپ  سب کچھ کہا انھون نے پر ہمنے دم نہ مارا

خطاب کے. سی. ایس. آئی

۱۸۸۸ء مین سرسید کو اعزاز " نائٹ کمانڈر طبقۂ اعلے ستارۂ ہند " سے ممتاز کیا گیا ۱۴ - می روز دوشنبہ کو اس تقریب سے علیگڑھ انسٹیٹیوٹ کے بڑے ہال مین ضلع اور شہر علیگڑھ کے رئیس اور سرسید کے مسلمان ہندو اور یوروپین دوست جو باہر سے اس رسم مین شریک ہونے کو آئے تھے اور تمام اسٹیشن کے انگریز جمع ہوے ۔ ہال کی دیوارین علاوہ دیگر معمولی آرائشون کے مشرقی وضع کی تلوارون اور مغربی وضع کی بندوقون سے سجائی گئین ۔ مسٹر کریڈک ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس، مولوی محمد کریم مرحوم ڈپٹی کلکٹر اور راجہ جیکشنداس

سی. اس. آئی اپنے اپنے تمغے پہنے ہوے سرسید کو ہال کے اندر لائے. تمام حاضرین اُنکے آنے پر کھڑے ہوگئے اور تعظیمی گارد نے جسکو ضلع کی پولیس نے مامور کیا تھا ہتھیاروں سے سلامی ادا کی. اسکے بعد مسٹر ای. اچ ریڈیچی اسسٹنٹ مجسٹریٹ نے فرمان شاہی حسب ذیل پڑھکر سُنائے.

( اول )

(دستخط) وکٹوریا آر آئی

وکٹوریا مدظلہ متحدہ گریٹ برٹن و آئرلینڈ - ملکہ حامیِ دین قیصر ہند فرمان روائے طبقۂ اعلاے ستارۂ ہند

بنام نامی مولوی سید احمد خان بہادر شریکِ طبقۂ اعلاے موصوف ممبر کونسل نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی بہ سلامتی و مبارک باد آنکہ

چونکہ یہ مدنظر ہوا کہ آپ کو ایک ایسا نشان خسروانہ عطا کیا جائے جس سے وہ قدر منزلت آپ کی نمایاں ہو جو اس سلطنت اور آپ کی ذات اور اُن خدمات کے شایاں ہو جو آپ سے اس سلطنت کے لیے ظاہر ہوئین؛ لہذا یہ مناسب و زیبا ہے کہ آپ کو اعزاز "نائٹ کمانڈر طبقۂ اعلاے ستارۂ ہند" سے ممتاز و سربلند کیا جائے. اسیلیے بذریعۂ اس تحریر کے آپکو اعزاز نائٹ کمانڈر طبقۂ اعلاے ستارۂ ہند عطا ہوکر اختیار دیا جاتا ہے تاکہ آپ اس اعزار سے سرفراز و مفتخر ہوکر حقوق جز و کل متعلقۂ طبقۂ اعلاے موصوف سے مستفید ہوں.

عدالت عالیہ مقام آسبورن بذریعۂ مہر طبقۂ موصوف

آج یکم جنوری ۱۸۸۸ء عیسوی اور ۵۱ جلوسی کو جاری ہوا

(دستخط) کراس (وزیر ہند)

(دوم)

(دستخط) وکٹوریا آر آئی

وکٹوریا مدظلہ متحدہ گریٹ برٹن آئرلینڈ۔ ملکہ حامی دین۔ قیصرہند۔ فرمان روائے

طبقۂ اعلائے ستارۂ ہند

بنام نامی مولوی سید احمد خان بہادر شریک طبقۂ اعلائے موصوف ممبر کونسل قانونی نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی بہ سلامتی و مبارکباد آنکہ

آپ کو اعزاز طبقۂ اعلائے ستارۂ ہند سے ممتاز و نامور کیا گیا ہے ازانجا کہ ہمکو حسب اختیارات قوانین طبقۂ اعلائے موصوف اختیار حاصل ہے کہ آپ کی حاضری ولایت کی بغرض استفادہ اعزاز طبقۂ اعلے کے معاف کریں لہذا حسب اختیارات خسروانہ طبقۂ موصوف ہم آپ کو پورے اختیارات پہننے و استعمال کرنے ستارۂ موصوف کی بجانب چپ بالای پوشاک بیرونی عطا کرتے ہیں۔ اور نیز نشان خاص و بندش متعلقۂ نائٹ کمانڈر موصوف پہنیں اور استعمال کریں۔ اور حسب فحوائے اختیارات مذکور آپکو اختیار دیا جاتا ہے کہ تمامی حقوق جزو کل متعلقہ طبقۂ نائٹ کمانڈر موصوف مع استعمال یک نشان خاص نائٹ بیچلر سلطنت موصوف سے مستفید و بہرہ یاب ہوں۔ اور یہ اُسی طریقہ او رمراسم سے متصور ہے جیسا کہ آپ اس نائٹ ہڈ سے۔ ہم سے یا بجائے ہمارے ہمارے نائب سلطنت اور گورنر جنرل ہند سے جو گرینڈ ماسٹر طبقہ موصوف ہیں اعزاز حاصل کرتے۔

عدالت عالیہ مقام آسبورن بذریعۂ مہر طبقۂ موصوف

آج ۱۱۔ فروری ۱۸۸۸ء عیسوی اور ۵۱ سنہ جلوسی کو جاری ہوا

(دستخط) کراس (وزیر ہند)

اسکے بعد صاحب کلکٹر مسٹر کینڈی اپنی کرسی پر سے اُٹھے۔ سب لوگ اُنکے ساتھ کھڑے ہو گئے اور تعظیمی گارد نے پھر سلامی ادا کی۔ صاحب ممدوح نے حضور ملکہ معظمہ کوئن وکٹوریا کی طرف سے ستارۂ ہند سر سید کے سینہ پر لگا دیا اور فیتہ مع بیج کے جو اُسکے ساتھ تھی اُنکے گلے مین ڈال دیا۔ سب لوگ پھر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے اور صاحب کلکٹر نے اُردو مین ایک لمبی تقریر کی جسمین سر سید کی بہت تعریف کی تھی اور جسکے چند فقرے ہم یہان نقل کرتے ہین۔ اُنھون نے کہا کہ "اہل فرنگ اور اہل ہند نے سید صاحب کی وسیع عقل اور روشن حب الوطنی سے بہت کچھ سیکھا ہے" +++ اُنمین نوجوانی سے دو وصف برابر پائے گئے ہین ایک علم کی محبت دوسرے وطن کی محبت کہ یہ دو تو ایک جگہ بہت کم پائی جاتی ہین" "لبرل نے اُنکو کنسرویٹو خیال کیا کیونکہ اُنھون نے رسومات مغربی کی بالکل نقل نہین کی اور کنسرویٹو کی سمجھ مین نہین آیا کہ وہ کسطرح اپنے ملک کے باہر کوئی عمدہ چیز پا سکینگے اُنھون نے اہل فرنگ اور اہل ہند کے درمیان معقول واقفیت پیدا کرنے کے لیے وہ مدد دی جو بہت کم لوگون نے دی ہے" سید صاحب وسیع ہمدردی، دانشمندانہ صلاح، تجربہ کاری، سرگرمی، مستعدی، مستقل مزاجی اور حب الوطنی کی مثال ہین اور نیز وہ وہ شخص ہین جنھون نے اپنے واسطے کبھی کچھ تلاش نہین کیا بلکہ ہر چیز اپنے ملک کے واسطے چاہی اور اسیلیے اُنکے ملک کے لوگ اور ملکۂ معظمہ اُنکی عزت کرتی ہین اور ہم لوگ محبت اور تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے ہین"

اسکے بعد سر سید نے اس مضمون کے معمولی اقرارنامہ پر کہ وہ طبقۂ مذکور کے قوانین کی اطاعت کرینگے دستخط کیے اور جلسہ برخاست ہو گیا اور مسس کینڈی نے اسی تقریب مین چند انگریزون اور مسلمانون کی اپنے ہان حاضری پر دعوت کی۔

اس واقعہ کے متعلق سب سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ رؤسائے ضلع علیگڑھ کو جب

یہ بات معلوم ہوئی کہ سر سید کو تمغہ مذکور ملنے والا ہے تو اُنھون نے سر سید کو اور یورو پین افسرون کو اس خوشی مین ایک بہت بڑا ڈنر دینا چاہا اور کچھ لوگ رئیسون کی طرف سے مع ایک خط کے سر سید پاس آئے کہ آپ اس ڈنر مین آنا منظور کرین ۔ سر سید نے اُسکے جواب مین بعد شکریہ رؤسائے ضلع کے یہ لکھ بھیجا کہ "چونکہ قوم کی حالت ابتر ہے اور اُسکو بہم رسانی تعلیم کی بہت حاجت ہے اسلیے مین ایسے فضول اخراجات کا سخت مخالف ہون ++++ پس اس ڈنر اور جلسہ سے آپ مجھے معاف رکھین" اور اخبار مین ایک آرٹکل لکھا جسکا ماحصل یہ تھا کہ "کسی خوشی یا تقریب مین ڈنر دینے محض فضول ہین ۔ سب سے بڑی ضرورت اسوقت مسلمانون کی تعلیم مین خرچ کرنے کی ہے ۔ ہمارے لیے جو ڈنر تجویز ہوا تھا اُسکے لیے بارہ سو روپئے کا تخمینہ ہوا تھا اگر وہ روپیہ تعلیم مسلمانان کے اخراجات مین صرف ہوتا تو کسقدر مفید ہوتا"

سر سید کے واسطے اس اعزاز کے ملنے کی بہت دن سے تجویز ہو رہی تھی مگر چونکہ اس تمغے کے پانے والون کی تعداد محدود ہوتی ہے یعنی کبھی ۲۷ سے زیادہ نہین ہونے پاتی اس لیے جب تک نائٹ کمانڈر کا عہدہ خالی نہین ہوتا دوسرے شخص کو تمغا نہین مل سکتا ۔ چنانچہ لارڈ لٹن نے دربار قیصری کے بعد اس بات پر افسوس ظاہر کیا تھا کہ بسبب خالی نہونے کسی نائٹ کمانڈر کے عہدہ کے اسوقت سر سید کو یہ اعزاز نہ مل سکا ۔

ڈاکٹر اوف لاز کی ڈگری

۱۸۸۹ء مین سر سید کو اڈنبرا یونیورسٹی سے بحیثیت ایک اعلے مصنف اور حامیِ علوم ہونے کے ایک بڑا علمی امتیاز دیا گیا ۔ انگلستان مین دستور ہے کہ جو لوگ علمی حیثیت سے ملک مین امتیاز حاصل کرتے ہین یا علم کی روشنی پھیلانے مین کوشش کرتے ہین اُنکو اہل علم کے عام مجمع مین کسی یونیورسٹی کی طرف سے ایک خاص اعزاز دیا جاتا ہے جسکو "ڈگری اوف

ڈاکٹر اوف لاز" کہتے ہین ۔ سرسید کی شہرت خطبات احمدیہ اور دیگر تصنیفات وتحریرات کے سبب سے انگلستان مین بحیثیت ایک اعلے درجہ کے مصنف کے ہندوستان سے کچھ کم نہ تھی ۔ اسکے سوا مدرستہ العلوم کے قائم کرنے اور ہندوستان کے مسلمانون مین تعلیم کے رواج دینے سے وہ علوم جدیدہ کے بہت بڑے حامی سمجھے جاتے تھے ۔ اسلیے بغیر اسکے کہ سرسید کو اطلاع ہو ۱۸۸۹ء مین اڈنبرا کی مشہور یونیورسٹی سے اُنکو اِل ۔ اِل ۔ ڈِی کی ڈگری ملنی تجویز ہوئی ۔

۱۸ - اپریل کو شہر اڈنبرا کے سب سے بڑے ہال مین جو سائنڈ ہال کے نام سے مشہور ہے گریجویشن کی رسم ادا کی گئی ۔ یہ جلسہ جیسا کہ علیگڑھ گزٹ مطبوعہ ۲۸ - مئی ۱۸۸۹ء مین بحوالہ اخبارات وچھپیاتِ ولایت مفصل مذکور ہے بڑی شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوا تھا تمام گیلریان اور ہال کا ایک حصہ عام لوگون سے جو مدعو کیے گئے تھے بھرا ہوا تھا اور دوسرا حصہ یونیورسٹی کے گریجوٹس سے مزین تھا ۔ اس جلسہ مین دو تہائی لیڈیان تھین جنمین لیڈی میور صاحبہ بھی - جنھون نے مدرستہ العلوم علیگڑھ کی "میور پارک" مین سب سے پہلا پودا اپنے ہاتھ سے لگایا تھا - موجود تھین اور اُنکے معزز شوہر سر ولیم میور بھی - جنکو ہندوستان کے لوگ عموماً جانتے ہین - بحیثیت پرنسپل یونیورسٹی لارڈ چینسلر کے ہمراہ - جو جلسہ کے پریسیڈنٹ تھے - تشریف لائے تھے ۔ جسوقت لارڈ چینسلر کے سامنے سرسید کا ذکر کیا گیا اور حاضرین نے اُسپر تحسین وآفرین کا نعرہ بلند کیا تو سر ولیم میور اور لیڈی میور صاحبہ خوشی سے باغ باغ ہوگئین ۔ اس موقع پر بارہ آدمیون کو - جنمین سے چھ حاضر اور چھ غیر حاضر تھے - یہ ڈگری ملنی تجویز ہوئی تھی ۔ پروفسر کرک پیٹرک نے سرسید کو لارڈ چینسلر سے انٹروڈیوس کرتے وقت کہا کہ "مین سب سے پہلے آپ سے یہ اجازت چاہتا ہون کہ سرسید احمد خان بہادر

کے. سی. اس. آئی کو انکی غیر حاضری مین ڈاکٹر اوف لاز کی آنریری ڈگری عطا کیجائے" اسکے بعد سرسید کی تاریخ ولادت، خاندان، سلطنت مغلیہ کا قدیم توسل، سرکاری ملازمت، ایام غدر کی خدمات اور تیس انگریزون کی جان بچانے مین نہایت شریفانہ ہیرو ئزم ظاہر کرنا، پولٹکل پنشن اور خطابات کا ملنا، ویسریگل کونسل کی ممبری، ملکی اور قومی خدمات، آثار الصنادید اور دیگر تصنیفات خصوصاً خطبات احمدیہ کا لکھنا، سپیکنگ کی اعلیٰ لیاقت، رائل ایشیاٹک سوسائٹی کا فیلو مقرر ہونا، محمدن کالج قائم کرنا اور بڑے بڑے ارکان سلطنت ہند کا اسمین مدد دینا، یہ سب باتین بیان کین اور کہا کہ "سرسید سب سے زیادہ نامور مسلمان سبجکٹ حضور ملکۂ معظمہ قیصر ہند کے ہین اور اسلیے خصوصیت کے ساتھ یونیورسٹی کے اس اعزاز کے مستحق ہین" اسکے بعد تمام حاضرین جلسہ نے تحسین و آفرین کے نعرے بلند کیے اور سرسید کو ال ال ڈی کی ڈگری عطا کی گئی. افسوس ہے کہ جو سند اڈنبرا کی یونیورسٹی نے سرسید کو بھیجی تھی وہ اس کتاب کے لکھتے وقت ہمکو دستیاب نہین ہوئی. اسلیے ہم یہان اُسکے نقل کرنے سے معذور رہے.

اگرچہ سرسید اڈنبرا یونیورسٹی کی اس قدر شناسی کے نہایت شکر گزار تھے اور جو اعزاز کہ اُسنے اُنکو دیا تھا اُسپر فخر کرتے تھے لیکن اُنھون نے ایسی آنریری ڈگریون کو ڈگری پانے والون کی اصلی لیاقت کا معیار کبھی نہین سمجھا بلکہ وہ یونیورسٹی کی ہر ایک ڈگری کو اُس قوم کے حق مین جسکے ہاتھ مین اُس یونیورسٹی کی باگ نہو ایک بھیک کے ٹکڑے سے زیادہ نہین جانتے تھے. چنانچہ انھون نے ایک ایڈریس کے جواب مین جو اہل پنجاب نے ۱۸۹۴ء مین اُنکو بمقام جالندھر دیا صاف کہا تھا کہ "یونیورسٹیون کی مثال اور ہمارے کالج کے لڑکون کی مثال آقا اور غلام کیسی ہے. ہم یونیورسٹیوں کے تابع ہین،

اُسکے ہاتھ بکے ہوے ہین جو ٹکڑا ایڈیٹر اعلم کا وہ دیتی ہے اُسی کو کھا کر پیٹ بھر لیتے ہین اور اسی پر قناعت کرتے ہین۔ اے دوستو ہماری پوری پوری تعلیم اُسوقت ہوگی جب کہ ہماری تعلیم ہمارے ہاتھ مین ہوگی، یونیورسٹیون کی غلامی سے ہمکو آزادی ہوگی، ہم آپ اپنی تعلیم کے مالک ہونگے اور بغیر یونیورسٹیون کی غلامی کے ہم آپ اپنی قوم مین علوم پھیلائینگے، فلسفہ ہمارے داہنے ہاتھ مین ہوگا اور نیچرل سائنس بائین ہاتھ مین اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا تاج سر پر۔ یونیورسٹی کی تعلیم ہمکو صرف خچر بناتی ہے۔ اے دوستو مین خود بھی اُنھین مین ہون کیونکہ مجھکو بھی ایک یونیورسٹی نے اِل اِل ڈی کی ڈگری دی ہے۔ ہم آدمی جبھی بنینگے جب ہماری تعلیم ہمارے ہاتھ مین ہوگی ''

کمیٹی کی اور اصلاحین

کالج کا انتظام ابتدا مین صرف ایک کمیٹی سے جو کالج فنڈ کمیٹی کہلاتی تھی متعلق تھا۔ لیکن جون جون کالج ترقی کرتا گیا نئی نئی ضرورتین پیش آتی گئین چنانچہ ۱۸۸۳ء مین پہلے قواعد کی ترمیم ہو کر نئے بائی لاز بنائے گئے اور کالج فنڈ کمیٹی کے ماتحت چار اور کمیٹیان مقرر ہوئین (۱) کمیٹی ڈائرکٹران تعلیم السنۂ مختلفہ و علوم دنیویہ (۲) کمیٹی مدبران تعلیم مذہب اہل سنت وجماعت (۳) کمیٹی مدبران تعلیم مذہب اثنا عشریہ (۴) مینجنگ کمیٹی جس کا کام بورڈنگ ہوس کا انتظام اور بورڈرون کی ہر طرح کی نگرانی تھا۔

اسکے بعد جب کالج کی حالت اور اُسکی جائداد بہت ترقی کر گئی اور اُسپر لوگون کا اعتماد زیادہ ہوگیا یہان تک کہ لوگ ہزارہا روپیہ اپنے بچون کی تعلیم کے لیے پیشگی طور پر کمیٹی مین امانت رکھوانے لگے تو سرسید کو یہ خیال ہوا کہ اب کالج کا ایک معمولی کمیٹی کے سپرد رہنا مناسب نہین۔ اس خیال کو پیدا ہوے تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ اتفاق سے سرسید سخت بیمار ہوگئے۔ جب صحت ہوئی تو اُنھون نے اس بات کو بہت

ضروری سمجھا کہ انکی زندگی مین سرکاری قانون مروجہ وقت کے موافق کالج اور اُسکی جائداد کے لیے ٹرسٹی (امین) مقرر ہوجائین ۔ اور ایسے قواعد اور رگیولیشن بنائے جائین جو تمام ضروری جزئیات کالج پر حاوی ہون اور جہانتک ممکن ہو ایسا انتظام کیا جائے کہ جن اصول پر کالج کی بنیاد رکھی گئی ہے اُنھین اصول پر وہ ہمیشہ قائم رہے ۔ سرسید کے معزز یوروپین دوستون نے بھی دور اندیشی کی راہ سے یہی صلاح دی اور گورنمنٹ کی طرف سے بھی یہ ایما پایا گیا کہ جب تک اطمینان کے قابل آیندہ انتظام نہوگا گورنمنٹ اور حیدرآباد کی امداد جاری نہین رہ سکتی ۔

پس سرسید نے ۱۸۸۹ء مین حسب ضابطہ ٹرسٹیون کے تقرر اور دیگر انتظامات کے لیے ایک کوڈ بنایا اور بل کی صورت مین چھپوا کر اُسکی کاپیان تمام ممبرون کے پاس رائے کے لیے بھیجین ۔ مولوی سمیع اللہ خان بہادر سی ام جی نے اُسکی بعض دفعات سے اختلاف کیا جنمین سے ایک وہ دفعہ تھی جسکی روسے آنریبل سید محمود کو جائنٹ سکرٹری مقرر کیا گیا تھا ۔ اور اُنکے ساتھ اُنکے اکثر دوست بھی جنمین زیادہ تر ضلع علیگڈھ اور بلندشہر کے رئیس تھے اس اختلاف مین شریک ہوگئے ۔ اگر یہ اختلاف اختلاف رائے کی حد سے متجاوز نہوتا اور ٹرسٹی بل کے پاس ہوجانے پر بالکل رفع ہوجاتا تو ہم اُسکو خدا کی رحمت سمجھتے ؛ مگر افسوس ہے کہ وہ آخرکار مخالفت کی صورت مین بدل گیا ۔ باوجودیکہ مسودہ ممبران کمیٹی کے بھرے جلسہ مین مجارٹی کی روسے پاس ہوگیا مگر اُنکی مخالفت رفع نہوئی ۔ چنانچہ مولوی سمیع اللہ خان اور تقریباً اُنکی تمام پارٹی کالج سے بے تعلق ہوگئی ۔ اگر فرض کرلیا جائے کہ سرسید کی رائے اس باب مین خطا پر تھی تو بھی جب کہ ٹرسٹی بل قاعدہ کے موافق پاس ہوچکا تھا تمام کالج کے ہواخواہون کو اُسے سر پر رکھنا چاہیے تھا ۔ یہی وہ مستحکم بنیاد ہے جس پر تمام شایستہ ملکون مین قومی جماعتین اور قومی انسٹیٹیوشن

قائم ہین اور روز بروز ترقی کرتے چلے جاتے ہین۔ جب تک کوئی تجویز کثرت راے سے پاس نہین ہوتی اُس سے نہایت زور شور کے ساتھ اختلاف کیا جاتا ہے اور ایک پارٹی دوسری پارٹی پر غالب آنے کے لیے تمام وسائل جو اُسکی قدرت مین ہوتے ہین کام مین لاتی ہے مگر جہان ایک پارٹی کثرت راے سے غالب آئی فوراً دوسری پارٹی نے اپنے ہتھیار ڈال دیے اور اختلاف اتفاق کے ساتھ بدل گیا۔ چنانچہ نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین نے کہ وہ بھی اس اختلاف مین شریک تھے بل پاس ہو جانیکے بعد اُسکو بسروچشم قبول ومنظور کرلیا اور کالج کے پہلے سے بھی زیادہ حامی ومددگار بنگئے مگر اور صاحبون نے قانون ٹرسٹیان کو ہرگز تسلیم نہین کیا اور کالج سے بالکل قطع تعلق کرلیا۔

اگرچہ سرسید چالیس برس برابر طرح طرح کی مخالفتین جھیلتے رہے مگر کوئی مخالفت اُنکو ایسی شاق نہین گذری جیسی کہ مولوی سمیع اللہ خان اور اُنکی پارٹی کی مخالفت۔ جس سے فی الواقع اُنکا حوصلہ تنگی کرنے لگا تھا اور صبر وتحمل کا دامن اُنکے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ اول تو مولوی سمیع اللہ خان کو وہ اپنا قوت بازو سمجھتے تھے جنسے کالج اور بورڈنگ کے انتظام اور نگرانی مین اُنکو بے انتہا تقویت پہنچتی تھی اور ایسے عزیز دوست اور مددگار سے ایسی سخت مخالفت کا ظہور مین آنا فی الواقع ناقابلِ برداشت تھا۔ دوسرے اُنکی مخالفت اُنھین کی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ کالج کے بہت سے مُعاون اُنکے ساتھ ہوگئے تھے اور اسلیے سرسید کو اندیشہ ہو گیا تھا کہ کہین کالج کی چلتی گاڑی مین روڑا نہ اٹک جائے۔ چنانچہ اُنھین دنون مین جو اُنھون نے ایک نہایت پرجوش آرٹکل علیگڑھ گزٹ مین شایع کیا تھا اور جسمین فرانس چلکر ڈوئل لڑنے کا چیلنج دیا گیا تھا اُس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سرسید کے دل کی اُسوقت کیا حالت تھی۔ اسمین شک نہین کہ سید احمد خان بالکل ایک ڈسپاٹک طبیعت کے آدمی تھے؛

اس خصلت کو چاہو اُنکے تمام بڑے بڑے کامون کی بنیاد سمجھو اور چاہو اُنکے اخلاقی عیوب مین شمار کرو بہرحال یہ خصلت اُنمین ضرور تھی۔ گو وہ جزوی اور فروعی باتون مین اختلاف رائے سے کبھی تنگدل نہ ہوتے تھے مگر جن اصول پر اُنھون نے کالج کی بنیاد رکھی تھی اُنسے وہ ہرگز دست بردار ہونا نہین چاہتے تھے اور جس بات کو اُنمین مُخل سمجھتے تھے اُسکو جہانتک کہ اُنکے امکان مین تھا چلنے نہین دیتے تھے۔ اُنکا مقصد محمدن کالج قائم کرنے سے صرف یہی نہ تھا کہ مسلمانون کی اولاد اُسمین تعلیم پائے بلکہ سب سے بڑا اور مقدم مقصد۔ جو ۱۸۵۷ء سے لیکر اخیر دم تک اُنکے پیش نظر رہا۔ یہ تھا کہ مسلمانون اور انگریزون مین یکجہتی، میل جول اور اتحاد کو ترقی ہو۔ اسی لیے اُنھون نے یوروپین اسٹاف کو کالج کا جزو غیر منفک قرار دیا تھا اور انگلستان سے چیدہ چیدہ آدمی بلواکر کالج مین جمع کیے تھے مگر بدقسمتی سے ایسے اسباب جمع ہوگئے تھے کہ یوروپین اسٹاف مولوی صاحب ممدوح کی طرف سے کھٹک گیا تھا اور اُنکو یقین ہوگیا تھا کہ اگر سرسید نے اپنی زندگی مین آیندہ کے لیے سکرٹری شپ کا کوئی انتظام نہ کیا تو اُنکے بعد ضرور مولوی سمیع اللہ خان سکرٹری ہونگے۔ اُنھون نے اور نیز بعض اور یوروپین افسرون نے سرسید کو صلاح دی کہ سید محمود کو جائنٹ سکرٹری مقرر کردین تاکہ یوروپین اسٹاف کا۔ جسکو معاہدہ کرکے انگلستان سے بلایا گیا ہے۔ سرسید کے آیندہ جانشین کی طرف سے پورا پورا اطمینان ہوجائے۔ اگرچہ سرسید کو یقین تھا کہ سید محمود کے جائنٹ سکرٹری مقرر کرنے سے لوگون کے دل مین طرح طرح کی بدگمانیان پیدا ہونگی اور ایسی بدگمانیون سے۔ جیسا کہ اس کتاب کے صفحات مین جابجا مذکور ہے۔ وہ سو سو کوس بھاگتے تھے۔ اسکے سوا سید محمود کی نسبت معتبر ذریعون سے سنا گیا ہے کہ وہ جائنٹ سکرٹری یا سکرٹری بننے کو پسند نہین کرتے تھے مگر چونکہ یوروپین اسٹاف مین

اس بات پر سخت اصرار تھا اور اُنکو کالج کی آیندہ حالت کی نسبت مطمئن کرنا ضرور تھا اسلیے سرسید کو ٹرسٹی بل مین ایک خاص دفعہ سید محمود کے جائنٹ سکرٹری مقرر کرنیکے لیے داخل کرنی اور سید محمود کو بہ جبر اس تجویز پر راضی کرنا پڑا۔

جو لوگ کالج کے خیرخواہ تھے اُنکا فرض تھا کہ اول تو اس تجویز سے اختلاف ہی نہ کرتے؛ کیونکہ وہ ایک ایسی مصلحت پر مبنی تھی جسکو سرسید نے ہمیشہ نظام کالج مین سب سے زیادہ مقدم سمجھا ہے؛ یہان تک کہ اگر بالفرض کثرت رائے سرسید کی طرف نہ ہو جاتی تو سرسید قطعاً کالج کو چھوڑ بیٹھتے اور یوروپین اسٹاف یقیناً کالج کو خیرباد کہکر چلا جاتا اور پھر کوئی یوروپین جنٹلمین یہان آنے کی ہامی نہ بھرتا اور اینگلو انڈین افسرون اور حاکمون کو جو ہمدردی کہ اب کالج کے ساتھ ہے وہ ہرگز باقی نہ رہتی۔ اور اگر اُنھون نے اختلاف ہی کیا تھا تو بل پاس ہو جانے کے بعد لازم تھا کہ اُسکو خوشی سے منظور کر لیتے اور یہ سمجھ لیتے کہ اگر اس تجویز کے نتائج خاطرخواہ نہ نکلے تو ہر وقت اس تجویز کا تدارک اور دفعۂ مذکور کی ترمیم ہو سکتی ہے لیکن اگر اُسکی مخالفت پر باوجود پاس ہو جانے بل کے برابر اصرار کرتے رہے تو کالج کو سخت صدمہ پہنچیگا اور مسلمانون کی پھوٹ اور نااتفاقی پر سارا زمانہ ہنسیگا۔ یہ کہنا۔ کہ ہم حق پر تھے اور اسلیے ہمکو غلط مجارٹی کا اتباع کرنا ضرور نہ تھا۔ بالکل ایسی بات ہے جیسے دو فریق قرعہ اندازی پر فیصلہ کا انحصار کرین اور جب قرعہ کسی فریق کے خاطرخواہ نہ نکلے تو یہ عذر کرے کہ اسمین میری حق تلفی ہوتی ہے اسلیے مین اس فیصلہ کو تسلیم نہین کرتا۔

الغرض بل پاس ہو جانیکے بعد اگرچہ مولویصاحب اور اُنکی پارٹی کالج سے بالکل بے تعلق ہو گئی تھی مگر مدت تک اُنکے نام ٹرسٹیون کی جماعت مین بدستور قائم رکھے گئے اور مثل تمام ٹرسٹیون کے

سرسید اُنسے بھی کالج کے معاملات مین برابر مشورہ اور راے طلب کرتے رہے۔ لیکن چونکہ وہ تمام کاروائی کو۔ جو جدید قواعد کے بموجب کیجاتی تھی۔ غلط سمجھتے تھے اسلیے اُنھون نے کبھی کچھ جواب نہین دیا آخر ایک عرصہ کے بعد مجبور ہوکر اُنکا نام ٹرسٹیون کی جماعت سے خارج کردیا گیا۔

پھر کچھ دنون بعد نواب سر وقار الامرا بہادر مدار المہام ریاست حیدر آباد نے۔ جبکہ وہ کالج کے ملاحظہ کے لیے علیگڑھ مین تشریف لائے ہوے تھے۔ بنظر سرپرستی کالج و خیر خواہی اہل اسلام سرسید اور مولویصاحب ممدوح کے درمیان صفائی کرادی تھی چنانچہ سرسید نے سالانہ اجلاس ٹرسٹیان مین مولویصاحب اور اُنکی پارٹی کے نام پھر ٹرسٹیون مین داخل ہونے کی تحریک کی اور تمام حاضرین جلسہ نے بہت خوشی سے اُسکو منظور کیا مگر بعض معقول وجوہات پر جنکی تفصیل طولانی ہے اُنھون نے ٹرسٹی بننا منظور نہین کیا اور جو صفائی کہ ہز اکسلنسی نے کرائی تھی سرسید کی زندگی مین اُسپر کوئی عمدہ نتیجہ مترتب نہوا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ گذشتہ جولائی مین نواب لفٹنٹ گورنر اضلاع شمال مغرب نے مسلمانون کی بدبختی پر رحم فرماکر آنریبل سید محمود اور مولوی سمیع اللہ خان سی ام جی کے باہم پھر صفائی کرادی ہے اور خدا کی ذات سے امید ہے کہ اس صفائی کا انجام بہتر ہوگا اور تمام لائق اور ذی رعب مسلمان متفق ہوکر اس قومی انسٹیٹوشن کے استحکام و دوام اور ترقی مین دل و جان سے کوشش کرینگے۔

اگرچہ قوم کے اُن دو معزز ممبرون مین صفائی ہوجانے کے بعد ہمارا ہرگز جی نہ چاہتا تھا کہ ٹرسٹی بل کے ناگوار واقعہ کا ذکر کرکے ناظرین کو وہ نامبارک زمانہ یاد دلائین جو قومی کالج اور قومی تعلیم کے حق مین ایک سخت مصیبت کا زمانہ تھا مگر چونکہ سرسید کی بائیوگرفی مین اُن تمام واقعات کا۔ جنسے

اُنکے اخلاق پر کوئی روشنی پڑتی ہو۔ استقصا کرنا ضرور ہے اسلیے جو کچھ اس معاملہ کے متعلق ہمکو معلوم تھا یا ہماری سمجھ مین آیا بے کم و کاست بیان کردیا گیا۔

ہمتین عالی کیسی زیادہ رنج اُٹھانا

عربی مین یہ مثل مشہور ہے "الھُمُومُ بقدرِ الھِمَم" یعنی جسقدر ہمتین عالی ہوتی ہین اُسی قدر رنج و غم زیادہ ہوتے ہین۔ سرسید نے کالج کے عشق مین اتنے کام اپنے سر دھر لیے تھے کہ ایک آدمی کا اُنسے عہدہ برآ ہونا سخت دشوار تھا۔ آخر ۱۸۹۵ء مین اُنکو کالج کی بدولت ایک ایسا دھچکا لگا جسکا صدمہ اخیر دم تک فراموش نہین ہوا۔ منجملہ اہلکاران دفتر سکرٹری کے ایک شخص شام بہاری لال جون ۱۸۸۳ء سے ہڈ کلرک کے عہدہ پر مامور تھا جو علیگڑھ کے ایک ممتاز کایستھ خاندان کا آدمی تھا۔ اُسکا باپ پنجاب مین تحصیلدار اور اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رہ چکا تھا اور اب پنشن پاتا تھا اور اُسکا دادا لفٹنٹی پنجاب مین میر منشی تھا۔ سرسید نے اُسکو ایک اشراف خاندان کا آدمی سمجھکر اپنے انگریزی دفتر مین ہڈ کلرک مقرر کرلیا تھا۔ اگرچہ سرسید کو اُسکی تقرری کے برس ڈیڑھ برس بعد جتایا گیا کہ یہ پنجاب مین سرکاری ملازم تھا اور وہان سرکاری روپیہ غبن کرنے کی علت مین سزای قید پاچکا ہے مگر سرسید نے اس خیال سے۔ کہ اول تو یہان اُسکی تحویل مین کچھ روپیہ نہین رہتا جسمین غبن کرنے کا احتمال ہو دوسرے اشراف آدمی ایک دفعہ زک اُٹھاکر پھر ویسی ہی خطا نہین کرتا۔ اُسکو بدستور اُسکے عہدہ پر بحال رکھا۔ سرسید مین ایک خاص خصلت تھی جسکو اگرچہ پُرانی سوسائٹی مین ایک نہایت شریفانہ خصلت خیال کیا جاتا تھا مگر اس زمانہ مین وہ سخت اعتراض کے قابل سمجھی جاتی ہے خاصکر اُس صورت مین جبکہ اُسکا اثر ذاتی معاملات سے گذر کر قومی معاملات تک پہنچ جائے۔ اُنمین ایک خاص قسم کی مروت بدرجۂ غایت تھی وہ کسی کو ملازم رکھکر

عام اس سے کہ اُنکا ذاتی ملازم ہو یا نہو۔ باوجود متواتر شکایتون کے علیحدہ کرنا نہین چاہتے تھے بلکہ اُسکے باب مین کسی کی شکایت کو صحیح نہین سمجھتے تھے۔ کسی کی نسبت اُنکو مطلق بدگمانی نہوتی تھی۔ وہ اپنے ماتحتون پر پورا اعتماد کرلیتے تھے۔ اور جو کام اُنکو سپرد کردیتے تھے اُسکی طرف سے بالکل مطمئن ہوجاتے تھے۔ اگرچہ بغیر اعتبار کے دنیا کا کوئی کام نہین چل سکتا لیکن اس مشہور قول کے موافق کہ "الحزم سوء الظن" ضرور ہے کہ کبھی کبھی امتحاناً اپنے ماتحتون کے کام کو جانچ لیا جائے تاکہ اُنکے دل مین ڈر رہے اور وہ ہر ایک بات کا اپنے تئین جوابدہ سمجھتے رہین۔ مگر سرسید کے دل مین کبھی اس قسم کے امتحان کا خیال نہ آتا تھا۔ شام بہاری لال جون ۸۳ء سے جولائی ۹۵ء تک اُنکے دفتر مین رہا اس عرصہ مین کبھی اُسنے یہ نہین جانا کہ مجھسے کوئی بازپرس کرنیوالا ہے یا نہین۔

کالج کا بہت سا روپیہ بنیک بنگال آگرہ مین بصیغۂ امانت جمع رہتا تھا جو وقتاً فوقتاً بحسب ضرورت چکون کے ذریعہ سے وصول کیا جاتا تھا اور کچھ پرامیسری نوٹ مالیتِ کالج بطور کیپٹل فنڈ کے بنیک کی سپردگی مین تھے جنکا منافع تقریباً دوہزار سالانہ بنیک سے ہرسال وصول ہوتا تھا۔ چک بُک سرسید کے پاس ایک بکس مین بند رہتی تھی اور اُسکی کُنجی بھی اُنھین کے پاس رہتی تھی مگر جب چک جاری کرنے کی ضرورت ہوتی تھی تو شام بہاری لال سرسید سے کنجی لیکر چک نکال لیتا تھا اور اُسکی خانہ پری کرکے سرسید سے دستخط کرالیتا تھا اور چک جاری کردیتا تھا۔ سرسید چونکہ انگریزی نہین جانتے تھے اور کلرک پر اعتماد رکھتے تھے بے تامل چک پر دستخط کردیتے تھے کئی سال تک تو وہ ٹھیک ٹھیک کام کرتا رہا مگر جب اُسنے دیکھا کہ سکرٹری کو اُسپر پورا اعتماد ہوگیا ہے اُسنے ہاتھ پانو نکالنے شروع کیے۔ جب چاہتا سکرٹری سے کنجی لیکر چک نکال لیتا اور جسقدر روپیہ

چاہتا اُسمین درج کر کے کبھی خود سکرٹری سے دستخط کرا لیتا اور کبھی آپ اُنکے جعلی دستخط بنا کر چک جاری کر دیتا؛ یہان تک کہ جب زرِ امانت جو بینک مین جمع رہتا تھا ختم ہو گیا تو اسنے ایک نہایت دلیری کا کام کیا؛ ۴۹ ہزار کے پرامیسری نوٹ جو بطور کیپٹل فنڈ کے بینک کی سپردگی مین تھے اور کسی کو اُنکے منافع کے سوا اصل فنڈ مین تصرف کرنے کا اختیار نہ تھا اُنپر ہاتھ مارنے کا ارادہ کیا۔ اُسنے ٹرسٹیون کی طرف سے ایک جعلی مختار نامہ بنایا جسمین بینک کو اختیار دیا گیا تھا کہ وقتاً فوقتاً جسقدر روپیہ کی کالج کو ضرورت ہو، پرامیسری نوٹون کی کفالت پر سودی روپیہ قرض دیتا رہے۔ اور سات ٹرسٹیون کے جعلی دستخط کر کے اُسکو بینک مین بھیجدیا۔ کچھ کم ۶۳ ہزار روپیہ تو وہ زرِ امانت مین سے غبن کر چکا تھا اب نوٹون کی کفالت پر سودی قرض بینک سے وصول کرنا شروع کیا یہانتک کہ علاوہ زرِ امانت کے بیالیس ہزار پانسو ستر روپیہ اور بینک سے وصول کر کے خورد برد کر گیا۔

سچ یہ ہے کہ ماہ جولائی ۱۸۹۵ء کالج کے حق مین، سرسید کے حق مین، اور خود اُس ناخدا ترس کے حق مین۔ جسنے مسلمانون کا کوڑی کوڑی دکان مانگا ہوا ایک لاکھ پانچ ہزار چار سو نو روپیہ شراب خواری اور عیاشی مین برباد کر دیا۔ سخت منحوس اور نامبارک مہینا تھا جسکے بعد کالج کی تعمیر بالکل بند اور آگے کو چندہ کی راہ مسدود ہو گئی، سرسید کا اس رنج مین گویا کام ہی تمام ہو گیا، اور شام بہاری لال فالج مین مبتلا ہوا، اُسی حالت مین پکڑا گیا، دورہ سپرد ہوا اور نہایت تلخی اور رسوائی کے ساتھ حوالات ہی مین کچھ کھا کر مر گیا۔

اگرچہ اُس صدمہ کا اندازہ کرنا نہایت مشکل ہے جو اس غبن فاحش سے سرسید کے دل پر گذرا ہوگا

اُنھوں نے چھیّوں چھیّوں تالاب بھرا تھا اور قطرہ قطرہ اُوس جمع کر کے قوم کی پیاس بجھانے کا سامان مُہیّا کیا تھا مگر باوجود اس سخت صدمہ کے وہ نہایت غنیمت سمجھتے تھے کہ اُنکی زندگی مین یہ راز کُھل گیا اور شام بہاری لال کی بداعمالی سب پر ظاہر ہوگئی۔ اگر وہ دفعتہً سخت بیمار نہ ہوجاتا تو خدا جانے یہ مادۂ فاسد اندر ہی اندر کس حد تک پہنچ جاتا اور اُس سے آخر کو کیا نتیجے پیدا ہوتے۔ سرسید نے اُنھین دنون مین جب کہ شام بہاری لال پر کالج کی طرف سے فوجداری مین مقدمات دائر ہو رہے تھے راقم کو ایک خط لکھا تھا اُسمین لکھتے ہین کہ " اگرچہ ان دنون مین میری طبیعت نہایت پریشان ہے اور عدالت مین حاضر ہونے اور مقدمات مین حلفی اظہار دینے کی تکلیف نہایت سخت معلوم ہوتی ہے مگر جو امور تقدیری ہین اُنسے کچھ چارہ نہین .... بعض لوگون کا خیال ہے کہ شام بہاری لال نے جو تصرف کیا وہ اس خیال سے تھا کہ چونکہ میری عمر زیادہ ہوگئی ہے اور موت کے دن قریب آتے جاتے ہین ایک دن مَین مرجاؤنگا اور جو کچھ اُسنے جعلسازی کی ہے وہ سب تلپٹ ہوجائیگی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ میری زندگی ہی مین اُسکی جعلسازی اور فریب کُھل گیا۔ ورنہ میرے بعد بڑی مشکل پڑتی اور لوگ سمجھتے کہ مین نے ہی روپیہ مین تصرف کیا ہے۔ پس خدا کی مہربانی تھی کہ میرے سامنے ہی یہ راز کُھل گیا۔ بعض لوگ اپنی حماقت سے سمجھتے ہین کہ روپیہ میری تحویل مین اور میرے قبضہ مین تھا؛ حالانکہ یہ امر بالکل غلط ہے۔ قانون ٹرسٹیان مین حکم ہے کہ روپیہ بینک مین جمع کیا جائے۔ چنانچہ کل روپیہ بینک مین جمع تھا۔ اور بینک کے خزانہ سے بذریعہ جعلی چکون کے تصرف ہوا۔ اور جعلی چکون کو روکنا جب تک کہ اُنکا حال نہ کُھلے کسی بشر کے اختیار مین نہین۔ بہرحال مین تو خدا کی رحمت سمجھتا ہون کہ میری زندگی مین یہ حال کُھل گیا گو کہ مجھکو کیسا ہی رنج اور صدمہ ہو "

الغرض جب شام بہاری لال دفعتہً فالج مین مبتلا ہوگیا اور اُسکی غیبت مین بینک سے چٹھیان

موصول ہوئین تو اُنکا مضمون سنکر سرسید کو شبہہ پیدا ہوا۔ اُنھون نے چک بُک نکلوا کر دیکھی تو معلوم ہوا
کہ بہت سے چکون کے نصف ٹکڑے جو بینک مین بھیجے جاتے ہین ندارد ہین اور اُنکے مثنّے جو چک بُک مین
لگے رہتے ہین وہ کورے بغیر لکھے لگے ہوے ہین۔ جب روزنامچہ دیکھا تو اُن نمبرون کے کسی چک
کی روانگی روزنامچہ مین مندرج نہ پائی گئی اور جو ڈرافٹ کہ چکون کے ساتھ حسب قاعدہ بینک مین بھیجے
گئے تھے اُنکی نقل بھی رجسٹر مین نہ ملی۔ آخر جب سرسید نے بینک سے خط کتابت شروع کی اور
وہان سے تمام کاغذات کی نقلین منگوائین تو کلرک کی تمام چوریان اور جعلسازیان من وعن ظاہر
ہوگئین۔ اُنھون نے حسب منشای قانون ٹرسٹیان فوراً اس واقعہ کی اطلاع گورنمنٹ مین بھیجدی
اور دو مقدمے شام بہاری لال پر فوجداری مین دائر کیے گئے یہانتک کہ صاحب مجسٹریٹ نے
اُسکو سپرد سشن کردیا۔ لیکن ابھی عدالتِ سشن مین روبکاری کی نوبت نہ پہنچی تھی کہ وہ حوالات
ہی مین غالباً کچھ کھاکر دفعتہً مرگیا۔

سرسید نے جو رپورٹ سالانہ اجلاس ٹرسٹیان منعقدہ یکم جنوری ۹۶ء مین پیش کی تھی
اُس سے ظاہر ہے کہ اُنھون نے ایک بات کے سوا اُن تمام فرائض کے ادا کرنے مین جو بحیثیت سکرٹری
ہونے کے اُنکی ذات سے علاقہ رکھتے تھے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا۔ بے شک اُنسے یہ بہت بڑی
فروگذاشت ہوئی کہ ایک مدت دراز تک یہ دھاڑی چور چک بُک مین سے نکال نکال کر جعلی
چک جاری کرتا رہا اور اُنکے مثنّے کورے بغیر لکھے چک بُک مین لگے رہے اور کبھی کسی نے چک بُک
کو کھولکر نہ دیکھا کہ اُسمین دن دہاڑے کیا لوٹ مچ رہی ہے اور اُسکا سبب سرسید کی وہی نیک دلی
اور اُنکا حسن ظن تھا جسکی وجہ سے خُبثِ نفس کی طرف کبھی اُنکا ذہن انتقال نہ کرتا تھا جیساکہ

کہا گیا ہے "اِنَّ الکریمَ اِذا خادعتہٗ انخدعا" یعنی کریم النفس آدمی کو جب دھوکا دوگے وہ دھوکا کھا جائیگا۔ اس ایک الزام کے سوا کسی قسم کی گرفت سرسید پر نہین کیجا سکتی۔ اُنکا کلرک کی انگریزی تحریرون پر بلا تامل دستخط کر دینا کوئی قابل اعتراض بات نہین ہے۔ تمام دفاتر سرکاری وغیر سرکاری مین اسی طرح ماتحتون پر اعتماد کیا جاتا ہے کیونکہ اگر اُنپر ایسا اعتماد نہ کیا جائے اور خواہی نخواہی اُنکے کام کو مشتبہ سمجھا جائے تو ہرگز کام نہین چل سکتا۔ اسکے سوا کلرک مذکور نے تمام جعلی چکون اور جعلی ڈاکٹون پر سرسید سے دستخط نہین کرائے بلکہ زیادہ تر اپنے ہاتھ سے جعلی دستخط بنا کر چک جاری کیے۔ جو روپیہ نوٹون کی کفالت پر بطور سودی قرض کے بینک سے وصول کیا گیا اسکا الزام بھی سرسید پر عائد نہین ہوتا۔ کیونکہ اُنکو ہر طرح سے اطمینان تھا اور اطمینان ہونا چاہیے تھا کہ کیپٹل فنڈ کی کفالت پر بینک کسی کو ایک حبّہ قرض نہین دے سکتا۔ اور جو جعلی مختار نامہ کلرک نے بینک مین بھیجکر اُسکو دھوکا دیا اُسکا کسی کو سان گمان بھی نہ تھا۔ نہ اُسپر سرسید کے اصلی دستخط تھے اور نہ کسی ٹرسٹی کے ؛ بلکہ سب کے دستخط کلرک نے اپنے ہاتھ سے بنائے تھے اور مختار نامہ بالا ہی بالا تیار کر کے بینک کو چلتا کر دیا تھا۔ مرزا عابد علی بیگ صاحب ٹرسٹی کالج اور سید ولایت حسین صاحب بی اے سکنڈ ماسٹر اسکول ڈپارٹمنٹ نے جو تین مہینے کی لگاتار کوشش اور محنت سے کالج کے حساب کی ابتدا سے اخیر تک جانچ پڑتال کی اور اُسکا مقابلہ بینک کے حسابات سے کیا اس سے۔ جیسا کہ سرسید کی رپورٹ مین درج ہے۔ صاف پایا جاتا ہے کہ بینک مین پہنچنے سے پہلے کسی طرح کا تغلب دفتر سکرٹری مین نہین ہوا، بلکہ بینک مین پہنچنے کے بعد جعلی چکون کے ذریعہ سے روپیہ نکلوایا گیا۔ چنانچہ سرسید کی رپورٹ مذکورہ بالا سنکر تمام ٹرسٹیون نے جو جلسہ مین حاضر تھے اس بات کو تسلیم کیا تھا

کہ سرسید نے جو احتیاط کہ ممکن تھی اُسمین کسی طرح کی فروگذاشت نہین کی اور جس طریقہ سے کہ غبن وقوع مین آیا اُسکا احتمال بہت کم ہوتا ہے اور شام بہاری لال کے ہاتھ مین کسی رقم وصولی کا نہ رہنا اور تمام رقوم مندرجہ روزنامچہ کا بالیقین بینک مین جمع ہوجانا اس بات کے لیے کافی تھا کہ سرسید کو کلارک کی نسبت کسیطرح کی بے اطمینانی نہ ہو۔ اِسی بنا پر جملہ حاضرین نے بالاتفاق ایک ووٹ اوف فُل کانفڈنس اس مضمون کا پاس کیا کہ سرسید نے حساباتِ کالج مین کوئی دقیقہ احتیاط کا فروگذاشت نہین کیا اور ہڈ کلرک پر اُس سے زیادہ بھروسا نہین کیا جیسا کہ انگریزی دفترون مین عموماً ایسے عہدہ دارون پر کیا جاتا ہے۔

ایک صاحب نے اس ووٹ کے پاس ہونے کا حال سنکر کہا کہ "ٹرسٹی اگر ایسا ووٹ پاس نکرتے تو اور کیا کرتے؟ وہ خود اُس الزام مین - جس سے اُنھون نے سکرٹری کو بری کرنا چاہا ہے - سکرٹری کے شریک غالب تھے" حق یہ ہے کہ ٹرسٹیون کے پاس اس اعتراض کا کوئی معقول جواب نہین ہے اور ہمارے نزدیک مولوی سمیع اللہ خان نے اپنے خط موسومہ سکرٹری مورخہ ۲۵- جنوری ۹۶ء مین بالکل صحیح لکھا تھا کہ "اگر ٹرسٹی نگرانی کرتے اور سال مین دو سال مین بھی کبھی اپنے فرض کے پورا کرنے کے خیال سے حسابات کو کالج کے جانچتے تو یہ لاکھ روپیہ سے زیادہ کے تغلب کی مصیبت - جسمین مسلمانون کا روپیہ برباد گیا - کالج پر کیون نازل ہوتی" سچی بات یہ ہے کہ گو مسلمان قومی تعلیم مین روپیہ خرچ کرنا سیکھ گئے ہین مگر روپیہ دینے کے بعد پھر اُسکی خبر لینی بالکل نہین جانتے اور ٹرسٹیون مین ایسے لوگ شاذونادر ہی نکلینگے جو اپنے تئین کالج کے کسی معاملہ کا ذمہ دار سمجھتے ہون۔ پس جب تک مسلمانون مین یہ خیال پیدا نہوگا کہ جو روپیہ ہمنے قوم کی تعلیم کے لیے دیا ہے وہ کیونکر خرچ ہوتا ہے اور اُسکے محفوظ رہنے کا کیا انتظام کیا گیا ہے، اور جب تک تمام ٹرسٹی اپنے تئین کالج کے معاملات کا جوابدہ نہ سمجھینگے اور اپنے فرائض کو جو قانون ٹرسٹیان مین

بیان ہوئے ہین ہمیشہ نصب العین نہ رکھینگے اُسوقت تک کالج کا سرمایہ بدستور خطرہ مین رہیگا۔
ایک سکرٹری کس کس چیز کی خبر رکھیگا اور کہان کہان اپنا ذہن دوڑائیگا اور ایک قحط زدہ قوم
مین ایسا جامع حیثیات سکرٹری کہان سے آئیگا جو فکر معاش سے فارغ البال اور خانگی بکھیڑون سے
بالکل آزاد ہو، رات دن کالج کے انتظام مین مصروف رہے اور جب روپیہ کی ضرورت ہو تو دردر
بھیک مانگتا پھرے، گورنمنٹ اور قوم دونو کا معتمد علیہ ہو، سپیکر ہو، رائٹر ہو، خزانچی ہو اور باوجود
ان تمام باتون کے ایک نہایت کارآزمودہ کلرک بھی ہو جو کلرکون کی چالاکیون سے بخوبی آگاہ اور خبردار رہو۔

**سید محمود کی وفات**

اگرچہ غبن کے واقعہ نے سرسید کی خوشدلی کو بہت کچھ مکدّر کردیا تھا مگر اس صدمہ
سے اُنکی طبیعت ایسی مغلوب نہین ہوئی تھی کہ اُنکی ہمت اور کوشش مین فتور آجائے
وہ تمام قومی خدمات اپنی قدیم عادت کے موافق برابر انجام دیتے تھے اور غبن کے سبب سے جو نقصان کالج
کو پہنچا تھا اُسکے تدارک کی فکر سے بھی غافل نہ تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس خلش سے ابھی نجات
نہ ہوئی تھی کہ اُنکو ایک ایسی لاعلاج مصیبت پیش آئی جسکا اعادہ کرنا اُس سے زیادہ سخت
مصیبت ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ۱۸۹۷ء کے نصفِ اخیر مین اُس بیٹے کی علالت اور سوءِ مزاج نے
جسپر نہ صرف باپ کو بلکہ تمام قوم کو فخر تھا سرسید کو آوے کی طرح بٹھادیا۔ گو بظاہر وہ اس مصیبت
کو اخیر دم تک نہایت صبر اور خاموشی کے ساتھ اور ایسے تحمل کے ساتھ جسکی نظیر ملنی مشکل ہے
برابر جھیلتے رہے مگر یہ صدمہ اندر ہی اندر کام تمام کرتا جاتا تھا۔ جو تلخ اور ناگوار حالت اس زمانہ مین
اُنپر گذری اسکا کسی قدر اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ مرض الموت مین ایک بڑے ڈاکٹر نے
اُنکے ملاحظہ کے بعد لوگون سے کہا کہ اگر یہ صدمہ اُنکو نہ پہنچتا تو اُنکے قُوے ایسے عمدہ تھے کہ پندرہ بیس

برس تک اور زندہ رہ سکتے تھے۔ باوجود ایسی تلخ حالت کے کبھی کسی نے اس کوہ وقار شخص کی زبان سے کوئی شکایت یا افسوس کا کلمہ نہ سُنا ہوگا۔ مرنے سے دو ڈیڑھ مہینے پہلے اُنکو چُپ لگ گئی تھی بولتے بہت کم تھے اور ہان یا نہین کے سوا بات کا بہت کم جواب دیتے تھے۔ اُنکے یار غار محسن الملک اور سید زین العابدین خان گھنٹون اُنکے پاس خاموش بیٹھے رہتے تھے صحبت کا لطف بالکل جاتا رہا تھا۔ ایک دن سید زین العابدین خان نے پوچھا کہ آپ ہر وقت خاموش کیون رہتے ہین؟ سر سید نے کہا "اب وہ وقت قریب ہے کہ ہمیشہ چُپ رہنا ہوگا اسلیے خاموش رہنے کی عادت ڈالتا ہون"

باایں ہمہ قومی خدمات کی دُھن اور خاصکر کالج کی بہبودی کا خیال کبھی اُنکے دل سے فراموش نہ ہوتا تھا۔ اُسی حالت مین اُنھون نے متعدد آرٹکل تعلیم پر لکھے۔ اُنھین دنون مین اُردو زبان اور فارسی خط کے خلاف جب تیسری بار جھگڑا اُٹھا تو اُنھون نے اس معاملہ کی نسبت پھر اپنی قدیم رائے مرنے سے آٹھ دن پہلے ظاہر کی اور گورنمنٹ کو اسکی طرف توجہ دلائی اور جو کمیٹی الہ آباد مین اُردو زبان اور فارسی خط کی حمایت کے لیے قائم کی گئی تھی اُس سے خط کتابت کی اور باوجود ہر طرح کی معذوری کے تا بمقدور اُسکی تائید کرنے کا وعدہ کیا۔ اُنھین دنون مین ایک عیسائی نے رسالۂ اُمہات المومنین اسلام کے برخلاف شائع کیا تھا جسمین آنحضرت صلعم کی کثرت ازدواج اور آپ کے اخلاق پر نہایت دریدہ دہنی سے اعتراض لکھے تھے۔ سر سید نے اول بطور تمہید کے ایک بڑا آرٹکل اصولِ تنقیدِ روایات پر اسی رسالہ کو دیکھکر لکھا اسکے بعد اُس رسالہ کا جواب لکھنا شروع کیا۔ یہ جواب[1] ابھی ختم نہونے پایا تھا کہ ۲۴ مارچ ۱۸۹۸ء کو احتباس بول کا عارضہ لاحق ہوا۔ صاحب سول سرجن

---

[1] یہ جواب جسقدر لکھا گیا تھا کالج میگزین مین چھپ گیا ہے ۱۲

علیگڑھ بڑی توجہ سے علاج کرنے لگے اور میرٹھ کے مشہور مڈیکل افسر ڈاکٹر موریائی کو بھی مشورہ کے لیے بلایا گیا مگر چونکہ وقتِ موعود آپہنچا تھا کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ ۲۶- کی شام کو علامات ردیہ ظاہر ہونے لگین ۲۷- مارچ کی صبح سے نہایت سخت درد سر لاحق ہوا جو اس بات کی علامت تھی کہ یورک ایسڈ دوران خون مین شامل ہوکر جلد جلد دماغ پر اپنا اثر کر رہا ہے۔ اسی دن شام کو شدید لرزہ کے ساتھ تپ چڑھی اور تھوڑی سی دیر مین ہذیان کی صورت پیدا ہوگئی۔ اُنکی عادت تھی کہ ہمیشہ بیماری کی شدت مین "حَسبِیَ اللّٰہُ وَنِعمَ الوَکِیل" بار بار پڑھا کرتے تھے۔ اس دفعہ بھی ہذیان کی حالت طاری ہونے سے پہلے قرآن کی یہ دو آیتین برابر اُنکی زبان پر جاری رہین (۱) حَسبِیَ اللّٰہُ وَنِعمَ الوَکِیلُ نِعمَ المَولٰی وَنِعمَ النَّصِیرُ (۲) اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیہِ وَسَلِّمُوا تَسلِیمًا" مگر تپ کی شدت اور ہذیان کی حالت مین کوئی بات جو سمجھ مین آئے اُنکی زبان سے نہین نکلی۔ گویا کہ تپ کے چڑھتے ہی تھوڑی دیر بعد احتضار شروع ہوگیا تھا۔ تین گھنٹے سخت کرب اور بے چینی رہی اور رات کے دس بجے حاجی اسمعیل خان کی کوٹھی مین۔جہان مرنے سے دس بارہ روز پہلے حالت صحت مین وہ سید محمود کی کوٹھی سے اُٹھ گئے تھے۔ وفات پائی۔ دوسرے دن ساڑھے پانچ بجے دن کے جنازہ اُٹھایا گیا۔ مدرسۃ العلوم کا کل اسٹاف اور تمام طالب علم، اسٹیشن کے یوروپین اور ہندوستانی افسر اور اہلکار، علیگڑھ کے رئیس اور ہر درجہ کے مسلمان ہندو اور عیسائی اس کثرت سے جنازہ کے ساتھ تھے کہ غالباً علیگڑھ مین کبھی اس نوعیت کا اژدحام کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ جو راج مزدور بڑھئی اور سنگتراش پچیس چھبیس برس سے کالج مین کام کرتے تھے۔ وہ اور

اُنکی عورتین اور بچے جو دیہات سے یہ خبر سنکر آئے تھے جنازہ کی گذرگاہ کے ایک جانب کھڑے ہوے نہایت حسرت بھری نگاہ سے اپنے مُربّی کے جنازہ کو تک رہے تھے اور اکثر طالب علم زار قطار روتے جاتے تھے۔ الغرض ۶ بجے کے بعد کرکٹ فیلڈ مین جنازہ کی نماز ہوئی۔ نماز کے بعد جب جنازہ فیلڈ سے بورڈنگ ہوس کے احاطہ مین داخل ہوا تو گارڈ اف آنر نے۔ جو گورنمنٹ کی طرف سے مامور ہوا تھا پریزنٹ اوف آرمس کی سلامی اُتاری اور قُبیل مغرب مسجد مدرستہ العلوم کے شمالی پہلو پر جو تھوڑی سی جگہ مسجد کی حد سے خارج اُسکے احاطہ کے اندر بیکار پڑی تھی وہان اُس قوم کی امیدگاہ اور پشت پناہ کو دفن کیا گیا۔

قوم را سرمایۂ مجد و علا از دست رفت | بعد ازان کاین گنج را در خاکدان انداختند
تا قیامت گوئی از تاراج ما فارغ شدند | کاین مصیبت بر سرِ اسلامیان انداختند

اگرچہ سرسید کی وفات کی بے شمار تاریخین لکھی گئی ہین لیکن دو عربی مادے عجیب و غریب نکلے ہین ایک "غُفِرَلہٗ" اور دوسری قرآن مجید کی یہ آیت "اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ"

اس شخص کے مرنے پر جس غیر معمولی طریقہ سے نہ صرف مسلمانون نے بلکہ غیر قومون نے اور نہ صرف ہندوستان مین بلکہ غیر ملکون مین بھی رنج و افسوس کا اظہار کیا گیا ہے اُسکی مثال ملنی دشوار ہے تعزیت کے کچھ کم دو سو تار جنمین سے کسی قدر بذریعۂ کالج میگزین کے شایع کیے گئے تھے

---

ؔ اس آیت مین عیسیٰؑ کی طرف خطاب ہے جسمین خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے عیسیٰ مین تجھکو موت دینے والا ہون اور اپنی طرف اُٹھا لینے والا ہون اور تجھکو کافرون کے اتہام سے پاک کرنے والا ہون

اطراف ہندوستان سے اُنکے بیٹے کے نام پہنچے اور تمام ہندوستان مین شاید ہی کوئی اسلامی انجمن یا سوسائٹی ایسی رہ گئی ہوگی جسمین سرسید کی وفات پر ماتمی جلسہ اور رنج وملال کا اظہار نہ کیا گیا ہو۔ حضور وایسرای اور نواب لفٹننٹ گورنر کے علاوہ اکثر یورپین افسرون اور حاکمون نے بذریعۂ تار یا تحریر یا تقریر کے اس بزرگ کی موت پر رنج ظاہر کیا۔ نواب لفٹننٹ گورنر نے صاحب کلکٹر علیگڑھ کو بذریعۂ تار کے اطلاع دی کہ ہز آنر کی طرف سے جنازہ کی مشایعت اور دفن مین شریک ہون۔ ملک مین کوئی انگریزی یا دیسی اخبار ایسا نہوگا جسمین بار بار اس عالمگیر حادثہ پر آرٹکل یا نوٹ نہ لکھے گئے ہون اور بہت سے اخبارون نے تو آج تک اپنے کالم اس مضمون کے لیے وقف کر رکھے ہین۔ لندن کے بڑے بڑے نامور اخبارون مین (جیسے ٹائمز اوف لندن، پال مال گزٹ، ایوننگ سٹینڈرڈ، اِکو، پیپل، ڈیلی میل، لائڈز، ایوننگ نیوز وغیرہ وغیرہ) اس واقعہ کو ہندوستان کے مسلمانون کی ایک نہایت اعلے درجہ کی پولٹکل طاقت کے زوال سے تعبیر کیا گیا اور اینگلوانڈین اور مسلمان دونو کے لیے ایک عام مصیبت بیان کیا گیا۔

انگلستان مین جو ایک مسلمانون کی سوسائٹی موسوم بہ "مسلم پیٹریاٹک لیگ" ہے اسمین بھی سرسید کی وفات پر ایک ماتمی جلسہ کیا گیا جسمین مولوی رفیع الدین احمد نے ایک رزولیوشن اس مضمون کا پیش کیا تھا کہ سرسید کی خدمات کا شکریہ اور اُنکی وفات پر رنج وافسوس اور اُنکے وارثون کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا جائے۔ ٹائمز اوف لندن نے بھی اس جلسہ کا ذکر کیا تھا اور سرسید کی وفات پر ایک لمبا آرٹکل چھاپا تھا جسمین لکھا تھا کہ "وہ (یعنی سرسید) اپنے ہم مذہبون کی حمایت مین اُنکو سائنس کے حملون سے بچانے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہین اور خود ہمارے کالمون نے اور بعض بڑے بڑے

اور عظمت کا زیادہ معترف ہوتا تھا .... کیونکہ حقیقی عظمت کا اگر کوئی انسان مستحق ہو سکتا ہے تو یقیناً سید احمد خان اُسکے مستحق تھے ۔ تاریخ سے معلوم ہوگا کہ دنیا مین بڑے آدمی اکثر گذرے ہین لیکن اُنمین بہت کم ایسے نکلین گے جنمین یہ حیرت انگیز اوصاف اور لیاقتین مجتمع ہون ۔ وہ ایک ہی وقت مین اسلام کا محقق، علم کا حامی، قوم کا سوشل رفارمر، پولٹیشن، مصنف اور مضمون نگار تھا ۔ اُسکا اثر اُس سوچنے والے عالم کا سا نہ تھا جو گوشۂ تنہائی مین بیٹھا اپنی تحریرون سے لوگون کے دل لُبھائے بلکہ وہ علانیہ دنیا کے سامنے لوگون مین لوگون کا رہبر بنکر اسلیے آیا کہ جس بات کو سچ اور صحیح سمجھے اگر اُسکی دنیا مخالف ہو تو ساری دنیا سے لڑنے کے لیے ہر وقت تیار اور آمادہ رہے ۔ ہندوستان مین ہمکو ایسے شخص کی مثال جیسا کہ وہ تھا کہان مل سکتی ہے کہ نہ جاہ و مرتبہ تھا اور نہ دولت تھی باوجود اسکے ہندوستان مین مسلمانون کی قوم کا سردار بنکر ظاہر ہوا ۔ یہ وہ رتبہ ہے جو اُس سے پہلے کسی شخص کو بغیر تلوار کے زور کے حاصل نہین ہوا ۔ سرسید نے اپنی قوم کے لوگون سے کہا کہ کاہلی، غفلت، جہالت اور ذلت سے جنمین وہ مبتلا تھے اپنے تئین نکالین اور دیکھو اُسکی پکار پر ایک نئی نسل اُٹھ کھڑی ہوئی ۔ لوگون نے سرسید کو جھوٹا سمجھا اُنکی باتون کو بدنیتی پر محمول کیا اور چارون طرف سے اُنپر طعن و تشنیع کی بوچھار ہوئی مگر اُسنے تمام مخالفتون کو سامنے سے ہٹایا اور رستے کے تمام خس و خاشاک کو صاف کرتا ہوا اس منزل کی طرف سیدھا ہو لیا جسپر پہنچنا مقصود تھا ۔ جو منصوبے وہ باندھتا تھا اُنکی طرف سے اول گورنمنٹ کو اطمینان دلانا ہوتا تھا جو ابتدا مین اس اندیشہ سے ۔ کہ وہ کہین سلطنت کے استحکام اور ملک کے امن مین خلل انداز نہون ۔ مطمئن نہ تھی ۔ اور پھر اپنے ہم مذہبون کے تعصبات اور اوہام سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا جو سرسید سے اسلیے بدگمان تھے کہ اُسنے مذہبی مسائل مین ایک نیا اسکول قائم کیا تھا جسکی وجہ سے وہ اُسکو ملحد اور بے دین کے نام سے پکارتے تھے ۔ یہ ایک ایسی بات ہے جسمین ہم نہایت مضبوط شہادت سرسید کی طبیعت کی اُس مقناطیسی قوت پر پاتے ہین جس سے وہ لوگون کے دلون کو تسخیر کرتی تھی ۔ وہ ایک ایسی قوم مین جسکی

قومیت کی بنیاد صرف مذہب پر قائم ہو اور ایسی حالت مین جبکہ وہ نیچری اور کافر سمجھا جاتا ہو اپنی قوم کا مسلم سردار مانا گیا۔ تاریخ اسلام مین بہت سی مثالین ایسی تحریکون کی پائی جاتی ہین جنکو مذہبی پیشواؤن نے شروع کرکے تکمیل تک پہنچایا اور ہزارون پیرو اُن لوگون مین سے جو مذہبی خیالات مین اشتراک رکھتے تھے پیدا کرلیے۔ لیکن کوئی تحریک (جیساکہ مین یقین کرتا ہون) اسلام کی تاریخ مین ایسی نہ ملیگی جسمین ایک مسلمان شخص ایسے مسلمانون کا سردار تسلیم ہوا ہو جو اُسکے مذہبی خیالات سے ہمدردی نہ رکھتے ہون"

"جب سر آکلنڈ کالون ہندوستان سے جانے لگے تو علیگڑھ مین آئے اور اپنے دوست سید احمد خان کے ذکر مین جنکو اُنھون نے گزیٹ مین کے لفظ سے یاد کیا تھا غدر کے اُس ہولناک زمانہ کا ذکر کیا جبکہ لوگون کے دل عداوتون سے بھرے ہوے اور انتقام کے خیالات دلون مین موج زن تھے۔ اُنھون نے کہا کہ "اُس وقت کیا ہندوستانیون مین اور کیا انگریزون مین سر سید پہلے شخص تھے جنھون نے اس سوال کی طرف توجہ کی کہ اس خرابی کا کیونکر علاج ہو اور حاکم و محکوم مین کسطرح آشتی پیدا ہو"

"سر سید نے غدر ۱۸۵۷ء کے بعد سب سے پہلے انگریزون اور ہندوستانیون مین دوستی پیدا کرنے کی کوشش کی اور اُسوقت سے مرتے دم تک وہ اسی بات مین کوشش کرتے رہے کہ قلم سے زبان سے اور نصیحت و تنبیہ سے حاکم اور محکوم کے زخمون پر مرہم لگائین اور اُنمین ایک مضبوط اتفاق پیدا کرین"

"آپ کو معلوم ہے کہ برٹش گورنمنٹ کی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے سر سید کی قدر و منزلت ہوئی لیکن یہ عزت اور خطاب ہمیشہ بے طلب آئے۔ دنیا کے سگ طینت لوگ اس بات پر جسقدر اُنکا جی چاہے بھونکین لیکن مین جو برسون سے سر سید کو جانتا ہون اس بات کو سچ سمجھتا ہون۔ مین آج تک کبھی کسی ایسے شخص سے نہین ملا ہون جس نے سر سید سے زیادہ شریف زندگانی بسر کی ہو، جو جاہ طلبی مین اُنسے زیادہ بے غرض ہو اور جو اُنسے زیادہ سچ کا حامی

اور دوسرون کی خدمت پر اپنے تئین وقف کر دینے والا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ یہان آج ہم اُس کی موت پر روتے ہین

اب اُس جیسا کوئی کہان ملیگا "

"ایک اور بات رہگئی ہے جسکو مین اسوقت کہنا چاہتا ہون اور وہ یہ ہے کہ اگر آپ کے یہ آنسو جھوٹے نہین ہین

اور آپ جو سر سید کے ہم مذہب اور ثنا خوان ہین اگر آپ کا یہ غم والم سچا ہے تو کیا آپ کو رونے کے علاوہ کوئی اور کام

باقی نہین ہے ؟ سمجھ لیجیے کہ یہ شخص جسکو آپ رو رہے ہین یہ اِسقدر مفلس تھا کہ نہ اُسکے پاس رہنے کو گھر تھا نہ مرنے کو؛

لیکن پھر بھی اُسنے ایک دولت آپ کے لیے چھوڑی ہے وہ آپ ہی کے لیے یہ کام چھوڑ گیا ہے کہ تعصب اور جہالت کے مقابلہ

مین شریفانہ لڑائی جاری رکھو اور آپ ہی کے سپرد یہ کام کر گیا ہے کہ اپنی افتادہ قوم کو اُٹھاؤ اور موجودہ فرائض

زندگی جو کچھ ہین اُنسے اپنی قوم کی مصالحت کراؤ۔ اس شخص نے آپ کے لیے ایک ایسی مثال چھوڑی ہے کہ اگر آپ نے

اُسکی پیروی کی تو وہ آپ کے اور آپ کی اولاد کے قبضہ مین سب سے بڑی دولت ہوگی "

جسقدر مرثیے اُردو، فارسی اور انگریزی مین اس حادثہ پر لکھے گئے ہین ظاہرا واقعۂ کربلا کے

بعد کسی شخص کی موت پر نہ لکھے گئے ہونگے۔ کہتے ہین کہ جعفر بن یحیی برمکی اور معن بن زائدہ شیبانی

کے مرنے پر بھی شعراے عرب نے بے شمار مرثیے لکھے تھے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ وہ تعداد مین سر سید کے

مرثیون سے کچھ کم نہ تھے تو بھی وہ مرثیے اِن مرثیون سے کچھ مناسبت نہین رکھتے۔ اُنمین شعرا اپنے

ذاتی فائدون اور شخصی منفعتون کو روتے تھے جو اُنکی ذات کو جعفر اور معن کے بذل و عطا سے ہمیشہ

پہنچتی تھین اور اِن مین اُس نقصان عظیم پر افسوس کیا گیا ہے جو قوم کے تمام افراد کو ایک شخص کے

مرنے سے پہنچا ہے۔ وہ اُن شخصون کی شان مین لکھے گئے تھے جو لوگون کی جیبین درہم و دینار سے

بھرتے تھے اور یہ اُس شخص کے لیے لکھے گئے ہین جو لوگون کی جیبین خالی کرتا پھرتا تھا۔ اُنکا موضوع

ایک خاندان یا ایک قبیلہ کی تباہی پر افسوس کرنا تھا اور انکا موضوع تمام قوم کی مصیبت پر رنج و افسوس کرنا ہے۔ عرب کے ایک شاعر اشجع بن عمر سلمی نے جو اشعار اپنے باپ کے مرثیہ مین بطور مبالغہ کے لکھے تھے سچ یہ ہے کہ سرسید سے بہتر اُنکے مضمون کا کوئی مصداق نہین ہو سکتا۔ وہ کہتا ہے

مَضَی ابْنُ سَعِیْدٍ حِیْنَ لَمْ یَبْقَ مَشْرِقٌ　　وَلَا مَغْرِبٌ اِلَّا لَهٗ فِیْهِ مَادِحٌ

وَمَا كُنْتُ اَدْرِیْ مَا فَوَاضِلُ كَفِّهٖ　　عَلَی النَّاسِ حَتّٰی غَیَّبَتْهُ الصَّفَائِحُ

كَاَنْ لَمْ یَمُتْ حَیٌّ سِوَاهُ وَلَمْ تَقُمْ　　عَلٰی اَحَدٍ اِلَّا عَلَیْهِ النَّوَائِحُ

ترجمہ　ابن سعید گذر گیا جب کہ مشرق اور مغرب مین کوئی جگہ ایسی نہ رہی جہان اُسکا کوئی نہ کوئی مداح نہو۔ جب تک کہ وہ قبر مین دفن نہین کیا گیا مین نہین جانتا تھا کہ لوگون پر اُسکے کسقدر احسانات ہین۔ گویا اُسکے سوا دنیا مین نہ کوئی زندہ آدمی مرا ہے اور نہ کسی پر نوحہ کیا گیا ہے۔

منجملہ اُن بے شمار مرثیون اور نوحون کے جو اس حادثۂ عظیم پر لکھے گئے ہین چند اشعار ایک یوروپین فاضل لیڈی نے بھی انگریزی زبان مین ترتیب دیے ہین چونکہ لٹریری دنیا مین شاید یہ پہلی ہی مثال ہے کہ ہندوستان کے ایک مسلمان کی موت پر انگلستان کی ایک شریف لیڈی ایک نظم بطور مرثیہ کے اپنی زبان مین لکھے اسلیے ہم اُس لطیف سونٹ (مرثیہ) کا ترجمہ اس مقام پر لکھتے ہین

"ایک تناور درخت جہان کھڑا تھا وہین گر پڑا۔ اُسکی سایہ دار شاخین۔ جو چارون طرف دور تک جھوتی تھین، صحت بخش شبنم اُنسے ٹپکتی تھی، اور اُنھون نے کثرت سے بیج بکھیرے تھے۔ اُنکے سایہ مین بنجر زمین صلاح پا گئی۔ بیج پھوٹ نکلے، شگفتہ و شاداب پھول کھلنے لگے اور خوبصورت نونہالون نے جو طاقت اور حسن سے آراستہ تھے اس ویران ریگستان کو گلزار بنا دیا۔ روؤ! اب اس شاہانہ درخت کے لیے کہ اجل نے اُسکو گرا دیا ہے۔ غم کرو مگر امید کے ساتھ؛ کیونکہ اسکی ہری بھری کھیتیان جو اُسکی سالہا سال کی محنت کا ثمرہ ہین اُسکی

قبر کے گرد لہلہا رہی ہین ۔ جن نونہالون کو اُسنے اپنے چھاؤن مین پرورش کیا تھا وہ پھول رہے ہین اور پھیک رہے ہین۔ یہ نونہال بھی اُسی کی مانند زندہ رہینگے تاکہ کسی ویرانہ کو گلزار بنا جائین "

سرسید کی وفات پر لوگون نے صرف زبانی مدح وثنا اور مرثیہ خوانی ونوحہ خوانی ہی پر بس نہین کی بلکہ عملی طور پر اس بات کا کافی ثبوت دیا ہے کہ یہ شخص اپنی راست بازی اور خلوص سے ایک عالم کے دل مین اپنی عظمت کا نقش بٹھا گیا ہے اور اپنی محبت کا بیج بو گیا ہے اور قومی ہمدردی کی چٹیک ایک ایسی مُردہ دل قوم کو لگا گیا ہے جو سردمہری مین ضرب المثل اور نااتفاقی مین شہرہ آفاق تھی۔ سرسید کے مرتے ہی کچھ لوگ اُنکی ایک عظیم الشان یادگار یعنی محمڈن یونیورسٹی قائم کرنے کے لیے کھڑے ہوگئے جنکا اپیل مسلمانون نے اور خاصکر پنجاب کے زندہ دل مسلمانون نے بڑی توجہ اور نہایت ذوق وشوق سے سنا اور اُسکی تائید پر فوراً کمربستہ ہوگئے ۔ اہل پنجاب نے سخت تقاضون سے اُنکو لاہور مین بُلایا اور اثنائے راہ مین جابجا اُسی گرمجوشی کے ساتھ جیسی کہ سرسید کے استقبال مین ظاہر کیجاتی تھی - اُنکی آو بھگت اور مُدارات کی گئی ۔ یونیورسٹی کے لیے مالیر کوٹلہ اور لاہور مین بڑی اُمنگ اور چاؤ سے لوگون نے چندہ دیا اور صرف صوبہ پنجاب سے دو لاکھ روپیہ جمع کرنے کا وعدہ کیا گیا ۔ لاہور کے جلسون مین سرسید کی تصویرین جنکی آنہ دو آنہ سے زیادہ قیمت نہ تھی پانچ پانچ روپیہ کو لوگون نے خریدین ۔ بعض جوانمرد تاجرون نے اپنے منافع کا ایک معتدبہ حصہ سرسید کی یادگار کے لیے مخصوص کردیا ۔ اکثر تھوڑی تھوڑی تنخواہ کے ملازمون نے اپنی ایک ایک پوری تنخواہ چندہ مین دیدی ۔ کالجون اور اسکولون کے طلبہ نے بڑے شوق سے چندہ جمع کیا ۔ طالب علمون کی ایک جماعت نے خاص اسی کام کے لیے دوکان لگائی تاکہ جو کچھ اس سے

فائدہ ہو اس فنڈ مین جمع کیا جائے۔ پنجاب کے سوا اَور اطراف مین بھی اُسکی تحریک شروع ہو گئی ہے
یہان تک کہ انگلستان مین جو مسلمان طلبہ کی ایک مختصر جماعت نے انجمن اسلامیہ قائم کر رکھی ہے
اُسمین بھی گرمجوشی سے چندہ کی تحریک ہوئی اور پہلے ہی جلسہ مین حاضرین نے بیس پونڈ دینے کا
وعدہ کیا اور آیندہ چندہ کے لیے کوشش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اضلاع شمال مغرب کے
بعض مقامات مین بھی معقول چندہ کیا گیا ہے اور دکن مین بھی اُسکے لیے تحریک ہو رہی ہے۔
چندہ کی تعداد صرف تین مہینے مین پچاس ہزار تک پہنچ گئی ہے جسکی ہرگز توقع نہ تھی۔ نواب
محسن الملک جنھون نے درحقیقت سرسید کا جُوا اپنے کندھے پر رکھا ہے اُنکو مسلمان اُسی نگاہ
سے دیکھتے ہین جس نگاہ سے کہ سرسید کو دیکھتے تھے اور ہر شخص کی نظر مین اُنکی وقعت ویسی ہی ہے
جیسی اُنکے اُس بڑے پیشرو کی تھی۔

یہ تمام علامتین اس بات کی ہین کہ مسلمان قومی خدمات کی قدر کرنے لگے ہین اور قومی
ہمدردی کی آگ جو سرسید کے سینہ مین مشتعل تھی اُسکو وہ اپنے ساتھ قبر مین نہین لے گئے بلکہ
اُسکی آنچ دور دور پہنچ گئی ہے اور اُس ایک چراغ سے بہت سے چراغ روشن ہو گئے ہین۔
اکثر لوگ اُن انگریزون کی ہمدردی پر تعجب کرتے ہین جو سرسید کی یادگار کے چندہ مین بہت
خوشی سے شریک ہوے ہین خصوصاً لارڈ سٹینلی کا انگلستان سے دو سو پونڈ بھیجنا اور مسٹر
ارنلڈ کی تحریک سے لاہور مین اسی مقصد کے لیے ایک یوروپین کمیٹی کا قائم ہونا، بڑے بڑے
افسرون کا اُسمین شریک ہونا اور معقول رقمین چندہ مین دینا بڑے استعجاب کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے،
مگر ہمکو اس سے کچھ بھی تعجب نہین ہوا؛ ان لوگون کا خمیر اس سرزمین کی خاک سے ہی جہان بنی نوع کی

بھلائی کے کامون مین لوگ اُڑ کر شریک ہوتے ہین، انسانی ہمدردی اُنکی گھٹی مین پڑی ہوئی ہے وہ اپنی قومی رفارمرون کی کوشش سے اعلےٰ مدارجِ ترقی پر پہنچے ہین اور اسلیے ہر قوم کے رفارمر اور ہر ملک کے ہیرو کی دل سے عزت کرتے ہین اور اُسکی یادگار قائم کرنے کو منجملہ فرائض انسانی کے سمجھتے ہین؛ پس اُن لوگون کا ہماری بھلائی کے کامون مین شریک ہونا کچھ بھی تعجب کی بات نہین ہے۔ ہان اگر تعجب ہے تو ہمکو اپنی مردہ دل قوم کی حالت پر ہے جو اب سے تیس برس پہلے ہمدردی، قومیت اور رفارمیشن کے مفہوم تک سے واقف نہ تھے، جنھون نے سلف کے ادھورے کامون کو پورا کرنے کا کبھی سبق نہین پڑھا تھا، جو اپنی ذاتی اغراض کے سوا کسی رفاہِ عام کے کام مین روپیہ خرچ کرنا مطلق نہ جانتے تھے اور بغیر حُکام کے رعب وداب کے ایک پیسا ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے۔ ایسی قوم مین اپنے ہیرو کی یادگار قائم کرنے کا جوش، یا اُسکے منصوبے پورے کرنے کا خیال، یا ایک قومی درسگاہ کو یونیورسٹی بنانے کا ارادہ کہان سے پیدا ہوگیا؟ بے شک یہ بیج سرسید کے بابرکت ہاتھ کا بویا ہوا ہے جسکو اُنکی مساعی جمیلہ کا سب سے اعلےٰ اور افضل نتیجہ سمجھنا چاہیے؛ کیونکہ اگر اُنکی کوششین اُنھین کی ذات پر ختم ہوجاتین اور قوم مین یہ ولولہ پیدا نہوتا تو اُنکی تمام عمر کی جانفشانی اور محنت گویا بالکل رائگان جاتی۔ اور اُس گھنگھور گھٹا کی طرح جو ایک ناقابل زراعت زمین مین خوب زور شور سے برس کر کُھل جائے درحقیقت سرسید کی کوئی پائدار اور زندہ نشانی دنیا مین باقی نہ رہتی مگر خدا کا شکر ہے کہ اُسنے قوم مین اپنی زندہ یادگار چھوڑی ہے اور قوم کے بہت سے افراد مین وہ اپنا درد مرضِ متعدی کی طرح پھیلا گیا ہے

فتیً عیشٌ فی معروفہٖ بعد موتہٖ کما کان بعد السیل مجراہُ مرتعاً

یعنی وہ ایک جوانمرد تھا جو خود مرگیا مگر اُسکا فیض زندہ ہے جیسے رَو کی گذرگاہ - جب رَو کا پانی نکل جاتا ہے - تو مویشی کے لیے ایک سرسبز چراگاہ بنجاتی ہے۔

مصر کے ایک تعلیم یافتہ مسلمان نے اپنے سفر یوروپ کا حال عربی زبان مین لکھا ہے وہ اہل یوروپ کی ملکی اور قومی ہمدردی کا ذکر کرتے ہوے لکھتا ہے کہ "اسی خصلت نے ان قومونکو تمام دنیا کی قومون سے بالاتر اور بزرگتر کردیا ہے۔ یہ لوگ وطن اور قوم کی خدمت کرنے والون کی صرف اُن خدمات کو دیکھتے ہین جو اُنھون نے عام بھلائی کے لیے کی ہین اور اُنکے عیبون پر مطلق نظر نہین کرتے" اسکے بعد اُسنے اٹلی، فرانس، انگلینڈ اور روس کے چند وطن دوستون کے نام لیے ہین اور اُنکے بڑے بڑے اخلاقی عیوب جو تاریخ مین مذکور ہین بیان کیے ہین اسکے بعد وہ لکھتا ہے کہ "اُنکے ہموطن اُن عیبون پر بالکل نظر نہین کرتے بلکہ اُنکے احسانات کو جو اُنھون نے قوم پر کیے ہین یاد کرکے اُنکے نام پر سر جھکاتے ہین، اُنکے سٹیچو جو ملک مین قائم کیے گئے ہین اُنکی زیارت کے لیے اطراف و جوانب سے آتے ہین اور اُنکی تعظیم کے لیے سرون سے ٹوپیان اور تاج اُتار لیتے ہین اور اُنپر فخر کرتے ہین"

اگرچہ ہماری قوم مین ابھی تک یہ شریف خصلت کمیاب ہے لیکن سرسید کی وفات کے بعد جو غیر معمولی جوش ہمدردی لوگون نے ظاہر کیا ہے اور جس گرمجوشی کے ساتھ سرسید کی یادگار قائم کرنے کا ولولہ قوم مین اُٹھا ہے اور جس توجہ اور خوشی سے اُسکے محرکون کا اپیل سنا گیا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خصلت قوم مین رفتہ رفتہ ترقی کرتی جاتی ہے لوگ اپنی قومی ضرورتون سے واقف ہوتے جاتے ہین اور جو اُن ضرورتون کے رفع کرنے پر کمر باندھتے ہین اُنکی عظمت دلون مین

بیٹھتی جاتی ہے ۔ یہی قومون کی زندہ دلی کی علامت ہے اور یہی وہ صفت ہے کہ جس قوم مین وہ معدوم ہوجاتی ہے وہ قوم جیتے جی مرجاتی ہے

"مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مرجائے کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے"

مذکورۂ بالا تحریر کے بعد معلوم ہوا کہ ۲۳-جولائی ۹۸ء کو نواب لفٹننٹ گورنر بہادر اضلاع شمال مغرب محض سرسید میموریل فنڈ کمیٹی کی تائید کے لیے علیگڑھ مین تشریف لائے اور ایک عام جلسہ مین جسمین علیگڑھ اور اُسکے گرد و نواح کے رئیس شریک تھے-کمیٹی کے ایڈریس کا جواب دیتے وقت حضور لارڈ ایلگن ویسرائے کشور ہند کی چٹھی-جو اس موقع پر اُنکے نام موصول ہوئی تھی- حاضرین کو پڑھکر سنائی جسمین حضور ممدوح نے محمدن اینگلو اورنٹیل کالج پر نہایت مُربیانہ توجہ' اور کمیٹی کی اُن کوششون پر- جو وہ کالج کی ترقی مین کر رہی ہے -کمال خوشنودی ظاہر فرمائی تھی اور مسلمانون کو اور نیز غیر قومون کو جو تعلیم سے دلچسپی رکھتے ہین اس تحریک کی اعانت پر توجہ دلائی تھی اور لکھا تھا کہ "مین ہمیشہ اپنے تئین اس وجہ سے خوش نصیب سمجھونگا کہ سال گذشتہ مین مجھکو علیگڑھ جانے کا موقع مل گیا اور سرسید سے ملاقات کرنے اور اُس دارالعلوم کے دیکھنے کا جو سرسید کو نہایت عزیز تھا - ایسی حالت مین کہ اُنکی ذات کا حوصلہ بخش سایہ اُسپر چھایا ہوا تھا- امتیاز حاصل ہوا" اسکے بعد لکھا تھا کہ "اُس دن کی یادگاری میری اس خواہش کو قوی کرتی ہے کہ مین بھی اپنے تئین اُس کالج کے دوستون کے زمرہ مین شامل کرون ' اور اسلیے مین چاہتا ہون کہ جو فنڈ اب جمع ہورہا ہے اُسمین دو ہزار کا چندہ شامل کرکے اپنی ہمدردی کا عملی اظہار کرون ۔ امید ہے کہ آپ از راہ مہربانی میری اس خواہش سے کمیٹی کو مطلع کردینگے"

اسکے بعد ہز آنر کی موجودگی مین حاضرین کے سامنے چندہ کی فہرست پیش کی گئی

اور اُسی جلسہ مین تقریباً پچیس ہزار کا چندہ - جسمین حضور ویسرائے اور نواب لفٹنٹ گورنر کا چندہ بھی شامل ہے - لکھا گیا ۔

کسی بزرگ کا قول ہے کہ " اچھے دوست کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گنجان میوہ دار درخت کہ جب تک سرسبز ہے اُسکے سایہ مین راحت ملتی ہے اور اُسکے پھل سے لذت حاصل ہوتی ہے اور جب خشک ہوگیا تو اپنی لکڑی سے طرح طرح کے فائدے پہنچاتا ہے " یہی مثال ہمارے ہیرو سرسید کی تھی، وہ بھی مسلمانوں کا ایسا ہی دوست تھا کہ جب تک زندہ رہا اپنے ہاتھ پانو زبان قلم جان اور مال سے اُنکی مدد کرتا رہا - اور جب مرگیا تو اپنی محبت اور اپنے کام کی عظمت کا نقش لوگون کے دلون مین یادگار چھوڑ گیا تاکہ اُنکی بھلائی کا کام جو اُسنے ادھورا چھوڑا ہے اُسکو سب ملکر پورا کرین ۔ حق یہ ہے کہ ایسے ہی لوگون کی شان مین کہا گیا ہے جَمَالُ ذِی الْاَرضِ کانوا فی الحیوۃ وَھُمْ بَعْدَ الْمَمَاتِ جَمَالُ الْکُتُبِ وَالسِّیَرِ -

حصہ اول ختم ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

# دوسرا حصہ

## سرسید کی لائف، اُنکی تصنیفات اور اُنکے کامون پر ریویو

### سرسید کی ترقی کے اسباب

ہمارے ملک مین ترقی کا لفظ زیادہ تر عہدہ یا منصب کی ترقی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ مگر اس موقع پر نہ ایسی ترقی سے ہماری غرض متعلق ہے اور نہ ہمارے نزدیک سرسید نے عہدہ یا منصب کے لحاظ سے ترقی کا کوئی ایسا درجہ حاصل کیا ہے جو اُنکی اعلے لیاقتون کے مقابلہ مین کچھ وزن رکھتا ہو۔ میرے ایک دوست سے ایک لائق انگلشمین نے سرسید کا ذکر کرتے وقت کہا کہ اگر یہ شخص یورپ مین پیدا ہوتا تو کسی بڑی امپائر مین وزیر اعظم کے درجہ تک پہنچتا۔ کرنل گریہم نے سرسید کی لائف مین

اُنکو باعتبار پولٹیکل لیاقت کے سر سالار جنگ ول سے دوسرے درجہ پر لکھا ہے ؛ مگر اخبار برا ڈ ایرو مطبوعہ ۱۳- فروری ۱۸۶۶ء مین اُسپر یہ ریمارک کیا گیا تھا کہ "سید احمد خان کو سر سالار جنگ سے دوسرے درجہ پر رکھنے مین ایک ممتاز ہندوستانی جنٹلمین کی قدر و قابلیت کا غلط اندازہ کیا گیا ہے جسکی تمام زندگی شمالی ہندوستان کے واسطے برکت اور رحمت رہی ہے"

بہرحال یہان سرسید کی جس ترقی کے اسباب بیان کرنے مقصود ہین وہ عہدہ اور منصب کی ترقی نہین بلکہ وہ ترقی ہے جو بعض اوقات کسی شخص کو نہ عہدہ اور منصب کے لحاظ سے اور نہ مال و دولت و جاہ و حکومت کے اعتبار سے بلکہ اعلے اور اشرف خصائل انسانی کے لحاظ سے نہ صرف اپنے خاندان مین بلکہ تمام قوم اور ملک مین ممتاز کر دیتی ہے ۔

سرسید کی زندگی کے واقعات جو پہلے حصہ مین بیان ہو چکے ہین اگر اُنکو محض سرسری طور پر دیکھا جائے تو بھی اُنسے اسقدر ضرور ثابت ہوگا کہ ایک مسلمان جو قومی تنزّل کے زمانہ مین پیدا ہوا، جسنے ایک مُردہ دار الخلافہ کی پژمُردہ سوسائٹی مین ہوش سنبھالا اور ہندوستان کی کمزور آب و ہوا مین نشو و نما پائی - اُسنے اپنی عمر کا بہت بڑا حصہ نہایت جانکاہ محنت، دلی شوق اور بے نظیر استقلال کے ساتھ گورنمنٹ کی خیر اندیشی، ملک کی خیر خواہی، قوم کی خدمت اور مذہب کی حمایت مین بسر کردی ۔ پس اس مقام پر ضرور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس چیز نے یہ غیر معمولی تحریک اُسکے دل مین پیدا کی ؟ اور کیونکر وہ اسقدر طول طویل زمانہ تک ایسے استقلال کے ساتھ اپنے ارادون پر قائم رہا ؟ اگرچہ اس سوال کے جواب مین صرف یہ کلام معجز نظام پیش کرنا کافی ہے کہ "کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهُ (یعنی ہر شخص کو اُس کام مین جسکے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے آسانی دیگئی ہے) لیکن چونکہ سرسید کی بائیوگرفی کو ہم آیندہ نسلون کے لیے

ایک مثال قابل تقلید سمجھتے ہین اسلیے اُنکی ترقی کے اسباب کی تفتیش کرنا غالباً فائدہ سے خالی نہوگا۔
سرسید کی لائف مین - جیساکہ اُنکے ابتدائی حالات پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے - بہت سی ایسی خصوصیتین پائی جاتی ہین جن پر اُنکی ترقیات کی بنیاد قائم کیجاسکتی ہے۔ قطع نظر اُن جسمانی اور اخلاقی قابلیتون کے - جنکے بخشنے مین قدرت نے بہت بڑی فیاضی کی تھی اور جنکے بغیر کوئی شخص بڑا آدمی نہین ہوسکتا - اتفاقاتِ حسنہ نے بھی اُنکے ساتھ کچھ کم مساعدت نہین کی۔ وہ ایک ایسے خاندان مین پیدا ہوے جسمین قدیم خاندان کی نیکیان اور نئے خاندان کی اولوالعزمی اور ہمت مجتمع تھی۔ اُنکی ددھیال سلطنت کے ایک قدیم متوسل گھرانے کی یادگار تھی اور اُنکی ننھیال ایک ایسے خاندان سے علاقہ رکھتی تھی جسنے اپنی ذاتی لیاقت حسنِ تدبیر اور علم و فضل سے اپنے اقران و امثال مین امتیاز حاصل کیا تھا اور اپنے تئین زمانہ کے سانچے مین ڈھالا تھا۔ وہ خوش قسمتی سے بچپن مین زیادہ تر اپنی ننھیال ہی مین رہے اور وہین تعلیم و تربیت پائی۔ اُنھون نے اپنے نانا کا عہد اپنی آنکھ سے دیکھا اور اپنے لائق ماموون کی صحبت برتی۔ اُنکی ماں ایک نیک نہاد سنجیدہ اور دانشمند بی بی تھین جنکی تعلیم و تادیب سرسید جیسے جوہرِ قابل کے لیے اکسیر کا حکم رکھتی تھی۔ اُنھون نے حسنِ اتفاق سے ایسی حالت مین نشو و نما پائی کہ نہ اُنکی حد سے زیادہ روک ٹوک ہوئی اور نہ اُنکو بالکل مطلق العنان چھوڑا گیا؛ وہ پڑھتے لکھتے بھی تھے اور ہر قسم کے کھیل بھی کھیلتے تھے مگر اپنے رشتہ دارون کے سوا غیر جنس کے لڑکون سے کبھی نہ ملنے پاتے تھے۔ نہ اُنپر تعلیم کا ایسا بوجھ ڈالا گیا تھا کہ قوای جسمانی مضمحل ہوجائین اور نہ اُنکی ڈور ایسی ڈھیلی چھوڑی گئی تھی کہ جدھر منہ اُٹھ گیا چل نکلے۔
اُنکے والد ایک آزاد منش اور تعلقات دنیوی سے الگ تھلگ رہنے والے آدمی تھے۔ گھر کے

انتظام اور اولاد کی پرورش اور تربیت کا مدار زیادہ تر بلکہ بالکل سرسید کی والدہ پر تھا جو باوجود طنطنہ اور رعب وداب کے نہایت متحمل و بردبار تھین۔ پس وہ بے جا تشدد اور سختی۔جو اولاد کی تعلیم و تربیت کے زمانہ مین اکثر والدین سے ظہور مین آتی ہے اور جس سے رفتہ رفتہ اولاد کے دل مین خود اپنی حقارت اور ذلت بیٹھ جاتی ہے۔سرسید پر کبھی نہین گذری۔

جوانی کے آغاز مین سرسید کو بچپن کی نسبت کسی قدر زیادہ آزادی حاصل ہوئی وہ اکثر رنگین جلسون مین شریک ہونے لگے اور شہر کے نوجوان امیرزادون سے ملنے جلنے لگے۔ سوسائٹی کا پرچھاوان اُنپر بھی پڑا اور پڑنا چاہیے تھا۔ مگر ہونہار نوجوانون کی لغزشین بھی اُنکی اصلاح کا باعث ہوتی ہین۔ وہ ایک ٹھوکر کھا کر ایسے چوکنا ہوجاتے ہین کہ پھر کبھی عمر بھر ٹھوکر نہین کھاتے۔ بھائی کی عبرت انگیز موت سے دل پر ایسی افسردگی چھائی کہ ہمیشہ کے لیے لہو ولعب سے دست بردار ہونا پڑا۔ مگر چونکہ طبیعت مین آتشگیر مادّہ بھرا ہوا تھا وہ آخرکار مشتعل ہوے بغیر نہ رہا۔ وہی سودا جو عنفوانِ شباب مین ہوا و ہوس کی شکل مین ظاہر ہوا تھا بیس برس بعد حُبّ قومی کے لباس مین جلوہ گر ہوا اور میر کا یہ شعر سرسید کے حال پر منطبق ہوگیا

"دل عشق کا ہمیشہ حریفِ نبرد تھا اب جس جگہ کہ داغ ہے یان آگے درد تھا"

جس حد تک سرسید کی تعلیم ہوئی اُسکو بھی اُنکی ترقی کا مؤید سمجھا جا سکتا ہے۔ اُنھون نے جیسا کہ پہلے حصہ مین بیان ہوچکا ہے قدیم یا جدید کسی طریقہ مین پوری تعلیم نہین پائی۔ اگر وہ پُرانے طریقہ کی تعلیم پوری کر لیتے اور علوم قدیمہ کا رنگ اُنپر چڑھ جاتا پھر ممکن نہ تھا کہ کسی دوسرے رنگ کے قبول کرنے کی قابلیت اُنمین باقی رہتی۔ وہ تقلید کی بندشون مین جکڑ بند ہوجاتے

اور تعصب کے تو بر تو پردے اُنکی آنکھوں پر پڑ جاتے ۔ نئے طریقہ کی تعلیم بھی اُن نتائج تک پہنچانیوالی نہ تھی جو سرسید سے ظہور مین آئے ۔ یورپ کی اعلے درجہ کی سویلزیشن اور حیرت انگیز ترقیات جو ایک ہندوستانی طالب علم کے دل پر تعلیم کے ساتھ ساتھ نقش ہوتی جاتی ہین ۔ وہ آخر کار اُسکو اپنے ملک کی ترقی سے مایوس کردیتی ہین ؛ یہان تک کہ وہ اُن کوششون کو جو ہندوستانیون کی ترقی اور اصلاح کے لیے کیجاتی ہین محض بے سود اور لاحاصل جاننے لگتا ہے ۔ پس کہا جا سکتا ہے کہ سرسید کا پرانی تعلیم مین ادھورا رہنا اور نئی تعلیم سے آشنا نہونا منجملہ اُن اتفاقات حسنہ کے تھا جنھون نے قوم کی اصلاح کے عظیم الشان کام پر ہاتھ ڈالنے سے اُنکو جھجکنے نہین دیا ۔

اگرچہ یہ تمام باتین جو اوپر بیان کی گئین بلاشبہہ ایسی ہین جنکو سرسید کی ترقی مین بہت کچھ دخل معلوم ہوتا ہے مگر اُنمین سے ایک بات بھی ایسی نہین جسکو اُنکی ترقی کے اصلی اسباب مین شمار کیا جائے ؛ کیونکہ یہی باتین اکثر اوقات ترقی کی سدِّراہ دیکھی گئی ہین ۔ اسکے سوا ایک ایسے ملک مین جیسا کہ ہندوستان ہے اور خاصکر ہماری مُردہ قوم مین جس قسم کے حیرت انگیز اور عظیم الشان کام سرسید سے ظہور مین آئے ہین اور جیسی جلیل القدر خدمتون مین اُنھون نے اپنی زندگی کا ایک مُعتدبہ حِصّہ نہایت استقلال کے ساتھ بسر کیا ہے اُنکو محض اتفاقیہ امور کی طرف منسوب نہین کیا جا سکتا ۔

بعض اوقات خیال کیا جاتا ہے کہ سرسید کا اپنی بی بی کے انتقال کے بعد دوسری شادی نکرنا اور چالیس برس تجرد اور بے تعلقی کی حالت مین رہنا یہی اُنکے تمام بڑے بڑے کامون کی بنیاد تھی ؛ اگر وہ دوسرا نکاح کر لیتے تو ہرگز اُنکو ان کامون کے سرانجام کرنے کا موقع نہ ملتا ۔ مگر اس تقدیر پر

یہ سوال باقی رہتا ہے کہ وہ کیا چیز تھی جسنے ایک چالیس بیالیس برس کے توانا تندرست ' ذی استطاعت اور سب سے بڑھکر یہ کہ مسلمان شخص کو نکاح ثانی سے باز رکھا اور تجرد کی ناگوار اور تلخ زندگی پر قانع کردیا ؟

البتہ ایک اور بات لحاظ کے قابل ہے جو سرسید کی لائف پر غور کرتے وقت لوگون کے ذہن مین ضرور متبادر ہوتی ہوگی ؛ یعنی یہ کہ جب سے انگریزی تعلیم ہندوستان مین پھیلی ہے اور یوروپ کے اُن نامور لوگون کے حالات سے جنھون نے ملک اور قوم پر اپنی جانین قربان کی ہین ہندوستان کے لوگ واقف ہوے ہین اُسوقت سے ہندوستان مین بھی کم و بیش قومیت اور قومی ہمدردی کا خیال لوگون کے دل مین پیدا ہوتا جاتا ہے۔ پس یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ سرسید نے بھی جو کچھ ملک یا قوم یا مذہب کی خدمت مین کیا وہ اُنھین یوروپ کے رفارمرون اور وطن دوستون کے حالات سنکر اُنکی ریس سے کیا ہو۔ لیکن اول تو جسوقت سرسید کو ملک اور قوم کی خدمت یا مذہب کی حمایت کا خیال پیدا ہوا اُس وقت تک انگریزی تعلیم ہندوستان مین نہایت محدود تھی اور مسلمانون مین بالکل نہ تھی۔ دوسرے اگر بالفرض یہ بات مان بھی لیجائے تو صرف اسی قدر مانی جاسکتی ہے کہ یوروپ کی تاریخ سے اُنکے دل مین بھی حب وطن اور قومیت کا خیال ایسا ہی پیدا ہوگیا ہو جیسا کہ ہندوستانی تعلیم یافتہ نوجوانون کے دل مین ایک دودھ کا سا اُبال پیدا ہوجاتا ہے مگر اُس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ خیال ایسا پک جائے کہ ایک ہندوستان کا مسلمان قوم کی دُھن مین اپنے تئین فنا کردے۔ جسطرح حالتِ موجودہ مین یہ ممکن نہین کہ یوروپ کے موجدون اور مخترعون کے حالات سُن سُن کر ہندوستان مین بھی ویسے ہی موجد اور مخترع پیدا ہونے لگین

اسی طرح یہ بھی امکان سے خارج ہے کہ یورپ کے رفارمرون اور وطن دوستون کے حالات کتابون مین پڑھکر یا زبانی سنکر ہندوستان مین بھی ویسے ہی ملک کے جان نثار اور قوم کے مصلح پیدا ہوجائین ۔

اصل یہ ہے کہ ایشیائی طرز حکومت جو ایک طاقت کو اعتدال سے زیادہ بڑھانے والی اور اُسکے سوا تمام طاقتون کو فنا کرنے والی ہے اور جو ہندوستان مین بھی تمام ایشیائی ملکون کی طرح ابتدای آفرینش سے ایک عنوان پر چلی آتی تھی اُسنے ایشیا کی کسی قوم بلکہ کسی متنفس مین قومیت کی روح باقی نہین چھوڑی ۔ ایک بڑے حکیم کا قول ہے کہ شخصی حکومت مین صرف ایک شخص (یعنی بادشاہ) ملک کا خیرخواہ ہوسکتا ہے اور بس ۔ جان سٹوارٹ مل لکھتے ہین کہ "اگر رعیت کو ایسا بنادو کہ وہ ملک کے لیے کچھ نہ کرسکے تو اُسکو ملک کی کچھ پروا نہ رہیگی" اگرچہ ہندوستان مین سو برس سے طرز حکومت بدل گئی ہے جسکا مقتضا یہ ہونا چاہیے کہ لوگون مین ملک اور قوم کی بھلائی کا خیال اور جوش پیدا ہو؛ مگر جو سکون اور انجماد ہندوستان کی قومون مین صدہا پشت سے متوارث چلا آتا ہے اور جو اُنکے آب و گل مین خمیر ہوگیا ہے اُسکو برٹش طرز حکومت جیسی کہ وہ ہندوستان مین ہے ایک صدی مین زائل نہین کرسکتی ۔ یہی وجہ ہے کہ یوروپ کی نظیرین سُن سُن کر جو اکثر ہندوستانیون کے دل مین بعض اوقات ملک اور قوم کی بھلائی کا جوش دفعتہً اُٹھتا ہے کچھ زیادہ دن نہین گذرتے کہ وہ آوے کی طرح بیٹھ جاتا ہے ۔

البتہ مذہب ایک ایسی چیز ہے جو ہر ملک مین اور خاصکر ایشیائی ملکون مین مذہبی آدمیون کو نہایت استقلال کے ساتھ تمام عمر اپنے ارادون پر ثابت قدم رکھ سکتا ہے ۔ یہ مذہب ہی مین

طاقت ہے کہ انسان نہایت سخت ریاضتون مین اپنی زندگی بسر کردیتا ہے، تمام لذات کو اپنے اوپر حرام کردیتا ہے، آگ مین تپتا ہے، برف مین گلتا ہے، گھر بار لٹا دیتا ہے اور ہر ناقابل برداشت تکلیف اٹھاتا ہے۔ مگر مذہب بھی کیسا ہی سچا اور خدا کا بھیجا ہوا ہو طرز حکومت کا تابع ہوتا ہے اُسمین جتنی باتین طرز حکومت کے مقتضا کے موافق ہوتی ہین وہ رواج پاتی ہین اور باقی حصہ ناقابل عمل سمجھکر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مثلاً خود مختار سلطنت جس مین کوئی بات شخصیت سے خالی نہین ہوتی۔ اُس مین مذہب بھی ذاتی اور شخصی بھلائیون کے سوا اور کچھ نہین سکھاتا۔ وہ صرف ایسی نیکیان سکھاتا ہے جنکا نفع یا تو نیکی کرنے والے کی ذات پر ختم ہوجاتا ہے اور یا صرف خاص خاص شخصون کو پہنچتا ہے۔ وہ کبھی ایسی نیکیون کی ترغیب نہین دیتا جنسے بلا واسطہ تمام ملک یا تمام بنی نوع کو فائدہ پہنچے۔ مذہب کی یہ حالت ایسی پایدار اور مستحکم ہوجاتی ہے کہ خود مختار سلطنت کا دورہ ختم ہوجانیکے بعد بھی صدیون تک وہ اسی حالت پر قائم رہتا ہے۔ پچھلے جس شاہراہ پر اگلون کو چلتا دیکھتے ہین آپ بھی آنکھین بند کرکے اُسی شاہراہ پر پڑ لیتے ہین۔ دائین بائین آنکھ اُٹھا کر نہین دیکھتے۔ مگر بعض اوقات زمانہ کی ضرورتین خود مذہبی فرقہ مین کوئی ایسا شخص پیدا کردیتی ہین جسکو مذہب کی چھان بین کرنی پڑتی ہے اور مذہب کا وہ متروک حصہ جو موجودہ زمانہ کے موافق ہوتا ہے اُس پر عمل کرنا اور اُسکو رواج دینا پڑتا ہے۔ زمانہ کی ضرورتین اُسکی آنکھین کھولتی ہین اور باقی مذہب کی محبت اور عقیدت اُسکو مذہب کی حقیقت کھولنے پر مجبور کرتی ہے اور خود مذہب اُس مین استقلال پیدا کرتا ہے جسکی بدولت وہ قوم کی شاہراہ کے خلاف اپنی کٹھن منزل طے کرتا ہے۔ یہین سے اُس چیز کا سُراغ چلتا ہے جسنے سرسید سے تمام ملکی

اور قومی خدمتین سرانجام کرائی ہین - ہمارے نزدیک جہان تک کہ اُنکی لائف شہادت دیتی ہے اور جسقدر کہ اُنکے حالات - افعال - اور اقوال سے ظاہر ہوتا ہے اُنکی تمام ترقیات کا منبع - اُنکے کل مقاصدِ عالیہ کا محرک اور اُنکی ہر منزل کا رہبر مذہب کے سوا اور کوئی چیز قرار نہین پا سکتی ۔

اسلام کی حقیت کا یقین اور بانی اسلام کی محبت اور عقیدت گویا سرسید کی گھٹی مین پڑی تھی ۔ دارالخلافہ کا اخیر دَور تھا اور مسلمانون کو آخرت کی امیدون کے سوا جنکا اسلام وعدہ کرتا تھا کوئی امید دنیا مین باقی نہ رہی تھی اسلیے وہ مذہب کو زیادہ مضبوط پکڑتے جاتے تھے ۔ خصوصًا شریف اور ممتاز خاندانون مین مذہبی فرائض کی پابندی اور مذہبی باتون کا چرچا بہت زیادہ تھا ۔ شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ - جو اُس زمانہ مین دیندار مسلمانون کا ملجا و ماوے تھی - اُسکے ساتھ سرسید کو ایک خاص تعلق تھا ۔ اُنکے والدین خانقاہ کے مشائخ سے کمال ارادت و عقیدت رکھتے تھے؛ اور اسلیے سرسید بچپن ہی سے اپنے والد کے ساتھ خانقاہ مین جانے لگے تھے؛ اور ایک مدت دراز تک اُنھون نے وہان کا رنگ صحبت اپنی آنکھ سے دیکھا تھا ۔ اُنکی والدہ کے سوا اُنکے تمام ننھیال والے جہان اُنھون نے نشو و نما پائی شاہ عبدالعزیز صاحب کے خاندان کے معتقد تھے ۔ پس سرسید نے آنکھ کھولکر اپنے سارے گھر مین مذہب ہی کا دور دورہ دیکھا تھا؛ گویا مذہب ہی کی آغوش مین اُنھون نے پرورش پائی تھی اور مذہب ہی کی گود مین ہوش سنبھالا تھا ۔ علوم جدیدہ جس عمر مین مذہب سے دل اُچاٹ کر سکتے ہین اُس عمر مین سرسید پر اُنکی پرچھائین تک نہین پڑی تھی بلکہ زیادہ تر اُنکی لَے اُسوقت کھلنی شروع ہوئی جب مذہب کی جڑ پتّال تک پہنچ چکی تھی ، اور جب کہ سائنس کو بجاے اسکے کہ مذہب کے ساتھ جنگ کرے اُس سے صلح کرنی ضرور تھی ۔

چونکہ سرسید کا تمام خاندان دو ایسے خانوادون سے عقیدت رکھتا تھا جو نہ صرف دلّی بلکہ تمام ہندوستان کے مسلمانون مین جامع شریعت وطریقت سمجھے جاتے تھے اسلیے اُنکا گھر بہت سی ایسی جاہلانہ رسمون اور بیہودہ اوہام اور لغو عقائد سے پاک تھا جنمین اکثر جاہل مسلمانونکے خاندان گرفتار ہوتے ہین۔ چنانچہ سرسید کہتے تھے کہ "اِس زمانہ مین بھی۔ جب کہ میرے مذہبی خیالات محققانہ اصول پر مبنی ہین۔ مین اپنی والدہ کے عقائد مین ایک آدھ بات کے سوا کوئی عقیدہ اپنے اصول کے خلاف نہین پاتا" یہی عقائد ابتدا سے سرسید کے دل مین ڈالے گئے تھے اور اسلام کی یہی صورت اُنھون نے آنکھ کھولکر دیکھی تھی۔ گویا ہوش سنبھالتے ہی اُنھون نے اپنا قدم تحقیق کی پہلی سیڑھی پر پایا تھا۔ پھر مولانا اسمعیل شہیدؒ کی تصنیفات نے اُنکے خیالات کی اور زیادہ اصلاح کی اور اُنکو کسی قدر تقلید کی بندشون سے آزاد کیا۔ مگر جب تک قدیم سوسائٹی کا رنگ اُنپر غالب رہا مذہبی خیالات مین کوئی بڑا انقلاب واقع نہین ہوا؛ وہ انھین سنت و بدعت و تقلید و عدم تقلید کے جھگڑون مین اُلجھے رہے اور اسلام کے اشرف واعلے مقاصد کو صرف انھین شخصی کامون مین منحصر جانتے رہے جنکا نفع یا تو خود کام کرنیوالے کی ذات کو اور یا خاص خاص شخصون کو پہنچتا ہے۔ مگر آخرکار زمانہ کی ضرورتون نے اُنکی آنکھین کھولین اور خود اُس یقین نے۔ جو اسلام کی حقیّت کی نسبت اُنکی گھٹی مین پڑا تھا۔ اُنکو اسلام کی حقیقت اور اُسکے اصلی مقاصد تک پہنچادیا۔ جو باتین دین حق کی پاکیزگی اور تقدس کے خلاف معلوم ہوئین اُنکو چھوڑا اور جو اُسکے مطابق پائین اُنکو پکڑا اور زید و عمرو کی مخالفت کا خوف یک قلم دل سے اُٹھادیا۔ ہر ایک معاملہ مین خود مذہب کو نہ کہ زید و عمرو کو اپنا رہبر بنایا۔ جو سوال پیش آیا اُسکو بلاواسطہ مذہب ہی سے پوچھا اور جو کچھ وہان سے جواب ملا اُسکو سر پر رکھا۔ لوگ انگریزی نوکری پر اعتراض کرتے تھے

مگر مذہب نے اجازت دی اسلیے انگریزی نوکری بے تامل اختیار کرلی • مذہب ہی سے یہ سوال کیا کہ غیر قوم اور غیر مذہب گورنمنٹ کی نوکری محض دفع الوقتی و ایام گذاری کے طور پر کرنی چاہیے ؟ یا تہ دل سے اُسکے فرائض ادا کرنے چاہیین • مذہب نے جواب دیا کہ نوکری کا پورا معاوضہ لینا اور اُسکے فرائض تہ دل سے ادا نکرنا خدا اور رسول کی مرضی کے خلاف ہے اسلیے نوکری کے فرائض نہایت ایمانداری اور سچائی کے ساتھ سرانجام کیے • مذہب ہی سے پوچھا کہ غیر قوم کی حکومت مین رعیت کو اُسکی خیرخواہ اور وفادار رعایا بنکر رہنا ضرور ہے یا نہین • مذہب نے جواب دیا کہ کوئی گناہ اس سے بڑھکر نہین کہ جس گورنمنٹ کے سایۂ حمایت مین رعیت کو ہر طرح کا امن اور آزادی حاصل ہو اُسکی رعیت اپنی گورنمنٹ کی وفادار اور خیرخواہ نہ ہو ؛ لہذا اپنی تمام زندگی گورنمنٹ کی وفاداری اور خیرخواہی مین صرف کردی • مذہب ہی سے یہ پوچھا کہ غیر مذہب قومون کے ساتھ صدق دل سے دوستی، میل جول اور کھانا پینا دین حق کی پاکیزگی اور تقدس کے موافق ہے یا نہین • مذہب نے جواب دیا کہ موافق ہی نہین بلکہ نہایت ضرور ہے ؛ کیونکہ اسلام نفاق سے بدتر اور رذیل تر کسی خصلت کو نہین بتاتا اسلیے ہمیشہ انگریزون اور تمام غیر مذہب قومون کے ساتھ اُسی صداقت اور خلوص کے ساتھ میل جول رکھا جیساکہ مسلمانون کے ساتھ رکھنا چاہیے •

واقعۂ ۱۸۵۷ء نے جب ہندوستان کے مسلمانون کو نہایت سخت صدمہ پہنچایا اور اُنکے پنپنے کی بالکل امید نہ رہی اس سے سرسید کے دل پر ایسی افسردگی اور مایوسی چھائی کہ اُن کا ارادہ ہندوستان کے تعلقات قطع کرکے کسی دوسرے ملک مین جاکر رہنے کا ہوگیا • اُسوقت بھی اُنھون نے مذہب ہی سے یہ سوال کیا کہ قوم کی آگ مین کودنا بہتر ہے یا اپنی جان بچاکر اور کسی گوشہ مین بیٹھکر

خدا کی یاد کرنی بہتر ہے ؟ مذہب نے جواب دیا کہ اسلام کا اصل اصول بلکہ خود اسلام محض قوم کی خیرخواہی اور ہمدردی ہے اور بس ۔ مذہب نے اُنکو بتایا کہ بانیِ اسلام جسکی اطاعت اور اتباع تمام امت پر فرض ہے اور جسکی نسبت قرآن ناطق ہے کہ " لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ " اُسنے دنیا مین آکر کیا کیا ؟ اپنی تمام عمر ملک اور قوم کی خیرخواہی مین بسر کی ، وہ گمراہ تھے اُنکو ہدایت کی ، وہ وحشی تھے اُنکو انسان بنایا ، وہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اُنمین اخوت اور دوستی کی بنیاد ڈالی ، وہ آپس کی خانہ جنگیون مین پھنسے ہوے تھے اُنمین ملک گیری اور کشور کشائی کا مادہ پیدا کیا ، اُنکا دین اور دنیا دونون درست کیے ، اُنکی خیرخواہی اور اصلاح مین سخت شدائد اور تکلیفین اپنے نفس پر برداشت کین ، ملک کی محبت کو جزو ایمان قرار دیا اور کہا کہ " حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِيْمَانِ " قوم کی محبت پر تمام امت کو مجبور کیا اور فرمایا کہ " حُبُّ الْعَرَبِ مِنَ الْاِيْمَانِ " قوم کی سرداری کو قوم کی خدمت مین منحصر ٹھیرایا اور کہا کہ " سَيِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ " اخیر دم تک امت یعنی قوم ہی کا خیال رکھا اور اُمَّتِي اُمَّتِي کہتا دنیا سے رخصت ہوا ۔

سرسید نے مذہب کی یہ ہدایت سنکر تمام ارادے فسخ کیے اور اس اصول کو مضبوط پکڑ لیا ۔ اُنھون نے دنیوی تعلقات کو جنکے بغیر قوم کی خیرخواہی اور قوم کو نفع پہنچانا غیر ممکن تھا قطع تعلق سے ہزار درجہ بہتر سمجھا اور اپنی تمام زندگی اور طاقت اور استطاعت اور اپنے تمام قوے کو نفسِ واپسین تک قومی خدمت اور قومی خیرخواہی کے لیے وقف کر دیا ۔ اُنھون نے مذہب ہی سے یہ پوچھا کہ قوم کی اصلی اور حقیقی خیرخواہی کس چیز مین ہے ؟ مذہب نے جواب دیا کہ مسلمانون کے اعزاز سے اسلام کو معزز کرنا اور دنیا کے ذریعہ سے دین کو تقویت دینی ۔ مذہب ہی نے اُنکے دل مین ڈالا کہ مسلمان دنیوی عزت مین

حد سے زیادہ گرے ہوے ہین اور گرتے چلے جاتے ہین اور مسلمانون کی ذلت بعینہٖ اسلام کی ذلت ہے اگر چند روز انکا یہی حال رہا تو ہندوستان مین انکا عدم اور وجود برابر ہوجائیگا اور اسلام اس ملک سے رخصت ہوجائیگا۔ اسلیے انھون نے قوم کو ادنیا ہی کی طرف متوجہ کیا اور جو ذریعے انکی دنیوی ترقیات کے تھے انکے لیے مہیا کیے۔ سب سے زیادہ انکی ترقی کا مدار انگریزی تعلیم پر سمجھا اسلیے۔ گو ایک زمانہ نے انگریزی تعلیم کی مخالفت اور مزاحمت کی۔ مگر انھون نے اسکو قوم مین جاری کرکے چھوڑا۔ مذہبی اوہام اور غلط خیالات جو دنیوی ترقی کے مانع تھے اپنی پرزور تحریرون سے انکی غلطی ثابت کی، سوشل ور اخلاقی خرابیان جو قوم مین شایع تھین جن پر غیر قومین ہنستی تھین اور جو دنیوی عزت اور وقار کی منافی تھین انکی اصلاح مین جہانتک ممکن تھا کوشش کی، قوم کی طرف سے جو گورنمنٹ کو پولٹکل بدگمانیان تھین انکو رفع کیا، گورنمنٹ کی طرف سے جو قوم کے دل مین مغایرت یا دہشت یا جھجک تھی اسکو دور کیا، انگریز جو اسلام کو ایک نہایت مہیب اور خوفناک مذہب خیال کرتے تھے اور اسلیے مسلمانون کی طرف سے مطمئن نہ تھے۔ انکو اسلام کی اصلی صورت دکھائی اور ثابت کیا کہ اگر دنیا مین کوئی مذہب عیسائیون کا دوست، عیسائی مذہب کا حامی، بائیبل کی تصدیق کرنیوالا اور اسکے اصول سے مطابقت رکھنے والا ہے تو وہ صرف اسلام ہے اور بس، ہندو مسلمانون مین جہانتک کہ ممکن تھا اتحاد و اتفاق پیدا کرنے مین کوشش کی کیونکہ دونون قومون کی عزت اسی بات پر موقوف تھی اور موقوف ہے کہ آپس مین مل جلکر رہین، جتنے مدرسے اور انسٹیٹیوشن قایم کیے انمین دونو قومون کو شریک کیا اور انسے دونو کے فوائد ملحوظ رکھے، ہمیشہ اپنے پبلک اسپیچون مین دونو قومون کو اسی بات کی نصیحت کی کہ ہندوستان کی عزت اتفاق مین ہے، مسلمانون کے مختلف فرقے

جنمین مذہبی نزاع اور جھگڑون نے پھوٹ ڈال رکھی ہے اور اسلیے وہ روز بروز ضعیف اور حقیر ہوتے جاتے ہین ۔ جہانتک ممکن تھا اُنھون اتفاق والتیام کی بنیاد ڈالی، مدرسۃ العلوم مین مسلمان فرقہ کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا اور ہر فرقہ کے طالب علمون کو ایک مسجد مین نماز پڑھنے کی ہدایت کی، اپنے سنّی دوستون کو شیعون کے خلاف کتابین لکھنے سے روکا اور خود جو ابتدائے عمر مین اس قسم کی چھیڑ چھاڑ کی تھی اُس سے ہمیشہ کے لیے اجتناب کیا، باوجودیکہ اُنکو اپنا مقصد پورا کرنے کے لیے مذہب کے متعلق صدہا باتین جمہور کے خلاف لکھنی پڑین مگر بغیر سخت ضرورت کے کبھی کوئی نئی بات زبان سے نہین نکالی، کبھی جمہور اہل اسلام کے مقابل کوئی جدید فرقہ کھڑا کرنا اور آپ اُس کا سرگروہ بننا نہین چاہا، کبھی مخالفین کے اعتراضات کا جواب پلٹ کر نہین دیا، یہ سب کچھ اسلیے کیا کہ قوم مین اختلاف اور نزاع بڑھنے نہ پائے اور میل کا بیل نہ بن جائے ۔

جسوقت سرسید نے مسلمانون مین انگریزی تعلیم جاری کرنے کا ارادہ کیا اُسوقت مذہب ہی نے اُنکو اس یقین پر قائم رکھا کہ جو صدمہ یوروپ مین عیسائی مذہب کو تعلیم سے پہنچا ہے وہ اسلام کو ہرگز نہین پہنچ سکتا ۔ اور جب کہ انگریزی تعلیم اُنھین جاری ہوگئی اور اُسکو روز بروز ترقی ہونے لگی اُسوقت بھی مذہب ہی نے اُنکو یہ سوجھایا کہ جب تک سائنس اور اصول اسلام مین تطبیق نہ کیجائے تب تک اُن کورے اور سادہ لوح طالب علمون کی طرف سے اطمینان نہین ہوسکتا جو مذہبی تعلیم سے بے بہرہ ہوتے ہین اور اسلیے اُنکے دل مین مذہب کی طرف سے سوءظن پیدا ہو جانا بالکل قرین قیاس ہے ۔ مذہب ہی نے اُنکو ڈرایا کہ اگر تعلیم سے اسلام کو کچھ صدمہ پہنچا تو اُسکا مظلمہ خاص کر اُس شخص پر ہوگا جسنے قوم مین تعلیم جاری کی ۔ چنانچہ اس عظیم الشان کام کو بھی اُنھون نے

اپنے ذمہ لیا اور اپنی سمجھ اور علم اور عقل کے موافق قرآن کی تفسیر لکھنی شروع کی۔

یہانتک جوکچھ ہمنے لکھا یہ محض بے سروپا قیاسات نہین ہین بلکہ خود سرسید نے اپنی تحریرون مین جابجا اس مضمون کی طرف اشارہ کیاہے خصوصًا وہ آرٹکل جو تہذیب الاخلاق مورخہ یکم ربیع الاول ۱۲۹۳ ہجری مین "ایک نادان خداپرست اور دانا دنیادار" کے عنوان سے لکھاہے اُس سے ہمارے مذکورۂ بالا بیانات کی بخوبی تائید ہوتی ہے اُسکے علاوہ ہم ہمیشہ اپنی آنکھ سے دیکھتے تھے کہ سرسید قومی خدمات اُسی سرگرمی اور ذوق و شوق کے ساتھ انجام دیتے تھے جیسے ایک مرتاض اور نفس کش زاہد عبادت الٰہی بجالاتاہے۔ نہ بیماری اور ضعیفی اُنکے ذوق و شوق کو کم کرتی تھی اور نہ گرمی یا سردی کی شدت یا اور کسی ہرج مرج سے اُنکی ہمت قاصر ہوتی تھی۔ چالیس برس برابر اُنھون نے مخالفتین جھیلین، اُنکے کفر کے بے شمار فتوے لکھے گئے، اُنکو دہری ملحد کافر اور دجال سب کچھ کہا گیا، اُنکو بارہا قتل کی دھمکیان دی گئین، صدہا گمنام خطون مین مغلّظ گالیان لکھکر بھیجی گئین، اخبارون اور رسالون مین جہانتک ہوسکا اُنکی توہین کی گئی؛ مگر وہ اپنی دھن مین اُسیطرح لگے رہے اور اپنا کام اُسی ذوق و شوق کے ساتھ کیے گئے۔ بلکہ جسقدر مخالفت بڑھتی گئی اُسیقدر اُنکا جوش اور سرگرمی زیادہ ہوتی گئی لوگ اُنکو برا کہکر اور گالیان دیکر اسقدر خوش نہوتے ہونگے جسقدر کہ وہ برا سنکر اور گالیان کھاکر خوش ہوتے رہے۔ اُنکی بہن کے انتقال کی خبر اُنکو اسوقت پہنچی جب کہ وہ قومی کانفرنس کی کارروائی مین مصروف تھے۔ جب تک جلسہ اپنے معمولی وقت پر برخاست نہوا وہ بہن کی تجہیز و تکفین مین شریک نہ ہوے۔ جوان بیٹے کی موت سے اُنکو سخت صدمہ پہنچا؛ پندرہ بیس روز تک قلب کی حرکت نہایت سست رہی اور یہ صدمہ آخر تک

فراموش نہ ہوا؛ با اینہمہ وہ اپنی قومی خدمات مین برابر مصروف رہے اور ایک رات اور ایک دن سے زیادہ جو کہ دلّی کی آمد و رفت مین صرف ہوا اُنھون نے باوجود ایسے سخت صدمہ کے کوئی قومی کام ملتوی نہین کیا اور ایسے مواقع کو تا بمقدور کبھی پاس نہین آنے دیا جن سے بیٹے کا داغ تازہ ہو اور قومی خدمات مین حرج واقع ہو۔ دلّی مین انھین خیالات سے وہ جنازہ کے ساتھ نہ گئے اور دفن کرنے مین شریک نہین ہوے۔ لوگون کو سخت تعجب ہوا اور بعضون نے بڑے بڑے اعتراض کیے اور حق یہ ہے کہ اُنکے اعتراض بالکل بجا تھے کیونکہ "من جھل شیئاً اعداہ" الغرض یہ سب باتین شہادت دیتی ہین کہ اُنکے تمام کامون کی محرک کوئی ایسی روحانی اُمنگ تھی جس پر دنیا کے معمولی خلجان غالب نہین آسکتے تھے اور جسقدر جسمانی اُمنگین کم ہوتی جاتی تھین وہ امنگ بڑھتی جاتی تھی۔

اس مقام پر یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ سرسید کی فطرت مین جیساکہ اُنکے حالات اور اُنکے کامون سے معلوم ہوتا ہے۔ غایت درجہ کی فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی تھی یہان تک کہ بعض اشخاص غلطی سے اُنکو حد سے زیادہ مسرف اور فضول خرچ خیال کرتے تھے جو لوگ اُنکے حالات سے واقف ہین اُنکو معلوم ہے کہ جب تک مسلمانون مین تعلیم پھیلانے کا خیال اُنکے دل مین پیدا نہین ہوا تھا وہ ہمیشہ اپنی بساط سے بہت بڑھکر غریبون اور مسکینون کے ساتھ سلوک کرتے تھے اور کبھی اُنکی آمدنی مین سے ایک حبّہ پس انداز نہ ہوتا تھا لیکن ہم دیکھتے ہین کہ جب سے اُنکو تعلیم اہل اسلام کا خیال ہوا اُنھون نے اس قسم کے شخصی سلوک اور احسان بالکل بند کر دیے جو کچھ اُنکے ضروری اخراجات سے بچا وہ اُنھون نے مدرسہ کے سوا اور کہین صرف نہین کیا سائل اُنکے دروازہ سے ہمیشہ ناکام پھرتے تھے، تعلیم کے سوا کسی اور رفاہ عام کے چندہ مین بھی وہ شریک نہین ہوتے تھے

بخلاف اسکے مدرسہ کی امداد مین وہ اپنی طاقت اور استطاعت سے بمراتب بڑھکر خرچ[1] کرتے رہتے تھے
غدر سے پہلے جب کہ وہ بجنور مین صدر امین تھے اُنھون نے کئی مسجدون کی تعمیر اور مرمت کرائی ، اپنے
پاس سے بھی روپیہ صرف کیا ، اور اپنے دوستون اور عزیزون سے بھی لیکر لگایا ، مگر غدر کے بعد جب
سہارنپور کی جامع مسجد کے لیے اُنسے چندہ طلب کیا گیا تو اُنھون نے چندہ دینے سے صاف انکار کیا
اور لکھ بھیجا کہ "مین خدا کے زندہ گھرون کی تعمیر کی فکر مین ہون اور آپ لوگون کو اینٹ مٹی کے گھر کی تعمیر کا خیال
ہے" ان باتون سے صاف پایا جاتا ہے کہ سرسید کی کُل مذہب کے ہاتھ مین تھی مذہب جہان چاہتا تھا
اُنسے خرچ کراتا تھا اور جہان چاہتا تھا اُنکا ہاتھ روک دیتا تھا کیونکہ مذہب کے سوا کوئی ایسا زبردست
حاکم نہین ہے جو انسان کی طبیعت کے اقتضا پر غالب آجائے اور ایک ہی شخص کو ہمیشہ کے لیے
ایک جگہ غایت درجہ کا فیاض اور دوسری جگہ حد سے زیادہ ممسک اور تنگدل بنادے ؛ جیسا کہ
بعض صحابہ کا حال تھا کہ کہین اُنکی داد و دہش کے آگے حاتم کی فیاضی ہیچ معلوم ہوتی تھی اور
کہین اُنکی کفایت شعاری اور جُزرسی پر حد سے زیادہ تعجب ہوتا تھا۔

---

[1] مارچ ۹۰ء مین جب کہ سر شبیر محمد خان بہادر رئیس پالن پور کالج کے ملاحظہ کو علیگڑھ مین آئے اور ٹرسٹیون کی طرف سے سرسید نے اُنکو ایڈریس دیا - اُسوقت کالج کی خیر خواہی کے جوش مین سرسید نے ایک ایسا کام کیا جسکو سنکر ہر شخص تعجب کریگا رئیس ممدوح نے چلتے وقت پچاس روپیہ سرسید کے پوتے سید مسعود کو اور پچاس محمد بشیر کو جو نواب محسن الملک کا عزیز ہے اور پچاس روپئے دونون صاحبون کے ملازمون کو علاوہ پانسو روپیہ چندہ کالج کے دیے تھے ۔ دونو بچون نے تو خوشی سے کہدیا کہ ہم دونو کے سو روپیہ کالج کی مسجد کی تعمیر مین صرف کیے جائین مگر سرسید نے نوکرون کا روپیہ بھی لینا چاہا نواب محسن الملک نے تو اپنے نوکرون کے انعام کو اُنسے لینا ہرگز پسند نہ کیا اور پچاس روپئے اُنھین کو دیدیے مگر سرسید نے حجت شرعی تمام کرنے کو نوکرون سے کہا کہ اگر تمکو ہماری نوکری منظور ہے تو جو انعام نواب صاحب نے تمکو دیا ہے وہ کالج مین دیدو ورنہ ابھی اپنا حساب کرلو۔ وہ بیچارے نوکری کیونکر چھوڑ سکتے تھے اُنھون نے مجبور پچاس روپئے سرسید کو دیدیے اور سرسید نے بے تکلف اُنسے روپیہ لیکر کالج فنڈ مین جمع کرلیا ۱۲

اگرچہ اسمین شک نہین کہ سرسید نے جتنے بڑے بڑے کام کیے وہ عقل سلیم اور رائے صائب کی ہدایت سے کیے اور اسلیے کہا جاسکتا ہے کہ اُنکے تمام کارہای نمایان اُنکی دانشمندی اور رائے صائب کے نتیجے تھے نہ مذہب کے۔ لیکن اول تو جو شخص مذہب اور عقل کو لازم و ملزوم جانتا ہو اُسکے کسی کام کی نسبت یہ نہین کہا جاسکتا کہ وہ عقل کا نتیجہ تھا نہ مذہب کا دوسرے عقل کا کام صرف اسقدر ہے کہ وہ راہ راست بتادیتی ہے مگر اُس راہ پر چلنا اور ثابت قدم رہنا اور نہایت استقلال کے ساتھ اُسکی تمام منزلین طے کرنا جب تک کہ مذہب کا سہارا نہو غیر ممکن ہے۔

اس بحث کو جو ہمنے اسقدر طول دیا ہے اس سے شاید لوگون کو یہ خیال ہو کہ ہم سرسید کے مخالفون کو اُنکے مسلمان یا پابند مذہب ہونے کا یقین دلانا چاہتے ہین مگر فی الواقع ہمارا یہ مقصد نہین ہے کیونکہ جس مذہب کو سرسید مذہب سمجھتے تھے اور جس اسلام کو وہ اسلام جانتے تھے مخالفون کے نزدیک نہ وہ مذہب مذہب تھا اور نہ وہ اسلام اسلام۔ بلکہ ہمارا مقصد اس طولانی بحث سے صرف اس بات کا ظاہر کرنا ہے کہ ایشیائی ممالک مین جہان وطنیت اور قومیت کا خیال بالکل نہین ہے، جو شخص مذہب کا پابند نہو وہ ہرگز ملک یا قوم کی بھلائی کا کوئی بڑا کام نہین کرسکتا۔ پس ہماری قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانون کو جو قومی ہمدردی کا دم بھرتے ہین۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جب تک وہ اسلام پر ثابت قدم نہ رہنگے ممکن نہین کہ قوم کی بھلائی کا کوئی بڑا کام کرسکین۔ یوروپ اور امریکا مین ابتک جسقدر ترقیات اور اصلاحات ظہور مین آئی ہین اُنکے بانی مبانی تقریباً تمام وہی لوگ نکلینگے جو مذہب کے سخت پابند تھے: لوتھر، کالون، بیکن، ملٹن، نیوٹن، کلمبس، بنجمن فرنیکلن، جارج سٹیفن، واشنگٹن، ہمپڈن، میٹنی وغیرہ وغیرہ سب مذہب کے نہایت پابند تھے۔

## سرسید کی ملکی خدمات اور اُنکے نتائج

اس عنوان کے تحت مین ہم سرسید کی سرکاری، ملکی اور قومی، تینون قسم کی خدمات کا ذکر کرینگے: مگر پیشانی پر ہمنے ان تمام خدمات کو ملکی خدمات کی لفظ سے تعبیر کیا ہے؛ کیونکہ سرسید کو گورنمنٹ کی خیر خواہی اور حسنِ خدمت کی بدولت ملک اور قوم کی بھلائی کرنے مین بے انتہا مدد پہنچی ہے؛ اور اسلیے ہم ایسی سرکاری خدمات کو بھی ملکی خدمات مین شمار کرتے ہین۔ اسی طرح ملک کے کسی فرقہ کو جو زمانہ کے انقلاب سے پست ہوگیا ہو۔ اُبھارنا اور اُسکے ہم وطنون مین اسکا اعزاز ازسرِنو قائم کرنے مین کوشش کرنا، درحقیقت ملک کے ایک ایسے عضوِ ماؤف کی اصلاح کرنا ہے جسکے سبب سے اُسکے تمام صحیح اعضا معرضِ خطر مین ہون۔

**سرکاری خدمات**

سب سے پہلے ہم سرسید کی سرکاری خدمات پر۔ جو اُنکی تمام ترقیات کی پہلی سیڑھی اور اُنکے تمام کارنامون کا ایک زبردست آلہ رہی ہین۔ نظر ڈالتے ہین؛ اور اپنی قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانون کو۔ جو گورنمنٹ سروس کے ذریعہ سے اعزاز حاصل کرنا چاہتے ہین۔ نصیحت کرتے ہین کہ اُنکو سرسید کی راستبازی، دیانت، وفاداری اور شریفانہ۔ نہ غلامانہ۔ اطاعت سے۔ جس پر وہ ملازمت کے زمانہ مین اور اُسکے بعد ہمیشہ کاربند رہے۔ سبق لینا چاہیے؛ کیونکہ حسنِ خدمت کی کوئی مثال اور کوئی نمونہ اُنکو اس سے بہتر دستیاب نہین ہوسکتا۔

**ملازمت سرکاری کا ابتدا**

جس زمانہ مین سرسید نے انگریزی نوکری اختیار کی اُسوقت مسلمانون کو انگریزون کے اخلاق، عادات، طرزِ معاشرت اور انگلش گورنمنٹ کی طرزِ حکومت سے بہت ہی کم واقفیت تھی؛

اور دلّی اور اُسکے نواح کے مسلمان عموماً انگریزی نوکری اور انگریزی تعلیم سے متنفر تھے ۔ خصوصاً جو خاندان قلعۂ دہلی سے کچھ تعلق رکھتے تھے اُنکو انگریزی نوکری کا کبھی خواب بھی نظر نہ آتا ہوگا ۔ چنانچہ سرسید نے جب سرکاری ملازمت کی خواہش ظاہر کی تو اُنکے تمام عزیز اور رشتہ دار اس ارادہ سے مانع آئے مگر چونکہ اُنکے نانا دبیر الدولہ نے بعض سرکاری خدمات انجام دی تھین اور اُنکے خالو خلیل اللہ خان اُسوقت ایک ممتاز انگریزی خدمت پر مامور تھے اسلیے اُنھون نے قلعۂ دہلی کے تبرک پر قناعت نہ کی بلکہ انگریزی نوکری اختیار کرلی ۔

علم سیکھنے کا شوق

سرسید نے ابتدائے ملازمت ہی مین یہ نکتہ بخوبی ذہن نشین کرلیا تھا کہ کسی کام کے ملنے سے پہلے اُس کام کی لیاقت اور اُسکے فرائض کی اطلاع حاصل کرنی ضرور ہے ۔ چنانچہ ۱۸۳۷ء مین جب مسٹر رابرٹ ہملٹن نے اُنکو عدالت سشن کا سررشتہ دار[1] مقرر کرنا چاہا تو اُنھون نے اُسکے قبول کرنے سے انکار کیا اور صاف کہدیا کہ جس کام کی مین اپنے مین لیاقت نہین پاتا اُس کو کیونکر قبول اور اُسکے فرائض ادا کرسکتا ہون ؟ جب وہ آگرہ کی کمشنری مین نائب منشی کے عہدہ پر مقرر ہوگئے تو اُنھون نے بہت جلد قوانین مالی سے واقفیت حاصل کرلی اور ترتیب دفتر کا ایک دستور العمل بنایا جسکے مطابق تمام دفتر کمشنری آگرہ کا مرتب کیا گیا ۔ پھر عدالتِ منصفی کے متعلق قوانین کا ایک خلاصہ تیار کیا جسکو صاحب کمشنر آگرہ نے گورنمنٹ مین پیش کرکے اُنکے لیے عہدہ منصفی کی سفارش کی ۔

[1] چونکہ سررشتہ داری عدالت سشن کے قبول کرنے سے سرسید نے اس خوف سے انکار کیا تھا کہ مبادا اُسکے فرائض اُنسے ادا نہو سکین اس لیے مسٹر رابرٹ ہملٹن نے جو سفارش کی چٹھی مسٹر لنڈزی کے نام لکھکر سرسید کو آگرہ بھیجا تھا اُسمین اُنکو عالی خاندان اور ہوشیار ہونیکے علاوہ ڈرپوک بھی لکھا تھا ۔ اس چٹھی کو کرنل گرہیم سرسید کی لائف مین نقل کرکے لکھتے ہین کہ سرسید مین اب کوئی علامت ڈرپوک ہونے کی نہین ہے اسکے بعد وہ عارف جنگ کے معنی ہاسٹراوف وار لکھکر کہتے ہین کہ غدر کے موقع پر سید احمد نے اس خطاب کا کافی ثبوت دیا ہے ۱۲

حسن خدمت

اسکے بعد اُنھون نے اپنے تمام زمانۂ ملازمت مین اس قاعدہ کو ہمیشہ نصب العین رکھا کہ جو کام سرکار کی طرف سے اُنکو تفویض ہوا اُسکے متعلق کافی واقفیت بہم پہنچائی اور اُسکے فرائض بڑے تجربہ کار آدمیون کی طرح سرانجام کیے۔ یہان تک کہ سروس کا زمانہ ختم ہونیکے بعد بھی جتنے کام گورنمنٹ نے اُنسے لینے چاہے اُنکو کمال جانفشانی اور محنت سے اور نہایت بصیرت اور اطلاع کے ساتھ انجام دیا۔ لیجسلیٹو کونسل کی ممبری اُنھون نے ایسی لیاقت کے ساتھ کی کہ اُنسے پہلے کسی ہندوستانی ممبر نے نہین کی تھی۔ اُنسے پہلے ظاہرا کسی نیٹو ممبر نے کوئی مسودۂ قانون پیش نہین کیا تھا۔ اُنھون نے تین مفید قانون بنائے جنمین سے صرف دو پیش ہوے اور دونو پاس ہو گئے۔ کونسل کے اکثر مباحثون مین باوجود انگریزی نہ جاننے کے نہایت سنجیدہ اور لیگل اسپیچین کین اور محض اپنی اعلے لیاقت کے سبب دو وِیسراؤن کے عہد مین دوبار منتخب ہوے اُنکی ایک اسپیچ کی نسبت جیساکہ پہلے حصہ مین بیان ہوچکا ہے خود لارڈ لٹن نے اپنی زبان سے کہا کہ مین نے ایسی قابلانہ اسپیچ کبھی نہین سنی۔ اسی طرح ایجوکیشنل کمیشن مین جیسی مبسوط اور مفصل شہادت اُنھون نے دی اور جو روشنی تعلیمی معاملات پر اُنکی شہادت نے ڈالی اُس سے زیادہ کسی کی شہادت مین نہین سنی گئی۔ غرض کہ اُنھون نے سرکاری کام کو کبھی بیگاریون کی طرح نہین کیا بلکہ ہر ایک خدمت کے فرائض نہایت تندہی اور جانفشانی سے ادا کیے۔ اسی سبب سے اُنکے افسر ہمیشہ اُنکے مداح اور شکرگزار رہے۔

بے غرضی

جہان تک ہمکو معلوم ہے اُنھون نے کبھی اپنی ترقی یا کسی خدمت کے صلہ کی صراحۃً یا کنایۃً اپنے افسرون سے درخوست نہین کی؛ بلکہ ہمیشہ اپنی کارگزاری اور حسنِ خدمت سے اُنکے دل مین جگہ کی اور خود اپنے کامون کو اپنا سفارشی بنایا۔ ۱۸۸۸ع مین جب کہ سرسید کو بمقام علیگڑھ

کے سی اس آئی کا خطاب دیا گیا اُسوقت صاحب کلکٹر علیگڑھ مسٹر کینڈی نے سرسید کی
تعریف مین جو لمبی تقریر کی تھی اُسمین یہ بھی کہا تھا کہ "یہ وہ شخص ہے جسنے اپنے واسطے کبھی کچھ نہین چاہا بلکہ
ہر چیز اپنے ملک کے واسطے چاہی" پروفیسر آرنلڈ ام اے جو دس برس علیگڑھ کالج مین سرسید کے
پاس رہے اُنھون نے لاہور کے ماتمی جلسہ مین جو سرسید کی وفات پر اسپیچ دی تھی اُسمین یہ بھی کہا تھا
کہ "گورنمنٹ کی طرف سے جو اعزاز یا خطاب اُنکو ملا وہ ہمیشہ بے طلب ملا اور مین آج تک کسی ایسے شخص سے نہین ملا جو
اُنسے زیادہ شریفانہ زندگی بسر کرنے والا اور اُنسے زیادہ بے لاگ اور بے غرض ہو"

دیانت داری کی صفت اُنکی تمام پبلک سروس مین ایسی نمایان رہی ہے جیسے آفتاب مین
روشنی۔ صہیب رومی کی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ "نِعمَ العبدُ صُهیبٌ لَو لَم یَخَفِ اللّٰہ
لَم یَعصِہٖ" (یعنی صہیب ایسا نیک بندہ ہے کہ اگر وہ خدا سے نہ ڈرتا تو بھی اُسکی نافرمانی نہ کرتا) یہی حال سرسید کے تدین
کا تھا۔ وہ نہ کسی حاکم کے خوف سے اور نہ شرعی امتناع کی وجہ سے بلکہ محض اپنی طبیعت کے اقتضا سے کوئی
کام دیانت داری کے خلاف نہین کر سکتے تھے۔ غدر سے پہلے اُنکا تدین بہت خوفناک صورت مین ظاہر
ہوتا تھا۔ اہل مقدمہ کو یہ جرات تو نہ ہوتی تھی کہ اُنکے سامنے کچھ نذرانہ پیش کرین، یا ایسا پیغام بھیجین؛
البتہ کبھی کبھی ناواقف لوگ دورانِ مقدمہ مین اُنکے مکان پر صرف ملنے کے بہانے یا کوئی سوغات
لیکر چلے جاتے تھے۔ سوغات کا قبول کرنا تو درکنار۔ ہمنے سنا ہے کہ وہ سوغات لانے والے سے
اسقدر بدگمان ہو جاتے تھے کہ اُسکا اثر مقدمہ کے فیصلہ تک پہنچتا تھا۔ آخر اہل مقدمہ نے اثنائے تحقیقات
مین اُنسے ملنا چھوڑ دیا تھا۔ جھوٹے مقدمے بنانے والے اور جھوٹی گواہیان دینے والے اُنکے نام
سے کانپتے تھے۔ نہ اُنسے اپنون کو رعایت کی توقع تھی اور نہ غیرون کو۔ صاحب جج بنارس نے

سالانہ رپورٹ مین اُنکی نسبت لکھا تھا کہ "شہر اور ضلع بنارس کو سید احمد خان ایک ایسا شخص ملا ہے جس پر وہ نہایت اعتماد رکھتے ہین اور جسکو فریب یا دھوکا نہین دے سکتے۔

غدر سے پہلے جو اکثر یورپین افسرون نے سرسید کی نسبت اپنی چٹھیات مین رائے ظاہر کی ہے اُسمین زیادہ تر اُنکے علو خاندان لیاقت اور دیانت داری کا ذکر کیا ہے کیونکہ اس سے زیادہ وہ ہندوستانیون کے کیرکٹر سے اُسی وقت بخوبی واقف ہو سکتے ہین جب کوئی امتحان کا موقع پیش آئے۔ یہان ہم صرف ٹامس مٹکاف صاحب رزیڈنٹ و کمشنر دہلی کی چٹھی مورخہ ۱۴ جولائی سنہ ۱۸۵۳ کا ترجمہ نقل کرتے ہین وہ لکھتے ہین کہ "سید احمد خان معزز خاندان کے ممبر ہین اور نواب دبیر الدولہ خواجہ فرید خان مرحوم کے۔ جو شاہنشاہ اکبر شاہ مرحوم کے وزیر اعظم تھے۔ نواسے ہین۔ اور مین اپنے ذاتی تجربہ سے اس بات کی شہادت دیتا ہون کہ ایمان داری اور لیاقت مین بہت اعلےٰ درجہ کا کیرکٹر رکھتے ہین"

اس باب مین سرسید کی احتیاط کا یہ حال تھا کہ اُنکی سروس ختم ہونے پر باوجودیکہ گورنمنٹ بہت خوشی سے اُنکو کام کرنے کی مہلت دینی چاہتی تھی مگر اُنھون نے زیادہ مہلت لینی مناسب نہ سمجھی کیونکہ مدرسۃ العلوم قائم ہو چکا تھا جسکے لیے چندہ جمع کرنے کی ازبس ضرورت تھی اور وہ عام طور پر چندہ وصول کرنا ملازمت کی حالت مین خلاف احتیاط سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب تک اُنھون نے پنشن نہین لی بنارس مین اپنے دوستون کے سوا کسی سے چندہ طلب نہین کیا۔

حریت ارادی

اگرچہ سرسید نے اُس دربار کے سایہ مین پرورش پائی تھی جو ایک قدیم ڈسپاٹک گورنمنٹ کی یادگار تھا۔ جہان آزادی کے پر جلتے تھے اور خوشامد کا بازار گرم تھا۔ نیز اُسوقت شمالی ہندوستان مین انگریزی عملداری کا ابتدائی زمانہ تھا اور اسلیے برٹش گورنمنٹ مین بھی اُسوقت تک ایشیائی

طرزحکومت کی تمام خاصیتین موجود تھین ؛ اہلکار خوشامد کو اہلکاری کا زیور سمجھتے تھے اور اسوجہ سے یوروپین حکام اور افسر ہندوستان مین آکر خوشامد پسند بنجاتے تھے ۔ باوجود اسکے سرسید کا برتاؤ اپنے افسرون کے ساتھ ابتدا سے اخیر تک نہایت آزادانہ رہا ۔ وہ اپنے افسرون کا ادب اور تعظیم اور کارسرکار مین اُنکی اطاعت جیسی کہ چاہیے ہمیشہ کرتے تھے مگر اُنکا بیجا دباؤ کبھی نہین مانا اور بےموقع کبھی اُنکی ہان مین ہان نہین ملائی ۔ غدر سے بہت پہلے جب کہ دلّی مین جان پاٹن گبنس سشن جج اور سرسید منصف تھے قسمت دہلی کے دو جاگیردار بھائیون مین جنمین سے ایک سرسید کا گہرا دوست تھا جاگیر کی بابت سخت نزاع تھا اور اُنکا جھگڑا گورنمنٹ مین پیش تھا ۔ دوسرے بھائی نے صاحب جج سے شکایت کی کہ میرے بھائی کو سید احمد خان بہکاتا اور ہر قسم کی مدد دیتا ہے ۔ اُسکو آپ سمجھا دین کہ جب تک ہمارا جھگڑا عدالت سے طے نہوجائے وہ میرے بھائی سے ملنا چھوڑ دے ۔ جان پاٹن گبنس کے طنطنے اور رعب و داب کی تمام قسمت مین دھاک تھی اور اُنکے کسی ماتحت کی یہ مجال نہ تھی کہ اُنکا کہنا نہ مانے ۔ اُنھون نے ایکروز سرسید کو بلا کر سمجھایا کہ جب تک یہ نزاع رفع نہو تم اپنے دوست سے ملنا چھوڑ دو ۔ سرسید نے صاف کہدیا کہ مین بے شک آپکا ماتحت ہون سرکاری معاملات مین جو کچھ آپ ہدایت کرینگے اُسکی بسروچشم تعمیل کرونگا مگر میرے ذاتی تعلقات مین آپ کو دخل دینا نہین چاہیے ۔ اگر آپ کہین کہ تم چندروز کو اپنی مان یا بہن سے ملنا چھوڑ دو تو مین کیونکر آپ کے حکم کی تعمیل کرسکتا ہون ۔ اگرچہ انگریزون مین ہندوستان کی آب و ہوا تحکّم اور خوشامد پسندی پیدا کردیتی ہے مگر چونکہ آزادی اُنکی گھُٹّی مین پڑی ہوئی ہوتی ہے وہ ایسے آزاد شخصون کی آخرکار قدر کرنے لگتے ہین

اور برخلاف عام اشخاص کے اُنکے ساتھ خاص طور کا برتاؤ برتتے ہین ۔ جب صاحب جج نے یہ معقول عذر سُنا پھر کبھی انپر ایسا بے جا دباؤ نہین ڈالا ۔

سنہ ۱۸۵۵ مین جب کہ وہ پہلی بار مسٹر کرک کی جگہ صدر امین مقرر ہوکر رہتک گئے ہین اُسوقت رہتک مین عجب کھلبلی پڑی ہوئی تھی ۔ مسٹر گتری قائم مقام مجسٹریٹ نے بے شمار مقدمے بداعمالی اور رشوت ستانی کے مسٹر کرک پر دائر کرا رکھے تھے ' مخبری کا بازار گرم تھا ' جو لوگ گتری صاحب کے ہان کرک کے برخلاف مخبری کرتے تھے اُنسے سب لوگ دبتے تھے ۔ خان بہادر غلام نبی خان مرحوم جو اُسوقت وہان نائب سررشتہ دار کلکٹری تھے اُنکا بیان ہے کہ "سید صاحب نے وہان جاکر کئی کام صاحب مجسٹریٹ کی مرضی کے بالکل برخلاف کیے اور کبھی اُنکا دباؤ نہین مانا ۔ ایک شخص بابر خان نامی قصبہ رہتک کا نمبردار جسکو راقم بھی جانتا ہے ۔ گتری صاحب کا بڑا مقرب تھا جسنے کرک کے برخلاف اُنکو بہت مدد دی تھی ۔ اُسنے کسی دیوانی کے مقدمہ مین سید صاحب کے اجلاس مین جھوٹی گواہی دی ۔ اُنھون نے فوراً اُسکو ماخوذ کیا ۔ ہرچند گتری صاحب نے اُسکی رہائی کے لیے سفارش کی مگر سید صاحب نے سفارش نہین مانی اور اُسکو دورہ سپرد کر دیا جہان سے اُسکو تین برس کی قید کا حکم ہوا "

پھر میونسپل کمیٹی کے ایک مقدمہ مین گتری صاحب ایک ٹھیکہ دار کی جائداد بعلت مطالبہ کمیٹی نیلام کرنی چاہتے تھے اور تمام ممبران کمیٹی سوائے سید صاحب کے اُنسے متفق الرائے تھے ۔ سرسید نے اُسوقت کے بائلاز کے مطابق یہ رائے دی کہ کمیٹی بدون حاصل کرنے ڈگری دیوانی کے اپنے اختیار سے ٹھیکہ دار کی جائداد کے نیلام کرنے کی مجاز نہین ہے ۔ جب سب نے اس رائے سے اختلاف کیا تو اُنھون نے اپنی رائے مدلل تحریر کرکے کمیٹی مین بھیجدی ۔ آخر گتری صاحب کو بصد اکراہ اُنھین کی رائے کے موافق عمل کرنا پڑا "

منشی صاحب ہی کا یہ بھی بیان ہے کہ "جب سے گتری صاحب نے مسٹر کرک کو زک دی تھی صدر امینی کی

کچھ وقعت لوگون کی نظر مین نہین رہی تھی ۔ خصوصاً ملازمانِ کچہری ضلع اُسکو لاشئی محض سمجھنے لگے تھے ۔ اتفاق یہ کہ ایک شخص۔ جسکا باپ صاحب ضلع کے محکمہ مین سررشتہ دار تھا۔ صدر امینی مین بزمرۂ محرران نوکر تھا؛ اور اس گھمنڈ پر کہ میرا باپ صاحب مجسٹریٹ کی ناک کا بال ہے۔ اپنا کام نہایت بے پروائی سے کرتا تھا ۔ سرسید نے اُسکو بعلت غفلت و بے پروائی کے معطل کردیا ۔ ہر چند ضلع والون نے سفارش کے لیے بہت کچھ ہاتھ پانو مارے مگر اُنھون نے کچھ التفات نہ کیا ۔ یہان تک کہ وہ دیوانی کی تعطیل مین دلّی چلے گئے؛ مگر تعطیل سے واپس آکر کسی کے کہنے سے نہین بلکہ اُسکے باپ کے بڑھاپے کا خیال کرکے اُسکو پھر بحال کردیا"

یہ واقعات اُس زمانہ کے ہین جب کہ سرسید یورپین حکام کی نظر مین ایک ہندوستانی عہدہ دار سے زیادہ حیثیت نہین رکھتے تھے؛ اور جو وقعت اور اعتبار اُنکو ایام غدر کی خدمات کے بعد انگلش حکام اور خود انگلش گورنمنٹ مین حاصل ہوا اُسکا عُشر عشیر بھی اُسوقت حاصل نہ تھا ۔ مگر اُس حالت مین بھی اُنھون نے اپنی آن کو کبھی ہاتھ سے نہین جانے دیا؛ اور اپنے فرائض منصبی نہایت آزادی اور دلیری سے ادا کرتے رہے ۔ منشی غلام نبی خان مرحوم کہتے تھے کہ ووُمنی صاحب۔ جو مسٹر کرک کے مقدمات کی تحقیقات کے لیے اڈیشنل کمشنر ہو کر رہتک گئے تھے جب سرسید اُنسے ملے تو وہ اُنکی ملاقات سے نہایت خوش ہوے؛ اور اُنکی غیبت مین لوگون سے کہا کہ ہمنے ہندوستانی افسرون مین ایسا صاف اور آزاد طبیعت کوئی افسر نہین دیکھا ۔ اسی وجہ سے سرسید کا منی صاحب سے اسقدر ربط بڑھ گیا تھا کہ آثار الصنادید کا انگریزی ترجمہ۔ جو مسٹر رابرٹس جنٹ مجسٹریٹ دہلی نے ناتمام چھوڑ دیا تھا۔ اُسکے پورا کرنے کا وعدہ اُنھون نے سرسید سے کیا ۔ چنانچہ جب صاحب موصوف مراد آباد مین جج ہو کر گئے تو بہت سا ترجمہ اُنھون نے کرایا"

تھیوڈور ماریسن اُس آرٹکل مین۔ جو اُنھون نے سرسید کی وفات کے بعد اُنکے پولٹکل ورکس پر

لکھا تھا - ٹرکی اور مسلمانون کے تعلقات کی نسبت لکھتے ہین کہ "اس مضمون پر سرسید نے کوئی مذبذب
اور مشتبہ آواز نہین نکالی۔ اُسنے بھی اور مسلمانونکی طرح سلطان ٹرکی کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی اور اُسکے تنزل پر
افسوس کیا + + + وہ کہا کرتا تھا کہ عصاے سلطنت مسلمانون کے ہاتھ سے نکلا جاتا ہے اور اُسکو یہ خوف تھا کہ مبادا
مسلمان بھی پولٹکل بے وقعتی کی اس حالت تک پہنچ جائین جو یورپ مین یہودیون کی حالت ہے۔ اسی لیے
ٹرکی کے ہر ایک صدمہ پر وہ ویسے ہی سچے دل سے رنج والم کرتا تھا جیسا کہ ہر مسلمان کرتا ہے۔ لیکن اس ہمدردی
کی بدولت جو اُسکو اپنے معزز ہم مذہبون کے ساتھ تھی - وہ قیصر ہند کی وفاداری اور احسانمندی سے سبکدوش نہین ہو سکا"

اسکے سوا سرسید نے اپنی تمام ملازمت کا زمانہ جس بے تعصبی اور کشادہ دلی سے بسر کیا وہ
فی الحقیقت ہمارے ملک مین ایک ایسی مثال ہے جو نایاب نہین تو کمیاب ضرور ہے۔ اُنھون نے
عدالت کی کرسی پر بیٹھکر ہر قوم اور ہر مذہب کے آدمی کو ہمیشہ ایک نگاہ سے دیکھا؛ اور کبھی ایک
جج ہونے کی حیثیت سے اپنی قوم اور اپنے مذہب کے آدمی کو دوسری قوم اور دوسرے مذہب کے آدمی پر ترجیح
نہین دی۔ بلکہ ایسی ترجیح دینے کو ایک نہایت کمینہ خصلت اور ننگ انسانیت تصور کیا۔ اُنکی
بے تعصبی کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ غدر کے موقع پر - جیسا کہ پہلے حصہ مین مفصل بیان ہو چکا ہے -
باوجودیکہ ضلع بجنور کے ہندو مسلمانون مین کمال عداوت تھی - وہان کے تمام ہندو تعلقہ دارون
نے خود سرکار سے کمال خوشی اور آرزو کے ساتھ یہ درخوست کی کہ جب تک ضلع مین امن نہو سید
احمد خان اور ڈپٹی رحمت خان کو ضلع سپرد کیا جائے، اور اُنھین کو ضلع کا حاکم بنایا جائے۔ تاریخ
سرکشی بجنور مین سرسید نے جہان ہندو چودھریون کا حال لکھا ہے اُس سے اُنکی غایت درجہ کی
بے تعصبی ظاہر ہوتی ہے۔ باوجودیکہ ہندو چودھریون اور اُنکے ساتھیون کی طرف سے مسلمانون پر

سخت ظلم اور زیادتیاں ہوئی تھین - اسپر بھی - چونکہ وہ فی الواقع بغاوت کے الزام سے پاک تھے اسلیے اُنکو اس الزام سے بالکل بری کیا ہے ۔ اور واقعات کے بیان کرنے مین مذہبی یا قومی تعصبات کو - جو اُسوقت تمام ملک مین وبا کی طرح پھیلے ہوے تھے - مطلق کام نہین فرمایا ۔

جب سرسید ملازمت سے کنارہ کش ہو کر بنارس سے روانہ ہونے کو تھے تو وہان کے ہندو اور مسلمان رؤسا نے بشمول یوروپین حکام کے اُنکو ایک وداعی ایڈریس دیا تھا جسمین اُنکی سرکاری ملکی اور قومی خدمات کے علاوہ خاص کر اُنکے بے لاگ انصاف اور بے تعصبانہ فیصلون کی نہایت تعریف تھی ۔ سرسید نے اُسکے جواب مین کہا کہ " اگر مین نے قانون کی تعمیل انصاف کے ساتھ بلالحاظ کسی کے رتبہ اور قوم اور رنگ - یا مذہب کی تو اُسکے لحاظ سے مین کسی شکریہ کا مستحق نہین ہون ۔ مجھکو تمام عمر اس بات کی فکر رہی ہے کہ جو بڑا فرض مجھکو تفویض ہوا ہے اُسکو ایمانداری کے ساتھ انجام دون - مین اپنے فرائض اور ذمہ داریون کو ہمیشہ خوب سمجھتا رہا ہون ؛ اور دنیا کی دولت اور عزت پر نجات کو اور خدا تعالی کی خوشنودی کو انسان کی قدردانی اور تعریف پر ہمیشہ ترجیح دیتا رہا ہون ۔ مین ہمیشہ اپنے تئین خدا تعالی کا جوابدہ سمجھا ہے ؛ نہ کہ انسان کا ۔ گو مین نے اپنی رائے مین غلطی کی ہو - مگر ہمیشہ اپنے ایمان کی ہدایت پر عمل کیا ہے ۔ باوجود اسکے مجھکو اس بات کے دیکھنے سے کچھ کم خوشی حاصل نہین ہوئی کہ جو کوششین مین نے سب لوگون کے حق مین انصاف کرنیکی کی تھین اُنکی قدرشناسی میرے ہموطنون نے کی ہے ۔ "

اُنھین دنون مین جب کہ سرسید بنارس سے رخصت ہونے والے تھے شہر کے ہندو اور مسلمان شرفا نے اُنکی یادگار قائم کرنے کے لیے ایک کمیٹی منعقد کی تھی جسکے پریسیڈنٹ راجہ شمبو نرائن سنگھ بہادر تھے ۔ اس کمیٹی مین راجہ صاحب موصوف نے سرسید کی یادگار کے طور پر بنارس کالج مین طبعیات کی

تحصیل کے لیے ایک سکالرشپ ہمیشہ کے واسطے "سید احمد خان سکالرشپ" کے نام سے مقرر کی تھی جو ابتک برابر جاری ہے ۔

انتظام قحط ضلع مرادآباد کا مفصل حال ہم پہلے حصہ مین لکھ چکے ہین اُسی کے ضمن مین وہ واقعہ جو راجہ جیکشن داس صاحب نے مجھسے خود بیان کیا تھا اور جس سے اُنکو سرسید کی بے تعصبی کا یقین ہوا تھا ملاحظہ کے قابل ہے کہ رسالہ "لائل محمڈنز آف انڈیا" کو دیکھکر اُنھون نے سرسید کو ایک سخت متعصب مسلمان خیال کیا تھا مگر مرادآباد کے محتاج خانہ مین ہر مذہب اور ہر ملت کے ادنے ادنے کنگلون کی خدمت گزاری مین اُنکو دیوانہ وار سرگرم دیکھکر وہ حیران اور اُنکی بے تعصبی کے دل سے قائل ہوگئے ۔

وفاداری

غدر کے زمانہ مین جس خلوص اور سچائی کے ساتھ گورنمنٹ کی وفاداری خیر خواہی اور یوروپین مردون عورتون اور بچون کی جان کی حفاظت اُنسے بن آئی اسکو ہم مفصل پہلے حصہ مین لکھ چکے ہین یہان صرف سرجان اسٹریچی کے چند الفاظ نقل کیے جاتے ہین جو اُنھون نے سنہ ۱۸۸۰ء مین ہندوستان سے رخصت ہوتے وقت محمڈن کالج کمیٹی کے ایڈریس کے جواب مین سرسید کی خدمات کا ذکر کرتے ہوے کہے تھے اُنھون نے کہا کہ "کسی شخص نے اُس سے زیادہ شریفانہ طور پر دلیری اور وفاداری کا ثبوت برٹش گورنمنٹ کے ساتھ نہین دیا جیسا کہ ۵۷ء مین اُنھون نے (یعنی سید احمد خان نے) دیا مین کوئی لفظ بھی ایسا استعمال نہین کرسکتا جس سے اُنکی جان نثاری کا کافی طور پر اظہار ہوسکے" اسی اسپیچ مین اُنھون نے یہ بھی کہا کہ "شمال مغربی اضلاع مین اُنسے زیادہ کوئی روشن ضمیر جج نہین ہوا" اور مسٹر شکسپیر نے اپنی رپورٹ مین اقرار کیا تھا کہ "اگر صدر امین (یعنی سید احمد خان) بیچ مین واسطہ نہوتا تو ہماری جانین

نواب محمود خان کی شکار ہو جاتین" اسی رپوٹ مین اُنھون نے سرسید کی دانشمندی، بے مثل ایمانداری اور سرگرمی پر شہادت دی تھی۔

بنارس کے سول جسٹس ایڈمنسٹریشن رپورٹ ۱۸۶۷ء مین صاحب جج بنارس نے اُنکی نسبت لکھا تھا کہ "شہر اور ضلع بنارس کو سید احمد خان ایک ایسا شخص ملا ہے جس پر وہ نہایت اعتماد رکھتے ہین اور جسکو فریب یا دھوکا نہین دے سکتے۔ وہ اپنے فرائض کے ادا کرنے مین نہایت باقاعدہ اور اُنکی طرف متوجہ ہونے والا ہے اور اُسکے فیصلے نہایت احتیاط اور غور سے کیے ہوے ہوتے ہین۔ وہ مقدمہ کے ہر ایک پہلو اور ہر ایک جانب پر اسطرح غور کرتا ہے کہ عدالتِ اپیل کے فیصلہ کے واسطے کچھ باقی نہین رہتا۔ اُنکے اس بہت بڑے تجربہ سے۔ جو ہر قسم کے جوڈیشل امور مین اُنکو حاصل ہے۔ مین نے خود بہت فائدہ اُٹھایا ہے"

ہائی کورٹ کے ججون نے سرسید کی درخواست پنشن گورنمنٹ مین بھیجتے وقت حسب ذیل رپورٹ کی تھی "سید احمد خان کے اوصاف اور قابلیت بحیثیت ایک پبلک سرونٹ کے ہز آنر پر بخوبی روشن ہین۔ مگر یہ عدالت بوجہ بالادست عدالت ہونے کے۔ جسکے سید احمد خان ماتحت رہے ہین۔ اُنکی ذہانت، محنت، قابلیت اور ہوشیاری کی بلند اور بے داغ شہرت کو۔ جو اُنھون نے اپنے طول طویل زمانۂ ملازمت مین تمام جماعتون کے درمیان حاصل کی ہے بطور شہادت کے درج کر دینا چاہتی ہے؛ اور نیز اُس نقصان پر افسوس ظاہر کرنا چاہتی ہے جو پبلک سروس کو۔ جو اُنھون نے اسقدر عزت اور شرافت کے ساتھ انجام دی ہے۔ اُنکی کنارہ کشی سے پہنچیگا"

نواب لفٹنٹ گورنر کی طرف سے جو اس رپورٹ کا جواب موصول ہوا وہ یہ ہے "سید احمد خان کا استعفا منظور کرنے مین ہز آنر لفٹنٹ گورنر نے مجھکو ہدایت کی ہے کہ اُنکی جانب سے مین اُن کی ہائی اپینین سید احمد خان کی اُس قابلیت اور ہوشیاری کی نسبت ظاہر کرون جو پبلک سروس مین اُنکے امتیاز کا باعث ہوئی ہے؛

منہ

اور نیز اُنکی اُس روشن، مہذب اور بی غرضانہ محنت کی نسبت بھی جو اُنھون نے اپنی پرائوٹ لائف مین لپنے ہموطنون کے فائدہ کے واسطے کی ہے "

اس موقع پر ہائی کورٹ نے چاہا تھا کہ سرسید کی خدمات کی نسبت ایک خاص شکریہ گورنمنٹ گزٹ مین مشتہر کرایا جائے۔ مگر چونکہ یہ ایک غیر معمولی طریقہ تھا اسلیے عمل مین نہین آنے پایا۔ لیکن پایونیر نے غالباً رجسٹرار ہائی کورٹ کے اشارہ سے اس شکریہ کے الفاظ چھاپ کر مشتہر کر دیے تھے

کتاب " پلرز اوف دی انڈین امپائر " جس مین سرسید کو ارکانِ سلطنت ہندوستان مین سے ایک رکن شمار کیا گیا ہے۔ اُنکی ممبری کونسل کے زمانہ کی طرف اشارہ کر کے یہ لکھا ہے کہ " اُن طریقون مین سے جو لارڈ لٹن نے ہندوستانیون کو عزت اور ذمہ داری کے مناصب پر ترقی دینے کے لیے اختیار کیے تھے کوئی طریقہ از روے استحقاق کے اسقدر ہر دل عزیز نہین ہوا جیساکہ شایستہ مسلمانون کے اس واجب التعظیم لیڈر (یعنی سید احمد خان) کا لیجس لیٹو کونسل مین مقرر کرنا ہوا ہے۔ اس اعزاز کو ہندو اور مسلمانون نے مساوی طور پر سید احمد خان کی دیانت داری، بے غرضانہ اور شریفانہ برتاؤ اور اُنکی قابلیتون کا صلہ تسلیم کیا ہے "

مسٹر ایچ جی کین ممبر پارلمنٹ نے اخبار " ہوم ورڈ میل " مین سرسید کی نسبت اپنی یہ راے ظاہر کی تھی کہ " سید احمد خان۔ جس سے مین نے ۱۸۶۸ء مین۔ جب کہ وہ لیجس لیٹو کونسل کا ممبر تھا۔ واقفیت حاصل کی تھی۔ ٹھیک اس قسم کا شخص ہے جسکو ہندوستان کا ایک انگلش منتظم اپنے ساتھ رکھنے کی خاصکر مشکل اور خطرہ کے وقت مین خواہش کریگا۔ وہ ایک خاندانی، تعلیم یافتہ، لائق، وفادار اور پوری اُرجنل اور مستقل طبیعت کا آدمی ہے۔ وہ تاج برطانیہ کا ایک خیرخواہ اور دوست سبجکٹ ہے؛ مگر باایںہمہ وہ انگریزی گورنمنٹ کے نقصون سے بھی بخوبی واقف ہے "

شکریہ خاص

مسٹر کین

مسٹر تھیوڈور بک نے جو ۹ - مارچ ۹۸ء کو سرسید کی وفات پر اسپیچ دی تھی اُس مین اُنھون نے یہ بھی کہا تھا کہ "دو دس برس کا عرصہ ہوا کہ سر آکلنڈ کالون نے - جب کہ وہ لفٹنٹ گورنر تھے مجھسے کہا تھا کہ وہ کسی زندہ شخص نے - عام اس سے کہ وہ انگریز ہو یا ہندوستانی - برٹش گورنمنٹ کے استحکام سلطنت ہندوستان کے بارہ مین اسقدر کوشش نہین کی ہے جسقدر کہ سرسید نے کی ہے "

رسالۂ اسباب بغاوت - جسکا لکھنا ایک حیثیت سے ملک و قوم کی بے نظیر خدمت اور دوسری حیثیت سے تاج برطانیہ کی حقیقی خیرخواہی کا کام تھا - سرسید کی اُن جلیل القدر خدمات مین سے ہی جنسے وہ ارکان سلطنت مین شمار کیے جانے کے مستحق ہوے ہین ۔ وہ اپنے ایک خط مین جو ولایت سے مولوی سید مہدی علی خان کو بھیجا ہے لکھتے ہین کہ "مین انڈیا اوفس مین صاحب سکرٹری وزیر ہند کے پاس گیا تھا ۔ اُنھون نے مجھکو کونسل کے کاغذات مین میری کتاب اسباب بغاوت مع تمام کمال انگریزی ترجمہ کے دکھلائی ۔ اُسے دیکھکر میرا بہت دل خوش ہوا - جو کچھ رائین اُسکی بدولت قرار پائین اُنکا بیان بے فائدہ ہے ۔ اہل ہند ناقدردان دوست کُش اور اپنے خیرخواہ کے دشمن ہین ۔ مگر مین خوش ہون کہ میرے ہموطنون کی بھلائی ہوئی "

اسی حال کو اُنھون نے زبانی مجھسے اسطرح بیان کیا کہ "ولایت مین - سر جان کے - فارن سکرٹری وزیر ہند - سے پرائوٹ ملاقات ہوئی تو اُنکی میز پر ایک دفتر کاغذات کا موجود تھا ۔ اُنھون نے ہنسکر کہا کہ "تم جانتے ہو یہ کیا چیز ہے ؟ یہ تمھارا رسالہ اسباب بغاوت اصل اور اُسکا انگریزی ترجمہ ہے اور اُسکے ساتھ وہ تمام مباحثات ہین جو اُسپر پارلمنٹ مین ہوے مگر چونکہ وہ تمام مباحثے کانفیڈنشل تھے اسلیے وہ نہ چھپے اور نہ اُنکا ولایت کے کسی اخبار مین تذکرہ ہوا "

رسالۂ اسباب بغاوت
اور اُسکا انگریزی ترجمہ

اسی کتاب کی نسبت ۱۸۸۸ء مین سر آکلنڈ کالون لفٹنٹ گورنر نے ٹرسٹیان محمدن کالج کی ایڈریس کے جواب مین یہ الفاظ کہے تھے کہ "جو واقعات سب سے پہلے مجھکو۔ اُسوقت پیش آئے جب کہ مین اول مرتبہ ہندوستان مین آیا تھا۔ منجملہ اُنکے ایک یہ بات تھی کہ میرے دوست سر سید احمد خان نے ایک ایسے معاملہ مین مجھسے اعانت کی خواہش کی جو اُسوقت اُنھون نے شروع کیا تھا ' اور جسکی طرف اُنکی دلی توجہ مائل تھی ۔ اُنھون نے مجھسے یہ فرمایش کی تھی کہ مین اُنکو ہندوستانی زبان سے انگریزی زبان مین اُس رسالہ کا ترجمہ کرنے مین مدد دون جو اُنھون نے اُن افسوسناک واقعات کے اسباب کی نسبت تحریر کیا تھا جو ۱۸۵۷ء مین ظہور مین آئے ۔ مین کہہ سکتا ہون کہ آپ مین سے اکثر صاحبون نے اُس رسالہ کو دیکھا ہوگا ۔ اُنھون نے مجھسے اس امداد کی درخوست کر کے مجھپر ایک ایسا احسان کیا جو ہندوستان مین میرے دَورِ ملازمت کے خاتمہ تک قائم رہیگا ۔ کیونکہ اُنھون نے اُس رسالہ مین خاصکر بعض ایسے خیالات پر زور دیا تھا جنکی پوری قوت کو مَین اُسکے بعد اپنے تجربہ کی رو سے بخوبی سمجھ سکا ہون ۔ سر سید احمد نے اُس مین اشارہ کیا تھا کہ جو بات انگریزون اور ہندوستانیون دونو کے لیے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کے خیالات اور حالات کو بخوبی سمجھین ۔ اُنھون نے اس بات پر اصرار کیا تھا کہ زیادہ تر اُن واقعات کی بنیاد ۔ جن پر وہ بحث کر رہے تھے ۔ بجاے ناراضی کے غلط فہمی تھی ۔ پس اگر انگریز اور ہندوستانی ایک دوسرے کے خیالات کے سمجھنے مین ثابت قدمی کے ساتھ کوشش کرینگے تو اُنکے باہمی تعلقات بہت زیادہ مربوط و مستحکم ہو جائینگے" اسکے بعد اُنھون نے کہا کہ "انھین خیالات سے ہمارے ہندوستان کے انتظامی مسائل حل ہونگے اور انھین خیالات کی دوسری صورت علیگڑھ کالج ہے "

مسٹر تھیوڈور ماریسن نے جو سر سید کی وفات کے بعد اُنکے پولٹیکل ورکس پر ایک آرٹکل لکھا تھا اُسمین وہ اسی رسالۂ اسباب بغاوت کی نسبت لکھتے ہین کہ "انگریزون مین بہت سے اس بات کے

بڑے خواہشمند تھے کہ فتح کے بعد (ہندوستانیون سے) دل کھولکر انتقام لین اور اُنکے غصہ کی آگ مسلمانون کے برخلاف خاصکر بڑھلی ہوئی تھی جنکی نسبت بہت سے لوگون کا یہ خیال تھا کہ وہ غدر کے محرک ہوے ہین +++ اُس وحشیانہ حالت مین جبکہ شدید تر خیالات کے پھیلنے کا احتمال تھا ایک ایسی حق بات کا - جو عام پسند نہ تھی - مونہ سے نکالنا کوئی آسان بات نہ تھی +++ ۱۸۵۸ء مین یہ دلیری کے الفاظ تھے ؛ باوجود اسکے سرسید کے دلائل کے عام منشے کی سچائی اُسی وقت سے تسلیم کر لی گئی ہے اور جو لوگ سرسید کے اُس برتاو پر - جو اُسنے نیشنل کانگرس کے ساتھ کیا - الزام لگاتے ہین اُنکے لیے اس بات پر غور کرنا مفید ہوگا کہ اُسنے اتنی مدت پہلے جتنی کہ ۱۸۵۸ء سے ابتک گذری ہے - گورنمنٹ پر زور ڈالا تھا کہ لیجس لیٹو کونسل مین دیسیون کے داخل کرنے کی نہایت ضرورت ہے ۔

انگلستان کے مشہور اخبار ھوم نیوز نے اس کتاب کی نسبت لکھا تھا کہ "سید احمد خان نے جو غدر کے اسباب تحریر کیے تھے اُنمین سے بعض نہایت قیمتی اور عملدرآمد کے قابل تجویزین پیش کی تھین جو حکام ہندوستان نے کسی اور ذریعہ سے حاصل نہین کین ۔ اُسنے نہایت دلیری کے ساتھ اپنی راے اس مضمون پر ظاہر کی ۔ یہ بات محتاج بیان نہین ہے کہ حکمران گروہ مین اُسکی راے نے نہایت اثر پیدا کیا ۔ وہ اُن اسباب کے بیان کرنے سے خائف نہین ہوا جنکی طرف غدر کو بخوبی منسوب کیا جا سکتا ہو ؛ اور جنکی صحت تجربہ سے پورے طور پر ثابت ہو چکی ہے"

ہوم نیوز کی راے

برمنگھم ڈیلی گزٹ نے سرسید کی اسی کتاب کا کسی قدر خلاصہ لکھکر یہ تحریر کیا تھا کہ "ان شکایتون کو اس طرح رفع کیا گیا ہے کہ ہندوستان کی حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی سے لیکر تاج برطانیہ سے متعلق کیگئی[1]؛

برمنگھم ڈیلی گزٹ کی راے

[1] اس کا یہ مطلب نہین ہے کہ رسالۂ اسباب بغاوت کے دیکھنے کے بعد یہ تبدیلی عمل مین آئی ہے کیونکہ ملکۂ معظمہ کا اشتہار جس مین اس تبدیلی کا اعلان کیا گیا تھا سرسید کی کتاب چھپنے سے پہلے شایع ہو چکا تھا بس اس سے یہ مراد ہے کہ جس بات کی آرزو سرسید نے اس کتاب مین ظاہر کی تھی وہ اُنکی کتاب کے پیش ہونے سے پہلے ہی پوری کر دی گئی ۱۲

اور ہندوستانی اور یورپین جو ملازم سرکار نہ تھے وہ ویسرائے اور پریزیڈنسیون کی لیجسلیٹیو کونسلون مین شریک کیے گئے۔

اخبار سینٹ جیمس بجٹ نے اسی کتاب پر یہ ریمارک کیا تھا کہ "سید احمد خان کی مستحکم وفاداری جو اس یقین پر مبنی ہے کہ انگریزی حکومت اُسکے ملک کے واسطے سراسر مفید ہے۔ وہ اُسکے اُن خیالات اور رایون کو نہایت سنگین کردیتی ہے جو اُسنے بڑے جوش اور فصاحت کے ساتھ کتاب اسباب بغاوت مین بیان کیے ہین۔ یہ کتاب انگریزون کے واسطے ابتک نہایت دلچسپ اور فائدہ مند ہے۔ خود سید احمد خان دو دفعہ وایسرای کی کونسل مین لارڈ لٹن اور لارڈ رپن کے عہد مین ممبر رہا ہے؛ اور اُسکی وہ خواہش جو ہندوستانیون کے کونسل مین شریک ہونے کی تھی پوری ہوئی ہے۔ لیکن ابھی اُسکی اس شکایت مین زور ہے کہ حاکم اور محکوم دونو طرفداری اور غلط فہمی ہونیکے سبب ہنوز ایک دوسرے سے جدا ہین۔ اور یہ اکثر صورتون مین عدم ہمدردی یا بالاتر قوم کی طرف سے عمدہ اخلاق ظاہر نہونے کے سبب سے ہوتا ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ایک خیالی شکایت ہے؛ لیکن اگر ہم یہ خیال کرین کہ ہم عملی لوگ ہین؛ اسلیے ہمکو خیالی شکایتون پر توجہ نہ کرنی چاہیے؛ تو بے شک ہم اُس غلطی مین گھر جائینگے جسکی سید احمد خان شکایت کرتا ہے۔ ہمارے نزدیک سید احمد خان کی شکایتون کا اثر بہت جلد اور بہت وسعت کے ساتھ پھیلا ہے بہ نسبت اُن شکایتون کے جو لال موہن گھوس اور اُسکے اسکول کے نوجوان آدمی نہایت فصاحت کے ساتھ کرتے ہین"

کرنل گریہم۔ جنھون نے سرسید کی لائف لکھی ہے۔ وہ اس کتاب کی نسبت لکھتے ہین کہ "اگرچہ ہم مین سے بعضے لوگ سید احمد کی اسباب بغاوت سے متفق نہون مگر یہ رسالہ۔ جسکو ہماری خیرخواہ اور وفادار مسلمان شرفا مین سب سے لائق ترین شخص نے لکھا ہے۔ فی نفسہ بدرجۂ غایت مفید ہے؛ کہ اُس سے ہندوستانی طرز خیالات کے اندازہ کرنے کا موقع ملتا ہے"

اگرچہ کرنل موصوف کے بیان کے موافق ممکن ہے کہ کچھ انگریز ایسے ہون جو اُس رسالہ کے مضامین

بالکل نہ تسلیم کرتے ہون یا اُسکے بعض مضامین سے اختلاف رکھتے ہون ؛ لیکن اسمین شک نہین کہ گورنمنٹ نے ۔جیساکہ مذکورۂ بالا انگریزی اخبارون مین تصریح کی گئی ہے ۔ سرسید کی بہت سی تجویزون کے موافق عمل درآمد اور اکثر شکایتون کا تدارک کیا ۔ مثلاً سب سے بڑی چیز ۔جسکو سرسید نے کتاب مذکور مین بغاوت کا اصلی سبب قرار دیا تھا ۔ وہ ہندوستانیون کا قانونی کونسل مین شریک نہونا تھا ۔ جسکے سبب سے گورنمنٹ کے خیالات رعایا پر اور رعایا کے خیالات گورنمنٹ پر ظاہر نہونے پاتے تھے ۔ گورنمنٹ نے فوراً اس شکایت کا تدارک کیا ؛ یعنی ۱۸۶۰ء مین یہ رسالہ گورنمنٹ مین پیش ہوا اور ۱۸۶۱ء مین ہندوستانی رئیس لیجس لیٹو کونسل کی ممبری پر نامزد کیے گئے چنانچہ جنوری ۱۸۶۲ء کے اجلاس کونسل مین ہم پہلی ہی بار مہاراجہ نرندر سنگھ رئیس پٹیالہ ، راجہ دیو نراین سنگھ رئیس بنارس ، اور راجہ ڈنکر راو دیوانِ ریاست گوالیار کو شریک پاتے ہین ۔ اگرچہ اُسوقت ہندوستانیون کا کونسل مین شریک ہونا محض برائے نام تھا ؛ مگر سرسید نے درحقیقت یہ بیج بو یا تھا ۔ اس پودے کا جواب کسی قدر بارآور ہونے لگا ہے ؛ اور اُنکا یہ احسان تمام ملک پر ہمیشہ رہیگا ۔ یا مثلاً کتاب مذکور مین یہ بھی شکایت کی گئی تھی کہ ہندوستانیون کو بڑے بڑے ذمہ داری کے عہدون پر مقرر نہین کیا جاتا ۔ اس شکایت کا دفعیہ بھی گورنمنٹ نے بہت جلد کیا ۔ کتاب مذکور کے پیش ہونے سے ایک برس بعد یعنی ۱۸۶۲ء مین پہلی ہی بار پنڈت شمبوناتھ ہائی کورٹ کلکتہ کے جج مقرر ہوے اور اُسکے بعد رفتہ رفتہ اکثر اعلےٰ عہدے جو پہلے کبھی ہندوستانیون کو نصیب نہین ہوے تھے ملنے لگے ۔

لندن کے نامور اخبار پال مال گزٹ مین سرسید کی وفات پر اُنکی پولٹکل خدمات کی نسبت یہ ریمارک کیا تھا کہ "سرکار انگریزی اور باشندگان ہند کے تعلقات کی کہانی مین کوئی باب ایسا نہین ہے جس پر

پولٹکل خدمت پر پال مال گزٹ کا ریمارک

ہم دل سے اپنے تئین اسقدر مبارکباد دے سکین جسقدر کہ سرسید احمد خان کی لائف پر ۔ وہ ابتدا سے آخر دم تک سرکار انگریزی کے راج کا پکّا دوست رہا اور جو خدمتین اُسنے کین اُنکی قدر و قیمت کا اندازہ کرنا مشکل ہوگا "

یہان تک ہمنے سرسید کی سرکاری خدمات ، اور جو وقعت اور اعتبار اُنھون نے اُن خدمات کی بدولت ایک ایسی قوم کی حکومت مین حاصل کیا ۔ جسکی نظر مین ہندوستانیون کا جچنا شاید محال سے کچھ ہی کم ہوگا ، اُسکو بطور ۔ مشتے نمونہ از خروارے ۔ بیان کردیا ہے ۔ اب ہم اُنکی ملکی اور قومی خدمات پر نظر ڈالتے ہین جنکی نظیر کم سے کم ہندوستان کی تاریخ مین مشکل سے دستیاب ہوگی ۔

اگرچہ پہلے حصہ مین سرسید کے ہر قسم کے واقعاتِ زندگی کے ضمن مین اُنکی ملکی و قومی خدمات کا ذکر اپنی اپنی جگہ تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے ؛ مگر ہم کو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر اُنکو ایک سلسلہ مین نہایت اختصار کے ساتھ منتظم کرکے ناظرین کو خاص طور پر اُنکی طرف متوجہ کیا جائے ؛ اور اُنکے متعلق جو امور پہلے حصہ مین بیان نہین ہو سکے ، یا جو نتائج اُن خدمات پر مترتب ہوے ؛ اُنکو بھی اس سلسلہ مین شامل کردیا جائے ۔

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ہم اس کتاب مین ایک ایسے شخص کی خدمات کا ذکر کر رہے ہین جسکے اختیار مین اپنی طاقت کے موافق کوشش و تدبیر کرنے کے سوا کچھ نہ تھا ۔ نہ اُسکے ہاتھ مین سلطنت اور حکومت کی باگ تھی کہ اپنے ملک اور قوم کے واسطے جو چاہے سو کر گذرے ؛ اور نہ ملک اور قوم کے دل اُسکے قبضے مین تھے کہ جو نیک صلاح اُنکو بتائے اُس سے کسی کو اختلاف یا انکار نہو ۔ پس ہمکو سرسید کی لائف مین ۔ بہ نسبت اسکے کہ اُسکی کوششون سے ملک اور قوم کو کیا کیا فائدے پہنچے ۔ زیادہ تر یہ دیکھنا چاہیے کہ اُسنے اُنکے فائدے کے واسطے کیا کیا کوششین کین ۔ اسی لیے

ہمنے سرسید کی کامیاب اور بارور کوششون کے ساتھ اُن کامون کا بھی ذکر کیا ہے جنسے کوئی معتدبہ نتیجہ پیدا نہین ہوا، یا جو بسبب نامساعدت وقت کے ادھورے رہ گئے؛ تاکہ لوگون کو اچھی طرح معلوم ہوجائے کہ اس شخص کی ساری عمر کس دُھن اور کس اُدھیڑ بُن مین گذری ہے۔

ہمدردی

ہمدردی کا اصل مادہ ظاہرا انسان اور تمام حیوانات مین یکسان پیدا کیا گیا ہے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ دیگر حیوانات کی ہمدردی۔ اُس حد سے جو اُنکی فطرت مین رکھی گئی ہے کبھی آگے نہین بڑھ سکتی؛ برخلاف انسان کے کہ کبھی اُسکی ہمدردی ایک چھوٹے سے حلقہ مین محدود رہتی ہے اور کبھی بیرونی اسباب سے وہ نہایت وسیع ہوجاتی ہے۔ لیکن ہمیشہ اُسکا تعلق اول گھر کی چار دیواری سے شروع ہوتا ہے؛ پھر جسقدر انسان مین بیرونی اسباب سے متاثر ہونے کی قابلیت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر وہ تعلق بڑھتا جاتا ہے۔ سرسید کے واقعات زندگی سے بہ آسانی یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ اُنمین ہمدردی کا مادہ اور بیرونی اسباب سے منفعل ہونیکی قابلیت معمولی آدمیون سے بمراتب بڑھکر پیدا کی گئی تھی۔ محبت جو کہ ہمدردی کی مان ہے اُنکی طبیعت مین کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ محبت کی پہلی سیڑھی خاندان کی محبت ہے؛ سو اسکی شہادتین اس کتاب مین جابجا ملینگی۔ خاندان کے بعد وطن کی محبت ہے۔ سو دلّی کے ساتھ جو دلبستگی اُنکو تھی اور جو آخر کو حسرت کے ساتھ بدل گئی تھی۔ اُسکا ثبوت بھی اس کتاب مین متعدد مقامات پر ملیگا۔ اسی وطن کی محبت کا اقتضا تھا جس نے اُنکو اُس اُجڑے دیار کے پُرانے کھنڈرون اور قدیم یادگارون کی تحقیقات مین بے انتہا مشقتین اُٹھانے پر مجبور کیا اور آئین اکبری کی تصحیح مین۔ جس سے دلّی کے افضل ترین

خاندان کی محبت

وطن کی محبت

بادشاہ کی ایک دھندلی تصویر کا اُجالنا مقصود تھا۔ اُنسے فوق العادت محنت کرائی۔
لیکن یہ سب کام ایسے تھے کہ اگر سرسید کی کوششیں انھین کامون پر ختم ہوجاتین تو شاید
اُنکو ایک محب وطن کی خدمات کا درجہ نہ دیا جاتا؛ مگر جب اُنکی آیندہ مسلسل خدمات پر جنکا
سلسلہ اُنکے اخیر دم تک برابر جاری رہا۔ نظر کیجاتی ہے تو لامحالہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اُنکے یہ
معمولی کام اُسی طلائی زنجیر کی ابتدائی کڑیان تھین جو زمانہ مستقبل مین اُنکی ملکی اور قومی
خدمات سے ترتیب پانے والی تھی۔

عملی قوت

پہلے حصہ مین جو سرسید کے ہر قسم کے کام تاریخوار بیان کیے گئے ہین اُنپر غور کرنے سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص مین جس درجہ کی عملی قوت پیدا کی گئی تھی وہ اُن کامون پر بس کرنیوالی
نہ تھی جو وہ ابتدائے حال مین وقتاً فوقتاً سرانجام کرتے رہے۔ باوجودیکہ عدالت کا کام۔ جو اُنکو سپرد تھا
اور جسکو وہ کمال تندہی اور نہایت غور و فکر سے انجام دیتے تھے۔ فی نفسہ ایک تھکا دینے والا کام تھا
باایں ہمہ وہ بعینہ ایک مستسقی کی طرح۔ جسکی پیاس چلّو دو چلّو پانی سے نہین بجھتی اور وہ کنوین یا دریا
کی طرف دوڑتا ہے۔ ہمیشہ کسی بڑے کام کی تلاش مین رہتے تھے۔ غدر سے پہلے۔ جیسا کہ پہلے حصہ مین بیان
ہو چکا ہے۔ اُنھون نے مختلف قسم کے بہت سے کام سرانجام کیے مگر اُنکی پیاس کسی طرح نہ بجھی آخر وہ وقت

غدر کا اثر سرسید پر

آپہنچا جب کہ اُنکی طبیعت کے اصلی جوہر ظاہر ہونے والے تھے۔ ۵۷ء کے ہنگامہ نے۔ جیسا کہ سرسید کے
کسی دوست کا قول ہے۔ اُنکے دل پر وہ کام کیا جو لوتھر کے دل پر بجلی کے گرنے نے کیا تھا۔ جسطرح سورج
کی گرمی سے پانی کا ایک خاص حصہ اپنے حیّز طبعی سے بلند ہو جاتا ہے اسی طرح غدر کی آنچ نے سرسید
کو اپنے طبقہ کی سطح سے بالاتر کر دیا۔ دلی مرادآباد اور بجنور کے مسلمان خاندانون کی تباہی اور بربادی دیکھکر

جس جوش کے ساتھ ہمدردی کی لہر اُنکے دل مین اُٹھی وہ فی الواقع حیرت انگیز تھی۔ اُسوقت اُنکا حال بعینہ اُس شخص کا سا تھا جسکے گھر مین آگ لگ کر گھر کا ایک حصہ جل گیا ہو اور باقی حصوں کے بچانے کے لیے دیوانہ وار ادھر اُدھر ہاتھ پانو مارتا پھرتا ہو۔ اُنھون نے خیال کیا کہ جو مسلمان غدر کی روندن مین آچکے اور جو خاندان بگڑ چکے اُنکو مدد پہنچانی تو اب امکان سے خارج ہے مگر جو باقی ہین اور جو ہندوستان کی آبادی کا ایک چوتھائی حصّہ ہین اُنکو کس طرح غدر کے آیندہ خوفناک نتیجون سے بچایا جائے؟ گورنمنٹ تمام ہندوستان کے مسلمانون سے بدگمان ہوگئی ہے، مسلمان گورنمنٹ کے شدید انتقام اور سخت سزاؤن سے۔ جو غدر کے بعد ظہور مین آئین۔ اُسکی مہربانی اور شفقت سے بالکل مایوس ہوگئے ہین، جن غلط فہمیون کے ہندوستانی شکار ہوے ہین اُنکی سوتین بدستور جاری ہین، جس جہالت اور تعصب نے یہانتک نوبت پہنچائی وہ اسی طرح ہندوستانیون اور خاص کر مسلمانون کے سر پر سوار ہے، حکمران قوم مسلمانون کو دشمنی کی نگاہ سے دیکھتی ہے، انگریزی اخبارون مین برابر مسلمانون کے برخلاف آرٹکل لکھے جاتے ہین جنسے انگریزون کا دل روز بروز مسلمانون سے زیادہ پھٹتا جاتا ہے، کچہریان اور دفتر مسلمانون سے خالی ہوتے جاتے ہین، فوج مین اُنکی بھرتی موقوف ہوگئی ہے، وہ دربارون مین کم بلائے جاتے ہین، غرض کہ تمام آثار اس بات پر گواہی دیتے ہین کہ اب مسلمانون کا ہندوستان مین عزت اور اعتبار کے ساتھ رہنا غیر ممکن ہے۔

ان تمام باتون پر نظر کر کے اول اول تو سرسید کا جی چھوٹ گیا تھا یہانتک کہ اُنھون نے ہندوستان سے کسی دوسرے اسلامی ملک مین جا کر بود و باش کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تھا؛ مگر

آخر کار اُنکو وہ ارادہ فسخ کرنا اور قوم کی آگ مین کودنا پڑا ۔ اُس وقت جو کیفیت اُنکے دل پر طاری تھی اُسکا کسی قدر اندازہ اُس اُردو مناجات کے پُر درد الفاظ سے ہو سکتا ہی جو ملکہ معظمہ کا اشتہار معافی شائع ہونے کے وقت اُنھون نے بعد اداے دوگانۂ شکر الہی کے پندرہ ہزار مسلمانون کے مجمع مین بمقام مرادآباد پڑھی تھی اور جسکو ہم پہلے حصہ مین بجنسہ نقل کر چکے ہین ۔

الغرض اس مہم کے سر کرنے کے لیے جب کبھی جو تدبیر اُنکے خیال مین گذری اُس کو اُنھون نے کیے بغیر نہین چھوڑا ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ مین اُنکو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ جب تک ہندوستان مین مغربی طریقۂ تعلیم عام نہ ہوگا اُس وقت تک رعایا اور گورنمنٹ مین جو منافرت چلی آتی ہے وہ رفع نہ ہوگی ۔ چنانچہ مرادآباد مین آتے ہی اُنھون نے اول ایک اسکول جسکو تعلیم کے میدان مین اُنکا پہلا قدم سمجھنا چاہیے قائم کیا ۔ پھر اُنھین دنون مین جیساکہ پہلے حصہ مین بیان ہو چکا ہے ایک راے ۔ جسمین ورنیکلر اسکولون پر سخت اعتراض کیے تھے اور گورنمنٹ کو نہایت شد و مد کے ساتھ مشورہ دیا تھا کہ اگر وہ ہندوستان کے ساتھ فی الواقع بھلائی کرنی چاہتی ہے تو اُنکو انگریزی زبان مین تعلیم دے ۔ اُردو اور انگریزی دونون زبانون مین چھاپ کر شایع کی ۔ پھر رسالہ اسباب بغاوت کے ذریعہ سے گورنمنٹ ہند اور پارلیمنٹ کو اُن تمام شکایتون سے ۔ جو از راہ غلط فہمی یا واجبی طور پر گورنمنٹ کی طرف سے ہندوستانیون کے دلون مین متمکن تھین اور اُن کے ظاہر ہونے کی کوئی سبیل نہ تھی ۔ نہایت دلیری

اور صفائی کے ساتھ ظاہر[1] کیا ۔

اُسی ہمدردی کے جوش مین جو اُسوقت اُنکے دل مین موجزن تھا اُنھون نے صاحب کلکٹر مراد آباد سے خود درخواست کرکے قحط کا انتظام اپنے ذمہ لیا اور جہانتک اُنکی دسترس تھی ہندو مسلمانون کے یتیم بچون کو مشنریون کے چنگل سے بچانے مین کوشش کی ۔ پھر اُسی زمانہ مین جب کہ مسلمانون کے برخلاف انگریزی اخبارون مین زیادہ بوچھار ہونے لگی تو اُنھون نے ایک سہ ماہی رسالہ موسوم بہ لائل محمڈنز آف انڈیا اُردو اور انگریزی مین - جیسا کہ پہلے حصہ مین بیان ہو چکا ہے - نکالنا شروع کیا ۔ اسی زمانہ مین اُنھون نے سنا کہ ایک مسلمان کو اس جرم مین کہ اُسنے انگریزون کو لفظ نصارے سے تعبیر کیا تھا سخت سزا دی گئی ہے ۔ یہ سنتے ہی اُنھون نے ایک رسالہ اس لفظ کی تحقیق پر لکھکر اُردو اور انگریزی مین شایع کیا جسمین نہایت خوبی سے یہ ثابت کیا گیا تھا کہ مسلمان انگریزون کو ازراہ تحقیر کے نصارے نہین کہتے بلکہ قرآن کی رو سے اُنکے ہان کوئی لقب انگریزون کے لیے اس سے زیادہ معزز نہین ہے ۔

انتظام قحط اور یتیمون کی حفاظت

رسالہ لائل محمڈنز آف انڈیا

تحقیق لفظ نصارےٰ

---

[1] اسی رسالہ مین جہان اُنھون نے ہندوستانیون کے کونسل مین شریک نہونے کی شکایت کی ہے وہان اس اعتراض کا جواب کہ ہندوستانی جو جاہل اور بے تربیت تھے کونسل مین کیونکر شریک کیے جا سکتے تھے - اسطرح دیا ہے کہ کونسل مین رعایا کے شریک کرنے کا طریقہ ہمنے علیحدہ بیان کیا ہے اُسکو ملاحظہ کرنا چاہیے ۔ پھر جو خط کہ سر سید نے ولایت سے سید مہدی علی خان کو لکھے ہین اُنسے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ولایت ہی مین طریقۂ انتظام سلطنت ہندوستان پر ایک مبسوط کتاب لکھنی چاہتے تھے ۔ مگر جب راقم نے بذریعۂ تحریر کے اُنسے اس کتاب کا حال دریافت کیا تو اُنھون نے ایک لمبی تحریر بھیجی تھی جسکا ماحصل یہ تھا کہ اس کتاب کے لکھتے وقت یہ ارادہ تھا کہ انڈیا کونسل کے ممبرون سے بھی ہر ایک پوائنٹ پر اس باب مین گفتگو کیجائے مگر کونسل مذکور کے تمام ممبر انگریزی مین گفتگو کرتے تھے اور مین اُردو مین ۔ نہ وہ میری بات سمجھتے تھے اور نہ مین اُنکی ۔ اسلیے کافی معلومات ملنے کا کوئی سامان میسر نہ آیا ۔ پھر ہر ایک ممبر سے گفتگو کرنے کے لیے کرایہ کی گاڑی پر جانا پڑتا تھا اور جبتک گفتگو ہو گاڑی کو باہر ٹھہرا رکھنا پڑتا تھا اور ان اخراجات کا تحمل ناممکن تھا اسی لیے جو چند یادداشتین اور مسودے لکھے تھے وہ سب معدوم کر دیے گئے ۱۲

مرادآباد ہی مین سرسید کو یہ خیال ہوا کہ جو غلط فہمیان عیسائی ملکون مین اسلام اور بانی اسلام کی نسبت ابتدائے شیوع اسلام سے آج تک چلی آتی ہین اور جو تیرہ سو برس تک پکتے پکتے تمام دنیا کے عیسائیون کی طرح انگریزون کے نزدیک بھی مثل علوم متعارفہ کے مسلم الثبوت ٹھیر گئی ہین جب تک وہ رفع نہونگی (اور اُنکا رفع ہونا کچھ ہنسی کھیل نہین ہے) اُسوقت تک مسلمان ہمیشہ انگریزون کی نظرون مین کھٹکتے رہینگے اور جو تدبیر مسلمانون کی صفائی کے لیے کیجائیگی وہ اُس دوا کی طرح جو بغیر ازالۂ سبب کے کسی مرض کے علاج مین استعمال کیجائے بے سود ثابت ہوگی۔ اگرچہ یہ بہت بڑا کام تھا جسکا بوجھ سید احمد خان جیسی حیثیت کے آدمی سے اُٹھنا ناممکن معلوم ہوتا تھا لیکن وہ جو مشہور ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہوتا ہے جونہین سرسید کو یہ خیال پیدا ہوا معاً سرکار سے اُنکی مدّتون کی چڑھی ہوئی تنخواہ جو غدر کے زمانہ مین بند رہی تھی اور لٹے ہوے اسباب کا معاوضہ اُنکو مل گیا۔ اُنھون نے فوراً جیسا کہ پہلے حصّہ مین مفصل مذکور ہے اس عظیم الشان کام کی بنیاد مرادآباد ہی مین ڈالدی اور بائبل کی تفسیر لکھنی اور ساتھ کے ساتھ چھپوانی شروع کردی۔ جس بنیاد پر اور جس غرض سے سرسید نے اس کتاب کے لکھنے کا ارادہ کیا تھا اور جو اثر اُسکے شایع ہونے سے عیسائیون کے دل پر ہوا اُسکا ذکر مجملاً ہم پہلے حصہ مین کرچکے ہین اُس سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ کام خاصکر ہندوستان کے مسلمانون کے حق مین کسقدر مفید اور نتیجہ خیز تھا۔ لیکن کچھ تو اسلیے کہ مسلمانون مین اُسکی کچھ قدر نہوئی اور زیادہ تر اس وجہ سے کہ سرسید کی توجہ اُس سے مفیدتر اور اعلےٰ تر کامون کی طرف منعطف ہوگئی اُس تفسیر کی صرف دو جلدین چھپ کر رہگئین۔

غازیپور پہنچکر اُنھون نے دوسری طرح سے ہندوستانیون اور انگریزون مین میل جول بڑھانے

اور اُس منافرت کے دور کرنے کی۔ جو ۵۷ء کی بغاوت نے حاکم و محکوم مین پیدا کر دی تھی۔ بنیاد ڈالی۔
اس سے ہماری مراد سائنٹفک سوسائٹی کا قائم کرنا ہے جو اس غرض سے قائم کی گئی تھی کہ لٹریری و علمی
کتابین انگریزی سے اُردو مین ترجمہ کرا کر مغربی لٹریچر اور مغربی علوم کا مذاق اہل وطن مین پیدا کیا جائے
علمی مضامین پر سوسائٹی مین لکچر دیے جائین رعایا کے خیالات گورنمنٹ پر اور گورنمنٹ کے اصول
حکمرانی رعایا پر ایک ایسے اخبار کے ذریعہ سے ظاہر کیے جائین جو اُردو اور انگریزی دونون زبانون مین
شایع ہوا کرے ہندو مسلمان اور انگریز تینون قومون کے ممبر اُسمین شامل کیے جائین اور اسطرح
قومی مغایرت اور مذہبی تعصبات اور جو جھجک ہندوستانیون کے دلون مین انگریزون کی طرف سے
ہے اُسکو آہستہ آہستہ کم کیا جائے۔

قطع نظر اُن اہم مقاصد کے جنکے لیے یہ سوسائٹی قائم ہوئی تھی اُس سے اور بہت سے ضمنی فائدے
نہ صرف شمالی ہندوستان بلکہ ملک کے اکثر حصون کو پہنچے ہین۔ شمالی ہندوستان مین جہانتک
ہمکو معلوم ہے کوئی قومی انسٹیٹیوشن یا قومی مجلس جو ذکر کے قابل ہو اس سوسائٹی سے پہلے قائم نہین
ہوئی تھی۔ پھر ۳۵ برس کے عرصہ مین جسقدر سوسائٹیان، انجمنین اور سبھائین تمام ملک مین
پھیلین وہ سب اُسکے بعد اور اُسی کی ریس سے قائم ہوئین اور اسی سوسائٹی کے اخبار نے تمام دیسی
اخبارون کا رنگ بالکل بدل دیا۔ اُنمین بجائے اسکے۔ کہ کچھ سچی اور اکثر بے سر و پا بعید از قیاس خبرین
درج ہوتی تھین۔ پولٹکل سوشل اور علمی و اخلاقی مضامین بھی خبرون کے ساتھ چھپنے لگے اور بجائے
اسکے۔ کہ وہ محض دیسیون کے دل بہلانے کے اوزار تھے۔ اُنکو یہ دن نصیب ہوا کہ گورنمنٹ اُنکی
آواز پر کان لگانے لگی۔

اُسکے ضمنی نتائج

انجمنون کا [illegible]

اخبار اردو [illegible]

پھر اسی سوسائٹی کی درخواست پر جو کہ اُسنے ایڈریس مورخہ ۹ مئی ۶۸ء مین بحضور سر ولیم میور لفٹنٹ گورنر بمقام علیگڑھ پیش کی تھی ہز آنر نے وعدہ کیا کہ جو کتابین دیسی زبان مین تصنیف وتالیف یا ترجمہ کیجائینگی اُنمین گورنمنٹ ضرور امداد دیگی ۔ چنانچہ ۲۶- اگسٹ ۶۸ء کو یعنی ایڈریس کے پیش ہونے سے ساڑھے تین مہینے بعد گورنمنٹ شمال مغرب نے وہ انعامی اشتہار جاری کیا جسکا ہندوستان پر ہمیشہ احسان رہیگا اور جسنے تیس برس کے عرصہ مین ملک کو اس سرے سے اُس سرے تک دیسی زبانون کی تصنیفات سے مالامال کردیا ۔ اگرچہ انعام سے کچھ زیادہ آدمی مستفید نہین ہوے اور اشتہار کی میعاد چند سال بعد گذر گئی لیکن اس اشتہار کا اثر اُس تمام گروہ مین جو دیسی زبانون مین تصنیف وتالیف کی کم وبیش لیاقت رکھتا تھا مگر اُس لیاقت کو کام مین لانا نہین جانتا تھا- برقی قوت کی طرح دوڑ گیا ۔ اُنھون نے اپنی تصنیفات سے ملک کو بھی فائدہ پہنچایا اور وہ خود بھی حق تصنیف سے فائدہ اُٹھانا سیکھ گئے ۔ خصوصًا اُردو لٹریچر صرف اسی تحریک کی بدولت جو کہ اشتہار مذکور نے ملک مین عمومًا پیدا کردی تھی تھوڑے عرصہ مین توقع سے بہت زیادہ ترقی کرگیا۔

اسی ایڈریس مین جو کہ سر ولیم میور کی حضور مین پیش کیا گیا تھا یہ بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ منجملہ اُن کتابون کے- جو اُردو زبان مین سوسائٹی تیار کررہی ہے- دو کتابین سید احمد خان لائف آنریری سکرٹری تیار کررہے ہین ایک اُردو لٹریچر کی تاریخ یا فہرست جسمین تمام کتابون کا- جو ابتدا سے آج تک چھپی ہین- نام، اُسکے مصنف کا حال، تصنیف کا زمانہ، طرز بیان اور مختلف مقامات سے اُسکی عبارت کے چند نمونے اور بعض مضامین کا خلاصہ ہوگا ۔ دوسری اُردو ڈکشنری ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ پہلی کتاب کی شروع کرنے کی نوبت نہین پہنچی لیکن اُردو ڈکشنری جو سرسید نے

لکھنی شروع کی تھی اُسکا نمونہ سوسائٹی کے اخبار مین چھپا ہوا اور اُسپر بعض یورپین فاضلون کے عمدہ ریمارکس موجود ہین ۔ اگرچہ سرسید نے ان دونون کامون مین سے کوئی کام پورا نہین کیا لیکن اس سے اتنی بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ ملک اور قوم کی تمام مقدم ضرورتین ۔ جنمین سے بعض ابتک بھی لوگون کو محسوس نہین ہوئین ۔ اس شخص نے اب سے تیس بلکہ چالیس برس پہلے بخوبی محسوس کر لی تھین ۔ یہانتک کہ جب کوئی اُن ضرورتون کا پورا کرنے والا نظر نہ آتا تھا تو باوجودیکہ سر فہرار سودا ہونے کے خود ہی اُس کام کے سرانجام کرنے کو کھڑا ہو جاتا تھا ۔

مگر درحقیقت یہ سب سوسائٹی کے ضمنی نتائج تھے اور جس بڑے مقصد کے لیے وہ قائم کی گئی تھی اُسکا گھر ابھی بہت دور تھا اور محض سوسائٹی اُس درد کی دوا نہین ہو سکتی تھی باینہمہ سرسید نے سوسائٹی کے ترقی دینے مین کوئی دقیقہ کوشش و تدبیر کا فروگذاشت نہین کیا یہان تک کہ سالانہ چندہ اور قیمت اخبار کی تعداد دس ہزار آٹھ سو پچاس روپیہ سالانہ تک پہنچ گئی ؛ ضلع کے رئیسون کو اُسکی امداد پر آمادہ کیا ، گورنمنٹ کو اُسکی طرف توجہ دلائی ، خود اپنی بساط سے بڑھکر اُسکو مالی مدد پہنچائی ، اُسکی عالیشان عمارت اپنے اہتمام اور نگرانی مین بنوائی ، اُسکی مستقل آمدنی کے لیے عمدہ عمدہ تدبیرین کین ، لائق لائق آدمی ترجمہ کے کام کے لیے مقرر کیے ، قریب چالیس کے چھوٹی بڑی علمی اور تاریخی کتابین انگریزی سے اُردو مین ترجمہ کرائین ، غازیپور علیگڑھ بنارس جہان کہین رہے سوسائٹی کے اخبار کو اپنے عمدہ مضامین سے برابر مدد پہنچاتے رہے یہانتک کہ ہندوستان چھوڑنیکے بعد بھی سوسائٹی کی دُھن برابر لگی رہی ۔ چنانچہ ولایت جاتے ہوے جو خط کہ اُنھون نے مولوی سید مہدی علیخان کو عدن سے بھیجا تھا اُسمین لکھتے ہین کہ " مجھکو علاوہ مفارقت احباب کے یہ رنج بڑا ہے کہ میرے پیچھے لوگ

سوسائٹی کی ترقی

عقل کے دشمن سائنٹفک سوسائٹی کی بڑی مخالفت کرینگے اور کوئی درجہ سعی کوشش کا واسطے شکست کردینے سوسائٹی کے باقی نہ رکھینگے پس مین چاہتا ہون کہ آپ سوسائٹی کی طرف زیادہ متوجہ ہون اور اُسکے سنبھالنے اور ممبرون کے بڑھانے مین زیادہ کوشش فرمائین ''

سوسائٹی قائم کرنے کے بعد جب تک کہ سرسید اپنی منزل مقصود تک نہین پہنچے جو کام ملک اور قوم کی بھلائی کا اُنکو معلوم ہوا اُسی ذوق و شوق اور سرگرمی کے ساتھ جو اُنکی جبلت مین داخل تھا اُسکو سرانجام کیا ۔ ۱۸۶۴ء مین اُنھون نے غازیپور مین محض قومی چندہ سے بڑی دھوم دھام کے ساتھ ایک مدرسہ قائم کیا جسکی اُٹھان مدرستہ العلوم کی ابتدا سے کچھ ہی کم سمجھنی چاہیے اور جو اب تک وکٹوریا اسکول کے نام سے غازیپور مین جاری ہے ۔ پھر ۱۸۶۶ء مین اُنھون نے علیگڑھ آکر برٹش انڈین ایسوسئیشن ۔ جسنے اب نیشنل کانگرس کی صورت مین جون لیا ہے ۔ قائم کی جسکا مقصد یہ تھا کہ ہندوستانی اپنے حقوق کی خواہش اور اپنے دردِ دل اور اپنی شکایتون کے اظہار کے لیے براہ راست پارلیمنٹ اور گورنمنٹ ہند سے تعلق پیدا کرین ۔ اگرچہ جس مقصد کے لیے یہ ایسوسئیشن قائم ہوئی تھی وہ ۔ اس سبب سے کہ ملک مین اُسکے چلانے کی قابلیت نہ تھی ، اور سرسید ۔ جو اُسکے بانی مبانی تھے ۔ وہ یک انار و صد بیمار کے مصداق تھے ۔ حاصل نہوا ؛ مگر اُسکے ذریعہ سے اکثر مفید تحریکین کی گئین اور اُنمین سے اکثر مین کامیابی ہوئی ؛ جیسے مسافران ریل کی تکلیفات کی شکایت ، کتابون کے محصول مین تخفیف کی درخواست ، ورنیکلر یونیورسٹی قائم کرنیکی سلسلہ جنبانی وغیرہ ۔ پھر ۱۸۶۷ء مین بمقام بنارس اُنکو یہ خیال ہوا کہ ہومیوپیتھک سے زیادہ کوئی طریقہ علاج کا ملک کے لیے مفید نہین ہے ۔ چنانچہ اُنھون نے جہانتک اُنکی قدرت مین تھا ۔ اُس کی حمایت

غازیپور کا مدرسہ

برٹش انڈین ایسوسیئیشن

ہومیوپیتھک کی حمایت

اور ترویج و اشاعت مین کوشش کی ؛ اُسکی تائید کے لیے ایک کمیٹی قائم کی - جسکے وہ خود سکرٹری تھے ' ایک ہومیو پیتھک ہوسپٹل کھولا ' اس طریقۂ علاج کی ہسٹری اور اُسکے اصول پر لکچر دیے اور ایک رسالہ لکھکر شایع کیا پھر ۱۸۶۸ء مین سرسید ہی کی سلسلہ جنبانی سے تمام اضلاع شمال مغرب مین تعلیمی کمیٹیان مقرر کی گئین جنمین ہر ضلع کے زمینداروں کو تعلیم کے انتظام ' نگرانی اور اخراجات پر بحث اور گفتگو کرنے کا اختیار دیا گیا ۔ پھر بنارس ہی مین اُنھون نے اُردو زبان اور فارسی خط کی حمایت مین - جو بظاہر خاص مسلمانون کی طرفداری کا ' مگر درحقیقت تمام شمالی ہندوستان کی بھلائی کا کام تھا بے انتہا کوشش کی ؛ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شمالی ہندوستان کے دفاتر سرکاری مین اُردو زبان اور فارسی خط بدستور بحال و برقرار رکھا گیا ۔ اور ہزارہا ہندو مسلمان - جو بذریعہ اردو تحریر اور فارسی خط کے سرکاری نوکری کرتے تھے یا نوکری کے امیدوار تھے اور جنکو بڈھے طوطے کی طرح اب بھاشا زبان اور ناگری حرفون کا سیکھنا اور اُسمین امتحان دینا ایسا ہی مشکل تھا جیسا نیچر کا بدلنا - اس ناگہانی طوفان کے ریلے سے بچ گئے اور اُردو زبان جسنے کئی صدیون کی ترقی کے بعد ایک مستقل زبان کا درجہ حاصل کیا تھا اور جو ہندوستان کے ہر صوبہ اور ہر ٹکڑے مین برابر بولی اور سمجھی جاتی تھی وہ اس صدمہ سے جو کورٹ کی زبان اور خط کے بدلنے سے اُسکو پہنچنے والا تھا محفوظ رہی ۔ اسکے سوا بنارس ہی مین اُنھون نے احکام طعام اہل کتاب پر ایک رسالہ اس غرض سے لکھا کہ مسلمان - جنکا مذہب انگریزون کے ساتھ کھانا کھانے سے مانع نہین ہے ' بلکہ محض رسم و رواج کی قید نے اُنکو آج تک انگریزون سے دور دور رکھا ہے - اُنکی یہ جھجھک اور رُکاوٹ جاتی رہے ' اُنکو حکمران قوم کے ساتھ زیادہ میل جول کا موقع ملے ' ہر ایک قوم دوسری قوم کے اصلی خیالات سے

ٹیان

کی حمایت

انگریزون ... کرنا

بلا واسطہ اطلاع حاصل کرے ' اور بدگمانی اور خوف صفائی اور اطمینان کے ساتھ بدل جائے ۔ اگرچہ اُسوقت اس رسالہ پر بہت لے دے ہوئی اور سرسید کو اُسکے لکھنے پر جیسی کہ امید تھی سب کچھ کہا گیا مگر آخر کار اُسکا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمانون کے ایک جم غفیر نے جنکی انگریزون تک رسائی اور اُنکے ساتھ ربط ضبط تھا یہ آن بالکل توڑ ڈالی ۔

اس رسالہ کے علاوہ سرسید نے اَور طرح طرح سے انگریزون اور مسلمانون مین موانست پیدا کرنے کرنے کی کوشش کی ۔ مسلمانون کی جھجک نکالنے کے لیے اُنھون نے اولاً خود انگریزون کے ساتھ معاشرت اور مواکلت اختیار کر کے قوم کے واسطے ایک مثال قائم کی اور رفتہ رفتہ اپنے دوستون کی سوسائٹی مین اس طریقہ کو وسعت دیکر اُسکا اثر دور دور تک پھیلا دیا ۔ تہذیب الاخلاق اور انسٹیٹیوٹ گزٹ مین اُنھون نے بہت سے آرٹکل اسی مضمون پر لکھے ۔ انگریزون کو اُنھون نے سب سے پہلے نہایت شد و مد کے ساتھ رسالۂ اسباب بغاوت مین متنبہ کیا تھا کہ اُنکو ہندوستانیون کے ساتھ دوستی اور صداقت کا برتاو رکھنا ضرور ہے ۔ اسکے بعد ہمیشہ اپنی تحریرون اور پبلک اسپیچون مین اس بات کی تمنا ظاہر کرتے رہے کہ ہمارے اور انگریزون کے سوشل تعلقات برادرانہ اور دوستانہ ہونے چاہیین نہ حاکم محکومانہ ۔ اس موقع پر ہم سرسید کی ایک مختصر اسپیچ جو اُنھون نے علیگڑھ مین ایک ڈنر پر مسٹر بلنٹ ممبر پارلیمنٹ کا جام صحت پروپوز کرتے وقت ۱۸۸۴ع مین کی تھی اور جسمین یہی تمنا خاص مسلمانون کی طرف سے ایک لطیف پیرایہ مین ظاہر کی گئی تھی ۔ بجنسہ نقل کرتے ہین سرسید نے کہا " ہمکو نہایت خوشی ہے کہ مسٹر بلنٹ نے ہمارے ملک کو دیکھا ۔ ہماری قوم کے مختلف گروہون سے ملے ۔ ہمکو امید ہے کہ اُنھون نے ہر جگہ ہماری قوم کو تاج برطانیہ کا لائل اور کوئن وکٹوریا امپرس اوف انڈیا کا دلی خیر خواہ پایا ہوگا ۔ اگر ہماری کسی آرزو سے وہ واقف

مسٹر بلنٹ کا دورہ ہندوستان ۱۸۸۴ع

ہوے ہونگے تو وہ صرف انگریزون کی طرف سے سمپتھی کی خواہش ہوگی۔ جسکی نسبت بلاشبہہ مین کہونگا کہ ہماری وہ خواہش پورے طور پر پوری نہین ہوئی ''

'' مسلمانون کی یہ خواہش - کہ مسلمانون مین اور انگلش نیشن مین سمپتھی قائم ہو۔ کوئی عجیب بات نہین ہے ۔ کبھی کوئی ایسا زمانہ نہین گذرا کہ ہم مسلمانون مین اور انگلش نیشن مین کوئی معرکہ ایسا گذرا ہو کہ ہم مین اور اُنمین کوئی بناے مخاصمت قائم ہوئی ہو ! اُنکو ہمسے بدلا لینے کی رغبت ہو ' اور ہمکو اُنکے عروج اقبال سے رشک وحسد ہو ۔ کروسیڈ کے زمانہ مین - جو ایک زمانہ ہر قسم کی عداوتون کے برانگیختہ ہونے کا تھا - انگلش کو بہت ہی کم اُن معرکون سے تعلق تھا ''

'' یہ بات سچ ہے کہ ہمنے ہندوستان مین کئی صدیون تک شاہنشاہی کی ' یہ بھی سچ ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کی شان وشوکت کو بھول نہین سکتے ، لیکن اگر یہ خیال کسی شخص کے دل مین ہو کہ ہم مسلمانون کو انگلش نیشن کے ساتھ - اس وجہ سے کہ اُنھون نے ہماری جگہ ہندوستان کی حکومت حاصل کی - کچھ حسد ورشک ہے تو وہ خیال محض بے بنیاد ہوگا ۔ وہ زمانہ - جسمین انگریزی حکومت ہندوستان مین قائم ہوئی - ایسا زمانہ تھا کہ بچاری انڈیا بیوہ ہو چکی تھی ۔ اُسکو ایک شوہر کی ضرورت تھی ۔ اُسنے خود انگلش نیشن کو اپنا شوہر بنانا پسند کیا تھا تاکہ گاسپل کے عہدنامہ کے مطابق وہ دونو ملکر ایک تن ہون ۔ مگر اسوقت اسپر کچھ کہنا ضرور نہین ہے کہ انگلش نیشن نے اس پاک وعدہ کو کہان تک پورا کیا ''

'' ہندوستان مین ہمنے اپنے ملک کی بھلائی کے واسطے انگلش حکومت قائم کی ۔ ہندوستان مین انگلش حکومت قائم ہونے مین ہم اور وہ مثل قینچی کے دو پلڑون کے شریک تھے ۔ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اُن دونون مین کس نے زیادہ کام کیا ہے ۔ پس ہم مسلمانون کی نسبت ایسا خیال کرنا - کہ ہم انگلش حکومت کو ایک ناگواری سے دیکھتے ہین - محض ایک غلط خیال ہوگا ''

انگلش نیشن ہمارے مفتوحہ ملک مین آئی؛ مگر مثل ایک دوست کے نہ بطور ایک دشمن کے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہندوستان مین انگلش حکومت صرف ایک مانۂ دراز تک ہی نہین بلکہ اٹرنل ہونی چاہیے۔ ہماری یہ خواہش انگلش قوم کے لیے نہین ہے بلکہ اپنے ملک کے لیے۔ ہماری یہ آرزو انگریزون کی بھلائی یا اُنکی خوشامد کی وجہ سے نہین ہے بلکہ اپنے ملک کی بھلائی و بہتری کے لیے ہے۔ پس کوئی وجہ نہین ہے کہ ہم مین اور اُنمین سمپیتھی نہ ہو۔ سمپیتھی سے میری مراد پولٹکل سمپیتھی نہین ہے۔ پولٹکل سمپیتھی تانبے کے برتن پر چاندی کے ملمع سے زیادہ کچھ وقعت نہین رکھتی۔ اسکا اثر دونو (فریق) کے دلون مین کچھ نہین ہوتا۔ ایک فریق جانتا ہے کہ وہ تانبے کا برتن ہے دوسرا فریق سمجھتا ہے کہ وہ جھوٹے ملمع کی قلعی ہے۔ سمپیتھی سے میری مراد برادرانہ و دوستانہ سمپیتھی ہے۔

سرسید کہتے تھے کہ "یہ اسپیچ جب اخبار مین سر ایلفرڈ لائل لفٹنٹ گورنر کی نظر سے گذری اور اُسکے بعد مین اُنسے ملا تو اُنھون نے فرمایا کہ تمنے یہ عجب طرح کی اسپیچ دی تھی، مین نے کہا شاید عجیب ہو مگر غلط نہین تھی" غالباً ہز آنر کو اسپیچ مذکور کے اس فقرہ پر تعجب ہوا ہوگا کہ "انگلش حکومت کے قائم ہونے مین ہم اور وہ مثل قینچی کے دو پلڑون کے شریک تھے" شاید عام لوگ سرسید کی اس تلمیح سے آگاہ نہون؛ اس لیے اسکا جو مطلب ہم سمجھے ہین اُسکو مختصر طور پر بیان کرتے ہین۔ غالباً سرسید نے اس فقرہ مین ہندوستان کے اُن تاریخی واقعات کی طرف اشارہ کیا ہے جنسے ثابت ہوتا ہے کہ ممالک ہندوستان کی ابتدائی انگریزی فتوحات اور سرکار کمپنی کے رعب و داب اور اُسکی پالسی کو مسلمان امیرون اور حکمرانون کی تائید اور آشتی سے بہت مدد ملی ہے؛ جیسے پلاسی کی لڑائی مین میر جعفر کا بمقابلہ سراج الدولہ کے لارڈ کلایو کا ساتھ دینا، شاہ عالم کا مرہٹون کے مقابلہ کے وقت اپنے تئین لارڈ لیک کی حفاظت مین سپرد کر دینا، اور نظام حیدرآباد کا لارڈ ولزلی کی صلاح ماننا

اور تمام فرانسیسیون کی فوج کو اپنی قلمرو سے یکقلم موقوف کرنا وغیرہ ۔

ایک اور موقع پر اسی سودا کے جوش مین کہ ہندوستانیون کے ساتھ انگریزون کا برتاؤ اچھا نہین ہے سرسید ایک ایسی جرأت کر بیٹھے جسکی بدولت آخرکار اُنکو گورنمنٹ سے معافی مانگنی پڑی ۔

نمائش آگرہ کے دربار مین

فروری ۱۸۶۷ء مین ۔ جب کہ ڈرمینڈ صاحب اضلاع شمال مغرب مین لفٹنٹ گورنر تھے ۔ آگرہ مین ایک بہت بڑی نمائش ہوئی تھی اور سرسید بھی منتظم کمیٹی کے ایک ممبر تھے ۔ اس کمیٹی مین اُنکے سوا اور بھی چند معزز ہندوستانی انگریزون کے ساتھ شامل تھے اور تمام ممبرون کو یکسان اختیارات دیے گئے تھے ۔ کسی طرح کا تفاوت انگریزون اور ہندوستانی ممبرون مین نہ تھا ۔ نمائش کی اخیر تاریخ دربار کے لیے مقرر تھی اور دربار کا انتظام مسٹر پالک کلکٹر ضلع آگرہ کے سپرد تھا ۔ صاحب موصوف نے نمائشگاہ کے قریب ایک میدان مین درباریون کے لیے کرسیان اسطرح بچھوائین کہ جو مقام کسی قدر بلند تھا کرسیون کی ایک لین تو اُس مقام پر لگائی اور اسپر ایک شامیانہ بھی جس سے دھوپ کی روک ہو کھچوا دیا ۔ اور دوسری لین اُسی کے متوازی مگر اُس سے ذرا نیچی جگہ پر لگوائی جس پر شامیانہ وغیرہ کچھ نہ تھا ۔ سرسید نے اکثر ہندوستانی درباریون کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ اس موقع پر گورنمنٹ کو یہ منظور ہے کہ انگریزون اور ہندوستانیون مین کچھ تمیز نہ رکھی جائے اور سب کے ساتھ یکسان برتاؤ کیا جائے ۔ درباریون مین سے ایک معزز ہندوستانی شاید دربار سے ایک دن پہلے چلتے پھرتے دربار کے میدان کی طرف جا نکلے اور اتفاق سے اوپر کی لین مین ایک کرسی پر بیٹھ گئے ۔ ایک بابو نے آکر اُنکو وہان سے اُٹھا دیا اور کہا کہ آپ کے واسطے نیچے کی لین لگائی گئی ہے ۔ وہ وہان سے سیدھے سرسید کے پاس آئے اور حال بیان کیا اور یہ کہا کہ آپ کا خیال انگریزون اور ہندوستانیون کی

مساوات کے باب مین صحیح نہ تھا ۔ سرسید کو نہایت تعجب اور اُسکے ساتھہ سخت ندامت ہوئی کہ جو کچھہ لوگون کو یقین دلایا گیا تھا وہ غلط ہوگیا ۔ یہ اُسی وقت دربار کے میدان مین پہنچے اور قصدًا اوپر کی لین مین ایک کرسی پر جا بیٹھے ۔ بابو نے آکر انکو بھی ٹوکا یہ وہان سے اُٹھہ کھڑے ہوے اور مسٹر جیمس سمسن سکرٹری گورنمنٹ سے جو وہین دربار کے ٹکٹ بانٹ رہے تھے سارا حال بیان کیا ۔ اُنھون نے بھی اس امر کو ناپسند کیا اور سرسید سے کہا کہ آپ اسکا ذکر مسٹر پالک سے کرین اتنے ہی مین مسٹر تھارن ھل صدر بورڈ کے حاکم اعلے وہین چلے آئے ۔ جب اُنکو یہ قصّہ معلوم ہوا تو وہ سرسید پر نہایت افروختہ ہوے اور کہا کہ تم لوگون نے غدر مین کونسی برائی تھی جو ہمارے ساتھہ نہین کی ؟ اب تم یہ چاہتے ہو کہ ہمارے اور ہماری عورتون کے ساتھہ پہلو بہ پہلو دربار مین بیٹھو ۔ سرسید نے کہا اسی سبب سے تو یہ ساری خرابیان پیدا ہوئین کہ آپ لوگ ہندوستانیون کو ذلیل سمجھتے رہے ۔ اگر انکو اس طرح ذلیل نہ سمجھا جاتا تو کیون یہانتک نوبت پہنچتی ۔ تھارن ھل صاحب اور زیادہ برہم ہوے ۔ آخر مسٹر جیمس سمسن نے سرسید کو سمجھایا کہ اس گفتگو سے کچھہ فائدہ نہین ۔ سرسید وہان سے اپنے ڈیرے مین چلے آئے اور دربار مین شریک نہین ہوے ۔ لیکن یہ خبر نواب لفٹنٹ گورنر کو پہنچی تو اُنھون نے بھی دربار کی ترتیب اور انتظام کو ناپسند کیا اور یہ حکم دیا کہ اسوقت زیادہ تبدیلی تو نہین ہوسکتی لیکن ہر ضلع اور قسمت کے حُکام کو چاہیے کہ اپنے اپنے ضلع اور قسمت کے ہندوستانی رئیسون اور افسرون کے ساتھہ نیچے کی لین مین بیٹھین ۔ دربار کے بعد جو یورپین افسر سرسید سے ملتا تھا اس واقعہ کو پوچھتا تھا اور جب وہ بیان کرتے تھے تو بگڑتا تھا ۔ لاچار اُنھون نے وہان زیادہ ٹھیرنا مناسب نہ سمجھا اور رات کو وہان سے سوار ہوکر علیگڑھہ چلے آئے ۔ مگر چند روز بعد لوکل گورنمنٹ کے سکرٹری کی

چٹھی سرسید کے نام پہنچی جسمین اُنسے اس بات کا جواب طلب کیا گیا تھا کہ تم دربار مین کیون نہین شریک ہوے ؟ اور بلا اجازت کس لیے علیگڈھ چلے گئے ؟ سرسید نے آگرہ سے بلا اجازت چلے آنے کا سبب لکھ بھیجا اور دربار مین شریک نہ ہونے کی معافی چاہی۔ اسکے بعد پھر وہان سے کچھ باز پرس نہین ہوئی۔ مگر اس نمایش سے پہلے جو لارڈ لارنس مرحوم والیسرائے و گورنر جنرل نے آگرہ مین دربار کیا تھا وہان سرسید کو ایک طلائی تمغا دیے جانے کا حکم دیا تھا اور وہ تمغا اب تیار ہوا تھا چونکہ سرسید نمایش کے دربار مین شریک نہین ہوے تھے اسلیے نواب لفٹنٹ گورنر نے وہ تمغا صاحب کمشنر قسمت میرٹھ کو دیدیا تاکہ وہ میرٹھ جاتے ہوے علیگڈھ مین سرسید کو اپنے ہاتھ سے تمغا پہناتے جائین صاحب کمشنر جب علیگڈھ کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو سرسید حسب الحکم وہان موجود تھے اُنکو ایک طرف لیجاکر بسبب اُس رنجش کے جو تھارن ہل صاحب سے اُنھون نے سخت گفتگو کی تھی یہ کہا کہ اگرچہ مین اپنے ہاتھ سے تمکو تمغا پہنانا پسند نہین کرتا لیکن گورنمنٹ کے حکم سے مجبور ہون۔ یہ کہکر سرسید کو تمغا پہنانا چاہا سرسید نے یہ کہکر کہ مین بھی گورنمنٹ کے حکم سے مجبور ہون اُنکے آگے سر جھکا دیا اور تمغا پہنکر چلے آئے۔ ہمنے معتبر ذریعہ سے سُنا ہے کہ اُنھین دنون مین گورنمنٹ کا ارادہ سب ججون کی تنخواہ مین معقول اضافہ کرنے کا تھا مگر سرسید کی اس کارروائی سے وہ اضافہ مدت تک ظہور مین نہین آیا اور سرسید کے ساتھ اور لوگ بھی۔ جو اُنکے ہم عہدہ تھے۔ اُس سے محروم رہے۔
نواب محسن الملک کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بہت دن بعد مسٹر پالک سے جب کہ وہ کمشنر تھے ایک دن سرسید کا ذکر آیا اُنھون نے نہایت چین بہ جبین ہوکر کہا کہ وہ بڑا مفسد اور باغی ہے اور آگرہ کی نمایشگاہ کا وہ تمام قصہ بیان کیا۔ مین نے یہ حال سید صاحب کو لکھ بھیجا اُنھون نے مسٹر پالک کو

ایک مفصل چٹھی لکھکر بھیجی جسمین اصل منشا اپنی اُس جسارت کا بیان کیا تھا ۔ اس چٹھی کے آنے کے بعد پھر مسٹر پالک اُنکی طرف سے بالکل صاف ہوگئے تھے ۔

الغرض سرسید کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ ہندوستانیون کے ساتھ کوئی برتاؤ انگریزون کی طرف سے ایسا نہو جو ہندوستانیون کی ذلت کا باعث ہو۔ خصوصاً مسلمانون کی جانب سے انگریزون کی بدگمانی رفع کرنے مین اُنھون نے کوئی دقیقہ کوشش و تدبیر کا فروگذاشت نہین کیا۔ انسٹیٹیوٹ گزٹ کی سالانہ جلدون مین شاید ہی کوئی جلد ایسی نکلے جسمین اُنکے متعدد آرٹکل اس مضمون پر لکھے ہوے موجود نہون ۔ خصوصاً ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کا ریویو۔ جو اُنھون نے ۱۸۷۱ء مین بمقام بنارس لکھا تھا اور جسکا مفصل ذکر پہلے حصہ مین ہو چکا ہے۔ سرسید کی اُن جلیل القدر خدمات مین سے ہے جسکے شکر سے ہندوستان کے تمام مسلمان عموماً اور وہابی مسلمان خصوصاً کبھی عہدہ برآ نہین ہو سکتے ۔ چونکہ اس ریویو مین سرسید نے اپنے وہابی ہونے کا اقرار کیا تھا ۔ اسلیے انگریزون کی بدگمانی وہابیون کی نسبت بالکل جاتی رہی تھی ۔ منشی غلام نبی خان مرحوم کہتے تھے کہ "غالباً ۱۸۷۱ء مین جب مسٹر گریفن ڈپٹی کمشنر لاہور نے منشی قادر بخش خان تحصیلدار جونیان کو ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کی رپورٹ پر بجرم وہابیت زیر مواخذہ کرکے صاحب فنانشل کمشنر کے پاس بھیجا اور کرنل ڈیوس کو۔ جو اُسوقت کمشنر تھے۔ یہ معلوم ہوا کہ قادر بخش خان کا وہی مذہب ہے جو سید احمد خان کا ہے تو اُنھون نے فنانشل کمشنر سے سفارش کرکے اُنکی تبدیلی قصور مین کرادی ۔ اسکے بعد جب اُنکی تبدیلی قصور سے ہونے لگی تو مسٹر ابرائن اسسٹنٹ کمشنر قصور نے اُنکو جو سرٹیفکٹ بغرض صفائی کے دیا تھا اُسمین بڑا ثبوت اُنکی صفائی کا یہ لکھا تھا کہ یہ شخص وہی مذہب رکھتا ہے جو سید احمد خان صدر الصدور اضلاع شمال مغرب کا مذہب ہے ۔ اور اسلیے

انگریزون کی بدگمانی رفع کرنا

اُسکی نسبت بدخواہی سرکار کا اشتباہ محض لغو ہے "

ولایت کا سفر جو سرسید نے ۱۸۶۹ء مین کیا اگرچہ بہ ظاہر اس غرض سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹے کو تعلیم کے لیے انگلستان لیجاکر اُسکے آرام و آسایش و تعلیم و تربیت کا انتظام اپنی آنکھون کے سامنے کرین اور اُسکی طرف سے ہر طرح کا اطمینان حاصل کرکے واپس چلے آئین ؛ مگر جن مشغلون اور جن منصوبون مین اُنھون نے سترہ مہینے لندن مین بسر کیے اُنسے صاف پایا جاتا ہے کہ بیٹے کی تعلیم کا صرف ایک بہانہ تھا ورنہ اصل منشا اس سفر دور و دراز کا قوم کی خیرخواہی اور اسلام کی حمایت کے جوش کے سوا کچھ نہ تھا ۔ اُسوقت اسلام اور مسلمانون کی لگن مین سرسید کا حال بعینہ اس شعر کا مصداق تھا

" ترکتُ للنّاس دنیاھم و دینھم شغلاً بحبّک یا دینی و دنیائی "[1]

مذہب اسلام کی خدمت جو کچھ کہ وہان اُنسے بن آئی اُسکا ذکر ہم اگلے عنوان مین کرینگے یہان صرف یہ دکھانا منظور ہے کہ اس سفر کے آغاز سے لیکر انجام تک برابر اُنکو مسلمانون کی لو کسقدر لگی رہی ہے ۔

(اُسوقت کے آرٹکل) اُنکے سفرنامہ سے جسکا نمونہ پہلے حصہ مین دکھایا جا چکا ہے اور اُنکے آرٹکلون سے جو وقتاً فوقتاً وہ سوسائٹی کے اخبار مین چھپنے کے لیے ولایت سے ہندوستان مین بھیجتے رہے ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ ہندوستان سے جاتے وقت جو حالت کہ وہ مسلمانون کی دیکھ گئے تھے اُس سے اُنکے دل پر عجب بے چینی اور قلق کا عالم تھا ؛ خصوصاً اُنکے دل کی کیفیت اور تلاطم اُن پرائیوٹ خطون کے دیکھنے سے بالکل آنکھون (اُسوقت کے پرائیوٹ خطوط) کے سامنے آجاتی ہے جو اُنھون نے اپنے ہمدرد اور دلی دوست سید مہدی علی خان کو ولایت سے بھیجے ہین

[1] شاعر اپنے محبوب کی طرف خطاب کرکے کہتا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ لوگون کو اُنکی دنیا اور اُنکا دین مبارک ہو میرا تو دین بھی تو ہی ہے اور دنیا بھی تو ہی "

اور جو اس کتاب کے لکھتے وقت مخدومی مولوی سید زین العابدین خان نے راقم کو عنایت کیے ہین۔ صاف پایا جاتا ہے کہ ایک شخص قوم کے سوز مین انگارون پر لوٹ رہا ہے۔ کبھی یورپ کی ترقی کے مقابلہ مین مسلمانون کی پستی و تنزل کا اندازہ کر کے نہایت مایوسی کے الفاظ لکھتا ہے، کبھی کسی انگریزی اخبار مین کوئی مضمون مسلمانون کے برخلاف دیکھکر پیچ و تاب کھاتا ہے، کہین یہ صلاح دیتا ہے کہ ہندوستان مین کوئی انجمن مسلمانون کی طرزِ معاشرت کی اصلاح کے لیے جلد قائم کرنی چاہیے، کبھی اسی غرض سے کوئی قومی اخبار یا میگزین ہندوستان مین جاری کرنے کا ارادہ ظاہر کرتا ہے، کبھی انگریزی مین ایسی کتابین لکھوانے پر کمر باندھتا ہے جنمین یورپ کے مؤرخون کے اُن بیجا اعتراضات کا جواب دیا جائے۔ جو اُنھون نے مسلمان بادشاہون یا خلیفون پر وارد کیے ہین اور جنکا اثر ہندوستان کے مسلمانون کی پولٹکل حالت پر بہت بُرا پڑتا ہے۔ اور اس کام کے لیے ہندوستان سے چندہ طلب کرتا ہے، کبھی ایسی کتابین لکھوانے کا ارادہ کرتا ہے جنسے مسلمانون کو اپنی گذشتہ عظمت کا خیال پیدا ہو اور اُنکو سلف کی ترقی اور اپنے تنزل کا اندازہ کرنے سے غیرت آئے، کبھی کسی ہندوستان کے مسلمان کے اعزاز کی خبر سنکر نہایت خوشی ظاہر کرتا ہے اور کبھی کسی ایسے قانون کے نافذ ہونے پر جسسے ہندوستانیون کے حقوق کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے افسوس کرتا ہے۔ یہان ہم چند فقرے مذکورہ بالا خطون مین سے ناظرین کی اطلاع کے لیے بطور نمونہ کے نقل کرتے ہین۔

ایک خط مین اُس عربی مدرسہ کا۔ جو دلی مین منشی امو جان مرحوم کے مکان مین قائم کیا گیا تھا۔ ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہین " جان من و جناب من! ایسے ایسے مدرسون سے کچھ فائدہ نہین ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمان ہندوستان کے ڈوبے جاتے ہین اور کوئی اُنکا نکالنے والا نہین۔ ہاے افسوس! امرت تھوکتے ہین

اور زہر نگلتے ہین ۔ ہائے افسوس ہاتھ پکڑنے والے کا ہاتھ جھٹک دیتے ہین اور مگر کے مونھ مین ہاتھ دیتے ہین ۔
اے بھائی مہدی کچھ فکر کرو اور یقین جان لو کہ مسلمانون کے ہونٹون تک پانی آگیا ہے ۔ اب ڈوبنے مین بہت ہی
کم فاصلہ باقی ہے ۔ اگر تم یہان آتے تو دیکھتے کہ تربیت کسطرح ہوتی ہے ؟ اور تعلیم اولاد کا کیا قاعدہ ہے ؟ اور علم کیونکر
آتا ہے ؟ اور کس طرح پر کوئی قوم عزت حاصل کرتی ہے ۔ انشاء اللہ تعالی مین یہان سے واپس آنکر سب کچھ کہونگا اور
کرونگا ؛ مگر مجھ کافر، مردود، گردن مروڑی ہوئی مرغی کھانے والے، کفر کی کتابین چھاپنے والے کی کون سنیگا "
ایک اور خط مین اسطرح لکھتے ہین "جس کتاب[1] کے چھاپہ ہونے کا اشتہار مین نے بھیجا تھا وہ تمام ہوگئی ۔
ہفتہ یا دو ہفتہ کے بعد اُسکے نسخے آپکے پاس بھیجونگا ۔ آپ دیکھینگے کہ مصنف نے کیسا انصاف اور کیسا سچ اختیار کیا ہے ؛
گو بعض خیالات اُسکے ہمارے خیالات کے مطابق نہون ۔ وہ مسلمان نہین ہے انگریز ہے ۔ جب آپ اُس کی کتاب
دیکھینگے تو جانینگے کہ وہ انگریز ہزارون مسلمانون سے بہتر ہے "

"اب ایک اور بات ضروری ہے جو لکھتا ہون ۔ انگریزون نے مسلمان بادشاہون اور مسلمان حکومتون کی
تاریخین نہایت ناانصافی اور تعصب سے لکھی ہین اور کوئی برائی نہین ہے جو مسلمانون کی طرف منسوب نہ کی ہو ۔ ہماری
قوم کے جوان لڑکے انگریزی مین اُنھین تاریخون کو پڑھتے اور دیکھتے ہین ۔ جس سے بڑا نقص پیدا ہوتا ہے اور جو بات کہ
ازراہ ناانصافی اور تعصب کے مسلمانون کی نسبت لکھی گئی ہے اُسکو وہ سچ اور واقعی سمجھتے ہین ۔ اسلیے ایسی قسم کی انگریزی
کتابون کا پیدا ہونا جنمین مسلمانون کا حال نہایت سچائی اور انصاف سے لکھا گیا ہو نہایت مفید بلکہ نہایت ضروری ہے "

---

[1] یہ اُس کتاب کا ذکر ہے جو جان ڈیون پورٹ نے اسلام کی حمایت مین لکھی تھی اور جسکو لندن مین کوئی پبلشر نہین چھاپتا تھا مگر سرسید نے
وہان پہنچکر اور اپنے روپیہ سے اُسکو چھپوا کر ہندوستان مین بھیجا اور یہان دو شخصون نے اُسکے الگ الگ ترجمے کیے ۔ اگرچہ
ڈیون پورٹ کی انگلستان مین کچھ وقعت نہ تھی اور اُسکی کتاب مین اور مصنفون کے اقوال نقل کرنے کے سوا اور کچھ نہ تھا مگر چونکہ
سرسید نے اس سے پہلے کسی یوروپین مصنف کی ایسی تحریر جسمین اسلام کی اسقدر حمایت کی گئی ہو نہین دیکھی تھی اسلیے اُنکو اسکے شایع کرنیکا خیال ہوا ۱۲

"دو بڑے واقعے دنیا مین ہوے ہین جنسے مسلمانون کو نہایت بڑا تعلق ہے ؛ ایک واقعہ فتح اندلس کا ہے - جسمین سات سو برس تک مسلمانون کی عیسائیون پر حکومت رہی - اور جو انصاف اور تعلیم و تربیت مسلمانون نے اُس قوم کی کی نہایت ہی عجیب و رقابل فخر ہے ۔ دوسرا واقعہ کروسیڈ کا ہے یعنی آٹھ لڑائیان جو مسلمانون اور عیسائی قومون سے بیت المقدس پر ہوئین ۔ مین نے اُن عالم صاحب (یعنی جان ڈیون پورٹ) سے کہا ہے کہ ان دونون واقعون کی دو مختصر تاریخین وہ لکھدین اور اُنکی رائے مین جو سچ اور انصاف ہو اور جسکا قصور اُنکی منصفانہ رائے مین ہو سب لکھین - اور چونکہ وہ نہایت منصف اور بہت بڑا عالم ہے اور جرمن لیٹن فرنچ گریک زبان جانتا ہے اور سب مصنفون کی کتابین پڑھکر رائے قائم کرتا ہے صرف انگریزی کتابون پر اُسکو بھروسا نہین ہے اسلیے امید ہے کہ جیسی بلاتعصب اُسنے یہ کتاب (یعنی اپالوجی) لکھی ہے ویسی ہی وہ بھی لکھیگا ۔ ان دونو کتابون کے چھپنے اور تیار ہونے مین آٹھ سو روپیہ تخمیناً صرف ہوگا ، فی کتاب چار سو روپیہ ۔ بس مین چاہتا ہون کہ آپ وہان کے احباب سے آٹھ سو روپیہ چندہ کرکر میرے پاس بھیجدین ۔ چندہ کرنے مین شہرت نہین چاہیے ؛ صرف احباب مخلصین سے چندہ ہو ۔ مثلاً آپ میر ظہور حسین ، زین العابدین ، مرزا رحمت اللہ ، اور اور احباب سے ملاقات کرین اور زبانی بات چیت کرین اور جو جسکی توفیق ہو اُس سے لیکر جمع کرین "

مولوی سید مہدی علی خان کے لیے ہندوستان مین صاحب کمشنر نے خلعت کے لیے گورنمنٹ مین رپورٹ کی ہے اسکی مبارکباد کے بعد سرسید اُنکو لکھتے ہین "بھائی مہدی ! تم پایونیر اخبار الہ آباد کے ایک آرٹکل کا ترجمہ سنو وہ لکھتا ہے کہ "آج کل ہندوستان مین خاندان مسلمانون کے روز بروز گھٹتے جاتے ہین ۔ چنانچہ صرف بنگالہ مین تمام سلطنت کے ملازمین مین چند مسلمان ہین ؛ وہ بھی ضعیف ہین ؛ جلد پنشن لینگے ، اور اُنکی جگہ یقینی کوئی مسلمان نہین ہونیکا ؛ اور آیندہ بجز چپراسی اور دفتری کے کوئی مسلمان معزز عہدہ پر

نہین ہوگا" دیکھو جو مین کہتا تھا اور جسکا غم کرتا تھا اب سب لوگ وہی کہتے ہین۔ یہ آرٹکل بہت بڑا ہے کہین سے دستیاب ہو تو منگا کر بالکل سنو۔ بہرحال جو عزت تمکو خدا دے وہ تمام قوم کی عزت ہے۔ اور مجھکو دوہری خوشی ہے ایک قومی دوسری خاص محبت و محبوبیت کی۔ اللہ تعالی ہمیشہ با اقبال رکھے"

مولوی امداد العلی جو سرسید کے سخت مخالف تھے اُنکو ہندوستان مین سٹار آف انڈیا کا خطاب ملنا تجویز ہوا ہے یہ خبر سنکر سرسید مولوی مہدی علی خان کو لکھتے ہین "بلاتصنع مین آپسے عرض کرتا ہون کہ مولوی امداد العلی صاحب کی نسبت سٹار اوف انڈیا تجویز ہونے سے بے انتہا خوشی ہوئی۔ عین آرزو مسلمانون کی ترقی اور عزت کی ہے۔ چشم ما روشن و دل ما شاد۔ اُنکا یہ فرمانا کہ سید احمد نے انگریزون کا جھوٹا کھا کر سٹار اوف انڈیا لیا اور اُنھون نے موچھون پر تاؤ دیکر۔ (نہین نہین بھول گیا اُنکے موچھین[1] نہین ہین) ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر۔ میرے سر اور آنکھون پر۔ خدا کرے ایک اُنکو اور ہزارا اور مسلمانون کو یہ دن نصیب ہو۔

اول کئی خطون مین مولوی مہدی علی خان کو اس بات کی تاکید لکھی ہے کہ میرے واپس آنے سے پہلے ایک ایسوسیٔشن مسلمانون کی طرز معاشرت کی اصلاح کے لیے قائم کرو اور ایک اخبار اسی مقصد کے لیے ایسوسیٔشن کی طرف سے ایسا اور ایسا نکالو؛ اور چنان کرو اور چنین کرو۔ پھر جب اس سے بھی کچھ کامیابی ہوتی نہین دیکھی تو ممانعت کردی۔ بعد ممانعت کے ایک خط مین لکھتے ہین کہ "اگر بالتخصیص مسلمانون کی تربیت کے لیے جداگانہ مدرسہ مقرر ہو جائے تو ایک رحمت ہمارے لیے ہی۔ کوئی رات نہین جاتی کہ ایسے مدرسہ کے تقرر کی باتین اور تجویزین یہان نہین ہوتین۔ مگر بغیر دس لاکھ روپیہ نقد کے ممکن نہین ہو" اسی طرح سرسید کے تمام خطون مین۔ جو ولایت سے اُنھون نے سید مہدی علیخان کو لکھے ہین۔ اسلام اور مسلمانون کا دُکھڑا رونے کے سوا کوئی مضمون نظر نہین آتا۔

---

[1] مولوی امداد العلی اتباع سنت کے خیال سے موچھین نہین رکھتے تھے یہ اسکی طرف اشارہ ہے ۱۲

مسلمانون مین انگریزی تعلیم پھیلانیکی تدبیرین

الغرض سرسید کے تمام منصوبے - جووہ ابتدا سے مسلمانون کی بھلائی کے لیے برابر باندھتے رہتے تھے اس رائے پر آکر ختم ہو گئے کہ ہندوستان مین چلکر قوم کی تعلیم کے لیے ایک محمدن کالج یا محمدن یونیورسٹی قائم کیجائے ۔ اُنھون نے دیکھا کہ مسلمانون کی سوشل اور پولٹکل حالت درست کرنے کے لیے ایسوسیئشن قائم کرنی یا کاغذی ناوسے اس دریا کو طے کرنا کسی طرح ممکن نہین ۔ بلکہ جب تک اُنمین انگریزی تعلیم نہ پھیلائی جائیگی اُنکی بھلائی کی تمام تدبیرین ایسی ہی فضول اور بیکار ثابت ہونگی جیسے کسی کھیت مین تخم ریزی سے پہلے آب پاشی کرنا ۔ اُنھون نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اپنی تمام زندگی اس کام پر وقف کردیجیے ۔ چنانچہ اس مقصد کے متعلق تمام ابتدائی مدارج جو ولایت مین طے ہونے ممکن تھے اُنھون نے وہین طے کرلیے ۔

ولایت مین ہندوستان کے طریقہ تعلیم پر ایک پمفلٹ لکھنا

ایک پمفلٹ جسمین ہندوستان کے موجودہ نظام تعلیم پر اعتراض اور بجای اُسکے جو طریقہ تعلیم اُنکے نزدیک ہندوستان کی حالت کے مناسب تھا اُسکو بیان کیا تھا - لندن مین شایع کیا ؛ تاکہ جنکی رائے اُسکے خلاف ہو وہ اخبارون کے ذریعہ سے ظاہر کرین ۔

کیمبرج یونیورسٹی کو دیکھنا

نیز کیمبرج یونیورسٹی کو خود جاکر نہایت توجہ سے دیکھا اور اُسکے تمام جزئی و کلی حالات پر غور کی ۔

اشتہار جاری کرنا

پھر مسلمانون اور نیز گورنمنٹ کی اطلاع کے لیے اُردو اور انگریزی مین اشتہار چھپوا کر سید مہدی علی خان کے پاس اشاعت کی غرض سے ہندوستان مین بھیجے اور ہندوستان مین آکر نہایت باقاعدہ اور دانشمندانہ طریقہ سے اُس منصوبہ کے پورا کرنے پر کمر باندھی جو اُنکی سالہا سال کی غور و فکر کا آخری نتیجہ تھا ۔

انجمن خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان

ادھر تو انجمن خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان قائم کی - جسکی کوششون سے آخر کار مدرستہ العلوم قائم ہو گیا -

تہذیب الاخلاق جاری کرنا

اور اُدھر قوم کو جگانے اور تعلیم کی طرف مائل کرنیکے لیے پرچہ تہذیب الاخلاق نکالا ۔ سرسید کے ان دو نو کامون کا مفصل حال ہم پہلے حصہ مین لکھ چلے ہین یہان ہمکو صرف یہ دکھانا ہے کہ تہذیب الاخلاق نے

مسلمانون پر کیا اثر کیا اور مدرستہ العلوم سے اُنکو ابتک کیا فائدہ پہنچا اور آیندہ کن فائدون کے پہنچنے کی توقع ہے ۔



ہندوستان مین دیسی اخبارون اور میگزینون کی حالت کچھ تو اس وجہ سے کہ اُنمین کوئی ایسا کرشمہ نہین ہوتا جو پبلک مین کچھ جنبش پیدا کرے اور زیادہ تر ہندوستانیونکی مُردہ دلی کے سبب ۔ جیسی کہ ابتک رہی ہے وہ سب پر ظاہر ہے ۔ یوروپ مین یہی اخبار اور میگزین قومون کے دلون کے مالک ہین اور اُنکے جذبات اور خیالات پر حکومت کرتے ہین ۔ مگر ہمارے ملک مین ۔ سوا اسکے کہ لوگ اُنکو ایک دل کا بہلاوا جانتے ہین ۔ وہ کسی مرض کی دوا نہین سمجھے جاتے ۔ ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ تہذیب الاخلاق سے ۔ جو ایک سب سے زیادہ افسردہ اور دل مردہ قوم کے بیدار کرنیکے لیے نکالا گیا تھا ۔ کیا امید ہوسکتی تھی ؟ باوجود اسکے جو نتیجے اُس سے پیدا ہوے وہ نہایت تعجب انگیز ہین ۔

بات یہ ہے کہ جسوقت یہ پرچہ جاری ہوا اُسوقت مسلمانون پر بسبب اُس انقلاب کے ۔ جسنے غدر کے بعد اُنکی حالت دگرگون کردی تھی ۔ دو مختلف حالتین طاری تھین ۔ ایک طرف مذہبی تعصبات اور مذہبی جوش و خروش ۔ جو اِدبار اور تنزّل کے زمانہ کے ہتھیار ہین ۔ نہایت عروج پر تھے اور تہذیب الاخلاق کا جزو اعظم وہ مضامین تھے جنکو مذہبی تعصبات کے ساتھ وہی نسبت تھی جو آگ کو بارود کے ساتھ ہوتی ہے ۔ پس جیسی کہ امید تھی تہذیب الاخلاق نے متعصب مولویون کے گروہ مین تلاطم پیدا کردیا اور مذہبی مناظرہ کے ہتھیار جو مدت دراز سے کام مین نہ آنے کے سبب زنگ خوردہ پڑے تھے اُنکو کام مین لانے کا موقع ملا ۔

دوسری طرف مسلمانون کا ایک بہت بڑا گروہ ایسا بھی تھا جنکی افسردہ اور مایوس طبعیتین اپنے روزافزون تنزل کے سبب ڈوبتی ہوئی ناؤ کی طرح کوئی ایسا سہارا ڈھونڈھ رہی تھین جس سے اُنکی ڈھارس بندھی اور کوئی امید کی صورت نظر آئی ۔ تہذیب الاخلاق نے اس گروہ کے دل پر فی الواقع وہ کام کیا جو مرہم زخم پر یا ٹھنڈا پانی پیاسے پر کرتا ہے ۔ اس گروہ نے جبکہ وہ اپنے تئین ناچیز اور ایک نہایت کس مپرس حالت مین سمجھ رہا تھا اور دنیوی ترقیات کے دروازے اپنے چارون طرف مسدود پاتا تھا۔ دیکھا کہ ایک ناصح شفیق کمال دلسوزی سے اُنکو نیند سے جگاتا ہے ، اُنکی غفلت پر ملامت کرتا ہے ، اُنکے اسلاف کے کارنامے سُنا کر اُنکو غیرت دلاتا ہے اور اُنکو ترقی کرنے کا گُر بتاتا ہے ۔ یہ گروہ اُسکی آواز پر اس طرح دوڑا جیسے کسی بن سری فوج کا کوئی سردھرا پیدا ہو جائے اور وہ اُسکے اشارہ پر ادھر اُدھر سے سمٹکر اُس کے گرد جمع ہو جائے ۔ غرض کہ موافق اور مخالف دونو فریق ہمہ تن اُسکی طرف متوجہ ہو گئے دوسرا اسلیے کہ اُسکی آواز غور سے سنین اور پہلا اسلیے کہ اُسکی آواز کسی کو سننے ندین ۔ تعجب یہ ہے کہ جسقدر اُسکی موافقت سے قوم کو فائدہ پہنچا اُسی کے قریب قریب اُسکی مخالفت نے لوگون کو فائدہ پہنچایا ۔

جون جون تہذیب الاخلاق مدرسۃ العلوم کی طرف لوگون کو بلاتا تھا اور جسقدر وہ انگریزی تعلیم کی ضرورتین اُنکے ذہن نشین کرتا تھا اسی قدر مدارس اسلامیہ قائم کرنے کا جوش مسلمانون مین بڑھتا جاتا تھا ۔ چنانچہ اسی کی تحریک سے بے شمار اسلامی مدرسے ہندوستان مین قائم ہو گئے اور برابر ہوتے چلے جاتے ہین ۔ تہذیب الاخلاق کو جاری ہوے شاید تین برس گذرے تھے کہ مولوی سخاوت علی صاحب نے انبہٹہ مین ایک اسلامی مدرسہ قائم کیا ۔ مدرسہ قائم کرنے کے بعد

آغاز سنہ ۱۸۷۲ء

اُنھون نے جیساکہ تہذیب الاخلاق نمبر ۱۔ جلد ۶ مین منقول ہے ایک موقع پر کہاکہ "اگرچہ پہلے بھی ہمکو اپنی قوم کی بھلائی کی فکر تھی مگر کوئی تقاضا کرنیوالا اور بار بار جگانیوالا نہ تھا۔ اب تہذیب الاخلاق نے یہان تک چوکنّا اور آگاہ کیا جسکے سبب اس قصبہ مین بھی ایک مدرسہ قائم ہوگیا۔ خدا اس پرچۂ تہذیب الاخلاق کو ہمارے لیے ہمیشہ مبارک رکھے،، اُنھون نے یہ بھی کہاکہ "ہمارے مدرسہ انبہٹہ اور ہمارے ضلع کے کل مدارس دیوبند، سہارنپور اور گنگوہ کو بڑی تسلی ہے کہ یہ سب مدرسے اس مدرسۃ العلوم مسلمانان سے جسکے قائم کرنے کی کوشش ہورہی ہے مستفیض ہونگے؛ گویا علی گڑھ ہمارے مدرسون کے طلبا کا قصر امید ہے۔ اگر درحقیقت ہم اپنی ترقی کرینگے تو وہ قصر ہمارے ہی لیے ہے۔ پس کسقدر ہمکو اُسکے بانیون کا شکر گذار ہونا چاہیے۔

اس قول کے نقل کرنیکے بعد سرسید تہذیب الاخلاق مین لکھتے ہین کہ "سب سے اخیر مدرسہ جو ہماری تحریرون کے اثر سے قائم ہوا وہ مدرسۂ ایمانیہ لکھنؤ ہے۔ جس مین بشمول دیگر علوم معینہ کے مذہب شیعۂ اثنا عشریہ کی بھی تعلیم ہوتی ہے اور اس سے خیال ہوتا ہے کہ ہماری کوششون نے شیعہ اور سنّی دونو کے دل کو جگا دیا ہے،، سرسید نے جس مضمون مین یہ حال لکھا ہے وہ ۱۸۷۴ء کا لکھا ہوا ہے جسکو اب چوبیس برس کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اس عرصہ مین اَور بےشمار مدارس اسلامیہ زیادہ تر اسی خیال سے قائم ہوے ہین کہ انگریزی تعلیم جسکی بنیاد مسلمانون مین تہذیب الاخلاق نے ڈالی ہے اُسکے اثر سے مسلمانون کو بچایا جائے۔ یہ خیال فی نفسہ صحیح ہو یا غلط مگر اسمین شک نہین کہ تہذیب الاخلاق ہی نے مسلمانون مین یہ جوش پیدا کیا ہے اور اسطرح سرسید کی چیخ پکار نے اپنے مخالفون مین بھی وہ اسپرٹ پیدا کردی ہے جسپر قومی ترقی کا دار و مدار ہے۔

اگرچہ تمام مدارس اسلامیہ جو ہندوستان مین ابتک قائم ہوے ہین اُنمین آجتک کوئی تبدیلی زمانہ کے مقتضا کے موافق ظہور مین نہین آئی اور وہ قدیم ڈگر ابتک نہین چھوڑی گئی جو اس زمانہ کے

ہرگز مناسب نہین ہے لیکن چند سال سے ایسے آثار نظر آتے ہین کہ زمانہ جو سب سے بڑا ریفارمر ہے اُنکی اصلاح کیے بغیر نہ رہیگا ۔ چنانچہ ندوۃ العلما ۔ جسکا پانچوان اجلاس سال گذشتہ مین ہوچکا ہے ۔ اس غرض سے قائم ہوئی ہے کہ مسلمانون کے قدیم سلسلۂ درس کی زمانۂ حال کی ضروریات کے موافق اصلاح کرے ۔ اور اگر ذرا غور کرکے دیکھا جائے تو خود ندوۃ العلما کا وجود اُسی نتیجہ کی ایک شاخ ہے جسکے لیے تہذیب الاخلاق جاری کیا گیا تھا ۔ وہی کانپور ۔ جو تہذیب الاخلاق اور سرسید کی مخالفت کا سب سے بڑا مرکز تھا اور جہان سے تہذیب الاخلاق کے برخلاف نور الانوار نور الآفاق اور امداد الآفاق اور کیا اور کیا مدت دراز تک شایع ہوتے رہے ۔ وہین سے علما کی یہ جماعت اس غرض سے اُٹھی ہے کہ مسلمانون کی قدیم طرز تعلیم زمانۂ حال کی طرز تعلیم کے سانچے مین ڈھالی جائے اور اسی لیے اکثر علما اُس سے بدگمان ہوگئے ہین اور سمجھتے ہین کہ یہ مجلس سید احمد خان کے اشارہ سے قائم ہوئی ہے ۔ ہم ایسا تو نہین سمجھتے لیکن اتنا ضرور کہتے ہین کہ "ھذا ایضاً من برکات البرامکہ" بے شک مسلمانون کی اصلاح کا خیال اُنکے دل مین سید کی چیخ پکار نے پیدا کیا ہے اور اگر وہ اپنے ارادون پر ثابت قدم رہے اور لومۃ لائم سے خوف زدہ نہ ہوے تو رفتہ رفتہ ضرور وہ اپنے موجودہ خیالات سے آگے بڑھینگے اور جن باتون کی درحقیقت قوم کو ضرورت ہے اُنکی طرف متوجہ ہونگے ۔

نواب محسن الملک نے ایجوکیشنل کانفرنس کے ایک اجلاس مین گفتگو کرتے وقت ندوۃ العلما کی روداد مین سے اُسکے بعض ممبرون کی تقریر کا خلاصہ نقل کیا تھا جو تہذیب الاخلاق جدید کی پہلی جلد مین چھپ گیا ہے اُسکے دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ جو کچھ سرسید نے تہذیب الاخلاق کی ابتدائی جلدون مین علوم جدیدہ کی ضرورت کے متعلق لکھا تھا ، یا قرآن کی بعض آیتون کی تفسیر

علوم جدیدہ کے مطابق کی تھی اور جسپر اُنکی تکفیر کیجاتی تھی - ہمارے علما کی رایون پر اُسنے کس قدر اثر کیا ہے اور اُنکے خیالات کو کہان سے کہان تک پہنچا دیا ہے اب وہ تسلیم کرتے ہین کہ ہمارا قدیم علم کلام جو اُس زمانہ کے فلاسفہ کے مقابلہ کیلیے مدون ہوا تھا اس زمانہ مین اُسکا مدارس اسلامیہ مین پڑھانا بے فائدہ ہے ؛ اب فلاسفۂ زمانۂ حال کے مقابلہ کی ضرورت ہے اور اسیلیے انگریزی زبان کا سیکھنا اور علوم جدیدہ سے واقف ہونا ضرور ہے ۔ پہلے جو ہمارے علما علوم جدیدہ کے پڑھنے سے اسلیے منع کرتے تھے - کہ اُنسے اصول اسلام مین شبہات پیدا ہونگے اور الحاد اور دہریت پھیلے گی - اب برخلاف اُسکے وہ بھی وہی کہنے لگے ہین جو بیس برس سے برابر سرسید کہتے چلے آتے تھے ۔ چنانچہ ایک عالم نے ندوۃ العلما مین یہ کہا کہ "مذہب اسلام ایسا رستے کا گھر نہین جسپر نئے فلسفہ کا ریلا کچھ اثر کرے اور نہ کبھی پچھلی صدیون مین کچھ اثر کیا ہے ۔ فلسفہ بدلتا رہا ہے اور بدلتا رہیگا پر آسمانی مذہب کبھی نہ بدلیگا ۔ اسلام کا کوئی دنیاوی فلسفہ نہین نہ کوئی ہیئت و ریاضی ہے وہ تو صرف انسان کی اخلاقی و روحانی تعلیم کرنیوالا ہے" پھر کہا کہ "اسلام نے تاریخ کا بھی بطرز مورخانہ ذمہ نہین لیا ہے بلکہ اُنھین واقعات کا ذکر کیا ہے جو انسان کے لیے عبرت و خبرت پیدا کرین - اگر بطلیموس کی ہیئت ثابت ہوجائے تو کیا ، اور فیثاغورس کی قائم ہوجائے تو کیا ، جزو لایتجزی باطل ہوا تو کیا ، اور ثابت ہوا تو کیا ، خلا کا بطلان ہوا تو کیا اور اثبات ہوا تو کیا ، ہمارے بزرگون نے یونانی فلسفہ کے حملے روکنے کے لیے ایسے ایسے مسائل علم کلام مین داخل کیے تھے جنکو آج کل محض جودت طبع کے لیے ہم لوگ پڑھتے ہین ؛ نہ وہ ہمارا مذہب تھا نہ کتاب وسنت اور مشکوۃ نبوت کا فرمودہ تھا ۔ سب کچھ بگڑ جائے تو ہماری بلا سے"

اگر تہذیب الاخلاق لوگون کی مخالفت کے خوف سے صلح کل کا طریقہ اختیار کرتا اور جو رُکاوٹین مسلمانونکی

ترقی کی سدراہ تھین اُنکے دور کرنے پر علے الاعلان کمر نہ باندھتا تو ظاہر ہے کہ اُسکی مخالفت بالکل نہوتی اور اسلیے جو عمدہ نتیجے اُسکی مخالفت سے پیدا ہوے وہ ظہور مین نہ آتے - نیز جسقدر اُسکی مخالفت کم ہوتی اُسیقدر اُسکے مددگارون کا جوش کم ہوتا اور اسلیے وہ مخالف اور موافق دونو کے حق مین کوئی معتدبہ نتیجہ پیدا نہ کرسکتا - یہی سبب تھا کہ جون جون اُسکی مخالفت زیادہ ہوتی گئی اُسی قدر لوگ اُسکی طرف زیادہ متوجہ ہوتے گئے اور اُسی قدر اُسکا منتر زیادہ کارگر ہوتا گیا -

اُسنے - جب کہ مسلمان اپنے اسلاف کے حال سے بے خبر تھے - نہایت مؤثر طریقون کے ساتھ اُنکو اُنکے بزرگون کی علمی اور عقلی فتوحات سے آگاہ کیا تاکہ اُنمین وہ حمیت پیدا ہو جو اولاد کے دل مین اپنے آبا و اجداد کی بڑائی سننے سے پیدا ہونی چاہیے اور وہ اپنے موجودہ تنزل کا مقابلہ زمانہ سلف کی ترقیات کے ساتھ کرکے خود ترقی کی طرف مائل ہون - اگرچہ تہذیب الاخلاق کو اس مقصد مین پوری کامیابی ہوئی کہ اُسنے مسلمانون مین فخر و مباہات کا جوش توقع سے زیادہ پیدا کردیا لیکن اُن نیچرل موانع کے سبب - جو گری ہوئی قومون کو مدت تک اُکسنے نہین دیتے - ابھی تک اُنمین وہ حرکت پیدا نہین ہوئی جو سلف کے کارنامے سنکر ایک غیور قوم مین خودبخود پیدا ہو جاتی ہے اور اُنکو پستی و تنزل کے ننگ و عار سے نکلنے پر امادہ کردیتی ہے - تاہم جسقدر بیس بائیس برس کے عرصہ مین کم و بیش ترقی کا خیال ہندوستان کے مسلمانون مین پیدا ہوا ہے اُسکو اسی تہذیب الاخلاق کا نتیجہ سمجھنا چاہیے - ورنہ مسلمانون نے زمانہ کی مخالفت پر جس شدومد کے ساتھ کمر باندھی تھی وہ اُسوقت تک - کہ زمانہ اُنکو بیس نہ ڈالے - ہرگز کھُلنے والی نہ تھی - تہذیب الاخلاق جس کوٹھے پر چڑھنے کی تاکید کرتا تھا صرف اُسکے بتانے ہی پر اکتفا نہین کرتا تھا بلکہ اُسکا زینہ بھی اپنے ساتھ رکھتا تھا - وہ ایک

اسلاف کے کارنامون سے آگاہ کرنا

ہاتھ سے لوگون کو ترقی کی طرف بُلاتا تھا اور دوسرے ہاتھ سے مدرستہ العلوم کی تصویر اُنکے سامنے پیش کرتا تھا ۔ اسی لیے اُسکی کوششین بالکل اکارت نہین گئین ۔

تہذیب الاخلاق ہی نے لوگون مین یہ خیال پیدا کیا کہ یورپ کے مصنفون نے جو غلطیان اسلام کی حقیقت ظاہر کرنے یا اسلام کی تاریخ لکھنے مین کی ہین اُن غلطیون کو رفع کیا جائے اور اُنکا منشا ظاہر کیا جائے ۔ اگرچہ سرسید اپنی متعدد تصنیفات مین جیسا کہ اس کتاب مین جابجا ظاہر کیا گیا ہے اس موضوع پر بہت کچھ لکھ چکے تھے اور آیندہ مصنفون کے لیے یہ رستہ صاف کر چکے تھے مگر اُنکی اکثر تحریرات عام طور پر شایع نہین ہوئی تھین ۔ تہذیب الاخلاق ہی کی تحریک سے لائق لائق مسلمان اس کام پر کھڑے ہوے بہت سے مضامین تہذیب الاخلاق مین اسی موضوع پر لکھے گئے اور اُنکے سوا عمدہ عمدہ متعدد کتابین انگریزی اور اُردو مین علحدہ شایع کی گئین ۔ اس تحریک کا سب سے عمدہ نتیجہ مسلمانون کے حق مین یہ ہوا کہ بہت سے تعلیم یافتہ مسلمان ۔ جنسے ہم خود واقف ہین یا جنکا حال معتبر ذریعون سے معلوم ہوا ہے ۔ اُن اعتراضون کو دیکھکر جو انگریزی کتابون مین اسلام اور مسلمانون پر وارد کیے گئے ہین اسلام سے برگشتہ ہو چلے تھے ؛ کوئی عیسائی ہونے کا ارادہ رکھتا تھا ؛ اور کوئی سرے سے مذہب ہی کو لغو سمجھنے لگا تھا ؛ مگر تہذیب الاخلاق کے مضامین دیکھکر جو شبہات اسلام کی طرف سے اُنکے ذہن مین خطور کرتے تھے وہ بکلم زائل ہو گئے اور اُنکے دل کا دغدغہ بالکل جاتا رہا ۔ اب وہ اسلام پر پختہ یقین رکھتے ہین اور اپنے اُن پراگندہ خیالات سے نادم ہین ۔

تہذیب الاخلاق نے تعصبات کو بہت کم کر دیا ، تقلید کی بندشین ڈھیلی کر دین ، توکل ، قناعت اور تقدیر کے جو غلط معنی لوگ سمجھے ہوے تھے اور جس غلطی نے اُنکو نکما اور کاہل و رجادات

مصنفان یورپ کی غلطیون [illegible] اعتراضات رفع کرنے کا خیال پیدا ہونا

تعصب، تقلید، توکل، قناعت اور تقدیر کے غلط معنون کا کم ہونا

سلف ہلپ کا خیال پیدا ہونا

کی طرح بے حس و حرکت کر دیا تھا اُس سے اُنکو مطلع کیا اور صرف مطلع ہی نہین کیا بلکہ لاکھون کے خیالات بدل دیے اور تدبیر و کوشش کی طرف اُنکا رخ پھیر دیا۔ اُسی پرچہ نے اُنکو اپنے دست و بازو پر بھروسا کرنا اور گورنمنٹ کا سہارا چھوڑنا سکھایا اور سلف ہلپ کا اصول جسکے بغیر کوئی قوم ترقی نہین کر سکتی اُنکے ذہن نشین کیا۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ قومی کامون مین ایک پیسہ صرف کرنا نہین جانتے تھے وہ سیکڑون اور ہزارون صرف کرنے لگے۔ کوئی شخص انکار نہین کر سکتا کہ قومی کامون مین چندہ دینا کم سے کم ہندوستان کے مسلمانون کو صرف تہذیب الاخلاق نے یا دوسرے لفظون مین سید احمد خان کی تحریرون اور اسپیچون نے سکھایا ہے اور اس بات کا بھی انکار نہین ہو سکتا کہ مسلمان جو روپیہ دو روپیہ مہینے سے زیادہ اولاد کی تعلیم مین خرچ کرنا نہین جانتے تھے وہ اسی شخص کی چیخ پکار سے اب پچاس پچاس ساٹھ ساٹھ روپیہ مہینا بیدریغ اپنے بچون کی تعلیم مین خرچ کرتے ہین اور ولایت کی تعلیم کے لیے ایک ایک لڑکے پر بیس بیس تیس تیس ہزار صرف کر دیتے ہین۔ سرسید کے مخالف جو ہمیشہ مستثنے نتیجون کو اعتراض کا ذریعہ گردانتے ہین اس مقام پر ضرور مسلمان لڑکون کی وہ مثالین پیش کرینگے جنکو ولایت جانے سے بجاے فائدہ کے نقصان پہنچا ہے۔ مگر ایسے مستثنیات سے تو خدا کے کام بھی خالی نہین پائے جاتے۔

باران کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

ہمکو اس باب مین اُن شاذ و نادر مثالون پر نظر کرنی نہین چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ سرسید نے مسلمانون کے خیالات مین کسقدر تبدیلی پیدا کر دی ہے کہ جو روپیہ وہ پہلے اولاد کی بیاہ شادیون کی بیہودہ رسمون مین خرچ کرنے کے عادی تھے یا جس روپیہ سے جاہل و رنا لائق اولاد کے لیے

جایداد خرید کرانکی عیاشی اور بدچلنی یا کاہلی اور سستی کا سامان مہیا کرجاتے تھے اب وہ روپیہ انکی لیاقت اور اصلی عزت اور اقتدار بڑھانے مین صرف کرنا سیکھہ گئے ہین ۔

قومیت کا خیال پیدا ہونا

تہذیب الاخلاق ہی نے اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو مسلمانون کو مدت دراز کے بعد قومیت کے معنی یاد دلائے ہین ۔ قومیت جو درحقیقت ایک لفظ اسلامی اخوت کا مرادف ہے اُسکے مفہوم سے ہندوستان کے مسلمانون کو بالکل ذہول ہوگیا تھا، اُنمین بھی مثل ہندوؤن کے ذاتون کی تفریق پیدا ہوگئی تھی اور ایک ذات کو دوسری ذات کے ساتھہ قومی حیثیت سے کچھہ تعلق نہ سمجھا جاتا تھا، پٹھانون کو یہ استحقاق نہ تھا کہ وہ مغلون کی فتوحات پر فخر کرسکین اور سادات اس بات کا حق نہین رکھتے تھے کہ بنی امیہ یا بنی عباس کے کارنامون پر نازان ہون ۔ اسکے مذہبی فرقون کے سوا اختلاف نے اُنمین ایک دوسری طرح کا تفرقہ ڈالدیا تھا جسکے سبب سے وہ رابطہ جو تمام اہل قبلہ مین بسبب اتحاد اسلامی کے متحقق ہونا چاہیے باقی نرہا تھا ۔ تہذیب الاخلاق نے ان دونو تفرقون کے دور کرنے کی بنیاد ڈالی اور ہندوستان کے لاکھون مسلمانون مین کم سے کم یہ خیال ضرور پیدا کردیا کہ ذاتون کے تفرقہ یا مذہبی طریقون کے اختلاف سے قومی اتحاد مین کچھہ فرق نہین آتا اور ہمارے نزدیک یہ کہنا کچھہ غلط نہین ہے کہ قوم و قومیت و قومی ہمدردی اور قومی عزت کے الفاظ جن وسیع معنون مین کہ اب ہندوستان مین عام طور پر بولے جاتے ہین یہ درحقیقت سرسید ہی کی تحریرون نے جو اول سوسائٹی اخبار مین اور اُسکے بعد تہذیب الاخلاق مین شایع ہوئین لوگون کو بولنے سکھائے ہین ۔

اُردو لٹریچر پر بڑا اثر

اُردو لٹریچر کو بھی اس پرچہ سے کچھہ کم فائدہ نہین پہنچا ۔ یہ پرچہ جیساکہ پہلے حصہ مین بیان ہوچکا ہے چھبیس برس کے عرصہ مین تین دفعہ مختلف وقتون مین جاری ہوا مگر سب سے زیادہ عرصہ تک صرف پہلی دفعہ یعنی سات برس

برابر نکلتا رہا - لٹریری خوبی کے لحاظ سے جسقدر عمدہ مضامین ان سات برس کے پرچون مین شایع ہوے پھر ویسے نہین ہوے اور جو نتائج کہ ہمنے اوپر بیان کیے ہین وہ زیادہ تر انھین سات برس کے پرچون سے علاقہ رکھتے ہین -

اس پرچہ کو جاری ہوے صرف تین برس کا عرصہ گذرا تھا کہ سرسید کے ایک انگریز دوست نے جیسا کہ جلد ۴ نمبر ۱ مین مذکور ہے اُنکو لکھا تھا کہ "تہذیب الاخلاق نے یہ ثابت کر دیا کہ اُردو زبان مین بھی ہر قسم کے مضامین اور خیالات عمدگی اور سادگی سے ادا ہو سکتے ہین اور یہ بھی ثابت کیا کہ مذہب اسلام ایسا تنگ و تاریک رستہ نہین ہے جیسا کہ ابتک سمجھا جاتا ہے"

یہ کہنا کچھ مبالغہ مین داخل نہین ہے کہ سوشل اخلاقی اور مذہبی مضامین جس سادگی اور لطافت اور شایستگی کے ساتھ اس پرچہ مین لکھے گئے ویسے کبھی کسی اُردو زبان کے پرچہ مین نہین لکھے گئے -

تہذیب الاخلاق نے مذہبی تحریرات میں آزادی کا عنصر پیدا کیا

اسی پرچہ نے مسلمانون کے مذہبی لٹریچر مین جو صدیون سے بند پانی کی طرح بحس و حرکت چلا آتا تھا دفعتہ تموج پیدا کر دیا - تہذیب الاخلاق سے پہلے ہندوستان مین جو کچھ مذہب کے متعلق لکھا گیا تھا اُسمین سرسید کے سوا بہت ہی کم لوگون کی تحریرون مین آزادی کا عنصر پایا جاتا تھا ، تعصب اور تقلید نے اُرجنیلٹی کی سوتین بالکل بند کر دی تھین ، علماے سلف کے اقوال اور اُنکی رایون کو نقل کر دینا ہی تصنیف و تالیف کی معراج تھی ، غیر مقلد جو بہت آزادی کا دم بھرتے تھے اُنکی جولانگاہ بھی صرف چند مسائل فقہیہ متعلق بہ عبادات تھے اور بس ، پادریون کے مقابلہ مین اسلام کی حمایت کرنے کا طریقہ اسکے سوا اور کچھ نہ تھا کہ جو اعتراضات وہ مذہب اسلام پر قرآن اور حدیث کے حوالون سے کرتے اُسی قسم کے اعتراضات عیسائی مذہب پر توریت و انجیل کے حوالون سے کیے جاتے تھے ، یوروپین سویلزیشن اور یوروپین سائنس کے حملے جو اسلام پر ہو رہے تھے اول تو اُنسے مسلمان عالم محض بے خبر تھے اور اگر اُنکو خبر بھی ہوتی تو تقلید کی بدولت اُنمین یہ قابلیت باقی نہ رہی تھی کہ ان نئے حملون کو دفع کرنیکے لیے نئے ہتھیار ایجاد کرین ، مناظرہ کا طریقہ اسقدر نامہذب اور خراب ہو گیا تھا

مذہبی مناظرہ کے طریقہ کی اصلاح

کہ کتابوں کے نام لٹھ، جوت، آرہ، درہ، قبقاب اور کنٹاپ رکھے جاتے تھے: تہذیب الاخلاق نے جہانتک کہ اُس سے ہو سکا تعصب کی جڑ کاٹی، تقلید کی بندشین توڑین، مذہبی تحریرون مین آزادی کی رُوح پھونکی، مذہبی حمایت کا فرسودہ طریقہ جو اس زمانہ مین کچھ بکار آمد نہ تھا اُسکی جگہ دوسرا طریقہ جو زمانہ کے مناسب حال تھا جاری کیا، مناظرہ کے ناپسندیدہ طریقہ کی اصلاح کی اور اپنے طرز بیان سے اُس طریقہ کی ایک مثال قائم کی جسکی قرآن نے ہدایت کی تھی کہ "وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ"

اُردو شاعری میں انقلاب — اُردو شاعری جسمین دو سو برس سے ایک ہی قسم کے خیالات برابر دوہرائے جا رہے تھے اُسنے بھی زیادہ تر اسی پرچہ کی تحریک سے کروٹ بدلی نئے نئے میدانون مین شعرا قدم رکھنے لگے، مبالغہ اور جھوٹ کی جگہ حقائق و واقعات کے خاکے کھچنے لگے اور شاعری بجائے اسکے کہ محض ایک دل لگی کی چیز سمجھی جاتی تھی ایک کام کی چیز بننے لگی

مسلمانوں کا جھجھک دور ہونا — سب سے عمدہ نتیجہ جو اس پرچہ کے اجرا سے مترتب ہوا اور جسکے لیے درحقیقت یہ پرچہ جاری کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ مسلمان جو قدیم سے انگریزی تعلیم کی سخت مخالفت کرتے چلے آتے تھے آہستہ آہستہ اُنکی جھجھک نکلنی شروع ہوئی یہانتک کہ لاکھون مسلمان ہندوستان مین اب ایسے موجود ہین جو انگریزی تعلیم کو اپنی اولاد کے حق مین نہایت ضروری جانتے ہین اور سمجھتے ہین کہ بغیر اسکے ملک مین عزت سے رہنا ناممکن ہے۔

مدرسۃ العلوم کا قائم کرنا — سب سے بڑی ملکی اور قومی خدمت۔ جو سرسید سے بن آئی اور جسکا احسان بظاہر صرف مسلمانونکی قوم پر مگر درحقیقت ہندوستان کی تمام اقوام پر ہے۔ وہ مدرستہ العلوم کا قائم کرنا ہے۔ ہندوستان کی ایک ایسی قوم کا۔ جسکی تعداد قریب چھ کروڑ کے ہے۔ تعلیم سے محروم رہنا تمام ملک کے لیے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین ایسا ہی مضر تھا جیسا ایک عضو رئیس کا ماؤف ہونا انسان کے تمام اعضائے رئیسہ کے لیے خطرناک ہوتا ہے۔

ہندوؤن مین قومی تعلیم کا جوش پیدا ہونا — اسکے سوا صرف مدرستہ العلوم کی ریس سے شمالی ہندوستان کے ہندوؤن مین قومی تعلیم کا جوش حد سے زیادہ

پیدا ہوگیا اور اُنھون نے قومی چندہ سے متعدد کالج کھول لیے۔ پھر خود مدرسۃ العلوم مین کوئی قاعدہ ایسا نہین رکھا گیا جسکی رو سے وہ مسلمانون کے لیے مخصوص سمجھا جائے اُس مین ابتدا سے آجتک ہندو مسلمان عیسائی بنگالی پارسی سب قومون کے طالب علم برابر پڑھتے رہے ہین چنانچہ ۱۸۷۸ء سے ابتک جسقدر ہندو طالب علم محمدن کالج اور اسکی لا کلاس سے مختلف امتحانون مین کامیاب ہوے ہین اُنکی تعداد یہ ہے۔

| میزان | وکالت ضلع | وکالت ہائی کورٹ | ال ال بی | انٹرینس | انڈر گریجویٹ | گریجویٹ |
|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱۹۲ | ۵ | ۸ | ۲ | ۷۹ | ۵۷ | ۳۴ |

اور متعدد ہندو گریجویٹ اسی کالج کے بیرسٹری یا مڈیسن مین ولایت جاکر کامیاب ہوچکے ہین۔ پس یہ کہنا کچھ بناوٹ مین داخل نہین ہے کہ محمدن کالج نہ صرف مسلمانون کی بلکہ تمام ہندوستان کی بھلائی کے لیے قائم کیا گیا ہے اور اُس سے غیر قومونکو بھی برابر فائدہ پہنچتا رہا ہے۔ لیکن اسمین شک نہین کہ سرسید کا بڑا مقصد اس کالج کے قائم کرنے سے یہی تھا کہ کسی طرح مسلمانون کی حالت درست ہو اور وہ انگریزی تعلیم کی طرف متوجہ ہون۔

مسلمانون کی ترقی تعلیم کے موانع

مگر یہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ قطع نظر اُن سخت مخالفتون کے۔ جو مدرسۃ العلوم قائم کرتے وقت پیش آئین اور جنکا حال ہم آیندہ عنوان مین لکھینگے۔ مسلمان پہلے ہی انگریزی تعلیم سے متنفر تھے۔ ابتدا سے ہندو اور مسلمانون کے خیالات مین جو تفاوت انگریزی تعلیم کے متعلق تھا اُسکا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ ۱۸۲۴ء مین جبکہ گورنمنٹ نے کلکتہ مین ہندوؤن کے لیے ایک سنسکرت کالج قائم کیا تو ہندوؤن نے ایک عرضداشت اس مضمون کی گذرانی کہ ہمکو اس بات کی ضرورت نہین ہے کہ گورنمنٹ ہمارے لیے سنسکرت کی تعلیم کا سامان مہیا کرے بلکہ اُسکو چاہیے کہ جہانتک ممکن ہو انگریزی تعلیم کی اشاعت مین کوشش کرے۔ برخلاف اسکے ۱۸۳۵ء مین۔ جب کہ واقعہ مذکور پر گیارہ برس گذرچکے تھے اور ہندوؤن کا

شوق دوبالا ہوگیا تھا۔ کلکتہ کے مسلمانون نے جسوقت یہ سُنا کہ گورنمنٹ تمام ہندوستان مین انگریزی تعلیم پھیلانا چاہتی ہے تو اُنھون نے ایک عرضی تیار کی جسپر آٹھ ہزار مسلمان رئیسون اور عالمونکے دستخط تھے اور جسکا ماحصل یہ تھا کہ گورنمنٹ کا انگریزی تعلیم پر اسقدر توجہ کرنا صاف دلالت کرتا ہے کہ اُسکا ارادہ ہندوستانیون کو عیسائی بنانے کا ہے۔

قطع نظر مذہبی خیالات کے مسلمان زیادہ تر اسوجہ سے بھی انگریزی تعلیم کے مخالف تھے کہ ابتدائے اشاعت اسلام سے وہ جس ملک مین گئے اور جہان جاکر رہے مستثنے صورتون کے سوا کبھی اُنکو غیر ملک اور غیر قوم کی زبان سیکھنے کی طرف توجہ نہین ہوئی وہ جہان جاتے تھے اپنی زبان اور اپنا علم ادب اپنے ساتھ لیجاتے تھے۔ جسطرح اسپین مین جاکر اُنھون نے اسپینش زبان یا ایران مین ژند زبان نہین سیکھی اسی طرح ہندوستان مین آکر اس ملک کی زبانون کے سیکھنے کی طرف توجہ نہین کی اور اسلیے غیر زبانونکے سیکھنے کی فی الواقع اُنمین قابلیت نہ رہی تھی۔ برخلاف اسکے ہندوون نے مسلمانون کے عہد مین غیر زبان سیکھنے کا ملکہ اپنے مین بخوبی پیدا کر لیا تھا۔ جو قومین ملازمت پیشہ تھین وہ اپنی اولاد کو کم سے کم فارسی زبان سکھانا نہایت ضروری جانتی تھین اور اکثر شوقین لوگ فارسی کی تکمیل کے لیے عربی بھی سیکھتے تھے۔

پس مسلمانون کو جسقدر کہ مذہبی خیالات انگریزی تعلیم سے مانع تھے اُس سے زیادہ اُنکی طبیعی نامناسبت جو تیرہ سو برس سے اُنمین متوارث چلی آتی تھی ایک اجنبی زبان کے سیکھنے کی اُنکو اجازت نہ دیتی تھی۔ مدارس انگریزی مین انگریزی زبان کے سوا اور بھی بعض سبجکٹ ایسے تھے جن سے ہندوستان کے مسلمانون کو کچھ مناسبت نہ رہی تھی۔ جغرافیہ جسمین اُنکے اسلاف نے اگلے زمانہ مین بے انتہا ترقی کی تھی اب وہ اسکو محض لغو جاننے لگے تھے۔ تاریخ کا حال بھی اسیکے قریب قریب تھا۔ ریاضی سے فی الواقع مسلمانونکو کچھ لگاؤ باقی نرہا تھا۔ مسلمانون کے ذہن مین عموماً یہ بات تہ نشین تھی اور ابتک ہے کہ انگریزی زبان مین منطق اور حکمت و فلسفہ

بالکل نہین ہے اور دنیا مین عربی کے سوا کوئی علمی زبان نہین ہے ۔

اسکے سوا اور بہت سے موانع تھے جنکی تفصیل کی یہان گنجایش نہین ۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ جسوقت سرسید نے محمدن کالج قائم کرنے کا ارادہ کیا اُس وقت مسلمانون مین انگریزی تعلیم کی کیا حالت ہوگی ؟ چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ ۱۸۵۸ء یعنی اُسوقت سے ۔ جبکہ کلکتہ مدراس اور بمبئی یونیورسٹیان قائم ہوئین ۔ ۱۸۷۵ء یعنی اُسوقت تک ۔ کہ علیگڑھ مین ابتدائی اسکول کھولا گیا ۔ تمام ہندوستان مین مسلمان گریجوئٹس کی تعداد صرف بیس تک پہنچی تھی جنمین ۱۷ بی اے اور ۳ ام اے تھے حالانکہ اُس وقت تک ہندو گریجوئٹس کی تعداد ۸۴۶ تک پہنچ گئی تھی جنمین ۷۱۵ بی اے اور ۱۳۱ ایم اے تھے ۔

نیز جو نفرت یا نامناسبت اور اجنبیت مسلمانون کو انگریزی تعلیم سے چلی آتی تھی اُس سے اس بات کا اندازہ بھی اچھی طرح ہو سکتا ہے کہ اگر بالفرض اُنکو تعلیم کا خیال پیدا بھی ہو جاتا تو بھی اُنمین انگریزی تعلیم کے ساتھ دلبستگی اور مناسبت پیدا کرنے کے لیے کسقدر عرصہ درکار تھا ؟ اور وہ کتنی مدت مین اس قابل ہو سکتے تھے کہ اپنی ہموطن قومون کے ساتھ جو چالیس برس پہلے سے انگریزی تعلیم پر دلدادہ اور اُسکے حاصل کرنے مین سرگرم تھین تعلیمی دوڑ مین شریک ہون ۔

ان تمام باتون پر نظر کرنے کے بعد جو نتائج نہایت قلیل عرصہ مین علی گڑھ محمدن کالج سے ظہور مین آئے اُنکو نہایت غنیمت سمجھنا چاہیے ۔ علیگڑھ محمدن اسکول ۱۸۷۵ء مین اور محمدن کالج ۱۸۷۸ء مین کھولا گیا تھا اور کالج کے نتائج ۱۸۸۰ء سے نکلنے شروع ہوے اُسوقت سے ۱۸۹۸ء تک ۔ کہ جسکو ۱۹ برس سے زیادہ مدت نہین گذری ۔ اُسنے صرف اپنے مسلمان طلبہ مین سے

۱۸۵۸ء سے ۱۸۷۵ء تک مسلمانون کی تعلیمی حالت کیا تھی

۱۸۸۰ء سے ۱۸۹۸ء تک علیگڑھ کالج سے کتنے مسلمانون نے تعلیم پائی

۱۲۶ گریجوٹ اور ۱۷۴۷ انڈر گریجوٹ پیدا کیے ہین ۔

جو طالب علم کہ محمدن کالج کی لا کلاس مین لکچر سنتے ہین وہ ۱۸۹۰ء سے قانونی امتحانون مین شریک ہونے لگے ہین اُسوقت سے ابتک صرف مسلمانون مین سے ۱۴ ال ال بی کے امتحان مین اور ۵ وکالت کے امتحان مین کامیاب ہو چکے ہین ۔

اور اگر اُس سخت گیری پر۔ جو آٹھ سات برس سے قانونی امتحانون مین ہونے لگی ہے۔ نظر کیجائے تو اس قلیل عرصہ مین مذکورۂ بالا نتائج خاصکر مسلمانون کے حق مین بہت غنیمت ہین ۔

محمدن کالج کا اثر ملک کے دیگر حصون پر

مگر محمدن کالج کے فوائد کو صرف اُن نتائج ہی مین منحصر نہ سمجھنا چاہیے جو خاصکر اُسکے طالب علمون نے یونیورسٹی کے مذکورۂ بالا امتحانون مین حاصل کیے ہین بلکہ اُسکا اثر ہندوستان کے تمام حصون اور تمام صوبون تک پہنچا ہے اور اسکا کسی قدر اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ لفٹنٹ گورنر بنگال نے ۱۸۹۶ء کے آغاز مین ایک موقع پر مسلمانان بنگالہ کی تعلیم کے متعلق یہ کہا تھا کہ " ۱۸۸۱ء مین جبکہ مین نے بنگال کو چھوڑا تھا تو صوبۂ مذکور کے تمام مدرسون اور کالجون مین ایک لاکھ بچاسی ہزار مسلمان طالب علم تھے اور اپنے واپس آنے پر مجھکو معلوم ہوا ہے کہ اس تعداد کی نوبت قریب چار لاکھ نوّے ہزار کے پہنچ گئی ہے " چونکہ ۱۸۸۱ء ہی سے زیادہ تر محمدن کالج کا چرچا ہندوستان مین ہوا ہے اور صوبۂ بنگال مین ظاہرا کوئی زبردست تحریک مسلمانونکی تعلیم کے لیے نہین ہوئی اسلیے سوا اسکے کہ تہذیب الاخلاق کی اشاعت اور محمدن کالج کی شہرت سے یہ نتیجہ پیدا ہوا ہے اور کوئی بات خیال مین نہین آتی ۔

نیز اسی کالج کی ریس اور اسی کے بانی کی چیخ پکار سے متعدد[1] کالج اور بے شمار اسکول خاص

---

[1] جیسے لاہور امرتسر اور کراچی کے محمدن کالج یا حیدرآباد اور بہاولپور کے اسٹیٹ کالج ۱۲

مسلمانون نے انگریزی تعلیم کے لیے ہندوستان مین کھول لیے جسکا ایک صریح نتیجہ یہ ہے کہ ۱۸۵۸ء سے لیکر۔ اُسوقت تک کہ محمدن کالج کے طالب علم یونیورسٹی کے اعلے امتحانون مین شریک ہونے لگے اور اُسکی شہرت سے تمام ہندوستان کے مسلمانون مین انگریزی تعلیم کا ولولہ پیدا ہوا یعنی ۱۸۸۱ء تک جوکہ چوبیس برس کا زمانہ ہوتا ہے تمام ہندوستان مین مسلمان گریجوئٹس کی تعداد صرف ۳۴۳ تک پہنچی تھی مگر ۱۸۸۲ء سے ۱۸۹۳ء تک یعنی صرف بارہ سال مین تمام ہندوستان کے مسلمان گریجوئٹس کی تعداد ۳۴۳ سے بڑھکر ۳۹۹ تک پہنچ گئی اور ۱۸۹۴ء سے ۱۸۹۶ء تک یعنی تین سال مین صرف آلہ آباد یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی سے ۱۸۵ مسلمان بی اے اور ام اے کے امتحانون مین کامیاب ہوے اور اگر بدقسمتی سے وہ مشکلات جو گذشتہ دس برس سے طالب علمون کو پیش آرہی ہین اور جنھون نے خاصکر مسلمانون کی چلتی گاڑی مین روڑا اٹکا دیا ہے پیش نہ آتین تو اور بھی زیادہ عمدہ اور بہتر نتیجے ظہور مین آتے ۔

تعلیم کی ابتدائی مشکلات

اسکے سوا جیساکہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے یہ بات بھی لحاظ کے قابل ہے کہ قومی تعلیم کی چال ابتدا مین نہایت سست اور دھیمی ہوتی ہے ۔ کم عمر لڑکے جنسی قومی تعلیم کی بنیاد قائم ہوتی ہے ۔ باوجودیکہ اُنکو حد سے زیادہ ترغیب اور اشتعالک کی ضرورت ہوتی ہے وہ اپنے دائین بائین کوئی سامان ایسا نہین دیکھتے جس سے اُنکو تعلیم مین کچھ مدد مل سکے ، یا اُسکی طرف کافی توجہ ہو ۔ نہ قومی سوسائٹی مین اُن باتون کا چرچا ہوتا ہے جنسے تعلیم کا شوق اور اُسکے ساتھ لگاؤ پیدا ہو ، اور نہ خاندان کے چھوٹے بڑون مین کوئی ایسا نظر آتا ہے جس سے مدرسہ کی پڑھائی مین کسی قسم کی اعانت کی توقع ہو ۔ برخلاف اسکے جب قوم مین تعلیم کی بنیاد پڑ جاتی ہے

تو اُنکو گلی کوچہ اور گھر کے در و دیوار سے یہی آوازین سنائی دیتی ہین ۔ اسلیے امید ہے کہ اگر مسلمانون مین تعلیم کا شوق اسی نسبت سے آیندہ بھی بڑھتا رہا جیسا کہ گذشتہ ۲۳ برس مین بڑھتا رہا ہے تو اُنکی ترقی کی رفتار روز بروز زیادہ تیز ہوتی جائیگی ۔

ولایت کی تعلیم کا خیال شمالی ہندوستان کے ہندو مسلمانون مین درحقیقت اُسوقت سے پیدا ہوا ہے جبکہ سرسید اپنے بیٹون کو ساتھ لیکر انگلستان گئے ہین ۔ اُس سے پہلے ہندوستان سے کوئی مسلمان اور شمالی ہند سے کوئی ہندو یا مسلمان ولایت مین تعلیم کے لیے نہین گیا تھا ۔ اگرچہ سرسید کو اس سفر کی جرأت زیادہ تر اُس اسکالرشپ کے سہارے سے ہوئی تھی جو سید محمود کی تعلیم کے لیے گورنمنٹ نے عنایت کیا تھا لیکن ۔ چونکہ وہ خود بھی مع اپنے بڑے بیٹے کے ۱۷ مہینے ولایت مین ٹھیرے تھے اور سید محمود کی تعلیم ختم ہونے تک ایک خدمتگار برابر پانچ برس اُنکے ساتھ رہا تھا اور بعض ایسے اخراجات بھی جو اورون کو اُٹھانے نہین پڑتے تھے سرسید کو برداشت کرنے پڑے تھے ۔ اسلیے علاوہ دس ہزار روپیہ کے جو گورنمنٹ نے عطا کیا تھا پچاس ہزار روپیہ اُنکو اپنی جائداد اور کتابین بیچکر اور رخصت کے زمانہ کی تنخواہ کٹواکر گویا اپنے پاس سے خرچ کرنا پڑا ۔ اگرچہ سرسید کو اُس سے بہت بڑی زیرباری ہوئی مگر ہندوستان کے لیے آیندہ ولایت جانے کی راہ کھُل گئی ۔ سرسید نے اسی پر اکتفا نہین کیا کہ بیٹے کو ولایت مین تعلیم دلاکر ملک کے لیے ایک مثال قائم کردی بلکہ جیسا پہلے حصہ مین مذکور ہوچکا ہے اُنھون نے متعدد تدبیرین ہندوستانیون کے اور خاصکر مسلمانون کے ولایت بھیجنے کے لیے کین جنکا نتیجہ آج ہر شخص اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے ۔ کلکتہ بمبئی اور مدراس کے علاوہ شمالی ہندوستان مین کوئی سال ایسا نہین جاتا جسمین کچھ ہندو یا مسلمان

طالب علم تعلیم کے لیے ولایت نہ جاتے ہون - ایک معتدبہ تعداد ولایت کے تعلیم یافتہ بیرسٹرون اور سول سرونٹس وغیرہ کی جنکا پہلے بنگالیون اور پارسیون کے سوا کسی قوم مین وجود نہ تھا - اکثر قومون مین پیدا ہو گئی ہے جو روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور جیسا کہ نواب محسن الملک نے اپنے لاہور کے لکچر مین بیان کیا ہے اسوقت صرف محمدن کالج کے ۳۱ طالب علم بیرسٹرایٹ لا ہین اور ۴ ولایت مین ڈاکٹری کی تعلیم پا رہے ہین ۔

اس حالت کا مقابلہ جب شمالی ہندوستان کی اُس حالت سے کیا جاتا ہے - جبکہ سرسید نے پہلے ہی بار ولایت جانے کا ارادہ کیا تھا اور جب کہ ہمارے ملک کے ہندو اور مسلمان دونو مذہبی خیالات کے سبب یورپ جانے کو عیسائی ہو جانے سے کم نہین سمجھتے تھے اور غیر ملکون کے سفر کے بالکل عادی نہ تھے - تو دونون حالتون مین زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے ۔ اور اسمین شک کرنے کی ظاہرا کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ جس طرح مسلمانون مین ولایت کی تعلیم کا خیال صرف سرسید کی تحریک سے پیدا ہوا ہے اسی طرح شمالی ہندوستان کے ہندوُون مین یہ خیال اسی شخص کی بدولت پھیلا ہے ۔ باوجودیکہ ہندو ۱۸۲۴ء سے انگریزی تعلیم مین مصروف تھے مگر وہ ایسے چپ چاپ یہ رستہ طے کر رہے تھے جیسے تنا خور آدمی ایک کونے مین بیٹھکر اپنا پیٹ بھر لیتا ہے اور پڑوسیون کو خبر نہین ہونے دیتا ؛ یہان تک کہ پچاس برس گذر گئے اور مسلمانون مین کسی قسم کی جنبش پیدا نہین ہوئی ۔ مگر سرسید کی چیخ پُکار صرف مسلمانون ہی کو جگانیوالی نہ تھی بلکہ اُسنے شمالی ہندوستان کے دونو صوبون مین اس سرے سے اُس سرے تک تعلیم کا غُل ڈالدیا - اگرچہ ہندوستان کی تعلیم پر ہندو پہلے ہی سے متوجہ تھے اور سرسید کی تحریک نے سوا اسکے کہ اُنکی ترقی کی رفتار کسی قدر تیز کر دی

کوئی بڑا نمایان اثر اُسپر نہین کیا۔ لیکن اسمین شک نہین کہ ولایت کی تعلیم کا خیال اُنمین صرف مسلمانون کی ریس اور سرسید کے شور و غل سے پیدا ہوا۔ مذہبی رُکاوٹین ہمارے ملک کے ہندوون مین اور ہندوون سے بہت زیادہ تھین؛ چنانچہ بعض شریف ہندو اسی جرم مین کہ اُنھون نے ولایت مین جاکر تعلیم پائی برادری سے خارج کردیے گئے۔ لیکن چونکہ تعلیم نے اُنکو ذکی الحس کردیا تھا اور زمانہ کا ساتھ نہ دینے کے مُضر نتائج سے وہ خوب واقف تھے۔ اسلیے اُنھون نے وہ تمام قیدین جو ترقی کے مانع تھین توڑ ڈالین اور مسلمانون کو ولایت کی تعلیم مین بھی اپنے سے آگے نہین بڑھنے دیا۔

سرکاری ملازمت مین مسلمانون کی تعداد بڑھ گئی

سرکاری یا غیر سرکاری ملازمت مین جس قدر ترقی مسلمانون نے محمدن کالج کی تعلیم کے ذریعہ سے بواسطہ یا بلاواسطہ کی ہے اُسکا اندازہ اس طرح پر کرنا صحیح نہین معلوم ہوتا کہ اس کالج کے قائم ہونے سے پہلے مسلمان ملازمون کی تعداد کیا تھی اور اُسکے قائم ہونے کے بعد کہانتک پہنچ گئی؟ یا یہ کہ ہندوستان کی دیگر قومون کے ساتھ صیغۂ ملازمت مین اُنکو پہلے کیا نسبت تھی اور اب کیا ہے؟ بلکہ ہمارے نزدیک اُسکا اندازہ اس طرح ہونا چاہیے کہ اگر محمدن کالج قائم نہوتا اور سرسید کی تحریک سے تمام ہندوستان کے مسلمانون کو تعلیم کا خیال پیدا نہو جاتا تو آج کتنے مسلمان سرکاری محکمون یا ہندوستانی ریاستون مین ملازم پائے جاتے؟

سرکاری ملازمت کی جو شرطین گذشتہ بیس سال مین وقتاً فوقتاً قرار پاتی رہی ہین اور اُنھین کے قریب قریب ہندوستانی ریاستون مین بھی قیدین لگتی چلی جاتی ہین اُنپر لحاظ کرنے سے اس بات مین کچھ شبہہ باقی نہین رہتا کہ اگر ابتک مسلمان اُسی خواب غفلت مین رہتے اور

انگریزی تعلیم سے جسقدر حصہ کہ اُنھون نے اس عرصہ مین لیا ہے وہ حصہ نہ لیتے تو آج سرکاری دفتر اور محکمے اُنسے گویا بالکل خالی پاتے اور ہندوستانی ریاستون مین بھی وہ شاید خال خال ہی نظر آتے۔

ذمہ داری کے عہدے۔ جو پہلے ہندوستانیون کو ادنے درجہ کی تعلیم یا سعی سفارش وغیرہ کے ذریعہ سے ملجاتے تھے۔ اب سوا اسکے کہ گورنمنٹ اپنے خاص اختیارات سے کسی مستثنٰے آدمی کو دیدے۔ گریجوئٹس کے سوا کسی کو نہین مل سکتے۔ کومپٹیشن کے قاعدہ نے ایجوکٹیڈ کلاس کے سوا۔ ہر درجہ کے آدمیون کو عمدہ خدمات سے گویا بالکل محروم کر دیا ہے۔ اور جسقدر ملازمت کے امیدوارون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اُسی قدر ملازمت کی شرطین روز بروز زیادہ سخت ہوتی جاتی ہین۔ سیکڑون مڈل پاس اور انٹرینس پاس آٹھ آٹھ دس دس روپیہ ماہوار کی نوکری ڈھونڈھتے پھرتے ہین اور مشکل سے فیصدی دس کامیاب ہوتے ہین۔

سنہ ۱۸۸۰ء مین جبکہ محمدن کالج کی عمر دو تین برس سے زیادہ کی نہ تھی سرسید نے جو متعدد مضامین پنجاب یونیورسٹی اور مشرقی تعلیم کے خلاف لکھے تھے اُنمین ایک جگہ لکھتے ہین "جب صدر عدالت دیوانی ہائیکورٹ نہین ہوئی تھی مشرقی علوم اور مشرقی زبان کے نہایت ذی علم و لائق شخص وکالت کرتے تھے اور ایسے کامیاب تھے کہ زمانہ اُنپر رشک کرتا تھا دفعۃً سنہ ۱۸۶۶ء مین صدر عدالت دیوانی ہائی کورٹ ہوگئی اور یورپین زبان نے اپنا راج کیا۔ وہ بارآور درخت علوم مشرقی اور مشرقی زبان کے جنکی پھننگ آسمان تک پہنچی تھی اسطرح کُملا کر زمین پر گر پڑے جیسے کوئی نیا نازک پودا پالے کے صدمہ سے جُھلس جائے۔ اب ہائی کورٹ مین جاکر علماے علوم مشرقی کا حال دیکھو کہ اُنپر مکھیان بھنکتی ہین۔ نہ وہ اپنی ذات کا کچھ فائدہ کر سکتے ہین، نہ ملک کا، نہ قوم کا، تمام عہدون مین سے مشرقی علوم و مشرقی زبان خارج ہوگئی ہے۔ دیوانی عہدون مین جنکی بنیاد وکالت کے امتحان پر قائم ہوتی ہے مشرقی علوم

و مشرقی زبان کی قدر و پرسش نہین رہی ہے ۔ ہمنے سنا ہے کہ ہائی کورٹ کی وکالت کے امیدوارون کی فہرست مین ایک بھی مسلمان نہین ۔ یہ بھی سنا ہے کہ ایک لائق تحصیلدار عالم علوم مشرقی کو امیدواران ڈپٹی کلکٹری کی فہرست مین اسلیے جگہ نہین مل سکی کہ وہ انگریزی نہین جانتا تھا "

سرسید کا یہ مضمون ۱۸۸۰ع کا لکھا ہوا ہے جسکو سترہ برس کا زمانہ گذر چکا ہے اور جسکے بعد سرکاری عہدون کی شرطین آج تک برابر سخت ہوتی چلی آئی ہین ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس عرصہ مین جو تھوڑی بہت ترقی مسلمانون نے انگریزی تعلیم مین کی ہے اگر اسکا اب تک کچھ ظہور نہوتا تو سرکاری معزز عہدون پر شاذونادر ہی کسی مسلمان کی صورت نظر آتی اور پانیر نے جو ۱۸۷۰ع مین صوبہ بنگال کی نسبت لکھا تھا کہ " تمام بنگالہ مین چند مسلمان عہدہ دار ہین جو جلد پنشن لینگے اور انکی جگہ یقینی کوئی مسلمان نہین ہونیکا اور آیندہ بجز چپراسی اور دفتری کے کوئی مسلمان معزز عہدہ پر نہین دکھائی دیگا " بعینہ وہی حال صوبۂ پنجاب اور اضلاع شمال مغرب و اودھ کا ہوجاتا کہ سرکاری عہدون پر کسی مسلمان کی شکل دکھائی ندیتی پس یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کم سے کم شمالی ہندوستان مین جسقدر تعلیم یافتہ نوجوان مسلمان سرکاری عہدون پر نظر آتے ہین ۔ عام اس سے کہ وہ محمدن کالج کے تعلیم یافتہ ہون یا کسی اور کالج کے ۔ یہ سب اُسی شور و غل کا نتیجہ ہے جو سرسید نے ولایت سے آکر محمدن کالج قائم کرنے اور مسلمانون کو اُسکی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے تمام ملک مین ڈالدیا ۔

آنریبل محمدن کالج کے طالب علمون کی تعداد

اگرچہ اس صاف اور صریح نتیجہ پر خیال کرنیکے بعد اس بات کی ضرورت باقی نہین رہتی کہ خاصکر محمدن کالج کے جن مسلمان طالب علمون نے گورنمنٹ سروس یا ہندوستانی ریاستونکی ملازمت مین

امتیاز حاصل کیا ہے اُنکی گنتی بتائی جائے تاہم اُن لوگون کی اطلاع کے لیے جو انگریزی تعلیم یا محمدن کالج کی علت غائی ملازمت کے سوا اور کسی چیز کو نہین سمجھتے محمدن کالج کے اُن طالب علمون کی فہرست[1] جو بالفعل سرکاری یا غیر سرکاری عہدون پر ہندوستان کے مختلف حصون مین مامور ہین یا عنقریب مامور ہونے والے ہین نواب محسن الملک کی ایک تحریر سے اس مقام پر نقل کرتے ہین

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| امپیریل سروس | ۱ | ڈپٹی کلکٹر و اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر | ۱۱ | سررشتہ دار و ہیڈ کلرک وغیرہ | ۶۴ |
| سول سروس | ۲ | جج | ۲ | ملازمان سررشتہ تعلیم | ۳۱ |
| بیرسٹر ایٹ لا | ۱۳ | منصف | ۷ | ملازمان[ع] ریاستہاے ہندوستانی | ۴۹ |
| سول سرجن | ۱ | تحصیلدار | ۲۰ | وکلا | ۳۷ |
| جو ڈاکٹری کے لیے ولایت مین تعلیم پا رہے ہین | ۴ | انسپکٹر و سب انسپکٹر پولیس | ۲۹ | ملازمان فوج | ۷ |
| جو ڈاکٹری کے لیے لاہور مین تعلیم پا رہے ہین | ۵ | نائب تحصیلدار | ۱۶ | میزان | ۳۲۴ |
| جو پولیس اسکول الہ آباد مین تعلیم پا رہے ہین | ۵ | اسسٹنٹ سب ڈپٹی اوپیم ایجنٹ | ۲ | | |
| | | اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ محکمہ نمک و اسٹیشن ماسٹر وغیرہ | ۱۰ | | |

ع منجملہ اُنکے ایک جج ہائی کورٹ اور ایک سکرٹری ہوم ڈپارٹمنٹ حیدر آباد ہے ۱۲

علی گڑھ محمدن کالج کے جو نتائج اوپر بیان کیے گئے اگرچہ ان کو مسلمانون کی اُس پست حالت کے لحاظ سے جو بیس بائیس برس پہلے تھی اور جو روز بروز زیادہ پست ہوتی جاتی تھی

[1] اس فہرست مین ہندو اور مسلمان سب شامل ہین مگر ہندو خال خال ہین باقی کل مسلمان ہین صرف وکلا مین ہندوؤن کی تعداد کو کسی قدر زیادہ ہے ۱۲

بہت غنیمت سمجھنا چاہیے لیکن ان نتائج سے محمدن کالج کی کوئی ایسی خصوصیت ظاہر نہین ہوتی جسکی رو سے اُسکو ہندوستان کے اور کالجون پر ترجیح دیجا سکے یا اُسکو مسلمانون کے حق مین زیادہ مفید سمجھا جائے۔ سوا اسکے کہ اس کالج مین ہندوستان کے اور کالجون کی نسبت مسلمان طلبہ کی تعداد کسی قدر زیادہ پائی جاتی ہے کوئی تفاوت تعلیم اور نتائج تعلیم کے لحاظ سے محسوس نہین ہوتا۔ نہ یہان کے طالب علمون نے آجتک فضیلت اور علمی لیاقت مین اور کالجون کے طلبہ پر کوئی صریح فوقیت دکھائی ہے اور نہ یہ ثابت کیا ہے کہ یونیورسٹی کے نتائج امتحان مین اس کالج کے تعلیم یافتہ بہ نسبت دیگر کالجون کے زیادہ کامیاب ہوتے ہین پس تا وقتیکہ کوئی وجہ امتیاز کی نہ بتائی جائے یہ نہین کہا جا سکتا کہ ہندوستان مین مسلمانون کے لیے اس سے بہتر اور اس سے مفید تر کوئی انسٹیٹیوشن نہین ہے

بات یہ ہے کہ نفس تعلیم کے لحاظ سے ہمارے ملک کے کالجون کو جب تک کہ اُنکی باگ ہندوستان کی موجودہ یونیورسٹیون کے ہاتھ مین ہے ایک دوسرے پر ترجیح دینی ناممکن ہے ایک سانچے سے ایک ہی سے پرزے ڈھلکر نکلتے ہین اور جس قسم کا بیج بویا جاتا ہے ویسی ہی جنس پیدا ہوتی ہے

در پسِ آئنہ طوطی صفتم داشتہ اند — انچہ اُستا دازل گفت ہمان میگویم

بارہا خود مدبران سلطنت نے ایجوکیشنل دربارون مین کہا ہے کہ سرکاری کالج اور یونیورسٹیان کامل تعلیم دینے سے قاصر ہین۔ پس جو تعلیم کا اصلی مقصد ہونا چاہیے اُسکو سرِ دست ہندوستان کے کسی کالج مین ڈھونڈھنا لاحاصل ہے ہان اگر ہندوستانیون مین اتنی ہمت اور اُسکے ساتھ قدرت بھی ہو کہ وہ بھی یورپ کے کالجون اور یونیورسٹیون کی طرح اپنے پرائیویٹ کالجون مین فیلو سسٹم جاری کرین یا اپنی یونیورسٹی الگ قائم کرین تو ممکن ہے کہ اس ملک مین بھی ویسی ہی

محقق اور موجد و مخترع پیدا ہونے لگین جیسے انگلستان فرانس اور جرمنی مین پیدا ہوتی ہین مگر یہ سب ناشدنی باتین ہین جنکو ہندوستان کی آب وہوا اس آتی معلوم نہین ہوتی۔

لیکن اگر تعلیمی نتائج سے قطع نظر کرکے دیکھا جائے تو محمدن کالج مین ضرور ایسی خصوصیتین موجود ہین جنکے لحاظ سے اُسکو ہندوستان کے دیگر کالجون کی نسبت زیادہ مفید کہا جا سکتا ہے ازانجملہ ایک نہایت صاف اور صریح خصوصیت کالج مذکور کی یہ ہے کہ اُسمین ہر سال جسقدر روپیہ اسکالرشپون مین خرچ کیا جاتا ہے ظاہرا ہندوستان کے کسی گورنمنٹ کالج یا پرائیوٹ کالج مین صرف نہین کیا جاتا۔ کیونکہ مسلمانون کی مالی حالت کے لحاظ سے یہان سب جگہ سے زیادہ اس بات مین کوشش کیجاتی ہے کہ جہان تک ممکن ہو غریب طالب علمون کو جو شوقین اور ہونہار معلوم ہوتے ہون اسکالرشپون کے ذریعہ سے تعلیم مین مدد دیجائے اور تا بمقدور غریب اور آسودہ حال طلبہ تقریباً یکسان حالت مین طالب علمی کا زمانہ بسر کرین۔ چنانچہ سنہ ۱۸۹۱ء سے لیکر سنہ ۱۸۹۶ تک یعنی چھ سال مین کچھ کم ستائیس ہزار روپیہ اس کالج کے طلبہ کو اسکالرشپون اور وظیفون مین دیا گیا ہے۔ اگر ذیمقدور مسلمانون کو منتظمان کالج کی نسبت ایک سوان حصہ بھی قوم مین تعلیم پھیلانے کا خیال ہو تو مذکورۂ بالا رقم سے دس حصہ زیادہ روپیہ اس مد مین صرف ہو سکتا ہے

لیکن بڑی خصوصیت اس کالج کی سامان تربیت ہے جسکو بانی کالج نے ہمیشہ تعلیم سے زیادہ اہم اور ضروری سمجھا ہے اور جسکے بغیر فی الواقع تعلیم کا عدم اور وجود برابر ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسکا ہماری درسگاہون مین کبھی خیال نہین کیا گیا اور اسی لیے ہم لوگ تربیت کے مفہوم سے جیسی کہ چاہیے واقفیت نہین رکھتے۔ اگرچہ کالج کے بانیون نے تربیت کے متعلق بہت کچھ تحریرون

اور تقریرون مین بیان کیا ہے باوجود اسکے اکثر لوگ تربیت کے مفہوم سے ابتک ناواقف ہین اور اسی واسطے محمدن کالج کے کھیلون پر اور طالب علمون کے لباس وغیرہ پر اعتراض کرتے ہین ۔ اسی خیال سے ہم چاہتے ہین کہ اس مطلب کو زیادہ وضاحت سے بیان کرین ۔ کیونکہ سرسید کی لائف مین اس سے زیادہ کوئی مہتم بالشان واقعہ نہین ہے کہ اُنھون نے مسلمانون کی درسگاہ مین تربیت کی بنیاد ڈالی ہے ۔

ہمارے ہان تربیتِ اولاد کا آلہ زیادہ تر تعلیم و تلقین ، نصیحت و پند ، زجر و توبیخ یا زد و کوب کو سمجھا جاتا ہے ۔ مگر یہ تمام وسائل جب تک کہ لڑکے ایک معتدبہ زمانہ تک عمدہ سوسائٹی مین نہ رہین اکثر صورتون مین محض فضول اور بیکار ثابت ہوے ہین ۔ مذکورۂ بالا وسائل سے اول تو اکثر صورتون مین مضر نتائج پیدا ہوتے ہین اور اگر کوئی عمدہ اثر دلون پر ہوتا بھی ہے تو وہ نقش بر آب کی طرح جلد زائل ہو جاتا ہے ۔ لیکن سوسائٹی کے اثر سے عمدہ اخلاق رفتہ رفتہ طبیعت ثانی بنجاتے ہین ۔ اسی سوسائٹی کے اثر سے اہل یوروپ کے اخلاق اصولاً ایک سانچے مین ڈھلے ہوے معلوم ہوتے ہین اور اسی سوسائٹی کے میسر نہونے سے ہم لوگون کے اخلاق و عادات مین باہم زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے ۔

ہمارے لڑکے جب کسی درسگاہ مین آتے ہین تو بجاے اسکے کہ اُنکو کچھ سکھایا اور یاد کرایا جائے زیادہ تر اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ جو کچھ وہ اپنے گھرون سے سیکھکر آئے ہین اُسکو بالکل اُنکے دلون سے بُھلا دیا جائے ۔ قطع نظر اُن عام خرابیون کے جو ہندوستانیون کے اخلاق اور معاشرت مین عموماً پائی جاتی ہین ہم خاصکر اُن چند خصلتون کا ذکر کرتے ہین جو بالخصوص مسلمانون کے ساتھ

منسوب کیجاتی ہین ؛ جیسے مذہبی تعصبات ، باہمی نزاع ، رشک و حسد ، غیبت ، بدگمانی ، کاہلی ، تن آسانی ، تضییع اوقات ، ادای فرائض مین سُستی کرنا ، غصہ ، بے اعتدالی ، نافرمانی وغیرہ وغیرہ اور کچھ شک نہین کہ انمین سے اکثر خصلتین مسلمانون مین بہ نسبت دیگر اقوام کے زیادہ دیکھی جاتی ہین ۔ یہی باتین جب چھوٹے بڑون مین دیکھتے ہین تو اُنکی طبیعتون مین آہستہ آہستہ سرایت کرتی جاتی ہین اور آخر کار اُنکی طبیعت ثانی بنجاتی ہین ۔

انھین خرابیون کے تدارک کے لیے محمڈن کالج مین بورڈنگ سسٹم قائم کیا گیا ہے ۔ مگر ۔ پہلے اس سے کہ ہم اس سسٹم کے فوائد اور یہ کہ اُسکو طلبہ کی تربیت مین کیا دخل ہے بیان کرین ۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جسطرح تعلیم کے نتیجے اعداد کے ذریعہ سے دکھائے جاسکتے ہین اسطرح تربیت کے نتائج نہین دکھائے جاسکتے ۔ نیز تعلیم کا اثر دفعۃً اور نمایان ہوتا ہے اور تربیت کا اثر نامعلوم اور بتدریج ہوتا ہے ۔ جس طرح دھوپ اور ہوا اور پانی کی تاثیر سے پودے جو آہستہ آہستہ نشو و نما پاتے ہین اُنکا نمو کرنا مالی کے سوا ہر شخص کو فوراً محسوس نہین ہوتا اسی طرح تربیت کے نتائج بدیہی طور پر ایک مدت کے بعد ظاہر ہوتے ہین ۔ چونکہ کالج اور بورڈنگ ہوس کو قائم ہوے کچھ بہت عرصہ نہین گذرا اسلیے یہان ہمکو زیادہ تر یہ دکھانا مقصود ہے کہ محمڈن کالج مین مسلمان طلبہ کی تربیت کا کیا سامان مہیّا کیا گیا ہے ؟ وہ کہان تک اُنکی حالت کے مناسب ہے ؟ اور اُس سے آیندہ کن نتائج کی توقع ہوسکتی ہے ؟ نہ یہ کہ اس طریقہ تربیت سے ابتک کیا نتیجے مترتب ہوچکے ہین ؟

سب سے زیادہ ضرورت مسلمانون کی موجودہ اور آیندہ نسلون مین اتفاق و یکجہتی و قومی ہمدردی پیدا کرنے کی ہے جسکے نہونے سے تمام قوم روز بروز مضمحل اور تباہ و برباد ہوتی جاتی ہے ۔

یہ امید رکھنی - کہ وعظ و نصیحت سے، یا اخبارون اور رسالون مین اتفاق کے فوائد پر بڑے بڑے آرٹکل لکھنے سے، یا اس مضمون پر زوردار اور مؤثر نظمین شایع کرنے سے مسلمانون مین اتفاق پیدا ہو جائیگا - ایسی ہی بات ہے جیسے حُب کے عمل سے دشمنون مین دوستی پیدا کرنی ۔ اُنمین اتفاق پیدا ہونے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ اُنکی نسلین اتفاق کے سایہ مین نشو و نما پائین اور ایک مدت تک ایسی سوسائٹی مین زندگی بسر کرین جہان مختلف خاندانون، مختلف صوبون اور مختلف مذہبون کے لڑکے ایک ہال مین کھانا کھائین، ایک مسجد مین نماز پڑھین، ایک فیلڈ مین مردانہ کھیل کھیلین، ایک میدان مین گھوڑے دوڑائین، ایک کلب مین ڈبیٹ کرین، ایک کالج مین پڑھین اور ایک حاطہ مین دن رات سگے بھائیون کی طرح شیر و شکر ہو کر رہین اور اسطرح اتفاق کی حلاوت مان کے دودھ کی طرح اُنکی رگ و پے مین سرایت کر جائے ۔

ریاضت جسمانی

ریاضت جسمانی - جسکا سامان محمدن کالج مین ہندوستان کے تمام کالجون سے زیادہ مہیا کیا گیا ہے اور جسمین یہان کے طالب علمون نے تمام ملک مین بڑی شہرت حاصل کی ہے - اکثر لوگ اعتراض کرتے ہین کہ اس سے طالب علمون کی طبیعت تعلیم سے اُچاٹ ہو جاتی ہے اور کالج مین رہنے سے جو اصل مقصود ہے وہ حاصل نہین ہوتا ۔ مگر جس قوم کی تقلید سے ہم اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلواتے ہین اُنکے ہان ریاضت جسمانی تعلیم کا جزو غیر منفک سمجھی جاتی ہے ۔ لیکن صرف اُنکی تقلید ہی سے ریاضت جسمانی کو محمدن کالج مین ضروری نہین ٹھیرایا گیا بلکہ اسلیے اُسکا زیادہ اہتمام کیا گیا ہے کہ جو طالب علم یہان سے نکلین وہ قوم مین مستعدی اور جفاکشی کی مثال ہون اور سُستی اور کاہلی جو مسلمانون کی ایک قومی خصلت سمجھی جانے لگی ہے بجاے اسکے وہ اُنمین چستی و چالاکی کی بنیاد ڈالین ۔ وہ - برخلاف

اُن کتاب کے کیڑون کے جو اپنے تمام قوای دماغی کتاب کی نذر کر دیتے ہین اور زندہ دلی و شگفتگی اور تمام اُمنگین اور چاؤ بلکہ بعض صورتون مین اپنی زندگی تک تعلیم پر قربان کر دیتے ہین۔ جب کالج کو چھوڑین تو لکھنے پڑھنے کے سواوہ دنیا کے تمام کامون کے لائق ثابت ہون۔

وہ ہندوستان کی عام حالت کے برخلاف۔ جہان ایک شخص کا سپاہی اور عالم ہونا گویا اجتماع ضدین سمجھا جاتا ہے۔ تعلیم یافتہ بھی ہون اور سپاہی بھی۔ وہ اُن فرسودہ دماغون کی طرح۔ جنمین کثرتِ مطالعہ سے تحمّل اور برداشت کی طاقت نہین رہتی۔ چڑچڑے، نازک مزاج، اور بد دماغ نہ بنجائین۔ اگر اُنکو یوروپین افسرون کی ماتحتی مین رہنے کا اتفاق ہو تو محنت اور جفاکشی کے موقعون پر اُنکا ساتھ دینے سے عاجز اور اُنکی نظر مین ذلیل نہون۔ وہ ملکی اور فوجی دونو قسم کی خدمات کے لیے انتخاب ہوسکین۔ اگر اُنکو نوکری میسر نہ آئے تو اپنے دست و بازو پر بھروسا کر کے ہر کام پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کرسکین۔ اُنمین ایسی مستعدی پیدا ہو جائے کہ بیکاری اور آرام طلبی ۔ جو مسلمانون کی قومی خصلت بنگئی ہے اور جسکے سبب سے عرب مین "ہندی بطّال[1]" ایک مثال ہوگئی ہے اُنکو وبال معلوم ہونے لگے۔ وہ غیر ملکون کے سفر سے نہ ہچکچائین۔ وہ سختیونکے جھیلنے کے عادی ہوجائین۔ انھین اغراض کے لیے محمڈن کالج مین ریاضت جسمانی پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ محض تعلیم سے کوئی قوم ترقی نہین کرسکتی جب تک کہ اُسمین دلیری اور مستعدی کا عنصر پیدا نہو۔ لارڈ ڈفرن اپنے عہد حکومت مین جب محمڈن کالج کے ملاحظہ کو آئے اور ایڈریس مین کرکٹ وغیرہ کا ذکر سنا تو اُسکا جواب دیتے وقت اُنھون نے طالب علمون سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ "ہماری قوم نے

[1] عربی مین بطّال نکمّے اور بیکار آدمی کو کہتے ہین ۱۲

پہلی فتح کرکٹ کے میدان مین حاصل کی تھی " ایک حکیم کا قول ہے کہ " قومی قوت صحت پر منحصر ہے " اور چونکہ صحت بغیر ریاضت جسمانی کے قائم نہین رہ سکتی اسلیے یہ کہنا چاہیے کہ قومی قوت ریاضت جسمانی پر منحصر ہے۔

خصوصًا جس قوم کو خدا نے ہم پر حکمران کیا ہے اور جنکی پسند اور انتخاب کے ساتھ ہماری تمام امیدین وابستہ ہین اُنکے برابر کوئی قوم روی زمین پر ریاضت جسمانی کی فریفتہ نہین۔ اُنکو شیرخوارگی کے زمانہ سے ریاضت کے قابل بنایا جاتا ہے۔ اور جب تک مرض الموت مین مبتلا نہین ہوتے کبھی ریاضت ترک نہین کرتے۔ علاوہ معمولی کھیلون اور ریاضتون کے سیکڑون بلکہ ہزارون کوس گھوڑے یا بایسکل پر یا پیادہ پا سفر کرتے ہین، کشتیان کھیتے ہین، گاڑیان ہانکتے ہین، برف پر دوڑتے ہین، پہاڑون پر چڑھتے ہین، کانون مین اُترتے ہین، لکڑیان چیرتے ہین۔ یہی سبب ہے کہ مصر کا ایک لائق مسلمان اپنے سفرنامہ یوروپ مین لکھتا ہے کہ " مخاطر و مہالک مین گھس جانا، اخیر دم تک اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہنا اور جسقدر زیادہ مشکلات پیش آئین اسی قدر زیادہ ثبات اور استقلال سے اُنکا مقابلہ کرنا دنیا کی کسی قوم مین ایسا نہین پایا جاتا جیسا انگریزون کی قوم مین پایا جاتا ہے " ایسی قوم کی نظر مین کیا ہمارے نوجوان جب تک کہ اُنھین کی برابر بلکہ اُنسے زیادہ جفاکش، محنتی، دلیر اور مستعد نہون محض کتاب کا کیڑا بننے سے کچھ اعتبار یا وقعت حاصل کر سکتے ہین ؟ ہرگز نہین۔

جو لوگ گورنمنٹ سے یہ چاہتے ہین۔ کہ ہمکو والنٹیر بنایا جائے اور ہمکو فوج مین معزز عہدے دیے جائین۔ جب تک کہ وہ بھی مثل انگریزون کے اپنے تئین ایجوکیٹڈ سپاہی نہ بنائین ہرگز ایسی خواہش کرنے کا استحقاق نہین رکھتے اور اسی لیے محمڈن کالج کے بانیون نے ریاضت جسمانی کو تعلیم کا جزو غیر منفک قرار دیا ہے۔

یہ خیال بھی صحیح نہین ہے کہ کرکٹ فٹ بال اور جمناسٹک وغیرہ کے شوقین تعلیم مین کوشش نہین کرتے یا لکھنے پڑھنے سے اُنکا دل اُچاٹ ہوجاتا ہے ۔ کیونکہ ہمنے سنا ہے کہ جس کالج ٹیم نے پچھلے دنون بمبئی اور پارسی ٹیم اور پٹیالہ ٹیم پر دو نمایان فتحین حاصل کی تھین اُنمین کئی گریجوٹ تھے اور باقی جتنے کالج کلاسون مین پڑھتے تھے وہ سب تعلیم کے لحاظ سے بھی اپنی جماعتون مین اچھے سمجھے جاتے تھے ۔

ایک اور فائدہ بورڈنگ سسٹم سے طالب علمون کے لیے یہ سمجھا گیا ہے کہ بورڈنگ ہوس مین رہنے سے اُنکو ضبط اوقات کی عادت پڑتی ہے ۔ ہندوستان مین سب سے زیادہ مسلمانون کی اولاد تضییع اوقات کرنیوالی مشہور ہے ؛ حالانکہ جس قوم کی گورنمنٹ سے ہمارے نوجوان نوکریون کے خواستگار ہین اُسکا ایک ایک فرد وقت کو اپنی دولت بلکہ اپنا دین و ایمان سمجھتا ہے ۔ اور فی الحقیقۃ جو لوگ وقت کی کچھ قدر نہین کرتے نہ وہ دین کے فرائض ادا کر سکتے ہین نہ دنیا کے ۔

وقت کی پابندی بھی وعظ و نصیحت سے یا کتابون مین اُسکی خوبیان پڑھنے سے یا کسی نفع کی امید یا نقصان کے خوف سے نہین ہوتی ؛ بلکہ ایک مدت تک اُسکی مشق کرنے سے ہوتی ہے ۔ محمدن کالج کے بورڈنگ ہوس مین جو صغیر سن لڑکے ایک الگ وارڈ مین رہتے ہین اُنکی ابتدا ایسی ڈالی گئی ہے جس سے امید ہوتی ہے کہ وہ کالج سے نکلکر ہمیشہ اوقات کے پابند رہینگے ۔

صبح کے پانچ بجے سے رات کے نو بجے تک وہ مختلف فرائض مین جکڑے رہتے ہین ۔ نماز پڑھنا ، قرآن پڑھنا ، ہوا خوری کرنا ، یا گیند بلا کھیلنا ، مارننگ سکول ، نائٹ اسکول اور بڑے اسکول مین پڑھنا ، کھانا کھانا ، مطالعہ دیکھنا اور سونا یا سو کر اُٹھنا ، غرض ہر ایک کام کے لیے خاص اوقات مقرر ہین جنمین بیماری کے سوا کبھی فرق نہین آنے پاتا ۔ ظاہر ہے

کہ آٹھ دس برس تک جب اُنکی زندگی اس پابندی اوقات کے ساتھ گذرے گی تو امید نہین کہ وہ عمر بھر اس عادت کو ترک کرسکین اگرچہ بڑی عمر کے لڑکون کے لیے بھی فرائض اور اوقات مقرر ہین مگر جو عادت بچپن مین ڈالی جاتی ہے وہ طبیعت ثانی ہو جاتی ہے؛ بخلاف بڑی عمر کے لڑکون کے کہ اول تو اُنکو بچون کی برابر کالج مین رہنے کا اتفاق نہین ہوتا، دوسرے جو عادتین وہ باہر سے سیکھکر آتے ہین اُنکا زائل ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اسی لیے محمدن کالج مین بچپن سے رہنا بہ نسبت بڑی عمر کے لڑکون کے زیادہ مفید ہے۔

اطاعت و فرمانبرداری

شریفانہ اور باقاعدہ اطاعت و فرمانبرداری جو ہر قوم کا اور خاصکر محکوم قوم کا زیور ہے اُسکی عادت ڈلوانے اور مشق کرانیکے جو ذریعے اس بورڈنگ ہوس مین موجود ہین ظاہرا ہندوستان کے کسی انسٹیٹیوشن مین موجود نہین ہین۔ علاوہ کالج اور ہائی اسکول اور مارننگ اسکول اور نایٹ اسکول کے جہان طالب علمون کو برابر پروفیسرون اور ماسٹرون کی آرڈر مین رہنا ضرور ہے وہ ہر وقت اپنے تئین کسی نہ کسی ہڈیا افسر کے زیر حکم پاتے ہین۔ جب تک وہ بورڈنگ ہوس مین ہین پراکٹر کے محکوم ہین، جب تک ڈائننگ ہال مین رہتے ہین ایک یوروپین پروفیسر اُنکا نگران رہتا ہے، اسی طرح فیلڈ مین پرووُوسٹ یا کیپٹن، یونین کلب مین پریسیڈنٹ یا اُسکا قائم مقام، جمناسٹک اور قواعد کے وقت ڈرل ماسٹر، گھوڑے کی سواری کے وقت رائڈنگ ماسٹر، بیماری کی حالت مین ڈاکٹر، اور مسجد مین ایک دیندار عالم اُنکی روک ٹوک کے لیے مقرر ہین جنکا حکم ماننا اُنکو ضرور ہے۔

ظاہر ہے کہ جب برابر آٹھ سات برس طالب علمون کی زندگی ان ضوابط کے ساتھ بسر ہوگی

تو کس قدر باقاعدگی اور اطاعت اُنکی طبیعت مین پیدا ہو جائیگی ؟ اور کسقدر وہ دنیا مین ہر جگہ ہر دل عزیز ہو کر رہنا سیکھ جائینگے ؟

ایسی اطاعت جو قواعد و اصول پر مبنی ہو اُسکی عادت اولاد کو ابتداے عمر مین ڈلوانی ایسی ہی ضروری ہے جیسے ایل بچھیڑے کو سدھا کر اور باگون پر صاف کر کے سواری کے قابل بنانا۔ جسطرح اَوکھے اور سرکش گھوڑے کا کوئی خریدار نہین ہوتا اسی طرح نافرمان آدمی کہین عزیز نہین سمجھا جاتا۔ اکثر انگریز افسرون نے لوگون سے یہ شکایت کی ہے کہ مسلمان ایسے فرمان بردار نہین ہوتے جیسے ہندو؛ اور اسی لیے یوروپین افسر اُنکی نسبت ہندوون کو زیادہ پسند کرتے ہین اگر فی الواقع یہ شکایت صحیح ہے تو مسلمانون کی اولاد جنکا مدار معاش ابتک صرف نوکری پر رہا ہے اُنکو سب سے زیادہ اطاعت اور فرمانبرداری سکھانے کی ضرورت ہے۔ یہ سمجھنا کہ آزادی اور اطاعت مین منافات ہے صحیح نہین ہے۔ انگریزون کی قوم دنیا مین سب سے زیادہ آزاد خیال اور آزاد طبع سمجھی جاتی ہے؛ حالانکہ اُنسے بڑھکر کوئی اپنے افسر کا حکم ماننے والا اور قانون پر چلنے والا اور قواعد کی پابندی کرنے والا نہین ہوتا۔ پس محمدن کالج کے بورڈنگ ہوس مین رہنے سے مسلمانون کی اولاد ایک ایسی خصلت سیکھتی ہے جسپر اُنکی تمام آیندہ کامیابیان منحصر ہین۔

اسکے سوا مسلمانون مین قومیت کا خیال پیدا کرنے کے لیے ایک اور چیز کی ضرورت ہے جسکو آجتک ہندوستان کے عام مسلمانون نے قابل التفات نہین سمجھا؛ حالانکہ وہ ایک نہایت مہتم بالشان مسئلہ ہے لباس جسکی نسبت ہمارے بزرگون کا یہ قول تھا کہ "النّاس باللّباس" اور جس سے ایک قوم کی دوسری قوم سے تمیز کیجاتی ہے۔ ہندوستان کے مسلمانون نے اسمین کوئی امتیاز باقی

نہین رکھا۔ انگرکھا، پاجامہ، ٹوپی، عمامہ، پگڑی یا جوتا غرض کہ کوئی چیز مسلمانون کے لباس مین ایسی نہین ہی جسپر قومی خصوصیت کا اطلاق ہوسکے۔ ہندو مسلمانون مین پہلے صرف اُلٹے اور سیدھے پردہ کی تمیز تھی مگر جب سے اچکن کا رواج ہوا ہے یہ تمیز بھی باقی نہین رہی۔ قطع نظر اَور ملکون کے۔جہان ہر قوم ایک خاص لباس رکھتی ہے۔خود ہندوستان مین اکثر معزز قومین ہین جو صرف اپنے قومی لباس سے پہچانی جاتی ہین؛ جیسے پارسی، مرہٹے، بنگالی، راجپوت وغیرہ۔ مگر مسلمانون کے لباس مین کوئی قومی خصوصیت نہین پائی جاتی۔ لباس کا متحد ہونا قومی یگانگت کے بڑھانے اور مغایرت کے دور کرنے مین ویسا ہی دخل رکھتا ہے جیسا زبان، نسل اور مذہب کا متحد ہونا۔ اسکے سوا جس قوم کے لباس مین کوئی قومی خصوصیت نہین ہوتی اُنکی مجلسین، اُنکے میلے اور اُنکی جماعتین دوسری قومون کی نظر مین ایک گوہار سے زیادہ وقعت نہین رکھتین۔

اسی سبب سے سرسید کو ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بھی اَور قومون کیطرح اپنے لباس مین کوئی خصوصیت اور مابہ الامتیاز پیدا کرین؛ اور چونکہ بقول اُنکے آج ہندوستان مین کوئی مسلمان اتھارٹی ایسی موجود نہین ہے۔جو ایک نیشنل لباس اختراع کرے اور اُسکے رواج دینے پر زور دے۔اسلیے اُنھون نے مسلمانون کی ایک معزز ترین قوم یعنی ترکون کا لباس اول خود اختیار کرکے قوم مین ایک مثال قائم کی اور پھر محمدن کالج کے بورڈرون کے لیے اُس قاعدہ کے موافق جسپر قسطنطنیہ کی درسگاہون مین عملدرآمد ہے یونی فارم کا قاعدہ جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر بعض موانع کے سبب وہ قاعدہ جاری نہین ہوسکا۔ لیکن محمدن کالج کے طالب علم جو بورڈنگ ہوس مین آکر رہتے ہین بغیر کسی جبر کے اپنے ہمچشمون کو دیکھکر خودبخود ٹرکش لباس اختیار کرلیتے ہین جو علاوہ خوش قطع اور خوشنما

ہونیکے ہر موسم اور ہر حالت کے مناسب اور قواعد حفظ صحت کے بھی موافق ہے ۔ اور جب وہ کالج چھوڑکر وہی لباس اپنے وطن مین جاکر پہنتے ہین تو اکثر قوم کے نوجوان اُنکی دیکھا دیکھی وہی لباس اختیار کرلیتے ہین اور اسطرح محمدن کالج ہندوستان کے مسلمانون مین آہستہ آہستہ ایک قومی لباس کو رواج دے رہا ہے ۔

اگرچہ بعض تنگدل انگریز جو ہندوستانیون کو ہمیشہ پست اور ذلیل حالت مین دیکھنا پسند کرتے ہین وہ اس لباس سے ناراض ہوتے ہین لیکن چونکہ گورنمنٹ نے ہمکو ہر قسم کا لباس پہننے کی آزادی دی ہے اور انگریزون مین بھی زیادہ تر وہی فیاض اور آزاد طبع لوگ ہین جنکے ایسے متعصبانہ خیالات نہین ہین اسلیے محمدن کالج کے طالب علم نہایت آزادی سے ٹرکش لباس پہنتے ہین اور کسی کی بیجا ناخوشی یا ناگواری کا خیال نہین کرتے ۔

نیز بورڈرون نے کالج کے احاطہ مین متعدد سوسائٹیان قائم کر رکھی ہین ۔ ازانجملہ ایک کالج یونین کلب اور دوسری اسکول یونین کلب ہے ۔ کالج اور اسکول کے طلبہ ہفتہ مین ایک روز مختلف مضامین پر اپنے اپنے صدر انجمن کے روبرو انگریزی یا اُردو مین معارضانہ بحث کرتے ہین مگر کوئی بات داب مناظرہ اور تہذیب کے خلاف زبان پر نہین لا سکتے ۔ جو لڑکے ڈبیٹ یا اسپیکنگ مین عمدہ لیاقت ظاہر کرتے ہین اُنکو انعام دیے جاتے ہین ۔ اس سے علاوہ اسپیکنگ اور استدلال کا ملکہ پیدا ہونیکے ۔ بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانون مین جو مجادلہ کا ناپسندیدہ طریقہ عموماً جاری ہے اُسکی اصلاح کی اُمین بنیاد پڑتی ہے اور طالب علمون کو مختلف سوالات پر بحث کرنیکے لیے مختلف کتابین دیکھنے اور ہر ایک سوال پر رائے قائم کرنیکا موقع ملتا ہے ۔

طالب علمون ہی نے ایک دوکان ڈیوٹی شاپ کے نام سے بورڈنگ ہوس مین کھول رکھی ہے جو مختلف طریقون سے روپیہ جمع کرکے کالج اور طلبہ کی مدد کرتی ہے اس سے اُنکے دل مین کالج کے ساتھ ہمدردی اور اُسکی امداد کے لیے عملی کام کرنے کی خود بخود ترغیب ہوتی ہے ۔

ایک اَور سوسائٹی برادرہڈ کے نام سے قائم کی گئی ہے جسمین اُن تمام طالب علمون نے جو تعلیم ختم کرنے کے بعد کہین نوکر ہوگئے ہین اپنی آمدنی مین سے فیصدی ایک روپیہ ماہوار چندہ محض کالج کی امداد کے لیے دینے کا وعدہ کیا ہے ۔

اسکے سوا دو اَور سوسائٹیان ہین ایک انجمن اخوان الصّفا جسمین اُسکے ممبر آزادی کے ساتھ مختلف عنوانون پر مضامین لکھکر پیش کرتے ہین۔ دوسری لجنۃ الادب جو عربی زبان مین تقریر یا تحریر کی مشق کرنیکے لیے قائم کی گئی ہے ۔

ایک اور سوسائٹی حال ہی مین سائنس پر لکچر دینے اور اُسکے تجربے دکھانے کے لیے طالب علمون نے قائم کی ہے جسکا مقصد ہندوستانیون مین علمی مذاق پیدا کرنا ہے ۔ یہ سوسائٹی گو ابھی ابتدائی حالت مین ہے مگر چونکہ وہ زمانہ کے مقتضا کے موافق ہے اسلیے اُسکے ترقی کرنے کی بہت کچھ امید کیجاتی ہے ۔

ان سب سوسائٹیون کے علاوہ ریاضت جسمانی کے لیے کرکٹ اور فٹ بال ورجمناسٹک کلب اور گھوڑے کی سواری کے لیے رائیڈنگ اسکول ہے ۔ اگرچہ رائیڈنگ اسکول نے مسلمانون کی کم ہمتی یا بے مقدوری کے سبب ابھی تک کچھ زیادہ ترقی نہین کی مگر جو کلب ریاضت جسمانی کے لیے قائم ہین اُنھین توقع سے بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے جسکی وجہ سے کالج ٹیم نے تمام ہندوستان کی یوروپین اور

ہندوستانی ٹیموں مین - جیسا کہ کالج کی سالانہ رپوٹون سے ظاہر ہے - توقع سے بہت زیادہ شہرت حاصل کی ہے ۔

مذہبی تعلیم

مذہبی تعلیم و تربیت بھی اس کالج کی خصوصیات مین سے ہے ۔ اگرچہ اسمین شک نہین کہ یہ شاخ جیسی کہ ایک محمڈن کالج مین ہونی چاہیے ابھی تک اُس درجہ پر نہین پہنچی لیکن اسکا الزام سرسید یا کالج کے اور منتظمون پر عائد نہین ہوتا ۔ اول تو دو مذہبی کمیٹیان جو شیعہ اور سنّی دونو کی مذہبی تعلیم کی نگرانی اور انتظام کے لیے جدا جدا مقرر تھین اور جنسے سرسید نے لوگونکی بدگمانی کے خیال سے خود علحدگی اختیار کی تھی اُنھون نے کبھی اس طرف توجہ نہین کی ۔ دوسرے دنیوی تعلیم کے کورس جو یونیورسٹی وقتاً فوقتاً مقرر کرتی ہے وہ اسقدر مشکل اور طویل الذیل ہوتے ہین کہ اُنکے پورا کرنے مین طلبہ کو دوسری طرف متوجہ ہونے کا بہت ہی کم موقع ملتا ہے ؛ یہانتک کہ اگر اُنپر مذہبی تعلیم کا زیادہ بوجھ ڈالا جائے تو دو حال سے خالی نہین ؛ یا تو وہ کالج چھوڑ دینگے یا یونیورسٹی کے امتحانون مین کامیاب نہ ہوسکین گے ۔ با اینہمہ جسقدر مسلمانون کی مذہبی تعلیم و تربیت کا اہتمام اس کالج مین کیا جاتا ہے اور جسکی تفصیل اسکی سالانہ رپوٹون مین ہمیشہ چھپتی ہے ہندوستان کے کسی کالج مین اُسکا وجود نہین ہے ۔

یہ سچ ہے کہ انگلستان کے جن کالجون کی تقلید سے اس کالج مین تربیت کا مذکورہ بالا سامان مُہیّا کیا گیا ہے اُنکے مقابلہ مین اس کالج کو مشکل سے ایک خاکا یا ایک دھورا نمونہ اُن کالجون کا کہا جاسکتا ہے ؛ لیکن اسکے ساتھ ہی جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ انگلستان کے مذکورہ بالا کالج کتنی کتنی مدت مین موجودہ حالت تک پہنچے ہین تو جس حد تک علی گڑھ محمڈن کالج بیس بائیس

برس کے عرصہ مین پہنچ گیا ہے اس سے کچھ کم تعجب نہین ہوتا ۔ انگلستان کے بڑے بڑے نامور کالج اور یونیورسٹیان جو آج تمام یوروپ مین مشہور و معروف ہین کئی کئی سو برس تک نہایت گمنامی اور پستی کی حالت مین رہی ہین اور جسطرح بتدریج قوم مین تعلیم بڑھتی گئی اُسی طرح آہستہ آہستہ اُنکی حالت ترقی کرتی گئی ۔ پس ہمکو اس کالج کی موجودہ حالت پر نظر کرنی نہین چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ جن اصول پر وہ قائم کیا گیا ہے اگر انھین اصول کے موافق وہ ترقی کرتا چلا گیا تو پچاس ساٹھ ہی برس مین وہ کس درجہ پر پہنچ جائیگا ۔

بے شک کالج کے اندرونی انتظامات مین بہت سی باتین قابل اعتراض موجود ہین جنکو سرسید کی خودرائی اور ضد اور ہٹ کا نتیجہ کہا جاتا تھا اور کچھ شبہہ نہین کہ لوگون کا یہ کہنا بالکل غلط نہ تھا لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ صدیون کے کام مہینون اور دنون مین پورے نہین ہو سکتے اور ایک شخص کی طاقت سے باہر ہے کہ وہ اپنی زندگی مین ایک قومی انسٹیٹیوشن کو اُس حد تک پہنچا جائے جسکے بعد کسی اصلاح یا ترقی کی ضرورت باقی نہ رہے ۔ اور ایک رفارمر جسنے اگلے وقتون کے بہت سے خیالات اور بہت سی رایون کی اصلاح کی ہو اُسکا یہ کام نہین ہے کہ وہ ساتھ کے ساتھ اپنے خیالات اور اپنی رایون کی بھی اصلاح کرتا جائے ۔

یوروپین اسٹاف

ایک اور خصوصیت اس کالج کی یوروپین اسٹاف ہے جسکو بانی کالج نے متعدد وجوہ سے نہایت اہم اور ضروری سمجھا ہے ۔ انکی رائے تھی کہ اول تو ہندوستانی تعلیم یافتہ علمی لیاقت اور طرز تعلیم کے لحاظ سے بھی یوروپین پروفسرون کی برابری نہین کر سکتے اور اگر بالفرض ایسے لائق ہندوستانی پروفسر میسر بھی آجائین تو اُنکا اثر طلبہ کی تربیت پر جو اس کالج کا اصلی مقصود ہے ویسا ہرگز نہین پڑ سکتا

جیسا انگریز پروفسرون کا پڑسکتا ہے ۔ ڈیوٹی کا خیال ، وقت کی قدر ، قواعد حفظ صحت کی پابندی ، سلف ہلپ ، مستعدی اور ریاضت جسمانی کی عادت ؛ یہ تمام خصلتین یورپ مین بھی انگلش قوم کی خصوصیات مین شمار ہوتی ہین ۔ خصوصاً انگلستان کی مشہور یونیورسٹیون کے گریجوٹ شریفانہ اخلاق کے لحاظ سے تمام قوم مین ممتاز گنے جاتے ہین ۔ اسکے سوا کالج کا نظم ونسق اور افسرانہ رعب وداب جیسا کہ ایک انگریز معلم کالج یا اسکول مین قائم رکھ سکتا ہے ہندوستانی معلمون سے اُسکی ہرگز توقع نہین کیجا سکتی ۔ اسی لیے کالج کے قواعد مین یہ اصول قرار دیا گیا ہے کہ کم سے کم ایک پرنسپل اور دو پروفسر کالج مین اور ایک ہڈماسٹر اسکول مین ہمیشہ یوروپین ہونا چاہیے اور جہانتک کالج کی آمدنی مین گنجایش ہو اس تعداد مین اور اضافہ کیا جائے اور جب کسی یوروپین پروفسر کی ضرورت ہو تو انگلستان کی کسی مشہور یونیورسٹی کا گریجوٹ جسکی علمی اور اخلاقی فضیلت پر اُسکے اُستادون نے شہادت دی ہو ایک ہزار روپیہ سفرخرچ دیکر بلایا جائے ۔ چنانچہ ابتک چار چار پانچ پانچ یوروپین افسر کالج اور اسکول مین برابر مقرر رہے ہین اور اگر کالج فنڈ مین گنجایش ہو تو ممکن ہے کہ عندالضرورۃ اُنکی تعداد اس سے زیادہ بڑھجائے ۔

اگرچہ بظاہر جو بیش قرار تنخواہین یوروپین عہدہ دارون کو دیجاتی ہین وہ کالج کی مالی حیثیت سے بہت زیادہ معلوم ہوتی ہین لیکن حق یہ ہے کہ یوروپین اسٹاف نے عام طور پر اُس ضرورت کو بخوبی ثابت کر دیا ہے جسکی بنا پر سرسید نے اُنکو کالج کا جزو اعظم قرار دیا ہے ۔ وہ باوجود قومی ، مذہبی اور ملکی مغایرت کے محمدن کالج کو گویا اپنا قومی انسٹیٹیوشن سمجھتے ہین ، وہ اپنے طلبہ کے ساتھ مشفقانہ اور برادرانہ برتاؤ رکھتے ہین ، اُنکے کھیلون مین ، اُنکی دعوتون اور پارٹیون مین ، اُنکی

مجلسون مین، اور اُنکے مباحثون مین خود بھی شریک ہوتے ہین اور اسٹیشن کے یوروپین افسرون اور اُنکی لیڈیون کو شریک کرتے ہین، اور اسطرح اُنکا حوصلہ بڑھاتے ہین۔ وہ اسلیے۔ کہ گورنمنٹ اور انگریزون کی نظر مین اُنکا اعتبار زیادہ ہو۔ اُنکو گورنمنٹ کا ادب اور انگریزون کی محبت سکھاتے ہین۔ خود اُنکا برتاؤ جو ہندوستانی طالب علمون کے ساتھ ہے انگلش نیشن کی محبت اور وقعت اُنکے دل مین پیدا کرتا ہے۔ وہ طرح طرح سے اُنکو غیرت دلاتے ہین اور اُنکی غفلت کے نتائج سے اُنکو خبردار کرتے ہین۔ وہ اپنی عمدہ خصلتون، شایستہ عادتون، فرائض کی پابندی، صفائی، ضبطِ اوقات اور دیگر خوبیون سے طالب علمون کے کیرکٹر پر نہایت قوی اور پایدار اثر پیدا کر رہے ہین جو کسی اور طریقہ سے پیدا نہین ہو سکتا تھا۔ وہ غریب طالب علمون کی طرح طرح سے امداد اور تقویت کرتے ہین، بیمارون کی خبر لیتے ہین، کالج کے چندون مین شریک ہوتے ہین، اُسکی ترقی کی تدبیرین سوچتے ہین، اُسکی محبت طالب علمون کے دل مین پیدا کرتے ہین اور اُسمین وہ تمام انتظامات اور تربیت کے طریقے جو انگلستان کے کالجون مین جاری ہین آہستہ آہستہ جاری کرتے جاتے ہین۔ وہ باوجود مذہبی اختلاف کے مسلمان لڑکون کی مذہبی تعلیم و تربیت کا خیال خود مسلمانون سے زیادہ رکھتے ہین۔ مسجد کی غیر حاضری پر اُنکو سزائین دیتے ہین، مذہبی تعلیم اور قرآن خوانی کی اُنکو تاکید کرتے ہین، مولود کی مجلسون اور اُنکے دیگر مذہبی اجتماعون مین شریک ہوتے ہین۔

ایک بڑا بدیہی ثبوت اس بات کا کہ وہ محمدن کالج مین کس وقعت اور محبت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین۔ یہ ہے کہ مسٹر آرنلڈ پروفسر آف فلازفی جو کالج کی بدقسمتی سے یہان کا تعلق ترک کرکے لاہور کالج مین چلے گئے ہین۔ اُنکی روانگی کے زمانہ مین ہر شخص کو جو کالج سے تعلق رکھتا تھا

اسقدر افسوس ہوا تھا کہ بیان نہین ہو سکتا - خصوصاً کالج کلاسون کے طالب علم جو انکا لکچر سنتے تھے
اُنکو مسٹر آرنلڈ کی اور مسٹر آرنلڈ کو اُنکی جدائی کا جسقدر رنج اور قلق ہوا تھا اُسکی مثال ملنی مشکل ہے
انسے پہلے جب مسٹر والس پروفیسر اور مسٹر ہورسٹ ہڈ ماسٹر نے کالج سے قطع تعلق کیا تھا اُسوقت
بھی تمام کالج کو اسی کے قریب قریب رنج ہوا تھا جیسا کہ اس سال مسٹر آرنلڈ کے جانے سے ہوا
اور اسی طرح مسٹر ڈنٹن مرحوم ہڈ ماسٹر کے قبل از وقت مرجانے پر کالج کے تمام متعلقین نے مثل اپنے
عزیزون کے رنج و ماتم کیا ہے ۔ اگرچہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ کالج کو ہمیشہ ایسے ہی دلسوز اور
مسلمانون کے ہمدرد پروفیسر ملتے رہینگے جنکا ذکر اوپر ہوا یا جیسے کہ اب کالج مین موجود ہین لیکن
بہر حال یوروپین اسٹاف کا اس کالج مین ہونا خاصکر مسلمانون کی حالت کے لحاظ سے نہایت ضروری ہے
غدر ۱۸۵۷ء سے - بلکہ اُسوقت سے جبکہ ہندوستان کی سلطنت مسلمانون کے ہاتھ
سے نکلکر انگلش قوم کے ہاتھ مین گئی - ہندوستان کے مسلمانون کا حال بعینہ ایک نوجوان بیوہ کا سا
رہا ہے کہ کیسی ہی عفیفہ اور پاک دامن ہو مگر بدگمانیون سے کسی طرح نہین بچ سکتی ۔ پس ہندوستان
کے مسلمانون کو جس طرح اپنے مذہب کی رو سے اس بات کی ضرورت ہے کہ سچے دل سے انگلش
گورنمنٹ کے وفادار رہین اسی طرح ملکی مصلحت سے یہ بھی ضرور ہے کہ حکمران قوم کو کبھی اپنی طرف سے
بدگمان ہونے کا موقع نہ دین ۔ آج کل انگریزی تعلیم سے انگریزون مین تقریباً ویسی ہی بدگمانی
پائی جاتی ہے جیسی کسی زمانہ مین جہالت اور تعصب سے پائی جاتی تھی ۔ پس ایک ایسا انسٹیٹیوشن
جہان چار چار سو مسلمان طالب علم ایک وقت مین انگریزی تعلیم پاتے ہون اور کئی کئی برس تک
دن رات وہین زندگی بسر کرتے ہون - جب تک کہ اُسمین متعدد یوروپین افسر اُنکے نگران اور

اُنکے خیالات کی اصلاح کرنیوالے موجود نہون ہرگز حکمران قوم کے اطمینان کے لائق نہین ہو سکتا ۔

انھین خیالات سے سرسید نے کم سے کم چار یوروپین افسرون کا ہمیشہ کالج اور اسکول مین رہنا کالج کے قواعد مین داخل کردیا ہے اور اس تدبیر سے کالج کو بہت فائدہ پہنچا ہے اور اس سے بہت زیادہ فائدے پہنچنے کی آیندہ توقع ہے ۔ زیادہ تر اسی خصوصیت کی وجہ سے گورنمنٹ پندرہ ہزار چھہ سو روپیہ سالانہ کی امداد اس کالج مین دیتی ہے اور اسی سبب سے تمام اینگلو انڈین افسر اور حکام عموماً اس کالج کی نسبت عمدہ خیال رکھتے ہین ۔ دور دور سے نابالغ سردار زادون اور رئیس زادون کو تعلیم کے لیے یہان بھیجتے ہین ، ہر صوبہ مین یہان کے طالب علمون کو خوشی سے نوکریان دیتے ہین ۔ بعض اوقات پرنسپل سے خود درخوست کرکے یہان کے طلبہ کو نوکری کے لیے بلاتے ہین ، بڑے بڑے جلیل القدر انگریز کالج کو آکر دیکھتے ہین ، چار ویسرای اور چھہ سات لفٹنٹ گورنر ابتک یہان آچکے ہین ، لارڈ ناتھ بروک نے دس ہزار روپیہ اسکالرشپون کے لیے اس کالج کو عنایت کیا ہے اور اُنکے سوا کئی ویسراؤن اور لفٹنٹ گورنرون نے اسمین چندہ یا تحفے دیے ہین خصوصاً سرسید کی وفات کے بعد جو خاص توجہ اور مربیانہ سرپرستی حضور لارڈ الگین اور آنریبل مسٹر لاٹوش اور خاصکر سر انٹونی مکڈانل نے کالج کی نسبت ظاہر فرمائی ہے اُسکی شکرگزاری سے ہندوستان کے تمام مسلمان عموماً اور منتظمان کالج خصوصاً کسی طرح سبکدوش نہین ہو سکتے اور کچھ شک نہین کہ یہ تمام امتیازات زیادہ تر یوروپین اسٹاف اور خاصکر مسٹر تھیوڈور بک پرنسپل کالج کی بدولت اس انسٹیٹیوشن کو حاصل ہوے ہین ۔ انھین وجوہات سے سرسید کالج کی باگ کسی ایسے شخص کے ہاتھ مین جانی نہین چاہتے تھے جس سے یوروپین اسٹاف کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ رکھنے کی ۔ جیسا کہ وہ خود اُنکے ساتھ رکھتے تھے ۔ توقع نہو ۔

جو رائین اور خیالات محمدن کالج یا اُسکے طلبہ اور اُسکے بانی کی نسبت مدبران سلطنت نے وقتاً فوقتاً اپنی تحریرون یا تقریرون مین ظاہر کیے ہین انمین سے کچھ کچھ فقرے انتخاب کرکے ہم اس مقام پر نقل کرتے ہین ۔

سنہ ۱۸۸۰ء مین سر جان اسٹریچی نے اُس ایڈریس کے جواب مین جو ہندوستان سے جاتے وقت اُنکو کالج مین دیا گیا تھا کہا کہ "سب سے بڑا اور اخیر کام جسمین اُنھون نے (یعنی سید احمد خان نے) اپنی زندگی اور اپنے تمام وسائل کو صرف کیا ہو یعنی اپنے ہموطنون کی تعلیم اور اُنکی حالت کو ترقی دینے اور مسلمانون اور انگریزون کے درمیان زیادہ تر اتحاد اور ہمدردی پیدا کرنے کا وہ کام ہے جسکے بعض نتیجون کو ہم مشاہدہ کر رہے ہین ۔ مجھکو کچھ شبہہ نہین کہ یہ نتیجے زمانۂ آیندہ مین اور بھی زیادہ عجیب و غریب ہونگے ۔ لیکن اب بھی مین اس کالج کی ترقی کو شمالی ہندوستان کی پچھلی تواریخ کے نہایت عظیم اور دلچسپ واقعات مین سے تصور کرتا ہون"

پھر صاحب ممدوح نے اپنی کتاب "انڈیا" مین اول ایجوکیشن کمیشن کی رپورٹ کا یہ فقرہ جو محمدن کالج کے متعلق ہے نقل کیا ہے کہ "بعض اعتبارات سے یہ کالج ہندوستان مین سب انسٹیٹیوشنون سے اعلے درجہ کا انسٹیٹیوشن ہے جو تعلیمی اور ملکی دونون حیثیتون سے بڑی عظمت اور وقعت کا وعدہ کرتا ہے ۔ انگریزی حکومت کے آغاز سے لیکر ابتک مسلمانون کی ذاتی کوشش کا یہ پہلا اظہار ہے ۔ علی گڑھ کی جماعت نے ایک مثال پیدا کی ہے جسکی اگر اچھی طرح سے پیروی کیجائے تو قومی تعلیم کا مسئلہ حل کر دیگی ۔ اُن لوگون کی جنھون نے ایسی دلسوزی سے محنت کی ہے اور اُس مدد کی جو سرکار کو تعلیم اور ترقی کے کام مین ملا ہے جہانتک قدر و منزلت کیجائے نامناسب نہوگی" اسکے بعد وہ اپنی کتاب "انڈیا" مین اہل انگلستان سے محمدن کالج کی سفارش کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ "اُنھین (یعنی اہل انگلستان کو) اپنی مدد سید احمد خان کے کالج کے واسطے بھیجنی چاہیے ۔ اُنکو اس سے زیادہ طمانینت بخش موقع نیکی کرنیکا نہین ملیگا"

ڈاکٹر ہنٹر نے ۱۸۸۲ء مین جبکہ وہ ایجوکیشن کمیشن کے پریسیڈنٹ تھے اضلاع شمال مغرب کے دورہ کے وقت صرف محمدن کالج کی عظمت وشان کے لحاظ سے کمیشن کا پہلا اجلاس علی گڑھ مین کیا اور اپنی اخیر اسپیچ جو ایجوکیشن کمیشن کے باب مین تھی وہ کالج کے بڑے ہال مین آکر کی اور کالج کی نسبت کہا "صاحبو یہ کالج جس مین ہم جمع ہوے ہین - چونکہ یہ ایک نہایت عظیم اور شریف کوشش کا نتیجہ ہے جو ہندوستان مین مسلمانون کے لیے کی گئی ہے - اسلیے کمیشن کا پہلا اجلاس جو اضلاع شمال مغرب مین ہونا چاہیے تھا علیگڑھ مین تجویز ہوا ہے - ہم امید کرتے ہین کہ ہماری موجودگی اور اس مقام پر آنا اُس سلف ہلپ کی عظیم الشان مثال کی خوبی کا ایک ثبوت خیال کیا جائیگا - اگر ایسی ہی چند مثالین سلف ہلپ کی اور ہون تو ہندوستان مین ایجوکیشن کمیشن کی ضرورت نہ رہیگی" پھر کہا کہ "یہ ایک نہایت شریف کام ہے جو کسی فانی انسان کے ہاتھون سے دنیا کے پردہ پر ہوا ہو اور یہ میرے پاس موجود ہے وہ بہادر اور فیاض دل شخص جسنے بیس برس کی پُرصبر و پُر استقلال کوششون سے اس کام کو انجام دیا ہے" پھر کہا کہ "پہلے دس برسون مین میرے دوست سید کو اکثر مایوسیون کا مونہ دیکھنا پڑا اور اُسکے اختیار کیے ہوے کام مین بہت کم ترقی ہوئی - اُسکو اپنے بعض خیالات چھوڑکر نئی تجویزین اختیار کرنی پڑین اور لوگون کی مخالفت اور ناراضی اور اپنے پُرانے دوستون کی سرد مہری اور جاہل دشمنون کی پُرضرر شورش نہایت تحمل سے برداشت کرنی پڑی مگر اُسنے ایک لمحہ کے واسطے ہمت نہ ہاری - رفتہ رفتہ مگر مضبوطی سے اُسکے مقصد نے ترقی پائی - لوگون نے اُسپر اعتماد کیا کیونکہ وہ اپنے کام پر اعتماد رکھتا تھا"

سر ایلفرڈ لایل نے اس کالج کی نسبت کہا کہ "اس نظیر کے قائم کرنے سے کالج کے بانیون نے گورنمنٹ اور رعایا اور علی العموم ہندوستان کی تعلیم کے حق مین ایک عمدہ خدمت کی ہے ؛ کیونکہ وہ ہمکو ایک ایسے مسئلہ کے حل کرنے مین مدد دے رہے ہین جو ابتک شاید ہی دنیا کے کسی حصہ مین خاطر خواہ طور پر حل ہوا ہو"

سر آکلنڈ کالون نے محمڈن کالج کے طالب علمون کی نسبت کہا کہ "جو شخص ان نوجوان آدمیون سے واقف ہے جو اس کالج سے پاس ہو کر نکلے ہین وہ غالبًا اس امر مین مجھسے اتفاق کرینگے کہ وہ اپنی تعلیم و تربیت کی علامتین ایسی ہی صاف صاف ظاہر کرتے ہین جیسی کہ انگلستان مین ہمارے پبلک اسکولون اور ہماری یونیورسٹی کے گریجوٹ ظاہر کرتے ہین - علی گڑھ کالج کا طالب علم فیاضانہ خیالات اور ترقی یافتہ تعلیم و تربیت اور آزادانہ خصلت رکھنے والا شخص خیال کیا جاتا ہے - سب سے بڑھکر وہ ہندوستانیون کے اُس فرقہ کا ایک نمونہ ہوگیا ہے جو انگریزون کی خواہش کی بخوبی داد دینے کے واسطے کوشش کرتا ہے اور اُسکے ساتھ یہ بھی چاہتا ہے کہ ہم بھی اُنکی خواہشون کی اسی طرح داد دین"

مسٹر کین - جو پارلیمنٹ کے ایک نامور اور بنی نوع کے خیر خواہ ممبر ہین اور جو پچھلے برسون مین شراب اور مسکرات کے استعمال کے خلاف ہندوستان مین لکچر دینے اور اصلی حالات تحقیق کرنیکے لیے آئے تھے - اُنھون نے سفر ہندوستان کے متعلق ایک کتاب موسوم بہ پکچرسک انڈیا لکھی ہے جسکے ایک باب مین علی گڑھ کالج کی نسبت نہایت عمدہ اور مفصل خیالات ظاہر کیے ہین - اُنمین سے ہم چند فقرون کا خلاصہ اس مقام پر نقل کرتے ہین وہ لکھتے ہین کہ "محمڈن اینگلو اورنیٹل کالج دوسرے کالجون سے اس بات مین امتیاز رکھتا ہے کہ وہ ایک خالص تعلیمی جوش کی نسبت زیادہ تر ایک پولٹکل جوش پھیلانے والا ہے - اسی فیلنگ کا - یعنی اس بات کا کہ قومی بہبودی اسی اصول پر منحصر ہے جسکا وہ پابند ہے - یہ نتیجہ ہے کہ اُسکی بڑی امداد کی گئی ہے - نہ صرف مسلمانون کا ترقی یافتہ گروہ بلکہ گورنمنٹ انگریزی بھی نہایت توجہ اور شوق سے اُسکی جانب نظر رکھتی ہے" دوسری جگہ وہ لکھتے ہین کہ "گورنمنٹ کالجون سے یہ کالج دو خاص باتون مین مختلف ہے - اول تو اسمین مسلمان طالب علمون کی مذہبی تعلیم کا بندوبست کیا گیا ہے - دن مین پانچ مرتبہ اذان کی آواز سنکر طالب علم اس

وسیع احاطہ کی تمام اطراف سے اپنے آبا واجداد کے عقیدہ کے موافق عبادت کرنیکے لیے مسجد مین جمع ہوجاتے ہین - نماز کے علاوہ قرآن اور دینیات اور اخلاق کی کتابون کا پڑھنا کالج کے سلسلہ خواندگی کا ایک حصہ ہے ۔ اس سے امید کیجاتی ہے کہ جو طالب علم اس کالج سے نکلینگے وہ قدیم خیالات پر نئے علوم کا پیوند لگا دینگے اور اُسکے ذریعہ سے پُرانے خیالات کے لوگون کو اس بات پر آمادہ کرینگے کہ وہ زمانہ کے ساتھ ساتھ چلین اور جو طریقہ قوم کو اسکی ذلیل حالت سے نجات دینے کا موجود ہے اسکو اختیار کرین - دوسرا اصول جس مین یہ کالج سرکاری مدارس سے ممتاز ہے - یہ ہے کہ اُسمین بخلاف سرکاری مدارس کے صرف عقلی تعلیم ہی پر توجہ نہین کیجاتی - بلکہ وہ انگلستان کی یونیورسٹیون کے نمونہ پر قائم کیا گیا ہے - سب طالب علم ایک احاطہ مین رہتے ہین ، ایک جگہ کھانا کھاتے ہین اور ایک صحت بخش کالج لائف سے حظ اُٹھاتے ہین - کسی ملک مین ایک ایسے انسٹیٹیوشن کا پانا مشکل ہے جو اس کالج کی بہ نسبت زیادہ تر زبردست جوش باہمی اتحاد کا پیدا کرتا ہو ۔ قوم کی امیدین اس انسٹیٹیوشن کی کامیابی کے ساتھ وابستہ ہین اور یہ ایک بڑی کوشش ہے جو ترقی اور صلاح کے باب مین ایک ایسی قوم نے کی ہے جس مین تقدیر پر بھروسا کرنیکے عقیدہ نے تمام ہمتین اور ارادے پست کردیے ہین " پھر کرکٹ کلب کے متعلق لکھتے ہین کہ " کالج کی ایک ٹیم تمام اپر انڈیا مین ہندستانی ٹیمون سے گوی سبقت لیجاتی ہے اور اسٹیشن کی نہایت عمدہ الیونون کا مقابلہ کرتی ہے " پھر یونین کلب وغیرہ کی نسبت لکھتے ہین کہ " ڈبیٹنگ سوسائٹی - جو کیمبرج یونین کلب کے نمونہ پر قائم کی گئی ہے - لڑکون کو جلسۂ عام مین گفتگو کرنے اور انگریزی طریقہ پر کاروبار انجام دینے کا سبق دیتی ہے ۔ کالج کی دعوتون اور جلسون ، مذہبی تہوارون ، شاعرانہ صحبتون ، کرکٹ ، فٹ بال اور اور جسمانی ورزشون کے باعث نوجوان مسلمانون کو اپنی زندگی مختلف طریقون مین دل بہلانے کے لیے مدد ملتی ہے اور اُنکی مختلف لیاقتین ظاہر ہوتی ہین ۔ معلمون اور طالب علمون مین کسی قسم کا تفرقہ جو قومی اختلاف سے پیدا ہوتا ہے مطلق نہین ہے ۔

علی گڑھ مین انگریزون اور ہندوستانیون کے درمیان جو صفائی قلب اور دلی میل جول دیکھا جاتا ہے ویسا شاذ و نادر ہی ہندوستان مین کہین اور دیکھا جاتا ہے ۔ اسٹیشن کے انگریز جنٹلمین اور لیڈیان کالج کے طالب علمون کی بنچ پر دعوت کرتے ہین اور کالج کے ہال مین اُنکے ساتھ دعوتون مین شریک ہوتے ہین ۔ اس طرح پر محبت کی فیلنگ کی ایک ایسی بنیاد قائم کی گئی ہے کہ اگر اسکو ترقی ہو جائے تو وہ ہندوستان کے باشندون اور انگریزی حکومت دونو کے حق مین بے شمار فائدون کا باعث ہوگی ۔ ایسے موقعون پر معزز بزرگ سید نے اکثر اوقات پُرجوش سرگرمی کے ساتھ اپنی یہ دلی آرزو ظاہر کی ہے کہ انگریز اور مسلمان سچے دوست ہو جائین اور ایک دوسرے کے اتفاق سے کام کیا کرین اور انھین موقعون پر اُسنے کالج کے اُس نشان کی طرف اشارہ کیا ہے جسمین ہلال پر ایک صلیب لگی ہوئی ہے ۔

سر اینٹونی مکڈانل نے جو ۱۸۹۶ء مین ٹرسٹیان کالج کی ایڈریس کا جواب دیا تھا اُسمین اُنھون نے کالج کا ذکر کرتے وقت فرمایا "ایک بڑے شاعر کا قول ہے کہ صلح کی فتوحات لڑائی کی فتوحات کی نسبت کچھ کم نہین ہین ۔ چنانچہ ہندوستان مین ہمارے عہد کی مصالحت آمیز فتوحات مین اس کالج کا قائم ہونا یقیناً ایک فتح ہے جس سے سب کے دلون کو خوشی حاصل ہوتی ہے اور کسی کے دل کو تکلیف یا رنج نہین پہنچتا ۔ یہ ایک ایسی فتح ہے جسکی رونق مرور زمانہ کی وجہ سے کم نہین ہو سکتی" پھر فرمایا کہ "مین اس انسٹیٹیوشن کو نہایت عزت کے لائق سمجھتا ہون ؛ جس طرح پر کہ مین کسی شخص کو پسند کرتا ہون اسی طرح پر مین اُس انسٹیٹیوشن کو پسند کرتا ہون جو آپ اپنے اوپر بھروسا رکھتا ہو اور فخریہ طور پر آزاد ہو اور اسی کے ساتھ گورنمنٹ کی فیاضانہ مہربانی کی واجبی طور پر قدر کرتا ہو" پھر اسپیچ کے خاتمہ پر یہ الفاظ کہے "اس بات کی امید کرنا کچھ مبالغہ نہین ہے کہ یہ کالج ترقی پا کر آیندہ مسلمانون کی بڑی درسگاہ ہو جائیگا اور یہ مقام مشرق کا قرطبہ ہو جائیگا"

لارڈ ایلگن نے نومبر ۱۸۹۷ء مین - جبکہ سرحد پر سرکاری فوج آفریدیون سے لڑ رہی تھی

اور ہندوستان کے مسلمانون کی نسبت اینگلو انڈین اخبارات حکمران گروہ مین بدگمانی پھیلا رہے تھے -
محمدن کالج مین آنے کی خود خواہش ظاہر کی اور جو ایڈریس ٹرسٹیانِ کالج کی طرف سے اُنکی
خدمت مین پیش کی گئی اُسکے جواب مین اُنھون نے اُسوقت جبکہ کالج کے تمام طالب علم اُنکے سامنے
حاضر تھے یہ فرمایا کہ "وہ صاحبو کوئی وقت ایسا نہین ہے جب کہ اس قسم کا ایک مجمع میری طبیعت کو اسقدر خوش معلوم
ہوسکے جیساکہ یہ معلوم ہوتا ہے ۔ پچھلے چند مہینون مین اور اسوقت گورنمنٹ ہند بالکل اپنی خواہش کے برخلاف
اُن قومون کے ساتھ - جو تمھارے ہم مذہب ہین - علانیہ لڑنے پر مجبور ہوئی ہے اور ایسے شخصون کی کچھ کمی نہین ہے
جنھون نے یہ بیان کیا ہے کہ ہندوستان مین انگریزی حکومت اور اُسکی مسلمان رعایا کے درمیان مخالفت روز بروز
رو بہ ترقی ہے + + + صاحبوانِ قابل افسوس ہنگامون ہین ہمنے پھر اُس بات کو دیکھا ہے جو ہم اکثر اوقات سابق
مین دیکھ چکے ہین ؛ یعنی حضور ملکہ معظمہ کی نسبت مسلمان رعایا کی خیر خواہی اور بہادری کو ؛ اور مین اس جگہ یہ
ایک زیادہ تر پرامن موقع پر اس بات کو تسلیم کرنے اور معلوم ہونے سے خوش ہون کہ اس کالج کے اندر پرامن صورتون
مین خیر خواہی اور وفاداری کا وہی جوش ترقی پر ہے جیساکہ میدان جنگ مین ظاہر کیا گیا ہے "

یہ اور اسی قسم کے اور بہت سے عمدہ خیالات مدبرانِ سلطنت انگلشیہ اس کالج کی موجودہ حالت
دیکھکر وقتاً فوقتاً ظاہر کرتے رہے ہین اور کچھ شبہہ نہین کہ ایک تعلیمی انسٹیٹیوشن کی عمدگی پر ان
لوگون کی شہادت سے بہتر کسی کی شہادت نہین ہوسکتی ۔

یہ ہے سید احمد خان کی زندگی کا وہ کارنامہ جسکی اگرچہ مسلمانون نے عام طور پر اب تک کچھ قدر
نہین کی لیکن یورپ کے نامور اخبار ٹائمز اوف لنڈن نے گذشتہ اپریل مین اسی کارنامہ
سر سید کی نسبت لکھا تھا کہ "وہ اس شخص کو ہندوستان کے مسلمانون کے حق مین تعلیم کا پروفٹ کہا جائے تو بجا ہے"

اگرچہ اس عظیم الشان کام کی ابتدائی مشکلات اُس مرحوم کی جانفشانی اور استقلال سے تقریبًا بالکل حل ہوگئی ہین ؛ مذہبی مخالفتون اور بدگمانیون کا طوفان فرو ہوگیا ہے ، کالج کی سالانہ آمدنی اور خرچ کی نوبت پون لاکھ کے قریب پہنچ گئی ہے ، عمارتین جس اعلے اور وسیع پیمانے پر بنانی منظور تھین گو ابھی اُنکی تکمیل نہین ہوئی مگر قوم کی تھوڑی سے توجہ سے پوری ہوسکتی ہین ، یوروپین اور نیٹو اسٹاف توقع سے زیادہ عمدہ اور قابل اطمینان بہم پہنچ گیا ہے ، یونیورسٹی کے نتائج امتحان کالج اور اسکول کی وقعت اور اعتبار لوگون کی نظر مین روز بروز زیادہ کرتے جاتے ہین ، بورڈنگ ہوس ایک بے نظیر نمونہ پر جیسا کہ کبھی ہندوستان مین نہین دیکھا گیا تھا طلبہ کی تربیت کے لیے قائم ہوگیا ہے ، مذہبی تعلیم و تربیت کا سامان بھی جہانتک کہ منتظمان کالج کی قدرت مین تھا مہیا کیا گیا ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ گورنمنٹ نے اُسکی طرف خاص توجہ مبذول فرمائی ہے ، مگر درحقیقت اُسکا تھامنا ، اُسکی اصلاح کرنا اور اُسکو ترقی دینا قوم کا اور صرف قوم ہی کا کام ہے . اگرچہ سرسید کی زندگی مین تو لوگ قوم کی طرف سے بالکل مایوس تھے اور سمجھتے تھے کہ اُنکی آنکھین بند ہوتے ہی کالج کی حالت دگرگون ہوجائیگی مگر خدا کا شکر ہے کہ سرسید کے بعد مسلمانون نے بالکل خلاف توقع اور خلاف امید کالج کی طرف وہ توجہ ظاہر کی ہے کہ بقول ایک ظریف کے اگر سرسید کو یہ خبر ہوتی کہ میرے بعد لوگ ایسی سرگرمی ظاہر کرینگے تو وہ بِن آئی مرجاتے .

ترقی تعلیم

سرسید نے ترقی تعلیم کی غرض سے صرف محمڈن کالج قائم کرنے اور اُسمین تعلیم و تربیت کا سامان مہیا کرنے ہی پر قناعت نہین کی بلکہ یونیورسٹی کے طریقۂ تعلیم کی اصلاح اور ہائی ایجوکیشن کی

ضرورت پر وہ اخیر دم تک اپنی تحریرون اور اسپیچون مین برابر زور دیتے رہے ۔ ہندوستان کی یونیورسٹیون کے نظام تعلیم کو وہ ہمیشہ ہندوستانیون کے حق مین غیر مفید خیال کرتے تھے اور جب سے ملک مین یہ خیال پھیل گیا تھا کہ گورنمنٹ ہائی ایجوکیشن موقوف کرنا چاہتی ہے اُنکو سخت اندیشہ ہو گیا تھا کہ مسلمانون کے لیے جو مر مر کر تعلیم کے وسائل مہیا کیے گئے ہین کہین یہ تمام کوششین برباد نہ ہو جائین اور سر منڈاتے ہی اولے نہ پڑ جائین اسلیے وہ ہمیشہ یونیورسٹیون کے نظام پر نکتہ چینی کرتے تھے اور جب کبھی اُنکو گورنمنٹ کے تیور ہائی ایجوکیشن کے برخلاف معلوم ہوے اُنھون نے فوراً اُسکی حمایت پر قلم اُٹھایا اور نہایت دلیری اور بے باکی سے اس پالسی کی تغلیط کی ۔ ۱۸۸۲ء مین اُنھون نے ایجوکیشن کمیشن مین شہادت دیتے وقت یونیورسٹی کے قواعد پر خوب دل کھولکر اعتراض کیے اسکے سوا ہمیشہ بذریعہ تحریر اور تقریر کے یونیورسٹی کے نقص اور سُقم ظاہر کرتے رہے ۔ ہائی ایجوکیشن کے متعلق اُنھون نے کمیشن کو آگاہ کیا کہ لوگون مین عموماً یہ خیال پھیل گیا ہے کہ گورنمنٹ ہائی ایجوکیشن بند کرنا چاہتی ہے پس اگر گورنمنٹ کوئی کالج توڑیگی - خواہ اُسکے توڑنے کی کیسی ہی معقول وجوہات ہون - لوگ یہی سمجھینگے کہ سرکار ہمکو اعلےٰ درجہ کی تعلیم سے محروم رکھنا چاہتی ہے ۔

اس سے پہلے ۱۸۸۱ء مین جس شد و مد کے ساتھ اُنھون نے اسی بنا پر پنجاب یونیورسٹی کی مخالفت کی تھی وہ اکثر لوگون کو یاد ہوگی ۔ اس مخالفت کی بنیاد یہ تھی کہ اول لارڈ لٹن نے پنجاب کے بعض مقامات مین جو اسپیچین کین اُنسے مشرقی علوم کی ترغیب و تحریص کی بو آتی تھی ۔ اسکے بعد جو ایڈریس اہل پنجاب نے لارڈ رپن کی حضور مین گذرانے اور جو جواب حضور ممدوح نے انپر دیے

اُنسے یہ احتمال قوی ہوگیا کہ اگر پنجاب یونیورسٹی کالج کو یونیورسٹی کے اختیارات مل گئے تو پنجاب مین
ہائی ایجوکیشن کا نام و نشان باقی نہ رہیگا ۔ چنانچہ ہزاکسلنسی کے جواب مین یہ الفاظ موجود تھے کہ
"ترقی واشاعت زبانہای مشرقی و علوم مشرقی نہایت ہی کار احسن ہے + + + اور جہان تک میری محدود واقفیت
معاملات ہندوستان مین ہے مین اُن خیالات سے اتفاق رکھتا ہون جو میرے نزدیک آپ لوگ رکھتے ہین کہ اس
ملک مین صرف زبانہای دیسی کے توسل سے علوم و فنون کی ترقی واشاعت بہترین سہولیت سے ہوسکتی ہے"
اور جس ایڈریس کے جواب مین ہزاکسلنسی نے یہ ارشاد فرمایا تھا اُسمین صاف لکھا تھا کہ "ساڑھے
تین لاکھ روپیہ جو سرمایہ یونیورسٹی کالج ہے والیان ریاستہا و دیگر رؤسائے پنجاب نے دراصل زبانہای دیسی کی
تکمیل سے تعلیم کو رواج دینے کی غرض سے عطا کیا تھا ۔ سنٹ کو اس بارہ مین کچھ بھی شک نہین کہ علم کو زبانہاے
دیسی کے توسل سے ترقی دینا تعلیم کی ضروریات کو ملک کے حسب حال بنانے کا بہترین طریقہ ہے اور سنٹ
اور گورنمنٹ ہند کا بھی یہی مقصد ہے"

جب یہ ایڈریس اور اُسکا جواب شایع ہوا اور سرسید کی نظر سے گذرا تو اُنکی آنکھون مین
اندھیرا آگیا اور جیسا کہ اُنکی طرز تحریر سے پایا جاتا ہے عنانِ صبر اُنکے ہاتھ سے جاتی رہی ۔
اُنھون نے حد سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ پے در پے تین آرٹکل پنجاب یونیورسٹی کے خلاف
لکھکر شایع کیے جنکا تمام پنجاب مین غُل پڑ گیا ۔ تعلیم یافتہ گروہ نے جنمین زیادہ تر ہندو
ایجوکیٹڈ شامل تھے تینون آرٹکلون کو ایک جگہ جمع کر کے چھپوا دیا اور تمام پنجاب مین اُنکو عام
طور پر شائع کر دیا جس سے پنجاب یونیورسٹی کے اکثر حامیون کی رائین بدل گئین اور ڈاکٹر لائٹنر
جو مشرقی علوم اور دیسی زبانون کے نہایت سرگرم حامی تھے اور پنجاب یونیورسٹی کو گویا وریکلر

یا اُورینٹل یونیورسٹی بنانا چاہتے تھے اُنھون نے سرسید کے آرٹکلون کا انگریزی اور اردو دونوزبانون مین جواب لکھکر مشتہر کیا مگر اس عربی مثل کے موافق کہ "قَدْ سَبَقَ السَّیْفُ الْعَذْلَ" [۱] سرسید کی تحریرین اپنا کام کر چکی تھین اور اسلیے اب اُنکا جواب لکھنا اور اُنکی تردید چھاپنی بے سود تھی۔ اگرچہ یہ تینون آرٹکل بہت لمبے ہین اور یہان اُنکے نقل کرنے کی گنجایش نہین ہے لیکن چونکہ یہ بھی سرسید کی ملکی خدمات مین سے ایک خدمت ہے اور اُسکی وقعت کا اندازہ بغیر اسکے نہین ہوسکتا کہ اُن تحریرون مین سے کچھ فقرے بطور نمونہ کے ناظرین کو دکھائے جائین اسلیے ہم تینون آرٹکلون مین سے بعض بعض مقامات اس موقع پر نقل کرتے ہین۔

پہلے آرٹکل کو جسکا عنوان "مشرقی علوم وفنون" ہے وہ اسطرح شروع کرتے ہین "ہمکو نہایت ہوشیاری سے دیکھنا چاہیے کہ جو کچھ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے - کہ ہمارے اور ہمارے ملک کی بہبودی اور ترقی کے لیے ہے - ایسا نہو کہ صرف دھوکا ہو۔ ہمکو اسوقت پچھلے زمانہ کے قصے اور کہانیون کو یاد دلانا اور کہنا - کہ ایشیا مین، ایشیائی سلطنت کے زمانہ مین علوم وفنون کیا تھے اور اُنکے وقت مین اُنکو کیسی ترقی اور کیسی سرسبزی تھی - محض بے فائدہ ہے۔ ہمکو اپنے زمانہ کے حالات پر - جو گورنمنٹ انگلشیہ کی حکومت کا زمانہ ہے - غور کرنا اور اُسکو ہندوستان ہی کی حدود مین محدود رکھنا ہمارے لیے زیادہ مفید اور زیادہ تر بکار آمد ہے"

اسکے بعد اُنھون نے وہ مختلف طریقے جو ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستانیون کی تعلیم کے متعلق ابتداے عملداری سے اختیار کرتی رہی (یعنی اول ہندوستانیون کی تعلیم کے فرض سے غافل رہنا، پھر اُنمین علوم مشرقی کے رواج دینے مین کوشش کرنا اور آخر کار لارڈ مکالے کے

---

[۱] یعنی تلوار چل چکی اب ملامت بے فائدہ ہے۔

اصرار سے اہل ہند کو یوروپ کے علم و حکمت کی تعلیم دینا) بیان کیے ہین ۔ پھر اُنھوں نے دینیات کو مستثنے کرنے کے بعد مشرقی علوم اور مشرقی لٹریچر کی۔ جسکو پنجاب یونیورسٹی از سر نو زندہ کرنا چاہتی تھی خوب قلعی کھولی ہے ۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ "ہم صاف صاف کہنا چاہتے ہین کہ ہمکو مشرقی علوم کی ترقی کے پھندے مین پھنسانا ہندوستانیون کے ساتھ نیکی کرنا نہین ہے بلکہ دھوکے مین ڈالنا ہے ۔ ہم لارڈ مکالے کو دعا دیتے ہین کہ خدا اُسکو بہشت نصیب کرے کہ اُسنے اس دھوکے کی ٹٹی کو اُٹھا دیا تھا ؛ کیا وہ ٹٹی ہماری آنکھون کے سامنے پھر لگائی جاتی ہے ؟ ایڈریس کے ساتھ (جو لارڈ رپن کو دیا گیا تھا) بڑے بڑے ہندوستانی سردارون کا ہونا اور بہت بڑی فیاضی سے بڑے بڑے چندون کا دیدینا مثل اُسی فیاضی کے ہے جو ہمیشہ وہ اصلی مقصد سے ناواقف رہکر دیگر اسباب سے کیا کرتے ہین ۔ اُنکی شان و شوکت ایسے امر کی۔ جو فی الحقیقۃ کچھ وقعت نہین رکھتا۔ وقعت نہین بڑھا سکتی ۔ چند ناعاقبت اندیش ہندوستانی شاید ان باتون سے خوش ہوتے ہونگے اور گورنمنٹ کا احسان مانتے ہونگے ؛ مگر دور اندیش آدمی ان تمام باتون سے نہایت رنجیدہ ہوتے ہین اور نہایت افسوس و مایوسی سے گورنمنٹ کی اور اُن یوروپین اعلےٰ درجہ کے حکام کی کارروائی کو۔ جو اسمین شریک ہین۔ دیکھتے ہین"

"ہم نہایت سچائی سے اور گورنمنٹ کی دلی خیرخواہی سے بتانا چاہتے ہین کہ سمجھدار اور دور اندیش ہندوستانی ان تمام کارروائیون سے گورنمنٹ کی نسبت کیا خیال رکھتے ہین ؟ نہایت بدخیال اُنکے دل مین پیدا ہوتا ہے چند سال گذرے (یعنی یونیورسٹیان قائم ہونے سے پہلے جبکہ مشرقی علوم کی تعلیم پر زور دیا جاتا تھا) کہ اُنکو یقین کامل تھا کہ گورنمنٹ کو درحقیقت ہمکو واقعی تعلیم دینا منظور نہین ہے اور وہ ہمکو اسی قدر تعلیم دینا چاہتی ہے جسقدر کی اُسکو ضرورت ہے ۔ وہ ہمکو ایسا مرکب بنانا چاہتی ہے کہ اسباب لادکر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دے ۔ اسکو انتظام ملک و انتظام دفتر کے لئے چند ایسی پتلیان درکار ہین جو انگریزی لکھ سکتی ہون

مگر سمجھ نہ سکتی ہون ؛ جیسے کہ مینچسٹر مین سوت کاتنے کے لیے پتلیون کی ضرورت ہے ۔ جو کچھ کہ وہ (یعنی گورنمنٹ) ہندوستان مین تعلیم کی نسبت کرتی تھی کوئی اُسکا شکرگذار نہ تھا اسلیے کہ اُسکو خود غرضی پر محمول کیا جاتا تھا نہ رعایا پروری پر"

"کچھ بہت عرصہ نہین گذرا (یعنی جب کہ ہندوستان مین کلکتہ بمبئی اور مدراس یونیورسٹیان قائم ہوگئین) کہ ہندوستانیون مین سے یہ بدخیال دور ہوا تھا اور ہندوستانی یہ یقین کرتے تھے کہ گورنمنٹ نے اپنی پالسی بدل دی ہے اور درحقیقت اُسکو اعلے درجہ کی تعلیم دینا اور ہندوستانیون کو اُنھین کے فائدہ کے لیے تعلیم دینا مقصود ہے ۔ مگر ہندوستانی خوب سمجھتے ہین کہ تھوڑے دنون سے بعض مدبران سلطنت کی پالسی پھر بدلی ہے اور ہندوستانیون کو اب اعلے درجہ کی حقیقی تعلیم دینا وہ مناسب نہین سمجھتی ۔ اُنکو (یعنی ہندوستانیون کو) ابتک یقین نہین ہے کہ یہ پالسی درحقیقت مستحکم ہوگئی ہے اور اُسپر عمل کرنا فی الواقع قرار پاچکا ہے ۔ مگر ایسے واقعات جو پیش آتے جاتے ہین ۔ جیسے کہ حضور عالی لارڈ لٹن کے وقت مین انڈین سول سروس[1] کے قواعد قرار پائے ، اور جیسے کہ جناب ممدوح نے بعض اسپیچون مین علوم مشرقی کی ترقی کی ترغیب دی ، یا جیسے کہ یہ حال مین واقعہ پنجاب یونیورسٹی کالج کو کامل یونیورسٹی بنانے کی درخوست کے وقت پیش آیا - دوراندیش ہندوستانیون کو نہایت تردد مین ڈالتا ہے اور وہ خوف زدہ ہوکر خیال کرتے ہین کہ شاید وہ پالسی مستحکم ہوگئی ہے اور وہی دھوکے کی ٹٹی پھر ہماری آنکھون کے سامنے کھڑی کیجاتی ہے جسکو ہمارے محسن مرحوم لارڈ مکالے نے اپنی نہایت سچی تحریرون اور زبردست ہاتھون سے اُٹھایا تھا ۔ ہمنے کوئی مجلس لائق ہندوستانیون کی ایسی نہین پائی جسمین ان خیالات کی روز بروز ترقی نہ ہوتی ہو ۔ ہمارا دلی مقصد ہے کہ ہم اصلی حال اُن ہندوستانیون کی فیلنگ کا

[1] چونکہ انڈین سول سروس کے قواعد مین امیدوارون کے لیے کسی یونیورسٹی کی ڈگری کی شرط نہین تھی اسلیے یہ خیال پیدا ہوا کہ گورنمنٹ ہائی ایجوکیشن کو موقوف کرنا چاہتی ہے ۱۲

جنکی قیلنگ درحقیقت قدر و غور کے لائق ہے گورنمنٹ سے مخفی نہ رکھین اور اسمین کوشش کرین کہ گورنمنٹ ایسی جماعت کی باتون سے - جنکے ظاہری بدن زر و جواہر سے جگمگاتے ہین اور جنکے تمام کام درحقیقت دیگر اسباب پر مبنی ہین نہ واقعی واقعات پر - دھوکے مین نہ آوے ''

دوسرے آرٹکل مین - جسکا عنوان "ورنیکلر یعنی ہماری زبان" ہے انھون نے اول اُن مشکلات کو بیان کیا ہے جو مغربی علوم کو دیسی زبانون مین ترجمہ کرکے شائع کرنے مین پیش آتی ہین اور ایسٹ انڈیا کمپنی کا کلکتہ مین ایک سوسائٹی کتابون کا ترجمہ کرنے کے لیے قائم کرنا' پھر دہلی کالج مین بہت سی کتابون کا انگریزی سے اُردو مین ترجمہ ہونا ' اور پھر اسی مقصد کے لیے سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ کا قائم ہونا اور تینون جگہ ناکامی کے سوا کوئی نتیجہ حاصل نہونا نہایت عمدگی سے ظاہر کیا ہے ۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ "جب غیر قوم یعنی مسلمانون نے ہندوستان کو فتح کیا تو یہان کے باشندون مین سے وہی لوگ برسر عرصہ اور حکومت مین شریک ہوے جنھون نے اُنکے علوم' اُنکی زبان ' اُن کیسے خیالات ' اُنکا سا تمدن ' اُنکا سا طرز و لہجہ اور اُنکی سی روش اختیار کی ۔ ہندوستان مین اس خیال کا پیدا کرنا - کہ ہم مشرقی علوم ' دیسی زبان اور دیسی علوم کو ترقی دیکر عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کرینگے بعینہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی امریکا کے اصل باشندون کو خیال دلاوے کہ تم اپنی دیسی زبان اور دیسی علوم مین ترقی کرکے اپنی حکمران قوم مین عزت و دولت و حشمت و حکومت حاصل کروگے ''

قومی ترقی اور حکومت دونو مان جائی بہنین ہین ؛ پس جب کسی قوم مین حکومت نہ رہے تو اُسکی ترقی صرف اس بات پر منحصر ہے کہ وہ اپنی فتحمند قوم کے علوم و زبان حاصل کرنے سے اپنے فتحمندون کے ساتھ ملکی حکومت مین حصہ لے ' علوم کی اُن شاخون مین اعلے درجہ کی لیاقت حاصل کرے جنمین اُن فتحمندون نے

کاملیت حاصل کی ہے، سوشل عادات اور علمی و عملی و ملکی خیالات اُس قسم کے پیدا کرے جو فاتح و مفتوح مین کسی درجہ تک مناسبت پیدا کرین - جب تک فاتح و مفتوح مین اس قسم کی مناسبت پیدا نہو اُسوقت تک باہمی دوستی کا برتاؤ محالات سے ہے - اسی مناسبت کے نہونے سے آج تک ہندوستان مین فاتح و مفتوح کے باہم دوستانہ برتاؤ نہین ہے - خوشامد کی باتین جو کوئی چاہے سو کہہ لے اور پولٹکل طریقہ مین جو کچھ بیان کرنا ہو کیا جائے مگر ہندوستانیون کا حال اپنی فتحمند قوم کے ساتھ غلامی کی حالت سے کچھ زیادہ نہین ہے - ہم اسکا الزام اپنی فتحمند قوم کے ذمہ نہین دھرتے بلکہ خود اپنی قوم کے ذمہ ڈالتے ہین کہ اُسنے خود اپنے تئین اس لائق نہین بنایا کہ ہماری فتحمند قوم ہمسے دوستانہ برتاؤ کر سکے - پھر علوم مشرقی کی ترقی اور چھوٹی موٹی ترجمہ کی ہوئی کتابین ہمکو کیا نتیجہ دینگی ؟ اور ہمکو کونسی عزت و دولت و حشمت و حکومت بخشینگی ؟ یونیورسٹی کالج لاہور نے ابتک ہمکو کس نتیجہ پر پہنچایا ہے جو آیندہ پوری یونیورسٹی ہوکر اور مُردہ علوم مشرقی کو زندہ کرکے اور ہماری پُرانی شایستگی کو پھر پیدا کرکے ہمکو پہنچاویگا - کچھ شبہہ نہین کہ یونیورسٹی کالج اب بھی ہماری ترقیون کا سدراہ رہا ہے اور جب وہ یونیورسٹی ہوجائیگا اور ضرور ہوجائیگا تو ملک کے لیے، قوم کے لیے، ملکی اور قومی ترقی کے لیے آفت عظیم ہوگا - ہم پر احسان رکھکر ہمکو دھوکے مین ڈالا جاتا ہے کہ ہم تمھارے مشرقی علوم و تمھاری مشرقی زبان کو ترقی دیتے ہین ؛ مگر ہم پوچھتے ہین کہ کیون اور کس مطلب سے ؟ اسکا جواب کسی پیرایہ مین اور کیسی ہی میٹھے لفظون مین دیا جائے اُسکا نتیجہ یہی ہے کہ غلامی کی حالت مین رکھنے کے لیے "

" گورنمنٹ نے ہمارے لیے سول سروس مین داخل ہونے کا رستہ - گو اُسمین کیسی ہی مشکلات پڑگئی ہون - ابھی تک کُھلا رکھا ہے، بیرسٹری کی سند، ڈاکٹری کا ڈپلوما اور انجنیری کا سرٹیفکٹ حاصل کرنے کے لیے کوئی امر ہمکو مزاحم نہین ہے، ہندوستان مین انڈین سول سروس کے عہدے کو - جسمین ہماری بدبختی سے ابھی تک

چندان قابلیت کی ضرورت نہین سمجھی گئی ہے - جانے دو؛ مگر ہائی کورٹ کی ججی حاصل کرنے سے ہماری امیدین ابھی منقطع نہین ہوئی ہین، ہندوستانیون کا کونسل قانونی مین داخل ہونا ابھی تک بند نہین ہوا ہے؛ ہمکو سمجھنا چاہیے۔ کہ ان حقوق کے واجبی طور سے حاصل کرنے کے لیے ہمکو کیا کرنا ہے ؟ کیا مشرقی مُردہ علوم کو زندہ کرنیوالی یونیورسٹی ؟ کیا ہماری پُرانی شایستگی کو پھر ہمارے لیے مہیّا کرنے والی تجویز ؟ معمولی عہدے بھی - جیسے وکالت و منصفی وسب ججی ہے - بغیر انگریزی زبان کی کافی لیاقت کے ہمکو میسر نہین آسکتے؛ پھر کیا مُردہ علوم مشرقی کے زندہ ہونے اور ہماری مشرقی زبانون کی ترقی سے ہمکو کچھ نتیجہ مل سکتا ہے ؟ یونیورسٹی کالج لاہور - جو پوری یونیورسٹی ہونے والا ہے - بجز اسکے - کہ ہمکو سیدھی راہ چلنے سے روکے، ہمکو ہمارے حقوق سے محروم رکھے اور ہمکو اس لائق نہونے دے کہ ہم اپنے حقوق کا دعوے کرسکین - ہمارے حق مین اور کیا کرسکتا ہے ؟

ہمکو ایسا لائق ہونا چاہیے کہ ہم دور و دراز اور مختلف ملکون کے سفر کرنے کے قابل ہون، ہم بساطی کی سی دوکانداری سے نکلین، ہم اپنی اور اپنے ملک کی تجارت کو ترقی دین، ہماری تجارت کی محمدن اینڈ ہندو کمپنی کے نام سے کوٹھیان لندن مین، اڈنبرا مین، ڈبلن مین، بروزلز مین، سینٹ پٹرسبرگ مین، برلن مین، وائنا مین، قسطنطنیہ مین، پیکن مین، واشنگٹن مین اور دنیا کے تمام حصون مین قائم ہون اور ہم بحری و بری سفر اسی طرح خوشی سے کرین جیسے کہ اور قومین کرتی ہین جس سے ہمکو عزت، دولت، حشمت اور حکومت مین شرکت حاصل ہو۔ پھر کیا ہمارے مُردہ مشرقی علوم کا زندہ ہونا اور مشرقی زبانون کا ترقی دینا اور ہماری پرانی شایستگی کو پھر قائم کرنا ہمکو اس قابل بناویگا ؟ ہرگز نہین۔ پس ہمکو علوم مشرقی کے زندہ کرنے اور مشرقی زبانون کے ترقی دینے کے جال مین پھنسانا صاف ایسی تدبیرین کرنا ہے کہ جہان تک ہوسکے ہمکو ہماری ترقیات حاصل کرنے سے روکا جائے۔ جو لوگ دور اندیش ہین وہ کبھی ایسی پالسی کو پسند نہ کرینگے

اور اُسمین ہندوستان کی فلاح نہ تصور کرینگے ؛ بلکہ اپنے حق مین ہندوستان کے حق مین اور گورنمنٹ کے حق مین شدید مضر سمجھینگے ''

اسکے بعد اُن اسباب کی طرف - جنسے یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ گورنمنٹ ہائی ایجوکیشن موقوف کرنا چاہتی ہے - اشارہ کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ '' ہم تسلیم کرتے ہین کہ یونیورسٹی کی تعلیم نے بعض تعلیم یافتہ لوگون کو زیادہ دلیر کردیا ہے اور اُنھون نے نہایت سخت اور بعض اوقات نہایت بیجا اور ناواجب اور نامنصفانہ نکتہ چینی گورنمنٹ پر کی ہے ؛ مگر ہم دل سے یقین رکھتے ہین اور گورنمنٹ کو بھی یقین دلانا چاہتے ہین کہ وہی تعلیم یافتہ نکتہ چین جسقدر گورنمنٹ انگریزی کے قدردان ہین شاید کوئی دوسرا نہوگا - پس نکتہ چینی کے اندیشہ سے ہماری تعلیم کو برباد کرنا ہمارے حق مین کچھ انصاف نہین ہے - ہمکو بالغ العلوم اور مالک العلوم کے خطاب دینا اور پھر نابالغ کے درجہ پر رکھنا ہم کبھی پسند نہین کرسکتے ''

'' ہمارے لیے سیدھا رستہ کُھلا ہوا ہے کہ جہان تک ہمسے ہوسکے یوروپین لٹریچر اور یوروپین سائنس مین اعلے درجہ کی ترقی کرین ، جہان تک ہمکو یونیورسٹی کے سیے خطاب حاصل ہوسکتے ہین حاصل کرین ، جب اُس سے بھی زیادہ ہم مین ہمت ہو آکسفورڈ و کیمبرج کی یونیورسٹیون مین تعلیم کو جائین ، اعلے سے اعلے درجہ کی ڈگریان حاصل کرنے مین کوشش کرین ، اپنے تئین مہذب و تعلیم یافتہ جنٹلمین اُسکے اصلی و حقیقی معنون مین بنائین اور جو فیض تعلیم و تربیت و تہذیب ہمنے اُن مہذب ملکون مین حاصل کیا ہو اُسکو اپنے ہموطنون اور ہم قومون مین پھیلادین - بے شک ہمکو ایسا کرنے مین بہت مشکلات ہین ؛ ادھر ہمکو اپنی قوم کی جہالت و تعصب سے مقابلہ کرنا ہے اور اُدھر اپنی فتحمند قوم کے اُن تنگدل لوگون کی مزاحمت کا برداشت کرنا ہے جو ہماری سوشل اور پولٹکل حالت کی ترقی اپنی طبیعی تنگدلی کے برخلاف سمجھتے ہین ، ہماری انگلش لائف ، انگلش تمدن ،

جنٹلمین کیسے اخلاق ، یہان تک کہ ہمارے تغیرِ لباس سے بھی وہ ایسے ناراض ہوتے ہین اور چشم خشم آلود سے ہمکو دیکھتے ہین جیسے کوئی نہایت نیک دل بڑے مجرم کو دیکھتا ہو۔ مگر ہمکو اپنی اور اپنی قوم کی بھلائی پر نظر رکھنی چاہیے اور جو تکالیف اور مشکلات ہمکو پیش آئین نہایت تحمل اور پختہ مزاجی سے برداشت کرنی چاہییں ۔ مگر ہم اس بات کو مخفی رکھنا نہین چاہتے کہ گریٹ رفارمر (یعنی زمانہ) ان باتون کو ضرور ہونے دیگا اور کوئی مزاحمت اور کوئی ناخوشی و خفگی اُسکو روک نہین سکیگی ۔ لیکن بے شک یہ تنگدلی کے خیالات ناراضی کو ترقی دینے والے اور فاتح و مفتوح مین ہمدردی و محبت کو توڑنے والے ہین "

یہ دو آرٹکل جنسے مفہوم ہوتا تھا کہ سرسید نے خاصکر پنجاب یونیورسٹی پر حملہ کیا ہے جب پنجاب یونیورسٹی کے حامیون کو شاق گذرے اور اُنکے برخلاف پنجاب سے بعض مضامین شائع ہوے تو سرسید نے ایک تیسرا آرٹکل ۔ جسکا عنوان "ہماری زبان اور ہماری اعلے درجہ کی تعلیم" تھا اَور لکھا جس سے صرف یہ جتانا مقصود تھا کہ درحقیقت ہمارا روی سخن پنجاب یونیورسٹی کی طرف نہین بلکہ گورنمنٹ کی پالسی کی طرف تھا جس سے خوف تھا کہ رفتہ رفتہ تمام ہندوستان کی یونیورسٹیان یہی اصول نہ اختیار کر لین ۔ اس آرٹکل کو اُنھون نے اسطرح شروع کیا ہے "ہمارے دو آرٹکلون نے ہمارے پنجاب کے دوستون کو گھبرا دیا ہے بلکہ کسی قدر رنجیدہ کر دیا ہے ۔ وہ سمجھتے ہین کہ اُن آرٹکلون سے ہمکو بالتخصیص یونیورسٹی پر حملہ کرنا مقصود ہے اور اپنے حُسنِ ظن سے اسکی بنیاد حسد پر قائم کی ہے ۔ ہمکو افسوس ہے اگر یہ کمینہ خصلت ہم مین ہے ۔ پنجاب یونیورسٹی کالج ۔ جسکے اصول سے بلاشبہہ ہم مختلف الراے ہین ۔ اگر وہ یونیورسٹی ہو جائے تو ملک کو اور ایسے وسیع ملک کو جسمین تین اَور یونیورسٹیان موجود ہون کوئی معتدبہ نقصان نہین پہنچا سکتی ۔ اگر وہ صحیح اصول پر قائم ہوتی ہے اور اُس سے ملک کو برخلاف ہماری راے کے فائدہ پہنچنے والا ہے تو چشم ما روشن ۔

ہماری عین خوشی ہے کہ ملک کو فائدہ پہنچے اور ہماری رائے غلط ثابت ہو۔ اور اگر وہ فی الحقیقہ ملک کو فائدہ پہنچانے والی نہین ہے تو اُسکو ہونے دو؛ اُس سے مخالفت کرنے کی کچھ ضرورت نہین ہے؛ خود اُسمین ناکامی کا بیج ہے اور وہ آپ ہی ناکام ہو جائیگی"

اسکے بعد وہ مشرقی علوم اور مشرقی لٹریچر کی تعلیم کے نتائج کی طرف اشارہ کرکے لکھتے ہین کہ "بنارس کالج نے سنسکرت زبان کی ترقی پر بہت توجہ کی مگر وہ ایک کو بھی سنسکرت مین اُن پنڈتون کے برابر نہین بنا سکا جو دھوتی باندھے کمرے پہنے منگنکا اور شیوالہ گھاٹ کی سیڑھیون پر بیٹھکر اپنی مقدس زبان سنسکرت کو تحصیل کرتے ہین۔ مگر اُنکی تحصیل سے ملک کو بجز اسکے۔ کہ بنارس مین دس پانچ منگتا پنڈت اور زیادہ ہو گئے۔ کیا نتیجہ حاصل ہوا؟ یونیورسٹی کالج لاہور نے بلخ و بدخشان کے طالب علمون[1] کو جو کچھ تعلیم دی ہو دی ہو ہمکو اسکا حال معلوم نہین؛ مگر آج تک (ہندوستان مین) اُسنے ایک کو بھی عربی یا فارسی مین اُن لوگون کے برابر نہین بنایا جنھون نے مسجد کے چبوترون اور خانقاہ کے تنگ و تاریک حجرون مین بیٹھکر اور درود فاتحہ کی روٹی پر گذران کرکر عربی و فارسی کو تحصیل کیا اور اعلے درجہ کا تبحر اُنمین پیدا کیا۔ مگر اسکا نتیجہ بجز اسکے۔ کہ مُردون کی روٹیان کھانیوالے اَور زیادہ ہو گئے۔ ملک کو کیا فائدہ پہنچا؟ اگر پنجاب یونیورسٹی قائم ہو جائے اور ہمکو علوم مشرقی مین ویسی ہی تعلیم دے (گو ویسی تعلیم بھی ممکن نہین) تو بجز اسکے کہ چند بھکاری اور چند فاتحہ کی روٹی کھانیوالے ملک مین زیادہ ہو جائین اور کیا نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے؟ ہمکو صاف صاف بتاؤ کہ لاہور یونیورسٹی کالج نے جن لوگون کو +++ پروفشنسی اور ہائی پروفشنسی کے خطاب مرحمت فرمائے ہین وہ کس مرض کی دوا ہین اور اُنسے ملک کو، قوم کو، اُسکی دولت کو، اُسکی حکومت کو، اُسکی تجارت کو، اُس کے اخلاق کو، اُسکی روشنضمیری کو اور اُسکی وسعتِ خیالات کو کیا فائدہ پہنچا یا آیندہ پہنچ سکتا ہے؟ ہان اگر یہ کہا جائے

[1] جو آرٹکل سرسید کے خلاف لاہور سے نکلے تھے اُنمین لکھا تھا کہ پنجاب یونیورسٹی کالج مین بلخ و بدخشان کے طالب علم تعلیم پاتے ہین ۱۲

کہ اس تعلیم سے مقصد ہی یہ ہے کہ ایسے نہ ہونے پائین تو سب کچھ تسلیم کیا جا سکتا ہے "

اسکے بعد سرسید نے اس اعتراض کا کہ - سائنٹفک سوسائٹی جو اُنھون نے علیگڑھ مین قائم کی تھی وہ بھی تو اسی اصول پر مبنی تھی کہ مغربی علوم ترجمون کے ذریعہ سے ملک مین شائع کیے جائین - جواب دیا ہے اور جو آسمان و زمین کا فرق سوسائٹی کے قیام کے وقت مین اور موجودہ زمانہ مین ہو گیا تھا اُسکو دکھایا ہے اور لکھا ہے کہ " اُس زمانہ کے مناسب حال بلاشبہہ ایک شخص کو - جو سچے دل سے اپنی قوم اور ملک کی ترقی کا خواہان ہو - اس خیال کا پیدا ہونا کہ ہم دیسی زبان کے ذریعہ سے اپنے ملک و قوم کو ترقی دین نہایت سچا اور واجب خیال ہو سکتا تھا ؛ مگر رفتہ رفتہ تمام حجاب رفع ہوتے گئے اور خود زمانہ نے بتا دیا کہ کدھر جاتے ہو اور ٹھیک رستہ کدھر ہے "

پھر آرٹکل کو اسطرح ختم کیا ہے کہ " ہم کہہ چکے ہین کہ پنجاب یونیورسٹی کسی اصول پر قائم ہو ؛ صحیح پر یا غلط پر - ہمکو کچھ زیادہ نقصان نہین پہنچا سکتی اور اسیلیے ہم ضرورت نہین سمجھتے کہ پنجاب یونیورسٹی پر کوئی حملہ کرین ۔ ہان بلاشبہہ ہمکو اُسوقت خوف پیدا ہوتا ہے جبکہ ہم ایسے لوگون کو - جنکے ہاتھ مین خدا نے ہمارے ملک کی بھلائی برائی نفع نقصان سپرد کیا ہے - مُردہ مشرقی علوم و مشرقی زبانون کے زندہ کرنے پر مائل پاتے ہین تو ضرور سمجھتے ہین بلکہ بلحاظ حبِّ قومی اپنا فرض جانتے ہین کہ اس امر کو بیان کرین کہ مُردہ علوم مشرقی اور مشرقی زبانون کے زندہ کرنے کی فکر مین پڑنا ہمارے لیے، ملک کے لیے، بلکہ گورنمنٹ کے لیے کچھ بھلائی نہین ہے ۔ اپنی قوم کو سمجھاتے ہین کہ انکا مقصد مغربی علوم و مغربی زبان کو اعلے درجہ تک حاصل کرنا ہونا چاہیے اور گورنمنٹ سے التجا کرتے ہین کہ ہندوستان مین یوروپ کے علوم اور یوروپ کی حکمت کو ترقی دینا اُسکا مقصد ہو "

پھر ۱۸۸۹ء مین جب کہ الہ آباد یونیورسٹی اُسی اصول پر جسپر پنجاب یونیورسٹی کے قائم ہونے کا

گمان تھا - قائم ہونے لگی اور سرسید کو معلوم ہوا کہ سر ولیم میور لفٹنٹ گورنر سابق جو مشرقی علوم کے بڑے قدردان تھے اُنکی پُرانی تجویز کے موافق یہ یونیورسٹی بھی اسی غرض سے قائم ہونے والی ہے کہ مشرقی علوم اور مشرقی زبانون کو ترقی دے تو اُنھون نے الہ آباد یونیورسٹی کی بھی اُسی شد و مد کے ساتھ مخالفت کی جیسے کہ پنجاب یونیورسٹی کی مخالفت کی تھی - چنانچہ اُنکے ایک آرٹکل کے چند جملے بطور نمونہ کے یہان لکھے جاتے ہین - اُنھون نے کہا "افسوس ہے کہ لوگون مین یہ خیال پختہ ہوتا جاتا ہے اور دن بہ دن اُسکو وسعت ہوتی جاتی ہے کہ الہ آباد یونیورسٹی ایک نقل پنجاب یونیورسٹی کی ہوگی - شاید اُسکی صورت مین کچھ تبدیلی ہو مگر اُسکی پالسی وہی ہوگی جو پنجاب یونیورسٹی کی تھی - پس علوم مشرقی کی ترقی کا دھوکا دیکر انگلش ہائی ایجوکیشن کو گھٹانا اور جسطرح ایک تیلی اپنے کولھو کے بیل کی آنکھین بند کرکے دن رات ایک ہی سرکل مین کولھو کے گرد پھرائے جاتا ہے اسی طرح ہندوستانی رعایا کی آنکھین بند کرکے دن رات ایک ہی چکر مین ڈالے رکھنا بے شک ایک مہذب گورنمنٹ کا کام ہے +++ ہم اپنا یقین ظاہر کرتے ہین کہ الہ آباد یونیورسٹی پنجاب یونیورسٹی کی بہن نہین ہونیکی ؛ وہ انگلش ہائی ایجوکیشن کے لیے بمنزلہ ایک مادر مہربان کے ہوگی - لیکن اگر فرض کرلیا جائے کہ یہ ہمارا خیال غلط ہے تو یہ سوال پیش آتا ہے کہ ہمکو کیا کرنا چاہیے ؟ ہماری رائے مین اسکا جواب صاف ہے ؛ استقلال ، استقلال ؛ ہمت ، ہمت ، ہمت ؛ کوشش ، کوشش ، کوشش - ہمکو گورنمنٹ کی پالسی کی کچھ پرواہ نہین کرنی چاہیے اور خود اپنے لیے انگلش ہائی ایجوکیشن کے حاصل کرنیکی کوشش کرنی چاہیے اور اگر ہم مین سلف رسپکٹ کا کچھ اثر باقی ہے تو گورنمنٹ کو دکھا دینا چاہیے کہ بلاشبہہ گورنمنٹ کو لوگون کی جانون پر اختیار ہے مگر لوگون کی رایون پر نہین "

اگرچہ بالیقین یہ نہین کہا جاسکتا کہ سرسید کی تحریرون کا کیا اثر ہوا اور آیا فی الواقع

پنجاب یونیورسٹی اور الہ آباد یونیورسٹی کا مقصد مشرقی علوم کی آڑ مین انگلش ہائی ایجوکیشن کو گھٹانا تھا یا نہین مگر اسمین شک نہین کہ جو خیالات دونو یونیورسٹیون کی نسبت شمالی ہندوستان کے تعلیم یافتہ گروہ مین پھیل گئے تھے۔ اور جہانتک کہ معلوم ہوا ہے وہ خیالات محض بے بنیاد نہ تھے۔ ابتک علانیہ طور پر اُنکا کچھ ظہور نہین ہوا۔ بہ ظاہر دونو یونیورسٹیون مین کوئی ایسا قاعدہ نہین پایا جاتا جو ہائی ایجوکیشن کا سدِ راہ ہو۔ بے شک پنجاب یونیورسٹی جسطرح بی اے اور ام اے کی ڈگریان دیتی ہے اسیطرح اورنیٹل کالج کے طلبہ کو بی اُو اِل اور ام اُو اِل یا بالغ العلوم اور مالک العلوم وغیرہ کی بھی ڈگریان دیتی ہے مگر جیساکہ سرسید نے کہا تھا کہ "اُسمین ناکامی کا بیج ہے اسلیے وہ آپ ہی آپ ناکام ہوجائیگی" اورنیٹل کالج روز بروز تنزل کرتا جاتا ہے اور کچھ عجب نہین کہ ایک عرصہ کے بعد وہ فضول سمجھکر توڑ دیا جائے۔

سرسید نے جو مذکورۂ بالا آرٹکلون مین مشرقی علوم (یعنی قدیم منطق فلسفہ طبعیات اور ہیأت وغیرہ جنکا درس و تدریس مسلمانون مین قدیم سے جاری ہے) اور مشرقی زبانون کو ترقی دینے یا دیسی زبانون مین مغربی علوم کے شائع کرنے پر اسقدر لے دے کی ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ اسکے بالکل مخالف تھے مشرقی زبانون کی نسبت اُنھون نے خود اپنے پہلے آرٹکل مین لکھا ہے کہ "بلاشبہ ہم اسبات کو۔ کہ پنجاب یونیورسٹی کالج۔ قدیم مشرقی زبانون کو ترقی دے۔ پسند کرتے ہین کیونکہ قدیم لینگوج ماڈرن لینگوج کی زیور ہین" اسی طرح اُنھون نے مغربی علوم کے دیسی زبانون مین ترجمہ ہونے کی نسبت دوسرے آرٹکل مین لکھا ہے کہ "ہم تسلیم کرتے ہین کہ عام تعلیم کے لیے ہماری زبان نہایت عمدہ وسیلہ ہے جو تحصیلی و دیہاتی مکتبون مین محدود رہنی چاہیے" اسکے سوا اُنھون نے ایجوکیشنل کانفرنس کے دوسرے اجلاس مین خود اس

مضمون کا رزولیوشن پیش کیا تھا کہ "علوم عربی جو ہماری قومی نشانی ہین اور علوم مذہبی جو ہماری روحانی تربیت کا ذریعہ ہین بدستور قائم رہین اور مسلمانون کے اوقاف کا روپیہ اُنکی ترویج اور ترقی مین صرف کیا جائے۔ پس اُنھون نے جو علی العموم مشرقی علوم اور مشرقی لٹریچر اور دیسی زبانون کے ترجمون کی مخالفت کی ہے اُس سے اُنکا صرف یہ مطلب ہے کہ ہندوستان کے کالجون مین اعلےٰ درجہ کی تعلیم محض انگلش لینگوج کے ذریعہ سے ہونی چاہیے نہ یہ کہ کالجون مین انگلش لینگوج بطور سکنڈ لینگوج کے برائے نام رہ جائے اور اصل مقصود مشرقی علوم اور مشرقی زبانون کی ترقی اور مغربی علوم کو بذریعۂ دیسی زبانون کے تعلیم دینا قرار دیا جائے۔

مذکورہ بالا آرٹکلون کے سوا اُنکی بے شمار تحریرین اسی موضوع پر علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کی جلدون مین موجود ہین جنمین شاید سب سے اخیر وہ آرٹکل ہے جو علیگڑھ گزٹ مورخہ ۱۹ فروری ۱۸۹۸ء مین اُنکے مرنے سے سوا مہینے پہلے شائع ہوا تھا اور جسکا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان کی موجودہ حالت کے لحاظ سے سردست ٹکنکل ایجوکیشن کی چندان ضرورت نہین ہے بلکہ سب سے مقدم اعلےٰ درجہ کی دماغی تعلیم کی ضرورت ہے جو ابتک بالکل یا پورے طور پر پوری نہین ہوئی۔ چند برسون سے جو اکثر اعلےٰ حکام اپنی اسپیچون مین ٹکنکل ایجوکیشن کی ضرورت بیان کرتے تھے اس سے بھی سرسید کو یہی اندیشہ ہوگیا تھا کہ گورنمنٹ کا منشا ہائی ایجوکیشن یا لٹریری تعلیم کے موقوف کرنے کا ہے اور اسی لیے جب کوئی ایسی اسپیچ اُنکی نظر سے گذرتی تھی وہ ضرور اُسکے برخلاف کچھ نہ کچھ لکھتے تھے اور اسی بنا پر اُنھون نے کانفرنس کے پانچوین اجلاس مین ایک رزولیوشن ٹکنکل ایجوکیشن کے خلاف پیش کیا تھا اور رزولیوشن کی تائید مین ایک طول طویل اسپیچ کی تھی جو کانفرنس کی روئداد مین مندرج ہے

ٹکنکل ایجوکیشن کی مخالفت

اور جسکا ماحصل یہ تھا کہ اگر ٹکنکل تعلیم کالجون اور اسکولون مین محض اوپشنل طور پر جاری کیجائے اور ہماری اعلے درجہ کی لٹریری تعلیم کو اُس سے کچھ صدمہ نہ پہنچے تو ہمکو اُسمین کچھ عذر نہین ہوسکتا؛ لیکن اگر موجودہ طریقہٴ تعلیم مین کوئی ایسی تبدیلی کیجائے جو ہماری اعلے درجہ کی لٹریری تعلیم مین مخل ہو تو ہمکو علانیہ یہ بات ظاہر کر دینی چاہیے کہ ہم ایسی تبدیلی سے سخت ناراض ہین۔ سرسید کو یہ خیال اس سبب سے پیدا ہوا تھا کہ الہ آباد یونیورسٹی مین بغرض ترقی ٹکنکل ایجوکیشن یا بہ خیال تکمیل تجاویز گورنمنٹ متعدد دفعہ ایسے امور پیش ہوئے تھے جو سرسید کے نزدیک علانیہ لٹریری تعلیم کو روکنے والے تھے اور اُنھین دنون مین گورنمنٹ شمال مغرب نے ایک رزولیوشن بغرض ترقی ٹکنکل ایجوکیشن مشتہر کیا تھا اور ایک کمیٹی اس بات کے دریافت کرنے کو منعقد کی تھی کہ ٹکنکل تعلیم کو کن طریقون سے ملک کے حق مین مفید بنایا جائے سرسید نے اس خوف سے کہ کہین یہ سب تمہیدین ہائی ایجوکیشن کے موقوف کرنے کی نہون یہ رزولیوشن کانفرنس کے جلسہٴ عام مین جسمین ایک ہزار لائق ہندوستانی موجود تھے اس غرض سے پیش کیا تھا کہ اس باب مین ہندوستانیون کی عام رائے معلوم ہونیکے بعد یونیورسٹی کو اُس سے آگاہ کیا جائے چنانچہ یہ رزولیوشن جسکی تائید مولوی حشمت اللہ ام اے اور مسٹر تھیوڈور بیک نے بڑے زور شور کے ساتھ کی تھی تمام مجمع کے اتفاق سے پاس ہوا اور الہ آباد یونیورسٹی اور گورنمنٹ شمال مغرب کو اس تمام کارروائی کی اطلاع دی گئی۔

سرسید نے مسلمانون کی ترقی تعلیم کے لیے اُنھین تدبیرون اور کوششون پر بس نہین کی جو اُنکی زندگی کے ساتھ ختم ہونے والی تھین بلکہ وہ قوم کی تعلیمی مشکلات کی حل کرنے والی ایک ایسی انجمن چھوڑ گئے ہین کہ اگر مسلمانون نے اُسکو قائم رکھا تو وہ تمام معاملات مین جو قومی تعلیم سے علاقہ

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا قائم کرنا

رکھنے مین سرسید کا نعم البدل ثابت ہوگی - اُنھون نے ۱۸۸۶ء مین محمدن ایجوکیشنل کانفرنس قائم کی جسکا ذکر پہلے حصہ مین تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے - اُنھون نے اس قومی انجمن کو اپنی زندگی مین برابر گیارہ برس تک جاری رکھا اور اس عرصہ مین وہ تمام مرحلے جو ابتدا اًایسے کامون مین پیش آتے ہین نہایت خوبی کے ساتھ طے کر دیے اور آیندہ نسلون کے لیے رستہ بالکل صاف کر دیا کہ کسطرح اُسکو چلائین اور کیونکر اُس سے فائدہ اٹھائین - جو کام قوم کے کرنے کے تھے ایک جم غفیر کے صلاح و مشورہ سے قوم کو اُنکے کرنے کی صلاح دی اور جو باتین گورنمنٹ پر ظاہر کرنے کی تھین اُنکو بطور ایک جماعت کی راے کے باوقعت صورت مین گورنمنٹ کے کان مین ڈالا اور اپنی بے نظیر لیاقت اور حسن تدبیر سے ایک ایسی مجلس کو جسمین تعلیم و تعلم کی روکھی پھیکی باتون کے سوا کچھ نہ تھا - چند سال کے عرصہ مین ایسا دلچسپ بنا دیا کہ پان پانسو اور ہزار ہزار کوس سے ہندوستان کے مسلمان جو ایسی صحبتون سے کوسون دور بھاگتے تھے خرچ کثیر برداشت کرکے ایسے چاؤ اور اُمنگ کے ساتھ - جیسے کہ لوگ پھول والون کی سیر یا شالامار کے میلے مین دور دور سے آتے ہین - اس علمی مجمع مین آآکر شریک ہونے لگے -

سول سروس فنڈ اور سول سرس کلاس

ایک اور تدبیر ترقی تعلیم کی - جو قوم کی معمولی بے پروائی سے براہِ راست پوری نہو سکی - سول سرس کلاس اور سول سروس فنڈ ایسوسیئشن کا قائم کرنا تھا جنکو سرسید نے اس غرض سے قائم کیا تھا کہ جو مسلمان اپنی اولاد کو ولایت کی تعلیم کے لیے تیار کرنا چاہین اُنکو محمدن کالج مین ایک خاص طریقہ پر ابتدائی تعلیم دیجائے اور بعد امتحان کے جو لڑکے ولایت مین جانے کے قابل سمجھے جائین اُنکو چندہ کے ذریعہ سے مدد دیجائے - یہ تجویز بھی اگر چل جاتی تو مسلمانون کی ترقی تعلیم کے حق مین نہایت مفید تھی - یہان تک کہ ایجوکیٹیڈ کلاس کے ہندو بھی اس ایسوسیئشن مین شریک ہونے کی دل سے آرزو کرتے تھے - چنانچہ

۱۸۸۴ء مین جب کہ سرسید نے پنجاب کا دوسرا سفر کیا تو لاہور کے مقام مین برہم سماج اور آریہ سماج کے تقریباً پچاس معزز ممبرون نے اور نیز انڈین ایسوسئیشن لاہور نے سرسید سے یہ تمنا ظاہر کی تھی کہ "اس ایسوسئیشن مین اگر ممکن ہو تو ہندوون کو بھی شامل کیا جائے وہ بہت خوشی سے اسمین چندہ دینے کو تیار ہین" اگرچہ اور طریقون سے ہندو مسلمانون کے لیے ولایت کی تعلیم کی راہ کُھل گئی مگر اس تدبیر مین کچھ کامیابی نہین ہوئی اور آخر کار وہ کلاس اور وہ ایسوسئیشن دونو توڑ دی گئین۔

کونسل کی ممبری کے زمانہ مین جو ملک کی خدمت سرسید نے کی اُسکو نہ صرف مسلمانون نے بلکہ تمام تعلیم یافتہ ہندوون نے برابر تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ جو ایڈریس انڈین ایسوسئیشن لاہور نے ۱۸۸۴ء مین اُنکو دیا تھا اُسمین صاف لکھا تھا کہ "ہندوستان کی قانونی کونسل مین جو آپنے نہایت منفعت بخش کارروائی کی اُسکی نسبت یہان (یعنی ایڈریس مین) صرف سرسری طور پر ذکر کیا جا سکتا ہے اور آپ جو اُس زمانہ مین جبکہ آپ مجلس مذکور (یعنی کونسل) مین کام کرتے تھے۔ بے طرفدارانہ طور پر تمام فرقون کی بہبودی کی فکر رکھتے تھے اور قومی خیالات کو دلیری اور راستبازی کے ساتھ ظاہر کرتے تھے اور بڑی سرگرمی کے ساتھ قومی مطالب کا خیال رکھتے تھے اُسکے لحاظ سے آپ ہماری طرف سے اور ہمارے ہموطنون کی طرف سے دلی احسانمندی کے مستحق ہین" اسی طرح برہم سماج اور آریا سماج کے ایک معزز ڈپوٹیشن نے۔ جیساکہ سفر نامۂ پنجاب مین مذکور ہے سرسید کی ممبری کونسل کی نسبت یہ الفاظ کہے تھے کہ "ہم ممبران آریا سماج اور برہم سماج لاہور تمام ہندوون کی طرف سے +++ آپ کی اُن کوششون کا شکریہ ادا کرتے ہین جو آپنے قانونی کونسل مین اور نیز مختلف اوقات مین ہندوستان کے لیے کی ہین +++ ہندو راجہ مہاراجہ (غالباً یہ اشارہ راجہ شیو پرشاد کی طرف ہے) جنسے بہت کچھ امید کیجاتی تھی ملک کے لیے خیر خواہ نہ ثابت ہوے +++ لیکن آپ نے حب الوطنی کو ہاتھ سے نہ دیا

اور البرٹ بل[۱] اور دیگر مفید ملک تجویزون کی کونسل مین استقلال کے ساتھ حمایت کی ''

جو کام خاصکر مسلمان معزز خاندانون کی بھلائی کا سرسید نے ممبری کونسل کے زمانہ مین کرنا چاہا تھا اُسکا مفصل ذکر پہلے حصہ مین ہو چکا ہے یعنی قانون وقف خاندانی کا مسودہ جو بڑی محنت اور جانفشانی اور اعلے درجہ کی قانونی لیاقت سے تیار کیا تھا اور جو بعض قانونی موانعات کے سبب کونسل مین پیش نہو سکا وہ کم سے کم اس بات کو ہمیشہ یاد دلائیگا کہ قوم کی بھلائی کی کوئی تدبیر جو خیال مین آسکتی تھی ۔ عام اس سے کہ ممکن الوقوع ہو یا نہو ۔ اس شخص نے اُسکا تعاقب کیے بغیر نہین چھوڑا ۔

نیشنل کانگرس کی مخالفت اور پیٹریاٹک ایسوسیئشن قائم کرنا

نیشنل کانگرس مین شریک ہونے سے جو ۱۸۸۷ء مین سرسید نے مسلمانون کو باز رکھا اگرچہ افسوس اور نہایت افسوس ہے کہ اُنکی اس کارروائی سے تعلیم یافتہ ہندوون مین عموماً ایک قسم کی ناراضی مسلمانون سے پیدا ہو گئی مگر درحقیقت سرسید نے مسلمانون پر بہت بڑا احسان کیا کہ ایک خاردار جھاڑی مین ۔ جو شاید اورون کے لیے درخت باردار ہو ۔ اُنکا دامن اُلجھنے نہین دیا ۔ سرسید کی اس کارروائی کو اول اول تعلیم یافتہ لوگ نہایت تعجب سے دیکھتے تھے مگر پچھلے دنون مین پونا کے افسوسناک واقعات نے امید ہے کہ اُنکا تعجب رفع کر دیا ہوگا ۔ مسلمان جو تعلیم مین نسبتہً مرہٹون سے کچھ مناسبت نہین رکھتے اگر کانگرس والون کے خیالات عام طور پر اُنمین پھیل جاتے تو کچھ شک نہین کہ وہ اپنی جہالت اور ناعاقبت اندیشی سے بہ نسبت پونا کے برہمنون کے بہت زیادہ اپنے تئین گورنمنٹ کی بدگمانی کا نشانہ بنا لیتے اور جب اُنپر کوئی ایسا بُرا وقت آکر پڑتا جیسا کہ پچھلے دنون مین پونا کے برہمنون پر پڑا تو جو ہمدردی اہل پونا کے ساتھ ملک نے ظاہر کی اور جسقدر اُنکی طرف سے

---

[۱] البرٹ بل کا نوٹ آیندہ صفحون پر دیکھو ۱۲

سلہ البرٹ بل سے مراد وہ مشہور مسودۂ قانون ہے جو لارڈ رپن کے عہد مین ویسرِیگل کونسل کے لیگل ممبر مسٹر البرٹ نے ۱۸۸۳ء مین بر اجلاس کونسل پیش کیا تھا اور اسی لیے یہ مسودہ البرٹ بل کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ اس مسودہ کا اصل مقصد یہ تھا کہ ہندوستانی مجسٹریٹون کو بھی مثل یوروپین مجسٹریٹون کے یوروپین اور یوریشین باشندگان ہند کے فوجداری مقدمات کے فیصلہ کرنے کا اختیار دیا جائے۔ چونکہ اس مسودہ کو یوروپین اور یوریشین باشندون کے حقوق سے تعلق تھا اسلیے جسقدر کہ لیجس لیٹو کونسل مین اور اخبارون مین اس مسودہ پر بحث اور نکتہ چینی اور مخالفت ہوئی تھی ویسی شاید ہی ہندوستان کے کسی مسودۂ قانون پر ہوئی ہو۔ ہندوستانی ممبرون مین سے سرسید نے اور آنریبل کرسٹو داس پال نے اس مسودہ کی بڑی زور سے تائید کی تھی مگر راجہ شیوپرشاد مثل اکثر یوروپین ممبرون کے اُسکے مخالف تھے جسکی وجہ سے بنگالی اخبارون مین اُنپر سخت لتاڑ ہوئی تھی۔ جو اسپیچ سر سید نے اس مسودہ کی تائید مین کی تھی اُس کو کسی قدر اختصار کے ساتھ ہم اس موقع پر نقل کرتے ہین۔

اُنھون نے کہا "مائی لارڈ! مین اس بات سے واقف ہون کہ اس بل کی نسبت اخبارات مین بہت بحث ہوئی ہے اور یوروپین اور یوریشین باشندون کے غیر سرکاری گروہ مین اُسکی نسبت بڑا تہلکہ مچا ہوا ہے جو یہ خیال کرتے ہین کہ قانون مجوزہ سے اُنکی آزادی خطرہ کی حالت مین ہے + + + اگرچہ ہر طرح پر میری یہ خواہش ہے کہ جو رائین یوروپین اور یوریشین لوگون نے ظاہر کین ہین اُنپر بخوبی غور کیا جائے لیکن مائی لارڈ! مین اقرار کرتا ہون کہ جو طریقہ مسودۂ قانون کے برخلاف تحریک کرنے والون نے اختیار کیا ہے اُس پر مین دلی افسوس کرنے سے باز نہین رہ سکتا۔ تحریک کرنیوالون نے میرے ہموطنون کے برخلاف نہایت سخت اور کسی قدر بے احتیاطی کے ساتھ کلمات استعمال کیے ہین + + + مائی لارڈ! اس مقام پر مین اپنی دلی امید ظاہر کرتا ہون کہ ہندوستان کے کسی حصہ مین میرے ہموطن اُن شخصون کی پیروی نہ کرینگے جو یہ خیال کرتے ہین کہ واضعانِ قانون کی غور کے واسطے دلائل اور دعوون کے پیش کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ عام طور پر مجمع کرکے سخت گفتگو کرنا ہے + + + میرے نزدیک جو مخالفت اس مسودۂ قانون کی نسبت کی گئی ہے وہ زیادہ تر اس سبب سے ہے کہ لوگون کو اس قسم کے معاملات مین ہندوستان کے قوانین کی تاریخ سے واقفیت نہین ہے اور جو خفیف تبدیلی قانون مروجہ مین اس بل کی رو سے کرنی تجویز کی گئی ہے اُسکے سمجھنے مین اُنھون نے غلطی کی ہے۔ مین کانسٹیٹیوشنل لا کے مسائل سے واقف ہونے کا دعوے نہین کرتا لیکن اس مسودۂ قانون کے برخلاف جو یہ حجت پیش کی گئی ہے۔ کہ ہندوستان مین حضور قیصر ہند کی یوروپین اور یوریشین رعایا ایسے حقوق رکھتی ہے جنکے سبب سے

وہ ہندوستان کی لیجس لیٹو کونسل کے اختیار سے باہر ہے - اُسکی قانونی صحت کی نسبت مین بلا تامل شبہہ کرسکتا ہون ۔ مین ہندوستان کے لیجس لیٹو کونسل کا ایک ناچیز ممبر ہونے کی حیثیت سے اس قسم کی پابندی کو ناپسند کرتا ہون ۔ ہمنے اپنے اختیارات انگلستان کی بڑی پارلیمنٹ سے حاصل کیے ہین اور جب تک ہم اُن اختیارات کی حد سے تجاوز نہ کرین اُسوقت تک میرے نزدیک اُن تمام معاملات مین - جو ہندوستان سے متعلق ہین - اس کونسل کی قانونی حکومت کی نسبت شبہہ کرنا بیجا معلوم ہوتا ہے ++ جو تحریک بالفعل اس مسودہ کے برخلاف کی گئی ہے اُسمین ہم اُنھین دلیلون اور رایون کی تکرار پاتے ہین جو اب سے پہلے خطرہ پیدا کرنے والون نے اُسوقت پیش کی تھین جب کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی عدالتون کے ہندوستانی ججون کو صیغہ دیوانی کی اُن نالشات کی تجویز کا اختیار دیا گیا تھا جنمین یوروپین اور یوریشین فریق مقدمہ ہون ۔ مین بغیر اندیشہ تردید کے یہ بات کہہ سکتا ہون کہ جن مقدمات مین یوروپین شریک ہوتے ہین اُنمین ہندوستانی ججون کے اختیارات دیوانی کے عمل مین لانے سے قومی اختلاف کی بناپر کوئی ناانصافی بلکہ شکایت بھی نہین پیدا ہوئی ہے ۔ بے شک اُس زمانہ کے خطرے پیدا کرنے والون کے اندیشے بے اصل تھے اور اُنکی پیشین گوئی غلط ثابت ہونے والی تھی ۔ اِسوقت تمام برٹش انڈیا مین ہندوستانی جج اہل یوروپ پر اختیاراتِ دیوانی ایک ایسے طریقہ مین استعمال کرتے ہین جو درحقیقت اس الزام کے لائق نہین ہے کہ قومی امتیاز کا اُس مین اثر پایا جاتا ہے ۔ لیکن بعض اوقات یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ دیوانی کا اختیار فوجداری کے اختیار سے مختلف ہے ؛ دیوانی کا اختیار صرف جائداد پر موثر ہوتا ہے اور فوجداری کا اختیار ذاتی خصلت اور آزادی پر ۔ پس ہندوستانی ججون کے دیوانی کے اختیار کی اطاعت سے یہ لازم نہین آتا کہ فوجداری کے معاملات مین بھی اُنکے اختیار پر رضامندی ظاہر کیجائے "

"مائی لارڈ ! مین اس وجہ کو نہین سمجھ سکتا جس پر یہ امتیاز مبنی ہے ۔ عدالت ہاے دیوانی کی ڈگریات ایک شخص کو دولتمند سے مفلس کرسکتی ہین ، دیوانی کے بعض صیغے صرف ذاتی تعلقات ہی سے متعلق نہین ہوتے بلکہ اُن مین ذاتی گرفتاری کے اختیارات بھی شامل ہوتے ہین اور انصاف کی غرض سے اُنھین اُس قسم کی کارروائی کی اجازت دیگئی ہے جو فوجداری کی عدالتون کے واسطے قرار دی گئی ، دیوانی کے مقدمات مین واقعات کی نسبت نتیجون کے قرار دینے کا قاعدہ زیادہ تر وہی ہے جیسا فوجداری کے مقدمات مین ہوتا ہے ، ہندوستان مین دیوانی اور فوجداری کی عدالتون مین امر حق کی تحقیقات ایک ہی قانونِ شہادت کے بموجب

کیجاتی ہے، عدالتہاے دیوانی کی تجویزون سے فریقین کی نیکنامی پر تقریبا اسی طرح دہبا لگ سکتا ہے اور اُنکی عزت برباد ہوسکتی ہے جیسی فوجداری عدالتون کے احکام سے ۔ پس میرے نزدیک دونو عدالتون کے جوڈیشل اختیارات مین امتیاز قرار دینے کے لیے کوئی معقول بنیاد موجود نہین ہے ۔ اگر راست بازی انصاف اور قومی بے تعصبی دیوانی کے معاملات مین ہندوستانی ججون مین پائی جاتی ہے تو اس بات کا سمجھنا مشکل ہے کہ اُن مین وہی خصلتین فوجداری کے اُن مقدمات مین نہ پائی جائین جنمین یوروپین اور یوریشین شریک ہون ۔ تمام ہندوستانی مجسٹریٹ اب بھی ان مقدمات فوجداری مین - جنمین اہل یوروپ نالشی ہون اور بطور فریق ضرر رسیدہ کے عدالتون سے چارہ جوئی کرین - اختیارات عمل مین لاتے ہین ؛ مین نے ابتک کبھی یہ نہین سنا کہ یوروپین انگریزی رعایا نے ہندوستانی مجسٹریٹون سے داد خواہی کرنے مین کوئی عذر کیا ہو ؛ پس جب کہ یہ صورت ہے، تو اس بات کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی کہ ہندوستانی مجسٹریٹون پر اُن مقدمات مین - جنمین یوروپین انگریزی رعایا کی نسبت نالشین پیش کیجائین - اُس قسم کا اعتبار نہ کیا جائے ۔ جو مجسٹریٹ کہ دادرسی کے مجاز ہین ضرور ہے کہ وہ سزا دینے کے بھی مجاز ہون اور رعایا کے کسی فرقہ کا یہ کہنا ناواجب اور بے جا معلوم ہوتا ہے کہ ہم ہندوستانی مجسٹریٹون کے روبرو چارہ جوئی کے واسطے تو جائینگے لیکن اس بات کو گوارا نہ کرینگے کہ جو نالش ہم پر کیجائے اُسمین وہ ہماری نسبت تجویز کرین + + + مین یقین کرتا ہون کہ مجھکو یہ صحیح اطلاع دی گئی ہے کہ جزیرۂ لنکا مین - جو اس ملک کے متصل واقع ہے اور جو برطانیہ کی وسیع سلطنت کا ایک جزو ہے - ہندوستانی مجسٹریٹ اور جج یوروپین انگریزی رعایا پر فوجداری کا اختیار عمل مین لاتے ہین اور وہان اُس جوڈیشل ناقابلیت کو جو قومی تفرقہ پر مبنی ہو کوئی جانتا بھی نہین حالانکہ انگریزی سرمایہ اور انگریزون کی تجارتی اولوالعزمی کو - بجاے اسکے کہ وہ اس جزیرہ سے جاتی رہی ہو - نہایت ترقی ہوئی ہے ۔ میرے نزدیک لنکا مین قہوہ کے کاشتکارون کے مطالب بنگالہ کے نیل کے کاشتکارون کے مطالب سے کسی حالت مین کمتر نہین ہین اور لنکا کے باشندے ہندوستان کے باشندون کی نسبت کسی طرح پر کچھہ کم ایشیائی نہین ہین اور نہ لنکا مین اُنکا کوئی نہایت مضبوط محب قوم بھی میزان شایستگی مین اُس سے زیادہ تر اعلے رتبہ کا دعوے کریگا جو وہ ہندوستان کے باشندون کی نسبت قرار دیگا مگر باوجود اسکے یوروپین انگریزی رعایا پر فوجداری کے اختیار کے معاملہ مین برٹش انڈیا کا قانون لنکا کے قانون سے پیچھے ہے پس مائی لارڈ ! میرے نزدیک یہ کچھہ

ناواجب بات نہین ہے کہ ہندوستان کے باشندے یہ خیال کرین کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ قانون مین اصلاح کرنے کی شدید ضرورت ہوگئی ہے + + + مائی لارڈ ! جیسا کہ مین نے اس مسودہ کو سمجھا ہے اُسمین یہ تجویز نہین کی گئی ہے کہ ہر ایک ہندوستانی مجسٹریٹ کو انگریزی یوروپین رعایا کی نسبت تجویز کرنے کا اختیار دیا جائے بلکہ صرف اُنھین ہندوستانیون کے معاملہ مین۔ جنھون نے اپنی مسلمہ راست بازی اور لیاقت کے بدولت جوڈیشل سروس مین ایسے عہدے حاصل کیے جائین جو رتبہ مین اعلےٰ درجہ کے انگریزی عہدہ دارون کے مساوی ہین۔ اُس مسودہ مین اُن جوڈیشل ناقابلیتون کے دور کرنے کی تجویز کی گئی ہے جو قومی امتیاز پر مبنی ہین۔ اس قسم کے ہندوستانی عہدہ دارون کی تعداد نہایت محدود ہے اور اسی وجہ سے اس مسودہ کی نسبت یہ خیال نہین ہوسکتا کہ وہ بغیر کافی غور و تامل کے پیش کیا گیا ہے یا اُسکے سبب سے دادرسی کے موجودہ ذریعون مین کسی بڑی عملی تبدیلی کا ہونا متصور ہے "

" جس دلیل پر قومی امتیازات کا نہایت لحاظ کیا گیا ہے میرے نزدیک اُسمین بڑی غلطی ہے۔ جس چیز کی لوگ اُن ملکون مین۔ جنکو شایستہ گورنمنٹ کی برکت حاصل ہے۔ اطاعت کرتے ہین۔ وہ کچھ خاص خاص شخصون کی حکومت نہین ہے بلکہ وہ قانون کے احکام ہین۔ جب تک کہ قانون منصفانہ بے طرفدار اور بارحم ہوگا اور جب تک اُس قانون کا عمل درآمد ٹھیک ٹھیک طور پر کیا جاسکیگا اُس وقت تک اُن شخصون کی قومیت۔ جو قانون کی تعمیل کرین۔ باریک خیال والون کے نزدیک بھی چندان لحاظ کے قابل نہین ہونی چاہیے۔ جس چیز کی تعظیم اور ادب اور اطاعت درکار ہے وہ قانون کی حکومت ہے نہ کہ خاص خاص شخصون کی۔ پس جو لوگ ہندوستانیون کو اپنی برابری کا مستحق نہین سمجھتے وہ اگر غور کرینگے تو اُن کو معلوم ہوجائیگا کہ ہندوستانی مجسٹریٹ گورنمنٹ کے نوکر ہین جنکے متعلق گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل کرنا ہے۔ قانون کے مناسب عمل درآمد کے واسطے انتظام کرنا گورنمنٹ کا فرض ہے اور اس مقصد کے واسطے گورنمنٹ کو نہایت عمدہ ذریعے جو بہم پہنچ سکین منتخب کرنے پڑتے ہین اور یہ ایک پوچ اور غیر واجبی تجویز معلوم ہوتی ہے کہ گورنمنٹ کی کوئی رعایا اُس بات پر اصرار کرے کہ عہدہ دارون کا انتخاب کسی خاص قوم یا فرقہ پر حصر رکھا جائے۔ میرے نزدیک یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسکے اصول کی نسبت کسی جدید فیصلہ کی حاجت نہین ہے ؛ اس سوال کی نسبت اُس وقت بحث کی گئی تھی اور اُسکا فیصلہ عمدہ طور پر ہوگیا تھا جبکہ انگلستان نے اپنی عالی حوصلگی اور انصاف سے ہندوستان کے

باشندون کو یہ حقوق عطا کیے تھے کہ سلطنت کی ملازمت مین ہندوستانیون کو اسی حیثیت پر نوکری دی جائے جیسی کہ خاص انگریزون کو ۔ اس فیصلہ کا پچھلے برسون مین عملی طور پر نفاذ کیا گیا ہے اور انتظامی مصلحت اُس خفیف تبدیلی کی مقتضی ہوئی ہے جو اس بل مین تجویز کی گئی ہے ''

" لیکن مائی لارڈ ! اس مسودہ کی تائید مین انتظامی مصلحت کی بہ نسبت زیادہ اعلے درجہ کی وجوہات موجود ہین ؛ یعنی مین آزادی انصاف اور انسانیت کے اُن عمدہ اصولون کا ذکر کرتا ہون جنکی جاے قرار کہین اسقدر نہین ہے جیسی کہ اُس قوم کی طبیعت مین ہے جسنے سب سے پہلے غلامون کو آزاد کیا اور سب سے پہلے ہندوستانیون کو اس امر سے مطلع کیا کہ کانسٹیٹیوشنل حقوق کے معاملہ مین قوم و مذہب کے امتیازات کی قانون کی نگاہ مین کچھ وقعت نہین ہونی چاہیے ++ + تاریخ یہ سبق دیتی ہے کہ کسی ملک کی فلاح و بہبودی کی برباد کرنے والی اس سے زیادہ کوئی بات نہین ہے کہ حاکم اور محکوم کے درمیان قومی تفرقہ قائم رکھا جائے ۔ کوئی شخص مجھسے زیادہ اس بات کا خواہان نہین ہو سکتا کہ انگریزی قوم اور ہندوستان کے باشندون کے درمیان دوستانہ خیالات کو بہ نسبت اُسکے جیسی کہ ابتک ہوئی ہے اور زیادہ ترقی ہو ۔ قدرت نے دونو قومون کو ایک پولٹکل (اور مین کہہ سکتا ہون کہ ایک سوشل) رشتہ مین ملایا ہے جس کو جون جون زمانہ گذرتا جاویگا اسی قدر زیادہ استحکام ہوتا جاویگا ++ + مجھکو یقین واثق ہے کہ جب تک قومی امتیازات کو ملک کے عام قانون مین دخل ہوگا اُس وقت تک دونون قومون کے درمیان اصلی دوستانہ خیالات کی ترقی کے باب مین مزاحمتین قائم رہینگی ۔ زندگی کی سوشل خوشی اور موافقت ۔ پولٹکل ہمسری سے اور ایک ہی قانون کے زیر حکم رہنے سے پیدا ہوتی ہے ۔ ہندوستان مین ذات کا سلسلہ شاید اس قدر عرصہ تک ہرگز قائم نہ رہتا اگر زمانۂ قدیم کے مقنن ۔ برہمن کے واسطے ایک قانون اور شودر کے واسطے دوسرا قانون نہ بناتے ۔ خیر زمانۂ سابق کی ضرورتین کچھ ہی کیون نہ ہون لیکن مائی لارڈ ! مین امید کرتا ہون کہ انگریزی حکومت کے ڈیڑھ سو برس گذر جانے سے ہم شایستگی کے اُس درجہ تک پہنچ گئے ہین کہ قومی امتیاز کو بہر کیف ملک کے عام قانون مین کم کرنا ہر ایک وجہ سے مناسب ہے ۔ میرے نزدیک یقیناً اب وہ زمانہ آگیا ہے جبکہ ہندوستان کے تمام باشندے ۔ خواہ وہ ہندو ہون یا مسلمان یوروپین ہون یا یوریشین ۔ اس بات کو سمجھنے لگین کہ وہ ہمسر رعایا ہین اور اُنکے

پولٹکل حقوق یا کانسٹیٹیوشنل رتبہ مین قانون کی نگاہ مین کوئی اختلاف نہین ہونا چاہیے اور ہندوستان مین انگریزی حکومت کے ماتحت جو حفاظت کا استحقاق اُنکو حاصل ہے وہ کچھ قوم یا مذہب کی وجہ سے نہین ہے بلکہ اُس بڑے حق کے سبب سے ہے جسمین سب شریک ہین یعنی اُس جلیل القدر شاہنشاہ کی وفادار رعایا ہونے کے حق کے سبب جسکے عہد دولت مہد نے ہندوستان کو امن و آسایش بخشی ہے اور اُسکو تجارتی اولوالعزمی اور زمانہ شایستگی کے ہنر اور فنون کے اکتساب کے واسطے ایک مناسب مقام بنا دیا ہے"

"مائی لارڈ! چونکہ یہ موقع غالبًا اخیر موقع ہے جو قانونی کونسل سے مخاطب ہو کر گفتگو کرنے کا مجھکو حاصل ہوگا اسلیے مین اس اخیر گفتگو کو بغیر کہے اس بات کے ختم نہین کر سکتا کہ حضور کا عہد حکومت اس بات پر دل سے مبارکبادی کا مستحق ہے کہ اُسمین ایک ایسا مسودۂ قانون پیش کیا گیا جسکے ذریعہ سے مین یقین کرتا ہون کہ حسد انگیز قومی امتیازات بہت کچھ دور ہو جائینگے اور آخرکار حکام اور محکوم کے درمیان اس ملک مین۔ جسمین بہت سی قومین مختلف مذاہب کی رہتی ہین - دوستی اور باہمی ادب اور ہمدردی کو ترقی ہوگی"

ڈفنس مین پیروی کی گئی اُسکا سوان حصّہ بھی بدنصیب مسلمانون کے ساتھ۔ نہ مسلمانون کی طرف سے اور نہ غیر قومون کی طرف سے۔ ظہور مین آنے کی امید تھی۔ اگر اس مین کسی کو شک ہو تو وہ مولوی ہدایت رسول کی مثال پر غور کرے جو کانگرس کے بعض جلسون مین شریک ہوکر بنگالیون سے آزادی کا سبق پڑھکر آئے تھے۔ اگر عام مسلمانون مین۔ جو تعلیم سے عموماً بے بہرہ ہین اور جنمین مشکل سے پچاس ہزار مین ایک تعلیم یافتہ نکلیگا۔ کانگریشین گروہ کے خیالات پھیل جاتے تو اُنسے اکثر ایسی ہی سخیف اور نالائق حرکتین سرزد ہوتین جیسی ہدایت رسول سے لکھنؤ کے ایک عام مجمع مین سرزد ہوئی ' اور جب وہ عدالت مین ماخوذ ہوتے تو اپنے تئین ویسا ہی بے یار و مددگار پاتے جیسا مولوی ہدایت رسول کا حال ہوا کہ اُس کو ضمانت تک میسّر نہ آئی اور جو سزا عدالتِ ماتحت نے اُس کے لئے تجویز کی اُس کو بے چون وچرا قضاے مبرم کی طرح بھگتنا پڑا۔

پس اگرچہ مسلمانون کی علحدگی سے ہندؤن مین ناراضی پھیل جانے کا نہایت افسوس ہے لیکن کانگرس کی شرکت مین جو مضر نتائج مسلمانون کے حق مین پیدا ہونے والے تھے وہ اُنکے لئے اس سے بہت زیادہ افسوسناک ہوتے۔ اسی لئے مسلمانون کو سرسید کا دل سے شکر گذار ہونا چاہیے کہ اس شخص کی چیخ پکار سے وہ ایک ایسے ایجیٹیشن مین۔ جو دیوانون کے لئے ھُوْ کی آواز اور ہُشیارون کے لئے خالی بادل کی گرج تھی۔ شریک ہونے سے باز رہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب ہم کانگرس کے بلند ارادون پر نظر کرتے ہین اور پھر اپنے گریبان مین مونہ ڈالکر دیکھتے ہین تو ہمکو لامحالہ یہ کہنا پڑتا ہو کہ " حلوا خوردن را روے باید "

ہماری قوم مین عموماً پھوٹ پڑی ہوئی ہے، مذہبی تعصبات مادۂ اکالہ کی طرح قوم کو فنا کررہے ہین، ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی جان کا مال کا عزت و آبرو کا خواہان ہے، پولیس ہمارے مذہبی جھگڑون کی تحقیقات کرتے کرتے اور حاکم سزائین دیتے دیتے تھک گئے مگر ہم لڑنے جھگڑنے کے لئے اُسی طرح تازہ دم ہین، تمام قوم ہزارون بیہودہ رسمون کی پابندی مین گرفتار ہے، اسراف اور فضول خرچی ہماری قومی خصلت بن گئی ہے، صدہا خاندان اپنی فضولیون کے سبب بگڑ گئے اور بگڑتے چلے جاتے ہین، کرورہا روپیہ کی جائداد قرضہ کی ڈگریون اور عدالت کے جھگڑون مین غیر قومون کے پاس منتقل ہوتی چلی جاتی ہے، تعلیم کے لحاظ سے اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو ابھی ہم نے الف بے تے شروع کی ہے، عورتون کی تعلیم - جو قومی ترقی کی جڑ ہے - اُس کے لحاظ سے ہم ابتک بالکل صفر ہین، تجارت مین گویا ہمارا کچھ حصّہ ہی نہین، دولت کو ہمارے ساتھ وہ نسبت ہے جو پانی کو چھلنی کے ساتھ ہے، لاکھون مسلمان شہر شہر اور گانو گانو بھیک مانگتے پھرتے ہین مگر ہم اس کا کچھ تدارک نہین کرتے، ہزارون اشراف خاندانون کے لاوارث اور مفلس بچّے آوارہ اور مطلق العنان پھرتے ہین مگر ہم سے اُن کی پرورش اور تعلیم کا کچھ انتظام نہین ہوسکتا؛ ہماری حالت پر فی الواقع یہ مثل صادق آتی ہے کہ "اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی" جب کہ ہماری قوم کا یہ حال ہے تو کس برتے پر ہم نیشنل کانگرس مین شریک ہوسکتے ہین اور کیا مونہ لیکر ہم گورنمنٹ سے اُن حقوق کا مطالبہ کرسکتے ہین جن کے ہم مستحق نہین ہوئے۔ ہمکو پہلے اس سے - کہ گورنمنٹ سے

کچھ مانگین۔ مانگنے کا استحقاق پیدا کرنا چاہیے اور پہلے اس سے۔ کہ گورنمنٹ سے اُن اصلاحون کے خواستگار ہون۔ جو اُسکے اختیار مین ہین۔ ہمکو وہ اصلاحین کرنی چاہیین جو خود ہمارے اختیار مین ہین۔ ہمکو اپنی معاشرت، مذہب، اخلاق اور تعلیم و تربیت کے متعلق ہزارون کام کرنے ہین جنکے بغیر ہماری دنیا اور دین دونون خراب ہین پھر ہم سلطنت سے کس بات کی توقع رکھتے ہین۔ ہمکو اپنے نبی کا یہ ارشاد یاد رکھنا چاہیے کہ "اعمالکم عمالکم" (یعنی جیسی تمھاری حالت ہوگی ویسی ہی تم پر حکومت کیجائیگی) اسی لیے سرسیّد نے اپنی لکھنو والی اسپیچ کے آخر مین مسلمانون کو یہ نصیحت کی تھی کہ "گورنمنٹ سے حقوق طلب کرنے کا یہی ایک طریقہ ہے کہ اپنے تئین اُن حقوق کا مستحق بناؤ" اور کہا تھا کہ "جو چیز تمکو اعلے درجہ پر پہنچانے والی ہے وہ صرف ہائی ایجوکیشن ہے، جب تک ہماری قوم مین ایسے لوگ پیدا ہونگے ہم ذلیل رہینگے، اَورون سے پست رہینگے اور اُس عزت کو نہ پہنچینگے جسپر پہنچنے کو ہمارا دل چاہتا ہے۔ یہ دلسوزی کی چند نصیحتین ہین جو مین نے تمکو کین ہین۔ مجھے اسکی کچھ پروا نہین ہے کہ کوئی مجھے دیوانہ کہے یا اور کچھ؛ میرا فرض تھا کہ میرے نزدیک جو باتین قوم کی بھلائی کی ہین وہ اُنسے کہدون اور اپنا فرض ادا کرون اور خدا کے سامنے۔ جو قادر مطلق اور رحیم اور گناہون کا بخشنے والا ہے۔ اپنے ہاتھون کو دھودون"

یہ ہے سلسلہ سرسید کی سرکاری، ملکی اور قومی خدمات کا جنمین بعض ایسی جلیل القدر ہین کہ جس قوم مین ایک مثال بھی ایسی خدمات کی پائی جائے وہ قوم کم سے کم دنیا کی نظر مین حقیر نہین سمجھی جاتی۔ جیسا کہ کہا گیا ہے

"متی تخلو تمیم من کریم ومسلمۃ ابن عمرو من تمیم"

(یعنی جب کہ مسلمۃ بن عمرو (یعنی میر احمد وح) بنی تمیم مین سے ہے تو یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ بنی تمیم جوانمردون سے خالی ہین)

## مذہبی خدمات

اس عنوان مین ہم سرسید کی وہ کوششین اور خدمات دکھانی چاہتے ہین جو دین اسلام کی حمایت مین زمانۂ حال کی ضرورتون کے موافق وہ اخیر دم تک انجام دیتے رہے۔ اگرچہ ابھی تک اُنکی مذہبی خدمات کی کچھ قدر نہین ہوئی کیونکہ ایک محدود جماعت کے سوا اکثر مسلمان اُنکی مذہبی تصنیفات کو مخرّبِ اسلام جانتے ہین اور اکثر تکفیر یا تضلیل کے خوف سے محض مصلحۃً مخالفین کی ہان مین ہان ملادیتے ہین یا سکوت اختیار کرتے ہین؛ لیکن چونکہ مخالفت کا سبب محض تعصب یا پاس دینداری ہی نہین بلکہ اُسکے ساتھ ناواقفیت اور زمانہ کی ضرورتون سے بے خبر ہونا بھی شامل ہے اسلیے امید ہے کہ جسقدر لوگ زمانہ کی ضرورتون سے واقف ہوتے جائینگے اُسی قدر سرسید کی مذہبی خدمات کی قدر مسلمانونمین روز بروز بڑھتی جائیگی۔

سرسید نے جو کچھ مذہب کے متعلق ابتدا سے اخیر تک لکھا ہے منجملہ اُسکے وہ کتابین اور رسالے جو غدر کے زمانہ سے پہلے لکھے گئے اور جنکا ذکر پہلے حصہ مین اپنے اپنے موقع پر آچکا ہے وہ اس مقام پر ہماری بحث سے خارج ہین؛ کیونکہ اُنمین ہم کوئی چیز ایسی نہین پاتے جسکے لحاظ سے اُنکو قدیم طرز کی تصنیفات مین کوئی ممتاز درجہ دیا جائے یا جو اسلام کی حمایت کے لیے اِس زمانہ مین درکار ہے۔ پس جو کچھ ہمکو اس باب مین دکھانا ہے وہ صرف اُنکی وہ مذہبی خدمات ہین جو غدر کے بعد اُنھون نے انجام دین۔ ہم یہ نہین کہتے کہ جو کچھ اُنھون نے غدر کے بعد مذہب کے متعلق لکھا وہ خطا اور غلطی سے بالکل پاک ہے۔ اور ایک فانی مخلوق کا کام ایسا ہو بھی نہین سکتا۔

لیکن ہم یہ ضرور کہتے ہین اور کہینگے کہ جس شخص کو کافر، ملحد، نیچری اور بدمذہب کہا جاتا تھا جو اسلام کی خدمت اُس سے بن آئی وہ نہ اُن مستفتیون سے ہوسکی جنھون نے مکہ مین جاکر اُسکے کفر کے فتوے لکھوائے اور نہ اُن مفتیون سے جنھون نے مسجد الحرام مین بیٹھکر اُسکے کفر کے فتوون پر مہرین کین۔

ہندوستان مین اسلام تین خطرون سے گھرا ہوا تھا۔ ایک طرف مشنیری اُسکی گھات مین لگے ہوے تھے۔ اگرچہ قحط کے دَورون مین اُنکو دُبلا پتلا شکار پیٹ بھراؤ ملجاتا تھا مگر وہ اسپر قانع نہ تھے اور ہمیشہ صید فربہ کی تلاش مین رہتے تھے۔ ہندوستان مین سب سے زیادہ اُنکا دانت مسلمانون پر تھا اور اسلیے اُنکی منادیون مین، اُنکے اخبارون مین اور اُنکے رسالون مین زیادہ تر بوچھاڑ اسلام پر ہوتی تھی۔ اسلام کی تعلیم کی طرح طرح سے بُرائیان ظاہر کرتے تھے، بانی اسلام کے اخلاق و عادات پر انواع و اقسام کی نکتہ چینیان کرتے تھے چنانچہ بہت سے مسلمان کچھ ناواقفیت اور بے علمی کے سبب اور اکثر افلاس کے سبب اُنکے دام مین آگئے۔ اس خطرہ سے بلاشبہہ بعض علماے اسلام (شکر اللہ مساعیہم) جیسے مولانا رحمت اللہ مرحوم اور مولوی آلِ حسن اور ڈاکٹر وزیر خان وغیرہ۔ متنبہ ہوے اُنھون نے متعدد کتابین عیسائیون کے مقابلہ مین لکھین اور اُنسے بالمشافہہ مناظرے کیے جس سے یقیناً مسلمانون کو بہت فائدہ ہوا لیکن اسکا اثر مسلمانون ہی تک محدود رہا عیسائیون کی غلط فہمیان جو اسلام کی نسبت قدیم سے چلی آتی تھین وہ بدستور قائم رہین۔

دوسرا خطرہ جو پہلے سے زیادہ خوفناک تھا وہ مسلمانون کی پولٹکل حالت سے علاقہ رکھتا تھا۔ اول تو مسلمان اس نظر سے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلش قوم نے مسلمانون سے لی تھی۔ ہمیشہ

حکمران قوم کی نگاہ مین کھٹکتے تھے دوسرے بسبب اُن غلط فہمیون کے جو یورپ کی تمام عیسائی قومون مین اسلام کی نسبت پھیلی ہوئی تھین۔ انگریز مسلمانون کے مذہب کو بغی و فساد کا سرچشمہ اور امن و عافیت کا دشمن خیال کرتے تھے۔

تیسرا خطرہ

تیسرا خطرہ خاصکر مذہب اسلام کو انگریزی تعلیم کی طرف سے تھا جو روز بروز ہندوستان مین پھیلتی جاتی تھی اور جس سے ہندوستانیون کو کسی طرح مفر نہ تھا۔ اگرچہ غدر سے پہلے مسلمانون مین انگریزی تعلیم کی کچھ اشاعت نہین ہوئی تھی لیکن غدر کے بعد اسکے بغیر مسلمانون کا اُبھرنا محال ہوگیا تھا یہان تک کہ سرسید کو خود اُن مین تعلیم پھیلانی پڑی۔ حالانکہ انگریزی تعلیم کے نتائج اسلام کے حق مین مشنیریون کی پریچنگ سے بہت زیادہ اندیشہ ناک تھے۔

سرسید نے تینون خطرون کا مقابلہ کیا

پچھلے دونو خطرون کا سرسید کے سوا ہندوستان کے کسی عالم کو احساس نہین ہوا۔ مولویون سے اسکے سوا۔ کہ چند روز دریا کی رَو یعنی انگریزی تعلیم کو روکنے کے لیے ہاتھ پانو مار کر رہگئے۔ اور کچھ نہین ہوسکا۔ سید احمد خان پہلا شخص ہے جس نے ان تینون خطرون کا جہانتک کہ اُسکی قدرت مین تھا مقابلہ کیا اور توقع سے زیادہ اُسمین کامیابی حاصل کی۔ اُسنے تمام اعتراضون کے جواب جنکے ذریعہ سے مشنیری مسلمانون کو دام مین لا سکتے تھے۔ خود عیسائی عالمون کے اقوال کی سند پر لکھے، اُسنے اُن تمام غلطیون کو رفع کیا جو اسلام کی نسبت عیسائی قومون مین پھیلی ہوئی تھین، اُسنے بدلائل قاطعہ ثابت کردیا کہ دنیا مین کوئی مذہب اسلام سے زیادہ عیسائی مذہب اور عیسائی قوم کا دوست نہین ہوسکتا اور اُسی نے جب دیکھا کہ انگریزی تعلیم سے کسی طرح مسلمانون کو مَفر نہین تو اپنی عمر کا ایک تہائی حصہ اسلام کو انگریزی تعلیم کے مضر نتائج سے بچانے مین صرف کیا۔

آغاز بائبل کی تفسیر

سرولیم میور کی کتاب کا جواب لکھنے کی تیاری

اُنھون نے ان مقاصد کی طرف پہلے ہی بار اُسوقت توجہ کی تھی جبکہ مراد آباد مین تبیین الکلام یعنی توریت و انجیل کی تفسیر لکھنے کی بنیاد ڈالی اس کتاب کا مفصل ذکر پہلے حصّہ مین ہوچکا ہی یہان اُسکے اعادہ کی ضرورت نہین ہے ۔ پھر جب سرولیم میور کی کتاب لائف آف محمد چار جلدون مین چھپکر ہندوستان مین پہنچی۔ جسکی نسبت عیسائیون مین مشہور تھا کہ اُسنے اسلام کے استیصال مین تسمہ لگا نہین رکھا۔ اُسوقت جو حال سرسید کی بے چینی اور جوش و خروش کا تھا وہ ہمنے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔ غالباً ۱۸۶۷ئ یا ۱۸۶۸ئ مین سائنٹفک سوسائٹی کا سالانہ جلسہ تھا اور دلّی سے منشی اموجان مرحوم اور جہانگیر آباد سے نواب مصطفٰے خان مرحوم۔ کہ یہ بھی اُسوقت تک سوسائٹی کے ممبر تھے۔ علی گڑھ گئے تھے۔ نواب صاحب کی ہمراہ مین بھی گیا تھا گو اُسوقت تک میری سرسید سے جان پہچان نہ تھی مگر چونکہ ہم اُنھین کی کوٹھی مین ٹھیرے تھے اُنکے خیالات معلوم کرنیکا اکثر موقع ملتا تھا۔ وہ جب کبھی اَور کامون سے فارغ ہوکر بیٹھتے تھے اکثر سرولیم کی کتاب کا ذکر کرتے تھے اور نہایت افسوس کے ساتھ کہتے تھے کہ اسلام پر یہ حملے ہورہے ہین اور مسلمانون کو مطلق خبر نہین ۔ اُسی وقت ہمنے یہ بھی دیکھا کہ سرسید جاہلیت کے اشعار۔ جن سے اُس زمانہ کی بیہودہ اور نفرت انگیز رسمین ظاہر ہوتی ہین۔ اور جو خطبات احمدیہ مین بجنسہ نقل کیے گئے ہین ایک مولوی سے انتخاب کرا رہے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اُنکا پختہ ارادہ سرولیم کی کتاب کا جواب لکھنے کا ہے ۔

مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخرکار جب اُنھون نے دیکھا کہ ۱۸۵۷ئ کے ہنگامہ مین ہندوستان کے تمام اسلامی کتب خانے برباد ہوگئے ہین اور جن کتابون کی اس مضمون کے لیے ضرورت ہے وہ یہان

دستیاب نہین ہوسکتین تو اُنکو ولایت جانے کا خیال ہوا - چنانچہ ایک ہی دو برس بعد جب سید محمود کا ولایت جانا قرار پایا تو وہ بھی اُنکے ساتھ روانہ ہو گئے ۔

سرسید کے بعض خطون سے جو اُنھون نے ولایت سے سید مہدی علی خان کے نام بھیجے ہین پایا جاتا ہے کہ ہندوستان سے چلتے وقت جب اُنھون نے یہ ارادہ اپنے احباب پر ظاہر کیا تو اُن کے بعض دوست جو سرکاری عہدہ دار اور سر ولیم میور کی گورنمنٹ کے ماتحت تھے اُنکو سر ولیم کی کتاب کا جواب لکھنے سے مانع آئے تھے مگر سرسیّد نے اُنکا کہنا نہین مانا اور ولایت پہنچتے ہی اِس کی فکر مین مصروف ہو گئے ۔

اُنھون نے انڈیا آفس کے کتب خانہ سے کتابین بہم پہنچائین ، برٹش میوزیم کی لائبریری سے بہت سی اطلاعین حاصل کین ، سِیَر کی عربی کتابین جو مصر و فرانس اور جرمنی مین چھپتی تھین وہان سے منگوائین ، اور چند لیٹن اور انگریزی کی پُرانی کتابین جو نایاب تھین بہت گران قیمت پر لندن کے بازار سے خریدین اور شب و روز کی لگاتار محنت سے بارہ اِسّے یعنی خطبے یا مضمون لکھکر ایک لائق انگریز سے انگریزی مین ترجمہ کرائے اور لندن ہی مین خطبات احمدیّہ کے نام سے اُسکو چھاپ کر مشتہر کیا ۔

اس کتاب کے لکھتے وقت جسقدر جوش سرسید کے دل مین تھا اور جو مالی مشکلات اُنکو اسکے شایع کرنے مین پیش آئین اور جو سخت محنت اُسکے لکھنے مین اُنکو کرنی پڑی اُسکا کسی قدر اندازہ اُنکے خطون سے ہوتا ہے جو اُنھون نے ولایت سے مولوی سید مہدی علیخان کے نام بھیجے ہین ۔ وہ ایک خط مین لکھتے ہین "ان دنون ذرا قدرے دل کو شورش ہے ۔ ولیم میور صاحب کی کتاب کو

مین دیکھ رہا ہون ۔ اُسنے دل کو جلادیا اور اُسکی ناانصافیان اور تعصبات دیکھکر دل کباب ہوگیا ۔ اور مصمم ارادہ کیا کہ آنحضرت صلعم کی سیر مین جیسا کہ پہلے سے ارادہ تھا کتاب لکھدی جائے ۔ اگر تمام روپیہ خرچ ہو جائے اور مین فقیر بھیک مانگنے کے لائق ہوجاؤن تو بلا سے ۔ مین نے فرانس اور جرمن سے اور مصر سے کتبِ سیر منگانی شروع کردی ہین ، چٹھیات روانہ ہوگئین ، سیرت ہشامی مطبوعہ اور چند کتابین لیٹن کی خرید لین ، ایک آدمی مقرر کرلیا جو لیٹن کا ترجمہ کرکر مضمون بتلاسکے "

ایک اور خط مین لکھتے ہین "مواعظ احمدیہ (یعنی خطبات احمدیہ) لکھنے مین شب و روز مصروف ہون ۔ اسکے سوا اور کچھ خیال نہین ۔ جانا آنا ملنا جُلنا سب بند ہے ۔ آپ اس خط کے پہنچنے پر میر ظہور حسین کے پاس جائیے اور دونون صاحب کسی مہاجن سے میرے لیے ہزار روپیہ قرض لیجئے ؛ سود اور روپیہ مین ادا کردونگا +++ ہزار روپیہ بھیجنے کے لیے دلی لکھا ہے اور لکھدیا ہے کہ کتابین اور میرا اسباب یہان تک کہ میرے ظروف مسی تک فروخت کرکے ہزار روپیہ بھیجدو +++ کیا کہیے اس کتاب کے پیچھے خواب و خور حرام ہوگیا ہے خدا مدد کرے "

ایک اور خط مین لکھتے ہین "مین روز و شب تحریر کتاب سیرِ مصطفوی (یعنی خطبات احمدیہ) مین مصروف ہون ۔ سب کام چھوڑدیا ہے ۔ لکھتے لکھتے کمر درد کرنے لگتی ہے +++ اور کسی شخص کے مددگار نہونے سے یہ کام اور بھی سخت ہوگیا ہے ۔ اِدھر جب حساب دیکھتا ہون تو جان نکل جاتی ہے کہ آلٰہی لکھنا اور چھپوانا تو شروع کردیا روپیہ کہان سے آئیگا ۔ مسلمان البتہ آستینین چڑھاکر اس بات پر تو لڑنے کو تیار ہوجاوینگے کہ انگریزون کے ساتھ کھانا کیون کھایا ؟ مگر جب کہو کہ مذہب کی تائید مین کچھ روپیہ خرچ کرو تو جان بچا جائینگے "

ایک اَور خط مین لکھتے ہین "مین اپنا حال آپکو کیا لکھون ؛ سکتہ سا ہوگیا ہے ۔ دن رات کی تکلیف سے ۔ جو میرا دل ہی خوب جانتا ہے ۔ جلد اول خطبات احمدیہ کی تمام ہوگئی ہے اور اس مہینے مین چھاپہ بھی تمام

ہوجائیگا - اب جو اندازہ اُسکی ایک جلد کے چھاپنے کی لاگت کا کیا گیا تو ڈھائی ہزار روپیہ سے زیادہ کا معلوم ہوتا ہے -
ہوش جاتے رہے ہین اور جان مین جان نہین - میر تراب علی نے نہایت مدد کی ہے ؛ تین سو روپیہ اسکے چندہ
کی بابت بھیجے ہین - میر ظہور حسین صاحب نے ڈیڑھ سو روپیہ بھیجا ہے - مرزا رحمت اللہ بیگ صاحب نے اپنا چندہ
سو روپیہ کا بھیجدیا - + + + آپ زین العابدین سے روپیہ منگوا کر بھجوا دیجیے - اپنا ذاتی چندہ سو روپیہ کا بھی بھیجدیجیے"

جب ہندوستان سے سرسید کے دوستون نے کچھ اَور چندہ بھیجا ہے تو اُنکو بے انتہا تقویت
ہوئی چنانچہ اُسکی رسید کے خط مین وہ لکھتے ہین کہ "اگر آپ لوگ کچھ مدد نکرتے تو زہر کھا کر مرجانے کے
سوا کچھ چارہ نہ تھا"

مگر بعض خطون سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تخمینہ کتاب کے چھاپہ کا پہلے کیا گیا تھا اُس سے بہت
زیادہ صرف ہوگیا تھا ؛ یعنی قریب چار ہزار کے خرچ ہوا - جسمین سے کچھ کم سولہ سو روپیہ سرسید کے
دوستون نے ہندوستان سے چندہ کر کے بھیجا اور باقی روپیہ سرسید نے قرض لیکر ادا کیا - اُنکے ایک
خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت سے مراجعت کرتے وقت اُنکے پاس زادِ راہ کے لیے کچھ نرہا تھا
اور نہایت پریشان تھے - وہ ایک خط مین لکھتے ہین کہ "اب جب تک اَور روپیہ قرض نہ لیا جائے
مراجعت متعسّر ہے - یہ ترددات ایسے جانکاہ ہین کہ بیان نہین ہوسکتا - کتابین مطبوعہ صندوقون مین
بند ہورہی ہین واسطے روانگی ہندوستان کے - اُنکے محصول وغیرہ مین بھی دو سو روپیہ سے کم خرچ نہین
ہونیکے - اب زیادہ حال ترددات کا لکھنا ناحق آپ کو تردد مین ڈالنا ہے"

شاید اسی اخیر خط کے جواب مین مولوی سید مہدی علی خان نے اپنی ساری تنخواہ بھیجنے
اور کچھ قرض لینے کا ارادہ ظاہر کیا تھا جسکے جواب مین سرسید نے اُنکو لکھا کہ "کتاب کے اخراجات کا صدمہ

اور عین اسی صدمہ مین صدمۂ غم انتقال ہمشیرۂ حامد و محمود کا لاحق ہونا جیسا کچھ مصیبت کا وقت مجھپر گذرا واقعۂ کربلا سے کم نہ تھا؛ ع این ہم اندر عاشقی بالاے غمہاے دگر + آپنے جو الفاظ اپنی محبت اور الفت سے لکھے ہین اُنکا بہت بہت شکر کرتا ہون اور بے تکلف لکھتا ہون کہ اب کچھ حاجت نہین ہی؛ تین ہزار روپیہ قرض لیا گیا۔ سب بیباق ہوگیا۔ اب آپ نہ کچھ قرض لیجیے نہ اپنی تنخواہ بھیجیے" مگر چار جا معلوم ہوا کہ سید مہدی علی خان اس خط کے پہنچنے سے پہلے اپنی تنخواہ کا روپیہ روانہ کر چکے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ سرسید اس کتاب کے لکھنے کو مذہبی فرائض مین سب سے زیادہ اہم اور ضروری فرض خیال کرتے تھے اور جب کہ وہ حسب دلخواہ تیار ہوگئی تو اُنکو بے انتہا خوشی اور فخر اسکے لکھنے پر ہوا تھا۔ وہ سید مہدی علی خان کو ایک کتاب مین لکھتے ہین "اگر میری یہ کتاب تیار ہوگئی تو مین لندن مین آنا دس حج کے برابر سمجھونگا؛ خدا قبول کرے" ایک اور خط مین لکھتے ہین "میری کتاب خطبات احمدیہ ایک مسلمان عالم متبحر نے پڑھی جو قسطنطنیہ سے یہان آیا ہے۔ جو الفاظ کہ اُسنے کہے اور مجھے لکھے اور جس طرح میرے ہاتھ چومے اُسکی لذت مین ہی جانتا ہون" ایک اور خط مین لکھتے ہین "آنحضرت صلعم کی بارہ برس کی عمر تک حال لکھ چکا اور سر ولیم میور صاحب اور اور مصنفون نے یہان تک کے حال پر جو کچھ لکھا ہے سب کے ایک ایک حرف کا جواب لکھا ہے۔ نہایت محققانہ جواب ہین۔ اور یہ شرط ہے کہ کسی شخص کے آگے ڈالدو وہ کیسا ہی بے دین کیون نہو اگر وہ کہے کہ ہان نہایت سچ اور انصاف کا جواب ہے تو تو میرا نام ورنہ میرا نام نہین"

خیر یہ خیالات تو سرسید کے اپنی کتاب کی نسبت ایسے ہی ہین جیسے ہر مصنف کے خیالات اپنی تصنیف کی نسبت ہوتے ہین؛ اس سے سوا اسکے کہ وہ اسلام کی حمایت کرنے سے بے انتہا

خوش تھے اور کوئی بات ثابت نہین ہوتی ۔ سرسید سے پہلے بے شمار عالمون نے بمقابلہ عیسائیون کے اسلام کی حمایت مین کتابین لکھین ہین ، غدر سے پہلے خود ہندوستان کے علماے اسلام نے (جیساکہ اوپر ذکر کیا گیا) بڑی بڑی مبسوط کتابین نہایت کوشش سے اسی مضمون پر تحریر کی ہین ؛ پس تا وقتیکہ خطبات احمدیہ مین کوئی وجہ ترجیح کی نہ پائی جائے اُسکو اگلے علما کی کتابون پر فوقیت نہین دیجا سکتی ۔ مگر ہمارے نزدیک فی الواقع ایسی وجوہات موجود ہین جنکی رو سے کہا جا سکتا ہے کہ سرسید سے پہلے کسی مسلمان سے اسلام کی ایسی خدمت بن نہین آئی"

اولاً۔ جہان تک ہمکو معلوم ہوا ہے۔ سرسید سے پہلے دنیا کے کسی مسلمان نے یوروپ کا سفر محض اس غرض سے اختیار نہین کیا کہ وہان جاکر اسلام کی حمایت کے لیے بڑے بڑے کتب خانون سے مٹیریل جمع کرے ، وہین بیٹھکر عیسائیون کی تردید اور اسلام کی تائید مین کتاب لکھے، یوروپ ہی کی کسی زبان مین۔ جو تمام برِّاعظم مین عموماً بولی اور سمجھی جاتی ہو۔ اُسکا ترجمہ کرائے اور وہین اُسکو چھپواکر شائع کرے اور اسطرح اسلام کی خوبیان اُن قومون کے کان تک پہنچائے جنھون نے تیرہ سو برس سے کبھی اسلام کی نسبت برائی کے سوا کوئی بات نہ سنی ہو ۔

ریورنڈ ہو پر۔ جو اب سے تقریباً بیس برس پہلے لاہور ڈیونٹی کالج مین پرنسپل تھے اور جن سے مین خود بارہا ملا ہون۔ اُنھون نے میرے ایک دہلوی دوست سے۔ جو اُنکو اُردو پڑھاتے تھے کہا کہ "مسلمانون سے نہایت تعجب ہے کہ وہ سید احمد خان کو کافر ملحد اور بد مذہب سمجھتے ہین ؛ ہمارے نزدیک جو کام سید احمد خان نے اسلام کی حمایت کا کیا ہے وہ آج تک کسی مسلمان سے بن نہین آیا ۔ جب کہ مسلمان اسلام کے سوا سب مذہبون کو باطل یا غلط سمجھتے ہین اور اسلام کا ماننا تمام بنی آدم پر فرض جانتے ہین تو اُنکا فرض تھا کہ جنکو وہ

گمراہ سمجھتے تھے اُنپر اسلام کی حقیقت اور اُسکی خوبی ظاہر کرتے ' اُنکے ملکون مین جاکر اُنھین کی زبان مین وعظ کہتے یا اُنھین کی زبان مین اسلام کی حمایت پر کتابین لکھتے مین نہین جانتا کہ تیرہ سو برس مین سید احمد خان سے پہلے کسی ایک مسلمان نے بھی ایسا کام کیا ہو "

مسٹر آرنلڈ جنھون نے ابھی پریچنگ آف اسلام لکھی ہے اور اُسکے لکھتے وقت مسلمانون کے لٹریچر سے بہتیل واقفیت حاصل کی ہے - ایک نہایت سچے اور نہایت پختہ عیسائی ہین - اُنکا بیان ہے کہ " ایسی مثالین تو پائی جاتی ہین کہ کسی مسلمان نے بمقابلہٗ عیسائیون کے اپنی زبان مین اپنی ہی ملک مین بیٹھکر اسلام کی حمایت پر کوئی کتاب لکھی اور اُسکا ترجمہ کسی یوروپ کی زبان مین ہوگیا لیکن مجھے کوئی ایسی مثال معلوم نہین کہ کسی مسلمان نے یوروپ مین جاکر یوروپ ہی کی کسی زبان مین اس مضمون پر کتاب لکھکر شائع کی ہو"

سرسید کہتے تھے کہ " ۱۸۷۰ع مین جبکہ خطبات احمدیہ چھپکر لندن مین شائع ہوئی تو اُسپر لندن کے ایک اخبار مین کسی انگریز نے لکھا تھا کہ عیسائیون کو ہوشیار ہوجانا چاہیے کہ ہندوستان کے ایک مسلمان نے اُنھین کے ملک مین بیٹھکر ایک کتاب لکھی ہے جس مین اُسنے دکھایا ہے کہ اسلام اُن تمام داغون اور دھبون سے پاک ہے جو عیسائی اُسکے خوشنما چہرے پر لگاتے ہین "

دوسری خصوصیت اس کتاب کی یہ ہے کہ سرسید نے اس کتاب مین مناظرہ کے اُس مخاصمانہ طریقہ کی جگہ - جو مسلمانون مین عموماً دائر و سائر ہے اور جس سے فریق مخالف کے دل مین بجاے رغبت کے نفرت اور بجاے آشتی کے ضد پیدا ہوتی ہے - ایک ایسا دوستانہ اور بے تعصبانہ طریقہ اختیار کیا ہے جو کسی کو ناگوار نہین معلوم ہوتا اور مسلمانون کے لیے ایک ایسی مثال قائم کی ہے جسکی پیروی کرنے کی نہایت ضرورت تھی -

کرنل گریہم سرسید کی لائف مین خطباتِ احمدیہ کی نسبت لکھتے ہین کہ "اس کتاب سے ظاہر ہوتا ہے مصنف کا غیر معمولی تمحقِ نظر، غیر مذہبون سے بے تعصبی اور اصلی عیسائیت کے سچے اصول کا ادب" پھر اپنی قوم کے مذہبی لوگون کو اس طرح آگاہ کرتے ہین کہ "جو لوگ مذہبی باتون سے دلچسپی رکھتے ہین اُنکو چاہیے کہ اس کتاب کو غور سے پڑھین۔ دین محمدی فی زماننا انگریزون کے نزدیک بالکل ایک غیر معقول اور سخت متہم دین ہے اور وہ اُسکو ایک روحانی آفت خیال کرتے ہین جیسے کہ ہمارے بزرگ اس صدی کے شروع مین بونا پارٹ کو ایک جسمانی آفت خیال کرتے تھے۔ وہ (یعنی اسلام) عموماً ایک تلوار کا مذہب خیال کیا جاتا ہے اور ہر ایک چیز تعصب مغایرت اور تنگدلی کی اُس مین خیال کیجاتی ہے۔ لیکن ہمارے ناظرین کتاب جو اس غلطی مین مبتلا ہین۔ جب سید احمد خان کی اس کتاب کو غور سے پڑھینگے تو مین کہہ سکتا ہون کہ وہ بالکل دوسرے خیالات لیکر اُٹھینگے۔ ہمارے مصنف (یعنی سید احمد خان) نے اپنے دلی دوست سر ولیم میور کی کتاب "لائف آف محمد" کی تحریرون کی مخالفت کی ہے اور خوب چٹکیان لی ہین۔ اور مین خیال کرتا ہون کہ بے تعصب اور نکتہ سنج ناظرینِ کتاب بہت سی باتون مین سر ولیم میور کے خلاف فیصلہ دینے مین اتفاق کرینگے" اس سے ہر شخص بخوبی اندازہ کر سکتا ہے کہ خطباتِ احمدیہ نے انگریزون کے دل پر کیا اثر کیا اور جو کتابین مذہبی مناظرہ کے متعلق۔ برخلاف قدیم طریقہ کے شایستگی اور بے تعصبی کے ساتھ لکھی جاتی ہین وہ کسقدر مفید اور کس قدر فریق ثانی کو انصاف پر مائل کرنے والی ہوتی ہین۔

تیسری خصوصیت اس کتاب مین یہ ہے کہ سر ولیم میور نے وہ قدیم فرسودہ و بوسیدہ طریقہ جسکے بموجب مشنیری اسلام پر نکتہ چینی کرتے تھے اور جسمین اُنکو کبھی بمقابلہ اہل اسلام کے

کامیابی نہین ہوئی ترک کردیا تھا اور اُسکی جگہ اپنی کتاب لائف اوف محمد مین نکتہ چینی کا ایک ایسا طریقہ اختیار کیا تھا جو خاصکر تعلیم یافتہ لوگون پر۔ خواہ وہ مسلمان ہون خواہ ہندو اور خواہ عیسائی بہت زیادہ اثر کرنے والا تھا۔ مثلاً قدیم مشنیری مسلمانون کی کتب سیر و احادیث پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ وہ مثل انجیلون کے الہام سے نہین لکھی گیٔین اور اسلیے جن روایتون سے آنحضرت کے معجزات اور پیشین گوئیان ثابت کیجاتی ہین وہ اعتبار کے لائق نہین ہین۔ مگر سر ولیم میور نے اُنکے برخلاف تمام روایتون کو۔ جو مسلمانون کی حدیثون تفسیرن اور سیر کی کتابون مین مندرج ہین۔ صحیح تسلیم کرکے آنحضرت کی تعلیم اور اخلاق وغیرہ پر نکتہ چینی کی تھی۔ یا مثلاً پادری فانڈر وغیرہ اسلام کے برخلاف عقلی دلیلین پیش کرتے تھے اور اُسکی تعلیم کو انبیا کی روحانی تعلیم کے منافی بیان کرتے تھے؛ مگر سر ولیم میور نے بجاے عقلی دلیلون کے تاریخی شہادتین پیش کی تھین اور بجاے اسکے کہ اسلام کی تعلیم کو روحانیت کے برخلاف ثابت کرین اُسکو زمانۂ حال کی شایستگی اور تمدن و حسن معاشرت کے برخلاف ظاہر کیا تھا، مسلمانون کی موجودہ پستی اور تنزل کو اسلام کی تعلیم کا نتیجہ قرار دیا تھا اور مسلمان بادشاہون کی ہوا پرستی و سفاکی و خونریزی کا جوابدہ اسلام کو ٹھیرایا تھا۔ یہ باتین گو فی نفسہ صحیح ہون یا غلط مگر تعلیم یافتہ جماعتون کے دل پر جادو کا کام کرنیوالی تھین۔ سر سید نے ان تمام مغالطون کو نہایت معقول اور دلنشین دلائل سے رفع کیا ہے؛ اُنھون نے دو طویل خطبون مین صرف مسلمانون کی مذہبی کتابون کا اور اُن روایتون کا جو اُن کتابون مین درج ہین مفصل حال بیان کیا ہے جو اُن لوگون کے لیے جو سچائی اور انصاف سے اسلام کے متعلق کچھ لکھنا چاہین ہمیشہ کے واسطے ایک بے مثل رہنما ہے۔

ان خطبون مین روایات کی تنقید کے جو اصول و قواعد محدثین نے مقرر کیے ہین اور جو معیار اُنھون نے معتبر اور غیر معتبر روایتون کا قرار دیا ہے اُنکی تشریح ایسے بسط کے ساتھ کی گئی ہے کہ اُسپر غور کرنے کے بعد اُن روایات کی کچھ وقعت باقی نہین رہتی جنکی رو سے سر ولیم میور نے اسلام کی تعلیم اور بانی اسلام کے اخلاق پر نکتہ چینی کی ہے ۔ اُنھون نے نہایت صفائی اور وضاحت سے بیان کیا ہے کہ اسلام مین کوئی چیز ایسی نہین ہے جو زمانۂ حال کی شایستگی یا دنیوی ترقیات کی مانع ہو اور مسلمانون کے اعمال اور کردار جنکے ثمرے وہ آج بھگت رہے ہین اُنکے جوابدہ خود مسلمان ہین نہ اسلام اور جو مباحث تاریخی یا جغرافی تحقیقات پر مبنی تھے اُنکا فیصلہ ایسی عمدگی سے کیا ہے کہ کسی منصف مزاج آدمی کو۔ اگرچہ وہ اسلام کا کیسا ہی مخالف ہو۔ اُسکے تسلیم کرنے سے چارہ نہین ۔

مگر سب سے بڑی خصوصیت خطبات احمدیہ کی جو اُسکو اگلے علما کی کتابون سے ممتاز ٹھیراتی ہے وہ یہ ہے کہ اُسمین برخلاف دیگر علماے اسلام کے الزامی جوابون سے بہت ہی کم تعرض کیا گیا ہے؛ بلکہ ہر ایک اعتراض کا محققانہ جواب جو عیسائی اور لامذہب دونون کو برابر دیا جا سکے لکھا گیا ہے۔ الزامی جوابون سے سوا اسکے کہ صرف مسلمانون کی تسلی ہو جائے یا بعض صورتون مین عیسائی بھی ساکت ہو جائین اُن لوگون کی زبان بند نہین ہو سکتی جو اسلام اور عیسائیت دونون مذہبون سے الگ ہین یا مطلقاً قید مذہب سے آزاد ہین ۔ یہان بطور مثال کے مختصر طور پر ہم چند مقامات خطبات احمدیہ کے اس غرض سے دکھاتے ہین تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ عیسائیون کے مقابلہ مین سرسید کا طریق استدلال کیا ہے اور جنھون نے اُنسے پہلے اس مضمون پر کتابین لکھی ہین اُنکا طریق استدلال کیا تھا ؟ مگر ہم باوجود اسکے کہ سرسید نے اس مضمون کو پہلے کی نسبت بہت بلند

کر دیا ہے - مولانا رحمت اللہ اور مولوی آل حسن کے سر سید سے کچھ کم مداح اور شکر گزار نہین ہین جنھون نے ہندوستان کے مسلمانون کو مشنیریون کے حملون سے بچایا اور اُنسے مناظرہ کرنے کی سب سے پہلے بنیاد ڈالی اور جنکی کتابین دیکھکر پچھلون کو یہ خیال پیدا ہوا ۔

عیسائیون کا جو طعن آنحضرت صلعم پر بابت کثرت ازواج کے اور اسلام پر بابت اجازت تعدّدِ ازواج اور اجازت طلاق کے ہے اُسکی تردید مین ہمارے عُلمانے بالکل الزامی جوابون سے کام لیا ہے اور بلاشبہہ اگر عیسائی اپنے مذہب کے اصلی اصول کے پابند ہون تو یہ جواب اُنکے سکوت کے لیے کافی ووافی ہین مثلاً ازالۃ الاوہام مین توریت کے حوالون سے نہایت تصریح کے ساتھ حضرت ابراہیم کے تین نکاح، حضرت یعقوب کے چار نکاح، حضرت موسے کے دو نکاح، حضرت داؤد کی نوّے سے زیادہ بیویان - جنمین سے بعض منکوحہ اور بعض غیر منکوحہ تھین - اور حضرت سلیمان کی ایک ہزار بیویان اور بعض اَور انبیا کی کثرت ازواج کو ثابت کیا گیا ہے اسی طرح طلاق کی طعن پر توریت سے - جسکے احکام کو عیسائی منسوخ نہین مانتے - ثابت کیا ہے کہ حضرت موسے نے جواز طلاق کا حکم دیا ہے کتابِ استفسار، مین بھی اول اسی قسم کے الزامی جواب دیے ہین اور آخر مین جواب تحقیقی یہ لکھا ہے کہ کوئی دلیل عقلی یا نقلی توریت و انجیل سے بھی اس بات پر قائم نہین ہے کہ جو بہت سی بیویان کرے، وہ نبی نہین ہو سکتا یا خدا تعالے کسی نبی کو بہت سی بیویان کرنے کی اجازت نہین دے سکتا ۔ اور طلاق کی نسبت یہ لکھا ہے کہ اگرچہ انجیل مین طلاق کو منع کیا گیا ہے مگر توریت مین اجازت دیگئی ہے اور عیسائیون کا دعوے ہے کہ توریت اور انجیل آپس مین متحد ہین ناسخ و منسوخ نہین ۔

اگرچہ یہ جوابات جو ہمارے علمانے دیے ہین مسلمانون کی تسلی کے لیے اور اگر عیسائی اپنے مذہبی اصول کے پابند ہون تو اُنکے ساکت کرنیکے لیے کافی ہین مگر عیسائی۔ باوجودیکہ توریت کو الہامی کتاب اور قیامت تک غیر منسوخ جانتے ہین۔ نہ توریت کے کسی حکم کو مانتے ہین اور نہ توریت کے حوالون پر کان دھرتے ہین۔ نیز عیسائی انبیا کو مثل اہل اسلام کے معصوم نہین سمجھتے یہانتک کہ اُنھین سے بعض کی طرف بدترین گناہون کو منسوب کرتے ہین پس تاوقتیکہ عیسائیون کو تحقیقی جواب نہ دیا جائے اُنکی زبان بند نہین کیجا سکتی اسکے سوا الزامی جوابات اُن لوگون کے لیے جو توریت و انجیل کو نہین مانتے کافی نہین ہین جب تک اس زمانہ کی مُسلّمات کے موافق اُنکا جواب نہ دیا جائے۔

مسئلۂ تعدّدِ ازواج اور جوازِ طلاق کی بحث خطبات احمدیہ مین بھی آگئی ہے۔ اسمین سر سید نے اول سر ولیم میور کا اعتراض نقل کیا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ تعددِ ازدواج اور طلاق کا حکم عام اخلاق کی بیخکنی کرتا ہے، عام زندگی کو آلودہ اور ناپاک کرتا ہے اور حسن معاشرت کو درہم برہم کر دیتا ہے۔

اسکے جواب مین سر سید نے اول تعدد ازواج پر لمبی بحث کی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ "اس معاملہ پر تین حیثیتون سے بحث ہو سکتی ہے۔ اول قانونِ قدرت کے لحاظ سے؛ سو ہم قدرت کی بے خطا نشانیون سے پاتے ہین کہ جن ذی روحون کی نسبت اُنکے خالق کا یہ منشا تھا کہ اُنکے صرف ایک ہی مادہ ہو۔ اُنکی نسل ہمیشہ جوڑا جوڑا پیدا ہوتی ہے جنمین سے ایک مادہ اور ایک نر ہوتا ہے؛ برخلاف اسکے جن ذی روحون کی متعدد مادائین ہونی مقصود تھین اُنکے ایک سے زیادہ بچّے پیدا ہوتے ہین اور نر و مادہ کی تعداد متناسب نہین ہوتی۔ اس قانون کے بموجب جیسا کہ ظاہر ہے انسان دوسری قسم مین داخل ہے؛ مگر۔ چونکہ رتبہ مین بوجہ اُس بینش بہا قوت کے جو

مُدرکِ کلّیات وجزئیات ہے وہ تمام مخلوقات سے اشرف ہے - اسلیے اُسکا فرض ہے کہ جو قوتین اور حقوق مثل اُور ذمی روحون کے قدرت نے اُسکو عطا کیے ہین اُنکو احتیاط سے اور موقع بموقع بلحاظ امورات طبیعی اور حسنِ معاشرت اور انتظام خانہ داری یا نظمِ ملکی و قوانینِ حفظانِ صحت اور ممالک مختلفہ کی آب وہوا کے کام مین لائے ۔ ورنہ اُسمین اور دیگر حیوانات مین جو اُسکے آس پاس پھرتے ہین کچھ فرق نہین ہے اور ایک بکرے یا مرغے سے زیادہ کچھ رتبہ نہین رکھتا ۔ پس جسطرح کثرت ازواج اکثر حالتون مین قابل نفرت ہے ویسے ہی ایک سے زیادہ نہونے کا قطعی التزام خلاف فطرت ہے ۔

اسکے بعد سر سید نے معاشرت کے لحاظ سے اسی مسئلہ پر بحث کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ "انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے ۔ اسی بات کو توریت مین اسطرح بیان کیا ہے کہ "جب خدا تعالی کو یہ خیال آیا کہ انسان کا اکیلا ہونا اُسکے حق مین اچھا نہین ہے تو اُسنے اُسکے واسطے ایک ساتھی پیدا کیا" اور وہ عورت ہے جو اسواسطے پیدا کی گئی ہے کہ انسان کی زندگی کے فکر و تردد اور رنج و راحت مین شریک ہو، اپنی مجالست سے اُسکی خوشی کو بڑھاوے، اپنی محبت بھری ہمدردی سے اُسکی تکلیف کو کم کرے اور سب سے اخیر غرض جسکے لیے وہ پیدا کی گئی ہے یہ ہے کہ مرد کے ساتھ شریک ہو کر خدا کے اس بڑے حکم کی تعمیل مین کہ "بڑھو اور پھلو اور زمین کو آباد کرو" مدد دے ۔ مگر جب کبھی یہ مددگار کسی سبب سے اپنے ان قدرتی فرائض کے ادا کرنے مین قاصر ہو تو اُس دانشمند حکیم خالق زن و مرد نے اس نقصان کے رفع کرنے کی بالیقین کوئی تدبیر رکھی ہوگی اور وہ بجز اسکے اور کوئی نہین ہو سکتی کہ یا ایسی حالتون مین ایک سے زیادہ مگر کسی خاص حد تک ایک ہی وقت مین جورو ان رکھنے کی اجازت ہو اور یا پہلی زوجہ کو طلاق دینے کے بعد دوسری جورو کرے ۔ پچھلا حق عورت کو بھی حاصل ہونا چاہیے تھا؛ چنانچہ مذہب اسلام کی رو سے اُسکو حاصل ہے ۔ سیاست مُدن کے لحاظ سے صرف اتنا فرق ہے کہ مرد جب چاہیے یہ علاج کر سکتا ہے

لیکن عورت کو اول قاضی کی اجازت حاصل کرنی چاہیے"

"اگر اس تدارک کی انسان کو اجازت نہوتی تو اسکے سبب سے حسن معاشرت مین بڑا خلل واقع ہوتا اور انسان کو بدترین گناہون کی طرف مائل ہونا پڑتا۔ اگرچہ تعلیم و تربیت سے اس ضرورت کا کم ہونا ممکن ہے لیکن مٹنا محالات سے ہے۔ پس جہان اسکی ضرورت ہے وہان اُسکے عمل مین نہ لانے سے وہی تمام نقصان پیدا ہوتے ہین جو حسن معاشرت کے لیے سم قاتل ہین"

اسکے بعد وہ ڈیون پورٹ کی کتاب سے مانٹسکیو کی رائے تعدد ازواج کی تائید مین نقل کرتے ہین جسکا ماحصل یہ ہے کہ "گرم ملکون مین جہان عورتین جلد بڑھیا ہوجاتی ہین ضرور ہے کہ تعدد ازواج کا قاعدہ جاری کیا جائے" پھر مسٹر ہگنسز کی رائے لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ "علم قوامی انسانی اور علم طبیعیات کے ماہرین نے بعض وجوہات ایسی دریافت کی ہین جو کثرت ازواج کے واسطے بطور ایک عذر کے متصور ہوسکتی ہین اور ہم شمالی ملکون کے سرد خون والے مینڈک کے سے مزاج کے جانورون سے متعلق نہین ہوسکتین؛ مگر بنی آمعیل سے جو گرم ریگستان کے رہنے والے ہین متعلق ہوسکتی ہین" اس کے بعد مسٹر ہگنسز نے مسٹر ڈبلیو اوسلی صاحب کی یہ رائے نقل کی ہے کہ "ایشیا کے گرم ملکون کی تاثیر سے دونو گروہ یعنی مرد و عورت مین ایک ایسا اختلاف ہوتا ہے جو یورپ کی آب و ہوا مین نہین ہے جہان دونو برابر برابر اور بتدریج عالم ضعیفی کو پہنچتے ہین مگر ایشیا مین صرف مرد ہی کو یہ بات حاصل ہے کہ ضعیفی مین بھی قوی اور طاقتور رہتا ہے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو بانی اسلام کے لیے اس بات کی کہ اُنھون نے متعدد جورؤون کی اجازت دی ایک بڑی وجہ تھی اور یہ ایک کافی سبب اس بات کا ہے کہ حضرت عیسی نے اس مضمون کی نسبت اپنی کوئی رائے ظاہر نہین کی بلکہ اسکو ملکون کی گورنمنٹون کے آئین پر چھوڑ دیا؛ کیونکہ جوبات ایشیا کے واسطے

مناسب ہوگی وہ یورپ کے واسطے نامناسب ہوگی "

ان دونون مذکورہ بالا رایون پر سرسید یہ ریمارک کرتے ہین " افسوس کہ ان دونو صاحبون نے تعددِ ازدواج پر صرف امورات طبیعی کے لحاظ سے نظر کی ہے مگر مذہب اسلام مین یہ اجازت خاص خاص حالتون مین صرف امورات طبیعی کے لحاظ سے نہین دیگئی بلکہ زیادہ تر اس لحاظ سے دیگئی ہے کہ تزوج کی نیکیون کے واسطے اور مقاصدِ تزوج کے فوت ہوجانے کی حالت مین ایک تدارک حاصل ہو جو عین مرضی آدم وحوا کے پیدا کرنیوالے کی اُسکے قدرت کے کامون کی نشانیون سے معلوم ہوتی ہے "

اسکے بعد سرسید اُن اخلاقی خرابیون کا ذکر کرتے ہین جو آنحضرت سے پہلے عرب اور اُسکے گردونواح کے ملکون مین ازدواج کے متعلق واقع تھین جسکا خلاصہ یہ ہے کہ " ایران مین قوانینِ نکاح بالائے طاق رکھدیے گئے تھے ؛ یہان تک کہ بیٹے کو اُسکی مان ایسی ہی مباح تھی جیسے باپ کو اُسکی بیٹی اور بھائی کو اُسکی بہن ۔ یہودیون کے ہان جو ایران کے گوشۂ شمال مغرب مین بکثرت آباد تھے تعددِ ازدواج کی رسم بلا کسی قید اور حد کے بے روک ٹوک جاری تھی ۔ عرب مین ایرانیون اور یہودیون دونون کی رسمین یکسان جاری تھین ۔ تعددِ ازدواج کی کچھ انتہا نہ تھی ۔ تمام عورتین بغیر کسی امتیاز یا رتبہ یا عمر یا رشتہ داری کے مردون کی وحشیانہ خواہشون کے پورا کرنے کا کام دیتی تھین ۔ عیسائیون کا حال ان سب کے برخلاف تھا ؛ اُنکے ہان ایک جورو کرنی بھی کچھ نیکی نہین گنی جاتی تھی بلکہ رہبانیت اور تجرد محض کی عام ہدایت تھی اور مرد و عورت دونون کے لیے وہی نیکی گنی جاتی تھی ۔ ایسے زمانہ مین جبکہ عقل اور دل کی تاریکی چھائی ہوئی تھی اور اخلاق و معاشرت اسقدر بگڑ گئی تھی بانیِ اسلام نے ایک ایسا عمدہ قانون جاری کیا جو بلحاظ اپنی اصلیت کے نہایت کامل اور عقلِ کامل کے بالکل مطابق اور انسان کی تندرستی اور بہبودی اور حسن معاشرت کی ترقی کا نہایت عمدہ ذریعہ اور زن و مرد کی حالت زوجیت کے

حق مین اور دونو کے لیے اُس کی تلخیون کے دور کرنے مین نہایت ہی مفید ہے ‘‘

اسکے بعد اُنھون نے مذہب کی حیثیت سے اس مسئلہ پر بحث کی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ’’ جس خوبی سے اسلام نے تعدد ازدواج کو روکا ہے اسطرح نہ یہودیون کے مذہب نے اُسکی بندش کی ہے اور نہ عیسائی مذہب نے ۔ یہودیون کے ہان بکثرت اور بلا تعین حد ازدواج موجود ہے ۔ عیسائی مذہب نے بھی تعدد ازدواج کی کہین ممانعت نہین کی ؛ چنانچہ مسٹر ہگنز لکھتے ہین کہ ’’ مین نہین جانتا متعدد بیویون کی اجازت کی نسبت اسلام پر ایسا سخت طعن کیون کیا جاتا ہے ؟ حضرت سُلیمان اور حضرت داؤد کی نظیر پر۔ جو خدا کی دلی مرضی کے مطابق چلتے تھے اور جنکو خدا نے خاص اپنی شریعت کے احکام کی تعمیل کے لیے بنایا تھا۔ یہ امر ہرگز اعتراض کے لائق نہین ہے ؛ خصوصًا اسوجہ سے کہ عیسے مسیح نے بھی اُن بیس انجیلون مین سے ۔ جنکو اُنکے معتقدون نے اُنکے احکام قلمبند کرنے کے واسطے تحریر کیا تھا کسی انجیل مین اسکی ممانعت نہین کی ‘‘ جان ڈیون پورٹ نے بھی اپنی کتاب مین بائبل کی بہت سی آیتون کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ’’ ان آیتون سے پایا جاتا ہے کہ تعدد ازدواج صرف پسندیدہ ہی نہین ہے بلکہ خاص خدا نے اس مین برکت دی ہے ‘‘

اسکے بعد سرسید نے نہایت مشہور و معروف عیسائی عالم جان ملٹن ۔ جو تعدد ازدواج کا ایک مشہور حامی ہے اور جس نے اس امر کی تائید مین بائبل مین سے بہت سی آیتین نقل کی ہین اُسکی تقریر نقل کی ہے جس مین تعدد ازواج کے جواز پر ایک لطیف اور دقیق استدلال کیا گیا ہے ۔

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ ’’ یہ حال تو تعدد ازواج کی نسبت مذہب موسوی اور عیسوی مین تھا ؛ اب ہم کہتے ہین کہ اسلام نے تمام مذہبون سے بڑھکر تعدد ازواج کو نہایت خوبی سے روکا ہے اور صرف ایک ہی بیوی کرنے کو پسند کیا ہے اور تعدد کو صرف ایک نہایت محدود و خاص حالت مین جائز رکھا ہے ۔ ہمکو کچھ شبہہ نہین

کہ سچا مسئلہ سچے مذہب کا جو اُسکی مرضی کے موافق ہو جسنے مرد و عورت کو جوڑا پیدا کیا۔ ضرور ایسا ہوگا جو قانونِ قدرت کے تو برخلاف نہو اور معاشرت مین کوئی نقصان نہ پیدا کرے۔ اور وہ یہی ہو سکتا ہے کہ عموماً کثرتِ ازواج کی ممانعت اور بصورت ہائے خاص اور حالاتِ مستثنے مین اجازت ہو۔ اور یہی مسئلہ ٹھیٹ اسلام کا ہی۔ قرآن مجید نے اس نازک معاملہ اور دقیق اور پُر پیچ مطلب کو نہایت فصیح و بلیغ دو لفظون مین بیان کردیا ہے جہان فرمایا ہے " فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَۃً " (یعنی اگر تمکو خوف ہو کہ متعدد جورون مین عدل نکرسکوگے تو صرف ایک ہی جورو رکھنی چاہیے) اسکے بعد اُنکی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ " اس آیت کے اگر وہی ظاہری معنی لیے جائین جیسے کہ اکثر فقہا اور علما نے لیے ہین تو بھی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شارع نے تعدد ازواج کو گویا بالکل روک دیا ہے! کیونکہ جو سچا دیندار ہوگا وہ بغیر اشد ضرورت کے کبھی تعدد ازواج کی جو ایسی سخت شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے جرأت نہین کریگا۔ لیکن اگر اس آیت کے الفاظ کو بہ تعمقِ نظر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ تعدد کو شاذ و نادر صورتون کے سوا قطعًا ناجائز ٹھیرا دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ نہین کہا گیا کہ اِنْ لَمْ تَعْدِلُوْا بلکہ یہ فرمایا گیا ہو کہ اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا پس اگر یہ ممکن بھی ہو کہ مرد متعدد عورتون مین عدل کرسکے تو بھی عدل نہو سکنے کا اندیشہ کبھی زائل نہین ہو سکتا " اسکے بعد اُنھون نے دوسری آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عدل کرنا مرد کی طاقت سے باہر ہے اور اسلیے مستثنے صورتون کے سوا اُس کو متعدد جورویین کرنے کی کسی حالت مین اجازت نہین دی گئی اور وہ آیت یہ ہو " وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ " (یعنی تم ہرگز طاقت نہین رکھتے کہ عورتون مین عدل کرسکو) اسکے بعد وہ خاص خاص صورتون کو جنمین تعدّد ازواج کی اجازت دیگئی ہے بیان کرکے لکھتے ہین۔

" ہان بلاشبہہ اس اجازت سے اوباش اور شہوت پرست آدمیون کو جنکی زندگی کا منشا " مٹی کی اوجھل

شکار کھیلنا" ہے ایک حیلہ ہاتھ آگیا ہے۔ مگر اُس عمدہ اور مفید قاعدہ کی بیجا عملدرآمد کرنے سے وہ لوگ اُس خدا کے سامنے جوابدہ ہونگے جو انسانون کے دلون کا محرم راز ہے اور وہ یقیناً اُنکو اس قسم کی سزا دیگا جو اُنکے گناہ کے لحاظ سے واجب ہوگی"

"ان تمام باتون کے سمجھنے کے بعد ہمارے اس خطبہ کے پڑھنے والے یقین کرینگے کہ جو تعدد ازدواج اس زمانہ مین رائج ہے کہ جہان ذرا دولت ہوئی اور دو - دو - تین - تین اور چار - چار جوروان کرنے لگے ' اور ایک بازاری عورت کو داؤن پرچڑھایا اور نکاح کر مارا ' جہان مقدس بزرگ مولوی ہوئے اور اللہ میان کے سانڈ بنے ' اُسی بیدنی کو لے ڈالا ' وہان وعظ کہنے لگے اور سنت نکاح ثانی کو جاری کیا ' قرآن پڑھاتے پڑھاتے دوسرا سبق خطبۃ النکاح کا پڑھانے لگے ؛ اور ہمارے دوسرے بھائیون نے ایک حیلہ متعہ کا جو جاہلیت مین تھا اسلام مین پیدا کر کے عورتون کو ٹھنگانا شروع کر دیا ؛ ان سب باتون کو مذہب اسلام سے کچھ تعلق نہین ہے ؛ یہ سب ایک قسم کی اوباشی کے ڈھنگ ہین جنسے اسلام نفرت کرتا ہے ؛ اور وہ سب ہوا پرست اوباش ہین جنسے اسلام کا نام بدنام ہوتا ہے۔ پس ایسے شخص کے افعال پر اسلام کی خوبی وحقیقت سے چشم پوشی کرنا چمگادڑون کے لیے آفتاب کا سیاہ کرنا ہے"

اسکے بعد سرسید نے طلاق کے مسئلہ پر بحث کی ہے۔ وہ اول حسن معاشرت کی نظر سے اُس پر نظر ڈالتے ہین اور اس بات کو تسلیم کرتے ہین کہ سب سے بڑا دشمن حسن معاشرت و تمدن کا طلاق ہے جس سے نکاح کی وقعت گھٹ جاتی ہے اور مرد کی محبت کا عورت کے ساتھ اور عورت کی وفاداری کا مرد کے ساتھ اعتبار نہین رہتا۔ اسکے بعد لکھتے ہین "لیکن اس بات سے بھی انکار نہین ہوسکتا کہ اگر کسی سبب سے ایسی خرابیان مرد و عورت مین پیدا ہوجائین جو کسی طرح اصلاح کے قابل نہون تو اُنکا بھی کچھ علاج ہونا چاہیے اور وہ علاج طلاق ہے ؛ کیونکہ اس سے مرد و عورت کو آزادی ہوجاتی ہے جنکے مزاج کے اختلاف سے دونون کی

زندگی تلخ ہوگئی تھی۔ با اینہمہ اگرچہ طلاق ایک شخص واحد کے حق مین مفید ہو لیکن بلحاظ اُن بداخلاقیون کے۔ جو اکثر اوقات نہایت آشکارا طور پر وقوع مین آتی ہین۔ اور نیز اُس مضرت بخش اثر کی وجہ سے جو طرفین کی اولاد پر اپنے والدین سے جدا ہونے سے ہوتا ہے تمدن کے حق مین کچھ کم مضرت پہنچانے والا نہین ہے۔ پس جبکہ طلاق کے ساتھہ ایسی خرابیان لگی ہوئی ہین تو اُس کو بطور ایک علاج کے سمجھکر اُسی حالت مین اُسکی جانب رجوع کرنا جائز ہوسکتا ہے جبکہ اُسپر عمل کرنے سے ایسی مصیبتین۔ جو طلاق کی مصیبتون سے بھی زیادہ ناقابل برداشت ہون، اور ایسے تردداتِ و تفکرات مین ڈالنے والی ہون۔ جو طلاق کے رنجون سے بھی زیادہ رنج دینے والے، اور روزافزون رنجشین پیدا کرنے والے' اور باہمی معاشرت کے بدلے دن رات کی لعن وطعن وجوتی پیزار مین رکھنے والے ہون۔ دور ہوسکتے ہون۔ اگر ایسی حالت مین طلاق کو جائز رکھا جائے۔ جیساکہ اسلام نے اسی حالت مین جائز رکھا ہے۔ تو وہ کسی طرح حسن معاشرت کے مخالف نہین ہے بلکہ اُسکی اصلاح کرنے والی اور ترقی دینے والی ہے"

اسکے بعد مسئلہ طلاق پر اسلام اور مذہب موسوی وعیسوی کے بموجب گفتگو کی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ" یہودیون کے ہان طلاق دینا بغیر کسی قید و شرط و حالت کے مرد کے اختیار مین تھا؛ جب وہ چاہتا تھا طلاق نامہ لکھکر جورو کو دیدیتا تھا اور اسپر کوئی گناہ عائد نہوتا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس حکم کو منسوخ کیا اور جیساکہ اس زمانہ کے عیسائی سمجھتے ہین۔ سوائے زنا کے اور کسی حالت مین طلاق کو جائز نہین رکھا۔ لیکن اگر فی الواقع عیسائیون کے خیال کے موافق طلاق کی امتناع سے حضرت عیسیٰؑ کا یہی مطلب تھا تو یہ ایک ایسا سخت حکم تھا جسکی برداشت انسان کی طاقت سے باہر تھی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کے معتقدون نے اُن سے کہا کہ اگر جورو سے مرد کا یہ طور ہے تو جورو کرنا خوب نہین۔ اگر یہ حکم اسی طرح مانا جائے جیساکہ آج کل عیسائی مانتے ہین تو

حسن معاشرت کے لیے نہایت ہی مضر ہے ؛ اور جو رنج وہ امور زن و شوہر مین واقع ہوجاتے ہین جنسے تمام اغراض تزوج برباد ہوجاتے ہین اُسکا کچھ بھی علاج نہین ہے اور زن و مرد دونون کے لیے اَور بہت سی خرابیون اور خوفناک حالتون مین پڑنیکا اندیشہ ہے "

اسکے بعد سر سید نے یوروپ کے مشہور و نامور عیسائی عالم جان ملٹن کی بہت لمبی تقریر اور محققانہ رائے جو وہ اس مسئلہ کے متعلق رکھتے ہین نقل کی ہے اور بائبل کی جن آیتون سے اُنھون نے جوازِ طلاق پر استدلال کیا ہے وہ سب آیتین نقل کی ہین۔ جس سے نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ "حضرت عیسےٰؑ نے جو یہ فرمایا تھا کہ۔ جو کوئی اپنی جورو کو سوائے زنا کے کسی سبب سے طلاق دے اور دوسرے سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے۔ اُسکے ہرگز یہ معنی نہین ہین جو اس زمانہ کے عیسائی سمجھتے ہین " اس سے آگے چلکر وہ لکھتے ہین کہ " اگر غور کیا جائے تو یہ کہنا کچھ بیجا نہوگا کہ جان ملٹن نے اپنی بحث مین جو کچھ روشنی بائبل کے ورسون پر ڈالی ہے وہ سب اسلام کی روشنی سے لی گئی ہے کیونکہ اسلام نے بارہ سو برس پیشتر بتادیا تھا کہ طلاق نہ بطور معجون مفرح کے استعمال کرنے کو ہے بلکہ صرف ایک مرض لاعلاج کا علاج ہے "

جان ملٹن کی تقریر نقل کرنیکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " اب دیکھنا چاہیے کہ اسلام نے نسبت طلاق کے کیا کیا ؟ اُسنے طلاق کو بطور ایک مرض لاعلاج کے جائز و مباح بتایا ہے ۔ مگر زن و شوہر کا معاملہ ایک ایسا نازک اور ایک عجیب قسم کے ارتباط و اختلاط کا معاملہ ہے کہ جو اُسمین بیماری پیدا ہو سوائے اُنھین دونو کے اور کوئی تیسرا شخص اس بات کی تشخیص نہین کرسکتا کہ آیا وہ اُس حد تک پہنچ گئی ہے جسکا علاج بجز طلاق کے اور کچھ نہین ۔ اسلیے بانی اسلام نے اس مرض کی تشخیص نہ کسی جج یعنی قاضی کی رائے پر منحصر کی ہے نہ کسی

مفتی کے فتوے پر بلکہ صرف شوہر کی رائے اور اخلاق پر جسکی تسلی اور موانست کے لیے ابتدا مین عورت بطور انیس دلنواز اور مونس غمگسار کے پیدا ہوئی تھی "

"اب اس بات کی بندش کہ وہ علاج بے محل اور بے موقع نہ استعمال کیا جائے صرف مرد کے اخلاق اور دلی نیکی اور روحانی تربیت پر منحصر تھی جو نہایت اعلے درجہ پر خاص اسی معاملہ مین مذہب اسلام نے اپنے سچے مریدون اور ٹھیٹ مسلمانون کو کی ہے "

"بانی اسلام نے اسلام کے سچے پیروون کو بتایا کہ "ماخلق اللہ شیئاً علی وجہ الارض ابغض الیہ من الطلاق " (یعنی کوئی چیز خدا تعالے نے زمین کے پردہ پر ایسی پیدا نہین کی جو خدا کے نزدیک طلاق سے زیادہ مبغوض ہو) "

"پھر ایک دفعہ یون فرمایا کہ " ابغض الحلال الی اللہ الطلاق " (یعنی خدا کے نزدیک مباح چیزون مین سب سے زیادہ مبغوض اور مکروہ چیز طلاق ہے) "

اسکے بعد لکھتے ہین "کہ یہ ہدایت تو مردون کی نسبت تھی اور عورتون کو جو طلاق لینا چاہتی ہین یہ فرمایا "ایما امرأۃ سالت زوجہا طلاقا فی غیر ما بأس فحرام علیہا رائحۃ الجنۃ " (یعنی جو عورت اپنے خاوند سے بغیر سختی کی حالت کے طلاق چاہے اُسپر جنت کی بو تک حرام ہے) "

پھر لکھتے ہین کہ " پیغمبر خدا صلعم طلاق دینے والے سے ایسے ناراض ہوتے تھے جس سے بعض لوگون کو یہ خیال ہو گیا کہ جو شخص اپنی جورو کو دفعۃً قطعی طلاق دیدے وہ قتل ہونے کے لائق ہے ۔ چنانچہ نسائی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنی جورو کو دفعۃً تین طلاقین دیدین - یہ سنکر آنحضرت صلعم غصہ مین بھرے ہوے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کیا اسنے خدا کے حکم کو کھیل بنایا ہے ؟ اور وہ بھی ایسی حالت مین کہ مین تم مین موجود ہون

یہ سنکر ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اسکو قتل نہ کرڈالوں ؟ یعنی وہ شخص آنحضرت کی شدت غضب سے یہ سمجھا کہ اس شخص نے قتل کیے جانیکے لائق کام کیا ہے "

اسکے بعد اُنکی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ " بانی اسلام نے طلاق کے روکنے مین انھین تہدیدون اور ہدایتون پر بس نہین کی بلکہ نکاح اور ملاپ قائم رکھنے کے لیے یہ تدبیر رکھی ہے کہ جب تک تین دفعہ طلاق نہ دیجائے زن وشوہر مین پوری تفریق نہو اور دفعۃً تین طلاقین دینے کی ممانعت فرمائی اور حکم دیا کہ سوچ سوچ اور سمجھ سمجھکر مناسب فاصلہ سے طلاق دیجائے کہ ہر ایک مین تقریبًا پچیس روز کا فاصلہ ہوتا ہے : تاکہ پہلی طلاق کے بعد اگر آپس مین صلح ہوجائے تو بدستور زن وشوہر مین اور دوسری طلاق کے بعد بھی بشرط مصالحت کے اسی طرح ملاپ ہوجائے لیکن اگر تیسری طلاق بھی واقع ہوجائے تو سمجھا جائے کہ یہ بیل منڈھے چڑھنے والی نہین ہے اور پھر دائمی تفریق ہوجائے ۔

علاوہ ان ہدایتون کے عورتون کے ساتھ محبت رکھنے اور اُنکے ساتھ مہربانی اور خاطرداری سے پیش آنے اور اُنکی سختی اور بدمزاجی کو تحمل کے ساتھ برداشت کرنے کی نہایت تاکید سے ہدایت فرمائی ہے اور یہ سب باتین اسی مکروہ چیز یعنی طلاق کے روکنے کو ہین ۔

اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ اسلام صرف اسی حالت مین طلاق کی اجازت دیتا ہے جب کہ وہ زن وشوہر کے حق مین ایک بیش بہا نعمت ثابت ہو اور اُسکے ذریعہ سے حالتِ زوجیت کی تمام تلخیان رفع ہوجائین یا کم ہوجائین اور بغیر اُسکے حالتِ معاشرت روز بروز خراب ہوتی جائے ۔ اس صورت مین ظاہر ہے کہ طلاق بجاے اسکے کہ حسن معاشرت کے حق مین مضر ہو وہ زن وشوہر دونون کے حق مین ایک برکت اور حسن معاشرت کی ترقی کا کامل ذریعہ ہوگی ۔ ہان مین اس بات کو قبول کرونگا کہ مسلمانون نے اس عمدہ حکم کو نہایت قابل نفرت

طریقہ پر استعمال کیا ہے؛ پس انکے افعال کی نفرین اُنھین پر ہونی چاہیے نہ مذہب اسلام پر۔ ہمکو امید ہے کہ تمام منصف مزاج لوگ جب اسلام کے اس مسئلہ پر غور کرینگے تو قبول کرینگے کہ جو عمدہ طریقہ اس باب مین اسلام نے اختیار کیا ہے وہ عقل، انصاف اور معاشرت کی نظر سے ایسا عمدہ ہے کہ اُس سے بہتر ہو ہی نہین سکتا اور صاف صاف یقین دلاتا ہے کہ یہ مسئلہ اُسی استاد کا بتایا ہوا ہے جس نے انسان کو پیدا کر کے اُسکے لیے اُسکا جوڑا پیدا کیا تاکہ اُسکی تسلی اور دل کی خوشی کا باعث ہو۔

جہاد کے طعن پر بھی ازالۃ الاوہام اور استفسار وغیرہ مین عہد عتیق کے بے شمار حوالون سے ثابت کیا گیا ہے کہ جس شدت اور سختی کے ساتھ جہاد کا حکم انبیاے بنی اسرائیل کو دیا گیا اور جسطرح انبیا نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اسلام مین ویسی شدت اور سختی جہاد کے حکم مین نہین ہے۔ یہ جواب بھی بلاشبہہ عام مسلمانون کے اطمینان اور عیسائیون کے ساکت کرنے کے لیے۔ جو کہ تمام عہد عتیق کو الہامی جانتے ہین۔ کافی تھا؛ مگر جو لوگ یہودی یا عیسائی مذہب کے قائل نہ تھے اور جہاد کو عموماً۔ خواہ وہ کسی مذہب مین ہو۔ اصولِ تمدن اور حسنِ معاشرت کے خلاف جانتے تھے اور مسلمان فاتحون کے افعال کی بدولت خود اسلام کو سب مذہبون سے زیادہ نوع انسان کی آزادی کا دشمن سمجھتے تھے اُنکے لیے اور اُن تعلیم یافتہ مسلمانون کے لیے جو ان معترضین کی تحریرین دیکھتے تھے کافی نہ تھا۔

سرسید نے خطبات احمدیہ مین اور اُسکے سوا اپنی اور بہت سے تحریرون مین اس مغالطہ کو اس طرح رفع کیا ہے کہ فی الواقع کسی انصاف پسند کو۔ خواہ وہ عیسائی ہو اور خواہ غیر عیسائی۔ اسلام کے مسئلہ جہاد پر نکتہ چینی کرنے کا محل باقی نہین رہا۔ سب سے زیادہ مفصل بحث اُنھون نے اس مسئلہ پر اپنی تفسیر مین کی ہے؛ مگر یہان ہم صرف اُنکی اُس تحریر کا بہت مختصر خلاصہ۔ جو خطبات مین

درج ہے۔ لکھتے ہین ۔

سرولیم میور نے اپنی کتاب کی پہلی جلد مین اسلام پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اُسنے مذہب کے معاملہ مین راے کی آزادی بالکل روک دی بلکہ بالکل معدوم کردی ہے ۔ سرسید نے اُسکے جواب مین اول ایک لمبی تحریر مین اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ جیسی آزادی راے کی روک عیسائی مذہب مین ہے ایسی دنیا کے کسی مذہب مین نہین ہے ۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " اگر عیسائیون کے قول کے موافق اسلام مین آزادی راے نہونے کے یہ معنی ہین کہ اسلام کے قبول نکرنے کی لازمی سزا تلوار ہے تو یہ اسلام پر اُن جھوٹے الزامات مین سے ہے جو غیر مذہب والون نے ناانصافی سے اُسپر لگائے ہین ۔ یا تو وہ لوگ اصول اسلام سے ناواقف ہین یا دیدہ ودانستہ حق پوشی کی نظر سے ایسا کیا ہے ۔ جبکہ اسلام دلی یقین اور قلبی تصدیق پر منحصر ہے تو کیونکر یہ بات خیال مین آسکتی ہے کہ وہ زبردستی منوایا اور قبلوایا جاتا ہے ۔ جو لوگ اسلام سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہین وہ سمجھ سکتے ہین کہ یہ الزام قرآن مجید کے اس صاف اور روشن حکم کے کسقدر برخلاف ہے کہ " لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ " (یعنی دین کے معاملہ مین کچھ جبر نہین ہے کیونکہ ہدایت اور گمراہی مین صاف فرق ظاہر ہوگیا ہے)

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " جس اصول پر حضرت موسیٰ نے کافرون پر تلوار کھینچی تھی ۔ اور یہودیون اور عیسائیون کے نزدیک خدا کے حکم سے وہ تلوار کھینچی گئی تھی ۔ کہ تمام کافرون اور بت پرستون کو بغیر استثنا کے قتل وغارت اور نیست ونابود کردین ۔ اُس اصول پر اسلام نے کبھی تلوار میان سے نہین نکالی ؛ اُسنے کبھی تمام کافرون اور بت پرستون کے نیست ونابود کرنے کا یا کسی کو تلوار کی دھار سے مجبور کرکے اسلام قبلوانے کا ارادہ نہین کیا ۔ ہان بلاشبہہ اُسنے بھی تلوار نکالی مگر دوسرے مقصد سے ۔ یعنی خداپرستون کی جان ومال کی حفاظت اور اُنکو خداپرستی کا موقع ملنے کو ۔ اور یہ وہ منصفانہ اصول ہے جسپر کوئی شخص الزام نہین لگا سکتا ۔ ابتداے اسلام مین

مسلمانون پر بہت بڑا فرض تھا اور اب بھی بقدر ضرورت وقت کے اُنپر فرض ہے کہ کافرون کے ملکون مین جائین اور خدا کی توحید کا یقین اُنکے دل مین بٹھائین جہان کوئی ایسے وعظ و نصیحت کا مانع نہین ہے وہان اسلام نے تلوار نکالنے کی ہرگز اجازت نہین دی۔ مگر جب خدا کے نام کی منادی روک دیجائے اور موحدون کو امن میسر نہو۔ جیسا کہ مکہ مین کافرون نے کیا کہ جب مسلمان مکہ سے نکل گئے تو بھی اُنکا تعاقب نہ چھوڑا۔ اُس وقت بلاشبہہ اپنے بچاؤ اور اعلاے کلمۃ اللہ کے لیے اسلام نے تلوار نکالنے کی اجازت دی ہے"

مذکورۂ بالا مضمون کو نہایت مفصل و مشرح بیان کرنیکے بعد وہ لکھتے ہین کہ "اس بیان سے اُن عیسائی مصنفون کی بھی غلطی صاف صاف ظاہر ہوتی ہے جو لکھتے ہین کہ اسلام مین دوسرے مذہب کو آزادی سے رہنے دینا مطلق نہین ہے" پھر لکھتے ہین کہ "ہان ہم اس بات کا انکار نہین کرتے کہ مسلمان فتحمندون مین سے بعضون نے نہایت بیرحمی سے دوسرے مذہب کی آزادی کو برباد کیا؛ مگر مذہب کا اندازہ اُنکے افعال سے نہین بلکہ اس بات سے کرنا چاہیے کہ آیا اُنھون نے اسلام کے مطابق عمل کیا یا نہین؟ اُسوقت صاف کھل جائیگا کہ اُنکے افعال اسلام کے بالکل برخلاف تھے۔ مگر اسی کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہین کہ جو مسلمان فتحمند اپنے مذہب کے پابند تھے وہ دوسرے مذہب کی آزادی مین خلل انداز نہ تھے اور اپنی تمام رعایا کو بلالحاظ قوم و مذہب کے ہر طرح کا امن و آزادی بخشتے تھے"

اسکے بعد لکھتے ہین کہ "چمبرز انسایکلوپیڈیا مین ایک عیسائی مصنف نے۔ جس سے اسلام کی طرفداری کی بالکل توقع نہ تھی۔ اسپین کے علم تاریخ پر ایک آرٹکل لکھا ہے اُسمین وہ لکھتا ہے کہ "اسپین کے بنی امیہ خلفا کی حکومت کی ایک مشہور و معروف بات قابل بیان ہے کیونکہ اُس سے اسپین کے ہمعصر۔ یعنی عیسائی۔ اور پچھلے مسلمان بادشاہون کے مقابلہ مین بلکہ اس اُنیسوین صدی کے زمانہ تک اُن پادشاہون کی بڑی عمدگی پائی جاتی ہے؛ یعنی اُنکا عام طور سے دوسرے مذہب کو مذہبی معاملات مین آزادی کا دینا"

اسکے بعد گاڈفری ہگنسر کی رائے اس امر کے متعلق نقل کی ہے جسکے چند فقرے یہان نقل کیے جاتے ہین "کوئی بات ایسی عام نہین ہے جیسی کہ پادریون کی زبانی اسلام کی مذمت اسوجہ سے سننے مین آتی ہے کہ اُسمین تعصب زیادہ ہے اور دوسرے مذہب کو آزادی نہین ہے ۔ یہ عجیب زعم اور محض ریاکاری ہے: وہ کون تھا جسنے مُور مسلمان باشندگان اسپین کو باین وجہ کہ وہ عیسائی مذہب قبول نہین کرتے تھے جلاوطن کر دیا تھا ؟ اور وہ کون تھا جس نے میکسیکو اور پیرو کے لاکھون باشندون کو قتل کیا تھا اور اُن سبکے بطور غلام کے دیدیا تھا اسوجہ سے کہ وہ عیسائی نہ تھے ؟ مسلمانون نے بمقابلہ اسکے یونان مین کیا کیا ؟ کئی صدیون سے عیسائی[1] امن وامان کے ساتھ اپنی ملکیت پر قابض چلے آتے ہین، اور اُنکے مذہب، اُنکے پادریون، اُنکے بشپ، اُنکے بزرگون اور اُنکے گرجاؤن کی نسبت دست اندازی نہین کی گئی ہے ۔ جو لڑائی بالفعل یونانیون اور ترکون مین ہو رہی ہے وہ بہ نسبت اُس لڑائی کے جو حال مین ڈیمرارا کے حبشیون مین ہوئی تھی کچھ زیادہ مذہبی نہین ہے"

"ایک نہایت دانشمند مگر غیر معتقد عالم نے مسلمانون کے ذکر مین بیان کیا ہے کہ "وہ کسی شخص کو ایذا نہین دیتے تھے اور یہودی اور عیسائی سب اُنمین خوش وخرم تھے ۔ اگرچہ بظاہر مُور اسوجہ سے جلاوطن کیے گئے تھے کہ وہ عیسائی مذہب قبول نہین کرتے تھے مگر مجھکو گمان ہے کہ وہ اپنی دلیلون سے عیسائیون پر اس قدر غالب آگئے تھے کہ نادان عیسائی منک (راہب) سمجھتے تھے کہ اُنکی دلیلون کا جواب صرف مذہبی عدالت کی سزا اور تلوار سے ہو سکتا ہے اور مجھکو کچھ شبہہ نہین کہ جہان تک اُنکی ناقص قوت جواب دینے کے باب مین تھی وہان تک اُنکا یہ خیال صحیح تھا"

[1] مصنف مذکور کے زمانہ مین یونان ترکون کے قبضہ مین تھا ۱۲

"خلفا کی تمام تاریخ کی کوئی بات ایسی نہین مل سکتی جو ایسی رسوائی کا باعث ہو جیسے کہ (عیسائیون مین) مذہبی عدالت سے سزا دینا تھا اور نہ کوئی مثال اس بات کی پائی جاتی ہے کہ کوئی شخص اپنا مذہب چھوڑنیکے سبب آگ مین جلایا گیا ہو اور نہ مجھکو یقین ہے کہ زمانۂ امن مین صرف اسوجہ سے قتل کیا گیا ہو کہ اُسنے اسلام قبول نہین کیا"

اسکے بعد جان ڈیون پورٹ کی کتاب اپالوجی سے مندرجۂ ذیل عبارت نقل کرتے ہین

"خونریزی اور بردباری اُن نو احمقانہ جہادون کی جو عیسائیون نے تقریبًا دوسو برس تک ترکون پر کیے اور جس مین کئی لاکھ آدمی ہلاک ہوے، پھر قتل کرنا اُن شخصون کا جو اس عقیدہ کو نہین مانتے تھے کہ انسان کو دوبارہ اصطباغ ہونا چاہیے۔ لوتھر کے پیرودن اور رومن کیتھلک مذہب والون کا دریاے رائن سے لیکر انتہاے شمال تک ہنری ہشتم اور اُسکی بیٹی میری کے حکم سے قتل ہونا، فرانس مین سینٹ بارتھولومیو کا قتل ہونا، چالیس برس تک اور بہت سی خونریزیون کا ہونا، فرانسیس اول کے عہد سے ہنری چہارم کے پیرس مین داخل ہونے تک عدالت مذہبی کے حکم سے قتل کا ہونا۔ جو اتنا اسلیے قابل تفریق ہے کہ وہ عدالت کی راے سے ہوا تھا۔ علاوہ اسکے وہ بیس برس کی خرابیان جبکہ پوپ پوپ کے مقابلہ مین اور بشپ بشپ کے مقابلہ مین تھے، زہرخورانی اور قتل کی وارداتون کا ہونا۔ +++ اور آخرکار اِس خوفناک فہرست کا خاتمہ ہونیکے لیے ایک کرور بیس لاکھ نئی دنیا کے باشندون کا صلیب ہاتھ مین لیے قتل ہونا، اسمین شک نہین کہ ایسا مکروہ اور گویا ایک غیر منقطع سلسلہ مذہبی لڑائیون کا چودہ سو برس تک سوا ے عیسائیون کے اور کہین ہرگز جاری نہین رہا"

اسکے بعد مشہور عیسائی مؤرخ مسٹر گبن کی راے اُس آزادی کی تائید مین جو اسلام نے غیر قومون کو دی ہے نقل کی ہے۔ پھر ایک آرٹکل سے۔ جو کسی یورپین مصنف نے ایسٹ اینڈ ویسٹ اخبار مین چھپوایا تھا۔ مندرجۂ ذیل عبارت نقل کی ہے "اسلام نے کسی مذہب کے مسائل مین دست اندازی

نہین کی ۔ کسی کو ایذا نہین پہنچائی ' کوئی مذہبی عدالت خلاف مذہب والون کو سزا دینے کے لیئے قائم نہین کی
اور کبھی اسلام نے لوگون کے مذہب کو بجبر تبدیل کرنے کا قصد نہین کیا ۔ ہان اُسنے اپنے مسائل کا جاری ہونا
چاہا مگر اُسکو جبرًا جاری نہین کیا ۔ اسلام کی تاریخ مین ایک ایسی خاصیت پائی جاتی ہے جو دوسرے مذہب کو
غیر آزاد رکھنے کے بالکل برخلاف ہے "

اسکے بعد فلسطین کے ایک عیسائی شاعر لامارٹین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "صرف مسلمان
ہی تمام روے زمین پر ایک قوم ہین جو دوسرے مذہب کو آزادی سے رکھتے ہین "

پھر ایک انگریزی سیاح سیلڈن کا یہ قول نقل کیا ہے جو اُسنے بطور طعن کے مسلمانون کی
نسبت کہا ہے یعنی یہ کہ " وہ حد سے زیادہ دوسرے مذہب کو آزادی دیتے ہین "

یہ تمام اقوال نقل کرنے کے بعد سرسید لکھتے ہین کہ " دیکھو یہ سب رائین بہت سے بے طرفدار
اور فیاض طبع عیسائی مصنفون کی سر ولیم میور کے اس بے سند دعوے کے کیسے برخلاف ہین کہ اسلام مین دوسرے
مذہب کو آزاد رکھنے کا نام بھی نہین ہے "

ان دو مثالون کے بعد ہم سرسید کی کتاب کی نہایت مختصر کیفیت ۔ جس سے مصنف کی محنت
اور جانفشانی کا ۔ جو اس کتاب کے لکھنے مین اُسنے کی ہے ۔ کسی قدر اندازہ ہو سکے اور ناظرین کے
ذہن مین کتاب کی حقیقت کا ایک دُھندلا سا خیال پیدا ہو جائے ۔ بیان کرتے ہین ۔

پہلے خطبہ مین ۔ جو سب سے بڑا اور بجاے خود ایک کتاب ہے عرب کا نہایت مفصل تاریخی جغرافیہ
مسلمانون کے اُن بعض مُسلمات کے ثابت کرنیکے لیے ۔ جنکا سر ولیم میور نے اپنی کتاب مین انکار
کیا ہے بطور بنیاد مباحث آیندہ کے بیان کیا گیا ہے تاکہ آیندہ خطبات مین اس بات کا فیصلہ

خطبات احمدیہ کے مضامین کا خلاصہ

پہلا خطبہ

آسانی سے ہو سکے کہ مثلاً جبل فاران - جسکا نام توریت کی ایک آیت مین آیا ہے اور جس سے مسلمان آنحضرتؐ کی نبوت کی بشارت نکالتے ہین - آیا وہ بقول اہل اسلام جبال عرب مین سے ہے یا بقول سر ولیم میور کے جبال شام مین ؟ یا یہ کہ فی الواقع حضرت سمعیل اور اُنکے بیٹے عرب کے مختلف حصون مین - جیسا کہ مسلمان کہتے ہین - آباد ہوے یا بقول سر ولیم میور کے آباد نہین ہو ؟ یا یہ کہ آنحضرت کا سمعیل کی اولاد مین ہونا ثابت ہے یا بقول سر ولیم میور کے ثابت نہین ہو ؟ اس خطبہ مین سر سید نے توریت کے حوالون اور عیسائی محققون کی شہادتون سے اپنے ہر ایک دعوے پر سر ولیم میور اور دیگر عیسائی مصنفون کے برخلاف استدلال کیا ہے ۔

خطبہ دوسرا

دوسرے خطبہ مین عربِ جاہلیت کی رسوم و عادات اور خیالات و عقائد اچھے پائے - جہان تک کہ شعراے جاہلیت کے اشعار اور دیگر معتبر ذریعون سے معلوم ہوے ۔ بیان کیے ہین اور جسقدر باتین اشعار سے استنباط کی ہین اُنکے ساتھ وہ اشعار یا مصرعے بھی نقل کر دیے ہین جن سے ان باتون کا سراغ لگایا گیا ہے ۔ یہ خطبہ اس غرض سے لکھا گیا ہے تاکہ لوگون کو اس بات کے اندازہ کرنے کا موقع ملے کہ اسلام سے پہلے عرب کی کیا حالت تھی اور اسلام کے بعد اُنکے اخلاق اور عادات اور عقائد و خیالات کس درجہ تک تبدیل ہو گئے ۔

خطبہ تیسرا

تیسرے خطبہ مین اُن ادیان مختلفہ کا جو اسلام سے پہلے عرب مین شایع تھے اور اس بات کا بیان ہے کہ اسلام ان تمام ادیان مین کونسے دین سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے ؟ اس خطبہ مین بیان کیا گیا ہے کہ اہل عرب اسلام سے پہلے چار فرقون مین منقسم تھے - بت پرست - خدا پرست - لامذہب اور معتقدینِ مذہب الہامی - انمین سے اول کے تین فرقون کا ذکر کرنے کے بعد عرب کے

الہامی مذاہب کی تفصیل بیان کی ہے - اول مذہبِ صابئین - (۲) مذہب ابراہیم اور دیگر انبیاے عرب یعنی ہود صالح اسمعیل اور شعیب کا (۳) مذہب یہود (۴) مذہب عیسوی ۔

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " ان مذاہب نے بھاری بوجھ کے نیچے ملک عرب ایک مذبوحی حرکت کر رہا تھا کہ دفعۃً اسلام نمودار ہوا اور اُسکو مسرت آمیز سرور مین ڈالکر اُسکا غیر متحمل بوجھ دور کر دیا اور دفعۃً جزیرۂ عرب کے چارون کونون کو صدق کے نور سے بھرپور کر دیا " اسکے بعد اُنھون نے مفصل بیان کیا ہے کہ اسلام نے عرب کے مذاہب مذکورہ مین کیا کیا اصلاحین کین ؟ کن باتون کو قائم رکھا اور کن امور مین انسے مخالفت کی ؟ اسکے بعد جو اکثر عیسائی اعتراض کرتے ہین - کہ اسلام درحقیقت اصول و عقائدِ متفرقہ و منتشرۂ مذاہبِ سابقہ کی محض ایک ترتیب اور اجتماع کا نام ہے - اُسکا اسطرح جواب دیتے ہین کہ ہر ذی فہم شخص پر یہ بات ظاہر ہو گی کہ یہ مشابہت اُصول اسلام کی دیگر مذاہب الہامی کے اصول سے اسلام کے پاک اور الہامی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے ۔ تمام چیزین - جنکا مبدا ایک ہی غیر متغیر اور کامل ذات ہو - ضرور ہے کہ ایک ہی قسم کی اور ایک ہی کامل اصول پر ہونگی ۔ جس طرح کہ خدا تعالے سے اپنا مثل پیدا کرنا غیر ممکن ہے اور جس طرح کہ اُسکی ذات سے کسی پیدا کی ہوئی چیز کو اپنی مرضی اور اپنی حکومت کے احاطہ سے خارج کر دینا محال ہے - اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ ایک ہی غرض کے انجام دینے کے لیے دو متناقض اصول اور احکام اُسکی ذات سے صادر ہون ۔ مسلمانون کو بلکہ تمام دنیا کو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ہمیشہ ممنون رہنا چاہیے جنھون نے ابتداے دنیا سے اپنے زمانہ تک کے تمام نبیون کی رسالت کو برحق ٹھیرایا " جنھون نے دنیا کے تمام الہامی مذہبون کی تکمیل کی اور جنھون نے اپنے باایمان متبعین کے لیے بے بہا اور لازوال نور کے دروازے کھولدیے "

چوتھے خطبہ مین اس بات کا نہایت شافی ثبوت دیا ہے کہ اسلام انسان کے حق مین

رحمت ہے اور اس سے موسوی اور عیسوی مذہب کو نہایت فائدے پہنچے ہین ۔ اس خطبہ کو سر سید نے اسطرح شروع کیا ہے کہ " یہ مضمون جسکو اب ہم لکھنا چاہتے ہین ایک ایسا مضمون ہے کہ ہم کو اُسکا لکھنا یا پڑھنا شروع کرنے سے پہلے نہایت بے تعصب دل پیدا کرنا چاہیے کیونکہ طرفدار دل سچے اور صحیح نتیجہ تک نہین پہنچتا اس الزام کے رفع کرنے سے تو ہم مجبور ہین کہ ہم مسلمان ہین اور مسلمانی مذہب مین جو فی الواقع خوبی ہے اُسکو ظاہر کرتے ہین مگر جہانتک ہمسے ہوسکا ہے ہمنے نہایت ٹھنڈی طبیعت اور ناطرفدار دل اور سیدھی سادی سچّی نیت سے یہ مضمون لکھا ہے اور اسی لیے ہمکو یقین ہے کہ اگر ہم اپنی اس رائے پر دوسرے کو یقین نہ دلاسکینگے تو اُسکو رنجیدہ بھی نہین کرینگے "

مصنف نے اس مضمون کو چار حصون پر منقسم کیا ہے جنمین سے پہلے حصہ مین وہ فائدے بیان کیے ہین جو اسلام سے عموماً انسان کی معاشرت کو پہنچے ہین اور اُسکے ثبوت مین اُن مشہور اور نامور عیسائی مصنفون کے اقوال نقل کیے ہین جنھون نے اسلام کے حق مین مذہب اسلام کے مفید ہونے کی نسبت شہادتین دی ہین جیسے سر ولیم میور - جنکی نسبت سر سید لکھتے ہین کہ وہ ایک نہایت دیندار عیسائی ہین اور جب تک کہ علانیہ اور نہایت روشن بات نہو اسلام کے حق مین گواہی نہین دے سکتے - ایڈورڈ گبن ، جان ڈیون پورٹ ، ٹامس کارلائل وغیرہ وغیرہ۔

دوسرے حصہ مین اُن عیسائی مصنفون کی رائے کی تردید کی ہے جنھون نے اسلام کو نوع انسان کی معاشرت کے حق مین مُضر بتایا ہے اور اُسمین بھی یوروپ کے بہت سے نامور اور محقق مصنفون کی شہادتون سے استدلال اور اسلام کا مقابلہ حسن معاشرت کے لحاظ سے عیسائی مذہب کے ساتھ کیا ہے ۔

تیسرے حصہ مین اُن فائدون کا بیان ہے جو یہودی اور عیسائی دونو مذہبونکو بالاشتراک

پہلا حصہ ۔ فائدے اسلام کے عموماً
دوسرا حصہ
تیسرا حصہ

اسلام کی بدولت حاصل ہوے ہین ۔ یہ دونون حصے خطبہ مذکور کے چونکہ بہت طولانی ہین اور خلاصہ مین اُسکی خوبی باقی نہین رہ سکتی اسلیے انکو اصل کتاب مین دیکھنا چاہیے ۔ مگر تیسرے حصہ کا صرف ایک فقرہ بطور نمونہ کے یہان لکھا جاتا ہے ۔

وہ لکھتے ہین کہ "اسلام سے پہلے یہودی اور عیسائی اکثر پیغمبرون اور پاک شخصون سے نہایت بد اخلاقی کے افعال قبیحہ منسوب کرتے تھے ۔ اگرچہ ہمارے نزدیک اُن تحریرون کو الہام ربّانی سے کچھ تعلق نہ تھا مگر تمام یہودی اور عیسائی اُن تمام تحریرون کو الہام ربانی اور اُن نبیون اور مقدس لوگون کو اُن افعال قبیحہ[1] کا مرتکب یقین کرتے تھے ۔ اسلام نے اُن معصوم نبیون اور خدا پرست شخصون اور پاک خصلت بزرگون کو اُن تہمتون سے بچایا اور جو اتہام یہودیون اور عیسائیون نے اُنپر لگائے تھے اُنکو فتحمندی سے دفع کیا اور ان بزرگون کے معصوم اور بے گناہ ہونے کا دنیا کے بہت بڑے حصہ پر یقین کرادیا ۔ مسلمان عالمون نے اسلام کے اس مسئلہ پر یقین دلانے سے - کہ انبیا و پیغمبر سب پاک و معصوم ہین - توریت کو بڑے غور سے پڑھا اور عیسائیون اور یہودیون کی تمام غلطیون کو ظاہر کردیا اور جن وجوہ سے وہ غلطی مین پڑے تھے اُنکو بخوبی دریافت کیا ۔ بس اگر اسلام نہوتا تو ان پیغمبرون اور نبیون اور خدا کے پاک بندون یعنی حضرت ابراہیم، حضرت لوط، اُنکی بیٹیون، حضرت اسحٰق، یہودا، حضرت یعقوب کی بیویون اور بیٹون، ہارون، داؤد اور سلیمان کی دنیا مین ایسی ہی مٹی خراب رہتی جیسی ایک بدکار آدمی کی خراب ہوتی ہے ۔ وہ تمام دنیا کی نظرون مین ایسے ہی حقیر ہوتے جیسے کہ ایسے جرمون کے مجرم حقیر ہوتے ہین جنکو دائم الحبس کرکے کالے پانی بھیجتے ہین یا اُنکے گناہون کی سزا کے لیے اُنکو سولے پر لٹکاتے ہین - صرف یہ اسلام ہی کا احسان ہے جس نے

[1] یہ عہد عتیق کے اُن ورسون کی طرف اشارہ ہے جنمین حضرت لوط حضرت داؤد وغیرہما کی طرف زنا اور دیگر افعال قبیحہ کی نسبت کی گئی ہے ۱۲

ان تمام بزرگون کی بزرگی دنیا مین اُس حد تک پہنچادی جسکے وہ مستحق تھے ''

پھر اسی خطبہ کے چوتھے حصہ مین اُن فائدون کو بیان کیا ہے جو اسلام کی بدولت خاص عیسائی مذہب کو پہنچے ہین وہ لکھتے ہین کہ " دنیا مین مذہب اسلام سے زیادہ کوئی مذہب عیسائی مذہب کا دوست نہین ہے اور اسلام نے کسی مذہب کو اسقدر فائدے نہین پہنچائے جسقدر کہ عیسائی مذہب کو پہنچائے ہین عیسائی مذہب کی بنیاد اُس نیک اور حلیم شخص (یعنی حضرت یحیی پیغمبر) سے ہے جو خدا کا رستہ درست کرنے آیا تھا اور پھر بالکل دارومدار اُس عجیب شخص پر ہے جسکو اُنھون نے اتنا بزرگ اور مقدس سمجھا کہ خدا یا خدا کا بیٹا مانا (یعنی حضرت عیسی پر) مذہب اسلام ہی کا یہ احسان عیسائی مذہب پر ہے کہ وہ نہایت مستقل ارادہ اور نڈر دل اور نہایت استوار ثابت قدمی سے عیسائی مذہب کا طرفدار ہوا اور یہودیون سے مقابلہ کیا اور علانیہ اور دلیرانہ اس بات کا اعلان کیا کہ جان دی بایٹسٹ (یعنی حضرت یحیی) بلاشبہ سچے پیغمبر اور حضرت عیسی بے شک عبداللہ اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ تھے پس کونسا مذہب اس بات کا دعوے کرسکتا ہے کہ وہ عیسائی مذہب کی حمایت مین اسلام سے زیادہ تر مفید ہوا اور اُسنے عیسائی مذہب کی حمایت مین اسلام سے زیادہ کوشش کی ہے ''

" جو سب سے بڑی خرابی حواریون کے بعد عیسائی مذہب مین پیدا ہو گئی ہے وہ تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کا مسئلہ تھا اور یہ مسئلہ اُس لازوال سچ کے بھی متناقض تھا اور اُن خاص نصیحتون کے بھی برخلاف تھا جو حضرت عیسی نے فرمائی تھین اور حواریون نے انجیل مین لکھی تھین ۔ یہ امر اسلام کی لازوال عظمت کا باعث ہے کہ اُسی نے خدائے ذوالجلال کی پرستش کو پھر جاری کیا اور اُس خاص مذہب کو پھر سرسبز کیا جسکی خاص تلقین حضرت عیسی نے کی تھی ۔ اسلام ہمیشہ اُس زمانہ کے عیسائیون کو اُنکی غلطیون سے متنبہ کرتا رہا اور اب بھی متنبہ کرتا رہتا ہے ۔ اسلام نے عیسائیون سے اُسی سچے مذہب کے قبول کرنے کی استدعا کی جسکا وعظ حضرت مسیح نے کیا تھا جیسا کہ قرآن مین آیا ہے

"قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا" بہت سے عیسائیون کی آنکھیں اسلام کی روشنی سے کھل گئین اور اُس ذلیل حالت سے وہ خبردار ہوے جسمین مبتلا تھے اور انھون نے پھر اسی رتبہ کے حاصل کرنے کی کوشش کی جو پہلے انکو حاصل تھا یعنی انھون نے صرف قرآن کی ہدایت سے تثلیث کے عقیدے کو غلط سمجھا اور خدا کو وحدہ لاشریک لہ اور عیسی مسیح کو خدا کا مقدس بندہ مانا جو عین مسئلہ مذہب اسلام کا ہے چنانچہ وہ فرقہ اب موجود ہے اور نہایت معزز لقب یونیٹیرین (یعنی موحدین) سے معزز ہے"

"اگر یہ عقیدہ تھوڑی دیر کے لیے دنیا سے اٹھا لیا جائے تو مسٹر گبن کی یہ راے عیسائیون کے حال پر بالکل مطابق ہوجائیگی کہ" اگر سینٹ پیٹر[1] یا سینٹ پال پوپ کے محل مین آجائین تو غالباً وہ اُس دیوتا کا نام دریافت کرینگے جسکی پرستش ایسے پراسرار رسومات کے ساتھ اُس عظیم الشان عبادت گاہ مین کیجاتی ہے۔ اکسفورڈ یا جنیوا مین جاکر انکو چندان حیرت نہوگی مگر گرجا مین جاکر سوال و جواب کا پڑھنا اور جو کچھ صادق القول[2] مفسرون نے انکی تحریرات اور انکے مالک (یعنی عیسی مسیح ۱۲) کے کلمات کی تفسیر کی ہے اُسپر غور کرنا پڑیگا"

اسکے بعد سر سید لکھتے ہین کہ " جو فائدے اسلام نے عیسائی مذہب کو پہنچائے اُنمین سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اُسنے عیسائیون کو پوپ کے بے انتہا اختیارات ناجائز سے نجات دی اور عیسائیون مین ایک زندگی کی روح پھونکدی۔ تمام عیسائی پوپ کو حضرت عیسی کا پورا با اختیار نائب سمجھتے تھے اور اُسکو معصوم جانتے تھے جیسے کہ اب بھی بہت سے فرقے عیسائیون کے سمجھتے ہین۔ اُنکا یقین تھا اور بہتون کا اب بھی یقین ہے کہ دوزخ اور اعراف اور بہشت کے

---

[1] سینٹ پیٹر یعنی پطرس حواری اور سینٹ پال یعنی پولوس مقدس ۱۲

[2] صادق القول کا لفظ مسٹر گبن نے بطور طنز کے لکھا ہے جس سے مراد تحریف کرنیوالے مفسر ہین ۱۲

دروازون کے کھولنے کا پوپ کو بالکل اختیار ہے ۔ پوپ گنہگارون کے گناہون کے بخشدینے کا دعوے رکھتا ہے ۔ پوپ کو پورا اختیار تھا کہ جس ناجائز چیز کو چاہے جائز کردے ۔ درحقیقت پوپ بلحاظ اُن اختیارات کے ۔ جو اُسکو حاصل تھی اور جنکو وہ کام مین لاتا تھا ۔ کسی طرح حضرت عیسےٰؑ سے کم نہ تھا بلکہ دو چار قدم آگے بڑھا ہوا تھا ۔ قرآن ہی نے عیسائیون کو اس خرابی سے مطلع کیا اور جو خرابیان اُس سے پیدا ہوتی ہین اُنکو تبلایا اور جابجا عیسائیون کو اس غلامانہ اطاعت پر ملامت کی اور اُنکو سمجھایا کہ اس رسوائی اور بے عقلی کی اطاعت کو چھوڑین اور خود آپ اپنے لیے سچ کی جستجو کرین ۔ چنانچہ قرآن مجید مین فرمایا " قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ " اور پھر دوسری جگہ فرمایا " اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ "

" جب یہ آیت نازل ہوئی تو عدیؓ بن حاتم جو اُسوقت عیسائی تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اُنکے گلے مین سونے کی صلیب پڑی ہوئی تھی ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ای عدی اس بت کو اپنے گلے سے نکال پھینک چنانچہ نکال ڈالی ۔ جب وہ پاس آئے تو آنحضرت قرآن کی یہ آیت پڑھتے تھے " اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ " جب آپ پڑھ چکے تو عدی نے عرض کیا کہ ہم تو اُنکی پرستش نہین کرتے آپ نی فرمایا کہ کیا یہ نہین ہے کہ وہ حرام کردیتے ہین اُس چیز کو جسے خدا نے حلال کیا پھر تم بھی اُسکو حرام سمجھتے ہو اور حلال ٹھیراتے ہین وہ اُس چیز کو جسے خدا نے حرام کردیا سو تم بھی اُسکو حلال سمجھنے لگتے ہو ؟ عدی نے کہا ہان یہ تو ہے ۔ آنحضرت نے فرمایا بس یہی اُنکا پوجنا ہے "

" ایک مدت تک عیسائی اسلام کو عداوت سے دیکھا کیے اور اُسکے ہر ایک مسئلہ سے بے سمجھے نفرت کرتے رہے

مگر بعض نیک دل عیسائیون نے کچھ تھوڑی بہت غور سے اُسے دیکھا اور کالون اور لوتھر مقدس کے دل پر اُسکا کچھ کچھ اثر ہوا جب کہ اُن دونون نے قرآن مجید کی اس قسم کی آیتون کو پڑھا جنمین پوپ کو اور پادریون کو خدا کے سوا دوسرے خدا یا جھوٹے خدا ماننے کی مذمت تھی تو وہ سمجھے اور اس سچے مسئلہ نے اُنکے دل پر اثر کیا اور جیسی کہ قرآن نے ہدایت کی تھی وہ سمجھے کہ ہر شخص فی الواقع آپ اپنا پوپ اور پادری ہے وہ چلا اُٹھے کہ پالیا پالیا پالیا اور اسی وقت پوپ کی غلامی سے آزاد ہوے اور غلامانہ اور ذلیل حالت سے جس مین وہ خود اور اُنکے تمام ہم مذہب مبتلا تھے نکل آئے اور صاف صاف اُسکے خلاف وعظ کرنے کو کھڑے ہو گئے جسکی بدولت ہم کرورون عیسائیون کو پروٹسٹنٹ مذہب مین دیکھتے ہین۔ اگر اسلام عیسائی مذہب کو یہ نعمت نہ بخشتا تو آج تمام دنیا کے عیسائی ایسے ہی بت پرست ہوتے جیسے کہ ابتک رومن کیتھلک فرقہ کے لوگ بت پرست ہین اور حضرت مسیح کی مجسم مورت صلیب پر لٹکی ہوئی کے آگے سجدہ کرتے ہین بس عیسائی مذہب پر یہ کتنا بڑا احسان اسلام کا ہے"

"جو کہ درحقیقت لوتھر مقدس نے مذہب اسلام سے یہ ہدایت پائی تھی اسلیے اُسکے مخالف علانیہ اُس پر یہ الزام لگاتے تھے کہ وہ دل سے مسلمان تھا۔ کوارٹرلی ریویو نمبر ۲۵۴ مین لکھا ہے کہ جبنی برارڈ نے پوپ کی طرف سے جرمنی کے رفارمرون اور خصوصاً لوتھر کے ذمہ یہ الزام لگایا تھا کہ وہ عیسائیون مین مذہب اسلام کو جاری کرنے اور تمام پادریون کو اس مذہب مین لانے کی کوشش کرتے ہین۔ مراکسی کی یہ رائے ہے کہ اسلام مین اور لوتھر کے عقیدہ مین کچھ بہت فرق نہین ہے۔ چنانچہ دونون کا میلان جو بت پرستی کے برخلاف ہے اُس پر غور کرو۔ مارٹینس الفانسس اور والڈس کہتے ہین کہ تیرہ نشانیان اس بات کے ثابت کرنے کو موجود ہین کہ اسلام مین اور لوتھر کے مذہب مین ایک رتی بھر کا بھی تفاوت نہین ہے۔ محمد (صلعم) نے انھین باتون کی طرف اشارہ کیا ہے جو یہ مرتد (یعنی پیروان لوتھر کرتے ہین"

تاہم لوتھر نے اپنی کوشش کو نہین چھوڑا اور آخر کار اُس عظیم الشان اصلاح کرنے پر کامیاب ہوا جو عموماً مذہب پروٹسٹنٹ یا رفارمیشن کے نام سے مشہور ہے ؛ اور طبیعت انسانی کو تمام غلامیون کی بدترین غلامی سے جو ایک مرشدانہ غلامی تھی آزاد کر دیا ۔ ہمکو یقین ہے کہ اگر لوتھر مقدس اور زندہ رہتے تو ضرور وہ مسئلہ تثلیث کے مخالف ہوتے اور اسلام کی ہدایت سے خدا کی وحدانیت کے مسئلہ کو بھی ۔ جو درحقیقت حضرت عیسی نے بھی یہی مسئلہ تلقین کیا تھا ۔ لوگون مین پھیلاتے اور آخر اُس نبی آخر الزمان پر یقین کرتے جسنے ایسی ایسی بڑی غلطیون سے عیسائی مذہب کو بچایا تھا ۔ پس مذہب عیسوی کو ہمیشہ اسلام کا احسانمند رہنا چاہیے "

پانچوین خطبہ مین نہایت تفصیل کے ساتھ مسلمانون کی مذہبی کتابون یعنی کتب حدیث کتب سیر تفاسیر اور کتب فقہ کی تصنیف کا منشا اور غرض اور ڈھنگ بیان کیا ہے تاکہ غیر مذہب کے محقق اور نکتہ چین جو اسلام کی نسبت آیندہ زمانہ مین کچھ لکھنا چاہین اُنکو مسلمانون کی مذہبی کتابون کی طرز تصنیف سے آگاہی اور بصیرت حاصل ہو اور وہ اُن مصنفون کی طرح جو اسلام کی مذہبی کتابون سے ناواقفیت کے سبب غلطی مین پڑے ہین گمراہ نہون اور اُنکی رہبری کے لیے ایک سیدھا رستہ بن جائے ۔

چھٹا خطبہ مذہب اسلام کی روایت پر لکھا گیا ہے یہ خطبہ کسی قدر طولانی ہے اسلیے صرف اُسکی سرخیان لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے اسمین اول روایت کی اصلیت اور یہ کہ اُنکے رواج کی ابتدا کیونکر ہوئی اور نیز یہ کہ دین اسلام صرف اُنھین صحیح روایتون مین منحصر ہے جو تبلیغ رسالت سے علاقہ رکھتی ہین نہ دیگر دنیوی امور سے ۔ بیان کیا ہے ۔ پھر جھوٹی روایت کرنے کا امتناع اور اُسکی سزا جو اسلام مین مقرر ہے ، درجاتِ احادیث بلحاظ ثقہ ہونے رُواۃ کے ، راویون کا درجۂ اعتبار بلحاظ تفقہ کے ، یہودیون سے روایت کرنے کی اجازت جو آنحضرتؐ نے صحابہ کو دی ، اختلافِ

روایات کے اسباب، احادیثِ موضوعہ کا بیان، یہ تمام باتین مفصل بیان کی گئی ہین اسکے بعد سر ولیم میور نے جن روایات سے استدلال کرکے اسلام اور بانی اسلام پر اعتراضات وارد کیے ہین اُن اعتراضون کا نہایت شافی جواب الزامی اور تحقیقی دونو طرح سے دیا ہے۔

یہ دونون خطبے یعنی پانچوان اور چھٹا نہایت ضروری اور مفید اطلاعون پر مشتمل ہین جو اسلام کی مذہبی کتابون اور روایتون پر ایسی روشنی ڈالتے ہین جسکے اُجالے مین کوئی غیر مذہب مصنف بشرطیکہ اُسنے آنکھین بند نہ کرلی ہون ٹھوکر نہین کھاسکتا۔

ساتوین خطبہ مین اول قرآن مجید، اُسکا نزول، اُسکی سورتون اور آیتون کی ترتیب، اُسکی مختلف قراءتین، آیات ناسخ و منسوخ کی بحث، اُسکے جمع ہونے کا زمانہ، اُسکی نقلون کی اشاعت، اور اُسکا کامل اور الہامی ہونا بیان ہوا ہے اور اسکے بعد سر ولیم میور اور دیگر عیسائی مصنفون کی غلطیان جو اُنھون نے قرآن مجید کے متعلق کی ہین بیان کی ہین۔

ان غلطیون کا اصل منشا وہ اسطرح بیان کرتے ہین کہ "مسلمان بادشاہون یا عالمون کو توخدا نے توفیق نہین دی کہ قرآن مجید کو خود دوسری زبانون مین ترجمہ کراتے اور مختلف ملکون مین شایع کرتے، یوروپ کی زبانون مین بے شک اسکے ترجمے ہوے مگر وہ سب غیر مذہب کے لوگون یعنی عیسائیون نے کیے۔ ابتدا مین جسطرح پر بذریعہ اُن ترجمون کے قرآنِ مجید کا رواج یوروپ مین ہوا اسکا بیان گاڈفری ہگنز نے عمدہ طرح پران الفاظ مین کیا ہے کہ" اگر عبرانی توریت کا ترجمہ اس طرح پر شائع ہوتا کہ ہر لفظ قابل تبدیل (یعنی محتمل المعنیین) متین اور شایستہ معنی سے ذلیل اور غیر مہذب معنی مین بدل دیا جاتا اور ہر آیت۔ جسکا مضمون کسی جوڑ توڑ اور ناقابلِ برداشت غلط ترجمون اور غلط تاویلون کے ساتھ مصنف پر معیوب معنی پہنچانے کا ذریعہ

ساتوان خطبہ

بنایا جاتا۔ ایک بے قدر اور خراب شرح اُسکے ساتھ لگی ہوتی؛ تو اُس ذریعہ کا کسی قدر تصور بندھ سکتا جسکی وساطت سے یوروپ مین قرآن کی اشاعت ہوئی"

اسکے بعد سر سید نے سر ولیم میور اور دیگر عیسائی مصنفون کی غلطیون کی تشریح کی ہے اور جو اعتراض اُنھون نے غلط فہمی سے قرآن پر وارد کیے ہین ہر ایک کا جواب دیا ہے۔

آٹھوان خطبہ خانۂ کعبہ کے حالات اور اُسکی تاریخی اور جغرافی تحقیقات پر مشتمل ہے۔ یہ خطبہ اس غرض سے لکھا گیا ہے کہ سر ولیم میور نے اپنی کتاب لائف آف محمد مین اس بات کا دعوٰی کیا ہے کہ یقطان جسکا ذکر توریت مین جا بجا آیا ہے اہلِ عرب کا اُسکی اولاد مین ہونا، حضرت اسمٰعیل کا مکہ کے قریب آباد ہونا، خانۂ کعبہ کی تعمیر اور اُسکی تمام مراسم کا ابراہیم و اسمٰعیل سے تعلق ہونا، یہ سب بناوٹ اور افسانہ ہے اور ہر قسم کی تاریخی سچائی اور مؤرخانہ احتمالات و قیاسات سے نہایت بعید ہے چنانچہ وہ لکھتے ہین کہ "حجر اسود کو بوسہ دینا، کعبہ کے گرد طواف کرنا، مکہ اور عرفات اور منا مین رسمیات کا ادا کرنا اور مقدس مہینون اور مقدس ملک کی تعظیم کرنا ان سب باتون کو حضرت ابراہیم سے یا اُن خیالات و اصول سے جو غالباً اُنکی اولاد کو اُنسے پہنچے کسی طرح کا تعلق نہین ہے۔ یہ باتین یا تو ٹھیک ٹھیک مختص المقام تعین، یا انکو بت پرستی کے اُن اصول سے جو جزیرۂ عرب کے جنوب مین جاری تھے تعلق تھا" اس دعوے سے اُنکا مطلب یہ ہے کہ اُنھون نے جو آگے چلکر آنحضرت صلعم کے بنی اسمٰعیل ہونے سے انکار کیا ہے اور آپکے نسب نامہ پر شبہات وارد کیے ہین اُنکے لیے ایک وجہ ہاتھ آئے۔

سر سید نے اس خطبہ مین نہ صرف مسلمانون کی تاریخون سے بلکہ زیادہ تر یوروپ کے عیسائی محققون اور جغرافیہ دانون کی تحقیقات سے حضرت اسمٰعیل اور اُنکی اولاد کا حجاز یا عرب مین آباد ہونا

ثابت کیا ہے اور اسکے بعد توریت کی نہایت صریح شہادتون سے اس امر کا ثبوت دیا ہو کہ حجرِ اسود اور قربانی کی رسم اور کعبہ کا بیت اللہ نام ہونے کو خاص حضرت ابراہیم اور اُنکی اولاد سے تعلق ہے ۔ اُنھون نے توریت کے بہت سے حوالون سے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم اور اُنکی اولاد یعنی حضرت اسحاق ، حضرت یعقوب اور حضرت موسیٰ سب کا یہی طریقہ تھا کہ خدا کی عبادت کے لیے ایک بن گھڑا پتھر مثل حجر اسود کے کھڑا کر کے مذبح بناتے تھے اور اُسکو بیت ایل یعنی بیت اللہ کہتے تھے ۔ اور تمام مراسم جو موسم حج مین خانہ کعبہ اور اُسکے قرب و جوار مین مسلمان ادا کرتے ہین ان سب کا تعلق حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے ساتھ ایسے طور پر ثابت کیا ہے جس سے فی الواقع سر ولیم میور کے شبہات ہر منصف مزاج آدمی کی نظر مین نہایت بے وقعت ہوجاتے ہین ۔

مثلاً وہ کعبہ اور حجرِ اسود کی نسبت کتابِ پیدایش اور کتابِ خروج کے متعدد بابون اور آیتون کا حوالہ دیکر لکھتے ہین کہ " حجر اسود وہی مذبح ہے جسکو خدا کے حکم سے ابراہیم ، اسحاق ، یعقوب اور موسیٰ بناتے تھے + + + یہ سب بزرگ ایسے پتھر کی تعظیم کرتے تھے ، یعقوب نے اُسپر تیل ڈالا ۔ جو اُس زمانہ کے دستور کے موافق غایت الغایتہ تعظیم پرستش کے قریب تھی ۔ یعقوب نے کہا کہ یہ جگہ خانۂ خدا ہوگی + + + اور خدا نے منع کیا کہ اس گھر کے اوپر مت چڑھو تاکہ تمھاری شرمگاہ اُسکے اوپر ننگی نہو جائے ۔ پس اب کونسا دقیقہ تعظیم کا باقی رہگیا جو اس قسم کے پتھرون کی نسبت بنی ابراہیم مین جاری نہ تھا جبپر سر ولیم میور حجر اسود کی اس خفیف تعظیم کو بنی ابراہیم کی رسم سے جدا کر کے عرب کے بت پرستون کی رسم بتاتے ہین "

" ایک گھر کا خدا کے واسطے بنانا اور بیت اللہ اُسکا نام رکھنا ۔ جیسے کہ کعبہ ہے ۔ اگر ابراہیم کی رسومات سے نہ تصور کیا جائے تو وہ کون تھا (یعنی موسے) جسنے بمقام گبعون بیابان مین خدا کا گھر بنایا + + + اور وہ کون تھا

(یعنی داؤد) جسنے خرمنگاہِ ارنان بیوسی کو خدا کا گھر بنانے کو مول لیا اور پتھر و لکڑی و لوہا و پیتل اُسکے بنانے کو جمع کیا ++ اور وہ کون تھا (یعنی سلیمان) جسنے بعد کو خرمنگاہِ ارنان بیوسی مین نہایت عالی شان مکان بنایا جسکو خدا کا گھر اور بیت المقدس نام ملا ++ پس کعبہ کی بنا کو اور اُسکو خدا کا گھر قرار دینے کو ابراہیم کی طرف منسوب نکرنا بلکہ عرب کے بت پرستون کی رسم بتانا نہایت تعجب کی بات ہے"

اسکے بعد عرفات کی نسبت وہ لکھتے ہین کہ "عرفات - جسکو سر ولیم میور بت پرستون کی طرف منسوب کرتے ہین - ایک ایسی چیز ہے جو خاص ابراہیم اور اُسکی اولاد سے علاقہ رکھتی ہے - ہزارون جگہ توریت مین آیا ہے کہ خدا ابراہیم کو مرئی ہوا ، خدا اسحق کو مرئی ہوا ، خدا یعقوب کو مرئی ہوا ، خدا موسی کو مرئی ہوا ؛ پس ٹھیک یہی معنی عرفات کے ہین ۔ جس پہاڑ پر - جو قریب مکہ کے ہے - خدا ابراہیم و اسمعیل کو مرئی ہوا اس پہاڑ کا نام جبل عرفات ہے معلوم نہین کہ سر ولیم میور نے جبل عرفات کو کیا سمجھا جو اُسکی نسبت کہا کہ اُسکو ابراہیمی سوم یا حالات سے کچھ تعلق نہین ہے"

عرفات ایک ایسی چیز ہے جو تمام دنیا کے بت پرستون سے کچھ بھی مناسبت نہین رکھتی ++ عرفات کا استعمال بجز خاندان ابراہیم کے دنیا کے اور کسی خاندان یا مذہب مین نہ تھا ++ یہی وہ مقام ہے جہان حاضر ہونے کو حج کہتے ہین وہان کوئی چیز نہین ہے ؛ پہاڑ تلے کا میدان ہے ؛ اس مین لوگ جمع ہوتے ہین اور خدا کی یاد کرتے ہین ؛ وہان خطبہ پڑھا جاتا ہے جسمین خدا کی تعریف ہوتی ہے اور خدا کے احکام سنائے جاتے ہین - ٹھیک اُسی طرح جس طرح کہ موسیٰ نے کوہ سینا کی تلیٹی مین سُنائے تھے پس غور کرنا چاہیے کہ اس رسم کی اصلیت بُت پرستون سے پائی جاتی ہے یا خاص ابراہیم سے"

اسکے بعد منا کی نسبت لکھتے ہین کہ "منا کا مقام صرف قربانی کے لیے ہے ؛ وہان بجز قربانی کے اور کوئی رسم نہین ہوتی ۔ تمام توریت قربانی کی رسم سے بھری پڑی ہے ۔ جہان بیت اللہ بنا تھا وہان قربانی ہوتی تھی

اور اسی قربانی کے سبب سے بیت اللہ مذبح کے نام سے پکارا جاتا تھا مِنا اور خانۂ کعبہ نہایت قریب ہے اسیلیے قربانی نذر کرنے کے یلیے وہ مقام قرار دیا گیا تھا - ہان ابراہیم و یعقوب و اسحق اور موسی اور داؤد و سلیمان کی قربانی اور اسلام کی قربانی مین یہ فرق ہے کہ اُس قربانی مین جانور کو مار کر اُسکی لاش کو آگ مین جلا دیتے تھے اس خیال سے کہ خدا کو اُسکی خوشبو یعنی چراند پسند آتی تھی اور اسلام مین وہ قربانی غریب و محتاج لوگون کو تقسیم کیجاتی ہے تاکہ وہ بھوک کی سختی سے محفوظ رہین - اگر اسی امر کے سبب سر ولیم میور نے مِنا کی رسومات کو بت پرستی کی رسوم تصور کیا ہے تو کچھ افسوس کی بات نہین ہے کیونکہ ہر ذی عقل اُس پہلی قربانی سے اس پچھلی قربانی کو نہایت عمدہ اور بہتر سمجھتا ہوگا "

یہ خطبہ بہت لمبا ہے - اسکی اصل خوبی بغیر اسکے کہ اُسکو اول سے آخر تک اصل کتاب مین دیکھا جائے معلوم نہین ہوسکتی - اسمین سر ولیم میور کے شبہات کی تردید کرنے کے بعد خانۂ کعبہ اور مکۂ معظمہ کی تمام تاریخ محققانہ طور سے مفصل بیان کی گئی ہے -

نوان خطبہ

نوان خطبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نسب کی تحقیقات پر ہے - اس خطبہ کے لکھنے کا منشا یہ تھا کہ سر ولیم میور نے اپنی کتاب مین آنحضرت صلعم کے بنی اسمعیل ہونے سے انکار کیا ہے - چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتے ہین کہ " غالباً یہ کوشش کہ وہ (یعنی آنحضرت صلعم) اسمعیل کی نسل سے ثابت کیے جائین اُنکی حین حیات مین پیدا ہوگئی تھی اور اس طرح پر محمد (صلعم) کے ابراہیمی نسب نامہ کے ابتدائی سلسلے گھڑے گئے تھے اور اسمعیل اور بنی اسرائیل کے بے شمار قصے نصف یہودی اور نصف عربی سانچے مین ڈھالے گئے تھے " سر ولیم میور کو نسب پر نکتہ چینی کرنے کی جرأت غالباً اس سبب سے ہوئی کہ آنحضرت صلعم کا نسب سیر کی کتابون مین صرف عدنان تک مسلسل بیان ہوا ہے جسمین کسی کو اختلاف نہین ہے مگر عدنان کے بعد حضرت اسمعیل تک جتنی پشتین اہل سیر نے لکھی ہین اُنمین اختلافات واقع ہوے ہین -

اسی بنا پر اس خطبہ کے اول مین سرسید نے ایک نہایت عمدہ تمہید لکھی ہے جسکا ماحصل یہ ہی کہ "زمانۂ جاہلیت مین عرب کے لوگ کوئی فن نہین جانتے تھے مگر دو باتین اُنمین بے مثل تھین ؛ ایک شاعری، دوسرے علم الانساب۔ چونکہ اُنکے ہان کتابت کا رواج نہ تھا اور صرف حافظہ پر مدار تھا اسیلیے وہ اپنے اپنے قبیلہ کی تمام پشتین اور اسی طرح دوسرے ہمسایہ قبیلون کی تمام پشتین تا بمقدور ازبر یاد رکھتے تھے اور اپنے نسب پر فخر کرتے تھے اور اپنے حریفون کے نسب مین عیب نکالتے تھے۔ مگر چونکہ بغیر کتابت کے کسی قبیلہ کی تمام پشتونکو بترتیب یاد رکھنا غیر ممکن تھا اسیلیے بڑے بڑے جلیل القدر اور مشہور اشخاص کے نام تو ضرور یاد رہتے تھے ؛ باقی کے نام کچھ یاد رہتے تھے کچھ بھول جاتے تھے۔ مشاہیر کے نام یاد رہنے کا ایک یہ بھی سبب تھا کہ اُنکے نام اور اُنکے کارنامے اشعار مین بیان ہوتے تھے اور بڑے بڑے معرکون مین وہ اشعار پڑھے جاتے تھے۔ ان وجوہات سے ہر شخص اپنے تئین اور اپنے ہمسایہ اور مخالف کو بخوبی جانتا تھا کہ وہ کس قبیلہ اور کس نسل سے ہے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اپنی قوم اور نسل کو بدل سکے اور جھوٹ موٹ اپنے کو کسی دوسری نسل کا بتا سکے۔ اگرچہ کسی کو کسی قبیلہ کی نسلین بترتیب یاد نہون مگر ہر ایک قبیلہ مین جو نامور اور قابل فخر اشخاص ہوتے تھے وہ سب کو یاد رہتے تھے۔

اسی لیے جب اسلام کے زمانہ مین کتابت اور تصنیف و تالیف کا رواج ہوا اور ایک مدت کے بعد مؤرخین نے کسی کا پورا نسب نامہ سلسلہ وار لکھنا چاہا اُنکو ایسی دقتین پیش آئین جنکا حل کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ نسب نامون کے بہ ترتیب یاد نہونے کے علاوہ دوسری مشکل یہ تھی کہ ایک ہی نام کے کئی کئی شخص نسب نامون مین ہوتے تھے اور پھر ایک ہی شخص کے کئی کئی نام ہوتے تھے۔ شام و عرب مین یہ بھی دستور تھا کہ نسب نامہ کے اشخاص مین جو شخص مشہور و معروف ہوتا باپ کی جگہ اُسکا نام لے دیتے تھے ؛ جیساکہ انجیل متی مین حضرت عیسی کی نسبت لکھا ہے کہ "نسب نامۂ عیسی مسیح بن داؤد ابن ابراہیم" حالانکہ مسیح سے داؤد تک اور داؤد سے ابراہیم تک بہت سی پشتین درمیان تھین۔

مگر چونکہ داؤد اور ابراہیم نہایت مشہور اشخاص تھے اسلیے مسیح کو داؤد کا اور داؤد کو ابراہیم کا بیٹا بتا دیا "

"عرب کے لوگون کی یہ بھی عادت تھی کہ اپنا کرسی نامہ بیان کرتے وقت جب آبا و اجداد کے نام اُنکی یاد کے موافق ختم ہو جاتے تو اخیر یاد رہے ہوے شخص کو اُس شخص کا بیٹا کہدیتے تھے جس سے وہ نسل چلی ہے۔ ان اسباب سے مؤرخون کو اُنکے نسب نامے سلسلہ وار لکھنے مین سخت مشکلات پیش آئین "

"آنحضرت کا نسب نامہ سلسلہ وار لکھنے والون کو بھی یہی مشکلین پیش آئین۔ آپ کو اپنا کرسی نامہ بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ تمام عرب کے لوگ یقیناً آپ کو قبیلۂ قریش سے اور قریش کو معد ابن عدنان کی اولاد مین اور عدنان کو قیدار ابن اسمعیل ابن ابراہیم کی اولاد مین جانتے تھے اور اسی قدر اُنکا جاننا آپکے بنی اسمعیل ہونے کے لیے کافی تھا؛ گو کہ درمیان مین کتنی ہی پشتین گذری ہون۔ اسی لیے کوئی صحیح روایت آپ کے نسب نامہ کے متعلق موجود نہین ہے سوا اسکے کہ آپنے فرمایا " ابراہیم خلیل اللہ میرے باپ اور میرے ولی ہین "

" پس جب لوگون نے آنحضرت کا نسب نامہ بترتیب لکھنا چاہا تو انمین اختلاف ہونا ایک ضروری امر تھا۔ آنحضرت سے لیکر معد ابن عدنان تک کسی مؤرخ کا اختلاف نہین ہے؛ جو کچھ اختلاف ہے وہ معد بن عدنان سے اسمعیل تک کی پشتون مین ہے صرف پانچ شخص ہین جنکے لکھے ہوے نسب نامون مین معد ابن عدنان سے لیکر ابراہیم تک پشتون کا بیان ہوا ہے "

اسکے بعد سرسید نے تین نسب نامون کو غلط بتایا ہے؛ کیونکہ اُنمین قطع نظر اختلافات کے بڑی خرابی یہ ہے کہ جو زمانہ عدنان اور ابراہیم کے درمیان گذرا ہے وہ نو یا دس یا گیارہ پشتون سے (یعنی فیصدی تین پشتون کے مسلّمہ قاعدہ کے موافق پورا نہین ہوتا۔ اب دو نسب نامے باقی رہگئے ایک برخیا کاتب لوحی ارمیا نبی کا، دوسرا الجرا کا۔ ارمیا نبی۔ جیسا کہ بائبل سے ثابت ہے۔

خود معد ابن عدنان کے زمانہ مین تھے اور بخت نصر کے ہنگامہ مین اُنھون نے معد کو بچایا تھا اور
اپنے ساتھ لیگئے تھے۔ یہ قوی قرینہ اس بات کا ہے کہ اُنکو معد کا نسب نامہ اسمعیل بن ابراہیم تک
لکھنے کی ضرورت پڑی ہوگی اور اس نسب نامہ کو مسعودی اور واقدی دونون نے اپنی کتابون مین
نقل کیا ہے مگر اس نسب نامہ سے بھی اگر اُس مین آنحضرت سے عدنان تک جتنی پشتین ہین
اُنکو شامل کرلیا جائے تو وہ زمانہ جو آنحضرت سے ابراہیم تک ہے پورا نہین ہوتا۔

جو شجرہ البحرا نے لکھا ہے وہ بھی ابتک ایک جدا نسب نامہ سمجھا جاتا تھا مگر سر سید نے
نہایت عمدگی سے ثابت کیا ہے کہ وہ جدا نسب نامہ نہین ہے بلکہ برخیا کے نسب نامہ کا تتمہ ہے کیونکہ
اُسکو تتمہ فرض کرنے کی صورت مین آنحضرت سے اسمعیل تک ستّر پشتین ہوتی ہین جو فیصدی
تین پشت کے مسلمہ قاعدہ کے موافق اُس زمانہ پر بالکل منطبق ہوجاتی ہین جو اسمعیل کی ولادت
اور آنحضرت کی ولادت کے درمیان گذرا ہے یعنی دو ہزار چار سو چھتر برس کا زمانہ۔

سر ولیم میور بطور طعن کے لکھتے ہین کہ "آنحضرت کا نسب نامہ عدنان تک خاص عرب کی ملکی
روایتون سے لیا گیا ہے اور عدنان سے آگے یہودیون سے" اسپر سر سید لکھتے ہین کہ "بلاشبہ اہل عرب
بنی اسرائیل سے نہایت قرابت قریبہ رکھتے تھے۔ وہ اسمعیل کی اولاد تھے اور بنی اسرائیل اسحق کی۔ وہ اَن پڑھ
جاہل تھے اور یہ لکھے پڑھے قابل۔ پس یہ ایک قدرتی بات تھی کہ جس بات سے وہ ناواقف ہون اپنے اسرائیلی
بھائیون سے اُسکو دریافت کرین یا جس بات کی تفصیل آنحضرتؐ نے نہین فرمائی اُسکا مفصل حال اپنے اسرائیلی
بھائیون سے پوچھین خصوصاً اُس وجہ سے کہ آنحضرت نے بنی اسرائیل سے روایت کرنے کی اجازت دی تھی"
"پس جب کہ مسلمانون کو اپنے پیغمبر کے نسب نامہ لکھنے کا خیال ہوا۔ جسکا کبھی مذکور آنحضرت کی زندگی مین نہین ہوا۔

تو بلاشبہہ اُنھون نے اپنے بنی اسرائیلی بھائیون سے جو لکھے پڑھے تھے اور تاریخ نویسی اور نسب ناموں کی تحریر کا اُنکے ہان رواج تھا - مدد لی "

اسکے بعد سرسید کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ " نہایت تعجب ہے کہ عیسائیون نے کیون اس امر کے ثابت کرنے مین بے فائدہ سعی کی ہے کہ یہودیون اور مسلمانون کے مذہب مین ایک تعلق ہے اور پچھلا پہلے پر مبنی ہے اور ازراہ طعن ہماری نسبت کہتے ہین کہ ہمنے فلان فلان باتین یہودیون سے لی ہین ۔ گویا وہ سمجھتے ہین کہ اسلام یہودیون کے ہان سے چرایا ہوا مذہب ہے اور جیسے کہ عیسائی مذہب یہود کا بالکل محتاج ہے ایسیطرح اسلام بھی مذہب یہود کا محتاج ہے ۔ ہم نہایت خوشی سے اس بات کو تسلیم کرتے ہین اور جو مشابہت ان دو نورانی الہامی مذہبون مین پائی جاتی ہے اُس سے انکار کرنے کے بدلے ہم اُسکو نہایت فخر سمجھتے ہین - صرف ہم مسلمان ہی ہین جو ہر ایک سچے اور خدا کے بھیجے ہوے نبی کے سچے پیرو ہین - ہم ہی یقین کرتے ہین کہ آدم و نوح اور ابراہیم و یعقوب و اسحاق و اسمعیل و موسی و عیسی اور محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین سب کا ایک ہی دین تھا جیسا کہ ہمارے پیغمبر کو خدا نے فرمایا کہ " قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃٍ سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ " ہم مسلمانون کا فخر یہی ہے کہ ہم یہودیون سے زیادہ موسے کلیم اللہ کے اور عیسائیون سے زیادہ عیسی روح اللہ کے پیرو ہین جنھون نے پیچھے و عیسے اور محمد رسول اللہ کے مبعوث ہونے کی خبر دی تھی اور اُنکی پیروی کی ہدایت کی تھی ۔ مگر یہودیون نے اُن تینون کو اور عیسائیون نے اس پچھلے کو جسپر ایمان کا خاتمہ تھا نہ مانا اور اُنکی سچی پیروی ہم مسلمانون ہی نے کی "

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " آنحضرت کے نسب نامہ کی نسبت کیا بیہودہ گفتگو عیسائیون نے کی ہے ! خدا کے اُس وعدہ کا پورا ہونا - جو اُسنے بنی اسرائیل سے موسے کی زبانی کیا تھا کہ " مین تمھارے بھائیون یعنی بنی اسمعیل مین سے موسی کی مانند ایک نبی پیدا کرونگا " کچھ اس بات پر منحصر نہ تھا کہ بنی اسمعیل کی نسلین محمد سے لیکر اسمعیل تک ہمکو ترتیب وار اور پوری پوری یاد ہون ؛ اور نہ اس بات پر منحصر تھا کہ وہ کرسی نامہ ہم عرب کی ملکی روایتون سے یاد کرین یا یہود کی روایتون اور برخیا کی تحریرون سے لین ؛ وہ اسمعیل کی اولاد مین سے ایک کے لیے ہونا تھا سو محمد رسول اللہ کی نسبت پورا ہوا -

تمام عرب اور یہود اور عرب کی قرب وجوار کی تمام قومین اور تمام اگلے اور پچھلے مؤرخ خواہ عرب کے رہنے والے ہون یا کسی اور ملک کے اور مسلمان ہون یا کسی اور مذہب کے اس مین ذرا بھی شبہہ نہین کرتے بلکہ بالکل تسلیم کرتے ہین کہ محمد رسول اللہ بنی ہاشم - قریش - اسمعیل ابن ابراہیم کی اولاد مین ہین - محمد رسول اللہ نے قریش کو پکار کر مخاطب کیا کہ اے اسمعیل ابراہیم جسکو سب نے تسلیم کیا اور کون ایسا شخص ہی کہ جسمین اسقدر جرأت ہو کہ وہ سچ بات کو تسلیم نکرے -

اسکے بعد ابو الفدا مسلمان مؤرخ اور مسٹر گبن اور ریورنڈ فاسٹر عیسائی مؤرخون کی شہادتین نقل کی ہین جنمین سے گبن کا قول یہ ہے کہ " محمد (صلعم) کو حقیر اور مبتذل نسل سے کہنا عیسائیون کا ایک احمقانہ افترا ہے ؛ ایسا افترا کرنے سے بجاے اسکے کہ اُس سے مخالف کی خوبیون کو گھٹائین اُنکو اور زیادہ بڑھاتے ہین اسمعیل سے اُنکی نسل کا ہونا ایک قومی تسلیم کی ہوئی بات اور ملکی روایت سے ثابت شدہ امر ہے - بالفرض اگر کرسی نامہ کی پہلی نسلین بخوبی معلوم نہون اور ابہام مین ہون تو اور بہت پشتین ایسی ہین جو صاف صاف شریف و نجیب ہین وہ قریش اور بنی ہاشم ہین جو اہل عرب مین نہایت نامی اور مکہ کے فرمانروا اور کعبہ کے موروثی محافظ تھے " یہی راے مسلمان مؤرخ یعنی ابو الفدا کی ہے اور یہی گواہی ریورنڈ مسٹر فاسٹر نے دی ہے -

اسکے بعد سر سید لکھتے ہین کہ " اب ہم اس خطبہ کے خاتمہ مین اپنے پیغمبر کا نسب نامہ جس طرح پر کہ ہمنے تحقیق کیا مندرج کرتے ہین اور جو کہ مجھکو بھی اس بات کا فخر حاصل ہے کہ مین بھی اُسی آفتاب عالمتاب کے ذرون مین سے ہون اسلیے اپنے نسب کو بھی اسکے ساتھ شامل کر دیتا ہون تاکہ جو روحانی ارتباط مجھکو اُس سردار دو جہان سے ہے اور جو خون کا اتحاد مجھ مین اور اُس سرِّ عالم مین ہے اور جسکے سبب لَحْمُكَ لَحْمِي وَدَمُكَ دَمِي ہمارا موروثی خطاب ہے اس ظاہری ارتباط سے معزز ہو جائے "

" گرچہ خُرد یم نسبتے ست بزرگ ذرۂ آفتاب تابانیم "

دسوان خطبہ

دسوان خطبہ اُن بشارتون کے بیان مین ہے جو توریت اور انجیل مین آنحضرت صلعم کے نبی ہونے کی بابت مذکور ہین اس خطبہ مین اول سرسیّد نے قرآنِ مجید کی وہ آیتین نقل کی ہین جنمین اس بات کا بیان ہے کہ توریت وانجیل مین آپ کی نبوت کی خبرین دی گئی ہین۔ اسکے بعد اُنھون نے وہ وجوہات بیان کی ہین جنکے سبب سے اکثر قدیم مسلمان عالمون نے انبیای سابقین کی کتابون کا پورا پورا اعتبار نہین کیا اور اسلیے اُنھون نے توریت وانجیل مین اُن بشارتون کی زیادہ تفتیش نہین کی اور تحریف کا عذر پیش کر کے اُن بشارتون کے نشان دینے سے جنکی قرآن مین جابجا خبر دیگئی تھی دست بردار ہوگئے۔ پھر اُن محققین کا ذکر کیا ہے جنھون نے نہایت کوشش و استقلال سے اُنکی تفتیش کی اور توریت وانجیل مین بہت سے ایسے مقامات دریافت کیے جہان آنحضرت کے نبی ہونے کی بشارتین موجود تھین۔ مگر چونکہ انکی نشان دی ہوئین بشارتین جو ہماری مذہبی کتابون اور تفسیرون اور سیر و تواریخ مین مذکور ہین اُنکی بابت کچھ پتا نہین دیا گیا کہ وہ بائبل کی کونسی کتاب اور کونسے باب اور کونسے درسون مین بیان ہوے ہین اور نہ یہ بتایا گیا ہے کہ قلمی قدیم نسخے جنمین کثرت سے اختلاف عبارت تھا اور جنکے جدا جدا نام تھے اُنمین سے کونسے نسخہ مین وہ بشارتین پائی گئین اور نہ یہ جتایا گیا کہ بائبل کی بہت سی کتابین جو اب مفقود ہین یا جن کو عیسائی اب نامعتبر سمجھتے ہین وہ بشارتین اُنمین سے لی گئی ہین یا موجودہ مسلمہ کتابون مین سے۔ اسلیے سرسید نے صرف چند[1] بشارتین جو آنحضرت کے حق مین نہایت صراحت کے ساتھ صادق آتی ہین اور جو موجودہ

[1] انمین سے اکثر بشارتین سرسید سے پہلے ہمارے زمانہ کے بعض علما نے مسلمہ مجموعۂ بائبل سے بحوالۂ باب اور درس کے نقل کی ہین مگر جس عمدگی کے ساتھ خطبات مین اُنکا بیان ہوا ہے ویسا کسی نے بیان نہین کیا ۱۲

مسلمہ مجموعۂ عہد عتیق و عہد جدید مین موجود ہین جسکو تمام یہودی اور عیسائی مانتے ہین اس خطبہ مین بیان کی ہین ۔

اسکے بعد اُنھون نے وہ طریقہ جس طریقہ سے کہ بائبل مین پیشین گوئیان آنے والے پیغمبر کی نسبت بیان ہوئی ہین بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اُنکا بیان بالکل ایسا ہی ہے جیسے پہیلی یا مُعمّے کا بیان ہوتا ہے ۔ جب تک اُنکی تشریح نہ کیجائے اور اُنکا حل نہ بتایا جائے اُنکا مطلب ہر ایک کی سمجھ مین نہین آسکتا ۔ اسیلیے پہلے اس سے کہ آنحضرت کی بشارتین بیان کرین اُنھون نے اول بطور مثال کے عہد عتیق کی وہ بشارتین لکھی ہین جنکو حواریون نے حضرت عیسے کے حق مین بتایا ہے تاکہ لوگون کو معلوم ہوجائے کہ بائبل مین پیشین گوئی کس طریقہ سے بیان کی جاتی ہے اور نیز حضرت عیسے اور آنحضرت صلعم کی بشارتون کے مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوجائے کہ کونسی بشارتین زیادہ روشن اور صاف ہین اور کونسی مبہم اور دُھندلی ۔

اسکے بعد اُنھون نے چھ بشارتین عہد عتیق سے اور تین بشارتین عہد جدید سے آنحضرت صلعم کی نسبت بیان کی ہین ۔ ازانجملہ عہد عتیق کی تین بشارتین جنمین سے ایک توریت کتاب استثنا باب (۱۸) مین اور دوسری کتاب استثنا باب (۳۳) و کتاب حبقوق نبی باب (۳) مین اور تیسری کتاب تسبیحات سلیمان باب (۵) مین مندرج ہے اور انجیل یوحنا باب (۱۴) مین سے ایک بشارت یہ چار بشارتین نہایت معرکۃ الآرا ہین ۔ جنکی یہودیون اور عیسائیون کو عجیب عجیب تاویلین کرنی پڑی ہین اور عیسائیون نے اُنکے ترجمون مین عجب عجب کارستانیان کی ہین ۔ سر سید نے ان چارون بشارتون کی جیسے کہ چاہیے اُس سے بھی کچھ بڑھکر تحقیقات کی ۔

بڑے بڑے عیسائی محققون کے اقوال اور بائبل کے حوالون سے اپنے استدلالات کو تقویت دی ہے اور اپنے بیان کو فی الواقع اُس حد تک پہنچا دیا ہے کہ کسی عیسائی کو باوجود ماننے عیسے مسیح کی پیشین گوئیون کے آنحضرت کی پیشین گوئیون سے انکار کرنے کا محل باقی نہین رہا ۔

گیارھوان خطبہ

گیارھوین خطبہ مین معراج اور شق صدر کی حقیقت محققانہ طور سے بیان کی ہے اور اس باب جسقدر مختلف اور متناقض روایتین حدیث کی کتابون مین آئی ہین اُنکا اختلاف اور تناقض دکھایا ہے اور اسلیے جسقدر کہ قرآن مجید مین معراج کی نسبت بیان ہوا ہے صرف اُسی پر معراج کے واقعہ کا انحصار رکھا ہے اور معراج کو رویا پر محمول کیا ہے جسکا ایک جزو شق صدر بھی تھا اور عیسائیون کی طعن کا جواب الزامی اور تحقیقی دونو طرح کا دیا ہے ۔

مگر یہ دونو بحثین یعنی معراج اور شق صدر کی سرسید نے خطبات لکھنے کے بہت بعد اپنی تفسیر مین بہت زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بیان کی ہین جیسی کہ اُنسے پہلے شاید کسی نے نہین بیان کین اسلیے اُن دونو بحثون کو تفسیر مین دیکھنا چاہیے ۔

بارھوان خطبہ

بارھوین خطبہ مین آنحضرت صلعم کی ولادت سے بارہ برس کی عمر تک کا حال جسقدر کہ معتبر اور صحیح روایتون سے ثابت ہوتا ہے بیان کیا ہے اور جو بے شمار رطب و یابس روایتین اہل سیر نے اپنی کتابون مین بھر دی ہین اور جنکی رو سے سر ولیم میور نے اپنی کتاب مین جا بجا تعریضین کی ہین اُنکی تضعیف کی ہے اور اکثر جگہ بر تقدیر اُنکی صحت کے نہایت لطیف جواب سر ولیم میور کی تحریرات کے دیے ہین ۔ مثلاً سر ولیم میور نے جو بارہ برس تک کے بعض واقعات تعریضاً بیان کیے ہین۔ جیسے چھوٹی چھوٹی لڑکیون کے ساتھ آنحضرت کا کھیل کود مین مصروف رہنا ، اپنے مکان کی چھت پر

بیٹھے ہوے پرندون کو اُڑا دینا، اپنی رضاعی بہن کی پیٹھ مین کاٹ کھانا، مدینہ سے حدیبیہ کو
جاتے وقت اپنی مان کی قبر پر رونا۔ اس پر سرسیّد لکھتے ہین کہ "اگرچہ ان باتون کی کوئی معتبر سند نہین ہے
لیکن اگر یہ سب باتین تسلیم بھی کر لی جائین تو یہ ایسی باتین ہین جو ایام طفولیت مین انسانی فطرت کے موافق
ہمیشہ ہوا کرتی ہین۔ آنحضرت صلعم نہ خدا تھے اور نہ خدا کے بیٹے انھون نے آپ کو صرف یہ کہا تھا کہ "اِنَّمَا اَنَا
بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحیٰ اِلَیَّ" پس ایسی باتین اگر ہوئین بھی تو انسانی فطرت سے زیادہ اور کچھ نہین ہو سکتین"

یا مثلاً سر ولیم میور بارہ برس کی عمر مین آنحضرت کے سفر شام کا حال ابو طالب کے ہمراہ بیان
کرنیکے بعد لکھتے ہین کہ "زمانۂ سابق کے منہدم اور اُجڑے ہوے مقامون نے جنکو خیالی قصون اور عجیب
و غریب بیانون اور دل انگیز روایتون نے اَور بھی پُر اثر کر دیا تھا اور گرجاؤن کی صلیبون اور مورتون اور دینی
علامتون سے آراستہ ہونے اور گھنٹون کے بجنے کی قومی رسمون نے محمد (صلعم) کے خوض کنندہ دل و دماغ پر
ایک گہرا نقش اور پائدار اثر کر دیا تھا"

سر سید اول تو سفر شام مین چچا کے ساتھ آنحضرت کے جانے کی روایت کو صحیح تسلیم نہین کرتے
اور اسکے بعد بر تقدیر تسلیم لکھتے ہین کہ "ہم نہایت ادب سے سر ولیم میور سے پوچھتے ہین کہ کیا ایک مصرع
شخص (جیسا کہ سر ولیم میور نے آنحضرت کی نسبت لکھا ہے) کا دل و دماغ ایسا اثر قبول کر سکتا ہے؟ اور کیا ایک
مصروع شخص خوض کنندہ دل و دماغ رکھتا ہے؟ اگرچہ یہ بیان سر ولیم میور کا نہایت دلچسپ ہے مگر افسوس ہے کہ ہم
اس بیان سے اتفاق نہین کر سکتے؛ کیونکہ اسی لڑکے نے۔ جسکا دماغ صلیبون اور مورتون اور علاماتِ دین عیسوی
سے اس قدر اثر پذیر ہوا تھا۔ بعد کو اُنھین چیزون سے مخالفت اختیار کی؛ صلیب کو توڑا، مورتون کو پھوڑا،
اُنکی پرستش سے منع کیا اور بتایا کہ خدا کا کوئی بیٹا نہین، تثلیث کے عقیدہ کو جھٹلایا، خدا کو وحدہ لاشریک بتلایا

اور اسی کی عبادت کا وعظ کیا اور تمام دنیا مین اسی کو رواج دیا"

"لیکن اس بات کو تسلیم کر کے کہ درحقیقت مذکورۂ بالا چیزون نے اس لڑکے کے دل پر اثر کیا تھا ایک اور خیال خودبخود دل مین آتا ہے ؛ اور وہ یہ ہے کہ ایسا لڑکا - جس کے ابتدائی چار برس ایک صحرا مین کٹے تھے اور پھر آٹھ برس تک مُشرک اور بت پرست لوگون مین گھرا رہا - صرف بارہ برس کی عمر مین ایک ایسا دل رکھتا تھا کہ ہر چیز سے - جو اُسکی نظر سے گذرتی تھی ، پُرانی منہدم عمارتون کے آثار سے ، گرجاؤن ، صلیبون ، مورتون اور علامات دین عیسوی کے دیکھنے سے - ایک گہرا اثر قبول کرنے کے قابل تھا اور اسقدر عقل و فہم و ذکا سے آراستہ تھا کہ ان چیزون سے اُنکے برخلاف ایسے کامل نتائج اور معبود غیر ظاہر اور بقاے روح انسانی کے بارہ مین ایسے ایسے عالی خیالات مستنبط کر سکا ۔ وہ بلا شبہہ مادرزاد پیغمبر برحق تھا جسکی فطرت خود اسکی معلم تھی اور وہ وہی تھا جسکی نسبت خود حضرت عیسے نے یہ کہکر بشارت دی ہے کہ "سچ تو یہ ہے کہ میرا چلا جانا تمھارے لیے ضرور ہے کیونکہ اگر مین نجاؤن تو فارقلیط یعنی احمد مجتبے تمھارے پاس نہین آویگا اور اگر مین چلا جاؤن تو اُسکو تمھارے پاس بھیجدونگا"

اس خطبہ مین بمقابلہ سر ولیم میور کی تعریضات کے اور بہت سے لطیف مباحث ہین جنکو خطبات احمدیہ مین دیکھنا چاہیے ۔

یہ جو کچھ ہمنے خطبات احمدیّہ مین سے ناظرین کے سامنے پیش کیا ہے اسکو ایک بہت بڑے حوض یا تالاب مین سے چُلّو دو چُلّو پانی سمجھنا چاہیے - اس کتاب کی خوبی اور جو کچھ کہ اسمین لکھا گیا ہے اُسکی حقیقت جب تک کہ اصل کتاب کو نہ دیکھا جائے ہرگز معلوم نہین ہوسکتی خصوصًا اُردو خطبات جو سر سید نے ولایت سے آکر بہت مدت کے بعد لکھی ہے اور جسمین بہ نسبت انگریزی ترجمہ کے ہر ایک بات زیادہ وسعت کے ساتھ لکھی ہے اُس سے مصنف کی محنت - لیاقت - اور اسلام کی

محبت کا اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے ۔ مگر افسوس ہے کہ یہ کتاب زیادہ تر مالی مشکلات کے سبب سرسید کے ارادہ کے موافق پوری نہو سکی ۔ اُنکا ارادہ سر ولیم میور کی چارون جلدون کا جواب لکھنے کا تھا جس مین سے صرف ایک جلد لکھنے پائے تھے کہ ولایت مین ٹھیرنا ناممکن ہو گیا اور ہندوستان مین پہنچکر ۔ کچھ تو اسوجہ سے کہ یہان آکر وہ کالج کی فکر مین مصروف ہو گئے اور زیادہ تر اس سبب سے کہ جو کتابین لندن مین بآسانی میسر آسکتی تھین اُنکا ہندوستان مین کہین وجود نہ تھا ۔ وہ ارادہ پورا نہو سکا ۔ مگر جو مباحث سر ولیم میور کی کتاب مین زیادہ اہم تھے اُنمین سے چند کے سوا سب کا تفصیلی یا اجمالی جواب اسی ایک جلد مین آگیا ہے ؛ کیونکہ جس اصول پر سر ولیم میور نے اپنی تمام اعتراضات کی بنیاد قائم کی ہے خطبات احمدیہ مین اُسکی جڑ کاٹ دی گئی ہے اور نہایت واضح طور پر جتا دیا گیا ہے کہ اسلام پر مخالفین کا کوئی اعتراض اسوقت تک وارد نہین ہو سکتا جب تک کہ وہ قرآن یا اُن حدیثون کی سند پر ۔ جو اُصولِ علمِ حدیث کے موافق واجب التسلیم قرار پائین ۔ مبنی نہو ۔ اور اس قاعدہ سے وہ اعتراضات بکلم ساقط ہو جاتے ہین جو عام تاریخ و سیر کی کتابون یا اجتہاد فقہا یا اقوال علما و آرائے مفسرین کی رو سے مذہب اسلام پر ایراد کیے جاتے ہین ۔

جسوقت سرسید نے خطبات احمدیہ لکھی ہے اُسوقت تک مذہبی تحقیقات کے متعلق اُنمین وہ آزادی پیدا نہین ہوئی تھی جیسی تفسیر القرآن مین دیکھی جاتی ہے اور اسلیے خطبات احمدیہ مین کوئی بات ایسی نہین پائی جاتی جس کو اسلام کے اصول متعارفہ کے خلاف سمجھا جائے ۔ البتہ دو ایک جگہ کسی قدر اُنھون نے جمہور کے خلاف لکھا ہے جیسا کہ علمای محققین نے صدہا مسائل مین جمہور سے اختلاف کیا ہے مثلاً معراج کے مضمون کو ۔ جیسا کہ بعض صحابہ کا مذہب ہے ۔ رُویا پر محمول کیا ہے

اور شق صدر اور براق کی سواری کو اسی رُویا مین داخل کیا ہے یا اور ایک آدھ بات اسی قبیل کی جمہور کے خلاف بیان کی ہے ۔ لیکن اس سے اصول اسلام کی مخالفت لازم نہین آتی ۔ تعجب ہے کہ سر ولیم میور نے ۔ جیسا کہ سرسید کی زبانی سنا گیا ہے ۔ جسوقت خطبات احمدیہ کو پہلی مرتبہ دیکھا تو یہ کہا کہ " مین نے سید احمد کے اسلام پر اعتراض نہین کیے بلکہ اُس اسلام پر اعتراض کیے ہین جسکو تمام دنیا کے مسلمان مانتے چلے آئے ہین " یہ بعینہ ایسی ہی بات ہے کہ ایک تیر انداز کسی گروہ کو نہتّا سمجھکر اُسپر تیر برسانے شروع کرے اور جب اُدھر سے بھی خلافِ توقع تیر آنے لگین تو یہ کہے کہ میرا مقابلہ نہتّون سے ہے تیر اندازون سے نہین ہے ۔ سر ولیم میور نے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ایک نئے طریقہ سے نکتہ چینی کی تھی اور چونکہ مسلمانون نے اس قسم کے اعتراض پہلے عیسائیون سے بہت کم سنے تھے ۔ اس لیے سر ولیم میور کو یقین تھا کہ کوئی مسلمان میرے اعتراضون کا جواب نہین دے سکیگا مگر جب اُنھون نے دیکھا کہ جس قسم کے آلات اُنھون نے اسلام کے برخلاف استعمال کیے تھے اُسی قسم کے آلات اسلام کی حمایت مین ایسے طور پر استعمال کیے گئے ہین جسکی اُنکو بالکل توقع نہ تھی تو مذکورۂ بالا الفاظ اُنکی زبان سے نکلے جنکے یہ معنی ہین کہ مین نے تو اسلام کو نہتّا سمجھکر اسپر حملہ کیا تھا ۔

خطباتِ پر انکوائرر کی رائے

انگلستان کے اخبار " اِنکوائرر " مورخہ ۱۱ - مئی ۱۸۷۲ء مین ۔ جبکہ سرسید کو ولایت سے ہندوستان مین آئے ہوے دو برس گذر چکے تھے ۔ کسی آزاد خیال انگریز نے خطبات احمدیہ پر ایک مفصل ریویو چھپوایا تھا ۔ اُسکے چند دلچسپ فقرے ہم اس مقام پر نقل کرتے ہین ۔

وہ لکھتا ہے کہ " ہمین اس کتاب کے مضامین کو خوشی سے لینا چاہیے کیونکہ وہ مسلمانون کی طرف سے کم از کم پہلے پہل ہین اُس مبادلۂ خیالات اور فیلنگز کے جو مشرق اور مغرب مین اُن مختلف مذاہب کے ماننے والون مین ۔ جو باوجود

اختلاف کے ایک نوع کا اتحاد بھی رکھتے ہین - ہوتا چلا ہے ؛ گو ہم پہلے ہی سے یہ نہین کہ سکتے کہ یہ خیالات کا مبادلہ زمانہ آیندہ مین کہان تک جاری رہیگا یا اس سے کیا کیا نتیجے پیدا ہونگے ۔ لیکن بہرحال ہم سید احمد کو - جو اپنے ملک مین رفاہ عام کے سرگرم کارگزار اور اپنے مذہب کی اُڑکر حمایت کرنے والے ہین - وِلکم کرتے ہین کہ اُنھون نے اپنی مذہبی تحریرین ہمارے سامنے پیش کی ہین ۔ مسلمانون کو بلاشبہہ اس بات کا حق ہے کہ انجیل کی تفسیر[1] کے متعلق جو کچھ وہ کہین اُسکی سماعت کیجائے ؛ خصوصًا اس وجہ سے کہ شاید وہ روایات کے نئے ذریعے ہم پر ظاہر کرین ۔ سائنٹفک مذہب کا فرض ہے کہ وہ کسی شہادت کے سُننے سے جو اُسکو مل سکے انکار نہ کرے ؛ مگر مصنف کو اس سے زیادہ ہم سے توقع رکھنی نہین چاہیے کہ ہم اُسکے خیالات سے ایک حد تک تفاق کرینگے "

اس سے آگے چلکر وہ لکھتا ہے کہ " محمد (صلعم) جیسے شخص کے کیرکٹر معلوم کرنے کے لیے ایک ایسی سائیکولوجی کا جو تاریخ کے ذریعہ سے منکشف ہوئی ہے ایک سخت دشوار اور دقیق مسئلہ حل کرنا پڑتا ہے - میور اور اسپرنگر نے زمانۂ حال کی نکتہ چینی کا طریقہ - جسکو متشرع عیسائی (اپنے مذہب کی لنسبت) ناپسند کرتے ہین - اسلام کی اصل ورا ُسکی ترقی کے حالات دریافت کرنے مین برتا ہے ؛ اور پارتھیلی سینٹ ہلیر نے ہمارے سامنے ایک مفصل تاریخی تصویر پیش کی ہے ۔ ہم عام طور پر یہ ظاہر کر سکتے ہین کہ ہم نے محمد (صلعم) کی تعریف اور عزت دل مین رکھنی سیکھ لی ہے ؛ لیکن ہم مین ایسے کم ہین جو کبھی قرآن کو پڑھتے ہون ۔ یہانتک کہ سیل نے جو ابتدائی بحث اس کتاب (یعنی قرآن) کی نسبت کی ہے اُسکو بھی نہین پڑھتے ؛ اور اُنسے بھی کم وہ لوگ ہین جو اسلام کو کیا بلحاظ ملکی اور کیا بلحاظ مذہبی قوت کے ایک ایسی زندہ طاقت سمجھے ہوے ہین جو اپنی موجودہ یا کسی تبدیل شدہ حالت مین آنے والی صدیون مین حکمران طاقتون مین سے ایک طاقت شمار ہوگی "

[1] یہ اشارہ ہی خطبات احمدیہ کے اُن بیانات کیطرف جہان سرسید نے کہین عیسائی مفسرین کی سند سے اور کہین اور دلائل سے انجیل کے معنی جمہور عیسائیون کے برخلاف بیان کیے ہین ۱۲

سرسید نے جس خطبہ مین آنحضرت (صلعم) کی نسبت بائبل کی پیشین گوئیان بیان کین ہین اُسکے متعلق فاران اور فارقلیط کی پیشین گوئی کا ذکر کرکے لکھتا ہے کہ "سید احمد بار بار اس بات پر اطمینان ظاہر کرتے ہین کہ اُنکے دلائل اُسی درجہ کے ہین جیسے کہ عیسائی عموماً استعمال کرتے ہین +++ اگر وہ ہمکو اپنے دلائل کا یقین دلانا چاہتے ہین تو اُنکو چاہیے کہ عیسائیون کی طرح صرف عمدہ ہی نہین بلکہ عمدہ ترین[1] دلیلین ہمارے سامنے پیش کرین۔ اُنھون نے اپنے دو دشمنون کو ایک کر دیا ہے؛ وہ خیال کرتے ہین کہ عیسائی مذہب ہی اُنپر حملہ کر رہا ہے حالانکہ اُسکے ساتھ ہی آج کل کی نکتہ چینی کا طریقہ اُنکے مذہب کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کر رہا ہے جیساکہ وہ اَور مذہبون کے ساتھ۔ جنمین کرید کرنی اُسکو منظور ہوتی ہے۔ کرتا ہے۔ لیکن اسمین شک نہین کہ سید احمد میور اور اسپرنگر جیسے لوگون کے مقابلہ مین اپنی جگہ پر قائم رہنا بخوبی جانتے ہین"

اسکے بعد چوتھے خطبہ کے اُس مدلل بیان پر جو سرسید نے تعدد ازواج کی بحث مین لکھا ہے کہتا ہے کہ "فی الواقع یہ مضمون مصنف کو بہت عزت دیتا ہے کہ وہ۔ یہ بات ثابت کرنے کے لیے کہ پولیگمی (یعنی تعددِ ازواج) مضر نہین ہے۔ اپنے اونٹ کو سوئی کے ناکے سے نکال لیگیا ہے؛ گو اُسنے اسکی جرأت نہین کی کہ اُسکو حقیقی فوائد مین سے شمار کرتا۔ بہرحال ایسے مضمون پر اگر ہمکو سید احمد سے اتفاق بھی ہو تو ہم اُسکو ظاہر نکرینگے کیونکہ ہمکو اس موقع پر ایک خوشگوار سکوت[2] ہی کو ترجیح دینی چاہیے" پھر اسی خطبہ کے متعلق اُس بیان پر جسمین سرسید نے ثابت کیا ہے کہ اسلام عیسائیون کے لیے رحمت تھا کہتا ہے کہ "ہم دیکھتے ہین کہ ہیأت اور طب یہ دونو علم اور پروٹسٹنٹ اور یونی ٹیرن یہ دونو مذہب اُن فوائد مین سے ہین جو اسلام نے کرسچینٹی

---

[1] چونکہ ریویو نگار ایک آزاد خیال آدمی ہے اسلیے وہ جس طرح عیسائیون کی پیشین گوئیون کو تسلیم نہین کرتا اسی طرح مسلمانون کی پیشین گوئیون کو نہین مانتا اور اثبات نبوت کے لیے ایسی دلیلون کو کافی نہین سمجھتا ۱۲

[2] اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوسائٹی کے خوف سے اپنا عندیہ ظاہر کرنا نہین چاہتا ورنہ سرسید کے استدلال کو وہ دل مین مان گیا ہے ۱۲

(یعنی عیسائی مذہب) کو عطا کیے ہین ۔ ہم امید کرتے ہین کہ عیسائی قومین کافی طور پر شکر گزار ہونگی ان فوائد مین سے ہر ایک فائدہ کے لیے اور سب فائدون کے لیے ۔ لیکن سچ یہ ہے کہ یہ فوائد مشکل سے کافی بیان ہین اُس زبردست تحریک کا جو یوروپ مین اُندلس کے مسلمانون سے پیدا ہوئی اور جو فن تعمیر، شاعری، معاشرت اور آداب سب پر حاوی ہے "

اسکے بعد نوین خطبہ کے متعلق جسمین آنحضرت صلعم کا نسب بیان کیا گیا ہے اول سرسیّد کا یہ قول نقل کرتا ہے کہ " عدنان تک ۔ جو کہ پیغمبر خدا صلعم کے نسب نامہ مین اکتالیسوان ہے ۔ مطلقاً عربی روایات سے لیا گیا ہے اور عدنان سے اوپر یہود کی تاریخ سے لیا گیا ہے ۔ ہمکو بہت تعجب ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہین کہ بہت سے عیسائی مصنفون نے اپنا وقت ضایع کیا اور بے فائدہ دماغ صرف کیا اس بے فائدہ تلاش مین کہ اسلام اور یہودی مذہب مین تعلق ہے حالانکہ کسی مسلمان نے اس سے انکار کرنے کا خیال تک نہین کیا ۔ عیسائیون کو جب یہ معلوم ہوا تو اُنھون نے طنز کے ساتھ ہمکو الزام لگایا کہ تمنے یہ چیز یہودیون سے لی اور وہ چیز اُنکے ہان سے چُرائی ۔ گویا اسلام کوئی بنیاد نہین رکھتا جسپر وہ قائم ہو بلکہ بالکل عیسوی اور یہودی دین پر منحصر ہے ۔ ہم مسلمانون کو دو تو الہامی مذہبون سے انکار کرنا تو کیسا ہم تو اپنی سب سے بڑی عزت سمجھتے ہین کہ " ہم سچے اور ایماندار پیرو ہین ہر ایک سچے او خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر کے " اسپر ریویو نگار لکھتا ہے کہ " اخیر کے جملہ کو ہمنے ممتاز حرفون مین لکھا ہے کیونکہ وہ توجہ کے قابل ہے اور اس قابل ہے کہ یاد رکھا جائے ۔ ہمکو یقین ہے کہ اس جملہ کے الفاظ ایسے ہین جو کم سے کم اسلام کی اصولی تعلیم پر مبنی ہین اور اس مین تو شک ہی نہین کہ وہ مصنف کے نزدیک مسلم ہین ۔ یہ الفاظ ہم کو ایک شریف قول معلوم ہوتے ہین اور ایسے ہین جو بالکل تسلیم کیے جانے کے قابل ہین ۔ انپر فی الحقیقت

کتھولسٹی[1] کے سچے اصول کی مُہر ہے۔ فی الواقع اگر کوئی جامع اصول مختلف مذہبون مین مصالحت پیدا کرسکتا ہے تو وہ صرف یہی اصول ہوگا۔ شاید ہم سید احمد کو بغیر ناراض کیے یہ کہہ سکتے ہین کہ وہ ملّی یا عربی کیتھولک ہے۔ بہرحال اُنھون نے لٹریچر کا مردِ میدان ہونیکا حق بخوبی ثابت کردیا ہے ++++ اور اُنکے مضامین کو وہ لوگ توجہ سے پڑھینگے جنکو اس سبجکٹ مین دلچسپی حاصل ہوچکی ہے اور جو ہمین زیادہ معلومات حاصل کرنیکی تلاش مین ہین۔

جان ڈیون پورٹ کی کتاب کا چھپوانا

لندن ہی مین سرسید نے جان ڈیون پورٹ کی کتاب "اپالوجی فور محمد اینڈ قرآن" کو جو اُنھون نے عیسائیون کے برخلاف اسلام کی حمایت مین لکھی تھی خود اپنے روپیہ سے چھپوایا۔ سرسید کے خطون سے جو سید مہدی علی خان کے نام ہین معلوم ہوتا ہے کہ لندن کا کوئی پبلشر اس کتاب کے چھاپنے کی ہامی نہین بھرتا تھا اور خود مصنف کو اسقدر استطاعت نہ تھی کہ اپنے روپیہ سے اُسکو چھپوا کر شائع کردے۔ سرسید نے وہان پہنچکر جب اس کتاب کے مضامین سُنے تو اُنھون نے فورًا اپنے پاس سے روپیہ کی تدبیر کرکے وہ کتاب جھٹ پٹ چھپوادی اور اُسکی کئی سو جلدین ہندوستان بھجوادین۔ یہان اُسکا ایک اُردو ترجمہ مولوی عنایت الرحمن خانصاحب دہلوی نے اور دوسرا مولوی ابوالحسن نے کیا اور دونو ترجمے چھپکر شائع ہوگئے۔

گاڈفری ہگنس کی کتاب کا خریدنا

انگلستان کے ایک اور ذی وقعت مصنف گاڈفری ہگنس کی کتاب جو کسی زمانہ مین مصنف مذکور نے اسلام کی تائید مین لکھی تھی اور اب نایاب ہوگئی تھی ایک جرمن کتاب فروش کی مشہور دکان سے۔ جہان ہر زبان کی پُرانی اور نایاب کتابین بکتی ہین۔ سرسید نے دس گنی قیمت پر لندن مین خریدی۔ اصل مطلب اسکے خریدنے سے یہ تھا کہ خطبات احمدیہ کی تصنیف مین اُس سے مدد لیجائے مگر اُنھون نے

[1] کتھولسٹی ایک لفظ مشترک بہت سے معنون مین آتا ہے جنمین سے ایک معنی مذہبی فراخ حوصلگی یا بے تعصبی اور ناطرفداری کے ہین ۱۲

ہندوستان مین آکر اُن لوگون کے لیے - جنکو مشنریون سے مذہبی گفتگو کرنے کا اتفاق ہوتا ہی - پانسو روپیہ خرچ کر کے اُسکا اُردو ترجمہ[1] بھی جو حمایت الاسلام کے نام سے مشہور ہی شایع کرا دیا ۔

اگرچہ یہ مضمون بقدر ضرورت خطبات احمدیہ مین لکھا جا چکا تھا مگر ولایت سے آنے کے بعد سر سید نے اس مضمون پر ایک مستقل رسالہ لکھکر اول تہذیب الاخلاق کے متعدد پرچون مین شایع کیا اور پھر اُسکو علیحدہ کتاب کی شکل مین چھپوایا ۔ ہمارے علما جنھون نے اُن اعتراضون اور طعنون سے کان بند کر رکھے ہین جو یورپ کی قومین اسلام اور اہل اسلام پر کرتی ہین اُنکو تو آج تک یہ بھی احساس نہین کہ بردہ فروشی کا دستور جو عرب اور افریقہ مین جاری ہی اُسمین کیا بُرائی ہی اور وہ اصول اسلام کے موافق صحیح ہی یا نہین ؟ اُنکے نزدیک حمیّت اسلامی اسی کا نام ہی کہ جو شخص اسلام پر اعتراض کرے اگر قدرت ہو تو اُسکا مونھ بند کر دین ورنہ اپنے کانون مین اُنگلیان دے لین ۔ مگر جو لوگ اس قسم کے مطاعن کتابون اور اخبارون مین دن رات دیکھتے اور پڑھتے ہین اور جنکو معلوم ہی کہ یہ مطاعن مسلمانون کی نئی پود پر جو دنیا کے حالات سے روز بروز زیادہ باخبر ہوتی جاتی ہی - کیا اثر کرتے ہین ۔ وہ خوب سمجھتے ہین کہ اگر معترضین کی غلط فہمیون کو اسوقت رفع نہ کیا جائے تو ہماری نسلین - جو ہمارے بعد اسلام کی وارث ہونیوالی ہین - وہ اسلام کو کس نگاہ سے دیکھینگی اور تمام عیسائی قومون مین اور خاصکر انگریزون کی قوم مین - جو ہندوستان کے مسلمانون پر حکمران ہین -

---

[1] یہ ترجمہ مشہور عالم مولوی محمد حسن مرحوم پروفسر بریلی کالج نے کیا تھا ۱۲

مذہب اسلام کس نظر سے دیکھا جائیگا ۔

انھین مطاعن مین سے ایک طعن جوازِ استرقاق یعنی لونڈی غلام بنانے کا ہی جو عیسائی قومین مذہب اسلام پر اسلیے کرتی ہین کہ نصف صدی سے مسلمانون کے سوا اور کسی قوم مین یہ دستور باقی نہین رہا۔ اگرچہ اٹھاروین صدی تک جو غلامون کی حالت زار یورپ اور امریکا مین تھی اُس بے رحمی اور سنگدلی کی نظیر اسلام مین کہین نہین پائی جاتی چنانچہ فرانس کے مشہور محقق ڈاکٹر لی بان نے ۔ جیسا کہ احمد شفیق بک نے اپنے رسالہ مین نقل کیا ہی اپنی کتاب تمدّنِ عرب مین اُن بیرحمیون کا بیان کرنیکے بعد ۔ جو عیسائی قومین غلامون پر کرتی تھین ۔ صاف اقرار کیا ہی کہ "سچ بات یہ ہی کہ مسلمانون کی غلامی بالکل اس غلامی کے برعکس ہی جو عیسائیون مین جاری تھی" لیکن اسی بیرحمی کا آخرکار یہ نتیجہ ہوا کہ نیکدل لوگون کو غلامون کی حالت پر رحم آیا اور وہ اُنکی حمایت کے لیے کھڑے ہو گئے یہان تک کہ غلامی کا نام ونشان تک یورپ اور امریکا سے مٹا دیا گیا ۔

پس اس سے زیادہ اور کیا افسوس کی بات ہو سکتی ہی کہ جو قومین غلامون پر ایسی بیرحم تھین اور جنکے مذہب مین کوئی خاص رعایت غلامون کے ساتھ نہین کی گئی وہ تو تمام دنیا مین غلامی اور بردہ فروشی کا انسداد کرتی پھرتی ہین اور مسلمان جنکے مذہب نے تمام دنیا کے مذاہب سے بڑھکر غلامون کی حمایت کی اور اگر سچ پوچھیے تو گویا غلامی کو بالکل معدوم کردیا وہی تمام دنیا مین بردہ فروشی کے ناجائز و ناشایستہ رواج مین سب سے زیادہ بدنام ہین اور اُنھین کے مذہب پر یہ الزام لگایا جاتا ہی کہ وہ نوع انسان کا دشمن اور ظلم و بیرحمی کا سرچشمہ ہی ۔

سرسید اپنے ایک آرٹکل مین - جو رسالۂ ابطال غلامی کے علاوہ اُنھون نے اسی مضمون پر لکھا ہی - لکھتے ہین کہ "ولیم ہوورڈ رسل صاحب جو نہایت نامی گرامی ہین - اپنے روزنامچہ مین اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کی بڑی تعریف کرتے ہین اور لکھتے ہین کہ "اُسنے اس نیکی کے حاصل کرنے اور رسم بد کے موقوف کرنے مین بڑی کوشش کی ہی اور کسی قدر کامیاب بھی ہوا ہی"

اسکے بعد سرسید کہتے ہین کہ "اگرچہ مسٹر رسل کی کتاب پڑھکر ہمارا دل خوش ہوا مگر جس لفظ نے ہمارے دل کو رنجیدہ کیا اُسکا بیان کرنا بھی ضرور ہی اور وہ یہ ہی کہ جہان اُنھون نے اسمٰعیل پاشا کے اس نیک کام کی تعریف ہی وہان یہ بھی لکھا ہی کہ اُسنے برخلاف اپنے مذہب و ایمان کے یہ نیک کام کیا ہی اس تحریر پر ہم کچھ مسٹر رسل سے ناراض نہین ہوئے اُنھون نے ٹھیک لکھا ہی مگر اُن کافر مسلمانون سے ناراض ہوے جنھون نے اپنے افعال ناشایستہ کو ایسے طور پر رواج دیا ہی جسکے سبب غیر قومین اُن افعال کو مذہبی اور ایمانی افعال سمجھتی ہین اور مذہب اسلام کو حقارت سے دیکھتی ہین اور سمجھتی ہین کہ تہذیب اور شایستگی اور انسانیت مذہب اسلام کے ساتھ جمع نہین ہوسکتی"

اگرچہ مسلمان سلطنتون مین سلطان عبد المجید خان اور اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کے وقت سے بردہ فروشی کا انسداد محض بطور مصلحت ملکی کے ہونے لگا مگر ۱۸۸۹ء تک وہان بھی کسی مسلمان عالم کو یہ خیال نہین آیا کہ عیسائی - جو بردہ فروشی کے نالائق طریقہ کو دین اسلام کی طرف منسوب کرتے ہین - اس غلط فہمی کو رفع کیا جائے ۔ حالانکہ ٹرکی، مصر اور افریقہ کے دیگر ممالک اسلامیہ کے علما کا سب سے مقدم فرض تھا کہ وہ اسلام پر سے اس الزام کو رفع کرتے ؛ کیونکہ دنیا مین کوئی مرکز بردہ فروشی کا اب وسط افریقہ کے سوا باقی نہین رہا تھا جہان ایک مدت سے سلاطین یورپ

انسداد بردہ فروشی کی تدبیرون مین مصروف ہین اور عیسائی مشنیری تمام یورپ اور افریقہ مین منادی کرتے پھرتے ہین کہ مظلوم حبشیون کو اسلام کے پنجۂ ظلم سے نکالو۔

بارے ۱۸۸۸ء مین۔ یعنی سرسید کی تصنیف سے اُنیس[۱۹] برس بعد۔ مصر کے ایک روشن ضمیر فاضل احمد شفیق بک کو۔ جسنے فرانس مین تعلیم پائی ہو۔ یہ خیال اُس وقت پیدا ہوا جبکہ کارڈنل لافیجری پیرس کے ایک چرچ مین نہایت جوش وخروش کے ساتھ بردہ فروشی کے مظالم پر لکچر دے رہا تھا اور اُسکا الزام صرف مسلمانون ہی کے اعمال و افعال پر نہین بلکہ مذہب اسلام پر لگاتا تھا کہ وہ علانیہ اس رسم بد کی تعلیم دیتا ہی۔ اسکے بعد احمد شفیق بک نے دیکھا کہ وہ لکچر یوروپ مین عام طور پر شایع ہو گیا اسلیے اُنھون نے ایک رسالہ فرانسیسی زبان مین لکھا جسکا ترجمہ احمد ذکی افندی نے عربی مین کیا ہی۔

اس رسالہ کی جسقدر شہرت اور وقعت یوروپ کی عیسائی قومون مین اور مصر و ٹرکی کے مسلمانون مین ہوئی ہی اُس سے اندازہ ہوسکتا ہی کہ یہ مضمون جسکو اب سے اُنتیس[۲۹] برس پہلے سرسید لکھ چکے تھے اور جسکا صلہ انکو یہ ملا تھا کہ بجای عیسائیون کے خود مسلمانون نے اُسکے رد لکھے۔ کسقدر ضروری تھا۔ مصر کے اسلامی اخبار المؤید مورخہ ۲ ستمبر ۱۸۹۱ء مین اسکی نسبت لکھا گیا تھا کہ "اسلام کی حمایت مین اس سے عمدہ اور افضل کوئی تصنیف نہین ہوئی؛ چنانچہ کبرا و فضلای اہل اسلام نے۔ جو ایسے کامون سے دلچسپی رکھتے ہین۔ احمد ذکی افندی سے نہایت التجا کے ساتھ اسکا ترجمہ فرانسیسی زبان سے عربی مین کرایا" اسکے سوا فرانس کے مشہور عالم موسیو ملیسمر نے اس رسالہ کو دیکھکر مصنف کو لکھا "کہ تمنے اپنے حریف (یعنی کارڈنل لافیجری) کو لاجواب کر دیا اور بے شک حق

تمھاری جانب ہی" اسی طرح فرانس کے آٹھ بڑے بڑے مشاہیر نے رسالہ مذکور کی نہایت تعریف اور اسکے لکھنے پر مبارکباد لکھی۔ خصوصاً موسیو بوکارا انسپکٹر کمپنی نہر سویس نے لکھا کہ "مین نہایت قدر کرتا ہون تمھارے اس کام کی جو تمنے اپنے مذہب اور اپنے ملک کی حمایت کے لیے کیا ہی اور کیا اچھا ہو اگر فرانس کا ہر فرد اسی طرح اپنے مذہب اور اپنے ملک کی حمایت کے لیے کھڑا ہو" رستم پاشا سفیر سلطانی جو اُس وقت لندن مین تھے اُنھون نے رسالۂ مذکور کی رسید مین نہایت شکریہ کے بعد مصنف کو لکھا کہ "اس رسالہ سے نہایت عمدہ نتائج پیدا ہونگے اور مین ان نسخون کو نہایت خوشی سے انگریزون مین اور اُن اخبارون مین جو انگریزون کی نظر سے گذرتے ہین۔ تقسیم کرونگا" احمد ذکی افندی مترجم رسالۂ مذکور لکھتے ہین کہ "بہت دن گذرنے نہ پائے تھے کہ یہ مضمون تمام یوروپ مین مشہور ہوگیا' یوروپ کے بڑے بڑے اخبارون مین اُسپر عمدہ عمدہ ریویو لکھے گئے اور بعض اخبارون مین یہ رسالہ بجنسہ اول سے آخر تک چھاپ دیا گیا"

الغرض اسلام کی اس ضروری اور مہتم بالشان خدمت کی نسبت غالباً تمام اسلامی دنیا مین سب سے پہلے سید احمد خان کو اس بات کا خیال پیدا ہوا کہ غلامی کے باب مین جو فضیلت اور فوقیت مذہب اسلام کو تمام دنیا کے مذاہب پر ہی اور جو نیکی اور سلوک و احسان اُسنے لونڈی غلامون کے ساتھ کیا ہی اُسکو صاف صاف دنیا پر روشن کرین۔ اُنھون نے اول ۱۸۷۰ء مین جہان سر ولیم میور کے اور مطاعن و اعتراضات کے جواب خطبات احمدیہ مین دیے ہین انھین کے ذیل مین غلامی پر بھی بہت شافی[1] بحث کی ہی - جس کے بعد

[1] چونکہ سرسید نے غلامی پر کوئی علحدہ مضمون لکھکر انگریزی مین شایع نہین کیا تھا بلکہ خطبات کے ضمن مین اسکا ذکر کیا تھا اور خطبات کی بہت کم جلدین انگریزی مین شایع ہوئی تھین اسلیے اسکی شہرت یوروپ مین نہین ہوئی جیسی احمد شفیق بک کے رسالہ کی ہوئی ۱۲

عیسائیون کے مقابلہ مین کچھ اور لکھنے کی ضرورت باقی نہ تھی مگر چونکہ اسمین ایک دعوے فقہاے اسلام کے خلاف تھا اور جب تک اصول شرع کے موافق اُسپر استدلال نہ کیا جائے وہ مسلمانون کے سامنے پیش کرنیکے قابل نہ تھا اسلیئے اُنھون نے ۱۲۸۸ھ مین ایک مستقل و مبسوط رسالہ اسلام کی غلامی پر لکھکر تہذیب الاخلاق مین چھپوایا۔ اس رسالہ مین اول بطور تمہید کے دلائل عقلیہ غلامی کی بُرائی پر نہایت عمدگی اور صفائی سے بیان کئے ہین اور پھر لکھا ہی کہ اگر غلامی خدا کی مرضی کے موافق ہو تو اُسکے یہ معنی ہونگے کہ خدا بندون کو اپنا شریک گردانتا پسند کرتا ہی؛ کیونکہ حدیث مین آیا ہی کہ "کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰهِ وَکُلُّ نِسَائِکُمْ اِمَاءُ اللّٰهِ"[۱] اور یہ جو کہا جاتا ہی کہ - اگر غلام اچھی طرح رحم اور محبت کے ساتھ رکھے جائین تو کوئی بُرائی نہین - اسکی تردید کی ہی اور کہا ہی کہ غلامی فی نفسہ ایک قدرتی گناہ ہی اور اُنکو بدسلوکی سے رکھنا دوسرا گناہ ہی اور کوئی چیز قدرتی گناہ سے زیادہ خوفناک نہین ہی۔

اسکے بعد لکھا ہی کہ "یہودی مذہب نے غلامی کے قانون کو جائز سمجھا اور عیسیٰ مسیح نے اُسکی نسبت کچھ نہین کہا مگر رسول اللہ صلعم نے جو کچھ اُسکی نسبت کہا اُسکو کسی نے نہین سمجھا" پھر جس جس طریقہ سے زمانہ جاہلیت مین غلام بنائی جاتے تھے اُسکی تفصیل لکھی ہی اور دکھایا ہی کہ غلامی کی رسم جو اُسوقت عرب مین تمام دنیا کی قومون کی طرح جاری تھی اُسکا دفعۃً موقوف کردینا صرف مصالح ملکی کے برخلاف ہی تھا۔ بلکہ ایسا کرنا انواع واقسام کے گناہون کا مورث ہوتا۔ چنانچہ اب بارہ سو برس بعد بھی یوروپ کے بڑے بڑے مدبر جنھون نے غلامی کے معدوم کرنے مین بے انتہا کوششین کین وہ بھی اس سے زیادہ کچھ نہ کرسکے کہ آیندہ کی غلامی کو بند کیا اور موجودہ غلامون کے رفتہ رفتہ آزاد ہوجانیکی تدبیرین کین

[۱] یعنی تم سب خدا کے غلام ہو اور تمھاری سب عورتین خدا کی لونڈیان ہین ۱۲

مگر اُنکی تدبیرون مین اور بانی اسلام کی تدبیرون مین یہ فرق تھا کہ اُنکی تدبیرین زیادہ تر مادی چیزون سے
اور بانی اسلام کی تدبیرین زیادہ تر روحانی چیزون سے علاقہ رکھتی تھین۔ پس اسلام نے جسطرح
شراب خواری کو بتدریج موقوف کیا تھا اسی طرح غلامی کے رفتہ رفتہ مسدود کرنے کی بنیاد ڈالی۔
اول طرح طرح سے غلامون کے آزاد کرنے کی مسلمانون کو ترغیب دی یہانتک کہ بُردہ آزاد کرنے کو
تمام دنیا کی نیکیون سے افضل بتایا، بعض گناہون کے کفارہ مین بُردہ آزاد کرنیکا حکم دیا،
اور بتایا کہ جو غلام اپنی قیمت اپنی کمائی سے ادا کرنی چاہین اُنسے یہ اقرار نامہ لیکر چھوڑ دو، جنسے
اُنکے مالک اسطرح آزاد کرنے کا وعدہ کرین اُنکی خیرات یا چندہ سے مدد کرو، بیت المال مین سے
مکاتب غلامون کی آزادی کے لئے روپیہ دینا تجویز کیا، بعض صورتین ایسی بتائین کہ لونڈی
غلام بغیر آزاد کرنے مالک کے خود بخود آزاد ہو جائین۔ اسی طرح اور طرح طرح کی سبیلین اُنکے
آزاد کرنے کی نکالین۔ مالک کو اُنکے ساتھ رعایتین کرنے کی نہایت تاکید کی کہ اُنسے زیادہ
خدمت نہ لین، اُنھین لونڈی غلام کہکر نہ پکارین، اُنکو مثل اپنے کھانا اور کپڑا دین،
اُنکو اُنکے رشتہ دارون سے جدا نکرین وغیرہ وغیرہ۔

یہانتک سرسید کا بیان جمہور علمای اسلام کے مطابق ہی۔ مگر اسکے بعد اُنھون نے
دو دعوے نہایت شد و مد کے ساتھ کیے ہین جنمین بظاہر وہ متفرد معلوم ہوتے ہین پہلا
دعوی اُنکا یہ ہی کہ لڑائی کے قیدیون کو لونڈی غلام بنانے کا کوئی حکم قرآن مجید کی کسی آیت
مین یا کسی حدیث صحیح مین نہین ہی۔ اسکے بعد جن آیتون یا حدیثون سے علمانے استرقاق
کا حکم استنباط کیا ہی اُنکو نقل کرکے ثابت کیا ہی کہ اُنسے استرقاق کا حکم مستنبط نہین ہوتا

اورجو الفاظ قرآن مجید یا احادیث صحیحہ مین ایسے آئے ہین جنسے آنحضرت صلعم کے زمانہ مین لونڈی غلامون کا ہونا معلوم ہوتا ہی جیسے ماملکت ایمانکم، فک رقبۃ، عبد، امۃ، فتیات وغیرہ اُنکی نسبت وہ یہ کہتے ہین کہ بیشک جبتک آیۂ منّا وفداء[1] نازل نہین ہوئی اُسوقت تک عرب کی قدیم رسم کے مطابق مختلف طریقون سے (جنکی تفصیل اُنھون نے لکھی ہی) برابر لونڈی غلام بنائے جاتے تھے؛ اور نیز بعد اُترنے آیۂ مذکورہ کے گو آیندہ کے لیے استرقاق کی ممانعت ہوگئی مگر جنکے پاس لونڈی غلام پہلے سے موجود تھے اُنکو آزاد کرنے پر مجبور نہین کیا گیا کیونکہ آیۂ مذکورہ مین صرف آیندہ کے لیے یہ حکم تھا کہ لڑائی کے قیدیون کو یا احسان رکھکر چھوڑ دو یا فدیہ لیکر۔ پس قرآن وحدیث کے جن الفاظ سے رِقیّت کا وجود رسول خدا صلعم کے زمانہ مین معلوم ہوتا ہی وہ اُنھین لونڈی غلامون سے متعلق ہین جو آیۂ مذکورہ کے نازل ہونے سے پہلے مسلمانون کے پاس موجود تھے۔

دوسرا دعوی اُنکا یہ ہی کہ سورۂ محمد کی اُس آیت سے جسمین یہ حکم ہی کہ آیندہ لڑائی کے قیدیون کو یا احسان رکھکر چھوڑ دیا کرو۔ یا فدیہ لیکر۔ اسلام نے رسمِ استرقاق کو جو تمام اَور قومون کے عرب مین بھی قدیم زمانہ سے چلی آتی تھی ہمیشہ کے لیے موقوف کر دیا۔ وہ کہتے ہین کہ زمانۂ جاہلیت مین لڑائی کے قیدیون کو قتل کرنا، لونڈی غلام بنانا، فدیہ لیکر یا احساناً چھوڑ دینا؛ یہ چارون باتین رائج تھین اور اسلام مین بھی۔ جبتک کوئی حکم قیدیون کی نسبت نہین آیا ایسا ہی ہوتا رہا۔ لیکن جب سے آیۂ منّا وفداء نازل ہوئی پھر آنحضرت نے کسی غزوہ مین قیدیون کو لونڈی

[1] یعنی سورۂ محمد کی یہ آیت "فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء" ۱۲

غلام نہین بنایا ؛ یعنی جاہلیت مین جو اسیرانِ جنگ کے ساتھ چار طرح کے برتاؤ کیے جاتے تھے اُنمین سے قتل و استرقاق کو بالکل موقوف کردیا اور صرف مَنّ و فدا مین اختیار دیدیا کہ چاہو بغیر کسی معاوضہ کے محض احساناً چھوڑدو اور چاہو کچھ فدیہ لیکر چھوڑو ۔

اس دوسرے دعوے کے متعلق اُنھون نے بہت سی موافق اور مخالف روایتین کتب احادیث سے نقل کرکے اس بات کے ثابت کرنے مین کوشش کی ہی کہ آیۂ من و فدا کے نازل ہونیکے بعد رسول خدا صلعم کے عہد مین پھر کسی کو لونڈی غلام نہین بنایا گیا ۔ اور بعد آنحضرت کے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے زمانہ مین جو کچھ ہوا اسکی نسبت انکے بیان کا ماحصل یہ ہی کہ جب قرآن مجید یا کسی حدیث صحیح سے غلام بنانے کا کوئی صاف حکم نہین نکلتا اور آیۂ من و فدا سے صاف پایا جاتا ہی کہ جاہلیت کی رسم کے موافق جو ابتداے اسلام مین لونڈی غلام بنائے جاتے تھے اُسکی صاف ممانعت ہوگئی اور اُسکے بعد آنحضرت نے کسی قیدی کو لونڈی غلام نہین بنایا اب ہمکو کچھ ضرورت اس بات کے دریافت کرنے کی نہین ہی کہ آنحضرت کے بعد صحابہ یا تابعین وغیرہم نے اس باب مین کیا کیا ؟

اس بیان کی تائید اُنھون نے اس طرح سے کی ہی کہ شراب کی حرمت نازل ہونیکے بعد کوئی نہین سمجھا تھا کہ شراب حرام ہوگئی یہانتک کہ تین دفعہ اُسکی حرمت نازل ہوئی ۔ پھر باوجودیکہ بیعِ اُمّہاتِ اولاد کا ممنوع ہونا آنحضرت کے زمانہ مین تسلیم کیا جاتا ہی تاہم حضرت عمرؓ کے عہد خلافت تک بیع ہوتی رہی ۔ اسکے سوا مُتعہ کی حرمت سے عمر فاروق کی خلافت تک صحابہ ناواقف رہے ۔

پس اسی طرح ممکن ہی کہ آنحضرت کے زمانہ مین آیۂ منّ و فدا سے جو اصل مقصود تھا اُسکو بھی صحابہ

نہ سمجھے ہون خصوصًا اسوجہ سے کہ پہلے بھی قیدیون کو احسانًا یا فدیہ لیکر چھوڑنے کا دستور برابر جاری تھا ؛ پس اس آیت کے اُترنے کے بعد جو تمام قیدی کسی نہ کسی طرح چھوڑ دیے گئے اور قتل یا استرقاق واقع نہین ہوا اُسکو سب نے ایک اتفاقی بات سمجھا ہو اور بعد آنحضرت کے خلافتِ راشدہ مین اس مسئلہ پر بحث کا موقع اسلیے نہ ملا ہو کہ پہلی خلافت مرتدین کے مطیع کرنے مین ختم ہو گئی دوسری اور تیسری خلافت مین دارالخلافہ سے دور دور کے فاصلہ پر لڑائیان ہوئین اور چوتھی خلافت کا آپس کے جھگڑون مین خاتمہ ہو گیا اور اسلئے چارون خلافتون مین اس مسئلہ کے تصفیہ کرنے کی مہلت نہین ملی ۔

اگرچہ یہ امید نہین ہی کہ علمای اسلام اور خاصکر ہندوستان کے علما موجودہ حالت مین ایک ایسی رائے کے ساتھ اتفاق کرینگے جو اسلام کی غلامی کے متعلق اُنھون نے برخلاف جمہور فقہا و علمای اسلام کے قائم کی ہی چنانچہ ایک مبسوط رسالہ جواز استرقاق پر سرسید کے برخلاف اُنھین دنون مین جب کہ پہلی ہی بار ابطال غلامی کا رسالہ تہذیب الاخلاق مین شایع ہوا تھا۔ لکھا جا چُکا ہے لیکن اسمین شک نہین کہ جسطرح سرسید کی رائے فقہا اور مفسرین اور تعامل اہل سلام کے برخلاف ہی اسی طرح تعاملِ اہل اسلام اور فقہا و مفسرین کے اقوال ظاہر قرآن کے برخلاف معلوم ہوتے ہین ۔
بے شک نہ قرآن مین کوئی ایسی نصِ صریح موجود ہی جسمین لونڈی غلام بنانے کا حکم دیا گیا ہو اور نہ آیۂ منّ و فدا کے حصر کی کوئی ایسی معقول تاویل ہو سکتی ہی جس سے یہ ثابت ہو کہ لڑائی کے قیدیون کے ساتھ سوای منّ و فدا کے تیسرا سلوک کیا جا سکتا ہی اور نہ اُن لوگون کے پاس جو نسخ کے قائل ہوے ہین کوئی ایسی صاف اور صریح نص قرآنی موجود ہی جسکو آیۂ مذکور کا

ناسخ قرار دیا جائے اور اس بات کا تو انکار ہی نہین ہو سکتا کہ آیۂ مذکور نے اُس سلوک کو جو اسیرانِ جنگ کے ساتھ کرنا چاہیے صرف دو باتون مین منحصر کر دیا ہی : یا احسان رکھکر چھوڑنا یا کچھ چھڑائی لیکر چھوڑنا ۔ ورنہ آیۂ مذکور کے منسوخ ماننے کی کچھ ضرورت نہ تھی ۔

اس تقدیر پر ۔ اگر ہمارا قیاس غلط نہو ۔ مسئلۂ متنازع فیہ کی صورت بعینہ ایسی ہو گئی ہی جیسے عبداللہ ابن عباس سے مسح رجلین اور غسل رجلین کے باب مین منقول ہو کہ "لا اَجِدُ فِی کِتَابِ اللّٰہِ اِلَّا المَسحَ وَلٰکِنَّہُم اَبَوا اِلَّا الغَسلَ" (یعنی مین قرآن مین تو مسح کے سوا کچھ نہین پاتا لیکن صحابہ نے صرف غسل ہی کو اختیار کیا ہی)

اگرچہ عام طور پر تعامل اہل اسلام اور فقہا و مفسرین کے اقوال سرسید کی رائے کے خلاف معلوم ہوتے ہین مگر بعض تاریخی شہادتین ایسی ملی ہین جنسے معلوم ہوتا ہو کہ بنی امیہ کے زمانہ مین آیۂ منّ و فدا سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہی کہ اسیرانِ جنگ کے ساتھ مَنّ و فدا کے سوا اور کوئی سلوک نہین کیا جا سکتا ؛ یعنی ایک دفعہ ۔ جیسا کہ کتاب عقد الفرید مین مذکور ہی ۔ حجاج کے روبرو کچھ اسیر لائے گئے ۔ حجاج نے اُنکے قتل کیے جانے کا حکم دیدیا ۔ ایک قیدی نے ۔ جب کہ اسکو قتل کرنے لگے ۔ حجاج کو بد دعا دی اور کہا کہ خدا تعالی تو اپنی کتاب مین یہ کہتا ہو کہ "فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء" اور تمھارا شاعر اپنی قوم کے مکارم اخلاق اسطرح بیان کرتا ہی

"وما نقتل الاسری ولکن نفکھم اذا اثقل الاعناق حمل القلائد"

(یعنی ہم قیدیون کو قتل نہین کرتے بلکہ انکو جب کہ اُنکی گردنین طوقون کے بوجھ مین دبی جاتی ہین ۔ چھوڑ دیتے ہین)

یہ سنکر حجاج نے (گویا مقتول قیدیون کی طرف مخاطب ہوکر) کہا "تمھارا بُرا ہو کیا تم نہ کہہ سکتے تھے جو بات اس منافق نے مجھکو جتائی" اور یہ کہکر باقی قیدیون کو چھوڑ دیا ۔

حجاج ہی کا ایک اور قصّہ امام ابو یوسف کی کتاب الخراج مین درج ہی یعنی حجاج کے سامنے ایک اسیر لایا گیا ۔ حجاج نے عبد اللہ ابن عمر سے ۔ جو اُسوقت وہان موجود تھے ۔ کہا کہ اُٹھو اور اسکو قتل کر ڈالو ۔ ابن عمر نے فرمایا "ہمکو یہ حکم نہین ہی ؛ خدا تعالی فرماتا ہی "حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فَاِمّا منًّا بعدُ وَاِمّا فِداءً"

اگرچہ احمد شفیق بک نے آیہ منّ و فدا پر زیادہ زور نہین دیا مگر نتیجہ کے لحاظ سے اُنکے اور سرسید کے استدلال مین چندان فرق نہین معلوم ہوتا ۔ احمد شفیق کی تمام تقریر کا ماحصل یہ ہی کہ چونکہ عرب پشت ہا پشت سے لونڈی غلام بنانے کے عادی تھے اور یہ عادت اُنکی طبیعت ثانی ہو گئی تھی اور اسلام کا سب سے بڑا اور مہتم بالشان مقصد توحید کا پھیلانا اور شرک و جہالت کا استیصال کرنا تھا اسلیے غلامی کا دفعۃً موقوف کر دینا ضرور اسلام کے اعلے اور اشرف مقاصد مین خلل انداز ہوتا ۔ لیکن جو نصیحتین بانی اسلام نے غلامون کے حق مین مسلمانون کو فرمائین اور جو بے شمار حقوق اُنکو عنایت کیے اور جسطرح اُنمین اور اُنکے مالکون مین ہر طرح سے مساوات کا درجہ قائم کیا اُس سے صاف ظاہر ہی کہ اسلام نے غلامی کی سُوتین بالکل بند کر دین ۔ اسکے سوا اسلام صرف اُن غیر مسلمین کے استرقاق کی اجازت دیتا ہی جو شرعی جہاد مین اسیر ہون اور اسیر بھی اُنکو ہمیشہ کے لیے مملوک رہنے پر مجبور نہین کرتا بلکہ جسطرح بادشاہ اسلام اُن کو احسانًا چھوڑ سکتا ہی اسی طرح وہ خود فدیہ دیکر چھوٹ سکتے ہین ۔ پس جو حبشی وسط افریقہ سے

ناجائز طور پر پکڑے جاتے ہین وہ عام اس سے کہ مسلم ہون یا غیر مسلم اصول اسلام کے موافق لونڈی غلام نہین ٹھہر سکتے ۔

اس بیان مین اور سرسید کے بیان مین - جیسا کہ ظاہر ہی - اس سے زیادہ کچھ فرق نہین معلوم ہوتا کہ سرسید کے نزدیک جس طرح چوری سے پکڑے ہوے یا چھینے ہوے حبشی لونڈی غلام نہین بن سکتے اسی طرح اسیران جنگ بھی لونڈی غلام نہین بنائے جا سکتے بلکہ اُنکے قید ہونیکے بعد مسلمانون کو اسکے سوا کچھ چارہ نہین کہ اُنکو احساناً چھوڑ دین یا فدیہ لیکر چھوڑ دین ۔ اور احمد شفیق بک کے نزدیک وہ قید ہونے کے بعد لونڈی غلام تو بنجاتے ہین مگر اسکے بعد اگر مسلمان اُنکو احساناً نہ چھوڑین تو وہ فدیہ دیکر چھوٹ سکتے ہین ۔ اس تقدیر پر ظاہراً ثمرۂ اختلاف صرف یہ نکلیگا کہ احمد شفیق بک کے نزدیک اگر مسلمان اُنکو احساناً نہ چھوڑین تو جتب وہ فدیہ ادا نکرینگے بدستور لونڈی غلام رہینگے اور سرسید کے نزدیک اگر وہ فدیہ ادا نہ کر سکین تو مسلمانون کو چار و ناچار اُنھین احساناً چھوڑنا پڑیگا کیونکہ اُنکے نزدیک در حقیقت رقیّت طاری نہین ہوئی ۔

بہر حال سب سے پہلے سرسید نے اور اُنکے بعد مصر کے اس روشن ضمیر فاضل نے بخوبی ثابت کر دیا ہی کہ جو سلوک اور احسان لونڈی غلامون پر اسلام نے کیا ہی وہ کسی مذہب سے بن نہین آیا اور گو نصف صدی سے بلحاظ حسنِ معاشرت کے عیسائیون نے اور خاصکر انگلش قوم نے اس باب مین تمام دنیا کی قومون پر فضیلت حاصل کی ہی مگر مذہب کی رو سے وہ غلامون کے حق مین اس سے زیادہ کوئی شہادت پیش نہین کر سکتے کہ انجیل تمام بنی آدم کو ایک دوسریکا بھائی ٹھہراتی ہی

اور سب کو ایک دوسرے سے محبت کرنے کی تاکید کرتی ہے؛ تمام عہد جدید مین کوئی صریح نص غلامی کے برخلاف نہین پائی جاتی؛ بلکہ سینٹ پال کے تمام خطون مین۔ جو دین عیسوی کی اشاعت کی غرض سے اطراف وجوانب مین بھیجے گئے۔ کوئی حکم غلامون کی نسبت اسکے سوا نہین پایا جاتا کہ وہ اپنے آقاؤن کے آگے سر جھکائین، اُنکی اطاعت کرین، اُنسے ڈرین، اُنکی ایسی فرمانبرداری کرین جیسی عیسیٰ مسیح کی کرتے ہین، اُنکو ہر تعظیم و تکریم کے لائق سمجھین اور اگر اُنکے آقا عیسائی ہون تو اُنکی خدمت گزاری مین اور بھی زیادہ مبالغہ کرین۔ برخلاف اسکے بانیِ اسلام نے کہین غلامون کو اپنے مالکون کی اطاعت یا تعظیم و تکریم کا حکم نہین دیا بلکہ جہان نصیحت کی ہے وہان مالکون کو غلامون کے ساتھ مہربانی اور شفقت اور ہر ایک بات مین اپنے برابر سمجھنے کی کی ہے اور طرح طرح سے اُنکے آزاد کرنے کی ترغیبین دی ہین اور مالک و مملوک مین ایک محض اعتباری فرق کے سوا کوئی فرق نہین رکھا اور اگر قرآن کے موافق دیکھا جائے تو غلامی کو ہمیشہ کے لیے بالکل موقوف کر دیا ہے۔

تفسیر القرآن

سر سید نے قرآن مجید کی تفسیر جن اصول پر اور جس ضرورت اور غرض سے لکھی ہے اُسکا مختصر ذکر پہلے حصہ مین آ چکا ہے؛ یہان ہم اُسکی وہ خصوصیتین بیان کرنی چاہتے ہین جو اُسمین اور دیگر تفاسیر مین مابہ الامتیاز ہین اور جنسے۔ سر سید کی نیّت کا اور اُس ضرورت کا جسنے اس تفسیر کے لکھنے پر اُنکو مجبور کیا۔ کسی قدر اندازہ ہو سکتا ہے۔

ہمارے قدیم مفسرون نے بلاشبہہ اُن تمام ضرورتون کو۔ جو اُنکے زمانہ مین وقتاً فوقتاً پیش آتی گئین۔ بخوبی پورا کیا اور اپنی آسمانی کتاب کی خدمت کا حق بحسب ضرورت ادا کرتے رہے

سب سے پہلے اُنکو - اس بنا پر کہ تفسیر بالراے کی نسبت حدیث مین وعید وارد ہوئی تھی - اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جسقدر اخبار و آثار تفسیر القرآن کے متعلق کتب احادیث مین روایت کیے گئے ہین اُن سب کو تفسیرون مین اپنے اپنے موقع پر بیان کیا جائے ؛ تاکہ کوئی ضروری بات جو قرآن کی تفسیر کے متعلق رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو وہ امت تک پہونچنے سے رہ نہ جائے ۔ مگر افسوس ہے کہ قدما کی اس کوشش سے جو محض نیک نیتی سے کی گئی تھی بے شمار روایتین تفاسیر قدیمہ مین ایسی درج ہو گئین جنکے لحاظ سے علماے محققین کو یہ کہنا پڑا کہ "کتب التفسیر مشحونة بالاحادیث الموضوعة" اور اس سے بھی زیادہ افسوس یہ ہے کہ پچھلون نے قدما کی تفسیرون مین جو رطب و یابس روایتین پائین بغیر اسکے کہ اصول علم حدیث کے مطابق اُنکی تنقید کرین اُن تمام رطب و یابس روایتون سے اپنی تفسیرون کو بھر دیا اور مخالفون کے لیے اعتراض کا دروازہ کھول دیا ۔

پھر جب اسلام دور و دراز ملکون مین اور غیر قومون مین - جنکی مادری زبان عربی نہ تھی اور جو قرآن کی فصاحت و بلاغت کا مثل اہل زبان کے اندازہ نہین کر سکتے تھے - پھیلنے لگا تو اس بات کی ضرورت معلوم ہوئی کہ قرآن کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ پر بموجب قواعد صرف و نحو و معانی و بیان کے بحث کیجائے اور وجوہ اعجازِ قرآن نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیجائین ۔ اس ضرورت کو بھی ہمارے علما نے اُس زمانہ کی حالت کے موافق نہایت خوبی اور لیاقت کے ساتھ پورا کیا ۔

جب یونانی فلسفہ اور منطق اہل اسلام مین شایع ہوئی اور مسلمانون مین نئے نئے فرقے

پیدا ہونے لگے اور ہر فرقہ آیات قرآنی کی تفسیر اپنے اپنے عقائد اور اصول کے موافق منطق اور فلسفہ
کی روسے کرنے لگا تو علماے متکلمین نے اسلام کی حمایت اس بات مین منحصر سمجھی کہ تفسیر قرآن مین
فلسفہ اور حکمت کو دخل دیا جائے اور تفسیرون مین مذہب حق کی تائید دلائل عقلیہ سے کیجائے ۔
بعض مفسرون نے اپنی تفسیرون کی بنیاد جزئیات فقہیہ کے استنباط اور اختلافی مسائل مین
اپنے اپنے مذہب کی نصرت اور حمایت پر رکھی ۔ غرض کہ جو ضرورت ہمارے قدیم مفسرون
کو پیش آئی اُسکو بہ احسن وجوہ پورا کیا گیا ۔ لیکن جو ضرورتین اسوقت ۔ نہ صرف ہندوستان
کے بلکہ تمام دنیا کے مسلمانون کو ۔ اُنکے مذہب کے متعلق در پیش ہین ویسی ضرورتین اگلے زمانہ
مین کبھی پیش نہین آئین اور اسلئے ہمارے علما کو تفسیرون مین اُنکے پورا کرنیکا کبھی خیال نہین آیا ۔
اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی کہ موجودہ صدی مین کرۂ زمین کا کوئی
پہلو اور کوئی گوشہ ایسا باقی نہین رہا جہان عیسائی قومون کی حکومت یا اُنکا رعب و داب قائم
نہو اور اگر دنیا عالم اسباب ہی تو ضرور اُنکا رعب و داب روز بروز بڑھتا جائیگا ۔ یہ بھی ظاہر ہی کہ
جہان کسی عیسائی قوم کا رعب و داب قائم ہوا اور فوراً اُنکا مشن اور اُنکی تجارت سایہ کی طرح
اُسکے ساتھ ساتھ وہان پہنچی ۔ اگرچہ عیسائی حکومتون مین عموماً اور انگریزی حکومت مین خصوصاً
جسقدر رعایا کو مذہبی آزادی حاصل ہی شاید دنیا کی کسی حکومت مین کبھی اس سے زیادت آزادی
حاصل نہین ہوئی ہوگی ؛ لیکن رعیت کو کیسی ہی مذہبی آزادی دیجائے سلطنت کی مقناطیسی
کشش اپنا کرشمہ دکھائے بغیر نہین رہتی ۔ حکمران قوم کی رسوم و عادات و اوضاع و اطوار
و اخلاق یہانتک کہ اُنکے دین و مذہب کی طرف محکوم قوم کا دل خود بخود کھچتا ہی ؛ اور جب کہ

سلطنت کے ساتھ دعوت دین بھی شامل ہو اور کروڑون روپیہ حکمران قوم کے مذہب کی اشاعت مین صرف کیا جاتا ہو اور سلطنت بھی ایک ایسی قوم کی ہو جو عقل و دانش اور شائستگی و تمدن مین دنیا بھر کی قومون مین ممتاز ہو اور طرح طرح کی ترغیبین تبدیل مذہب کی موجود ہون تو دیکھنا چاہیے کہ وہ کشش کس حد تک پہنچ جائیگی - اگرچہ ہندوستان مین ابھی تک مشنریون کا منتر مسلمانون پر ویسا کارگر نہین ہوا جیسا کہ اور قومون پر ہوا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مسلمان ہمیشہ اسی طرح مشن کی زد سے بچے رہینگے ؛ مسلمانون کے پولٹکل زوال کو ابھی کچھ زیادہ عرصہ نہین گذرا اور اسلیئے اسلام کی حقیت کا سکہ ابھی اُنکے دل پر بیٹھا ہوا ہے ، آبا و اجداد کی مذہبی عظمت اُنکو فراموش نہین ہوئی ، آزادی نے ابھی اُنکو بالکل مطلق العنان نہین کیا ، قومی سوسائٹی کا دباؤ ابھی اُنکی طبیعتون پر کم و بیش باقی ہے ، تبدیل مذہب سے جو ذلت قوم اور خاندان کی نظر مین ہوتی ہے ابھی تک وہ اُسکو گوارا نہین کرسکتے ؛ لیکن جسقدر زمانہ گذرتا جائیگا اُسیقدر یہ رُکاوٹین کم ہوتی جائینگی اور نہایت اندیشہ ہے کہ مبادا آخرکار مسلمان بھی اپنے اسلاف کے مذہب سے ویسے ہی بے تعلق ہو جائین جیسے ہندوستان کی اور قومین - جو ہزار برس سے غیر قومون کی محکوم چلی آتی ہین اور مذہب کو بزرگون کی ریت اور رسم سے زیادہ کوئی چیز نہین سمجھتین - چنانچہ ہم دیکھتے ہین کہ آہستہ آہستہ اور مذہبون کی طرح اسلام کی سرحد مین بھی مشن اپنا قدم بڑھاتا جاتا ہے - انھین دنون مین پنجاب کے ایک دیسی مشنری کی تحریر ہماری نظر سے گذری جسمین لکھا ہے کہ چالیس برس کے عرصہ مین صرف امرت سر کے گرجا مین ۱۵۲ مسلمانون نے بپتسما پایا ہے اور دہلی کے صرف باپٹسٹ مشن مین ۲۸ مسلمانون نے اصطباغ لیا ہے -

ظاہر ہی کہ اہل اسلام کو ایسی حالت بارہ سو برس تک کبھی پیش نہین آئی ؛ وہ جہان گئے اور جہان جاکر رہے اسلام کا رعب و داب اُنکے ساتھ رہا ؛ وہ اس عرصہ مین کبھی کسی غیر قوم کے - جو اپنے دین کی اشاعت مین مثل عیسائیون کے سرگرم ہو - محکوم ہو کر نہین رہے ؛ اور اسیلیے ہمارے قدیم علما کو وہ ضرورتین جو آج کل اسلام کے خیر اندیشون کو نظر آتی ہین کبھی محسوس نہین ہوئین ۔

دوسری ضرورت - جیساکہ پہلے ذکر ہو چکا ہی - اسلام کو سائنس کے حملہ سے بچانے کی ہی؛ علوم جدیدہ کا رواج جیسا عیسائی ملکون مین ہی ویسا ہی تمام دنیا مین روز افزون ترقی کرتا جاتا ہے اور جو صدمہ کہ اُسنے یوروپ مین عیسائی مذہب کو پہنچایا ہی وہی صدمہ دنیا کے تمام مذاہب کو اُس سے پہنچتا معلوم ہوتا ہی ۔ شام و مصر و ٹرکی مین علوم جدیدہ کی اشاعت کو غالباً پچاس برس سے زیادہ عرصہ نہین گذرا ؛ اس قلیل عرصہ مین اُس سے جو نتائج ممالک مذکورہ مین باوجود اسلامی سلطنت ہونیکے پیدا ہوے ہین اُنکو طرابلس کے ایک مشہور عالم شیخ حسین افندی نے اپنی کتاب حمیدیہ[1] مین ایک موقع پر اس طرح ظاہر کیا ہی کہ "جو مسلمان نوجوان جو مدارس مین علوم جدیدہ اور خاصکر فن طبیعیات کی تعلیم پاتے ہین وہ اسلام کی قید سے ایسے نکل جاتے ہین کہ اُنکو اُس سے کچھ لگاو باقی نہین رہتا وہ اس بات کے معتقد نہین رہتے کہ کوئی عالم کا پیدا کرنیوالا موجود ہی بلکہ تمام کائنات اور آثار موجودات کو مادہ اور اُسکے اجزا کی حرکت اور قوانین طبیعی کی طرف منسوب کرتے ہین ۔ اور جب کہ اُنکا حال الوہیت کے اعتقاد مین - جو اصل اصول اسلام ہی ایسا ہو تو پھر کونسا اعتقاد دین اسلام کی

[1] یہ کتاب ۱۳۰۶ھ مین اُن شکوک و شبہات کے رفع کرنیکی غرض سے جو علوم جدیدہ کی تعلیم سے مسلمان نوجوانون کے دل مین اصول اسلام کی نسبت پیدا ہوتے ہین ملک شام مین لکھی گئی ہی جسکا نام مصنف نے سلطان عبد الحمید خان بالقابہ کے نام نامی پر حمیدیہ رکھا ہی ۱۲

نسبت اُنہین باقی رہ سکتا " اسکے بعد مصنف ممدوح اپنے ہموطن مسلمانون کو اُس آفت اور بلای عظیم سے آگاہ کرتاہی جو انکی اولاد مین پھیلتی جاتی ہی اور اُنکو ہوشیار کرتاہی کہ پہلے اس سے کہ یہ مصیبت لاعلاج ہوجائے اُسکا تدارک کرین ۔

ظاہر ہی کہ علوم جدیدہ کی تعلیم جبکہ ممالک اسلامیہ مین یہ نتائج پیدا کرہی ہی تو ہندوستان مین اسلام کیونکر اُسکی طرف سے مطمئن رہ سکتا ہی ۔ یہ بھی ممکن نہین کہ مسلمان اُن نتائج سے بچنے کے لیے اپنی اولاد کی تعلیم سے دست بردار ہوجائین وہ پہلے ہی اپنی اُس غفلت اور فروگذاشت پر کف افسوس مل رہے ہین جو زمانۂ گذشتہ مین انگریزی تعلیم کی نسبت اُنسے ظہور مین آئی اور وہ کیونکر اُس تعلیم سے دست بردار ہو سکتے ہین جس سے ٹرکی اور شام اور مصر کے مسلمانون کو بھی کسی طرح مفر نہین ۔ اسکے سوا مسلمانون کا اولاد کو صرف اس اندیشہ سے مغربی تعلیم نہ دلوانا کہ وہ دین اسلام سے بداعتقاد نہ ہوجائین ۔ گویا اس بات کو تسلیم کرلینا ہی کہ اسلام فلسفہ جدیدہ کے مقابلہ کی تاب نہین لاسکتا اور اسلام کا اعتقاد سائنس کے یقین کے آگے نہین ٹھہر سکتا جو ضرورتین ہمنے اوپر بیان کین بے شک اُن راسخ الاعتقاد مسلمانون کو محسوس نہین ہوسکتین جنکے دل ہر قسم کے وساوس و شبہات سے بالکل پاک ہین یا جو بقای دین اسلام کے معنی اسکے سوا کچھ نہین سمجھتے کہ صرف اُنکے خاندان کا محدود حلقہ الحاد یا ارتداد کے صدمہ سے محفوظ رہے گو کہ ساری دنیا ملحد و بدمذہب ہوجائے ۔ لیکن جو لوگ تعلیم یافتہ نوجوانون کے خیالات سے واقف ہین اور ہر مسلمان کے تبدیل مذہب سے اُنکو وہی صدمہ پہنچتا ہی جو اپنے کسی عزیز یا دوست کے ارتداد سے پہنچنا چاہیے اُنکو یہ ضرورتین روز روشن کی طرح نظر آرہی ہین اور اُنکو وہ زمانہ

تحریر سے معلوم ہوتا ہی کہ کسی مذہب کا اعتقاد جب تک کہ اسکو زمانہ حال کے شکوک و شبہات سے منزہ اور مبرا ثابت نہ کیا جائیگا۔ محض آبا و اجداد کی تقلید سے قائم نہ رہیگا۔

سنہ ۱۸۷۹ء مین ایک مرزا صاحب نے سید پر یہ اعتراض لکھ چھپوایا تھا کہ سید صاحب دنیوی ترقی کی کوشش مین مذہبی بحث کو کیون دخل دیتے ہین" اسپر لاہور گورنمنٹ کالج کے ایک مسلمان طالب علم نے کچھ لکھکر علیگڈھ گزٹ مین چھپوایا تھا جسمین لکھا تھا کہ" سرکاری مدارس مین کوئی تعلیم یافتہ ایسا نہوگا۔ خواہ ہندو خواہ مسلمان۔ جسکا اعتقاد اپنے مسائل مذہبی پر ویسے ہی استحکام سے ہو جیساکہ بیشتر تعلیم سے تھا۔ ممکن ہی نہین کہ انگریزی پڑھکر مشرقی قصون اور کہانیون اور دیوون اور پریون کی داستانون کو جھوٹا نہ سمجھے اور جن کتابون مین اُنکا ذکر ہو اور پھر اُنکے الہامی ہونے کا دعوے کیا گیا ہو اُنکو لغو اور بیہودہ نہ جانے۔ آج کل کے طالب علمون کے اگر دل چیر کر دیکھے جائین تو معلوم ہو کہ اُنکے مذہبی مسائل اُنکے دل مین کیسے کھٹکتے ہین اور کوئی مُلّا مولوی اُنکی تشفی نہین کرسکتا۔ بعض جو بہت آزاد طبع ہوتے ہین اور اپنے کانشنس کو دبا نہین سکتے اور بغیر کافی دلیل کے اُسکو زبردستی جھٹلا نہین سکتے وہ عیسائی یا لامذہب ہوجاتے ہین +++ شکر ہی کہ سید صاحب نے اصلاح مذہبی سے اس آفت کو روکا +++ اسی اصلاح نے پادریون کی امید کو توڑا۔ اگر سید صاحب یہ اصلاح نہ کرتے تو نہ معلوم ہی کے کتنے مسلمان طالب علم اصطباغ پاچکے ہوتے +++ ہماری رائے مین سید صاحب کے تمام کارہای نمایان مین جو نہایت قدر و منزلت کے لائق بات ہی اور آیندہ کی ترقی کی جڑ ہی وہ وہی حصہ ہی جسکو مرزا صاحب قابل تنفر قرار دیتے ہین۔ کاش اگر مرزا صاحب چندے کالجون مین رہے ہوتے تو وہ سید صاحب کے اسی کام کو۔ جسکو وہ اب قابل نفرین قرار دیتے ہین۔ نہایت عمدہ بلکہ تمام کارہای نمایان کی جان قرار دیتے اور جو تحریرین اب باعث دلشکنی

اور جو بیہودہ الٹی و مخرافی خیال کی گئی ہین - ہم مرزا صاحب کے گلے مین بطور حرز جان کی لٹکتی دیکھتے "

ہے اگرچہ ایک نوجوان طالب علم کی شہادت ہو جسکی شاید لوگون کی نظر مین کچھ زیادہ وقعت نہو - مگر اس قول کے موافق کہ " اهل البیت ادری بما فی البیت " انگریزی خوان طلبہ کے نزدیک اس نوجوان طالب علم کی شہادت بڑے بڑے مشائخ کبار کی شہادت سے زیادہ اعتبار کے لائق ہی اور اسکا ثبوت بارہا ہمنے خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہی ۔

ایک دفعہ ہمارے سامنے یہ واقعہ گذرا کہ عید الفطر سے پہلے ایک عالم نے وعظ مین یہ روایت بیان کی کہ " عید کے روز روی زمین پر ہر شہر مین خداتعالی علے الصباح اپنے فرشتون کو بھیجتا ہی اور وہ زمین پر اُتر کر ہر ایک بستی کے گلی کوچون مین منادی کرتے ہین - جسکو تمام مخلوقات سوای جن وانسان کے سُنتی ہی - اور بلند آواز سے کہتے ہین کہ ای امت محمدیہ اُس خدا کی طرف چلو جو بڑا بخشش والا اور بڑے بڑے گناہ معاف کرنے والا ہی " اُسوقت اتفاق سے کچھ انگریزی تعلیم یافتہ نوجوان مسلمان بھی وہان موجود تھے ؛ جب وعظ ہوچکا تو مسجد سے باہر نکلکر اُنمین سے اکثر طلبہ اس روایت پر ہنستے تھے اور ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ عجب تماشا ہی جنکو عیدگاہ مین بھیجنا منظور ہی وہ تو سُن نہین سکتے اور تمام نباتات وجمادات وحیوانات سنتے ہین پھر اگر ہم لوگ عیدگاہ مین نہ جائین تو ہمارا کیا قصور ہی ۔

اسی طرح کے صدہا واقعات ہر روز دیکھنے اور سننے مین آتے ہین اور زیادہ تر یہ خرابیان ہمارے واعظون کی سادہ لوحی اور ناعاقبت اندیشی سے پیدا ہوئی ہین جو اس قسم کی ضعیف وموضوع روایتین بیان کرکے لوگون کو دین پر ہنسواتے ہین اور بجاے اسکے - کہ ہر گروہ کے ساتھ

اُسکی عقل اور سمجھ کے موافق گفتگو کرنی چاہیے - سب کو اُسی قدیم دستور کے موافق ایک لاٹھی ہانکتے چلے جاتے ہین ۔

سرسید نے انھین خرابیون کے تدارک کے لیے قرآن مجید کی تفسیر لکھنی شروع کی تھی جسکی پہلی جلد ۱۲۹۵ھ ہجری مین چھپکر شایع ہوئی اور اُسکے بعد وقتاً فوقتاً اُس کی جلدین شایع ہوتی رہین ۔ مگر افسوس ہی کہ وہ نصف قرآن سے کچھ ہی زیادہ کی تفسیر لکھنے پائے تھے کہ پیغام اجل آپہنچا اور چھ جلدین چھپی ہوئی آخر سورۂ بنی اسرائیل تک اور ایک جلد بن چھپی سورۂ انبیا تک اور چند چھوٹے چھوٹے رسالے - مثل تفسیر السموات ' ابطال غلامی ' ازالۃ الغین فی قصۃ ذی القرنین ' ترقیم فی قصۃ اصحاب الکھف والرقیم وغیرہ وغیرہ کے جنکو تفسیر کے اجزا سمجھنا چاہیے - سرسید سے یادگار رہگئے ۔

سرسید نے اس تفسیر مین اُن مضامین سے بہت ہی کم تعرض کیا ہے جن کو قدیم مفسرین نہایت بسط اور تفصیل کے ساتھ اپنی اپنی تفسیرون مین بیان کر چکے تھے ' یا جنکے بیان کرنے کی اس زمانہ مین کچھ ضرورت نہ تھی ! بلکہ اُنھون نے زیادہ تر اُنھین باتون کے بیان کرنے پر اکتفا کیا ہی جنکو وہ اس زمانہ مین اسلام کی حمایت کے لیے نہایت ضروری سمجھتے تھے اور جنسے اگلی تفسیرین بالکل خالی نظر آتی تھین ۔

نقد و جرح

مثلاً ہمارے قدیم مفسرین نے اخبار ماضیہ کی تنقیح پر - جو کہ قرآن مجید مین اجمالاً یا تفصیلاً بیان ہوے ہین - بہت ہی کم توجہ کی تھی ۔ اسکا سبب خواہ یہ سمجھو کہ اُنکو ایسی ضرورت پیش نہین آئی اور خواہ یہ قرار دو کہ اُس زمانہ مین اطلاع کے ذریعے محدود تھے - دونو صورتو مین

یہ فروگذاشت بلا شبہہ تفسیر قرآن مین ایک بہت بڑی کمی کا باعث تھی ۔ اگرچہ قرآن مجید مین امم سابقہ کے قصّے ایسی تفصیل کے ساتھ ۔ جیسی کہ بائبل مین درج ہی ۔ بیان نہین ہوئے بلکہ اکثر اُن قصّون کی طرف ترہیب یا ترغیب کی غرض سے اجمالی اشارے کیے گئے ہین لیکن جب کہ اکثر وہی قصّے کتب سابقہ مین مفصل مذکور ہین اور قرآن مین اُن کتابون کی جابجا تصدیق کی گئی ہی اسلیے ضرور تھا کہ ہمارے مفسر مین جہان تک ممکن ہوتا قرآن مجید کے اُن اجمالی قصون کی تفصیل کتب سابقہ کے موافق بیان کرتے اور دونون بیانون مین تطبیق کرتے یا عدم مطابقت کی وجہ بیان کرتے ۔ اگرچہ یہ بات علمای مسیحی کے اقرار سے بخوبی ثابت ہی کہ بہت سی مقدس کتابین جنکا ذکر بائبل کی موجودہ کتابون مین آیا ہی اب ناپید ہو گئی ہین اور اسلیے یہ کچھ ضرور نہین ہی کہ ہر قصّہ جسکا ذکر قرآن مجید مین آیا ہی وہ موجودہ مجموعۂ بائبل مین بھی پایا جائے لیکن جو قصّے قرآن مجید مین اجمالاً یا تفصیلاً ایسے مذکور ہوے ہین جو بائبل مین بھی اُسی طرح یا کسیقدر جزوی اختلاف کے ساتھ مندرج ہین اُنکی تطبیق کرنی یا عدم مطابقت کی وجوہ بیان کرنی خاصکر اس زمانہ مین ایک ایسی بات تھی جسکی ضرورت کا کسی طرح انکار نہین ہو سکتا ۔

سر سید نے سب سے پہلے اس کمی کو پورا کیا ہی ۔ اُنھون نے ہر ایسے قصّہ یا واقعہ کا ۔ جو قرآن مین مذکور ہوا ہی ۔ تا بمقدور بائبل مین سراغ لگایا ہی اور قرآن اور بائبل کی تطبیق کی ہی یا عدم مطابقت کی وجہ بیان کی ہی اور جس قصّہ کا پتا موجودہ بائبل مین نہین لگا تا بمقدور اُسکا ثبوت اور ذریعون سے دیا ہی ۔ مثلاً طالوت اور جالوت کی لڑائی کا قصّہ ۔ جو سورہ بقرہ مین مذکور ہی ۔ یہی قصّہ شموئیل نبی کی کتاب مین بھی بیان ہوا ہی مگر اُسمین وہ مضمون نہین ہی جسکا قرآن کی

مثال ۱

اس آیت مین ذکر ہو کہ "اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَمَنْ لَّمْ یَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِیَدِهٖ" لیکن یہی مضمون کتاب قضاۃ کے ساتوین باب مین - جہان جدعون کی مدیانیون پر لشکرکشی کا ذکر ہی مندرج ہی ۔ اسلئے عیسائی مؤرخون نے قرآن کے بیان پر یہ اعتراض کیا ہی کہ اُسمین غلطی سے جدعون کے لشکر کے واقعہ کو طالوت کے لشکر کے واقعہ سے ملادیا ہی حالانکہ دونو واقعے بالکل جدا جدا ہین اور مختلف زمانون مین مختلف مقامات پر واقع ہوے ہین ۔

مگر سرسید نے اپنی تفسیر مین علمای مسیحی کے اقرار اور شہادت سے یہ ثابت کیا ہی کہ کتاب شموئیل کے بعض ابواب کے متعدد ورس صحیح نہین ہین اور جان کیٹو کا یہ قول نقل کیا ہی کہ "یہی کافی نہین ہی کہ جس مقام کو ہم غلط سمجھین اُسے الحاقی سمجھکر خارج کردین اور باقی کو بلاکم و کاست صحیح جانین کیونکہ ممکن ہی کہ جنھون نے الحاق کیا تھا اُنھون نے باقی حصون مین بھی تصرف کیا ہو" اسکے سوا یہودی اور عیسائی عالمون کی شہادت سے یہ بھی ثابت کیا ہی کہ شموئیل نبی کی کتابین لکھے جانے کے زمانہ اور اُنکے لکھنے والون کے نامون مین بڑے بڑے یہودی اور عیسائی عالمون مین اختلاف ہی؛ بعض تین نبیون کی اور بعض یرمیاہ نبی کی لکھی ہوئی بتاتے ہین اور بعض کی راے ہی کہ شموئیل نبی کے بہت مدت بعد لکھی گئی ہین اور اُس سے باآسانی خیال مین آسکتا ہی کہ بعض واقعات الٹ پلٹ ہوگئے ہون یا بعض تحریر مین نہ آئے ہون ۔

مثال ۲

یا مثلاً قرآن مجید مین جو عیسے علیہ السلام کے بچپن کے حالات کے ضمن مین خلق طیر کے واقعہ کی طرف اشارہ ہوا ہی وہ موجودہ عہد جدید کی کتابون مین مذکور نہین ہی اسلئے عیسائی

اُسکو ایک غلط واقعہ بیان کرتے ہین ۔ مگر سرسید نے اپنی تفسیر مین ثابت کیا ہی کہ گو یہ واقعہ موجودہ عہد جدید مین نہین ہی لیکن دو انجیلین - جو اناجیلِ طفولیت کے نام سے ابتک موجود ہین اور جنکو ایک زمانہ مین اکثر مشہور عیسائی عالم تسلیم کرتے تھے اور مدتون ایشیا اور افریقہ کے گرجاؤن مین پڑھی جاتی تھین - اُنمین یہ واقعہ - جسکا قرآن مین اجمالی ذکر ہوا ہی - بہت تفصیل کے ساتھ مذکور ہی اور اُن انجیلون کا تمام بیان جو اس واقعہ سے متعلق ہی تفسیر مین نقل کیا ہی جس سے عیسائیون کو اب یہ کہنے کی گنجایش نہین رہی کہ خلق طیر کا ذکر جو قرآن مین آیا ہی اسکی کچھ اصل نہین ہی ۔

یا مثلاً عیسائی قرآن کی اُن آیتون کے مضمون پر اعتراض کرتے ہین جنسے قوم عاد کا قوم نوح کے بعد اُنکا جانشین ہونا اور حضرت ہودؑ کا قوم عاد کی ہدایت کے لیے مبعوث ہونا پایا جاتا ہی کیونکہ بائبل مین اُسکا کچھ ثبوت موجود نہین ہی ' مگر سرسید نے سورۂ اعراف کی تفسیر مین اُن کتبون کے بموجب - جو اول معاویہ بن ابی سفیان کے عہد مین عبدالرحمن حاکم یمن کو ملے تھے اور اب ۱۸۳۴ء مین انگریزون کو یمن کی پیمایش کرتے ہوے وہان کے کھنڈرات مین دستیاب ہوئے ہین عیسائیون کے دونو اعتراضون کو رد کیا ہی اور ریورنڈ فاسٹر نے جو غلط نتیجے اُن کتبون سے نکالے ہین اُنکی غلطی ثابت کی ہی ۔

غرض کہ تاریخی اور جغرافی تحقیقات جو قرآن مجید کے قصون سے متعلق ہی اُسکی طرف سرسید سے پہلے ہمارے مفسرین نے بہت ہی کم التفات کیا تھا ۔ شاید اگلے زمانہ مین اسکی ضرورت نہو اور ہر مسلمان کے یقین کے لیئے کسی قصہ یا واقعہ کا قرآن مین مذکور ہونا ہی کافی ہو لیکن اس زمانہ مین

اسکی نہایت ضرورت تھی ۔ قطع نظر مخالفین کے اعتراضات کے - جنکو ہر طرح کی نکتہ چینی کرنے کی آزادی ہی - خود تعلیم یافتہ مسلمانون کی تشفی کے لیے ہر قصہ اور ہر واقعہ اور ہر نام اور ہر مقام کو - جو قرآن مین وارد ہوے ہین - زمانۂ حال کی تاریخی اور جغرافی تحقیقات پر منطبق کرنا اور در صورت عدم تطبیق کے تاریخی و جغرافی تحقیقات کو غلط ثابت کرنا ضرور ہی ۔

اگرچہ ہمارے قدیم مفسرون نے بھی اپنی تفسیرون مین امم سابقہ کے حالات کثرت سے قلمبند کیے ہین لیکن اول تو اُنکا ماخذ زیادہ تر وہ ضعیف روایتین ہین جو محدثین کے نزدیک اعتبار کے قابل نہین اور اگر بالفرض اُن روایتون کو اصول حدیث کے موافق صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو بھی وہ صرف اُن راسخ الاعتقاد مسلمانون کے لیے کافی ہوسکتی ہین جنکے دل تشکوک و شبہات سے بالکل پاک ہین نہ کہ عیسائیون کے لیے جو قرآن مجید کے قصون پر مؤرخانہ نکتہ چینیان کرتے ہین اور نہ تعلیم یافتہ مسلمانون کے لیے جو یورپین مصنفون کے اعتراضات اُنکی کتابون مین دیکھتے ہین ۔

قرآن مجید مین بعضے ایسے قصے بھی بیان ہوے ہین جو بائبل مین مذکور نہین ہین، جیسے ذوالقرنین کا قصّہ، یا اصحاب کہف کا قصّہ ۔ سر سیّد نے ان قصون کی تحقیقات مین بھی کماینبغی کوشش کی ہی - چنانچہ ان دونو قصّون کے متعلق اُنھون نے دو علحدہ رسالے لکھے ہین اور دونو کا جسقدر بیان قرآن مجید مین ہوا ہی اُسکے تمام جزئیات کو تاریخ مسلمہ پر منطبق کرنے مین کوشش کی ہی ۔ لیکن ذوالقرنین کے قصہ مین جو اُنھون نے چی وانگٹی فغفور چین کو ذوالقرنین کا مصداق ٹھیرایا ہی اُسپر بلاشبہہ یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ قرآن مین جسقدر قصّے اجمالاً یا تفصیلاً

بیان ہوے ہین اُنمین کوئی قصہ ایسا نہین ہی۔ جو عرب یا اُسکے قرب و جوار مین مشہور و مسلم نہو
پس کسی طرح قرین قیاس نہین معلوم ہوتا کہ ایک ایسی اجنبی قوم اور اجنبی ملک کے بادشاہ
کا قصہ۔ جسکے حالات سے نہ صرف عرب بلکہ دنیا کی اکثر قومین خاصکر نزول قرآن کے زمانہ مین
بالکل بے خبر تھین۔ اُس کتاب مین بیان کیا جائے جو عرب کے اُمیّون کی ہدایت کے لئے نازل
ہوئی ہو۔ اکثر مفسّرین نے سکندر رومی کو ذوالقرنین قرار دیا ہی اور ابوریحان بیرونی نے بنی حمیر
کے بادشاہون مین سے ابوکرب شمس بن عبیر بن افریقس کو اُسکا مصداق ٹھیرایا ہی مگر یہ
دونون قول سرسید کے قول سے بھی زیادہ مخدوش ہین۔ حق یہ ہی کہ اس قصہ کی کوئی تفسیر اِسوقت تک
ایسی نہین کی گئی جسمین اُسکے تمام جزئیات کو تاریخی اور جغرافی تحقیقات پر منطبق کیا گیا ہو؛
اور باوجود اسکے قرآن کے وظیفۂ مستمرّہ کے بھی خلاف نہو۔

دوسری خصوصیّت اس تفسیر کی یہ ہی کہ جو اعتراضات زمانۂ حال کے نکتہ چین مسلمانون
کے اُن مسائل و معتقدات پر وارد کرتے ہین۔ جو اسلام کے ساتھ مخصوص سمجھے جاتے ہین۔ جیسے
جہاد، حج، صوم رمضان، طلاق، حرمت ربا، معراج، بہشت و دوزخ وغیرہ وغیرہ۔
اُن اعتراضون اور اُن مسائل و معتقدات پر جس صفائی کے ساتھ اس تفسیر مین بحث کی گئی ہی
اور جن مناسب طریقون سے مقتضای وقت کے موافق اُنکو دفع کیا گیا ہی اُسکی نظیر قدیم تفسیرون
مین کہین نہین پائی جاتی۔ یہان ہم اُنمین سے صرف دو مثالین نہایت اختصار کے ساتھ
بطور نمونہ کے ناظرین کی اطلاع کے لیے بیان کرتے ہین۔

جہاد

سب سے بڑا معرکۃ الآرا جہاد کا مسئلہ ہی جسپر سرسید اپنی متعدد تصنیفات مین تفسیر لکھنے سے پہلے

کافی بحث کر چکے تھے مگر تفسیر مین مسئلۂ مذکور کے متعلق اُن تمام اعتراضات کی جڑ کاٹ دی گئی ہی
جنکو تیرہ سو برس سے عیسائی قومون نے اسلام کے مطعون کرنے کا ایک زبردست آلہ بنا رکھا تھا
اور جنکی بدولت واقعۂ ۵۷ء کے بعد ہندوستان کے مسلمانون کی پولٹکل حالت کو نہایت سخت صدمہ
پہنچا تھا ۔ اُنھون نے اول سورۂ بقرہ کی اُن آیتون کی تفسیر مین جنمین مشرکین مکہ سے قتال کرنے
کا حکم ہی۔ اجمالی طور پر جہاد کے متعلق ایک لطیف تقریر لکھی ہی جسکو کسی قدر اختصار کے ساتھ
ہم اس مقام پر لکھتے ہین " اکثر لوگ اسلام پر یہ طعن کرتے ہین کہ اُسمین تحمل اور بُردباری اور مذہب کے
سبب سے جو تکلیفین کافرون سے پہنچین اُنکی صبر کے ساتھ برداشت نہین ہی اور یہ باتین مذہب کی سچائی اور
نیکی اور اخلاق کے برخلاف ہین ۔ مگر یہ ایک بڑی غلطی اور نا سمجھی ہی ۔ بے شک قرآن مجید مین جو لڑائی کے احکام
نہایت نیکی اور انصاف پر مبنی تھے اُنکو مسلمان بادشاہون نے دینداری کے بہانے سے اپنی خواہش نفسانی
کے پورا کرنے اور ملک گیری کے لیے نہایت بداخلاقی اور ناانصافی سے برتا اور وحشی درندون سے بھی بدتر کام
کیے اور علماے اسلام نے اُنکی تائید کے لئے ایسے مسئلے بیان کیے جو اسلام کی روحانی نیکی کے برخلاف تھے ؛
مگر اُنکے ایسا کرنے سے جو بُرائی قرار دی جاوے وہ اُنھین پر محدود ہی۔ جنھون نے ایسا کیا۔ نہ اسلام پر "
" اسلام مین اگرچہ جابجا عفو و صبر و تحمل کی خوبیان بیان کی گئی ہین اور اُنپر رغبت دلائی گئی ہی مگر
اسی کے ساتھ بدلا لینے کی بھی بغیر زیادتی کے اجازت دی ہی ۔ کیا یہ قانون دنیا کے پیدا کرنے والے کے
قانونِ قدرت کے مناسب نہین ہی ؟ اور کیا اس قانون سے زیادہ عمدہ اور سچا کوئی قانون ہو سکتا ہی ؟
انسان جب اخلاق کی باتون پر گفتگو کرتا ہی تو بہت سی ایسی باتین اور ایسے اصول بیان کرتا ہی جو کان کو
اور دل کو نہایت بھلے معلوم ہوتے ہین اور سننے اور پڑھنے والے خیال کرتے ہین کہ یہی اصول اخلاق کے

اور یہی اصول اعلےٰ درجہ کی نیکی کے ہین ؛ مگر درحقیقت وہ ہوا کی آواز سے زیادہ کچھ رتبہ نہین رکھتے اور چونکہ وہ اصول فطرت انسانی بلکہ قانون قدرت کے برخلاف ہوتے ہین کبھی اُنپر عملدرآمد نہین ہو سکتا "

" کوئی کتاب دنیا مین انجیل سے زیادہ انسان کو نرم مزاج اور بردبار و متحمل کرنے والی اور اخلاق کو ایسی چمک سے دکھلانے والی - جس سے آنکھون مین چکاچوند آجاوے - نہین ہی - مگر ہمکو دیکھنا چاہیے کہ اُنکا لوگون مین کیا اثر ہوا تھا ؟ انجیل مین لکھا ہی کہ " اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اُسکے سامنے کردے " بلاشبہہ یہ مسئلہ اخلاق کے خیال سے تو بڑا عمدہ معلوم ہوتا ہی مگر کسی زمانہ کے لوگون نے اُسپر عمل کیا ہی ؟ اگر دنیا اسپر عمل کرے تو دنیا کا کیا حال ہو ؟ اسی طرح آباد رہے ؟ اور اسطرح لوگون کی جان اور مال امن مین رہے ؟ نہایت دلچسپ جواب دیا جاتا ہی کہ " جب سب ایسے ہی ہو جاوین تو دنیا سے شر اُٹھ جاوے مگر پوچھا جاتا ہی کہ کبھی ایسا ہوا ہی ؟ یا کبھی ایسا ہوگا ؟ یہ سب ناشدنی باتین ہین جو خیال مین شدنی قرار دیکر انسان خیالی اور جھوٹی خوشی حاصل کرتا ہی "

" عیسائی مذہب جسکی جڑ ایسی نیکی اور نرمی اور اخلاق مین لگائی گئی تھی وہ پھولا اور پھلا اور سرسبز و شاداب ہوا ؛ اسکو چھوڑدو کہ وہ کس سبب سے بڑھا اور سرسبز ہوا ، مگر دیکھو کہ اُسنے کیا پھل پیدا کیا ؟ ایک بھی نصیحت اُسکی کام نہ آئی ؛ اور خود مذہب نے جو خونریزی اور بے رحمی اور ناانصافی اور درندون سے بھی زیادہ بدتر خصلت دکھائی وہ شاید دنیا مین بے مثل ہوگی اور جس نیکی مین اُسکی جڑ لگائی گئی تھی اُسنے کچھ پھل نہین دیا ؛ کیونکہ وہ قانونِ قدرت کے برخلاف لگائی گئی تھی ۔ جو خوبی - کیا روحانی اور کیا اخلاقی اور کیا تمدنی - اب ہم بعض عیسائی ملکون مین دیکھتے ہین کیا یہ پھل اُسی درخت کا ہی جسکی جڑ ایسی نیکی مین لگائی گئی تھی جو خلاف قانون قدرت تھی ؟ حاشا و کلا ، بلکہ یہ اُسکا پھل ہی کہ اُس درخت کو وہان سے اُکھاڑ کر دوسری زمین پر

لگایا ہی جو قانون قدرت کی زمین ہی اور جسقدر کہ پہلی زمین کی مٹی اُسکی جڑ مین لگی ہوئی ہی اسی قدر اُسمین نقصان ہی"

"اس سے بھی زیادہ رحیم مذہب کا حال سنو جسنے ایک چھوٹے سے چھوٹے جانور کی جان کو بھی مارنا سخت گناہ قرار دیا ہی؛ خون کا بہانا - آدمی کا ہو یا درندے کا یا ایک پشہ کا - خدا کی صنعت کو ضایع کرنا سمجھا ہی. مگر تاریخ اور زمانہ موجود ہی؛ اس اصول نے جو قانونِ قدرت کے مخالف تھا کیا نتیجہ دیا؟ قتل و خونریزی ویسی ہی رہی اور ویسی ہی ہی جیسی کہ قانون قدرت سے ہونی چاہیے؛ وہی - جو ایک پشہ کا مارنا گناہ عظیم سمجھتے تھے - ہزارون آدمیون کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے تھے اور قتل کرتے ہین. پس کوئی قانون گو وہ ظاہر مین کیسا ہی چمکیلا اور خوش آیند ہو جبکہ وہ قانون قدرت کے برخلاف ہی محض نکما اور بے اثر ہی"

"اسلام مین جو خوبی ہی وہ یہی ہی کہ اُسکے تمام قانون قانونِ قدرت کے مطابق اور عملدرآمد کے لائق ہین. رحم کی جگہہ - جہانتک کہ قانون قدرت اجازت دیتا ہی - رحم ہی، معافی کی جگہہ معافی ہی، بدلے کی جگہہ بدلا ہی، لڑائی کی جگہہ لڑائی ہی، ملاپ کی جگہہ ملاپ ہی؛ اور یہی بڑی دلیل اُسکی سچائی کی اور قانونِ قدرت کے بنانے والے کی طرف سے ہونے کی ہی"

"اسلام فساد اور دغا اور غدر و بغاوت کی اجازت نہین دیتا، جسنے اُنکو (یعنی مسلمانون کو) امن دیا ہو - مسلمان ہو یا کافر - اُسکی اطاعت اور احسانمندی کی ہدایت کرتا ہی، کافرون کے ساتھ جو عہد و اقرار ہوے ہون اُنکو نہایت ایمانداری کے ساتھ پورا کرنے کی تاکید کرتا ہی، خود کسی پر ملک گیری اور فتوحات حاصل کرنیکو فوج کشی اور خونریزی کی اجازت نہین دیتا، کسی قوم یا ملک کو اس غرض سے - کہ اُسمین بالجبر اسلام پھیلا جاوے - حملہ کرکے مغلوب و مجبور کرنا پسند نہین کرتا؛ یہان تک کہ کسی ایک شخص کو بھی اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا نہین چاہتا،

صرف دو صورتوں میں اُسنے تلوار پکڑنے کی اجازت دی ہے؛ ایک اُس حالت میں جب کہ کافر اسلام کی عداوت سے اور اسلام کو معدوم کرنے کی غرض سے۔ نہ کسی ملکی اغراض سے۔ مسلمانوں پر حملہ آور ہوں، کیونکہ ملکی اغراض سے جو لڑائیاں واقع ہوں۔ خواہ مسلمان مسلمانوں میں اور خواہ مسلمان و کافروں میں۔ وہ دنیاوی بات ہے اسکو مذہب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ دوسرے جبکہ اُس ملک یا قوم میں مسلمانوں کو۔ اس وجہ سے کہ وہ مسلمان ہیں۔ اُنکی جان و مال کو امن نہ ملے اور فرائض مذہبی کے ادا کرنے کی اجازت نہو۔ مگر اس حالت میں بھی بتایا ہے کہ جو لوگ اُس ملک میں بطور رعیت کے رہتے ہیں۔ گو صرف بوجہ اسلام کے اُنپر ظلم ہوتا ہو۔ تو بھی اُنکو تلوار پکڑنے کی اجازت نہیں دی؛ یا اُس ظلم کو سہیں یا ہجرت کریں یعنی اُس ملک کو چھوڑ کر چلے جاویں۔ ہاں جو لوگ خود مختار ہیں اور اُس ملک میں امن لئے ہوے یا بطور رعیت کے نہیں ہیں بلکہ دوسرے ملک کے باشندے ہیں۔ اُنکو اُن مظلوم مسلمانوں کے بچانے کو۔ جنپر صرف اسلام کی وجہ سے ظلم ہوتا ہے۔ یا اُن کے لئے امن اور مذہبی آزادی حاصل کرنے کو تلوار پکڑنے کی اجازت دی ہے۔ لیکن جسوقت کوئی ملکی یا دنیوی غرض اس لڑائی کا باعث ہو اُسکو مذہب کی طرف نسبت کرنے کی کسی طرح اسلام اجازت نہیں دیتا"

"یہی بات ہے جسپر اسلام نے تلوار پکڑنے کی اجازت دی ہے' یہی لڑائی ہے جسکا نام جہاد رکھا ہے' یہی لڑائی ہے جسکے مقتولوں کو روحانی ثواب کا وعدہ دیا ہے' یہی لڑائی ہے جسکے لڑنے والونکی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس قسم کی لڑائی ناانصافی اور زیادتی ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ لڑائی اخلاق کے برخلاف ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ لڑائی قانونِ قدرت اور انسان کی فطرت کے مخالف ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ اس لڑائی کا حکم خدا کی مرضی کے برخلاف ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ اس حالت میں بھی لڑائی کا حکم نہونا بلکہ دوسرا گال پھیر دینا خدا کی مرضی کے مطابق ہوگا؟

"لڑائی شروع ہونیکے بعد تلوار ہر ایک کی دوست ہوتی ہی؛ اسمین بجز اسکے۔ کہ دشمنون کو قتل کرو، لڑائی مین بہادری کرو، دل کو مضبوط رکھو، میدان مین ثابت قدم رہو، فتح کرو یا مارے جاؤ۔ اور کچھ نہین کہا جاتا؛ وہی قرآن نے بھی کہا ہی۔ یہ دوسری بات ہی کہ کوئی شخص اُس موقع اور محل کو۔ جس کی نسبت قرآن مین لڑنے والون کے دلون کے مضبوط کرنے کی آیتین نازل ہوئی ہین۔ چھوڑ کر ان آیتون کو عموماً خونخواری اور خونریزی پر منسوب کرے۔ جیسا کہ اکثر نادان عیسائیون نے کیا ہی۔ تو یہ خود اُسکا قصور ہوگا نہ اسلام کا"

"لڑائی مین بھی جو رحم قانون قدرت کے موافق ضرور ہی اسلام نے اُسمین بھی فروگذاشت نہین کیا؛ عورتون کو، بچون کو، بوڑھون کو اور جو لڑائی مین شریک نہ ہوے ہون اُنکو قتل کرنے کی ممانعت کی؛ عین لڑائی مین اور صف جنگ مین جو مغلوب ہو جاوے اُسکے قتل کی اجازت نہین دی؛ صلح کو اور معاہدہٗ امن کو قبول کرنے کی رغبت دلائی؛ باغ کو، کھیتون کو جلانے کی ممانعت کی؛ قیدیون کو احسان رکھکر یا فدیہ لیکر چھوڑ دینے کا حکم دیا؛ نہایت ظالمانہ طریقہ جو لڑائی کے قیدیون کو۔ عورت ہون یا مرد۔ غلام اور لونڈی بنا لینے کا تھا اسکو معدوم کیا۔ اس سے زیادہ لڑائی کی حالت مین انصاف اور رحم کیا ہو سکتا ہی؟ ہان یہ سچ ہی کہ مسلمانون نے اسمین سے کسی کی بھی پوری تعمیل نہین کی؛ بلکہ برخلاف اسکے بے انتہا ظلم وستم کیے۔ مگر جبکہ وہ اسلام کے حکم کے برخلاف تھے تو اسلام کو اُس سے داغ نہین لگ سکتا۔ وہ بھی تو مسلمانون ہی مین سے تھے جنھون نے عمر کو، عثمان کو، علی کو، حسین کو ذبح کر ڈالا تھا، کعبہ کو جلا دیا تھا۔ پس اُنکے کردار سے اسلام کو کیا تعلق ہی"

"مشرکین مکہ نے اُن لوگون پر۔ جو مسلمان ہو گئے تھے۔ صرف اسلام کی عداوت سے اور خود رسول خدا صلعم پر بہت سے ظلم کیے تھے اور تکلیفین پہنچائی تھین، قتل کے درپے تھے، یہانتک کہ ایک دفعہ

مسلمانون نے حبشہ مین جاکر پناہ لی اور آخرکار آنحضرت صلعم مکہ کو چھوڑکر مدینہ چلے آئے ؛ پھر اُنھون نے وہان بھی تعاقب کرنا چاہا اور مکہ مین حج کے آنے سے روکا، لڑائی پر آمادہ ہوے ؛ تب اسلام نے اُنسے لڑنے کا حکم دیا ۔ پس جسقدر احکام قتل مشرکین کے ہین وہ سب انھین لڑنے والون سے متعلق ہین ؛ وہ بھی اُسی وقت تک کہ فتنہ و فساد رفع ہو جائے ؛ جیسے کہ خود خدا نے فرمایا ہی "وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ" امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا ہی کہ "مشرکین کا فتنہ یہ تھا کہ وہ مکہ مین مسلمانون کو مارتے تھے اور ایذا دیتے تھے ؛ یہانتک کہ تنگ ہوکر مسلمان حبشہ کو چلے گئے پھر بھی وہ برابر ایذا اور تکلیف دیتے رہے ؛ یہانتک کہ مسلمان مدینہ مین ہجرت کر گئے اور مشرکین کی غرض ایذاؤن اور تکلیفون سے یہ تھی کہ مسلمان اپنا اسلام چھوڑکر پھر کافر ہو جائین ۔ اسپر یہ آیت نازل ہوئی اور اُسکے معنی یہ ہین کہ کافرون سے لڑو جب تک کہ اُنپر غالب ہو جاؤ ؛ تاکہ وہ تمکو تمھارے دین سے پھیرنے کیلئے ایذا نہ دے سکین اور تم شرک مین نہ پڑو" یکون الدین للہ کا فقرہ بھی اُنھین آیتون کے ساتھ ہی جو مشرکینِ عرب کے حملہ کے دفع کرنے کو لڑنے کی بابت نازل ہوئی تھین ۔ اسکے یہ معنی سمجھنے - کہ اتنا لڑنا چاہیے کہ اسلام کے سوا کوئی دین نہ رہے - یہ تو محض نادانی کی بات ہی جو سلف سے آجتک نہ کبھی ہوئی اور نہ ہونے کی توقع ہو سکتی ہی ۔ اسکے معنی صاف صاف یہ ہین کہ اسقدر لڑنا چاہیے کہ اللہ کے دین کے بجالانے مین جو کافر ہرج ڈالتے ہین وہ نہ رہے اور اللہ کے لیے دین ہو جائے کہ مسلمان خدا کے لیئے اُسکو بے ایذا کے بجالاسکین"

سرسید نے سورۂ بقرہ کی تفسیر مین مسئلۂ جہاد کے متعلق صرف اسی اجمالی بیان پر اکتفا کیا ہی ۔ مگر سورۂ انفال و سورۂ توبہ کی تفسیر مین اس بحث کو نئے سرے سے بہت بڑے

اہتمام کے ساتھ اُٹھایا ہی اور اپنی تفسیر کی چوتھی جلد قریب نصف کے اسی مسئلہ کی تحقیقات پر لکھی ہی۔

اُنھون نے سورہ توبہ کی تفسیر مین اول بطور الزامی حجت کے آنحضرت صلعم کی لڑائیون کا مقابلہ حضرت موسی کے قتل و غارت سے۔ جو کہ توریت مین مذکور ہی کیا ہی اور لکھا ہی کہ آنحضرت کی لڑائیان اُسکے مقابلہ مین بالکل رحمت تھین اور جو لوگ توریت کو اور حضرت موسی کو مانتے ہین اُنکے لیے حضرت مسیح کا یہ قول کافی ہی کہ "تو اُس تنکے کو جو تیرے بھائی کی آنکھ مین ہی کیون دیکھتا ہی اور جو شہتیر تیری آنکھ مین ہی اُسے دریافت نہین کرتا" اسکے بعد وہ لکھتے ہین "مگر ہمارا یہ طریقہ نہین ہی کہ ہم صرف حجت الزامی پر اکتفا کرین بلکہ ہمارا مقصود ہر امر کی تحقیق کرنا اور اُسکی اصلیت کو ظاہر کرنا ہی اسلئے ہم اس امر کو بخوبی تحقیق کرنا چاہتے ہین"

اسکے بعد اُنھون نے اُن تمام اعتراضات کا۔ جو قدیم سے عیسائی اسلام کے مسئلہ جہاد پر کرتے چلے آئے ہین۔ لُبّ لباب بیان کر کے اس بات کا دعوے کیا ہی کہ تمام لڑائیان جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین مسلمانون اور کافرون کے درمیان ہوئین اُنسے صرف امن قائم رکھنا اور کفار کے شر سے اسلام اور اہل اسلام کو بچانا مقصود تھا نہ کہ زبردستی ہتھیارون کے زور سے۔ جیسا کہ عیسائی کہتے ہین۔ اسلام منوانا۔ اور اُسکے ثبوت مین اول اُن تمام واقعات کی تفصیل بیان کی ہی جنسے معلوم ہوتا ہی کہ تیرہ برس تک برابر آنحضرت صلعم اور مسلمانون نے مکہ معظمہ مین قریش کے ہاتھون سے کیسی کیسی سختیان اور ظلم و ستم برداشت کیے اور کیا کیا مصیبتین جھیلین اور کس بیم و ہراس کی حالت مین یہ زمانہ اسلام اور بانی اسلام پر گذرا یہانتک کہ جب آنحضرت کے شفیق چچا ابوطالب کا انتقال

ہوگیا تو دین اسلام کے معدوم کرنے یعنی رسول خدا صلعم کے قتل کا نہایت پختہ طور سے منصوبہ باندھا گیا۔
دو دفعہ انھین سختیون اور ظلم و ستم سے تنگ آکر بہت سے مسلمان مرد اور عورتین ہجرت کر کے حبشہ کو چلے گئے
اور آخرکار آنحضرت کو اور تمام مسلمانون کو ہمیشہ کے لیے وطن مالوف چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔
قریش نے ہجرت کے بعد بھی مسلمانون کے آزار پہنچانے مین کمی نہین کی۔ حبشہ کے مہاجرون کا
تعاقب انھون نے سمندر کے کنارہ تک کیا اور جب وہ ہاتھ نہ آئے تو نجاشی کے پاس بہت سے تحفے
اور ہدیے بھیجکر مسلمانون کو اس سے مانگا مگر نجاشی نے انکے دینے سے انکار کیا۔ اہل مدینہ کے ساتھ بھی
جنھون نے آنحضرت کی نصرت کا وعدہ کیا تھا یا جو مکہ سے ہجرت کر کے وہان آئے تھے۔ قریش نے برائی
کرنے مین کچھ کمی نہین کی اور مدینہ پر بھی قریش کے حملہ کرنے کا برابر خطرہ لگا رہا۔

جب کہ اسلام اور اہل اسلام کی یہ حالت تھی تو سرسید لکھتے ہین کہ "ایسی حالت مین آنحضرت صلعم
کو اور مہاجرین و انصار کو اپنے اور مدینہ کی حفاظت اور امن قائم رہنے کے لیے ++ چار امر لازمی تھے کہ بغیر انکے کبھی
امن اور مطلوبہ حفاظت کسی طرح قائم نہین رہ سکتی تھی۔ (۱) اس بات کی خبر رکھنی کہ قریش مکہ کیا کرتے ہین اور
کس منصوبہ مین ہین (۲) جو قومین کہ مدینہ یا نواح مدینہ مین رہتی تھین انسے امن کا اور قریش کی مدد نہ کرنیکا
معاہدہ کرنا؛ لیکن عہد شکنی کی حالت مین انسے مقابلہ کرنا اس منصوبہ کے لیے ایسا ہی ضروری تھا جیسا کہ امن کا
معاہدہ کرنا؛ کیونکہ اگر عہد شکنی کی مکافات قائم نہ کیجائے تو کوئی معاہدہ اپنے عہد پر قائم نہین رہ سکتا اور امن
مطلوبہ حاصل نہین ہو سکتا (۳) جو مسلمان کہ مکہ مین بمجبوری رہگئے تھے اور موقع پا کر وہان سے بھاگ آنا چاہتے تھے
انکے بھاگ آنے پر جسقدر ہو سکے انکی اعانت کرنا۔ (چنانچہ جو قافلہ مکہ سے نکلتا تھا ہمیشہ احتمال ہوتا تھا کہ شاید اسکے
ساتھ بہانہ کر کے کوئی مسلمان مدینہ کی طرف بھاگنے کے ارادہ سے نہ نکلا ہو۔ (۴) جو گروہ قریش کا مکہ سے مدینہ پر

حملہ کرنے کو نکلے یا کسی طرح پر احتمال ہو کہ وہ مدینہ پر آنے والا ہی اُسکا ہتھیاروں سے مقابلہ کرنا ؛ کیونکہ ایسا کرنا اُسی امن کے قائم رکھنے کی لیئے لازمی و ضروری ہی"

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " انکے سوا دو امر اور ہین جو ہتھیارون کے اُٹھانے کا باعث ہوتے ہین

(۱) یہ کہ کفار اُن مسلمانون کو - جو اُنکے قبضہ مین ہون - تکلیف اور ایذا دیتے ہون اور اُنکی مخلصی کے لئے ++ لڑائی کیجاوے ++ +کون شخص ہی جو اس لڑائی کو انسانی اخلاق اور انسانی نیکی کے برخلاف کہ سکتا ہی ++ اور یہ اتہام کر سکتا ہی کہ وہ زبردستی اور ہتھیارون کے زور سے مذہب قبلوانے کے لئے ہی ۔ (۲) یہ کہ کفار مسلمانون کو اُنکے احکام مذہبی ادا کرنیکے لئے مانع ہون - بشرطیکہ وہ اُنکی عملداری مین رہتے نہون - کیونکہ اس صورت مین اُنکو وہان سے ہجرت کرنی لازم ہی نہ لڑائی ۔ اگرچہ اس لڑائی کی بنیاد ایک مذہبی امر پر ہی لیکن اسکا مقصد اپنی مذہبی آزادی حاصل کرنا ہی نہ کہ دوسرون کو ++ ہتھیارون کے زور سے مذہب کا منوانا "

پھر لکھتے ہین کہ " ایک اور امر ہی جو انھین قسمون کی لڑائیون کا ضمیمہ ہی ؛ یعنی جس ملک یا قوم سے انھین امور (یعنی مذہبی امور) کے سبب مخالفت ہی اور لڑائی مشتہر ہو چکی ہی اُس ملک یا قوم پر چھاپہ مارنا یا اُنکا اسباب اور اُنکی رسد اور اُنکے ہتھیارون کو لوٹ لینا ۔ اس زمانۂ تہذیب مین بھی کونسی مہذب سی مہذب قوم ہی جو اس فعل کو نامہذب و ناجائز قرار دے سکتی ہی ؟ اور کون ہی جو اُسکو ہتھیارون کے زور سے مذہب کا قبلوانا قرار دے سکتا ہی ۔ تمام لڑائیان جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ہوئین وہ انھین امور پر مبنی تھین ۔ ایک لڑائی بھی اس غرض سے نہین ہوئی کہ مخالفون کو زبردستی اور ہتھیارون کے زور سے اسلام منوایا جائے "

اسکے بعد لکھتے ہین کہ " اس دعوے کا ثبوت دو طرح پر ہو سکتا ہی ؛ اول اُن احکام سے جو قرآن مجید مین لڑائیون کی نسبت وارد ہین اور جنسے ظاہر ہو گا کہ لڑائی کا حکم صرف امن قائم کرنے کے لئے تھا نہ زبردستی سے اسلام قبلوانے کے لئے ۔ دوسرے اُن لڑائیون کے واقعات پر غور کرنے سے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین

واقع ہوئین ++ اسکے بعد ایک امر اور بحث طلب باقی رہ جائیگا (یعنی یہ) کہ ایک پیغمبر کو اس قسم کی لڑائیان لڑنا بھی زیبا ہی یا خاموشی سے گردن کٹواکر اور سر کو طشت مین رکھوا کر دشمن کے سامنے جانے دینا؟ یا کافرون کے ہاتھون مین اپنے تئین ڈلواکر صلیب پر چڑھنا اور جان دینا؟ سو ہم اسپر بھی اخیر کو بحث کرینگے "

اسکے بعد اُنھون نے نہایت شد و مد سے دعوے کیا ہی کہ قرآن کی کسی آیت مین جبرًا مسلمان کرنے کا حکم نہین ہی بلکہ مسلمان کرنے کے لئے صرف وعظ اور نصیحت کرنے کی ہدایت ہی۔ پھر وہ آیتین نقل کی ہین جنھین مذہب کی آزادی کا حکم ہی مثلاً سورۂ نحل مین آنحضرت کو حکم ہی کہ "دعوت اسلام کر حکمت اور موعظۂ حسنہ کے ساتھ اور اُنسے بحث کر پسندیدہ طریقہ کے ساتھ" یا سورۂ نور مین حکم ہی کہ "خدا اور رسول کی فرمانبرداری کرو اور اگر تم پھر جاؤگے تو ہمارے رسول کے ذمہ صرف حکمون کا پہنچا دینا ہی" یا سورۂ قاف مین فرمایا کہ "ای پیغمبر تو اُنپر جبر کرنے والا نہین ہی" اور سورۂ غاشیہ مین فرمایا کہ "ای پیغمبر تو صرف نصیحت کرنیوالا ہی کچھ اُنپر کروڑا نہین ہی" اور سورۂ یونس مین فرمایا کہ "ای پیغمبر کیا تو اُنکو مجبور کرتا ہی کہ وہ مسلمان ہو جائین" اور سورۂ بقرہ مین صاف صاف فرما دیا کہ "دین مین کچھ جبر و اکراہ نہین ہی"

اسکے بعد مخالفین کے اس اعتراض کا ذکر کیا ہی کہ قرآن کی یہ نصیحتین اُسی وقت تک تھین جب تک کہ آنحضرت مکہ مین تھے مگر جب مدینہ مین چلے گئے اور مہاجرین و انصار ایک جگہ جمع ہو گئے اور اسلام کو قوت حاصل ہو گئی اُسوقت یہ نصیحتین بدل دی گئین اور تلوار کے زور سے مسلمان کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر اسکا جواب اسطرح دیا ہی کہ اول تو سورۂ نور اور سورۂ بقرہ ہجرت کے بعد مدینہ مین نازل ہوئی ہین جب کہ اسلام کو بخوبی قوت ہو گئی تھی؛ حالانکہ انھین سورتون مین۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔ یہ حکم ہی کہ رسول کا کام صرف حکمون کو پہنچا دینا ہی اور دین مین کچھ جبر و اکراہ نہین ہی۔

دوسرے خدا کے احکام جو بطور اصل اصول کے نازل ہوئے ہین وہ جگہ کے بدلنے یا قوت وضعف کے تفاوت سے تبدیل نہین ہوسکتے ۔ پس جب کہ آپ مکہ مین تھے جب بھی اور جب مدینہ مین چلے گئے جب بھی یہی حکم تھا کہ کوئی شخص زبردستی سے مسلمان نہ کیا جائے ۔ ہان جب آپ مدینہ مین تشریف لے گئے تو بے شک لڑائی کا حکم ہوا مگر نہ اسلئے کہ لوگون کو جبرًا مسلمان کیا جائے بلکہ محض امن قائم کرنے کے لیے جیسا کہ آیندہ بتفصیل بیان کیا جائیگا ۔

اسکے بعد صلح اور معاہدہ کی حالت مین جو مذہبی آزادی قرآن مین غیر مسلمین کو دی گئی ہی اُسکا مفصل ذکر کیا ہی اور قرآن کی وہ تمام آیتین نقل کی ہین جنمین صلح و معاہدہ کے احکام بیان ہوے ہین ۔ پھر قرآن مجید کی وہ تمام آیتین جنمین کفار سے لڑنے کا حکم ہی ایک ایک کرکے ذکر کی ہین اور نہایت وضاحت اور صفائی کے ساتھ اُنسے ثابت کیا ہی کہ قرآن مین صرف تین قسم کے لوگون سے لڑائی کا حکم ہوا ہی (۱) اُن لوگون سے جو خود مسلمانون سے لڑائی شروع کرین (۲) اُن لوگون سے جنھون نے دغابازی کی ہو اور معاہدون کو توڑ دیا ہو (۳) اُن لوگون سے جنھون نے مسلمانون کو یا اُنکے بچون اور عورتون کو عذاب اور تکلیف مین ڈال رکھا تھا ۔ ان تین صورتون کے سوا کہین قرآن مین لڑائی کا حکم نہین دیا گیا ۔ پھر اُنھون نے آنحضرت صلعم کے زمانہ کی تمام لڑائیان جو غزوہ اور سریہ کے نام سے مشہور ہین بالاستیعاب بیان کی ہین اور سنہ ۲ھ سے سنہ ۹ ہجری تک ۳۱ غزوات اور ۵۲ سرایا کا مفصل حال حدیث اور سیر اور جغرافیہ کی سولہ معتبر کتابون سے لکھا ہی اور کمال خوبی اور صفائی کے ساتھ ثابت کیا ہی کہ ان ۸۳ واقعات مین ایک واقعہ بھی ایسا نہین ہی جو اس غرض سے کیا گیا ہو کہ لوگون کو بجبر و بزور شمشیر مسلمان کیا جائے

بلکہ یہ تمام لڑائیان اور مقابلے یا تو دشمنون کی مدافعت اور اُنکا حملہ روکنے کے لئے ہوے تھے ' یا اُنکا ارادۂ فاسد معلوم ہونیکے بعد اُنکو منتشر کرنے کو ' یا اُنکی عہد شکنی اور دغابازی ظاہر ہونے کے بعد ' اور یا اُن لوگون کی مدد کے لیے جو خبر رسانی کی غرض سے بھیجے گئے تھے اور دشمنون سے اُنکا مقابلہ ہوگیا ۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ " دنیا مین کوئی قوم ایسی نہین ہو کہ جسنے ملک کا انتظام ہاتھ مین لیا ہو اور اُسکو اس قسم کی لڑائیان نہ پیش آئی ہون ۔ پھر ان لڑائیون کی نسبت یہ کہنا کہ زبردستی ہتھیارون کے زور سے مسلمان کرنے کے لئے تھین ایک ایسا غلط قول ہو جسکو کوئی ذی عقل بجز اُسکے جسکے دل مین تعصب بھرا ہو تسلیم نہین کرسکتا "

پھر لکھتے ہین کہ " جس قوم کی کسی ملک مین حکومت ہوجاتی ہو قدرتی طور پر اُس قوم کے نہ صرف مذہب کو بلکہ رسم ورواج وعادات واطوار کو ترقی ہوتی ہو اور لوگ اُسکی طرف مائل ہوتے جاتے ہین اور یہ مقولہ کہ " اَلْمُلْكُ وَالدِّيْنُ تَوْأَمَانِ " ہر ایک قوم اور ہر ایک مذہب پر صادق آتا ہو ۔ اسی طرح اسلامی حکومت کے سبب اُسی قدرتی قاعدہ سے اسلام کی ترقی کو بھی مدد پہنچی + + + بلکہ اسلام کی تاریخ مین ایک ایسا عجیب واقعہ پایا جاتا ہو جو اور کسی مذہب کی تاریخ مین نہین ہو کہ فاتح[1] قوم نے فتح کامل حاصل کرنے اور استقلال کامل پانے کے بعد اپنی مفتوح قوم (یعنی مسلمانون) کا دفعۃً مذہب اختیار کرلیا "

اسکے بعد آنحضرت کی بت شکنی مین (جسکو مخالفین اسلام مثل سلاطین اسلام کی بت شکنی کے

---

[1] یہان فاتح قوم سے مراد خوانین تاتار ہین جنمین سب سے زیادہ نامور چنگیز خان اور ہلاکو خان ہوے ہین جو مسلمانون کے سخت دشمن تھے چنانچہ چنگیز خان کا قول تھا کہ " خدا تعالی نے مجھے مسلمانون کے قلع وقمع کے واسطے بھیجا ہو " انکی حکومت تمام ایران توران خوارزم دشت قبچاق اور روس وغیرہ مین پھیلی ہوئی تھی ۔ اسی سلطنت اور حکومت کے زمانہ مین اول برکہ خان چنگیز خان کا پوتا مسلمان ہوا تھا اور پھر سلطان احمد جسکا نام اسلام سے پہلے نکودار تھا اسلام لایا اور پھر رفتہ رفتہ تمام تاتاریون مین اسلام پھیلگیا ۱۲

قابل الزام سمجھتے ہین) اور محمود و عالمگیر وغیرہ کی بت شکنی مین فرق بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ "کعبہ ایک مسجد تھی حضرت ابراہیم کی بنائی ہوئی خدائے واحد کی عبادت کے لئے؛ اُسکے بعد جب عرب بت پرست ہوگئے تو اُس مسجد مین اُنھون نے بُت رکھدیے جنکا برباد کرنا اور دین ابراہیم کا اُس (مسجد) مین جاری کرنا ابراہیم کے پہلوٹھے بیٹے کے فرزند کو لازم تھا۔ قوم عرب۔ جسکا غالب حصّہ ابراہیم کی نسل سے تھا اور جس نسل مین خود آنحضرت بھی تھے۔ اُس قوم کو بتون کی پرستش سے چھڑانا اور ابراہیم کے خدا کی پرستش سکھلانا ضرور تھا۔ پس آنحضرت نے خود اپنی قوم کے بت توڑے تھے اُس سے دیگر اقوام کے مذہب کی آزادی کو ضایع کرنا لازم نہین آتا"

اسکے بعد لکھتے ہین کہ "مسلمانون کی تاریخ مین جہان بت شکنی اور غیر مذہب کے معبدون کے برباد کرنے کی مثالین ملتی ہین اسی طرح ہزارون مثالین اسکے برخلاف بھی موجود ہین۔ مسلمانون کی سلطنت دنیا کے بہت بڑے حصّہ مین پھیلی ہوئی تھی، اُسمین مختلف مذہب کی قومین رہتی تھین، تمام سینگاگ اور تمام گرجے۔ جو زیادہ تر رومن کیتھلک مذہب کے تھے۔ بدستور قرنائی اور گھنٹے بجاتے تھے، تمام ملک مین ناقوس کی آواز گونجتی تھی، مندرون مین بُت موجود تھے، ہر ایک قوم اپنے مذہب مین آزاد تھی۔ پس ان تمام حالات کو۔ جو نہایت کثرت سے تھے۔ بھول جانا اور چند واقعات کو۔ جو اُسکے برخلاف شخصی طبیعت سے واقع ہوے تھے۔ پیش کرنا اور کہنا کہ اسلام نے مذہبی آزادی کو مٹایا تھا محض ناانصافی ہے"

اسکے بعد آنحضرت کے غزوات کی نسبت لکھتے ہین کہ "تمام انبیا جب کہ قوم کی اصلاح اور اُنکی درستی کو کھڑے ہوتے ہین تو ابتدا مین عموماً اُنکے دشمن چارون طرف ہوتے ہین؛ اگر وہ مخالفون سے محفوظ رہنے کی کوشش نہ کرتے تو دنیا مین نہ آج یہودی مذہب کا وجود ہوتا اور نہ اور کسی مذہب کا؛

اور نہ عیسائی مذہب کا نام باقی رہتا اگر بعد حضرت مسیح کے اُسکے لیے ایسا زمانہ نہ آتا جسمین اُسکے پیروون کی مخالفین سے حفاظت کی گئی اور بزورِ حکومت اُسکو ترقی دی گئی۔ قرآن مین نہایت عمدہ اور بالکل سچ بات خدا تعالی نے فرمائی ہو کہ "وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا (یعنی اگر خدا لوگون کو ایک دوسرے سے دفع نہ کرتا تو ڈھا دی جاتین عیسائیون اور درویشون کی خانقاہین اور یہودیون کے معبد اور مسلمانون کی مسجدین جنمین بہت زیادہ خدا کا ذکر کیا جاتا ہو) پس یہ کہنا کہ انبیا کو ایسی لڑائیان نازیبا ہین ایک ایسا قول ہو جسکو قانون قدرت مردود ٹھیراتا ہو۔ لوگ حضرت موسے کے کامون کو تو بھول جاتے ہین اور غریبی اور مسکینی اور مظلومی کی مثال مین حضرت مسیح کو پیش کرتے ہین؛ مگر حضرت مسیح نے جب اپنے تئین خلقت کے سامنے پیش کیا اُسوقت سے اُنکی وفات تک نہایت قلیل زمانہ قریب تین برس کے گذرا تھا اور صرف ستر آدمیون کے قریب (اس عرصہ مین) اُنپر ایمان لائے تھے؛ اُنکو مطلق ایسی قوت جس سے وہ اپنے دشمنون کو دفع کرسکین حاصل نہین ہوئی تھی اور اسی سبب سے کالوری کے پہاڑ پر وہ افسوسناک واقعہ (یعنی مصلوب ہونا) واقع ہوا۔ اسکے بعد اگر اُسکے (یعنی دین مسیحی کے) ایسے حامی نہ پیدا ہو جاتے جو دشمنون کو دفع کرسکے تو آج دنیا مین ایک بھی گرجا اور ایک بھی خانقاہ نہ دکھائی دیتی۔ اسکے علاوہ آنحضرتؐ کو روحانی بادشاہی کے سوا سلیمانؑ کیسی سلطنت کے انتظام مین دخل ہونے مین بہت بڑی مجبوری تھی؛ عرب مین بادشاہت کا وجود نہ تھا، ہر ایک قبیلہ کا سردار اُنکا حاکم ہوتا تھا اور جسکو سب لوگ بڑا سمجھتے تھے اُسکو بمجبوری افسر بننا اور تمام ملکی انتظام کرنا لازم تھا؛ جبکہ تمام قبائل رفتہ رفتہ مسلمان ہوگئے تو امکان سے خارج تھا کہ وہ لوگ سوائے آنحضرتؐ کے اَور کسی کو اپنا سردار تسلیم کرتے اور تمام معاملات ملکی بجز آنحضرتؐ کے حکم کے اَور کسی کے حکم سے تعمیل پاتے۔ بس ہر بات پر انصاف سے غور کرنا چاہیے نہ تعصب سے"

سرسید کی ان تمام تحریرون کا - جوکہ اُنھون نے جہاد کے متعلق ۱۸۵۷ء سے لکھنی شروع کی تھین اور جنکا تفسیر القرآن پر خاتمہ ہوگیا - یہ نتیجہ ہوا ہی کہ بہت سے منصف مزاج انگریزون نے اس بات کو تسلیم کرلیا ہی کہ دین اسلام مین جبرًا مسلمان کرنے اور کفار سے عمومًا جہاد کرنے کا حکم نہین ہی ۔ چنانچہ سب سے پہلے اواخر ۱۸۷۱ء مین ہندوستان کے ایک بہت بڑے عربی دان حاکم نے ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب پر ریویو کرتے ہوے لکھا تھا کہ "جہاد (ازروی اصول اسلام) اُن لوگون کے مقابلہ مین ہونا چاہیے جو صرف کافر ہی نہین بلکہ تعمیل شرائط اسلام مین مزاحمت بھی کرتے ہون الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ +++ جہاد کی شرط ضروری یہ ہی کہ حاکم کی طرف سے احکام اسلام کی تعمیل مین مسلمانون پر جبر وتعدی یا مزاحمت ہوتی ہو +++ اور جبر وتعدی ومزاحمت جو وجوب جہاد کے لیے شرط ہی وہ بھی معاملات باہمی مین معتبر نہین بلکہ معاملات مذہبی مین ہونی ضرور ہی +++ مسلمان جو انگریزی عملداری کے ظل حمایت مین رہتے ہین جہاد کے باب مین اُنکو شریعت نے ایسی سخت قیود کے ساتھ جکڑ رکھا ہی کہ جب تک وہ تمام شرائط نہ پائے جائین جہاد پر اقدام نہین کرسکتے حالانکہ انگریزی عملداری مین اُنمین سے کوئی شرط بھی پائی نہین جاتی بلکہ فی زماننا مسلمانون کو وہ امن حاصل ہی جو پیغمبر صاحب اور اُنکے ہمراہیون کو نجاشی نصرانی فرمانروای ابیسینیا کی حمایت مین حاصل تھا ۔ پس جب تک اس طرح کا امن باقی ہی بغاوت ایک شرعی گناہ سمجھا جائیگا"

مسٹر ٹی ڈبلیو آرنلڈ جو ایک نہایت سچے اور منصف مزاج عیسائی ہین اُنھون نے تو اپنی کتاب پریچنگ اوف اسلام مین (جو ابھی شایع ہوئی ہی) اس بحث کا بالکل خاتمہ کردیا ہی کہ قرآن کی رو سے غیر مذہب والون کو بزور شمشیر مسلمان کرنے کا حکم ہی یا بذریعۂ وعظ ونصیحت کے ؟ اور اگر ہمارا قیاس غلط نہو تو اسمین کچھ شک نہین معلوم ہوتا کہ جن اسباب سے پروفسر ممدوح کے دل مین

پر ریچنگ اوف اسلام پر کتاب لکھنے کا خیال پیدا ہوا اور اسمین کامیابی کی امید بندہی اُنکین ایک بڑا محرک سرسید کی تحریرات کا مطالعہ تھا۔

معراج کے مسئلہ پر بھی سرسید نے تفسیر مین نہایت مفصل بحث کی ہی جو اُنسے پہلے کسی مفسر نے نہین کی۔ معراج جسمانی پر جو عیسائی یہ اعتراض کرتے تھے کہ یہ عقل کے بالکل خلاف ہی اُس کے الزامی جواب ازالۃ الاوہام وغیرہ مین عہد عتیق و عہد جدید کے حوالون سے نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھے گئے ہین ؛ مگر یہ جوابات اُن لوگون کے لئے کافی نہ تھے جو توریت و انجیل کو نہین مانتے یا بالکل قید مذہب سے آزاد ہین اسلئے ضرور تھا کہ معراج کے سوال پر محققانہ بحث کیجائی اور معراج کی حقیقت جو قرآن و حدیث سے پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہی اُسکو ظاہر کیا جائے۔ سرسید نے اس مسئلہ پر اپنی تفسیر کے ۱۴۰ صفحہ مین نہایت بسط کے ساتھ بحث کی ہی مگر ہم اس موقع پر صرف اُسکا لُبّ لباب بیان کرینگے جنکو تفصیل دیکھنی منظور ہو وہ اصل تفسیر کو ملاحظہ کرین۔

اُنھون نے اُن تمام روایتون مین سے جو معراج کے متعلق حدیث اور سِیَر کی کتابون مین قلمبند کی گئی ہین۔ غالباً کوئی روایت باقی نہین چھوڑی اور چونکہ ان روایتون مین اسقدر اختلاف ہی کہ شاید ہی کسی اور مضمون کی روایات مین ایسا اختلاف ہوگا۔ اسلئے معراج کے تمام جزئیات کے متعلق جسقدر اختلافات ہین اُن سب کو اول جدا جدا بیان کیا ہی مثلاً اس بات مین اختلاف کہ معراج کب ہوئی ؟ یا یہ کہ معراج اور اِسرار (جسکا ذکر قرآن مجید مین ہوا ہی) ایک واقعہ تھا یا دو جداگانہ واقعات تھے ؟ یا معراج ایک دفعہ ہوئی یا دو دفعہ ؟ یا معراج جسد کے ساتھ بیداری مین ہوئی یا روح کے ساتھ رُویا مین ؟ غرض اسی قسم کے بے شمار اختلافات

جو روایات متعلقہ واقعہ معراج مین پائے جاتے ہین اُن سب کو مع ہر ایک روایت کے بیان کیا ہی
پھر ان اختلافات کے اسباب اور وجوہ جو قرین قیاس تھے بیان کیئے ہین ۔ اسکے بعد اُنھون نے
اس بات کا ثبوت دیا ہی کہ معراج اور اِسراء درحقیقت ایک ہی واقعہ تھا اور وہ ابتدا سے اخیر تک
روح کے ساتھ اور خواب کی حالت مین واقع ہوا تھا اور اس دعوے پر پانچ دلیلین لکھی ہین جنمین سے
پہلی دلیل گویا اس شبہہ کا جواب ہی کہ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت ۔ جسمین مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ
تک جانا بیان ہوا ہی ۔ اُسمین کوئی لفظ ایسا نہین جو خواب مین جانے پر دلالت کرتا ہو ۔ سو
اسکے جواب مین اُنھون نے سورۂ یوسف کی یہ آیت کہ " اِنِّی رَأَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا " اور صحیح مسلم
کی چند حدیثین پیش کی ہین جنمین کوئی لفظ خواب پر صراحۃً دلالت نہین کرتا حالانکہ سب کے نزدیک
اُنمین خواب کا بیان ہی ۔ دوسری دلیل مین سورۂ بنی اسرائیل کی یہ آیت پیش کی ہی " وَمَا جَعَلْنَا
الرُّؤْیَا الَّتِی اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ " (یعنی ہمنے نہین گردانا اُس خواب کو جو تجھے دکھلایا مگر ایک امتحان
لوگون کے لیئے) قطع نظر اسکے کہ یہ آیت اُسی سورۂ بنی اسرائیل مین واقع ہوئی ہی جسمین اِسراء کا
ذکر ہوا ہی ۔ صحیح بخاری سے دو حدیثین عبد اللہ ابن عباس کی نقل کی ہین جنمین صاف
صاف اس بات کی تصریح ہی کہ جس رؤیا کا اس آیت مین ذکر ہی یہ وہی رؤیا ہی جو رسول خدا صلعم
کو لیلۃ الاسراء مین دکھایا گیا ۔ تیسری دلیل مین بخاری اور مسلم سے مالک ابن صعصعہ اور انس
ابن مالک کی روایتین نقل کی ہین جنسے صاف پایا جاتا ہی کہ معراج کے وقت آپ سوتے تھے ۔
چوتھی دلیل یہ لکھی ہی کہ منجملہ صحابہ کے معاویہ، حسن، حُذیفۃ بن الیمان اور حضرت عائشہ کا
یہ مذہب تھا کہ معراج خواب مین واقع ہوئی ہی نہ بیداری مین ۔ پانچوین دلیل موافق اصول علم حدیث کے

یہ لکھی ہی کہ جب عقل اور نقل مین بظاہر اختلاف پایا جائے تو نقل کے معنی اسطرح بیان کرنے چاہیئین جو عقل کے مطابق ہون اور بڑے بڑے علما مثل امام سخاوی، ابن جوزی، ابوبکر بن الطیب وغیرہم کے اقوال اس باب مین نقل کیے ہین کہ حدیث کے موضوع ہونے کی نشانیون مین سے ایک نشانی یہ ہی کہ اسکا مضمون عقل یا حس اور مشاہدہ کے خلاف ہو اس دلیل کے ذیل مین ایک لطیف بحث اس مضمون پر کی ہی کہ حدیثین جو کتب احادیث مین جمع کی گئی ہین اُنکے الفاظ بعینہ رسول خدا صلعم کے الفاظ نہین ہین بلکہ راویون کے الفاظ ہین جو اُنھون نے اپنی سمجھ کے موافق بیان کیے ہین اور اسکے ثبوت مین تابعین و تبع تابعین کے اقوال نقل کیے ہین جنمین سے حسن اور سفیان ثوری کا یہ قول ہی کہ اگر ہم حدیث اُسی طرح بیان کرنی چاہین جسطرح سنی ہی تو ایک حرف بھی نہ بیان کرسکین ۔ غرض کہ اس مطلب کو نہایت خوبی سے ثابت کیا ہی اور اُس سے یہ نتیجہ نکالا ہی کہ معراج کی حدیثون مین جسقدر واقعات عقل کے خلاف پائے جاتے ہین ضرور ہی کہ اُنکی تاویل عقل کے مطابق کیجائے نہ یہ کہ جن روایتون سے معراج کا خواب مین ہونا پایا جاتا ہی اُنکو تاویلات بعیدہ اور رکیکہ اور دلائل فرضیہ دور از کار سے ایسا واقعہ بنادیا جائے جو حقیقت اور عقل دونو کے خلاف ہو ۔

تیسری خصوصیت اس تفسیر کی یہ ہی کہ اُسمین برخلاف قدیم تفسیرون کے روایات کی طرف بغیر سخت ضرورت کے بہت ہی کم رجوع کیا گیا ہی ۔ اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی کہ ہماری قدیم تفسیرین باتفاق تمام محققین اہل اسلام کے عموماً بے سند اور موضوع وضعیف حدیثون اور یہودیون کے قصّون سے بھری ہوئی ہین اور اسکا ایک بدیہی ثبوت یہ ہی کہ جسقدر روایتین

تفسیر القرآن کے متعلق صحاح مین وارد ہوئی ہین اگر اُن سب کو بعد حذفِ اسناد کے ایک جگہ جمع کیا جائے تو تمام مجموعہ معدود صفحات سے زیادہ نہو گا حالانکہ کتب تفاسیر کی تمام روایتون اور قصون کو اگر جمع کیا جائے تو کم سے کم ایک ضخیم جلد مرتب ہوسکتی ہی ۔

اگرچہ روایات کے باب مین مفسرین کی بے احتیاطی اور عدم مبالات قدیم زمانہ مین بھی قابلِ الزام تھی لیکن اس زمانہ مین ۔ جبکہ ہر مذہب پر اعتراض اور نکتہ چینی کرنے کی ہر شخص کو آزادی ہی اور الحاد و دہریّت کا ہر طرف زور شور ہی ۔ ایسی روایتون اور قصّون اور سوپر نیچرل افسانون کو تفسیرون مین درج کرنا صرف یہی نہین کہ اسلام کو مخالفین کے اعتراضون کا نشانہ بنانا ہی بلکہ خود مسلمان نوجوانون کو جو اس زمانہ کے علوم کی تعلیم پاتے ہین اسلام سے بدگمان بلکہ متنفر کرنا ہی ۔

چوتھی خصوصیت

چوتھی خصوصیت یہ ہی کہ اس تفسیر مین برخلاف اکثر قدیم تفسیرون کے ہر ایک آیت کی تفسیر کے متعلق تمام اقوال مختلفہ نقل کر کے ناظرین کے ذہن کو پریشان نہین کیا گیا بلکہ جو قول راجح معلوم ہوا صرف اُسکو ذکر کیا گیا ہی اور باقی مرجوح اقوال کو یا تو بالکل ذکر نہین کیا اور یا بشرط ضرورت ہر ایک قول مین جو کمزوری یا ضعف دیکھا اُسکو بھی بیان کر دیا ہی ۔

آج کل ایسی تفسیرین ۔ جنمین قرآن کے معنی معین نہین کئے جاتے اور ایک ایک آیت یا ایک ایک لفظ کی شرح مین متعدد احتمالات اور مختلف اقوال نقل کیے جاتے ہین ۔ اُن لوگون کے دل مین ۔ جو مذہب کو موروثی چیز نہین سمجھتے اور تقلید کی قید سے آزاد ہین ۔ بجاے اسکے کہ مفسر کے تبحّر اور احاطۂ علمی کا نقش جمائین ممکن ہی کہ دوسری قسم کے خیالات پیدا کرین اور جس کتاب کی نسبت خدا نے یہ فرمایا تھا کہ "لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا" اُسمین بے شمار اختلافات

دیکھکر طرح طرح کے شکوک و شبہات مین پڑجائین • پس اسوقت زمانہ کا اقتضا ہرگز یہ نہین کہ آیات قرآنی کی تفسیر مین متعدد اقوال اور مختلف رائین بیان کرکے انکو اسیطرح غیر منفصل چھوڑ دیا جائے اور قرآن کے معنی معین نہ کیے جائین •

پانچوین سب سے بڑی اور معرکۃ الآرا خصوصیت اس تفسیر کی - جیساکہ پہلے حصہ مین مذکور ہوچکا ہی - یہ ہی کہ اسلام مین - جہانتک کہ معلوم ہی - سب سے پہلی کوشش اُن شبہات کے رفع کرنے کے لیے جو علوم جدیدہ کی تعلیم سے قرآن مجید کے بعض مضامین کی نسبت لوگون کے دلون مین پیدا ہوسکتے تھے اس تفسیر مین کی گئی ہی • اس باب مین جو کوشش بلیغ سرسید نے کی ہی اُسکا پورا پورا اندازہ - بغیر اسکے کہ اُنکی تفسیر کو اول سے آخر تک دیکھا جائے - کسی طرح نہین ہوسکتا • مگر چونکہ اُسمین بمقابلہ علوم جدیدہ کے ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈالی گئی ہی اور صدہا مقامات مین جمہور مفسرین سے اختلاف کیا گیا ہی اور ہر ایک آیت کے معنی ایک خاص اصول کے موافق بیان کئے گئے ہین اسلیئے ممکن نہین کہ مفسّر کے بیان مین کچھ لغزشین نہ ہوئی ہون لیکن ایسے مستثنیات سے تمام تفسیر کی خوبی زائل نہین ہوسکتی • بلکہ انصاف کا مقتضا یہ ہی کہ اگر تمام تفسیر مین ایک آیت کے معنی بھی اسلوب قرآن اور اصول عربیّت کے موافق ایسے بیان کئے گئے ہون جنکی رو سے کوئی اعتراض جو قدیم تفسیرون پر وارد ہوتا ہی - یقیناً رفع ہوتا ہو - تو گو وہ معنی تیرہ سو برس مین کسی مفسر نے نہ لکھے ہون - بلا شبہہ تسلیم کرنیکے قابل ہین •

اگرچہ ہمارا ارادہ - جیساکہ دیباچہ مین اشارہ کیا گیا ہی - اس تفسیر کی مذکورہ بالا خصوصیت پر مفصل بحث کرنے کا تھا لیکن چونکہ یہ بحث بہت طولانی ہی جسکی ایک بائیوگرفی متحمل نہین ہوسکتی اسکے سوا عام ناظرین کو اس مضمون سے چندان دلچسپی بھی نہین معلوم ہوتی اسلیے جو کچھ اسکے متعلق ہمنے لکھا ہی یا آیندہ لکھینگے اُسکو کسی باوقعت میگزین کے متعدد نمبرون مین وقتاً فوقتاً شایع کیا جائیگا •

## رفارمیشن اور اُسکا منشا

ظاہر ہی کہ سرسید نے اپنی تصنیفات اور عام تحریرون اور پبلک اسپیچون کے ذریعہ سے اور نیز خود مثال بنکر قوم کے پولٹکل اور سوشل خیالات اور خاصکر اُردو لٹریچر مین ایک انقلاب عظیم پیدا کردیا ہی اور اسلیے اُنکو قوم کا پولٹکل' سوشل اور لٹریری رفارمر کہا جاسکتا ہی؛ لیکن اس مقام پر رفارمیشن سے ہماری مراد قوم کے مذہبی خیالات کی اصلاح ہی جو فی الواقع ایک نہایت سخت دشوار کام تھا اور جسکی وجہ سے اُس قوم کے فدائی کو کافر دجّال ملحد اور مرتدسب کچھ کہا گیا۔

اگرچہ سرسید کا اصل مقصد مسلمانون کے پولٹکل اور سوشل حالت کا درست کرنا تھا لیکن چونکہ مسلمان اپنے مذہب کو ہمیشہ سے دین اور دنیا دونو کا رہبر سمجھتے رہے ہین اور کسی بات کو۔ خواہ دینی ہو خواہ دنیوی۔ جب تک کہ اُسکا ثبوت مذہب کی روسے نہ دیا جائے۔ تسلیم نہین کرتے اور نیز مسلمانون کی پولٹکل حالت کو بہت کچھ تعلق اُنکے مذہب کے ساتھ تھا۔ اسلیے سرسید کو ۱۸۵۷ء کے بعد سے اخیر دم تک برابر مذہبی مباحث مین مشغول رہنا پڑا۔

اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہی کہ جسطرح ہر مذہب مین۔ جسقدر کہ بانی مذہب کا زمانہ بعید ہوتا جاتا ہی۔ اُسی قدر بہت سی باتین۔ جنکو اصل مذہب مین چندان دخل نہین ہوتا۔ داخل ہوتی جاتی ہین اسی طرح دین اسلام مین رفتہ رفتہ بہت سے امور ایسے شامل ہوگئے جو درحقیقت دین کی ذاتیات سے خارج تھے؛ مثلاً اصول عقائد مین صدہا مسائل ایسے داخل کردیے گئے

جنکا صدر اسلام مین کہین پتا نہ تھا مگر اب وہی علم جسمین اُن مسائل پر بحث کیجاتی ہی منجملہ علوم دینیہ کے ایک نہایت مہتم بالشان علم - موسوم بہ علم کلام - سمجھا جاتا ہی' یا مثلاً فروع مین بے شمار جزئیات - جنکی بنیاد محض قیاس پر ہی - مثل نصوص کتاب و سنت کے واجب التسلیم سمجھی جاتی ہین' مفسرین کی رائین اور اُنکے اقوال - جو اُنھون نے آیات قرآنی کی تفسیر مین بیان کیے ہین - وہ بھی مثل آیات قرآنی کے واجب الاذعان مانے جاتے ہین' اصول فقہ - جو بڑھتے بڑھتے ایک وسیع علم بنگیا ہی - وہ بھی دینیات مین ایک نہایت ضروری علم شمار ہوتا ہی' جسقدر رطب و یابس روایتین اور بے سروپا قصّے کتب تفسیر و سلوک و سیر مین درج کیے گئے ہین وہ سب بغیر اسکے کہ اُنکو اصول تنقید کے موافق جانچا جائے رسول خدا صلعم کی طرف منسوب کیجاتی ہین' صحاح مین جو حدیثین امت کی اصلاح معاش سے علاقہ رکھتی ہین اور جنکی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ "انتم اعلم بامور دنیاکم" وہ بھی اُن حدیثون کی طرح - جو تبلیغ رسالت سے متعلق ہین - تعلیم دین مین شمار کیجاتی ہین . اسکے سوا جب متعدد فرقے اسلام مین پیدا ہو گئے تو بہت سے خیالات دوراز کار اپنے اپنے مذہب کی طرفداری اور تعصب کی وجہ سے ہر مذہب کے اجزاے غیر منفک بنگئے' پھر جہان اسلام پہنچا اُن ملکون کی اکثر رسمین اور رواجات اور اوہام شدہ شدہ مذہب کے رنگ مین رنگے گئے اور اس طرح اسلام جسکی نسبت کہا گیا تھا کہ "الدین یسر" ایک دفتر بے پایان کا نام - جو دائرۂ حصر و احصا سے خارج ہی - قرار پا گیا اور ان تمام حشو و زوائد کا اصل دین سے جدا کرنا ایسا ہی مشکل ہو گیا جیسا گوشت کا ناخن سے جدا کرنا . اگرچہ علم کلام' علم فقہ' اصول فقہ اور تفسیر مسلمانون کے لیے سرمایۂ افتخار اور قوم کی اعلے درجہ کی دماغی اور ذہنی قابلیت کے

نہایت روشن ثبوت ہین اور کچھ شبہہ نہین کہ دین اسلام کو اُنسے بے انتہا مدد پہنچی ہی مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دینیّات مین اُنکو کتاب و سنت کے برابر درجہ دیا جائی ورنہ ضرور ہی کہ عربی صرف ونحو ومعانی وبیان ولغت کو بھی دینیّات مین وہی درجہ دیا جائے جو علوم مذکورہٗ بالا کو دیا گیا ہی کیونکہ اسلام کو ان علوم سے بھی کچھ کم مدد نہین پہنچی۔

اگرچہ اسلام کے ہر طبقہ اور ہر دورہ مین ایسے آزاد طبع اور روشن ضمیر لوگ ہمیشہ اُٹھتے رہے ہین جنھون نے تقلید کی بندشون کو توڑکر میدان تحقیق مین قدم رکھا ہی اور بڑے بڑے مہتم بالشان مسائل کے متعلق مذہب جمہور کی غلطیان ظاہر کی ہین لیکن چونکہ وہ زمانہ اسلام کی حکومت اور مسلمانون کے عروج اور ترقی کا تھا اور معترضین اسلام کی زبانین آج کل کی طرح کھلی ہوئی نہ تھین لہذا جو ضرورتین اسلام کو موجودہ زمانہ مین پیش آئین اُنسے وہ بزرگ بالکل بے خبر تھے؛ اسکے سوا ممالک اسلامیہ مین علمای اسلام کو یہ آزادی نہ تھی کہ بادشاہِ وقت کے مذہب کے خلاف کوئی بات بیباکانہ زبان سے نکال سکین اسلیے علمای سلف مین سے کسی ایک شخص نے عام اصلاح کا کبھی ارادہ نہین کیا؛ کسی نے احادیث کی تنقید کی طرف لوگون کو متوجہ کیا اور اُنکے جانچنے کے قواعد مقرر کیے، کسی نے شرایع اور مصالح مین تفرقہ کیا اور جو حدیثین شرایع سے متعلق تھین اُنکے لیے الگ اور جو مصالح سے متعلق تھین اُنکے لیے الگ درجہ قرار دیا، کسی نی تقلید کی بندشون کو توڑا، کسی نے اجماع اور قیاس کے حجت ہونے سے انکار کیا، کسی نے آیات متشابہات مین تاویل کرنے کی راہ کھولی، کسی نے مفسرین وواعظین کے بے سروپا قصّون اور بے سند روایتون کی بے اعتباری ظاہر کی، کسی نے آیات منسوخہ کو جنکی تعداد پانسو تک پہنچگئی تھی

بلکہ حصر واحصا سے خارج ہوگئی تھی بیس سے بھی کم مین محدود کیا، کسی نے متکلمین کے منطقیانہ
استدلالات وتوجیہات کو جوکہ وہ اپنے اپنے مذہب کی نصرت اور حمایت کے لیے آیات قرآنی
کی تفسیر مین کرتے تھے مقصد شارع کے خلاف ثابت کیا، کسی نے تعمّق وتشدّد پر ردّ وقدح کی
کسی نے شرک وبدعت کے استیصال پر کمر باندھی اسیطرح مختلف زمانون مین خاص خاص خرابیون
کی اصلاح ہوتی رہی مگر عام طور پر کسی کو اس بات کے کہنے کی جرأت نہوئی کہ خالص اسلام کی تعلیم
قرآن مجید اور حدیث صحیح مین منحصر ہی باقی جو کچھ ہی وہ اسلام کی حقیقت سے خارج ہی نہ اسلام
اُسکا جوابدہ ہی اور نہ مسلمان اُسپر اعتقاد رکھنے کے مکلف ہین ؀

سرسید نے۔ اگر غور کرکے دیکھا جائے۔ توشاید اس سے زیادہ کچھ نہین کیا کہ جو صداقتین
اہل اسلام کی تصنیفات مین فرداً فرداً صرف ضبط تحریر مین آئی تھین اور اکابر علما کے سوا اُنسے
کسی کو اطلاع نہ تھی۔ سرسید نے اُن سب کو ایک ہی بار خاص وعام پر علے الاعلان ظاہر کردیا کیونکہ
جو ضرورتین اسوقت خاصکر ہندوستان کے مسلمانون کو درپیش تھین وہ کسی خاص خرابی کی
اصلاح سے رفع نہین ہوسکتی تھین۔ مسلمانون کی سلطنت ہندوستان سے جاچکی تھی اور
قومی تعصبات۔ جو بعد سلب حکومت کے مفتوح قوم کو فاتح قوم کے ساتھ ایک مدت تک ضرور باقی
رہتے ہین مذہبی تعصبات کے لباس مین ظہور کر رہے تھے جس سے حکمران قوم کی نظر مین
مسلمانون کا اعتبار روز بروز کم ہوتا جاتا تھا اور اُنکا مذہب سلطنت کے حق مین خطرناک خیال
کیا جاتا تھا، مسلمانون سے جو بُری بات سرزد ہوتی تھی وہ اُنکے مذہب کی طرف منسوب کیجاتی تھی،
فقہا کے فتوے جو مسلمانون کی دنیوی ترقی کے مانع تھے۔ اکثر انھین قومی تعصبات پر مبنی ہوتی تھے

اور مسلمان اُنکو وحی مُنزل کی طرح دل و جان سے قبول کرتے تھے' عیسائی مشنیری مسلمانون کی سِیَر اور تاریخ کی کتابین اور اُنکی تفسیرین دیکھ دیکھکر اسلام اور بانی اسلام پر اعتراض کرتی تھے اور اسلام کو اُنکا جوابدہ سمجھکر مسلمانون سے جواب طلب کرتے تھے' تعلیم یافتہ مسلمان بہت سی باتین مروّجہ اسلام مین سائنس کے خلاف دیکھکر اسلام کی خالص تعلیم سے - جو کتاب و سنت مین منحصر ہی بداعتقاد ہونے لگے تھے ؛ اور یہ تمام حالات اس بات کے مقتضی تھے کہ خالص اسلام مین اور اُن چیزون مین جو اسلام مین مل جُلکر اُسکی ذات مین داخل ہو گئی ہین امتیاز قائم کیا جائے اور جو مشکلات اس اختلاط اور امتزاج سے پیدا ہوئی ہین اُنکو رفع کیا جائے ۔

اگرچہ سرسید نے اپنی رفارمیشن مین اُن اصول سے جن پر قدیم محققین کی اصلاحین مبنی تھین بہت ہی کم تجاوز کیا ہی لیکن اسمین شک نہین کہ زمانۂ حال کی ضرورتون کے قضا سے قدیم اصلاحون مین خودبخود ایک قسم کی وسعت پیدا ہو گئی ہی مثلاً تمام محققین اس بات پر متفق ہین کہ خبر متواتر اور خبر مشہور کے سوا - جنکی تعداد کتب احادیث مین نہایت قلیل ہی - جو حدیثین خبر آحاد کہلاتی ہین اور جنسے صحاح ستّہ اور تمام حدیث کی کتابین بھری ہوئی ہین - مفید یقین نہین ہین بلکہ اُنمین احتمال صدق اور کذب کا باقی ہی ۔ اور اس اصول سے اُنھون نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ خبر واحد - بشرطیکہ صحت کے درجہ کو پہنچ جائے - اُسپر صرف عمل کرنا واجب ہی مگر اُسپر اعتقاد رکھنا ضرور نہین اور بعض کے نزدیک عمل اور اعتقاد دونو ضرور نہین ۔ سرسید نے اس نتیجہ کو زیادہ وسیع کر دیا ہی ؛ اُنکی یہ رای ہی کہ جب خبر واحد مین صدق و کذب کا احتمال باقی ہی تو کیا وجہ ہی کہ جس خبر واحد کی رو سے اسلام پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہو خواہی نخواہی اُس خبر کو تسلیم کر لیا جائے

اور بعد تسلیم کرنیکے اُس اعتراض کا جواب دوسری طرح پر دیا جائے بلکہ اُس اعتراض کی جواب
مین صرف اسقدر کہنا کافی ہی کہ خبر واحد مفید یقین نہین اور اسیلیے جو اعتراض اُسکی روسے
وارد ہوتا ہی اسلام اُسکا جوابدہ نہین ہی۔ یہ رای صرف سرسید ہی کی نہین بلکہ اُنسے پہلے بھی
علمای اسلام نے اس اصول کو تسلیم کیا ہی۔ امام رازی سے فرقۂ حشویّہ کے ایک شخص نے آنحضرت
صلعم سے یہ روایت کی کہ "ماکذب ابراھیم الا ثلث کذبات" (یعنی ابراہیمؑ نے صرف تین جگہہ جھوٹ
بولا ہی) امام نے کہا "بہتر یہ ہی کہ ایسی روایتین قبول نہ کیجائین" اُسنے بطور تعجب کے کہا "اگر ہم اس
روایت کو قبول نہ کرین تو راویون کی تکذیب لازم آئیگی" امام نے کہا "ای مسکین اگر ہم قبول کرلین تو ہمکو
ابراہیم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنی پڑتی ہی اور اگر اُسکو نہ مانین تو راویون کی طرف جھوٹ کو منسوب کرنا
ہوگا، اور کچھ شک نہین کہ ابراہیمؑ کو جھوٹ کی نسبت سے بچانا بہتر ہی بہ نسبت اسکے کہ چند مجاہیل کو
جھوٹ سے بچایا جائے"

یا مثلاً اول اول سلفِ صالح آیات متشابہات کی تاویل بالکل جائز نہین سمجھتے تھے
پھر جب یونانی فلسفہ کا اسلام مین رواج ہوا اور آیات متشابہات کے ظاہری معنون پر
جوکہ علمای اسلام بیان کرتے تھے۔ ملاحدہ اور مخالفینِ اسلام نکتہ چینی کرنے لگے تو علما کو متشابہات
کی تاویل کرنی پڑی۔ مگر نہایت محدود آیتین تھین جنکے حقیقی معنون پر اُس زمانہ کے لوگ
اعتراض کرتے تھے اسیلیے صرف وہی آیتین مجازی معنون پر محمول کی گئین۔ اب چونکہ زمانہ
علم وحکمت کی ترقی کا ہی اسیلیے سرسید نے تاویل کو اُنھین آیتون مین محدود نہین رکھا بلکہ اور بہت
سی آیتون کو۔ جیساکہ دوسری جگہہ ہمنے مفصل بیان کیا ہی مجاز واستعارہ وتمثیل پر محمول کیا ہی۔

یا مثلاً آیات منسوخہ کی تعداد پہلے پانسو سے بھی زیادہ مانی جاتی تھی پھر جیسا شاہ ولی اللہ صاحب نے فوز الکبیر مین لکھا ہی۔ سیوطی وغیرہ نے اُنکو بیس۲۰ مین محصور کیا۔ پھر شاہ ولی اللہ نے نسخ کو صرف پانچ آیتون مین محدود کر دیا۔ سرسید نے جب دیکھا کہ آیات منسوخہ کی تعداد پانسو سی گھٹتے گھٹتے پانچ تک پہنچ گئی تو اُنکو یقین ہو گیا کہ قرآن مجید مین نسخ حقیقی بالکل واقع نہین ہوا اور قرآن کی جس آیت سے مفسرین کو یہ شبہہ ہوا ہی کہ قرآن کی آیتین ایک دوسرے کی ناسخ و منسوخ ہین اُس آیت کا سیاق و سباق۔ جیسا کہ خطبات احمدیہ مین مفصل مذکور ہی۔ صاف دلالت کرتا ہی کہ وہان نسخ سے مراد شرائع سابقہ کا قرآن سے منسوخ کرنا ہی نہ کہ قرآن کی ایک آیت کا دوسری آیت کو منسوخ کرنا۔ پس عیسائیون کا اعتراض۔ جو کہ وہ مسلمانون کے مسئلۂ نسخ پر کرتے ہین۔ قرآن مجید پر وارد نہین ہوتا۔

یا مثلاً اگلے محققین نے فروع مین تقلید شخصی کو اس بنا پر ضروری نہین سمجھا کہ حق چارون مذہبون مین دائر ہی مگر سرسید جسطرح تقلید کو فروع مین ضروری نہین سمجھتے اسی طرح اصول مین بھی نہین سمجھتے کیونکہ جس بنا پر حق چارون مذہبون مین دائر سمجھا گیا ہی اُسی بنا پر اُسکو اشاعرہ اور معتزلہ اور دیگر فرق اسلامیہ مین بھی دائر سمجھنا ضرور ہی اور اسی وجہ سے اُنھون نے اکثر اصولی مسائل مین معتزلہ کی پیروی کی ہی۔ اس رائے مین بھی سرسید متفرد نہین بلکہ اگلے محققینِ اہل سنت نی بھی اکثر مسائل مین اشاعرہ کے اصول سے اختلاف کیا ہی۔ چنانچہ اسی اختلاف کے سبب جب امام غزالی پر لے دے ہوئی تو اُنھون نے ایک رسالہ موسوم بہ "تفرقہ بین الاسلام والزندقہ" لکھا جسمین اپنے مخالفون کی نسبت لکھتے ہین کہ "وہ مذہب اشاعرہ سے الگ ہونے کو۔ گو کہ وہ بالشت بھر ہی کیون نہو۔

اور اُنکے خلاف کرنے کو۔ گو کہ وہ ذراسی چیز ہی مین کیون نہو۔ گمراہی جانتے ہین " مگر چونکہ امام غزالی کے وقت مین سلطنت کی طرف سے علما کو پوری مذہبی آزادی نہ تھی اسلیے اُنھون نے چند جزوی باتون کے سوا اشاعرہ کے اصول سے اختلاف نہین کیا۔ لیکن سرسید بلا قید جس مسئلہ مین اختلاف کی ضرورت سمجھتے ہین اشاعرہ کے اصول سے اختلاف کرتے ہین۔

الغرض سرسید کی اصلاحات کو جہانتک دیکھا جاتا ہی اُنمین بہت ہی کم اصلاحین ایسی ہونگی جنکی اصل محققین اہل اسلام کی تصنیفات مین موجود نہو۔ البتہ اگلے محققین کی اصلاحین اُسی حدتک محدود رہین جہانتک کہ اُس زمانہ کی حالت اور ضرورت مقتضی تھی اور سرسید کی اصلاحات مین موجودہ زمانہ کی حالت اور ضرورت کے موافق زیادہ وسعت پیدا ہو گئی ہی۔

سرسید کی رفارمیشن کا منشا۔ جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہین۔ یہ ہرگز نہ تھا کہ وہ اسلام مین ایک نیا فرقہ قائم کرین اور خود اُس فرقہ کے سرگروہ بنین۔ وہ جسطرح نبی کے سوا کسی امام یا مجتہد یا اور کسی اُمّتی کے مقتدا بنانے کو شرک فی النبوۃ کے لفظ سے تعبیر کرتے تھے اسی طرح خود کسی فرقہ کا مذہبی پیشوا بننے کو اشتراک فی النبوۃ سمجھتے تھے چنانچہ لاہور مین جو اُنھون نے اسلام پر لکچر دیا تھا اُسمین ایک فقرہ یہ بھی تھا "میری یہ خواہش نہین ہی کہ کوئی شخص۔ گو وہ میرا کیسا ہی دوست سے دوست ہو۔ میرے خیالات کی پیروی کرے۔ مین رسولون کے سوا کسی شخص کا ایسا منصب نہین سمجھتا کہ اُن باتون مین۔ جو خدا اور بندون کے درمیان دلی اور روحانی امور سے متعلق ہین اور جسکو مذہب کہتے ہین۔ وہ یہ خواہش کرے کہ لوگ اُسکی پیروی کرین۔ یہ منصب رسولون کا تھا اور آخر کو جناب رسول خدا محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر۔ جنکا ازلی مذہب خدا ابدالآباد تک قائم رکھے (اور ضرور قائم رکھیگا۔ کیونکہ جیسا وہ ازلی ہی ابدی بھی ہی)

ختم ہوگیا" پس اُنکا ہرگز یہ مطلب نہ تھا کہ لوگ اُنکی پیروی کرین اور اُنکو اپنا مذہبی پیشوا جانین بلکہ اُنکی رفارمیشن کا اصل مقصد صرف مسلمانون کی دنیوی ترقی کے موانع کو دور کرنا اور عیسائی قومون کے اس اعتراض کو دفع کرنا تھا کہ "اسلام ترقی اور شایستگی کے ساتھ جمع نہین ہوسکتا" اور چونکہ اس زمانہ مین مغربی تعلیم کے سوا کوئی ذریعہ دنیوی ترقی کا نہین ہی اسلیے جو شبہات مغربی تعلیم سے اسلام کی نسبت پیدا ہونے ممکن تھے اُنکا رفع کرنا بھی ضرور تھا۔ پس یہی دو مقصد تھے جنکے لیے سرسید کو مذہبی مباحث مین پڑنا اور بہت سی باتون مین جمہور سے اختلاف کرنا پڑا۔

سلطان عبدالعزیز خان مرحوم نے ایک کونسل علما اور عقلا کی اس امر کی تحقیقات کے لیے منعقد کی تھی کہ دین اسلام دنیوی ترقی کا مانع ہی یا نہین؟ کونسل نے اپنی تحقیقات کے بعد جو رپورٹ لکھی اُسکا ماحصل یہ تھا کہ "اسلام مین کوئی بات ایسی نہین جو دنیوی ترقی کی مانع ہو؛ مگر مسلمانون کو اپنی بہت سی رسوم و عادات کو۔ جو اگلے زمانہ مین مفید تھین مگر حال کے زمانہ مین نہایت مضر ہوگئین چھوڑنا ضرور ہی" ظاہر ہی کہ کونسل نے جو کچھ اسلام کی نسبت لکھّا وہ بالکل قرآن[1] اور حدیث کے مطابق تھا بلکہ ہمارے نزدیک صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہی کہ باوجود اُسکی سخت پابندی کے انسان دنیوی ترقی اور شایستگی کو کمال کے درجہ تک پہنچا سکتا ہی بخلاف دیگر مذاہب کے جنسے دست بردار ہوے بغیر ترقی کے میدان مین ایک قدم نہین رکھّا جاسکتا؛ لیکن اگر کونسل سے پوچھا جاتا کہ وہ کونسی رسوم و عادات ہین جنکے چھوڑنے کے بعد مسلمان اپنے موجودہ مذہب کے موافق ترقی کی دوڑ مین شریک

[1] خداتعالی قرآن مین فرماتا ہی "یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" اور رسول خدا صلعم نے فرمایا "انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین" اور فرمایا "الدین یسر" اور ابوموسی اور معاذ بن جبل کو جب یمن مین بھیجا تو یہ نصیحت کی "یسرا ولا تعسرا" ۱۲

ہوسکتے ہین ؟ تو اسکا جواب دینا نہایت مشکل تھا۔ سرسید نے یہی مشکل کام اپنے ذمہ لیا تھا اور جو مشکلات اُنکو اس کام مین پیش آئین وہ عنقریب کسی قدر اختصار کے ساتھ بیان کیجائینگی۔

سرسید کی نسبت یہ اعتراض اکثر سُنا گیا ہی کہ مُصلح یا مُجدِّدِ مذہب ایسا شخص کیونکر ہوسکتا ہی جو علوم مُروّجۂ اسلام مین متوسط درجہ سے بھی کم درجہ رکھتا ہو۔ لیکن یہ اعتراض اُس شخص کی نسبت زیادہ موزون ہوسکتا ہی جو علوم مروجۂ اہل اسلام مین کمال حاصل کرنیکے بعد مصلح یا مجدد مذہب بننے کا دعوے کرے۔ انسان جس مذہب کی سوسائٹی مین ہوش سنبھالتا ہی اُس مذہب کے ساتھ اُسکو قدرتی لگاؤ ہوتا ہی؛ پھر جب اُسی مذہب کی تعلیم پاتا ہی تو وہ لگاؤ روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے؛ یہانتک کہ جب وہ تعلیم کمال کے درجہ کو پہنچ جاتی ہی تو اُس مذہب کی تقلید اور اُسکا تعصب اُسکی رگ و پے مین سرایت کرجاتا ہی اور کسی بات مین خود غور اور تحقیق کرنے کی مطلق قابلیت باقی نہین رہتی۔ اگر مثلاً حنفی مذہب کی تعلیم اُسکو ہوئی ہی تو اُسکے دل مین کبھی بھولکر بھی یہ خیال نہین آتا کہ اس مذہب مین کوئی غلطی ہوگی۔ یہ اصول بھی - کہ حق چارون مذہب مین دائر ہی - محض تقلیداً مانتا ہی کیونکہ عملاً حنفی مذہب کے ایک مسئلہ مین بھی غلطی کا ہونا اُسکے نزدیک محال معلوم ہوتا ہی۔ باوجودیکہ بخاری کو اصح الکتب بعد کلام اللہ جانتا ہی مگر بیسیون حدیثین جو اُسمین صریح حنفی مذہب کے خلاف ہین اُنکو قابل عمل نہین سمجھتا۔ ایسا شخص بلاشبہہ کسی مذہب کا مصلح یا مجدد نہین ہوسکتا بلکہ یہ منصب اُس شخص کا ہی جو حق و باطل اور خطا و صواب مین تمیز کرسکتا ہی، ہر ایک امر پر غور کرتا ہی اور جو بات صحیح معلوم ہوتی ہی اُسے اخذ کرتا ہی اور جو غلط معلوم ہوتی ہی اُسے چھوڑتا ہی، اول ایک بات کو صحیح جانتا ہی پھر جب اُسمین غلطی معلوم ہوتی ہی تو اسی بات کو غلط قرار دیتا ہی۔

یہ ممکن ہی کہ وہ غلط بات کو صحیح اور صحیح بات کو غلط سمجھ جائے مگر یہ ممکن نہین کہ جس بات کو دل مین غلط جانے اُسکو دنیا کی شرم یا اعتراض کے خوف سے صحیح کہے جائے۔ مصلح یا مجدّد کو علوم مروّجہ کی اتنی ضرورت نہین ہی جتنی اس بات کی ضرورت ہی کہ حق بات کے کہنے مین لومۃ لائم سے نہ ڈرے کیونکہ وہ کوئی نئی بات نہین کہتا بلکہ جو صداقتین محققین کی تحقیقات مین موجود ہین اور تقلید نے اُنکی طرف سے آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہین اُنکو علے الاعلان ظاہر کرتا ہی۔

سرسید مین ابتدا سے وہ تمام خاصیتین۔ جو ایک مصلح یا مجدّد یا رفارمر مین ہونی ضرور ہین موجود تھین۔ اُنکی عمر کا بہت بڑا حصّہ حق کی تلاش مین گذرا، کبھی صوفیت کا رنگ چڑھا، کبھی وہابیت کا زور شور رہا، کبھی غیر مقلدی کی لے بڑھی اور آخر کو تمام جستجو اور تلاش اس نتیجہ پر آکر ختم ہو گئی کہ الاسلام ھو الفطرۃ والفطرۃ ھو الاسلام۔ بعضے لوگ سمجھتے ہین کہ سرسید کے مذہبی خیالات مین اسقدر تبدیلیوں کا ہونا اُنکے متلون مزاج ہونے کی دلیل ہی مگر یہ اُنکی نادانی ہی؛ حق بات تک ہمیشہ اسیطرح بتدریج رسائی ہوتی ہی؛ ابراہیم خلیل اللہ نے پہلے ستارہ کو پھر چاند کو اور پھر سورج کو اپنا رب سمجھا تب اس نتیجہ تک پہنچے کہ "انی وجھت وجھی للذی فطر السموات و الارض حنیفا وما انا من المشرکین" محمد مصطفے صلعم کو اگر وہ عقبات پیش نہ آتے جو حق تک پہنچنے سے پہلے پیش آتے ہین تو قرآن مین آپ کی نسبت یہ ارشاد نہ ہوتا کہ "ووجدک ضالاً فھدی" جب انبیا علیہم السلام کا یہ حال ہو تو اور لوگ۔ جو طالب حق ہین۔ جب تک کچھ دنوں ادھر اُدھر ڈانواں ڈول نہ پھرین کیونکر ایک ہی جست مین منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہین؟ ہان جو لوگ تقلید کے دائرہ سے قدم باہر رکھنا نہین چاہتے اور جنکا یہ قول ہی کہ "انا وجدنا اباءنا علی امۃٍ

وَاِنَّا عَلٰی اٰثَارِھِمْ مُقْتَدُوْنَ " اُنکو کچھ دشواری نہین ہی اُنھون نے جس لیک پر اگلون کو چلتے دیکھا ہی اُسی پر آنکھین بند کیے چلے جاتے ہین ۔

بہرحال اگر سرسید مشرقی تعلیم کی اُس حد سے آگے بڑھجاتے جسپر اُنکی تعلیم آکر ٹھیر گئی تو تقلید کے پھندے سے تازیست اُنکا چھٹکارا ہونا دشوار تھا ۔ پس علوم مروجہ کی تکمیل۔ بجاے اسکے کہ اُنکے کام مین کچھ مدد دیتی۔ وہ تمام قدرتی قابلیتین جو اُنکی طبیعت مین رکھی گئی تھین بالکل فنا کر دیتی ۔ اور جس دلیری اور آزادی سے اُنھون نے رفارمیشن کا کام انجام دیا اُسکا حوصلہ اُنمین مطلقاً باقی نہ رہتا ۔

وہ ایک خط مین جو اُنھون نے ۱۲۸۹ھ مین سید مہدی علی خان کو لکھا تھا۔ لکھتے ہین

"میرے پیارے مہدی ! مین ہمیشہ آپ کو کہا کرتا ہون کہ جو خراب اثر مشرقی طریقۂ تعلیم کا انسان کے دل اور طبیعت پر ہوتا ہی ۔ اُس سے آپ کبھی امین نہ رہین ۔ آپ سمجھتے ہین کہ نبیِّ آخرالزمان (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اُمّی محض رکھنے مین کیا حکمت تھی ؟ یہی حکمت تھی کہ نیچرل فیض جو اندرونی چشمون کا جاری رہتا ہی اُسکو کوئی بیرونی چیز مزاحم نہو اور جو کچھ باہر نکلے خالص بے میل ہو ۔ پس ہمیشہ نیچر کے سرچشمہ کے جاری رکھنے پر متوجہ رہا کرین اور جس علم کی نسبت کہا گیا ہی کہ "العلم حجاب الاکبر" اسکے پیرو ہرگز نہ ہووین "

یہ بھی کہا جاتا ہی کہ جو شخص مذہبی خیالات کی اصلاح کا دعوی کرے اُسمین مذہبی تقدس جو علماے دین کا شعار ہی۔ ضرور ہونا چاہیے ۔ پس سرسید جیسا دنیادار آدمی۔ جو نماز روزہ تک کا پابند نہو۔ اس منصب جلیل کے کیونکر لائق ہو سکتا ہی ؟ سو اس اعتراض کے جواب مین اسکے سوا اور کیا کہا جا سکے کہ مذہبی تقدس۔ جو ہمارے علماے دین کا شعار ہی۔ اگر سرسید کو یہ درجۂ عالی

حاصل ہوجاتا تو مسلمانون کی خیر خواہی اور اسلام کی حمایت کرنے کی اُنکو فرصت ملنی دشوار تھی ؛ کیونکہ اُنکی تمام عمر کسی مسلمان فرقہ کا رد لکھنے اور کسی کو کافر اور کسی کو فاسق بنانے اور طبقات دوزخ کے تقسیم کرنے مین گذر جاتی اور اگر بالفرض اسلام اور مسلمانون کی خیر خواہی کا سچا جوش بھی اُنکے دل مین ہوتا تو بھی وہ اس قابل نہوتے کہ اسلام کی کچھ حمایت کر سکین ، یا مسلمانون کے مصائب کا کچھ تدارک کر سکین ۔ یعنی اس بات کا سمجھنا اُنکی طاقت سے باہر ہوتا کہ اسلام اور اہل اسلام کو کن مشکلات کا سامنا ہے اور اُن مشکلات کا کیونکر مقابلہ ہوسکتا ہے ؟ کیونکہ مذہبی تقدس کی پہلی شرط یہ ہے کہ دنیا اور اہل دنیا کے حالات سے بالکل بے خبر ہون ۔

بات یہ ہے کہ مذہبی تقدس اور مشایخ و علما کی زی مین رہنا اور زہاد و عباد کیسی زندگی بسر کرنا اُن لوگون کے لیے ضرور ہے جو مذہبی پیشوا کہلاتے ہین جیسے واعظین جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہین یا مشائخ و اہل اللہ جو تزکیۂ نفس و تصفیۂ باطن کی تعلیم و تلقین فرماتے ہین کیونکہ اگر وہ خود اُن صفات کا عمدہ نمونہ نہ بنین جو اورون مین پیدا کرنی چاہتے ہین تو اُنسے لوگون کو کچھ فائدہ نہین پہنچ سکتا ۔ برخلاف اُس شخص کے جو محض قوم کی اصلاح معاش کا ارادہ رکھتا ہو ، اُنکو تنزل کے گڑھے سے نکالنا اور اُنکے تنزل کے اسباب اور ترقی کے موانع دریافت کرنے چاہتا ہو ، حکمران قوم کو جو اُسکے ہم مذہبون کی نسبت غلط فہمی ہو اُسکو رفع کرنا چاہتا ہو ، علمی دنیا مین جو خیالات مذہب کی نسبت پھیل رہے ہون اُنسے آگاہی حاصل کرنے کی فکر مین ہو ؛ ایسا شخص جب تک گوشۂ عزلت سے نکلکر دنیا کے پیچون پیچ زندگی بسر نہ کرے اور عمر کا ایک بہت بڑا حصہ اُسکے نشیب و فراز اور گرم و سرد کی

آزمایش مین نہ گذرانے اور حاکم و محکوم دونون کے خیالات سے واقف نہو وہ کیونکر اپنے مقاصد مین کامیاب ہو سکتا ہی ؟

یہی سبب ہی کہ ہمارے مقدس علما - جو دنیا سے الگ تھلگ رہنے کے سبب دنیا کے حالات سے بے خبر ہین - اُنکی تحریرین - جو اس آزادی اور نکتہ چینی کے زمانہ مین اُنھون نے مذہب کے متعلق لکھی ہین یا لکھتے ہین - وہ بجاے اسکے کہ غیر قومون کے دل مین اسلام کی نسبت حسن ظن پیدا کرین اُلٹی دین کے مضحکہ کا باعث ہوتی ہین ۔ پس اس زمانہ مین مذہبی مصلح - جسکا مقصد مسلمانون کی اصلاح معاش اور اسلام کی حقیقت دنیا پر ظاہر کرنا ہو - اُس شخص کی سوا جو دنیا داری کے لباس مین زندگی بسر کرے اور دنیا کے حالات سے باخبر ہو - دوسرا شخص نہین ہو سکتا ۔

اگرچہ ایک مصلح مذہب مین اس مشہور مقولہ کے موافق کہ "اُنظُر الیٰ ما قال ولا تنظر الیٰ من قال" مقتضاے عقل یہ ہی کہ بجاے افعال کے زیادہ تر اُسکے اقوال کو دیکھا جائے مع ذلک ہم سرسید کے افعال اور اخلاق و عادات مین وہ خوبیان پاتے ہین جو بڑے بڑے مشائخ و اہل اللہ مین نہین دیکھی گئین اور جنکو ہم آگے چلکے کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرینگے ۔ بلاشبہہ وہ آخر عمر مین بسبب فربہی مفرط اور کبر سن کے نماز روزے کے پابند نہ رہے تھے لیکن اپنے قصور کا اعتراف کرتے تھے جسکی نسبت کہا گیا ہی "الاعتراف یھدم الاقتراف" حج اور زکوٰۃ کی اُنہین کبھی استطاعت نہین ہوئی اور قرض روپیہ لیکر - جسطرح کہ اُنھون نے لندن کا سفر کیا اسطرح - سفر حج کرنے کو وہ ناجائز سمجھتے تھے ۔ بیسیون عیب - جو بڑے بڑے دیندارون اور پرہیزگارون مین دیکھے گئے ہین - اُنسے یہ شخص بالکل پاک تھا اور امت کی خیرخواہی

جسمین مخبر صادق نے تمام دین کو حصر کردیا ہی اور فرمایا ہی کہ "الدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ" اُسمین
تمام قوم سے سبقت لیگیا تھا ۔ اُسنے جس کام کا بیڑا اُٹھایا تھا اسکے لیے زہد و تقدس کی نہین
بلکہ عقل اور راستبازی کی ضرورت تھی جسکی نسبت عمر فاروقؓ نے فرمایا ہی کہ " لَا تَنْظُرُوْا اِلٰی
صَلٰوۃِ امْرِیءٍ وَلَا صِیَامِہٖ وَلٰکِنِ انْظُرُوْا اِلٰی عَقْلِہٖ وَصِدْقِہٖ " (یعنی کسی کے نماز روزہ پر نظر نہ کرو
بلکہ اُسکی عقل اور سچائی کو دیکھو)

مذہبی مسائل مین علماے سلف سے اختلاف

سرسید نے جن مسائل مین علمای سلف سے اختلاف کیا ہی وہ دو قسم کے مسائل ہین ایک
وہ جنمین جمہور علمای اہل سنت اُنکے خلاف ہین مگر محققینِ اہل اسلام مین سے اور لوگ بھی اُسطرف
گئے ہین دوسرے وہ جنمین سرسید بظاہر متفرد معلوم ہوتے ہین اور یہ دوسری قسم کے اختلافات
زیادہ تر قرآن کی تفسیر کے ساتھ مخصوص ہین ۔

دونو قسم کے مذکورۂ بالا اختلافات کا منشا - جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین - یہ ہرگز نہ تھا
کہ سرسید کوئی نیا فرقہ قائم کرنا اور خود اُس فرقہ کا سرگروہ بننا چاہتے تھے ، بلکہ یہ تمام اختلافات محض
اس بات پر مبنی تھے کہ آجکل جو اعتراضات اسلام پر مخالفین اسلام کی طرف سے وارد کیے جاتے
ہین ، یا جو شکوک و شبہات تعلیم یافتہ نوجوان مسلمانون کے دل مین اسلام کی نسبت پیدا ہوتے ہین
اُنکو رفع کیا جائے ۔ اسی لیے ہم اُن تمام اختلافات کو اس عنوان کے ذیل مین درج کرنا چاہتے ہین
مگر جن دلائل پر یہ اختلافات مبنی ہین اُنکو سرسید کی تصنیفات مین دیکھنا چاہیے ۔

اگرچہ یہ نہین کہا جاسکتا کہ ہر مسئلۂ مختلف فیہ کی نسبت جو کچھ سرسید نے لکھا ہی وہی صحیح ہی

اور ہر ایک اختلاف مین اُنھین کی رای صائب ہی لیکن چونکہ اُنھون نے موجودہ زمانہ کی ضرورتون کے موافق ایک جدید علم کلام کی بنیاد ڈالی ہی اسلیئے جو لوگ دین اسلام کے دوست ہین اور اُسکو ہر قسم کے اعتراضات اور شکوک وشبہات سے پاک جانتے ہین اُنسے امید ہی کہ سرسید کے مندرجۂ ذیل اختلافات کو صرف اس نظر سے کہ وہ جمہور علمائے اہل سنت کے خلاف ہین ناقابل التفات نہ سمجھینگے بلکہ ہر ایک اختلاف پر جو دلائل سرسید نے قائم کیئے ہین اُنپر نہایت بے تعصبی و انصاف کے ساتھ غور کرینگے ۔ اُنکا فرض ہی کہ ہر ایک مسئلۂ مختلف فیہ کے متعلق اول اس بات پر غور کرین کہ جس اعتراض یا شبہہ کے رفع کرنے کی غرض سے اُنھون نے جمہور سے اختلاف کیا ہی وہ فی الواقع اس قابل ہی یا نہین کہ اُسکو رفع کیا جائے ، دوسرے یہ کہ جمہور سے اختلاف کیئے بغیر وہ اعتراض یا شبہہ رفع ہوسکتا ہی یا نہین ؟ تیسرے جس طریقہ سے سرسید نے اُسکو رفع کرنا چاہا ہی اُس طریقہ سے اُسکا رفع ہونا ممکن ہی یا نہین ؟ امید ہی کہ اگر ان تینون باتون پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائیگا تو اسلام کے حق مین بہت عمدہ نتائج پیدا ہونگے ۔

اسوقت تمام علمی دنیا مین مذہب کی صداقت کا معیار یہ امر قرار پایا ہی کہ جو مذہب حقائق موجودات اور اصول تمدن کے برخلاف ہو وہ مذہب سچا نہین ہوسکتا ۔ اس معیار نے جو نتائج مذاہب کے حق مین پیدا کیئے ہین وہ یہ ہین کہ تمام قومین جو علمی اور تمدنی ترقی کی طرف متوجہ ہوئی ہین وہ سب رفتہ رفتہ مذہب سے دست بردار ہوتی جاتی ہین ۔ عیسائیون نے بائبل کو اُٹھا کر بالای طاق رکھدیا ہی اور فی الواقع اگر وہ بائبل کے احکام یا نصیحتون پر کاربند ہوتے تو ترقی کے میدان مین اُنکا قدم رکھنا ناممکن تھا ؛ برہم سماج والون نے ویدون مین سے

فقط ڈھائی انچھر پریم کے لے لیے ہین اور باقی کو بالکل خیرباد کہدیا ہی؛ آریہ سماج والے ویدون کا جو مطلب بیان کرتے ہین اُسکو نہ سناتن دھرم کے ہندو تسلیم کرتے ہین اور نہ یوروپ کے بڑے بڑے سنسکرت دان اور وید کے محقق صحیح جانتے ہین، پس درحقیقت اُنھون نے بھی وید سے اپنے تئین آزاد کرلیا ہی۔ سرسید کا یہ دعوے ہی کہ دنیا مین جتنی کتابین آج الہامی مانی جاتی ہین اُنمین صرف قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہی جسمین نہ کوئی چیز حقائق موجودات کے خلاف ہی اور نہ تمدن اور حسنِ معاشرت کی مانع۔ پس مسلمان عالمون کا اس بات پر غور کرنا۔ کہ جو کچھ سرسید نے اسلام کی حمایت کی غرض سے لکھا ہی اُسکی اس زمانہ مین فی الواقع ضرورت تھی یا نہین اور اگر تھی تو سید کی تحریرات سے وہ ضرورت رفع ہوتی ہی یا نہین؟ کچھ کم ضروری نہین ہی۔

اب ہم اُن اختلافات کا خلاصہ لکھتے ہین جنمین دیگر محققین اہل اسلام بھی سرسید کے ساتھ شریک ہین۔

(۱) اجماع حجت شرعی نہین ہی (۲) قیاس حجت شرعی نہین ہی (۳) تقلید واجب نہین ہی (۴) قرآن کا کوئی حکم جو ایک آیت مین بیان ہوا تھا کسی دوسری آیت سے منسوخ نہین ہوا اور نہ قرآن کی کسی آیت کی تلاوت منسوخ ہوئی اور سورۂ بقرہ کی اس آیت سے کہ مَا نَنسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنسِهَا قرآن کی کسی آیت کا ناسخ اور کسی کا منسوخ ہونا مراد نہین ہی بلکہ اُسکی بعض آیتون سے شرایع سابقہ کے بعض احکام کا منسوخ ہونا مراد ہی (۵) قرآن مین کسی طرح کی زیادتی یا کمی یا تغیر و تبدل واقع نہین ہوا، وہ جسطرح اور جسقدر نازل ہوا تھا اُسی طرح اور اُسی قدر زمانہ نزول سے آج تک محفوظ ہی اور جن روایتون سے زیادتی یا کمی یا تغیر و تبدل کا ہونا یا بعض صحابہ کے اقوال سے

قرآن کا تواردہونا پایا جاتا ہی وہ سب موضوع ومفترے ہین (۶) صحاح ستہ بلکہ صحیحین کی بھی تمام حدیثون کو۔جب تک کہ اصولِ علم حدیث کے موافق اُنکی جانچ نہ کیجائے۔ قابلِ وثوق نہین سمجھنا چاہیے (۷) شیطان یا ابلیس کا لفظ جو قرآن مجید مین آیا ہی اُس سی کوئی وجود خارج عن الانسان مراد نہین ہی بلکہ خود انسان مین جو نفس اَمّارہ یا قوت بہیمیہ ہی وہ مراد ہی (۸) طیور منخنقہ جنکو نصارے نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو مسلمانون کو اُنکا کھانا حلال ہی (۹) چونکہ خبر واحد مین احتمال صدق وکذب باقی رہتا ہی اسلیے جو اعتراض اخبار آحاد کی بنا پر اسلام کی نسبت کیے جاتے ہین اسلام اُنکا جوابدہ نہین ہی (۱۰) سوا اُن کفار ومشرکین کے جنکا قرآن کی اس آیت مین ذکر کیا گیا ہی یا جو اس آیت کے مصداق ہون کہ "انما ینہاکم اللّٰہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم" تمام کفار ومشرکین سے دوستی وموالات کرنا جائز ہی (۱۱) عہد عتیق اور عہد جدید کی کتابون مین تحریف لفظی واقع نہین ہوئی بلکہ صرف تحریف معنوی ہوئی ہی مگر اسی کے ساتھ اُنکا اول سے آخر تک الہامی ہونا اور غلطی سے پاک ہونا غیر مسلم ہی (۱۲) ہر شخص اُن مسائل مین۔ جو قرآن یا حدیث صحیح مین منصوص نہین ہین آپ اپنا مجتہد ہی (۱۳) حضرت ہاجرؑ جو اسمٰعیلؑ کی مان ہین وہ۔ جیسا کہ بعض روایتون مین مذکور ہی۔ درحقیقت لونڈی نہ تھین بلکہ رِقیُون بادشاہ مصر کی بیٹی تھین اور رِقیُون نے اُنکو صرف تربیت کے لیے حضرت سارا کے ساتھ کردیا تھا۔ (۱۴) وضع ولباس وغیرہ مین

لہ یعنی خدا تمکو منع نہین کرتا مگر اُن لوگون کی دوستی سے جو تمسے دین کی بابت لڑے اور جنھون نے تمکو تمھارے گھرون سے نکال دیا اور تمھارے نکالنے پر اَورون کی مدد کی ۱۲

کفار کے ساتھ تشبہ شرعاً ممنوع نہین ہی (۱۵) قرآن کی کسی آیت سے جبر پر اور کسی سے قدر پر استدلال کرنا۔ جیسا کہ متکلمین نے اپنے اپنے مذہب کی تائید کے لیے کیا ہی۔ مقصد شارع کے برخلاف ہی کیونکہ جن آیتون سے اس مسئلہ کو استنباط کیا جاتا ہی اُن آیتون سے بندون کے مجبور یا مختار ہونے کا تصفیہ کرنا مقصود نہین ہی۔ ورنہ آنحضرت صلعم مسئلہ مذکور کے متعلق بحث کرنیوالون پر غضبناک ہو کر یہ نہ فرماتے کہ "ابھذا امرتم ام بھذا ارسلت" (۱۶) معراج اور شق صدر دونو رؤیا مین واقع ہوے ہین نہ کہ بیداری مین کیا مسجد الحرام سے مسجد اقصے تک اور کیا مسجد اقصے سے آسمانون تک (۱۷) اگرچہ ممکن ہی کہ جسطرح انسان سے فروتر مخلوقات موجود ہی اسی طرح اُس سے بالاتر مخلوقات جسکا ہمکو علم نہین۔ موجود ہو لیکن ملائک یا ملائکہ کے الفاظ جو قرآن مین وارد ہوے ہین اُنسے یہ مُراد نہین ہی کہ وہ کوئی جدا مخلوق انسان سے بالاتر ہی بلکہ خدا تعالی نے جو مختلف قوُے اپنی قدرت کاملہ سے مادّہ مین ودیعت کئے ہین۔ جیسے پہاڑون کی صلابت، پانی کا سیلان، درختون کا نمو، برق کی قوتِ جذب و دفع وامثال ذٰلک۔ اُنھین کو ملائک یا ملائکہ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہی (۱۸) آدم اور ملائکہ اور ابلیس کا قصہ جو قرآن مین بیان ہوا ہی یہ کسی واقعہ کی خبر نہین ہی بلکہ یہ ایک تمثیل ہی جسکے پیرایہ مین انسان کی فطرت اور اُسکے جذبات اور قوت بہیمیہ جو اُسمین ودیعت کی گئی ہی اُسکی بُرائی یا دشمنی کو بیان کیا گیا ہی۔ اور اس قسم کی اور بھی متعدد تمثیلین قرآن مین موجود ہین (۱۹) معجزہ دلیل نبوت نہین ہوسکتا (۲۰) قرآن مین آنحضرت صلعم سے کسی معجزہ کے صادر ہونے کا ذکر نہین ہی (۲۱) آیۂ "الذین اٰتیناھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم" مین جو ضمیر مفعول لفظ یَعرِفُونَہ مین ہی وہ۔ جیسا کہ عام مفسرین لکھتے ہین آنحضرت کی طرف عائد

نہین ہوتی بلکہ - جیسا ابن عباس ؛ قتادہ ، ربیع اور ابن زید سے منقول ہی تحویل قبلہ کے معاملہ کی طرف پھرتی ہی جسکا ذکر اس آیت سے پہلے اور اُسکے بعد کیا گیا ہی (۲۲) آیۂ میراث سے وصیت کا حکم - جو آیۂ وصیت مین والدین اور دیگر ورثہ کے لیے تھا - منسوخ نہین ہوا ؛ پس جو وصیت وارث کے حق مین کیجائے وہ نافذ ہی (۲۳) جو لوگ مشکل سے روزہ رکھتے ہین وہ آیۂ "وعلی الذین یُطیقونہ فدیۃ طعام مسکین" کے بموجب روزون کے بدلے فدیہ دے سکتے ہین ۔ بعض دیگر علما فدیہ کی اجازت کو خاصکر مُعمّر لوگون کے لیے مخصوص سمجھتے ہین ؛ مگر سرسید کے نزدیک یہ حکم عموماً اُن سب لوگون کے لئے ہی جنکو روزہ رکھنا شاق ہو ، خواہ بڈّھے ہون اور خواہ جوان ۔ لیکن بہ نسبت فدیہ دینے کے اُنکو روزہ رکھنا بہتر ہی (۲۴) جس رِبا یعنی سود کی حرمت قرآن مین بیان ہوئی ہی اُس سے اُسی قسم کا رِبا مراد ہی جیسا کہ زمانۂ جاہلیت مین عرب مین جاری تھا اور جسکی مثال ہمارے ملک کے سود خوارون اور رہٹیون مین - جنکا پیشہ سود خواری ہے پائی جاتی ہی ۔ مگر اُس سے اُس منافع کی حرمت - جو پرامیسری نوٹون پر لیا جاتا ہی - ثابت نہین ہوتی ؛ اسکے سوا کسی گورنمنٹ یا کمپنی کو جو ملک کی ترقی کے لیے روپیہ قرض لے اُسکو سود پر روپیہ دینا یا کسی جماعت کا - جو کسی رفاہ عام کے کام کے لیئے چندہ جمع کرے - اُس روپیہ کا سود مین لگانا اور اُسکے منافع سے رفاہ عام کا کام کرنا یہ بھی رِبا مین داخل نہین ہی (۲۵) قرآن مین کوئی لفظ ایسا نہین ہی جس سے حضرت عیسیٰؑ کا زندہ آسمان پر اُٹھایا جانا ثابت ہو (۲۶) شہدا کی نسبت جو قرآن مین آیا ہی - کہ اُنکو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہین - اس سے اُنکا علو درجات اور روحانی خوشی اور دنیا مین مثال قابل تقلید چھوڑنا مراد ہی ؛ نہ یہ کہ وہ درحقیقت زندہ ہین اور مثل زندون کے

کھاتے پیتے ہین (۲۷) صُوَر کا لفظ جو قرآن مین متعدد جگہ آیا ہی اُس سے فی الواقع کوئی آلہ مثل نرسنگے یا سنکھ یا تُرئی و قرنا کے مراد نہین ہی بلکہ یہ محض استعارہ ہی کہ جسطرح تُرئی کی آواز پر لشکر جمع ہو جاتے ہین اسی طرح خدا کی مشیّت اور ارادہ سے بعث و حشر واقع ہوگا (۲۸) خدا تعالی کی ذات و صفات اور اسماء و افعال کے متعلق جو کچھ قرآن یا حدیثون مین بیان ہوا ہی وہ سب بطریق مجاز و استعارہ و تمثیل کے بیان ہوا ہی اور اسی طرح معاد کے متعلق جو کچھ بیان ہوا ہے۔ جیسے بعث و نشر، حساب و کتاب، میزان، صراط، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ۔ وہ بھی سب مجاز پر محمول ہی نہ حقیقت پر (۲۹) قرآن مین جو خدا کا زمین و آسمان کو چھ دن مین پیدا کرنا بیان ہوا ہی۔ اس سے کسی واقعہ کی خبر دینی مقصود نہین ہی بلکہ صرف یہودیون کے اس اعتقاد کی تردید مقصود ہی۔ کہ خدا تعالی نے زمین و آسمان کو چھ دن مین پیدا کرنے کے بعد ساتوین دن آرام لیا۔ اور اسی لیے جو کچھ اُنکا عقیدہ خلق زمین و آسمان کی نسبت تھا اُسکو قرآن مین اُسیطرح بیان کر کے فرمایا کہ "وَمَا مَسَّنَا مِن لُغُوبٍ" کیونکہ شارع کا مقصد حقائقِ اشیا سے بحث کرنا یا جو باتین حقائق کے برخلاف ہون اُنپر ردّ و قدح کرنا نہین ہی؛ بلکہ جو خیالات لوگون کے دل مین خدا کی وحدانیت اور قدرت و عظمت کے خلاف تہ نشین ہون اُنکا زائل کرنا ہی (۳۰) قرآن مین جو جابجا قدیم قومون مین بدیان اور بداخلاقیان پھیل جانے کے بعد اُنپر طرح طرح کے عذاب کا نازل ہونا اور کسی قوم کو آندھی اور طوفان سے، کسی کو زلزلہ سے، کسی کو ٹڈیون اور دیگر حشرات کے مسلط کرنے سے اور کسی کو کسی عذاب سے اور کسی کو کسی عذاب سے برباد کرنا بیان ہوا ہے اسکا یہ مطلب نہین ہی کہ درحقیقت اُنکے گناہ اور معاصی عذاب نازل ہونے کا باعث ہوے تھے

بلکہ ابتدای آفرینش سے یہ خیال تمام قوموں مین چلا آتا تھا کہ جو ہولناک حادثے دنیا مین واقع ہوتے ہین وہ انسان کے گناہون کی کثرت کے سبب واقع ہوتے ہین اور انبیا کا کام یہ ہی کہ جن خیالات پر لوگ مجبول ہوئے ہین اگر وہ خیالات مقاصد نبوت کے منافی نہین ہین بلکہ اُنکی تائید کرنے والے ہین تو وہ اُن خیالات کی صحت یا غلطی سے کچھ تعرض نہین کرتے بلکہ اُنھین خیالات کے موافق اُنسے خطاب کرتے ہین (۳۱) خدا کا دیدار کیا دنیا مین اور کیا عقبے مین نہ ان ظاہری آنکھون سے ممکن ہی اور نہ دل کی آنکھون سے (۳۲) قرآن مجید مین جو جنگ بدر و حُنین کے بیان مین فرشتون کی مدد کا ذکر کیا گیا ہی اُس سے ان لڑائیون مین فرشتون کا آنا ثابت نہین ہوتا (۳۳) صفات باری تعالی عین ذات ہین، نہ غیر ذات، اور نہ لا عین ولا غیر جیسا کہ اشاعرہ کا مذہب ہی (۳۴) حضرت عیسیٰؑ کا بن باپ کے پیدا ہونا قرآن کی کسی آیت سے ثابت نہین ہوتا (۳۵) کوئی امر عادت الہی یا قانون طبیعی کے خلاف کبھی وقوع مین نہین آتا (۳۶) قرآن مین جو کفار سے بطور معارضہ کے کہا گیا ہی کہ۔ اگر تمکو اس کتاب کے من عند اللہ ہونے مین شک ہے تو اُسکی مثل کوئی سورت یا چند آیتین تم بنا لاؤ۔ اس سے۔ جیسا کہ اکثر اہل اسلام خیال کرتے ہین یہ مراد نہین ہی کہ ایسا فصیح کلام تم نہین بنا سکتے بلکہ یہ مراد ہی کہ ایسا کلام۔ جو عالم اور فلسفی اور حکیم سی لیکر جاہلون، صحرا نشین، بدوُن اور اونٹ چرانے والون تک سب کی ہدایت کے لیے یکسان مفید اور سب کی سمجھ اور علم کے موافق ہو۔ بنا لینا تمھاری طاقت اور قدرت سے باہر ہی (۳۷) نبوت کا ملکہ نبی کی اصل فطرت مین ودیعت ہوتا ہی اور جیسا کہ حدیث مین آیا ہی کہ "النبی نبیٌّ ولو کان فی بطن اُمّہ" وہ مان کے پیٹ سے نبی پیدا ہوتا ہی اور جسطرح تمام ملکات اور قوائے فطری بتدریج

ترقی کرتے ہین اسیطرح ملکۂ نبوت بتدریج ترقی پاتا ہی؛ یہانتک کہ جب وہ کمال کے درجہ کو پہنچ جاتا ہی تو اُس سے وہ ظہور مین آتا ہی جو اُسکا مقتضا ہوتا ہی اور جسکو عرف عام مین بعثت سے تعبیر کرتے ہین؛ اسی لیے جو وحی اُسپر نازل ہوتی ہی وہ کسی ایلچی یا قاصد (یعنی فرشتہ) کی وساطت سے نازل نہین ہوتی بلکہ خود بخود ایک چیز اُسی کے دل سے اُٹھتی ہی اور اُسی پر گرتی ہی (۳۸) قرآن سے جنات کا ایسا وجود۔ جیساکہ عموماً خیال کیا جاتا ہی کہ وہ ہوائی آگ کے شعلہ سے پیدا ہوے ہین اور اُنمین مرد و عورت دونو ہوتے ہین۔ جس شکل مین چاہتے ہین ظاہر ہوسکتے ہین۔ آدمی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہین وغیرہ وغیرہ۔ ثابت نہین ہوتا (۳۹) انبیای بنی اسرائیل اور قوم بنی اسرائیل کے قصّے جو قرآن مین بیان ہوے ہین اُنمین جسقدر باتین بظاہر قانون فطرت کے خلاف معلوم ہوتی ہین وہ سب درحقیقت اُسکے مطابق بیان کی گئی ہین مگر مفسرین اہل اسلام نے یہودیون کی پیروی سے اُنکے معنی ایسے بیان کیے ہین جو قانون فطرت کے خلاف ہین (۴۰) طوفان نوح جسکا ذکر قرآن مجید مین متعدد جگہ آیا ہی۔ عام نہ تھا بلکہ اُسی قوم اور اُسی ملک مین محدود تھا جسپر حضرت نوح مبعوث ہوے تھے (۴۱) حضرت اسحاق کی ولادت کے وقت حضرت سارا کی عمر اُس حد کو نہین پہنچی تھی جبکہ عادۃً اولاد کا ہونا غیر ممکن ہی۔

اگر سر سید کی تصنیفات کو بالاستیعاب اول سے آخر تک دیکھا جائے تو غالباً مذکورۂ بالا مسائل کے سوا اور مسائل مین بھی بہت سے اختلافات نکلینگے مگر یہ سب اختلافات ایسے ہین جنمین سر سید متفرد نہین ہین بلکہ ہر ایک مسئلہ مین کم یا زیادہ لوگ اکابر علمای اسلام مین سے سر سید کے ساتھ متفق الراے ہین جیسے امام غزالی، امام رازی، امام الحرمین، قاضی ابن رشد، شیخ اکبر،

شاہ ولی اللہ وغیرہ وغیرہ ۔ اگر کسی کو اُن سب بزرگوارون کے نام اور اُنکے اقوال دیکھنے ہون تو سرسید کی تصنیفات مین اور مولوی سید مہدی علیخان کے مضامین مین جو زیادہ تر تہذیب الاخلاق کی سب سے پہلی جلدون مین اور کسی قدر اخیر زمانہ کی جلدون مین شائع ہوئے ہین ۔ دیکھ لے ۔ اُنمین وہ لوگ بھی ہین جو معجزہ کو دلیلِ نبوت نہین سمجھتے، خرق عادت کا واقع ہونا محال سمجھتے ہین، قرآن مین آنحضرت صلعم کے کسی معجزہ کا ذکر ہونا تسلیم نہین کرتے، آیات قرآنی جو بظاہر انبیای بنی اسرائیل کے معجزات پر دلالت کرتی ہین اُنکو مأوّل سمجھتے ہین، عیسےٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا تسلیم نہین کرتے، ملائکہ سے قوای عالم اور شیطان سے انسان کی قوت بہیمیہ وسبعیہ مراد لیتے ہین، جن کے وجود سے ۔ جیسا کہ عموماً سمجھا جاتا ہی ۔ انکار کرتے ہین، نبی پر متعارف فرشتون کی وساطت سے وحی کا آنا تسلیم نہین کرتے، قرآن کو محض باعتبار فصاحت وبلاغت کے معجز نہین مانتے، شہدا کو درحقیقت زندہ اور کھاتے پیتے نہین سمجھتے، مبدأ و معاد کے متعلق جو کچھ قرآن مین بیان ہوا ہی اُسکو مجازی معنون پر محمول کرتے ہین، طیور منخنقہ اہل کتاب کا کھانا مسلمانون کے لیے حلال جانتے ہین، قرآن مین نسخ کے قائل نہین ہین ۔ غرض کہ جسقدر سرسید کے اختلافات ہمنے اوپر بیان کیے ہین اُنمین کوئی ایسا اختلاف نہین ہی جسمین کچھ نہ کچھ لوگ محققین اہل اسلام مین سے سرسید کے ہمزبان نہون ۔ ہان چند اختلاف سرسید نے علمای سلف سے ایسے بھی کئے ہین جنمین ظاہرا وہ متفرد معلوم ہوتے ہین لیکن یقیناً نہین کہا جاسکتا کہ سلف مین سے کوئی اُسطرف نہین گیا اور وہ اختلافات یہ ہین ۔

(۱) اسلام نے غلامی کو ہمیشہ کے لیئے موقوف کردیا ہی اور آیۂ من وفدا جو سورۂ محمد مین ہی

وہ نہایت صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہی (۲) دعا ایک قسم کی عبادت ہی جیسا
کہ حدیث مین آیا ہی "الدعاء ھو العبادۃ" پس دعا کے مستجاب ہونے سے اُس مطلب کا جسکے
لیئے دعا کیجاتی ہی۔ حاصل ہونا مراد نہین ہی بلکہ جو معنی عبادت کے قبول ہونے کے ہین وہی معنی
دعا کے مستجاب ہونے کے ہین (۳) آیت یا آیات یا بینات کے الفاظ۔ جو قرآن مجید مین جا بجا
آتے ہین۔ اُنسے وہ احکام یا مواعظ و نصائح مراد ہین جو خدا تعالی نے بذریعۂ وحی کے انبیا علیہم
نازل فرمائے ہین، نہ کہ معجزات جیسا کہ عموماً علمای اسلام نے بیان کیا ہی (۴) حضرت عیسے
کی نسبت جو یہودی کہتے تھے کہ ہمنے اُنکو سنگسار کر کے قتل کیا اور عیسائی کہتے تھے کہ یہودیون نے
اُنکو صلیب پر قتل کیا تھا یہ دونو قول غلط ہین؛ بلا شبہہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے مگر صلیب
پر موت واقع نہین ہوئی اور اسی لیئے قرآن مین مَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ کے الفاظ واقع ہوے ہین
جس سے یہ مراد ہی کہ موت جو مصلوب کرنے سے مقصود تھی وہ واقع نہین ہوئی (۵) اگر مرد کو یہ احتمال
بھی ہو کہ وہ متعدد ازواج مین عدالت نہ کر سکیگا تو اُسکو ایک سے زیادہ جورو کرنے کی اجازت نہین ہے
(۶) سارق کے لئے قطعِ یَد کی سزا جو قرآن مین بیان ہوئی ہی لازمی نہین ہی کیونکہ اگر لازمی
ہوتی تو فقہا اُسکو مال مسروقہ کی ایک خاص مقدار کے ساتھ مشروط نہ کرتے اور نیز صحابہ کی وقت
مین متعدد موقعون پر سارق کو صرف قید کی سزا نہ دیجاتی (۷) قرآن مین جن اور جنّہ کے
الفاظ سے چھپے ہوے یا پہاڑی اور صحرائی لوگ مراد ہین نہ کہ وہ وہمی مخلوق جو دیو اور بھوت
وغیرہ کے الفاظ سے مفہوم ہوتی ہی (۸) سورۂ فیل (الم ترکیف) مین جن الفاظ سے
اصحاب فیل پر ابابیل کا کنکریان پھینکنا مراد لیا جاتا ہے وہ درحقیقت مرض چیچک سے

استعارہ ہی جسکی نسبت تاریخ سے ثابت ہی کہ پہلے پہل مرض چیچک عرب مین اُسی سال نمودار ہوا ہی جبکہ ابرہہ نے مکّہ پر چڑھائی کی تھی (۹) حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسےؑ اور تمام انبیای سابقین کے قصون مین جسقدر واقعات بظاہر خلاف قانون فطرت معلوم ہوتے ہین۔ جیسے ید بیضا، عصا کا اژدہا بنجانا، فرعون اور اُسکے لشکر کا غرق ہونا، خدا کا موسےٰ سے کلام کرنا، پہاڑ پر تجلی کا ہونا، گوسالۂ سامری کا بولنا، ابر کا سایہ کرنا، من وسلوے کا اُترنا؛ یا عیسےؑ کا گہوارہ مین بولنا، خلق طیر، اندھون اور کوڑھیون کو چنگا کرنا، مردون کو زندہ کرنا، مائدہ کا نزول وغیرہ وغیرہ۔ اُنکی تفسیر مین جو کچھ سرسید نے لکھا ہی وہ غالبًا پہلے کسی مفسر نے نہین لکھا (۱۰) قرآن مجید مین دو طرح کا کلام پایا جاتا ہی ایک مقصود اور دوسرا غیر مقصود؛ پس جو کلام غیر مقصود ہی اُس سے کسی بات کے اثبات یا نفی پر استدلال نہین ہوسکتا مثلاً کفار کے رحمت الٰہی سے محروم ہونے کو اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ "لا تفتح لهم ابواب السماء" چونکہ اصل مقصود اُنکے حرمان کا بیان ہی اور اُسکو اس پیرایہ مین بیان کیا گیا ہی اسلئے اس کلام کو غیر مقصود سمجھا جائیگا اور اس سے اس بات پر کہ آسمان مین فی الواقع دروازے موجود ہین استدلال نہوسکیگا (۱۱) شریعت اسلامیہ مین تمام احکام دو قسم کے ہین ایک اصلی اور دوسرے محافظ احکام اصلی؛ جن احکام پر اسلام کی بنیاد قائم ہی وہ صرف احکام اصلی ہین جنمین کوئی حکم ایسا نہین جو قانون فطرت کے خلاف ہو؛ اور دوسری قسم کے احکام سے فقط احکام اصلی کی محافظت مقصود ہی نہ یہ کہ وہ خود مقصود بالذات ہین؛ پس اُنکی نسبت یہ بحث بالکل بے محل ہی کہ وہ قانون فطرت کے مطابق ہین یا نہین

لیکن چونکہ دونو لازم و ملزوم ہین اسلیئے عملاً دونو کا درجہ برابر ہی مثلاً نماز کے متعلق اصلی حکم صرف توجہ الی اللہ ہی باقی جسقدر احکام اُس سے متعلق ہین مثل وضو اور قیام و قعود و رکوع و سجود اور استقبال قبلہ وغیرہ یہ سب اُسکے محافظ ہین اور یہی وجہ ہی کہ مرض یا عذر کی حالت مین سب ساقط ہو سکتے ہین مگر توجہ الی اللہ کسی حالت مین ساقط نہین ہوتی لیکن جب تک کوئی عذر مانع نہو دونو کا بجالانا ضروری ہی ۔

رفارمیشن کی مخالفت

اگرچہ مذہب کے متعلق رائے ظاہر کرنے کی موجودہ گورنمنٹ کی طرف سے آزادی تھی پھر بھی یہ کوئی آسان کام نہ تھا ۔ اول تو مذہبی خیالات ایسی چیز ہین کہ جسطرح اُنکا یقین کسی دلیل سے پیدا نہین ہوتا اسی طرح وہ کسی دلیل سے زائل بھی نہین ہوتا ؛ اسکے سوا اسلامی سلطنتون مین اگرچہ غیر قومون کے مذہب سے بہت ہی کم تعرض کیا گیا مگر خود مسلمانون کو مذہبی آزادی - جیسی کہ چاہیے - کبھی نصیب نہین ہوئی ۔ جس ملک مین جو فرقہ برسرِ حکومت ہوا اُس ملک مین ہمیشہ اُسی فرقہ کے مذہب نے رواج پایا ، باقی تمام فرقے مضمحل و متلاشی ہو گئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانون مین آزادیِ رائے بالکل معدوم ہو گئی اور تقلید کی بدترین غلامی تمام قوم کا شعار بن گئی ۔ پس ایک ایسی آواز جس سے کبھی کسی کے کان آشنا نہوے تھے اُسکو مسلمان کیونکر بغیر نفرت اور کراہت کے سُن سکتے تھے ۔ دوسرے آزادیِ رائے ایک ایسی چیز ہی کہ جب دفعۃً کسی غیر تربیت یافتہ قوم کو حاصل ہوتی ہی تو اختلافِ آرا جو آزادی کو لازم ہی اُس قوم مین ہمیشہ مخالفت کی صورت مین ظاہر ہوتا ہی ۔ آزادی اُنکو اختلاف کرنا تو سکھا دیتی ہی مگر بسبب تربیت یافتہ نہونے کے وہ اختلاف اور مخالفت مین

کچھ فرق نہین کر سکتے ؛ وہ جس رائے سے اختلاف کرتے ہین اُنکی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی ہی کہ یا اُسکو توڑ دین یا خود ٹوٹ جائین ۔ مسلمانون نے چونکہ انگریزی سلطنت مین آزادی کا نیا نیا سبق پڑھا ہی اسلیے جو بات اُنکی رائے یا عقیدہ کے خلاف، یا اُنکی سمجھ سے بالاتر ہوتی ہی اُس سے ہمیشہ ایسا اختلاف کرتے ہین جو آخر کو منجر بہ مخالفت ہو جاتا ہی ۔

ایک اور عام سبب مخالفت کا خاصکر مسلمانون مین قومی تنزّل ہی جسکے سبب سے ہمیشہ گری ہوئی قومون مین خودغرضی بغض حسد جہالت وغیرہ خودبخود بڑھجاتے ہین ؛ لوگ عموماً لڑائی جھگڑے مول خریدنے لگتے ہین اور ذرا ذراسی بات پر مخالف پارٹیان قائم ہو جاتی ہین ۔ یہ ایسی مخالفت ہی کہ اگر سرسید رفارمیشن کا کام اختیار نہ کرتے اور مذہبی امور مین ایک حرف بھی جمہور کے خلاف زبان سے نہ نکالتے بلکہ عام انگریزی اسکولون کے نمونہ پر ایک مدرسہ قائم کردیتے تو بھی مخالفت سے ہرگز نہ بچ سکتے تھے ۔ جب ندوۃ العلما ۔ جو خاصکر دینی تعلیم اور دینی اغراض کے لیے اکثر علمای اسلام کے اتفاق سے قائم ہوئی ہی ۔ مخالفت سے نہ بچی تو اور کسی کو اُس سے بچنے کی کیا امید ہو سکتی ہی اگر ہمارا قیاس غلط نہو تو کوئی اسلامی انجمن کوئی اسلامی مدرسہ اور کوئی مسلمانون کی عام بھلائی کا کام آج کل ایسا نہین کیا جاتا جسکی مخالفت نہ ہوتی ہو ۔ پس سرسید کو مخالفت سے کسی طرح مفر نہ تھا ۔

اگرچہ اُنکے مذہبی خیالات کی نسبت اُسی وقت سے بدگمانی شروع ہو گئی تھی جب کہ اُنھون نے انگریزون کے ساتھ کھانے سے پرہیز ترک کردیا تھا ؛ مگر جب کہ اُنھون نے "تبیین الکلام" کی پہلی جلد شایع کی تو اُس بدگمانی کو زیادہ ترقی ہوئی ۔ سید مہدی علی خان ۔ جو آخر کو سرسید کی رفارمیشن کے سب سے بڑھکر مددگار ہوے ۔ اُنکو تبیین الکلام کا دیباچہ دیکھکر ایسا جوش آیا

کہ باوجود جان پہچان نہ ہونے کے اُسی جوش و خروش مین اُنھون نے سرسید کے دیباچۂ مذکور کے برخلاف ایک طول طویل خط لکھکر بھیجا۔ سرسید نے نہایت نرم الفاظ مین یہ جواب لکھا کہ "اب تقلید کا زمانہ نہین رہا بلکہ عقل و ہوش سے کام لینے کا وقت ہی" اسکے بعد جب سرسید کے پاس علیگڑھ جانا ہوا اور اُنکے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہین دل مین خدشہ تو تھا ہی، یہ سمجھے کہ جدھر سرسید نماز پڑھ رہے ہین یہ قبلہ کا رخ نہین ہی۔ جب وہ نماز پڑھ چکے تو اپنا شبہہ ظاہر کیا۔ سرسید نے یہ آیت پڑھی "اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" جب اسپر خوب بحث ہو چکی تو سرسید نے کہا مین نے اس کوٹھی کو ٹھیک قبلہ رُخ بنایا ہی۔ پھر کمپاس لگا کر اُنکو اپنے کہنے کا یقین دلایا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ سرسید کی سچائی کا نقش اُنکے دل مین بیٹھا۔

جب سرسید نے غازیپور مین مدرسہ قائم کیا اگرچہ وہان مسلمانون کی طرف سے کچھ مخالفت نہین ہوئی مگر پادریون نے سخت مزاحمت کی اور مسٹر سپٹ جج غازیپور اور کرنل گریہم ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کے سوا ضلع کے تمام افسر پادریون کے طرفدار ہوگئے مگر آخر کار سرسید کامیاب ہوئے اور مدرسہ قائم ہوگیا۔

جب وہ غازیپور سے بدلکر علیگڑھ مین آئے اور سائنٹفک سوسائٹی اور اُسکا پریس بھی جو اُسوقت تک سرسید کا پرایوٹ چھاپہ خانہ تھا اُنکے ساتھ علیگڑھ مین منتقل ہوگیا اور سوسائٹی کا مکان بھی تیار ہوگیا اب سوسائٹی نے باقاعدہ اپنا کام شروع کیا۔ سب سے پہلے الفنسٹن ہسٹری آف انڈیا کا ترجمہ انگریزی سے اُردو مین ہونے لگا اور اُسکے اجزا چھپ چھپ کر ممبرون کو تقسیم ہونے لگے۔ مصنف نے مسلمانون کی سلطنت ہند کا حال شروع کرنے سے پہلے جہان اسلام کا آغاز اور عرب مین

آنحضرت صلعم کے پیدا ہونے کا حال بیان کیا تھا وہان آپکی نسبت (عیاذا باللہ) پیغمبر باطل کا لفظ لکھا تھا اُردو مین بھی اُسکا اسیطرح ترجمہ بے کم وکاست کیا گیا۔ مگر سرسید نے جارج سیل کے ترجمۂ قرآن اور اُسکے دیباچہ سے اور کرنل کینڈی کی کتاب سے اور نیز تاریخ طبری سے چند مقام جنسے مصنف کے قول کی تردید ہو سکتی تھی فُٹ نوٹ مین نقل کردیے تھے مگر اُن نوٹون سے مسلمانون کی ناراضی کم نہین ہوئی۔ جب یہ حصہ چھپ کر ممبرون کے پاس پہنچا تو مولوی سمیع اللہ خان نے اس امر پر کہ پیغمبر کے لفظ کے ساتھ باطل کیون ترجمہ کیا گیا سخت مخالفت کی اور ایک تحریر جسمین (بقول سرسید کے) اُنکے کفر و ارتداد پر اسی لفظ کے ترجمہ ہونے سے استدلال کیا گیا تھا۔ اخبارون مین شایع کرائی۔ اُسمین یہ بھی لکھا تھا کہ جو شخص سوسائٹی مین شریک ہو وہ کافر ہی چنانچہ اکثر مسلمان بزرگون نے سوسائٹی کی ممبری سے استعفا دیدیا۔

اگرچہ ممکن تھا کہ ترجمہ مین باطل کا لفظ نہ لکھا جاتا مگر سرسید کا مقصد مسلمانون کو اس بات سے آگاہ کرنا تھا کہ عیسائی اسلام اور بانیِ اسلام کی نسبت کیا خیالات رکھتے ہین اور اب اپنے مذہب کے طعنون سے کان بند کرلینے کا وقت نہین ہی بلکہ اس بات کی ضرورت ہی کہ غیر قومین جو کچھ اسلام کے برخلاف کہتی ہین اُس سے اطلاع حاصل کیجائے اور اُنکی غلط فہمیون کو رفع کیا جائے یا اُنکے تعصبات کی قلعی کھولی جائے۔ اخیر دم تک اُنکی یہی رائے رہی کہ اب وہ زمانہ نہین ہی کہ مسلمان مخالفون کے اعتراضون اور طعنون اور بدزبانیون سے بے خبر رہین۔ چنانچہ پچھلے دنون مین جو ایک نیٹو کرسچن نے ایک سخت کتاب موسوم بہ اُمّہات المؤمنین چھاپکر مسلمانون کو مفت تقسیم کی تھی اکثر ذی علم مسلمانون نے ناگواری کے سبب اُسکو فوراً جلادیا؛ لیکن سرسید نے اُسکی

جلد بندھواکر اُسکو اول سے آخر تک دیکھا اور فوراً اُسکا جواب لکھنا شروع کیا جسکو مرض الموت نے افسوس ہی کہ ختم نہونے دیا۔

پھر لندن جانے سے پہلے جب اُنھون نے ایک رسالہ احکام طعام اہل کتاب پر لکھکر شایع کیا تو عموماً اُنکو کرسٹان کا خطاب دیا گیا اور جابجا اسکے چرچے ہونے لگے۔ جب ولایت کے سفر مین چند روز باقی رہگئے تو اُنھون نے اس خیال سے۔ کہ انگریزی طریقہ پر کھانا کھانے سے بخوبی واقفیت ہو جائے۔ یہ معمول باندھ لیا تھا کہ مسٹر سماتیہ جو بنارس مین ایک سوداگر تھے اور سرسید کی کوٹھی سے اُنکی کوٹھی ملی ہوئی تھی۔ ایک دن شام کا کھانا یہ اُنکے گھر پر جاکر کھاتے تھے اور ایک دن وہ انکے گھر پر آکر کھاتے تھے۔ سرسید کہتے تھے کہ "اتفاق سے اُنھین دنون مین مولوی سید مہدیعلیخان مرزاپور سے بنارس مین مجھسے ملنے کو آئے۔ رات کا وقت تھا اور میرے ہان کھانے کی باری تھی۔ ہم دونو میز پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ مہدی علی آپہنچے۔ یہ پہلی دفعہ تھی کہ مولوی مہدی علی نے ایک مسلمان کو اسطرح ایک انگریز کے ساتھ کھانا کھاتے دیکھا تھا؛ سخت نفرت ہوئی اور باوجود میرے ہان مہمان ہونے کے کھانا نہ کھایا اور کہا کہ مین کھاچکا ہون۔ صبح کو مجھے معلوم ہوا کہ اُنھون نے اس وجہ سے کھانا نہین کھایا۔ مین نے کہا کہ اگر آپ کو یہ طریقہ ناپسند ہو تو دوسرا بندوبست کیا جائے۔ اُنھون نے سوچا کہ شرعاً تو ممنوع نہین ہی صرف عادت کے خلاف دیکھنے سے نفرت ہوئی ہی آخر قبول کرلیا اور سب سے پہلی دفعہ دن کا کھانا میرے ساتھ میز پر کھایا۔ دن تو اسطرح گذر گیا مگر رات کو یہ مشکل پیش آئی کہ رات کا کھانا مسٹر سماتیہ کے ہان تھا؛ مین نے اُنسے پوچھا کہ اگر آپ کو وہان کھانے مین تامل ہو تو یہان انتظام کیا جائے اُنھون نے پھر اسی خیال سے۔ کہ شرعاً ممنوع نہین۔ اقرار کرلیا کہ مین بھی وہین کھالونگا۔ چنانچہ رات کو وہین کھانا کھایا پھر ایک آدھ روز بعد مرزاپور واپس چلے گئے"

الہ آباد مین انکے ایک دوست کو یہ حال معلوم ہوگیا اُنھون نے خط لکھکر دریافت کیا کہ کیا یہ خبر سچ ہے ؟ مولوی مہدی علی نے سارا حال مفصل لکھ بھیجا اُنھون نے وہ خط بجنسہ ہمارے ایک نامہربان دوست کے پاس جو اٹاوہ مین رونق افروز تھے بھیجدیا اُنھون نے تمام شہر مین ڈھنڈورا پیٹ دیا کہ مہدی علی کرسٹان ہوگئے مولوی صاحب کے گھر کے پاس ہی ایک پینٹھ لگا کرتی تھی ہمارے شفیق نامہربان نے اُس گنوارول مین جاکر خط کا مضمون ایک ایک آدمی کو سنایا اور تمام پینٹھ مین منادی کردی کہ بھائیو! افسوس ہے مولوی مہدیعلی کرسٹان ہوگئے ۔ جو سُنتا تھا افسوس کرتا تھا اور کہتا تھا خدا سید احمد خان پر لعنت کرے ''

اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ مولویصاحب کے گھر پر حلال خور نے کمانا ' سقے نے پانی بھرنا ' اور سب لگے بندھون نے آنا جانا چھوڑدیا گھر والون نے اُنکو لکھا کہ تمھاری بدولت ہم پر سخت تکلیف گذر رہی ہے تم جلدی آؤ اور اس تکلیف کو رفع کرو ۔ اُنھون نے ایک طول طویل خط اُنھین بزرگ کو جنھون نے یہ افواہ اڑائی تھی حلتِ طعام اہل کتاب کے باب مین لکھا اور پھر خود اٹاوہ مین آئے اور سب کو سمجھایا کہ مین کرسٹان نہین ہون جیسا پہلے مسلمان تھا ویسا ہی اب ہون ۔ غرض بڑی مشکل سے لوگون کا شبہہ رفع کیا ۔

جب سرسید لندن جانے لگے کسی نے یہ مشہور کیا کہ مکہ کے بدلے لندن کے حج کو جاتے ہین اور کسی نے کہا کہ لندن جاکر ٹکسالی کرسٹان ہوکر آئینگے ۔ غرض جو جسکے دل مین آیا سو کہا ۔ مگر سرسید نے جو کچھ دل مین ٹھان لیا تھا اُسپر استقلال کے ساتھ قائم رہے اور تاریخ معین پر بسم اللہ مجریھا و مرسٰہا لکھکر جہاز مین سوار ہو لندن روانہ ہوگئے ۔ راہ مین وہ دریائی سفر کے حالات اور جہاز کے واقعات لکھکر وقتاً فوقتاً سوسائٹی کے اخبار مین چھپنے کو بھیجتے جاتے تھے ؛ اُسی کے ضمن مین اُنھون نے یہ بھی

لکھا تھا کہ " جہاز مین باورچی اور جانور ذبح یا صاف کرنیوالا انگریز ہی " تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ جو بڑے جانور ہین اور جن مین خون زیادہ ہی۔ جیسے بھیڑ بکری مینڈھا وغیرہ۔ اُسکو تو وہ ہمیشہ گردن کی شہرگ مین آرپار چھری مارکر ذبح کرتے ہین کیونکہ اُنکے ہان بھی دم مسفوح ناجائز یا حرام ہی یا اُسکے اخراج کا رواج ہے اور پرندون کی نسبت وہ یہ کہتے ہین کہ پرندون مین مثل چوپایون کے دم مسفوح نہین ہی اور اُن کی مثال دریائی جانورون کیسی ہی پس اُنکا ذبیحہ صرف اُنکا مار ڈالنا ہی اسیلیے پرندون کو ذبح نہین کرتے بلکہ گردن توڑ کر مار ڈالتے ہین " چونکہ اہل کتاب کا ذبیحہ مطلقاً جسطرح کہ وہ کرتے ہون مسلمانون کو اپنے مذہب کے موافق کھانا جائز ہی اسیلیے سرسید نے لکھا تھا کہ " مین نے اور میرے ساتھیون نے اُن دونو قسم کے گوشتون کے کھانے مین کچھ تامل نہین کیا اور خوب مزے دار گوشت مٹن اور بیف اور مرغ و کبوتر کے کھائے والحمد للہ الذی جعل دیننا یسرا ولا عسرا والصلوٰۃ والسلام علی صاحب الشریعۃ السہلۃ الہدیٰ "

اور جہان تک ہمکو معلوم ہی تمام ترک اور مصر و شام کے مسلمان جو عیسائی قومون کے جہازون مین سفر کرتے ہین وہ بھی عموماً اسیطرح عیسائیون کے ساتھ اُنھین کے باورچیون کے ہاتھ کا صاف یا ذبح کیا ہوا اور اُنھین کے ہاتھ کا پکایا ہوا بے تکلف کھاتے ہین۔

جب یہ خبر ہندوستان مین پہنچی تو مخالفین کو ایک اور ہتھیار سرسید پر ہاتھ صاف کرنے کو ملا، عیسائیون کے ہاتھ کی گردن مروڑی مرغی کھانے کو اُنھون نے سید کے کافر ہونیکا بہت بڑا ثبوت قرار دیا کیونکہ قرآن مجید کی رو سے منخنقہ حرام ہی پس جس شخص نے قرآن کے حکم سے انحراف کیا اُسکے کافر اور مرتد ہونے مین کیا کلام ہی؟

پھر لندن سے جو تحریر سرسید کی آتی تھی اور سوسائٹی کے اخبار مین چھپتی تھی اُس پر عام

اخبارون مین برابر اعتراضون کی بوچھاڑ ہوتی تھی ۔ انکی ایک تحریر مین یہ فقرہ تھا کہ " ہندوستان کے لوگ انگریزون کے ساتھ تربیت و شایستگی مین وہ نسبت رکھتے ہین جو ایک وحشی بدصورت ایک لائق اور خوبصورت آدمی کے ساتھ رکھتا ہی " اسپر مدت تک اخبارون کے کالم سیاہ ہوتے رہے اور عام مجلسون مین بہت دن تک اسکا چرچا رہا چنانچہ اُنھین دنون مین ایک جلسہ کی کیفیت - جو بتقریب دعوت صاحبزادہ عبید اللہ خان فیروز جنگ مولوی سید مہدی علی خان کے مکان پر منعقد ہوا تھا اور جسمین صاحبزادۂ موصوف اور مولوی صاحب اور دیگر شرکای جلسہ کے درمیان خوب مباحثہ ہوا تھا - سوسائٹی کے اخبار مین مفصل چھپی تھی ۔

جب یہ تمام نکتہ چینی سے بھرے ہوے اخبار سرسید کے پاس لندن مین پہنچے تو اُنھون نے ایک مضمون - جسکا عنوان " عذر از طرف گنہگار سید احمد " تھا - سوسائٹی اخبار مین چھپنے کو بھیجا جسمین اول تمام وطن کے نکتہ چینون کا شکریہ ادا کیا تھا کہ اُنھون نے میرے عیبون سی مجھے آگاہ کیا اور آخر مین اہل وطن سے مخاطب ہو کر لکھا تھا کہ " وہ دن آنے والا ہی کہ تم میرے ان لفظون کو جنھین اب گالیان سمجھتے ہو سوہا لیان سمجھو گے + + اے یاران وطن ؎

" رات تھوڑی حسرتین دل مین بہت صلح کیجیے بس لڑائی ہو چکی "

+ شکوہ و شکایت ہو چکے ، بس اب گلے مل لیجیے اور اپنے ملک کی بھلائی پر متوجہ ہوجیے ، اپنے ملک کے بچون کی تربیت کا بندوبست کیجیے اور جو جو الزام ہمارے ملک پر ہین اُنکو مٹائیے ، دنیا مین اپنے ملک کو تربیت یافتہ اور شایستہ کرکے دکھلائیے اور چلنے والون کو اُٹھا رکھیے " ۔

جب اسپر بھی اہل وطن کی مخالفت کم نہوئی اور اخبارون مین برابر مخالفانہ مضامین

چھپتے رہے تو اُنھون نے ایک تحریر۔ جسکا عنوان "عرضداشت بخدمت اہل وطن" تھا۔ سوسائٹی اخبار مین چھپنے کو بھیجی جسکی ابتدائی سطرون سے کسی قدر اُس مخالفت کا اندازہ ہوتا ہے جو اُسوقت تک ہندوستان کے مختلف اطراف سے ہو چکی تھی یا ہو رہی تھی۔ وہ اپنے کام اور کوشش کا ذکر کرتے ہوے لکھتے ہین " پس جو میرا گناہ ہی وہ بجز اپنے ہموطنون کی عموماً اور اسلام کی خصوصاً خیرخواہی کے سوا اَور کچھ نہین ؎ نیست یارانِ طریقت غیر ازین تقصیرِ ما ++ اگرچہ میری اس دلسوزی کو میرے ہموطنون نے ناپسند ہی نہین کیا بلکہ اُلٹا سمجھا اور کوئی الزام اور عیب اور برائی اور سخت کلامی نہین چھوڑی کہ علانیہ اور خفیہ میری نسبت منسوب نہ کی ہو ؛ مگر چونکہ میری یہ دلسوزی اپنے ہموطنون سے یا ہم قومون سے کسی صلہ کی توقع پر نہ تھی بلکہ اُسکا اجر خدا سے لینا ہی اسیلیے میرے ہموطنون نے کوئی بات جو میرے ساتھ کی۔ مجھکو ناگوار نہین گذری اور خدا نے مجھکو اپنے ارادہ پر مستحکم رکھا۔ نہ پُرانے دوستون کی باتین بُری معلوم ہوتی ہین ' نہ نئے شفیقون کی تشنیع رنج دیتی ہی ' نہ کانپور کی مہیب آواز سے رنج ہوتا ہی ' نہ لکھنو کی نغمہ سرائی سے دل دُکھتا ہی ' نہ الہ آباد اور آگرہ کی لطف آمیز باتین رنج دلاتی ہین ' نہ مرادآباد اور رامپور کے فتوے اور دہلی کے اہل جبّہ و خانقاہ حاجیان حرمین شریفین کی گفتار و رفتار دل کو دُکھاتی ہی ؛ عام بھلائی کے جوش نے کسی دوسری چیز کے سمانے کی دل مین جگہ نہین چھوڑی والحمد للہ علی ذٰلک "

معلوم ہوتا ہی کہ سرسید نے جو بڑے بڑے منصوبے باندھے تھے اُنپر خاصکر مسلمانون کی طرف سے سخت مخالفتون کے ہونے کا اُنکو کامل یقین تھا اور ولایت سے وہ اُن مخالفتون کے جھیلنے کے لیے تیار ہو کر آئے تھے۔ وہ ولایت سے مولوی سید مہدی علیخان کو

اخبار شعلۂ طور کانپور کی مخالفانہ تحریر کا ذکر کرتے ہوے ایک خط مین لکھتے ہین " جو مضمون کہ اُسمین لکھا گیا آپنے پڑھا ہوگا اور امید ہی کہ اور بہت کچھ لکھا جائیگا ۔ اگرچہ ایسی باتون سے کبھی دل کو ملال ہوتا ہی جو مقتضای بشریت ہی مگر فی الفور رفع ہوجاتا ہی اور دل کو صرف دو خیالون سے تسلی ہوتی ہی ؛ اول تو اس خیال سے کہ آج تک کوئی نیکی چاہنے والا ایسا نہین ہوا جسکے مقابل مین کوئی نہ کوئی مخالف نہ کھڑا ہوا ہو آدم ، نوح ، ابراہیم ، موسی ، عیسی ، محمد رسول اللہ ، خلفای اربعہ ، محی الدین جیلانی ، مجدد الف ثانی ، محمد اسمعیل دہلوی ، وعلے ہذا القیاس ؛ پس مین تو اُنکی جوتیون کے برابر بھی نہین ہون ، میری مخالفت پر کمر باندھنی کچھ بڑی بات نہین ہی ۔ دوسرے اس خیال سے کہ مین دیکھتا ہون جون جون مخالفون نے نیکی کا مقابلہ کیا ہی ۔ وُون وُون نیکی بڑھتی گئی ہی ؛ پس اگر میرا کاروبار و میری نیت سچی اور نیک ہی تو انشاء اللہ تعالی اُسمین کچھ نقصان نہین ہونیکا اور اگر وہ نیک نہین ہی اور مین غلطی سے اُسکو نیک خیال کررہا ہون تو بلاشبہہ ٹوٹ جائیگا اور مخالف ۔ جو اس صورت مین ضرور ہی کہ نیکی پر ہونگے ۔ کامیاب ہونگے اور ایسی حالت مین مجھکو بھی اُنکی کامیابی پر خوشی کرنی ہوگی ، نہ اپنی تدابیر کے ٹوٹنے اور اپنے دھوکے مین پڑے ہونے کا رنج "

اس خط اور نیز اُنکے دیگر خطوط سے ۔ جو ولایت سے اُنھون نے مولوی صاحب ممدوح کو لکھے ۔ معلوم ہوتا ہی کہ اُنکو اپنی سچائی پر اور اُسکی وجہ سے اپنی کامیابی پر پورا پورا بھروسا تھا اور لوگون کی مخالفت کی اُنکو مطلق پروانہ تھی ۔ ایک خط مین خطبات احمدیہ کی نسبت مولوی مہدی علیخان کو لکھتے ہین " بعد چھاپہ کے چند نسخے آپکے پاس بھیجونگا ؛ تا دانم کہ مخدومم چہ میگوید ؟ خدایا مخدومم مہدی اگر مرا کافر و مرتد داند باک نیست زیراکہ این معاملہ مرا باتست نہ با مخدوم من مہدی ۔ لیکن محبت من از وے و محبت او از من کم مگردان ۔ او خدا داننده رازہای پوشیدۂ درونِ سینہا تو میدانی کہ من با تو و با دین حقۂ اسلام دادہ توجہ میکنم

وچہ اعتقاد دارم ؟ پس اگر مرا محبوبِ من مہدی لامذہب یا کافر گوید یا سمیع اللہ و امداد العلی مرتد دانند مرا چہ باک ؟ تو بر من مہربان باش "

الغرض جب سر سید لندن سے واپس آئے اور الہ آباد مین پہنچے تو انکو معلوم ہوا کہ اضلاع شمال مغرب اور دہلی مین اس مضمون کے خطوط اور اشتہار جاری ہوے ہین کہ کوئی مسلمان سید احمد خان سے نہ ملے اور نہ اُنکے ساتھ کھانا کھاوے اور جو ایسا کریگا وہ دائرۂ اسلام اور جماعت اہل اسلام سے خارج ہو جائیگا۔ ہمنے سُنا ہی کہ اسی مضمون کا ایک خط نواب ضیاء الدین احمد خان مرحوم رئیس لوہارو کے پاس بھی۔ جو سر سید کے بڑے گاڑھے دوست تھے۔ دہلی مین پہنچا تھا۔ اُنھون نے خط پڑھکر کہا کہ " خدا مارے یا چھوڑے ' سید احمد کافر ہو یا مسلمان ' مجھسے تو نہ ہو سکیگا کہ مین سید احمد خان سے نہ ملون اور اُنکے ساتھ کھانے اور کھلانے سے پرہیز کرون " سر سید کی زبانی معلوم ہوا کہ ولایت سے آنیکے بعد بہت دن تک اکثر لوگ اُنکے ساتھ کھانے سے پرہیز کرتے رہے مگر رفتہ رفتہ بیمار اچھے ہونے لگے ' پرہیز ٹوٹتا گیا یہانتک کہ مسلمانون کا انگریزون کے ساتھ کھانا۔ جیسا کہ ظاہر ہی۔ اب ایک عام بات ہو گئی ہی۔ وہی لوگ جو میز اور کرسی اور چھری کانٹے کے نام سے بدکتے تھے اب انگریزون کو اپنے گھر بُلا کر اور خود اُنکے ہان جا کر اُسی طریقہ سے اُنکے ساتھ کھانا کھانا فخر سمجھتے ہین اور کوئی شخص اُنکو کرسٹان نہین جانتا۔

لیکن مذکورۂ بالا مخالفتون کو بمقابلہ اُس طوفان عظیم کے۔ جو آگے چلکر اُٹھنے والا تھا۔ محض ایک چھیڑ چھاڑ اور نوک جھوک سمجھنا چاہیے۔ جو ہین سر سید نے تہذیب الاخلاق جاری کیا اور کالج کے قائم کرنے کے لیے کوشش شروع ہوئی ' مخالفت کی گھٹا چارون طرف سے امنڈ گھمنڈ کر اُٹھی۔

مدرسۃ العلوم کے سب سے بڑے مخالف دو بزرگ تھے جو باوجود ذی وجاہت اور ذی رعب ہونیکے علوم دینیّہ سے بھی آشنا تھے ؛ ایک مولوی امداد العلی ڈپٹی کلکٹر کانپور اور دوسرے مولوی علی بخش خان سب جج گورکھپور ۔ اگرچہ یہ دونو صاحب مذہبی عقائد و خیال کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ضد حقیقی تھے ۔ یعنی پہلے سخت وہابی اور دوسرے سخت بدعتی' اور یہ ایسا اختلاف تھا کہ کسی بات پر دونو کا اتفاق کرنا محال عادی معلوم ہوتا تھا ؛ باوجود اسکے مدرسۃ العلوم کی مخالفت پر دونو ہمزبان اور متفق الکلمہ تھے ؛ یہانتک کہ ہندوستان مین جسقدر مخالفتین اطراف و جوانب سے ہوئین اُنکا منبع انھین دونو صاحبون کی تحریرین تھین ۔ اگر انکی مخالفت کا باعث مذہبی جوش اور حمیّت اسلامی ہوتی تو اُنکا کام نہایت تعریف کے لائق ہوتا مگر افسوس ہی کہ مسلمانون کی تمام مخالفتون کی طرح اُنکی مخالفت بھی محض ذاتیات پر مبنی تھی جسکے بیان کرنے کی یہان ضرورت نہین ۔ ایک اور وجہ اُنکی مخالفت کی یہ تھی کہ بعض جلیل القدر انگریز مدرسۃ العلوم کے سخت مخالف تھے اور اُنمین سے بعض کے ساتھ ان دونو صاحبون کو خاص تعلق تھا اسلیے سرسید کی مخالفت کو اُنھون نے ایک ذریعہ اُنکی خوشنودی اور اپنی سرخروئی کا سمجھا تھا ۔

پھر بہت سے دیسی اخبارون نے جب یہ دیکھا کہ سرسید سے بہت سے مسلمان عموماً بدگمان اور متنفر ہوتے جاتے ہین تو اُنھون نے اپنے اخبارون کی گرم بازاری اسی مین دیکھی کہ جہانتک ممکن ہو کوئی پرچہ ایسا نہ نکلے جسمین سرسید اور اُنکے اعوان و انصار پر اعتراضون کی بوچھاڑ نہ ہو ۔ بعض مولوی جو زمانہ کے انقلاب سے نہایت کس مپرسی حالت مین تھے اُنھون نے سرسید کی عام مخالفت سے اسطرح فائدہ اُٹھانا چاہا کہ اُنکی تصنیفات کا رد لکھنے پر

کمر باندھی اور فی الواقع اس سے اُنکو بہت بڑی کامیابی ہوئی اُنکی کتابین تمام ہندوستان مین شایع ہوگئین اور کئی کئی بار اُنکے چھپنے کی نوبت آئی

الغرض سرسید کے خیالات اور اُنکی تحریرات کے برخلاف مستقل کتابین اور رسالے لکھے جانے لگے۔ رسالۂ طعام اہل کتاب کے رد مین مولوی امداد العلی نے امداد الاحتساب لکھی، مولوی محمد علی نے مزیل الاوہام نام ایک رسالہ شایع کیا، تہذیب الاخلاق کے توڑ پر خاص خاص اخبار اور رسالے جاری ہوے، کانپور سے نور الآفاق اور نور الانوار اور مرادآباد سے لوح محفوظ نکلا، آگرہ سے تیرھوین صدی شایع ہوا، امداد الآفاق۔ شہاب ثاقب اور تائید الاسلام وغیرہ اضلاع شمال مغرب سے اور اشاعۃ السنّہ پنجاب سے شایع ہوے، سرسید کو ملحد، لامذہب، کرسٹان، نیچری، دہریہ، کافر، دجال اور کیا اور کیا خطاب دیے گئے، اُنکے کفر کے فتوون پر شہر شہر اور قصبہ قصبہ کے مولویون سے مہرین اور دستخط کرائے گئے یہانتک کہ جو لوگ سرسید کی تکفیر پر سکوت اختیار کرتے تھے اُنکی بھی تکفیر ہونے لگی، سرسید کے نام گالی اور دشنام کے بھرے ہوے گمنام خط چارون طرف سے آنے لگے اور ان گمنام خطون کا سلسلہ جہانتک کہ ہمکو معلوم ہے کم و بیش اخیر تک جاری رہا۔ سرسید نے ان نالائق خطون مین سے ایک آدھ خط راقم کو بھی دکھایا ہے اور ایک خط جبکہ منشی سراج الدین احمد سرسید کی لائف لکھنے کا ارادہ رکھتے تھے سرسید کے پاس آیا تھا اور اُنکے پاس سرسید نے اس غرض سے بھیجا تھا کہ اُسکو نہایت جلی حرفون مین میری لائف مین درج کردینا چنانچہ وہ خط منشی صاحب کے مسودات مین ہمکو دستیاب ہوا ہے جسمین اول سے آخر تک نہایت مغلّظ گالیان۔ جو رذیل سے رذیل آدمی کی زبان پر بھی نہین آسکتین۔ بھری ہوئی ہین۔ اگرچہ

سرسید کی یہ خواہش تھی کہ وہ خط بجنسہ اُنکی لائف مین درج کیا جائے مگر ہماری غیرت تقاضا نہین کرتی کہ اُس ملعون تحریر کو سرسید کی لائف مین نقل کر کے قوم کی نالائقی تمام دنیا پر ظاہر کرین ۔

چونکہ سرسید کے مخالفون کی عام تحریرین اور رسالے اور کتابین اور میگزین اور اخبار زیادہ تر کذب و افترا اور تہمت و بہتان اور معاندانہ کج بحثیون سے بھرے ہوتے تھے اسلیے سرسید جہانتک ہوسکتا تھا کسی کا جواب نہین دیتے تھے اور اپنے دوستون کو بھی جواب دینے سے منع کرتے تھے مگر اول اول جبکہ مخالفون نے سرسید اور اُنکے بعض دوستون کی نسبت غلط افواہین اُڑانی شروع کین اور لوگون نے سرسید کو مجبور کیا کہ یا تو ان باتون کا جواب دیجیے ورنہ سمجھا جائیگا کہ آپ کی نسبت مخالفون کے الزامات سب صحیح ہین اور نیز ان تحریرون سے چندی کے رُک جانے کا بھی اندیشہ تھا اسلیے کبھی کبھی سرسید اور مولوی سید مہدی علی نے تہذیب الاخلاق مین اُن کے جواب لکھنے پر قلم اُٹھایا ہی ۔ ازانجملہ سرسیّد کا مضمون "دافع البہتان" اور سید مہدی علی کا مضمون "تکفیر مسلمانان" اور "سوال و جواب" خصوصیت کے ساتھ دیکھنے کے لائق ہی ۔

"دافع البہتان" سرسید کا وہ مضمون ہی جو اُنھون نے مولوی علی بخش خان مرحوم سب آرڈینٹ جج گورکھپور کی کتاب تائید الاسلام کے جواب مین لکھا تھا اس مضمون کو سرسید نے ذیل کی فقرہ پر ختم کیا ہی

"جو کوئی میری اس تحریر کو دیکھیگا تعجب کریگا کہ جناب سید الحاج (یعنی مولوی علی بخش خان) نے کیون ایسے سخت اور محض غلط بہتان مجھپر کیے ہین ؟ ظاہر اسکا سبب +++ یہ معلوم ہوتا ہی کہ جناب سید الحاج نے جب یہ رسالہ لکھا ہی قریب اُسی زمانہ کے حج کو تشریف لیجانیوالے تھے ۔ اُنھون نے خیال کیا ہوگا کہ لاؤ حج کو تو جاتے ہی ہین جتنے گناہ کرنے ہین سب کر لین ، حج کے بعد تو سب پاک ہی ہو جاوینگے ؛ جیسے کہ بعض آدمی جب مسہل لینا چاہتے ہین

توخوب بدپرہیزی کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ مسہل سے سب کھایا پیا نکل جاویگا ۔ مگر جناب سید الحاج کو معلوم کرنا چاہیے کہ گو حج مین سب گناہ آپکے معاف ہوگئے ہون اور شبلی و جنید کے مرتبہ پر آپ پہنچ گئے ہون مگر حق العباد نہ حج سے بخشے جاتے ہین نہ کسی بشارت سے ۔ آپنے جو اتہام مجھپر کیے ہین - جب تک مین ہی نہ معاف کرون معاف نہین ہوسکتے پس مقتضای ایمانداری یہ ہی کہ آپ حج درِ احمد کا احرام باندھیے اور گناہون کی معافی چاہیے ورنہ روز جزا اپنے کرتوتون کا مزا آپ کو معلوم ہوجائیگا "

ایک اور مضمون سرسید نے اُنھین مخالفتون کے ہجوم کے زمانہ مین لکھا تھا جسکا عنوان " حال خود و یاران خود " ہی ۔ یہ مضمون بھی نہایت لطیف اور دلچسپ ہی جسکے چند فقرے ہم اس مقام پر نقل کرتے ہین ۔

" ہمارے اور ہماری قوم کے حال پر حافظ کا یہ شعر صادق آتا ہی

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی جوابِ تلخ میزیبد لبِ لعلِ شکر خا را

پُرانے دل بعضے تو ہمکو بُرا کہتے کہتے ٹھنڈے ہوگئے ہین اور بعضے نئے دل جوش پر ہین اور ہمکو بُرا کہنے پر نہایت تیز زبان مگر ہمارا دل اپنے کام سے ٹھنڈا نہین ہی ؛ ہمکو وہی جوش محبت و ہمدردی اپنی قوم کے ساتھ ہی ، اُنکی دین و دنیا کی بھلائی اور تہذیب و شایستگی کی دن رات فکر ہی ، اُنکے غصّہ سے ہمکو رنج نہین ، اُنکی سخت کلامی کا ہمکو غم نہین ؛ کیونکہ ہم جانتے ہین کہ وہ نہین جانتے اور ہم سمجھتے ہین کہ وہ نہین سمجھتے + + + ہمکو پچھلون کے حالات سے اور خود اپنے دادا محمد رسول اللہ صلعم کے حالات سے بالکل تسلی ہی - ہم دیکھتے ہین کہ جن لوگون نے عام بھلائی پر کمر باندھی ہی اور اپنی قوم کی بہتری و بہبودی مین کوشش کی ہی اُنکو دنیا کے ہاتھ سے اور بالتخصیص اپنی قوم کے ہاتھ سے کیا ملا ؟ کوئی سولی دیا گیا ، کوئی آرہ سے چیرا گیا ، کوئی جلاوطن کیا گیا ؛

پس ہمکو جو اپنی قوم کے ہاتھ سے ہونا چاہیے تھا اُسکا کروڑوان حصہ بھی ابھی نہین ہوا ۔ ہمکو دیکھنا چاہیے کہ ہماری قوم نے ہمسے کیا کیا ؟ کچھ نہین کیا ، بہت کیا تو یہ کیا کہ دو چار خط گمنام دشنام کے لکھ بھیجے ، ہمنے شکر کیا کہ ہمارا تو کچھ نہین بگڑا اور اُنکا دل ٹھنڈا ہو گیا ۔ اس سے زیادہ کسی کو غصہ آیا اور کوئی اخبار نویس بھی اتفاق سے اُنکا دوست ہوا یا دو پتھر اور ایک کاٹھ کی کل اُنکے ہاتھ مین ہوئی تو اُنھون نے اپنے دل کے غصہ کو جھوٹ سچ باتین چھاپکر یا چھپوا کر ٹھنڈا کیا ہم تو اسپر بھی راضی ہین ؛ مگر اُس دن کا ہمکو افسوس ہی جب کہ وہ لوگ خود اپنی باتون پر افسوس کرینگے اور سمجھینگے جو سمجھینگے ۔

ہم کو ملحد اور زندیق اور لامذہب کہنا کچھ تعجب نہین ہی کیونکہ ہماری قوم نے خدائے واحد ذوالجلال کے سوا باپ دادا کے رسم و رواج کو اور اپنے قدیمی چال چلن کو دوسرا خدا مانا ہی اور پیغمبر آخر الزمان محمد رسول اللہ کے سوا اور بہت سے پیغمبر پیدا کیے ہین ، کتاب اللہ کے سوا انسانون کی بنی ہوئی بہت سی کتابون کو قرآن بنایا ہی ، اور ہم اُس جھوٹے خدا اور فرضی پیغمبرون اور جعلی قرآنون کو ایسا ہی برباد کرنیوالے ہین جیسے ہمارے جد امجد ابراہیم اپنے باپ آزر کے بتون کے توڑنے والے تھے ۔ ہم سچے خدای واحد ذوالجلال کا جلال اور سچے پیغمبر محمد رسول اللہ کی نبوت اور سچی کتاب اللہ کی اطاعت دنیا مین قائم کرنی چاہتے ہین پھر وہ لوگ ہمکو ملحد و زندیق و لامذہب نہ کہین اور نہ سمجھین تو کیا کہین اور کیا سمجھین ؟ کیون کہ ہم اُنکے خداؤن اور پیغمبرون اور قرآنون کو نہین مانتے ۔

مگر طرفہ یہ ہی کہ ہمکو کرسٹان بھی کہتے ہین اور ہماری قوم کے ایک اخبار نویس نے چھاپا کہ ہم عیسائی ہو گئے اور ایک گرجا مین جاکر بپٹسما یعنی اصطباغ لیا ۔ ہمکو اپنی قوم کے حال پر نہایت افسوس آیا کہ اب ہماری قوم کا یہ حال ہو گیا ہی کہ علانیہ جھوٹ بولنے اور جھوٹ چھاپنے مین کچھ شرم و غیرت و حیا نہین آتی ۔

قومی ہمدردی جو خدا کی ایک بڑی نعمت ہی - خدا نے ہماری قوم کے دل سے کیسی مٹادی ہی ۔ اُس شخص کو یہ بھی غیرت نہ آئی کہ مین ایک مسلمان شخص کی نسبت کس دل اور غیرت سے ایسی جھوٹ بات چھاپ دون ۔ ان باتون سے ہمکو بلحاظ اپنی ذات کے کچھ بھی رنج نہین ہوتا - مگر جو رنج و غم اور افسوس ہوتا ہی وہ یہی ہوتا ہی کہ افسوس ہماری قوم پر خدا کی کیسی خفگی ہی جو ایسی حالتون مین گرفتار ہین ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین ۔

مولوی امداد العلی نے جو تین استفتے ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہرون مین بھیجکر سرسید کے کفر و ارتداد کے فتوے حاصل کیے تھے اُنمین سے ایک استفتا اس مضمون کا تھا کہ جس شخص کے ایسے اور ایسے عقائد اور اقوال و افعال ہون وہ مسلمان ہی یا نہین ؟ اور دوسرا اس مضمون کا تھا کہ جو مدرسہ ایسا شخص فلان فلان اغراض سے قائم کرنا چاہے اُسمین چندہ دینا اور اُسکی اعانت کرنی مسلمانون کو جائز ہی یا نہین ؟ اور تیسرا اُسی تاریخ ہندوستان کے ترجمہ کرانے کی بابت تھا جسمین مصنف نے آنحضرت کی نسبت اپنے عقیدہ کے موافق سخت اور نالائم الفاظ لکھے تھے ۔

یہ تمام فتوے اور استفتے مولوی امداد العلی نے اپنے ایک رسالہ کے آخر مین جسکا نام "امداد الآفاق برجم اہل النفاق بجواب پرچۂ تہذیب الاخلاق" ہی چھاپکر اُس رسالہ کو تمام ہندوستان مین مفت تقسیم کیا تھا ۔ اسکی ایک جلد ہماری نظر سے بھی گذری ہی ؛ اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ مسلمانون کے جتنے فرقے ہندوستان مین ہین کیا سنّی کیا شیعہ ، کیا مقلد کیا غیر مقلد ، کیا وہابی کیا بدعتی ' سب فرقون کے مشہور اور غیر مشہور عالمون اور مولویون کی ان فتوون پر مہرین یا دستخط ہین اور خاصکر سنّی مولویون مین سے اکثر نے بہت شرح اور بسط کے ساتھ جواب لکھے ہین ۔ ازانجملہ

دلّی اور لکھنؤ کے دو سب سے بڑے عالموں کے جواب میں سے کچھ کچھ فقرے بطور نمونہ کے اس مقام پر نقل کیے جاتے ہین۔

مولوی کریم اللہ صاحب مرحوم دہلوی لکھتے ہین "در سنوح این سانحہ ایمان رُزدا ے ووقوعِ این واقعۂ ہوش ربا وظہور این معاملۂ فجیعت افزا وحدوثِ این حادثۂ الحاد افشا کے تعمیر کرنا اور کرانا بقول و فعل اس قائل کے ایسے مکان کا اور معاونت کرنی ایسے طلبہ کی اور اپنے مال معصوم کو غیر معصوم کرنا اور ہمپایے ہونا اُس خوش عقیدہ کے۔ کہ جسکا حال بد مآل اس سوال مین مذکور ہی۔ بالکل باطل' اور ایسے مکانِ ناپاک کا نام مدرسہ کہنا اور محل تعلیم و تحصیل سمجھنا آدمیت سے نکلنا ہی اور زمرۂ حیوانات مین داخل ہونا ہی۔ اعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔ بل بالکل باطل بلکہ صرف کرنا مال کا ایسے محل مین موجب کُندہ ہونا جہنّم ' اور ایسے بے محل مین ساعی ہونا ہیمہ او رحطب بننا لازم + + + الحاصل معاونت ایسے غارتی ایمان اور مال کی اور بغد للہ سمجھنا اپنے مال کا خیال خام ' نے نے یون سمجھے کہ مین اپنے ہاتھ سے جہنم مین مکان تعمیر کرتا ہون اور اپنے اعمال صالحہ کو مٹاتا ہون۔ پس مرد دیندار بلکہ تمامی سُنّی و شیعی و خارجی و سائر ہنود و تمامی سکناے اہل زمین پر واجب اور متحتم ہی کہ ایسے کلام واہی اور ایسے واہی عقیدہ والے پر عقیدہ اپنا نہ جماوین بلکہ ہر فرد ہر مذہب کا اس شخص کو ہادم بنائے اپنے مذہب کا بوجھے اور اس امر پوچ پر دل نہاد نہووے اور اپنے دل مین اسکا انجام سوچے کہ کیا جال بچھایا ہی"

مولوی عبدالحی صاحب مرحوم لکھنوی۔ جو علمای فرنگی محل مین نہایت نام برآوردہ تھے۔ مقفّےٰ عبارت مین تحریر فرماتے ہین "وجود شیطان اور اجنّہ کا منصوص قطعی ہین اور منکر اُسکا شیطان ہی بلکہ اس سے بھی زائد کیونکہ خود شیطان کو بھی اپنے وجود سے انکار نہین + + + اور وجودِ آسمان منصوصِ قرآنی ہی ' منکر اُسکا مبتلای وسواس شیطانی ہی ' حرمت منخنقہ طیور منصوص کلام ربّ غفور ہی ' اور سلف سے تا خلف

اتفاق اسپر ماثور ہی، انکار اسکا موجب گمراہی و فجور ہی + + + مذہب نیچر خدا جانے کیا بلا ہی، ہر متشرع
اور متدین کو اُسکے قبول سے اِبا ہی + + + ہر مسلمان کو حق جل شانہ اتباع شریعت محمدیہ پر قائم رکھے، اور
مذہب نیچر اور مشرب بدتر سے محفوظ رکھے ۔ جو شخص کہ اعتقادات اُسکے فاسدہ ہین۔ جو کہ سوال مین مسطور ہوے ہین
وہ شخص مخرب دین ابلیس لعین کے وسوسے سے صورت اسلام مین تخریب دین محمدی کی فکر مین ہی اور بنام
تجدید مدرسہ جدیدہ اِفسادِ شریعت اُسکی منظور نظر ہی ۔ جو چیزین کہ اُسکے نزدیک موجبِ تہذیب ہین اہل سنت
کے نزدیک باعث تخریب ہین فالحذر الحذر یا ایھا المسلمون والھرب الھرب یا ایھا المومنون"

ان تمام فتوون کا جواب اور جن عقائد و اقوال پر سرسید کی تکفیر کی گئی ہی اُنکا ثبوت
محققین اہل اسلام کی تصنیفات اور اُنکے کلام سے مولوی سید مہدی علی خان نے اُن دو مضمون
مین جو "تکفیر مسلمانان" اور "سوال و جواب" کے عنوان سے تہذیب الاخلاق مین اُسی زمانہ
مین چھپے تھے اور نیز دیگر مضامین مین بوجہ استیفا دیا ہی اور سرسید کی تصنیفات مین بھی اُنکے
جوابات متفرق طور پر مل سکتے ہین اسلیے اُن تمام استفتاؤن اور فتوون اور اُنکے جوابات کا
اس مقام پر نقل کرنا کچھ ضرور نہین ہی مگر سرسید کے دو ایک لطیفے جو مخالفون کی نسبت
تحریر کی رَو مین اُنکے قلم سے ٹپک پڑے ہین یہان درج کیے جاتے ہین ۔

**لطیفہ** جس زمانہ مین سرسید ولایت مین تھے اُنکے پاس اخبار شعلۂ طور کانپور مین مولوی
سید امداد العلی کا ایک مضمون سرسید کے خلاف چھپا ہوا پہنچا تھا؛ اُسمین تاریخ الفنسٹن کا
وہی ترجمہ جسپر آخر کار سرسید کی تکفیر کا فتوی لکھا گیا بعینہ نقل کرکے صاحب مضمون نے لکھا تھا
کہ "جس شخص نے یہ ترجمہ خود لکھا ہو وہ کیسا جہنمی ہی" سرسید ولایت سے ایک خط مین مولوی مہدیعلیخان کو

لکھتے ہین "دیکھو دشمنی آدمی کو ایسا اندھا کر دیتی ہی اُسی اخبار (شعلہ طور) مین تاریخ ہندوستان کے مضمون کو نقل کر کے بشدّ و مد لکھا ہی کہ "جس شخص نے یہ ترجمہ خود لکھا ہو وہ کیسا جہنمی ہی" حالانکہ خود بھی اُسی عبارت کو لکھتے ہین؛ پھر مجھ مین اور اُنمین کیا فرق ہی؟ صرف اتنا کہ مین نے انگریزی سے نقل کیا اور اُنھون نے اُردو سے"

یہ نرا لطیفہ ہی نہین ہی بلکہ اُس فتوے کے موافق جو مفتی سعد اللہ صاحب[1] نے اسی ترجمہ کی بابت سرسید کی نسبت دیا ہی۔ مولوی امداد العلی بھی تکفیر کے مستحق ٹھیرتے ہین؛ کیونکہ مفتی صاحب اپنے فتوے کی تائید مین شفای قاضی عیاض سے نقل کرتے ہین کہ "ایک شخص نے امام مالک سے پوچھا کہ اُس شخص کا کیا حکم ہی جو کہتا ہی کہ قرآن مخلوق ہی؟ امام مالک نے حکم دیا کہ ان الفاظ کا بولنے والا کافر ہی اُسکو قتل کر ڈالو۔ اُسنے کہا حضرت مین نے تو دوسرے شخص کا قول نقل کیا ہی۔ انھون نے کہا ہمنے تو تجھی سے سنا ہی"

**لطیفہ** پھر جب کہ سرسید ولایت سے واپس آگئے اور تہذیب الاخلاق جاری ہو گیا اُسوقت مولوی امداد العلی نے سرسید کے پاس ایک پنا رسالہ چھپا ہوا بھیجا جسمین اسی فتوی کی دھمکی دیگئی تھی اور لکھا تھا کہ "مفتی سعد اللہ صاحب کا فتوے تکفیر مین جناب سید احمد خان کی۔ جو ترجمۂ تاریخ پر مرتب ہوا ہی۔ راقم کے پاس موجود ہی۔ معلوم نہین کہ سید احمد خان کے حواریین اُس فتوے پر بھی ایمان رکھتے ہین یا نہین" سرسید تہذیب الاخلاق مین اسی دھمکی کی نسبت لکھتے ہین "پہلے تو ہم گھبرائے کہ یہ مفتی سعد اللہ[1] صاحب کون ہین؟

---

[1] مفتی سعد اللہ صاحب ہندوستان کے ایک مشہور عالم تھے جنکا قدیم وطن مراد آباد تھا۔ جس زمانہ مین سرسید کی آمد و رفت مفتی صدر الدین خان مرحوم دہلوی کے مکان پر بہت زیادہ تھی غالباً اُسی زمانہ مین مفتی سعد اللہ صاحب بطور طالب علمون کے دلی مین وارد تھے اور مفتی صدر الدین خان سے پڑھتے تھے۔ جب یہ تمام علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہو چکے تو لکھنو مین جبکہ غالباً امجد علی شاہ زندہ تھے اُنکو مذہب اہل سنت کے اِفتا کا معزز عہدہ مل گیا تھا اور اُسوقت سے واجد علی شاہ کے اخیر زمانہ تک یہ اُسی عہدہ پر مامور رہے۔ اسی زمانہ مین وہان ایک بہت بڑا واقعہ مولوی سید امیر علی صاحب کے قتل کا گذرا تھا۔ ہنومان گڑھی مین ہندوؤن نے ایک مسجد کو ڈھا کر مندر بنانا چاہا تھا اور اہل دربار کو کچھ دے دلا کر راضی کر لیا تھا سید امیر علی کچھ جمعیت لیکر وہان ہندوؤن سے مقابلہ کرنے کو پہنچے۔ چونکہ سید امیر علی سنی المذہب تھے اسلیے نائب نے مفتی سعد اللہ سے اس بات کا فتوے لکھوا لیا کہ فوج بھیجکر سید امیر علی کو اس ارادہ سے روکا جائے اور اگر وہ نہ مانین تو اُنکو قتل اور اُنکی جمعیت کو پراگندہ کر دیا جائے چنانچہ سید امیر علی شہید کیے گئے ۱۲

یہ وہی ہین جن کو ہمنے دلی مین دیکھا ہی ؟ اور یہ وہی مفتی سعد اللہ صاحب ہین جنھون نے لکھنؤ مین ایک نیک بخت مسلمان آل رسول ابن علی اولاد نبی کے کفر اور قتل کا فتوے دیکر عشرۂ محرم مین اُنکا سر ہندوستان گڑھی سے نیزہ پر چڑھا کر لکھنؤ مین لانا چاہا؛ تو ہمارا دل ٹھنڈا ہو گیا اور سمجھے کہ آل رسول کے قتل و کفر پر فتوے دینا اُنکا قدیمی پیشہ ہی "

اگرچہ مولوی امداد العلی کی کوشش سرسید کے کفر و ارتداد کے فتوے حاصل کرنے مین حدِ غایت کو پہنچ گئی تھی؛ دلی، رامپور، امروہہ، مرادآباد، بریلی، لکھنؤ، بھوپال اور دیگر مقامات کے ساتھ عالمون اور مولویون اور واعظون نے کفر کے فتوون پر مُہرین اور دستخط کیے تھے؛ گویا ہندوستان کے تمام اہل حلّ و عقد کا اس حکم پر اجماع ہو گیا تھا، صرف خدا کی طرف سے اُسکی تصدیق اور تصویب باقی رہگئی تھی سو مولوی علی بخش خان نے یہ کمی بھی پوری کر دی۔ اُنھون نے غالباً اسی غرض سے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا اور مکہ معظمہ مین جاکر مذاہب اربعہ کے مفتیون کے سامنے دو استفتے عربی زبان مین پیش کیے جنمین سے ایک کا ترجمہ یہ ہی

"آپ کیا فرماتے ہین اُس شخص کے باب مین جو ابلیس کے وجود خارجی سے انکار کرتا ہی اور کہتا ہی کہ اُس سے مراد قوت بہیمیہ ہی جو نفس انسان مین ہی، اور ملائکہ کا سجدہ آدم کے واسطے حقیقی سجدہ نہ تھا بلکہ اُس سے قوے کا مطیع ہونا مراد ہی، اور اَبیٰ وَاستکبَرَ سے عدم اطاعت قوت بہیمیہ مراد ہی جو آدمی کی اغوا کرنے والی ہی نہ کہ حقیقی سجدہ سے انکار کرنا، اور کہتا ہی کہ افلاک اجسام نہین ہین بلکہ اُنسے فضاے بسیط یا سبع سیارات مراد ہین، اور کہتا ہی کہ لونڈی غلام بنانا حرام ہو گیا ہی آیۂ اِمّا منّاً بعدُ و اِمّا فداءً سے اور یہ آیت نازل ہوئی ہی فتح مکہ مین اور یہ سب سے اخیر آیت ہی جو قیدیون کے باب مین نازل ہوئی ہی، اور کہتا ہی کہ معراج خواب مین ہوئی تھی اور جسم کے ساتھ آنحضرت کے

جانے سے انکار کرتا ہی، اور انکار کرتا ہی شقِّ صدرِ آنحضرت صلعم کا، اور کہتا ہی کہ گلا گھونٹے ہوے پرند حلال ہین۔
پس ایسے شخص کے باب مین کیا حکم ہی ؟

اس استفتے کے جواب مین مذاہب اربعہ کے چارون مفتیون[1] نے جو مکۂ معظمہ مین رہتے ہین علٰحدہ علٰحدہ عبارت لکھی ہی اور ان چارون صاحبون کے جوابات کا ماحصل یہ ہی کہ "یہ شخص ضالّ اور مُضلّ ہی بلکہ وہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہی کہ مسلمانون کے اغوا کا ارادہ رکھتا ہی اور اسکا فتنہ یہود و نصاریٰ کے فتنے سے بھی بڑھکر ہی خدا اسکو سمجھے۔ واجب ہی اولوالامر پر اس شخص سے انتقام لینا۔ اسکو تنبیہ کرنی چاہیے اور اگر جاہل ہو تو سمجھانا چاہیے پھر اگر باز آوے تو بہتر ہی ورنہ ضرب اور حبس سے اُسکی تادیب کرنی چاہیے اگر وُلاۃ اسلام مین کوئی صاحب غیرت ہو۔ نہین تو خدا اُسکو سمجھیگا اور اُسکی ضلالتون اور سوائیون کی سزا دیگا" اسکے بعد سید محمد کبشی حنفی مدرس حرم شریف اور مولانا رحمۃ اللہ مرحوم ہندی مُہاجر مکۂ معظمہ نے چارون مفتیون کے جوابون کی تصویب کی ہی۔

پھر مولانا علی بخش خان مدینۂ منورہ گئے ہین اور اسی قسم کا استفتا شیخ محمد امین بالی مفتی احناف کی خدمت مین پیش کیا ہی۔ اُنکے جواب کا خلاصہ یہ ہی کہ "جو کچھ درمختار اور اُسکے حواشی سے معلوم ہوتا ہی اسکا ماحصل یہ ہی کہ یہ شخص یا تو ملحد ہی یا شرع سے کفر کی کسی جانب مائل ہو گیا ہی یا زندیق ہی کہ کوئی دین نہین رکھتا یا اباحیّ ہی کیونکہ منخنقہ کا کھانا مباح بتلاتا ہی۔ اور اہل مذہب (حنفی) کے بیانات سے مفہوم ہوتا ہی کہ ایسے لوگون کی توبہ گرفتاری کے بعد قبول نہین ہوتی؛ پس اگر اس شخص نے گرفتاری سے پہلے

---

[1] یعنی شیخ عبدالرحمن بن شیخ عبداللہ سراج مفتی حنفیہ اور احمد بن زین دحلان مفتی شافعیہ اور محمد بن عبداللہ بن حمید مفتی حنابلہ اور حسین بن ابراہیم مفتی مالکیہ ۱۲

توبہ کرلی اور ان گمراہیون سے رجوع کی اور توبہ کی علامتین اُس سے ظاہر ہوگئین تو قتل نہ کیا جائے ورنہ اُسکا
قتل واجب ہی دین کی حفاظت کے لیے اور ولاۃ امر پر واجب ہی کہ ایسا کرین "

دوسرے استفتے کا ملخص یہ ہی کہ " اُس مدرسہ کے جواب مین آپ کیا فرماتے ہین جسکے بانی کے
ایسے اور ایسے عقائد اور اقوال ہون اور جو یہ کہتا ہو کہ اہل سلام کے اخلاق مہذب نہو نگے جب تک کہ وہ ستہ ضروریہ
مین یوروپ کے فلاسفۂ جدید کی پیروی نہ کرینگے اور یہ کہ تمام علوم دینیہ قدیمہ جو مسلمانون نے مدون کیے ہین
بے فائدہ ہین اسلئے ضرور ہی کہ ایک مدرسہ قائم کیا جائے جسمین علوم جدیدہ کی تعلیم ہو اور اہل یوروپ کے
طریقہ پر ستہ ضروریہ سکھائے جائین اور کتب دینیہ مین سے ایسے مضامین انتخاب کئے جائین جو فلسفہ جدیدہ
کے خلاف نہون ۔ اور جب لوگون نے اُسپر اعتراض کیا کہ یہ مدرسہ تو الحاد و زندقہ کا مدرسہ ہوگا ۔ اور اُسکی اعانت سے
انکار کیا تو اُسنے یہ جواب دیا کہ مین اپنے معتقدات سے تو رجوع نہ کرونگا اور اپنے ارادہ سے بھی باز نہ آؤنگا
مگر مدرسہ کا جو انتظام ہوگا وہ مجلس شوری کی رائے کے موافق ہوگا ۔ حالانکہ اس مجلس کے اکثر رکن اُسی کے
گروہ کے ہین اور اُنکی رائین ہمیشہ بدلتی رہتی ہین اور پچھلی پہلی کو منسوخ کرتی رہتی ہین ۔ پس ایسی
حالت مین آیا مسلمانون کو اُسکی اعانت کرنی جائز ہی یا نہین بینوا توجروا "

اسکا جواب بھی حرمین شریفین کے مفتیون نے الگ الگ لکھا ہی جسکا ماحصل یہ ہی کہ
" یہ مدرسہ جسکو خدا برباد اور اُسکے بانی کو ہلاک کرے اسکی اعانت جائز نہین ہی اور اگر یہ مدرسہ بنکر تیار ہو جائے
تو اسکو منہدم کرنا اور اُسکے بانی سے اور اُسکے مددگارون سے سخت انتقام لینا واجب ہی اور ہر شخص پر
جسمین حمیت اسلامی ہو واجب ہی اس مدرسہ کی مخالفت جہانتک کہ قدرت ہو اور ادنے درجہ یہ ہی
کہ دل سے اُسکا مخالف ہو "

حسن اتفاق سے جس زمانہ مین یہ فتوی مولوی علی بخش خان حرمین شریفین مین وہان کے علما اور مفتیون سے لکھوا رہے تھے حافظ محمد حسین نام ہندوستان کے ایک بزرگ وہان موجود تھے جو حج اور زیارت کے ارادہ سے وہان گئے تھے ۔ ادھر تو مولوی علی بخش خان نے عرب سے آکر مذکورۂ بالا فتوون کی ہندوستان مین منادی کرنی شروع کی اور ادھر اُس نیک دل مسلمان نے باوجودیکہ سرسید سے مطلق شناسائی نہ تھی ایک طول طویل مضمون سرسید کی تکفیر کی تردید مین انھین دنون مین اخبار کوہ نور لاہور مین چھپوایا جو تہذیب الاخلاق مین نقل کیا گیا تھا اور جسکے چند فقرے ہم اس مقام پر نقل کرنے مناسب سمجھتے ہین ۔

وہ علمای حرمین شریفین کے فتوون کا حال بیان کرتے ہوے لکھتے ہین " فتوے لکھنے لکھانے کا جو حال یہان ہی (یعنی ہندوستان مین) وہی وہان (یعنی حرمین شریفین مین) ہی ؛ جس مضمون سے چاہا فتوے لکھ لیا ، جس سے دستخط کرانے ہوے جو چاہا سمجھا کر دستخط کرا لیے ۔ جیسے عالم یہان ہین ویسے ہی وہان ہین ، صرف اتنا فرق ہی کہ انکی زبان ہندی ہی انکی عربی +++ وہان جو ہندوستانی اہل سنت وجماعت کے عالم ہین وہ دو گروہ ہین ؛ ایک بدعتی ، دوسرے وہابی ؛ جو بدعتی ہین وہ وہابیون کو کافر کہتے ہین ، جو وہابی ہین وہ بدعتیون کو بُرا کہتے ہین ۔ جب بدعتیون کا وار چل جاتا ہی وہابیون کو نکلوا دیتے ہین ، جب وہابی غالب ہوجاتے ہین بدعتی چپ ہوجاتے ہین ۔ ان دنون بدعتیون کا وار چل رہا ہی ++++ سید احمد خانصاحب حرمین شریفین مین بھی مشہور ہین ؛ اکثر ہندوستانی اور بعض عرب انکے نام اور انکے خلاف واقع حال سے واقف ہین ۔ وہان مشہور ہی کہ سید احمد خان لندن گئے تھے ، وہ انگریزون سے اقرار کرکے آئے ہین کہ ہم مسلمانون کو جہانتک ہوسکیگا کرسٹان کرینگے اور دین اسلام سے پھیرینگے ۔ اب وہ

اپنے اقرار کے موافق مسلمانون کو بہکا کر دین اسلام سے پھیرتے ہین اور نئے نئے عقائد سکھلاتے ہین ۔ یہ جو فتوے مین لکھا ہی کہ یہود و نصارے سے بھی اُنکا فتنہ بڑھکر ہی اسکے یہی معنی ہین کہ ظاہر مین مسلمان رہکر اور دین اسلام کے نام سے وعظ و نصیحت کر کے عیسائی کرتے ہین ۔ جس کسی نے سید احمد خان صاحب کا یہ حال سنا +++ وہ اُنسے نفرت کرنے لگا اور بُرا جاننے لگا +++ جب کسی سے واقعی حال کہا گیا کہ سید احمد خان ایسے آدمی نہین ہین، پکے مسلمان ہین، ظاہر اور باطن مین یکسان ہین، مسلمانون کو مسلمان رکھا چاہتے ہین، قرآن کے معنی جو ہین وہی کہتے ہین، حدیث کو معتبر جانتے ہین، جو حدیث نہین ہی اُسکو بے اعتبار سمجھتے ہین، اہل کتاب کی ذبیحہ کو قرآن مجید کے موافق حلال کہتے ہین، سور اور شراب کو حرام سمجھتے ہین، انسانون سے انسانیت کی وجہ سے قرآن مجید کے مطابق دوستی رکھنی اور ہر ایک کی بھلائی چاہنی موجب ثواب بتاتے ہین، شیطان اور آسمان کے منکر نہین مقر ہین، صورت اور طرح مین جو بعض عالمون نے بیان کی ہی اُنکے ہمزبان ہین اکثرون کے ساتھی نہین، امام کو امام جانتے ہین پیغمبر نہین مانتے، مفسر کو مفسر مانتے ہین الہامی نہین جانتے مجتہد کو مجتہد کہتے ہین خاتم المجتہدین نہین سمجھتے، ہر وقت اسی کوشش مین رہتے ہین کہ مسلمانون کی دین و دنیا درست ہو، ہزارون روپئے اپنے خرچ کرتے ہین، دل و جان سے ہر وقت اسی کی خواستگار ہین، اپنا جان و مال مسلمانون کے واسطے وقف کر رکھا ہی، چاہتے ہین کہ مسلمان دنیا مین مال دار ہو جائین اور دین مین ایماندار ۔ یہ سنکر وہ سید احمد خان کی تعریف کرنے لگا، ہندوستانی نے کہا بہت اچھے آدمی ہین اور عرب نے کہا طیّب +++ جناب مولانا علی بخش خان صاحب بہادر جب تک مکہ معظمہ مین رہے انکو یہی شغل رہا، جب مدینہ منورہ مین گئے وہان بھی انھین فتوون کی فکر رہی؛ حالانکہ مدت قیام مدینہ منورہ کی تھوڑی تھی ۔ یعنی آٹھ سات روز کہ ضروری کام اور زیارات طیبات بھی مشکل سے انجام ہوتے ہین؛

مولانا صاحب اسی انتظام مین رہے ' سوالات کا مسودہ مسجد نبوی مین روضۂ مطہرہ کے روبرو ہوا ' مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ
مین اکثر ہندوستانی اور عرب سے مولانا صاحب یہی ذکر فرماتے رہتے اور اسی کی بحث ہوتی رہتی ۔ مولانا صاحب شہاب ثاقب
اور ایک اور رسالہ کی کئی جلدین لے گئے تھے ' وہ بھی وہان تقسیم فرمائین ۔ سید احمد خان صاحب کا کفر اور اسلام اور
اُنکے کفر کے فتوون کا مدار اُنکا حال بیان کرنیوالون پر منحصر ہی ؛ نہ مکہ والے اُنکو جانین ' نہ مدینہ والے اُنسے واقف ۔
اگر کوئی چاہے تو سو فتوے اُنکے اسلام کے حرمین شریفین سے واقعی حال بیان کر کے لاسکتا ہی ++ سید احمد خان صاحب
کا اسلام مسلمانون کے دلون پر نسلاً بعد نسلٍ کندہ ہوتا چلا جائیگا اور تھوڑے عرصہ بعد سید احمد خان صاحب کے نام کے
ساتھ مجتہد و مجدّد کا لفظ لکھنا شروع ہو جائیگا ۔ اُنکے اسلام کے ثبوت مین کاغذ اور سیاہی کی مدد ضرور نہین ۔ جو بات
کفر کی ہی وہ کفر کی ہی اور جو اسلام کی ہی وہ اسلام کی ۔ سید احمد خان صاحب صرف اس سبب سے ۔ کہ حرمین شریفین
کے عالمون نے اُنکے کفر کے فتوے دیدیے ۔ کافر نہین ہو سکتے ؛ جیسے یہان کے عالم ہین ویسے ہی وہان کے
صرف زبان کا فرق ہی ' اُنھین کتابون سے وہان والے فتوے لکھتے ہین اُنھین سے یہان والے "

اسی مضمون مین وہ ایک جگہ ہندوستانی مولویون کا ۔ جو مکہ معظمہ مین رہتے ہین ذکر کرتے ہوے
لکھتے ہین " دو تین مولانا صاحبون کے سامنے مین نے سید احمد خان صاحب کی تعریف کی اور واقعی حال اُنکا بیان کیا
تو اُنھون نے جواب دیا کہ فلان مولانا صاحب یا حکیم صاحب یا منشی صاحب ابھی ہندوستان سے آئے ہین وہ اُنکی
خلاف کہتے ہین ' تم ہرگز سید احمد خان کا کہنا نہ مانو ' ورنہ کافر ہو جاؤ گے ۔ مین نے کہا بہت اچھا سید احمد خان صاحب
کا کہنا نہ مانونگا ' اُنکو بُرا جانونگا مگر پھر کسکا کہا مانون ؟ آپ کا ؟ سو آپ کو بھی تو فلان مولانا صاحب کافر کہتے ہین '
اسکا کیا علاج ؟ غرض ہندوستانی عالمون اور جاہلون کا وہان بھی یہی خراب حال اور لڑائی ہی "

اگرچہ حافظ محمد حسین صاحب نے حرمین شریفین کے فتوون کی حقیقت اپنے مضمون مین اچھی طرح

ظاہر کردی ہی پھر بھی ممکن ہی کہ ہندوستان کے ساٹھ عالمون کا سرسید کی تکفیر پر اتفاق کرنا اور حرمین شریفین کے مفتیون اور دیگر عالمون کا اُنکے ساتھ ہمزبان ہونا بعض ناواقف لوگون کو سرسید کے مسلمان ہونے کی نسبت شبہہ مین ڈالے اور ممکن ہی کہ بعض ناظرینِ کتاب کے دل مین یہ خیال گذرے کہ تیس برس بعد ان دبے دبائے فتوون کا سرسید کی لائف مین ذکر کرنا گویا اُنکی تکفیر مین از سرِ نو جان ڈالنی ہی۔ مگر ہمارے نزدیک سرسید کی لائف ناتمام رہتی اگر اُن فتوون کا ذکر اُسمین نہ کیا جاتا درحقیقت یہ کفر و ارتداد کے فتوے نہین ہین بلکہ سرسید کے اعلے درجہ کے مسلمان ہونیکے وثیقے ہین۔ یہ تمغے ہمیشہ اُنھین لوگون کو نصیب ہوے ہین جو دنیا کی مخالفت کے خوف سے کبھی حق بات کہنے سے نہین چُوکے۔ امام غزالی اپنے ایک رسالہ مین لکھتے ہین کہ "جس شخص پر لوگ حسد نہ کرین اُسکو حقیر جان! اور جسکو کافر اور گمراہ نہ کہین اُسکو ناچیز سمجھ" ابوالائمہ علی مرتضیٰؑ نے جو ایمان کی تعریف بتائی ہی سچ یہ ہی کہ۔ ہمنے اپنے زمانہ مین اُسکا صحیح مصداق سید احمد خان کے سوا کسی کو نہین دیکھا۔ وہ فرماتے ہین "الایمان ان توثر الصدق حیث یضرک علی الکذب حیث ینفعک" (یعنی ایمان کے یہ معنی ہین کہ جب سچ کہنا مضر ہو اور جھوٹ کہنا مفید۔ اُسوقت سچ کو جھوٹ سے مقدم سمجھا جائے) سرسید کو اپنی سچائی کی بدولت صرف مسلمانون ہی کی مخالفت کا نشانہ بننا نہین پڑا بلکہ اکثر موقعون پر محض ملک اور قوم کی خیرخواہی کی بدولت۔ جیساکہ اُنکی بائیوگرفی جابجا شہادت دیتی ہی۔ بڑے بڑے جلیل القدر افسرون اور حاکمون کی خفگی اور حد سے زیادہ ناراضی برداشت کرنی اور بعض اوقات اپنی جان کو خطرہ مین ڈالنا پڑا ہی۔ خدا تعالےٰ نے ایمان کی سچائی کا معیار یہ نہین بتایا کہ کسی مفتی نے اُسکے کفر کا فتویٰ نہ دیا ہو بلکہ اُسکا صحیح معیار آزمایش مین پورا اُترنے کو قرار دیا ہی اور فرمایا ہی "اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ"

(یعنی کیا لوگ یہ سمجھے ہین کہ صرف اتنا کہکر چھوٹ جائینگے کہ ہم ایمان لائے اور انکی آزمایش نہ کیجائیگی) اب ہم پوچھتے ہین کہ اس معیار کے موافق سید احمد خان کا ایمان کامل ٹھیرتا ہی یا اُن لوگون کا جنھون نے اُس کو کافر اور واجب القتل ٹھیرایا؟ غدر کے بعد۔ جب کہ مسلمانون کی حمایت کرنا ایک سنگین جرم سمجھا جاتا تھا۔ اور دین اسلام امن اور انتظام کا دشمن اور فتنہ و فساد کا بانی خیال کیا جاتا تھا۔ اُس سے زیادہ حمیّت اسلامی اور جوش ایمانی کے امتحان کا وقت اور کونسا ہوسکتا ہی؟ اُسوقت اسی کافر واجب القتل کے سوا اسلام اور اہل اسلام کی حمایت کے لیے نہ اُن مستفتیون مین سے کوئی اُٹھا جنھون نے اُسکے کافر و مرتد ہونے کے فتوے لکھوائے اور نہ اُن مفتیون مین سے جنھون نے اُسکے کفر و ارتداد کے فتوون پر آنکھین بند کرکے مہرین اور دستخط کیے۔

"در ہند چو او یکے و آن ہم کافر پس در ہمہ ہند یک مسلمان نبود"

باوجود ان تمام مخالفتون کے سرسید نے اپنے سخت ترین مخالفون سے - جب کہ وہ کفر اور واجب القتل ہونیکے فتوے تمام ملک مین شایع کرچکے تھے - التجا کی کہ مدرسۃ العلوم کی مذہبی تعلیم - جسمین میری مداخلت سے آپ کو اندیشہ ہی - اُسکا انتظام اور اہتمام آپ اپنے ہاتھ مین لیجیے، مین اُسمین کسی طرح کی شرکت نہین چاہتا۔ اس پر مولوی امداد العلی نے اُنکو لکھا کہ "تم اپنے افعال و اقوال سے توبہ کرو اور ہمسے ہوجاؤ تو ہم شریک ہوتے ہین" مگر مولوی علی بخش خان نے اس شرط پر منظور کیا کہ آپ کو اور آپ کی کمیٹی خزنۃ البضاعۃ کو امور مذہبی مین مداخلت نہو بلکہ مذہبی تعلیم کے واسطے ایک اور کمیٹی مقرر کیجائے جسکے وہی لوگ ممبر ہون جن پر عام اہل اسلام کو اطمینان ہی اور جو لوگ مذہبی تعلیم کے واسطے چندہ دین اُس روپیہ سے سود حاصل نہ کیا جائے اور اُسکی آمدنی جائز صرف مذہبی تعلیم مین

خرچ کیجائے ۔ سرسید نے اُنکی تمام شرطین منظور کرلین اور اُنکو قواعد مدرسۃ العلوم مین داخل کردیا اور مولوی صاحب کو لکھا کہ مین عنقریب یہ تمام خط کتابت ممبران کمیٹی خزنۃ البضاعۃ کے پاس بھیجکر منظوری حاصل کرلیتا ہون ۔ اگرچہ بعض ممبرون نے اس بات سے سخت اختلاف کیا کہ کمیٹی خزنۃ البضاعۃ کو تعلیم مذہبی سے کچھ تعلق نہ رہے مگر کثرت رائے سے وہی تجویز جو مولوی علی بخش خان چاہتے تھے منظور ہوگئی اور یہ قرار پایا کہ اہل سنت کے مشہور دیندار عالمون مین سے بیس بزرگون کی خدمت مین درخوست کیجائے کہ وہ تعلیم مذہب اہل سنت وجماعت کی کمیٹی کے ممبر انتخاب کرین ۔ البتہ اتنا گناہ ہوگیا کہ مذہبی کمیٹی کے ممبرون کا انتخاب کرنے والون مین بشمول مولوی علی بخش خان علمای اہل سنت کے بہت سے نام کمیٹی خزنۃ البضاعۃ نے خود تجویز کردیے اور منجملہ بیس بزرگون کے دو یا تین ممبر کمیٹی خزنۃ البضاعۃ کے بھی مذہبی کمیٹی کے ممبر انتخاب کرنے کے لیے نامزد کیے گئے ۔

جسوقت مولوی علی بخش خان کے پاس اس روئداد کی نقل پہنچی وہ سخت ناراض ہوے ۔ آٹھ سو روپئے کا چندہ جو اُنھون نے مدرسۃ العلوم مین دینے کا وعدہ کیا تھا اُسکے دینے سے انکار کیا اور مدرسۃ العلوم کی مذہبی کمیٹی کے اہتمام وغیرہ سے ہمیشہ کے لیے دست بردار ہوگئے ۔ جن دیندار عالمون سے درخوست کی گئی تھی کہ کمیٹی مذہبی کے ممبر انتخاب کرین اُنمین سے اکثر نے جواب تک نہین دیا اور مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب نے یہ جواب دیا کہ ہرگاہ اس مدرسہ مین شیعہ بھی ہونگے اسلیئے ہم شریک نہین ہوتے ۔

ان تمام واقعات کی طرف سرسید نے تہذیب الاخلاق کے ایک مضمون مین اشارے کیے ہین ۔ وہ لکھتے ہین کہ "جناب حاجی مولوی سید امداد العلی صاحب نے لکھا کہ "تم اپنے افعال واقوال سے توبہ کرو اور ہمسے ہوجاؤ

توہم شریک ہوتے ہین" اگرچہ اس امر کو اُس بات سے جو پیش کی تھی کچھ تعلق نہ تھا بااینہمہ مین اُسکو قبول کر لیتا مگر مجھے خیال ہوا کہ اگر ہمارے محب قلبی منشی چراغ علی صاحب (جو شیعہ مذہب رکھتے تھے) مجھسے کہین کہ تم ہمسے ہوجاؤ تو ہم شریک ہوتے ہین" تو پھر مین کیا کرونگا ؟ بقول شخصے کہ "گوری کا جوبن چٹکیون ہی مین گیا" میرا تو یون ہی تکا بوٹی ہو لیگا+ + + جناب مولوی محمد قاسم صاحب اور جناب مولوی محمد یعقوب صاحب نے جو متعصبانہ جواب دیا اُس سے ہر شخص جسکو خدا نے عقل اور محبت اور حبّ ایمانی دی ہوگی نفرت کرتا ہوگا ۔ شیعہ مذہب کی تعلیم کا سلسلہ بالکل علاحدہ ہی جس سے اہل سنت وجماعت کو کچھ تعلق نہین ، پس یہ کہنا کیسا بیجا تعصب ہی کہ ہرگاہ اُس مدرسہ مین شیعہ بھی ہونگے اسلیئے ہم شریک نہین ہوتے ۔ خدا کرے کہ وہ یہ خیال فرماکر- کہ ہندوستان مین شیعہ بھی رہتے ہین- مکۂ معظمہ کو سدھارین مگر افسوس ہی کہ مین سُنتا ہون حج اور طواف مین بھی شیعہ ہوتے ہین"

" افسوس ہی کہ شیعہ وسنّی مین اس زمانہ مین بہ نسبت اُس زمانہ کے- جب کہ امام محمد اسمٰعیل بخاری شیعون سے روایت کرنے مین کچھ مضائقہ نہین فرماتے تھے- نفاق اور شقاق بہت زیادہ ہوگیا ہی ۔ مگر حالت زمانہ کی ایسی ہی کہ اگر شیعہ اپنے تعصب سے سنیون کو چھوڑین اور سنی اپنے تعصب سے شیعون کو چھوڑین تو دونو غارت اور برباد ہوجاینگے ۔ ہندوستان مین مسلمان تعداد مین کم ہین ، دولت مین کم ہین ، عہدون مین کم ہین ، اگر پھر اُنمین[1] بھی شیعہ وسنّی وخارجی وناصبی اور وہابی وبدعتی کا تفرقہ پڑے تو بجز برباد اور غارت ہونے کے اور کیا نتیجہ ہی ؟ ارے کمبخت متعصبو ! تم آپس مین لڑا کرنا اور ایک دوسرے کو کافر کہا کرنا مگر جو بات سب کے فائدے کی ہی اُسمین کیون ایک دل ہوکر شریک نہین ہوتے ؟ عالمگیر نے ایک عامل کی بددیانتی کا ذکر نظیراً کسی

---

[1] خدا کا شکر ہی کہ سرسید کی چیخ پکار سے ہمارے علما اب اس تفرقہ کو مٹانے کی فکر مین ہین چنانچہ ندوۃ العلما نے سب فرقون کو شریک کرنے کا ارادہ کیا ہی اگرچہ بعض علما اسکے خلاف ہین ۱۲

دوسرے عامل سے کیا، اُسنے عرض کیا "حضور! پانچون انگلیان برابر نہین ہین" عالمگیر نے کہا "بلے، مگر بوقت خوردن ہمہ برابر میشوند" پس اے بزرگو! اس بات مین کیون تعصب کو کام فرماتے ہو جس مین سب کا فائدہ مشترک ہے"

"جناب سید الحاج مولانا حاجی علی بخش خان صاحب سے جو معاملہ پیش آیا وہ تو طشت از بام ہے؛ اُنکی اور ہماری تو وہی مثل ہوگئی "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" یعنی وہ ہمکو بدعہد کہتے ہین ہم اُنکو بدعہد کہتے ہین۔ بہرحال کسی نے بدعہدی کی ہو، وہ بات جس سے کھنڈت پڑگئی اسقدر ہے کہ تمام امور تعلیم مذہبی تنہا جناب ممدوح کو کیون نہ سپرد کیے گئے دیگر بزرگان دین کو کیون شریک کیا؟ وما ھذا الا شقاقٌ مبین"

سرسید کی مخالفت اگر محض دینداری اور حمیت اسلامی کی بنیاد پر کیجاتی تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی بلکہ اسکا نہ ہونا تعجب تھا کیونکہ اُس سے پایا جاتا کہ مسلمانون کو دین و مذہب کی کچھ پروا نہین رہی؛ چنانچہ اسی خیال سے سرسید اکثر کہا کرتے تھے کہ "جو لوگ میرے مخالف ہین وہ یہ سمجھتے ہین کہ مین اسلام کے برخلاف ہون اور میرے خیالات سے اسلام کو نقصان پہنچتا ہے پس جو کچھ کہ وہ اپنی دانست مین اس خیال سے کرتے ہین اُسپر وہ بزرگ تعریف کے لائق ہین نہ مذمت کے" مگر افسوس اور نہایت افسوس ہے کہ زیادہ مخالفتین محض نفسانیت، خودغرضی، یا عناد پر مبنی ہوتی تھین اور اسی لئے بجاے اسکے۔ کہ سرسید کے اقوال۔ جو اُنھون نے مذہبی مسائل کے متعلق جمہور کے خلاف لکھے ہین رہت رہت بے کم وکاست بیان کیے جاتے۔ بیسیون باتین اُنکی نسبت غلط مشہور کی گیئن، اُنکی تفسیر کی نسبت اس بات کی عموماً شہرت دیگئی کہ سید احمد خان نے قرآن کے تیس پارون مین سے

دس چھانٹ لئے ہین اور بیس نکال ڈالے ہین ، اکثر یہ بھی سُنا گیا کہ اُنھون نے سورۂ الرحمٰن مین "فبایِّ آلاءِ ربّکما تکذّبان" صرف ایک جگہ رکھا ہی باقی مکرّر سمجھکر سورت مین سے نکال ڈالا ہی ۔

مولوی علی بخش خان نے جو ایک کتاب موسوم بہ تائیدالاسلام سرسید کے خلاف لکھی تھی اور جسکی بہت سی جلدین وہ عرب مین شایع کرنے کو لیگئے تھے اُسمین بے شمار عقائد سرسید کی طرف ایسے منسوب کئے ہین جو بالکل خلاف واقع ہین ؛ مثلاً یہ کہ مادّہ مثل ذات باری تعالیٰ کے ازلی ہی ، یا ذات باری تعالیٰ خود مادّی ہی ، یا یہ کہ باوجود قانونِ قدرت کے بعثتِ انبیا کی ضرورت نہین ، یا یہ کہ جب علوم جدیدہ یا انگریزی پڑھنے سی معلوم ہو کہ مذہبِ اسلام مین ضعف پیدا ہوگا تو مذہبِ اسلام کا ترک کردینا لازم ہی ، یا یہ کہ نبوتِ انبیای سابقین یا کتب سماویّہ کے انکار سے ، یا معاذاللہ قرآن شریف کے عمداً بول و براز مین آلودہ کرنے یا اُسکے پھینکدینے سے یا حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھیرانے سے ، یا معاذاللہ کسی نبی کو گالی دینے سے ، یا بہشت و دوزخ اور قیامت کے انکار سے ، یا ضروریات دین کے انکار کرنے سے آدمی کافر نہین ہوتا ؛ یا یہ کہ گرمی کے موسم مین رمضان کے تیس روزے فرض نہین ہوسکتے ، یا تھوڑی سی شراب جو بکّا متوالا نہ کردے یا اتنا جوا کھیلنا جو بے قید نہ بنادے حرام نہین ہوسکتا ، یا یہ کہ صلوٰۃ سے مراد مطلق دعا پڑھ لینی ہی اور وہی واسطے ادای فرض کے کافی ہی باقی جو ترکیب صلوٰۃ پنجگانہ کی مقرر ہی وہ اصول مخترعہ علما کا اتباع ہی ۔ اسی طرح اور بہت سے اتہامات سرسید کی نسبت کتاب مذکور مین کئے گئے ہین جنکو سرسید نے اپنے مضمون دافع البہتان مین ایک ایک کرکے لکھا ہی

اور ہر ایک کے تحت مین یہ فقرہ لکھتے جاتے ہین کہ "لعنۃ اللہ علی قائلہ وعلی معتقدہ"

مذہبی عقائد اور اقوال کے سوا اَور طرح طرح کے اتہامات اُس خیرخواہ خلائق پر لگائی جاتی تھے۔ اس بات کا تو سرسید کی وفات تک ہزارون آدمیون کو یقین تھا کہ اُنھون نے اپنا سر دس ہزار روپئے کو انگریزون کے ہاتھ بیچدیا ہی؛ اکثر لوگ سمجھتے تھے کہ بعد مرنے کے انگریز اُنکا سر کاٹ کر لندن لیجائینگے اور لندن کے عجائب خانہ مین رکھینگے۔

ایکبار یہی سر بیچنے کا تذکرہ سرسید کے سامنے ہوا؛ اُسوقت راقم بھی موجود تھا، اُس مرحوم نے نہایت کشادہ دلی کے ساتھ فرمایا کہ "جو چیز خاک مین ملکر خاک ہوجانے والی ہی اُسکے لئے اس سے زیادہ اَور کیا عزت ہوسکتی ہی کہ دانشمند لوگ اُسکو روپیہ دیکر خریدین، اُسکے ڈسکشن سے کوئی علمی نتیجہ نکالین، اور اُسکی قیمت کا روپیہ قوم کی تعلیم مین کام آوے دس ہزار چھوڑ دس روپئے بھی اگر اُسکی قیمت مین ملین تو میرے نزدیک مفت ہین"

منجملہ اُن بے شمار اتّہامات کے جو سرسید پر لگائے جاتے تھے ایک وہ صریح بہتان تھا جو ۱۸۷۶ء مین بمقام بنارس اُنپر لگایا گیا۔ سرسید پنشن لیکر علیگڑھ آنے سے چند مہینے پہلے۔ جب کہ حضور پرنس اوف ویلز بنارس مین تشریف لائے۔ اُنکی تشریف آوری کی یادگار مین ایک شفاخانہ بنارس مین بنانا تجویز ہوا تھا اور جو کمیٹی یادگار قائم کرنے کے لئے مقرر ہوئی تھی اُسکے ایک ممبر سرسید بھی تھے۔ کمیٹی کی درخوست پر منیونسپیلٹی بنارس نے شفاخانہ کے لئے ایک قطعہ زمین دینا تجویز کیا جسمین علاوہ اَور کچّے گھرون کے ایک چھوٹا سا خام چبوترہ بھی تھا جسکو مسلمانون نے نماز پڑھنے کے لئے عارضی طور پر بنالیا تھا۔ میونسپیلٹی نے خود اُس میدان کو صاف کرادیا اور جسطرح اَور گھرون کے مالکون کو کمیٹی یادگار سے معاوضہ دلوایا تھا اسی طرح اُس چبوترے کے معاوضہ مین ۳۲ روپئے دینے

تجویز ہوئے ۔ سرسید نے اس خیال سے - کہ یہ قلیل رقم مسلمانون کے کس کام آئیگی - نواب لفٹنٹ گورنر سے -
جو اُن دنون بنارس آئے ہوے تھے - عرض کرکے اُسی میدان کے قریب مسجد کے لیے ایک دوسرے قطعہ کے
ملنے کی اجازت دلوادی اور شفا خانہ کے چندے مین سے ڈھائی ہزار روپیہ مسلمانون کو دلواکر وہان مسجد
تعمیر کرادی ۔ بنارس کے مسلمان سرسید کے نہایت شکرگزار ہوے اور مسجد کے پیشطاق پر یہ بیت
کندہ کرانی تجویز کی

"در آوانِ سعید واز برائے طاعت یزدان بناگردید این مسجد ز سعیِ سید احمد خان"

مگر سرسید نے اس تجویز کو ناپسند کیا اور اس بیت کے کندہ کرانے کی اجازت نہین دی ۔

بنارس مین تو یہ کارروائی ہو رہی تھی اور تمام ہندوستان کے دیسی اخبارون مین لکھا جارہا تھا
کہ سید احمد خان نے شفا خانہ کے واسطے مسجد منہدم کرادی ۔ یہ شور و شغب ایک مدت تک ہندوستان کے
نالائق اخبارون مین رہا مگر سرسید نے اسکی کچھ پروا نہ کی اور اصل حال سے اخبارون کو مطلع نہین کیا ۔ آخر
سوسائٹی اخبار کے اڈیٹر نے ایک پرچہ مین لکھدیا کہ ہم اصل حالات دریافت کرکے اپنے اخبار مین چھاپینگے
سرسید نے اڈیٹر کی یہ تحریر اخبار مین دیکھکر اُسکو لکھ بھیجا کہ مجھپر سے الزام رفع کرنیکے لیے آپ اخبار مین کچھ
نہ لکھین اور اخبار نویسون کو بکنے دین چند روز بعد اڈیٹر کی شکایت اخبارون مین چھپنی شروع ہوئی
کہ جو وعدہ کیا تھا وہ پورا نکیا کیونکہ سرسید پر سے الزام رفع کرنے کا کوئی پہلو ہاتھ نہ آیا ۔ آخر علیگڈھ اخبار
کے اڈیٹر نے مجبور ہو کر ۲۶ - مئی ۱۸۷۶ء کے پرچہ مین تمام حال اول سے آخر تک بحوالہٗ کاغذات مثل
میونسپلٹی بنارس کے تحریر کیا ۔ اب اخبارون مین یہ چھپنا شروع ہوا کہ نہایت افسوس ہے نہ سرسید
نے اصل حال سے مطلع کیا اور نہ سوسائٹی اخبار کے اڈیٹر نے مدت تک اس واقعہ پر کچھ روشنی ڈالی ۔

تب سرسید نے تہذیب الاخلاق مین ایک آرٹکل لکھا جسمین تمام اخبارون کے اقوال - جو سرسید کے برخلاف لکھے گئے تھے - نقل کر کے ہر ایک پرچہ پر جدا جدا ریمارک کیے ہین ۔ ازان جملہ اودھ اخبار مین جسکے اڈیٹر اُسوقت مرحوم غلام محمد خان تپش تھے - یہ فقرہ چھپا تھا " اخبار سائنٹفک سوسائٹی مین یہ مضمون نہایت دیر مین چھپا ؛ یعنی اُسوقت جب کہ سید صاحب کی بدنامی تمام دنیا مین مشتہر ہو چکی " اسپر سرسید مرحوم نے نہایت لطیف ریمارک کیا ہی جسکے الفاظ یہ ہین " اسکے عذر مین نہایت ادب سے اپنے شفیق کے سامنے حافظ کا یہ شعر پڑھتا ہون

" درکوے نیک نامی مارا گذر ندادند ۔۔۔ گر تو نمی پسندی تغئیر کن قضارا "

لیکن اگر ہمارے دوست اس فقرہ کو یون ارقام فرماتے تو شاید لفظ بدنامی کے صحیح معنی ہو سکتے " یہ مضمون نہایت دیر مین چھپا ؛ یعنی اُسوقت جبکہ تمام اخبارون کی بدنامی دنیا مین ہو چکی " پھر لکھتے ہین " ہمکو امید ہی کہ خدا وہ دن بہت جلد لائیگا کہ ہماری قوم بدنامی کے صحیح معنی سمجھیگی اور ہمارے ملک کے اخبار خود اپنی عزت کرنی سیکھینگے "

اسی طرح بیسیون اتہام سرسید پر ' مدرستہ العلوم پر ' اُسکے طالب علمون پر لگائے جاتے تھے ' مدرسہ کی نسبت ایسی خبرین اُڑائی جاتی تھین جنسے لوگون کے دل مین نفرت پیدا ہو یا اُسکے معاونون کو رنج اور مخالفون کو خوشی ہو ؛ چنانچہ ایک دفعہ ایک ننگ اسلام و اہل اسلام نے مشہور کر دیا کہ جس کوٹھی مین ہائی اسکول کی جماعتین پڑھتی ہین اُسکی چھت گر پڑی اور بیس تیس طالب علم اُسکے نیچے دب گئے ۔ اسی قسم کی اور بہت سی مثالین ہین مگر وہ جو مثل مشہور ہی کہ " اپنا گھٹنا کھولیے اور آپ ہی لاجون مریے " ایسی باتین بیان کرنے سے سوا اسکے کہ اپنی اور اپنی قوم کی نالائقی سارے زمانہ مین مشہور ہو اور کوئی نتیجہ معلوم نہین ہوتا ۔

الغرض جب سرسید کے کفر و ارتداد اور واجب القتل ہونے کے فتوے اطراف ہندوستان مین شایع ہوئے

تو اُنکی جان لینے کی دھمکیون کے گمنام خطوط اُنکے پاس آنے لگے ۔ اکثر خطوں کا یہ مضمون تھا کہ "ہمنے اس بات پر قرآن اُٹھایا ہے کہ تمکو مار ڈالینگے" ایک خط مین لکھا تھا کہ "شیر علی جسنے لارڈ میو کو مارا تھا۔ اُسنے نہایت حماقت کی اگر وہ تمکو مار ڈالتا تو یقینی بہشت مین پہنچ گیا ہوتا" ۱۸۹۱ء مین ۔ جبکہ سرسید کالج کی طرف سے ایک ڈپوٹیشن لیکر حیدر آباد گئے تھے اور حضور نظام (خلد اللہ ملکہ) کے ہان بشیر باغ مین مہمان تھے ۔ ایک مولوی نے ہمارے سامنے سرسید سے یہ ذکر کیا کہ کلکتہ مین ایک مسلمان تاجر نے آپکے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور وہ کسی شخص کو اس کام پر مامور کرنا چاہتا تھا ۔ اس بات کی مجھکو بھی خبر ہوئی ۔ چونکہ مین علیگڑھ کی طرف آنیوالا تھا اُس سے خود جا کر ملا اور اُس سے کہا کہ مین علیگڑھ جانیوالا ہون اور میرا ارادہ سید احمد خان سے ملنے کا ہے ۔ جب تک کہ مین اُنکے عقائد اور مذہبی خیالات دریافت کرکے آپکو اطلاع نہ دون آپ اس ارادہ سے باز رہین ۔ چنانچہ مین علیگڑھ مین آیا اور آپ سے ملا اور بعد دریافت حالات کے اُسکو لکھ بھیجا کہ سید احمد خان مین کوئی بات مین نے اسلام کے خلاف نہین پائی تمکو چاہیے کہ اپنے منصوبے سے توبہ کرو اور اپنے خیال خام سے نادم ہو ۔ معلوم نہین کہ اُس مولوی کا یہ بیان صحیح تھا یا غلط مگر سرسید نے جو یہ حال سنکر اُسکو جواب دیا وہ لطف سے خالی نہ تھا؛ اُنھون نے کہا "افسوس ہے کہ آپنے اُس دیندار مسلمان کو اس ارادہ سے روک دیا اور ہمکو ہمارے بزرگون کی میراث سے ۔ جو ہمیشہ اپنے بھائی مسلمانون ہی کے ہاتھ سے قتل ہوتے رہے ہین ۔ محروم رکھا"

ایک دفعہ خاص علیگڑھ مین کسی نے بذریعہ گمنام تحریر کے سرسید کو یہ دھمکی دی کہ اگر آیندہ تم گاڑی مین سوار ہو کر اپنی کوٹھی سے باہر نکلے تو تمھاری خیر نہین، مین بندوق مارے بغیر ہرگز نہ رہونگا مگر سرسید نے اِن دھمکیون کا کبھی کچھ خیال نہین کیا؛ نہ اُنکی کسی عادت مین فرق آیا، اور نہ اُنھون نے اپنی حفاظت کا

کبھی کوئی خاص انتظام کیا۔ سرسید کی وفات سے چند مہینے پہلے ایک مخالف گروہ کی نسبت یہ مشہور ہوا کہ اُنکا ارادہ سید کے قتل کرنے کا ہی اور فی الحقیقۃ اُس گروہ کا جوش اُس حد کو پہنچا ہوا تھا کہ اُنسے ایسی حرکت کر بیٹھنا کچھ بعید نہین معلوم ہوتا تھا۔ ایک دن سرسید کے بعض احباب نے اُنسے کہا کہ آپ سوار ہونا چھوڑ دین اور کچھ زائد چوکیدار رات کے پہرے کے لیے کوٹھی پر مقرر ہونے چاہیین اور ایسا انتظام ہونا چاہیے کہ کوئی اجنبی شخص بلا اطلاع اور بغیر تفتیش حال کے کوٹھی کے اندر نہ آنے پائے۔ سرسید یہ باتین سنکر تعجب کرتے تھے اور ہنستے تھے؛ یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے صلاح کار دوستون کو نادان اور وسواسی سمجھتے ہین اور ایسا انتظام کرنے کو ایک نہایت سبک حرکت خیال کرتے ہین۔ چنانچہ کسی طرح کا انتظام نہین کیا گیا، نہ کسی کے آنے جانے کی روک ٹوک کی گئی، نہ چوکیدار رکھے گئے، نہ سوار ہونا موقوف ہوا۔

۱۸۹۳ء مین جب پہلی بار محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا منعقد ہونا لاہور مین قرار پایا تو خان بہادر برکت علیخان۔ جنکی تحریک سے لاہور مین اس جلسہ کا ہونا قرار پایا تھا۔ اُنکے ایک مخالف کی طرف سے کانفرنس کی تاریخون سے ایک دن پہلے ایک نہایت گستاخ تحریر سرسید کے نام پہنچی جسمین علاوہ اور نالائق باتون کے نہایت بُرے لفظون مین یہ مطلب بھی ادا کیا گیا تھا کہ تم کانفرنس مین آنے کا ہرگز ارادہ نکرنا ورنہ جو حال کل رات کو خان بہادر کا کیا گیا ہی اُس سے بدتر تمھارا حال کیا جائیگا۔ سرسید نے جو وقت علیگڈھ سے لاہور کی روانگی کا مقرر تھا اُسمین کچھ تبدیلی نہین کی صرف خان بہادر کی خیر و عافیت دریافت کرنے کے لیے چلنے سے پہلے اُنکو تار دیا اور جب اُنکی خیریت معلوم ہوگئی فوراً لاہور کو روانہ ہوگئے۔ لاہور پہنچکر وہ تحریر اُنھون نے خان بہادر اور سردار محمد حیات خان کو دکھائی۔ دونو صاحب

اُن گستاخیون کو دیکھکر - جو سرسید کی نسبت کی گئی تھین - شدت غیظ و غضب سے از خود رفتہ ہو گئے ۔ کاتب کی نسبت یقین ہو گیا تھا کہ اخبار رفیق ہند کا اڈیٹر ہی اور سرسید نے خود اُسکا خط اچھی طرح پہچان لیا تھا؛ باایںہمہ اُس مرحوم کی یہ خواہش تھی کہ کاتب خط کی اس حرکت سے درگذر کی جائے اور اُسکو کانفرنس مین شریک ہونے کی اجازت دیجائے کیونکہ وہ خود اس تحریر کے لکھنے سے انکار کرتا تھا مگر خان بہادر اور سردار صاحب اور دیگر اہل پنجاب نے سرسید کی سفارش اُسکے باب مین منظور نہین کی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسنے اپنا اخبار - جو غالباً بند ہو گیا تھا - چند مدت بعد پھر جاری کیا - پہلے یہی اخبار سرسید کا حد سے زیادہ طرفدار اور مداح و ثنا خوان تھا؛ چنانچہ سنہ ۱۸۸۴ء مین جب سرسید نے پنجاب کا سفر کیا اور لاہور مین پہنچے تو اسی اخبار مین سرسید کی نسبت ایک لمبی مدحیہ عبارت چھپی تھی جسکے سرے پر یہ شعر لکھا تھا

"مرحبا سیّد اولادِ نبیِ مدنی		جان جان باد فدایت کہ وحید زمنی"

مگر جب دوسری بار یہ اخبار جاری ہوا تو سرسید کی مخالفت مین تمام اگلے پچھلے مخالفون سے گوے سبقت لیگیا ۔ وہی شخص جسکی نسبت پہلے "سیدِ اولادِ نبی مدنی" لکھا گیا تھا اس پرچہ مین کوئی بُرائی ایسی نہ تھی جو اُسکی طرف منسوب نہ کی گئی ہو اور کوئی آلہ لوگون کو اُس سے بدظن کرنے کا ایسا نہ تھا جو اس پرچہ مین استعمال نہ کیا گیا ہو ۔ سرسید کے دوست اُسکی زبان درازیان دیکھکر بگڑتے تھے اور اسکا جواب لکھنے پر آمادہ ہوتے تھے مگر سرسید سب کو منع کرتے تھے اور کسی کو اُس سے مقابلہ کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ "موسم کی آندھی ہی چند روز مین خود بخود فرو ہو جائیگی"

اب سرسید کے انتقال کے بعد سنہ ۱۸۹۹ مین وہ ایک مدت تک بند رہکر تیسری بار پھر جاری ہوا ہی

اور چشم بد دور اب بھی باوجود اسکے کہ سرسید دنیا سے رحلت کر چکے ہین اپنی وضعداری نباہے جاتا ہی لیکن اب سرسید کا نام صراحۃً کم لیتا ہی بلکہ جو کچھ سرسید یا اُنکے کامون کے برخلاف لکھنا ہوتا ہی اُسکو علیگڑھ مشن پر ڈھال دیتا ہی مگر ہم خوش ہین کہ سرسید کی مخالفت کی بدولت ایکی بار اُسمین خود بخود ایک ایسی خوبی پیدا ہو گئی ہی جو ملک کے حق مین نہایت مفید ہی وہ برخلاف اُن اخبارون کے جو ہندو مسلمانون مین تفرقہ ڈالنا چاہتے ہین دونو قومون مین آشتی اور مصالحت کی بنیاد ڈالتا معلوم ہوتا ہی۔ اُسکی یہ پالسی۔ جیسا کہ اُسکے مخالف خیال کرتے ہین۔ کسی غرض پر مبنی کیون نہو ملک کے حق مین بہرحال مفید ہی۔

ایک شخص نے چند اجزا سرسید کی لائف کے نام سے لکھکر اُنکے پاس بھیجے جسمین بہت سی باتین خلاف واقع درج تھین اور جابجا اُنکی تنقیص کی گئی تھی مگر مؤلف نے اپنا نام ظاہر نہین کیا تھا۔ سرسید نے اُسپر یہ ریمارک کرکے اخبار مین چھپوا دیا "ایک ہمارے شفیق غائبانہ نے۔ جنسے ہمسے ملاقات ظاہری نہین ہی۔ ہماری لائف اپنے خیال کے مطابق لکھکر ہمارے پاس بھیجی ہی جسمین ایسی باتین بھی ہین جنسے ہم خود واقف نہین ہین۔ ہم اُنکا شکریہ ادا کرتے ہین اور یہ رباعی حسب حال لکھتے ہین

اے آنکہ مرا ندیدہ بشناختۂ ۔۔۔ نادیدہ تصورم چسان ساختۂ
با ایزد بے مثال مانند نیم ۔۔۔ حقا کہ ندیدۂ و نشناختۂ

سب سے زیادہ سرسید کا ذکر خیر پنچ اخبارون مین ہوتا تھا جنکے اڈیٹر اور پروپرائٹر عموماً مسلمان تھے اور گرم بازاری صرف اس بات پر منحصر تھی کہ اپنی قوم کے خیرخواہ اور جان نثار پر پھبتیان اُڑائین اُسکے کارٹون بنائین اُسکی ہجو کے اشعار شایع کرین اُسکی خوبیون کو عیب بنا کر دکھائین اور اسطرح

نہ صرف آپ کو بلکہ تمام قوم کو جسکے مذاق پر اخبارون کی برائی بھلائی کا انحصار ہی دنیا مین سوا اور بدنام کرین ۔ سرسید بھی ان اخبارون کے آوازے توازے سنتے سنتے اُنکے عادی ہو گئے تھے یہانتک کہ جس اخبار مین اُنپر کوئی چوٹ نہ ہوتی تھی اُسکو دیکھکر تعجب کرتے تھے چنانچہ تہذیب الاخلاق مین ایک جگہ لکھتے ہین "ہمارا حال تو اُس بڑھیا کا سا ہو گیا ہی جسکو بازار کے لونڈے چھیڑا کرتے تھے اور جب وہ چھیڑنے والے نہوتے تو کہتی کیا آج بازار کے لونڈے مرگئے"

اسی طرح سرسید کی تمام تحریرین - جو اُس مخالفت کے زمانہ مین تہذیب الاخلاق مین چھپی تھین نہایت لطیف اور دلچسپ ہوتی تھین ازان جملہ دو تین فقرے مختلف مقامات سے اس مقام پر نقل کیے جاتے ہین ۔

ایک مقام پر لکھتے ہین "ہمارے ایک دوست نے ہمسے نقل کی کہ ضلع سہارنپور مین ہمارے حال پر بحث ہو رہی تھی + + + ایک صاحب نے کہا کہ "ہی تو کرشان مگر ہماری قوم کی بھلائی اگر ہو گی تو اُسی کرشان سے ہو گی" یہ نقل سنکر مین نہایت خوش ہوا اور مین نے کہا کہ اگر درحقیقت مجھسے ایسا ہو تو اس کرشانی خطاب پر ہزار مسلمانی نثار ہی + + + صائب نے ایک ناواقف شاعر سے پوچھا کہ صائب کیسا شعر کہتا ہی اُسنے نہایت دلی جوش سے کہا کہ "آن قرمساق ہمہ خوش میگوید" صائب کہتا ہی کہ "جیسی عزت مجکو قرمساق کے لفظ سے حاصل ہوئی اعلے سے اعلے خطاب سے بھی ممکن نہین" اسی طرح خدا کرے کہ یہ لفظ کرشان کا میرے لیے عزتِ قومی کا باعث ہو"

ایک جگہ لکھتے ہین "حضرات ہماری تو وہی مثل ہی دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا ؛ از برادران دور وازبیگانگان نفور، ایک گوشہ مین پڑا ہون، نزدیک و دور یگانہ و بیگانہ سے لعن وطعن سنتا ہون، جس طرح بیگانگان مجھسے نفرت کرتے ہین برادران وطن بھی - الاماشاء اللہ - اسی طرح متنفر ہین ۔ قصور یہ کہ اپنی نسبت مین

بھائیون کا بھلا چاہتا ہون، اُنکی عام راے کی مخالفت سے نہین ڈرتا بلکہ جو اُنکے بھلے کی ہے وہی کہتا ہون۔ یہی کمبخت خصلت ہے جسنے مجھکو اس حال پر پہنچایا ہے"

پھر ایک جگہ لکھتے ہین " دنیا مین کوئی نہین رہا؛ پیر نہ پیغمبر نہ زاہدِ خدا پرست نہ فاسق نفس پرست؛ سب کو گذرنا ہے مگر مین سمجھتا ہون۔ بشرطیکہ میری سمجھ کی غلطی نہو۔ کہ حضرت مرزا جانجانان مظہر علیہ الرحمہ۔ جنکو بلحاظ اُن نسبتون کے جو مجھے اُس خانوادہ سے ہین ناز سے پردادا کہنا زیبا ہے۔ اُنکا یہ شعر میری خاک مرقد کا کتابہ ہوگا

بلوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے — کہ این مقتول را جز بیگناہی نیست تقصیرے

سر سید نے جو لباس و طعام و مکان اور طرز ماند و بود اور طرز معاشرت وغیرہ مین تعلیم یافتہ ترکون کا طریقہ اختیار کیا تھا اور جس سے انگریزون اور مسلمانون مین میل جول پیدا کرنا مقصود تھا مسلمان تو اس طریقہ کو ناپسند کرتے ہی تھے بلکہ اُسکو عیسائی ہو جانیکے برابر سمجھتے تھے مگر تماشا یہ ہے کہ بعض متعصب اور مغرور انگریز بھی اس سے نہایت ناراضی ظاہر کرتے تھے اور گویا اس بات کا ثبوت دیتے تھے کہ انسانی اخلاق مین منو کے زمانہ سے آجتک باوجود اسقدر علمی اور عقلی ترقیات کے ایک ذرہ برابر بھی ترقی نہین ہوئی اور جو فرق منو نے شدر اور برہمن مین رکھا تھا وہی فرق اس زمانہ کے اعلے سے اعلے درجہ کے شایستہ لوگ حاکم و محکوم مین برقرار رکھنا چاہتے ہین۔ اگرچہ فیاض طبع اور کشادہ دل انگریز جو ہندوستان مین رہکر انگلستان کے اصلی جوہر یعنی آزادی کو کھو نہین بیٹھتے وہ ان باتون کا کچھ خیال نہین کرتے اور ہندوستانیون سے خواہ وہ کسی لباس مین ہون ناک بھون نہین چڑھاتے مگر تنگدل انگریزون کو ہرگز گوارا نہین کہ ہندوستانی جو ہماری جوتیون کے تلے ہین وہ ٹرکش کوٹ پتلون اور ترکی ٹوپی اور انگریزی بوٹ پہنکر ہمسے ملنے کو آئین۔ چنانچہ اسی بنا پر بعض اوقات اُن لوگون کو

جو وضع اور لباس مین سرسید کی پیروی کرتے تھے سخت مشکلین پیش آئین بلکہ خود سرسید اسی روک ٹوک کے سبب بعض یوروپین افسرن سے - باوجودیکہ برسون ایک جگہ رہے - کبھی نہ مل سکے - مگر جس بات کو انھون نے اپنے نزدیک بہتر سمجھا کسی کی مخالفت کے خوف سے اُسکو ترک نہین کیا؛ جیسا سمجھا ویسا ہی کہا اور وہی کیا - جب کبھی اُنکو معلوم ہوا کہ کسی افسر یا حاکم اعلے نے ہندوستانیون کے یوروپین ڈریس پر اعتراض کیا ہی فورًا اخبار مین اُسکا جواب لکھا یہانتک کہ جب لارڈ ڈفرن نے اسی تبدیل وضع کے خلاف ایک عام مجمع مین کچھ تقریر کی اور وہ اخبارون مین چھپی تو سرسیّد نے ایک نہایت زبردست آرٹکل اسکے برخلاف لکھکر اپنے اخبار مین شائع کیا اور اسطرح کے بے شمار آرٹکل سوسائٹی اخبار کی جلدون مین اُنکے لکھے ہوے موجود ہین -

جو مسلمان سرسید کے مخالف تھے وہ بھی انگریزون کی اس مخالفت سے فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے - چنانچہ مولوی امداد العلی اپنی ایک تحریر مین لکھتے ہین " بعض اہالیان ہند نے واسطے دھوکا دینے حکامِ وقت کے اپنا طریقۂ مذہبی اور لباسِ ملکی اور وضعِ قومی چھوڑکر برخلاف اپنے ہموطنون اور ہمقومون اور ہم پیشیون کے جاکٹ اور کوٹ پتلون پہننا اور میز و کرسی پر بیٹھکر چھری کانٹے سے کھانا اس مراد سے اختیار کیا ہی کہ ہمکو حکّام وقت - جنکے لباس اور طعام کی یہ وضع ہی - اپنا مخلص و مطیع اور پیرو جانین اور اُنکے محکومین ہمکو حکام کا ہمسر مانند صاحب لوگون کے سمجھین - سو نتیجہ اُنکے خُبثِ طینت کا کہ مکر و دغا ہی یون ظاہر ہی کہ اکثر حکّام سوائے فریبی دغاباز سمجھنے کے اُنکو اچھا نہین جانتے اور اُنکی وضع اور چال چلن کو پسند نہین کرتے "

باوجود ان تمام مخالفتون کے جو مسلمانون کی طرف سے ہوتی تھین سرسید نے جو اُنکے مقابلہ مین ابتدا سے خاموشی کا طریقہ اختیار کیا تھا بغیر اشد ضرورت کے کبھی اُسکو ترک نہین کیا نہ وہ خود جواب دینا

چاہتے تھے اور نہ کسی دوست کا اپنی طرف سے جواب دینا پسند کرتے تھے چنانچہ اُنکی بہت سی تحریرین دیکھی گئی ہین جنمین اُنھون نے اپنے دوستون کو مخالفون کا جواب دینے سے روکا ہی؛ بلکہ ایک دفعہ خود راقم کو ایک اسی قسم کی تحریر اخبارون مین چھپوانے پر نہایت شرمندہ کیا۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہی کہ اُنکو اپنی سچائی پر کسقدر بھروسا تھا اور کہان تک وہ سلف کے اس سچے مقولہ پر یقین رکھتے تھے کہ "ماذل ذوحقٍ ولو اتفق العالم علی خلافہٖ"

اُنھون نے ۱۸۶۹ء مین ولایت سے سوسائٹی اخبار کے اڈیٹر کو لکھا تھا "ردوقدح پر متوجہ ہونے کی ضرورت نہین ہی اسلئے کہ جو بات جھوٹی ہی وہ تھوڑے ہی زمانہ مین مثل جھوٹے موتی کے بے آب ہو جاویگی؛ خواہ وہ بات خود اُس شخص کی (یعنی میری) ہو اور خواہ اُسکے مخالف کی۔ پس مین نہایت عاجزی سے آپ کی خدمت مین التماس کرتا ہون کہ جو لوگ میری بُرائی لکھین آپ بلا تکلف اپنے اخبار مین نقل کیجیے مگر کوئی حرف بھی اُسکے جواب کے طور پر ارقام نہ فرمایا کیجیے؛ صرف اسکی صحت اور عدم صحت پڑھنے والون کی رائے پر چھوڑ دیجیے امید ہی کہ آپ اپنی عنایت سے میری التماس کو قبول فرماوینگے"

لیکن اگر کسی انگریز کا مضمون سرسید کے خیالات یا مدرسۃ العلوم کے خلاف کسی انگریزی اخبار مین چھپتا تھا تو اُسکا جواب دئے بغیر وہ کبھی نہ رہتے تھے اور اکثر ایسے مضامین کا انگریزی ترجمہ بھی ساتھ کے ساتھ چھپوا دیتے تھے۔ جس زمانہ مین اُنھون نے مدرسۃ العلوم کی بنیاد ڈالنے کا ارادہ کیا اکثر یورپین افسر اُنکے مخالف ہو گئے تھے اور - جیسا کہ پہلے حصہ مین مذکور ہو چکا ہی - کمیٹی نے مدرسہ کے لئے جس قطعۂ زمین کے ملنے کی گورنمنٹ سے درخوست کی تھی ضلع کے حکام اُسکا ملنا نہین چاہتے تھے۔ خصوصًا ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم اضلاع شمال مغرب اور صاحب کلکٹر ضلع علیگڑھ سخت مخالف تھے یہانتک

کہ جو مضمون کسی انگریزی اخبار مین مدرسہ یا بانی مدرسہ کے خلاف چھپتا تھا سرسید کو انھین دونو صاحبون
پر اُسکے لکھنے کا گمان ہوتا تھا۔ چنانچہ انڈین آبزرور مطبوعہ ۱۸۷۲ء مین جو ایک سخت آرٹکل مدرسۃ العلوم
اور سرسید بلکہ تمام مسلمانون کے برخلاف چھپا تھا اسپر بھی سرسید کو یہی خیال ہوا کہ ان دونو افسرون
مین سے کسی کا لکھا ہوا ہی۔ اسپر سرسید نے دو آرٹکل تہذیب الاخلاق مین لکھے جنکا انگریزی ترجمہ ساتھ ہی شایع
ہوا تھا اُسمین سے چند فقرے ہم اس مقام پر نقل کرتے ہین

"انڈین آبزرور مطبوعہ ۲۸ ستمبر ۱۸۷۲ء مین آرٹکل لکھنے والے نے ہمکو (یعنی مسلمانون کو) سخت متکبر اور
متعصب کہا ہی اور یہی سبب ہمکو گورنمنٹ کالجون اور اسکولون سے کم فائدہ حاصل کرنیکا قرار دیا ہی۔ اس آرٹکل کو
پڑھکر اول اول تو ہمکو بہت تردد اور خوف معلوم ہوا؛ تردد تو اس بات کا ہوا کہ یہ کس کا لکھا ہوا ہی؟ مسٹر ڈی پی آئی[1] کا؟
یا مسٹر سی[2] اس کا؟ اور خوف اس بات کا ہوا کہ اگر پچھلے کا ہی تو ایسا نہو کہ وہ کبھی ہمارے ملک کا لفٹنٹ گورنر ہو جائے اور
مسلمانون کی زندگی اُسکے ہاتھ مین پڑ جاوے۔ مگر چونکہ اُس آرٹکل کے مضمون اکثر وہ ہین جو مدت ہوئی کہ ہم سن چکے تھے
اسلیے وہ ہمارا تردد اور خوف دونو جاتے رہے"

"مگر ہم کہتے ہین کہ ہان ہم (یعنی مسلمان) متکبر بھی ہین اور متعصب بھی؛ پر کیون نہ ہم ایسا طریقۂ تعلیم
اختیار کرین جس سے ہمارے تکبر اور تعصب مین بھی خلل نہ آوے اور ہم تعلیم بھی پاوین"

"انڈین آبزرور کا آرٹکل لکھنے والا ہمکو طعنہ دیتا ہی کہ "خاص مسلمانون کے کالج قائم کرنے کے لئے کافرون
(یعنی انگریزون) سے کیون مدد لیجاتی ہی؟ اور یہ بھی لکھتا ہی کہ" اگر ایسا مدرسہ خود مسلمانون ہی کی کوشش سے
قائم ہوگا تو یہ ترقی و بہتری کی دلی خواہش کا ثبوت ہوگا؛ لیکن اگر لارڈ نارتھبروک صاحب جیسے لوگون کی سخاوت سے

[1] یعنی ڈائرکٹر آوف پبلک انسٹرکشن ۱۲ [2] یعنی سول سرونٹ ۱۲

قائم ہوا تو کچھ دلی خواہش کا نشان نہ ہوگا " اگرچہ ایسا لکھنا ایک عیسائی کو اور خصوصاً اُس قوم والے کو۔ جس سے ہمنے مدد مانگی اور جو اپنے تئین انسان کی خیرخواہ اور سچی دوست سمجھتی ہی۔ زیبا نہ تھا مگر ہم دل سے قبول کرتے ہین کہ جو کچھ اُسنے لکھا ہی بالکل صحیح اور بالکل سچ ہی اور اپنی قوم سے کہتے ہین کہ درحقیقت وہ نہایت نالایق بےشرم بےحیا اور تمام دنیا کی قومون مین ذلیل ہوگی جو اَب بھی ایسے طعنے سنکر اس مدرسہ کے قائم ہوجانے مین دل وجان سے روپیہ سے اور کوشش سے مدد نہ کریگی "

" انڈین آبزرور مین آرٹکل لکھنے والا ہماری ناقص انگریزی کی ہنسی اُڑاتا ہی مگر ہمکو اس سے کچھ رنج نہین کیونکہ یہ جو کچھ ہی انڈین ایجوکیشنل سسٹم کی عمدگی کا ثبوت ہی۔ ہم مجبور ہین کہ ہماری یونیورسٹیان اور ہمارے ملک کے ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کی ایسی ہی تعلیم ہی اور صرف ہماری ہی ایسی تعلیم نہین بلکہ ہزارون درہزارون کی ایسی تعلیم ہی اسی لئے اُس سے بھاگتے ہین اور نفرت کرتے ہین "

پھر دوسرے آرٹکل مین اُسی انڈین آبزرور والے آرٹکل کی نسبت ایک جگہ لکھتے ہین " سلیکٹ کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان مین یہ سوال بحث مین آیا تھا کہ ہندوستان مین انگریزی تعلیم کا اثر ایسا کیون نہین ہوتا جیسا کہ انگلستان مین ہوتا ہی ؟ سو اسکا جواب انڈین آبزرور کا آرٹکل لکھنے والا یہ دیتا ہی کہ " اُنکو (یعنی مسلمانون کو) گورنمنٹ کی ذات سے یہ توقع نہین کرنی چاہیے کہ وہ سُور کے بالون سے ریشم کی تھیلی بنادے " پس اب ہم اپنی قوم سے پوچھتے ہین کہ علم کے دیوتا نے ہمکو سور کا خطاب دیا ہی ؛ آیا ہمکو اسی خطاب مین خوش رہنا چاہیے یا کوشش کرکے اور اپنی حالت کو درست کرکے دنیا کو بتلانا چاہیے کہ اس خطاب کا مستحق کون تھا ؟

" دوسرا جواب اسی سوال کا اُس آرٹکل لکھنے والے نے یہ دیا ہی کہ " جس شئے پر اسکا (یعنی تعلیم کا) اثر ہوتا ہی وہ دونو ملکون (یعنی ہندوستان اور انگلستان) مین مختلف ہی گو آلہ دونو کا ایک ہی ہو ؛ سنگریزہ یا کنکر سے

ایک روشن ہیرا یا لعل نہین بن سکتا " پس اب ہم پوچھتے ہین کہ آیا ہماری قوم کو سنگریزون مین اور کنکرون مین پڑا رہنا اور ہر ایک کی ٹھوکرین کھانا اور دشنام سُننا ہی پسند ہے یا اپنی حالت مین کچھ ترقی کرنے کا ارادہ ہے ؟ یہ سچ ہی کہ جو شخص بدزبانی کسی کی نسبت استعمال مین لاتا ہی وہ خود اولًا اپنے آپ کو اُن سوِء لائٹڈ ثابت کرتا ہی اور یہ بھی سچ ہی کہ اُس آرٹکل کا لکھنے والا ہمکو متکبر اور سخت متعصب بتاتا ہی حالانکہ وہ ہمسے بھی زیادہ معلوم ہوتا ہی مگر ہمکو اسپر خیال کرنا نہین چاہیے بلکہ جو لفظ ہمارے دشمن نے بھی ہمارے حق مین کہے ہون اُنسے بھی ہمکو نصیحت پکڑنی چاہیے "

" ایک مقام پر اُس آرٹکل کا لکھنے والا لکھتا ہی کہ " کمیٹی کو مناسب ہی کہ +++ اس امر کی تفتیش کرے کہ آیا اُس قوم (یعنی مسلمانون) مین کبھی کوئی بڑا فلسفی یا شاعر پیدا بھی ہوا ہی جو ایمانداری کے ساتھ اپنی نسبت خود یہ باتین بیان کرے جو کمیٹی نے بیان کی ہین " اگر اس عبارت کا یہ مطلب ہو کہ ہمارے ملک کے ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن کے وقت مین (یعنی اُنکے طریقۂ تعلیم کے اثر سے) کوئی شخص ہماری قوم کا ایسا ہوا ہی یا نہین ؟ تو اسکا تو جواب صاف ہی کہ نہین ۔ اور اگر کبھی کے لفظ سے غیر مقید زمانہ مراد ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس آرٹکل کے لکھنے والے کو دوبارہ کیمبرج یونیورسٹی مین جاکر ہسٹری اوف فلاسفی اور ہسٹری اوف اورنیٹل لٹریچر پڑھنی چاہیے "

انڈین آبزرور کے مذکورۂ بالا آرٹکل مین جو سخت الفاظ مسلمانون کی نسبت استعمال کیے گئے ہین اور جنکا جواب سرسید کو بھی کسی قدر سختی کے ساتھ دینا پڑا اُنسے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہی کہ ۱۸۷۲ء تک اینگلو انڈینز کے خیالات مسلمانون کی نسبت کیسے تھے اور وہ مسلمانون کی قوم کو کسقدر ناقابل اور اُنکی تعلیم کے لیے کوشش کرنے کو کسقدر بے سود اور لاحاصل سمجھتے تھے اور مدرسۃ العلوم کی نسبت کیسے مخالفانہ خیالات رکھتے تھے ۔ باایں‌ہمہ جب یہ دیکھا جاتا ہی کہ آج اُسی قوم کے تمام اعلیٰ افسر

اور اعلے سے اعلے حکام اور ارکان سلطنت اس مدرسہ کے صرف مداح وثنا خوان ہی نہین بلکہ دل سے اُسکے مددگار ہین اور اُسکو ترقی دینا چاہتے ہین اور مسلمانون کی نسبت اُنکے وہ خیالات نہین رہے جواب سے ستائیس برس پہلے تھے تو ایک عجیب انقلاب معلوم ہوتا ہی اور تعجب ہوتا ہی کہ سرسید کی کوشش، حسنِ تدبیر، صبر اور استقلال نے اس قلیل عرصہ مین مدرستہ العلوم اور مسلمانون کی حالت کو کہان سے کہانتک پہنچا دیا ہی ۔

سرسید کی کامیابی اور اُسکے اسباب

سرسید کو اپنے مقاصد مین جو غیر متوقع کامیابی گذشتہ تیس برس کے اندر اندر ہوئی وہ اس حد سے گذر گئی ہی کہ لوگون کو باور کرانے کے لئے اُسکا ثبوت دینے کی ضرورت ہو؛ پس بجاے اسکے کہ اُسکا ثبوت پیش کیا جائے اُسکے اسباب کا سراغ لگانا بہتر معلوم ہوتا ہی؛ کیونکہ جو امر تیس برس پہلے محال معلوم ہوتا تھا اسکا اسقدر جلد وقوع مین آجانا بلاشبہہ اُسکے اسباب کی عظمت پر دلالت کرتا ہی اور چونکہ قوم کو ابھی سرسید جیسے بہت سے کامیاب شخصون کی ضرورت ہی اسلیئے امید ہی کہ اُنکی کامیابی کے اسباب کا بیان کرنا فائدہ سے خالی نہوگا ۔

ممکن ہی کہ سرسید کی کامیابی کی نسبت یہ خیال کیا جائے کہ اُنھون نے جتنے کام کیے وہ سب زمانہ کے مقتضا کے موافق کیے اور اسلیئے زمانہ خود اُنکی تائید کرنیوالا تھا۔ پس اُنکی کامیابی اُسیقدر تعریف کے لائق ہی جیسے اُس تیراک کی تیرائی جو دریا کے بہاؤ پر بے تکان تیرتا چلا جاتا ہی۔ مگر ہمارے نزدیک اس خیال مین کسی قدر غلطی ہی۔ زمانہ کا تقاضا اَور چیز ہی اور زمانہ کا اقتضا اور چیز،

بے شک زمانہ کا تقاضا یہی تھا کہ مسلمان اپنی حالت درست کرین، وقت کی ضرورتون کو سمجھین اور خواب غفلت سے بیدار ہون مگر اُسکا اقتضا بالکل اسکے برخلاف تھا؛ اُسکا اقتضا وہ تھا جو ملکۂ سبا نے سلیمانؑ کا پیغام سنکر اپنے درباریون سے کہا تھا کہ "اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّة" حکمران قوم جب مفتوح ہوتی ہے۔ خواہ فاتح قوم دانشمند اور منصف ہو اور خواہ وحشی اور ظالم۔ دونو صورتون مین اُسکا میلان پستی اور تنزّل کی طرف ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ اُسکو درحقیقت گورنمنٹ نہین گراتی بلکہ وہ آپ ہی اپنے بل مین گرتی چلی جاتی ہے۔ جس چال پر وہ قدیم سے چلی آتی ہے اسکے خلاف دوسری چال چلنا اُسکے لئے ایسا ہی دشوار ہوتا ہے جیسے کسی جسم کا اپنی حیزِ طبیعی کے خلاف حرکت کرنا۔ مفتوح قوم کو۔ گوکہ اُسکی اقبال مندی کا زمانہ بالکل ختم ہوگیا ہو۔ مدتِ دراز تک اقبال مندی کے خواب برابر نظر آتے رہتے ہین اور اُسکی امیدون کا طلسم بدستور بندھا رہتا ہے۔ اُنکو اپنی پستی اور تنزل کا شعور مطلق نہین ہوتا اور اپنی حالت کی اصلاح کا کبھی بھولکر بھی اُنکے دل مین خیال نہین گذرتا۔ اگر بالفرض اپنے تنزّل پر متنبّہ ہوتے ہین تو اُسکو زمانہ کی ناانصافی اور اپنی حق تلفی پر محمول کرتے ہین، اپنی نالائقی کی طرف ہرگز منسوب نہین کرتی۔ اسی بُھلاوے مین وہ گرتے گرتے اُس گہرے گڑھے مین جا پڑتے ہین جہان سے اُبھرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانون کی بھی ایسی ہی حالت تھی؛ وہ کچھ تو ڈیڑھ سو برس سے پست ہوتے چلے ہی آتے تھے اسپر طُرّہ یہ ہوا کہ واقعۂ ۵۷ء نے اُنکو اور بھی نیچے گرا دیا۔ اب اُنکے اُبھرنے کی بظاہر کوئی صورت باقی نہ رہی تھی اور وہ وقت کچھ دور نہ تھا کہ امریکا اور آسٹریلیا کے قدیم باشندون کی طرح ملک مین اُنکا عدم اور وجود برابر ہو جائے۔ پس اگر دنیا فی الواقع عالم اسباب ہے تو اس مین شک کرنے کی کوئی وجہ نہین ہے

کہ مسلمانون نے ابتک جو کچھ اپنی پولٹکل حالت مین ترقی کی ہے وہ صرف سرسید کی چہل سالہ کوششون کا نتیجہ ہے۔

کرنل گریہم سرسید کی لائف مین ایک موقع پر لکھتے ہین کہ "غدر کے زمانہ مین اور اُسکے بعد بہت مدت تک مسلمانون پر ایک بدلی چھائی رہی۔ اُس خوفناک زمانہ کے تمام مکروہات اُنکی طرف منسوب کیے جاتے تھے اور کچھ شک نہین کہ یہ تعصب (یعنی انگریزون کا) زیادہ تر بے جا تھا۔ مسلمانون کو اسکا بہت رنج تھا اور یہ بات اُنکو بُری معلوم ہوتی تھی۔ بظاہر کسی شخص نے اُنکی حمایت کی ہامی نہین بھری۔ سید احمد خان نے یہ مشکل کام اپنے ذمہ لیا اور جہانتک اسکی قدرت مین تھا اُسنے مسلمانون کی بگڑی ہوئی بات کو پھر بنا دیا"

تھیوڈور مارسین اپنے اُس آرٹکل مین - جو سرسید کی وفات کے بعد مئی ۹۸ء کے کالج میگزین مین چھپا تھا - لکھتے ہین کہ "غدر سے پہلے اور اُسکے بعد چند سال تک تقریبًا تمام انگریز مسلمانون کو بدگمانی کی نظر سے دیکھتے تھے اور اعتبار کے اعلے عہدون پر اُنکو ترقی دینے اور اُنکی خواہشون کے ساتھ ہمدردی ظاہر کرنے پر کسیطرح رضامند نہین ہوتے تھے۔ نہایت نمایان انقلاب جو فی الحال اینگلو انڈینز کے خیالات مین ظاہر ہوا ہے یہ سرسید ہی کی تلقین کا نتیجہ ہے ++++ اُسنے مسلمانون کے دل مین جہان نفرت اور بدگمانی تھی وہان اعتماد اور وفاداری کا درخت لگا دیا اور انگریزون کو یقین دلا دیا کہ مسلمان وفادار ہین"

اکیڈمی نام ایک ولایت کا اخبار مورخہ ۱۹ - دسمبر ۱۸۸۵ء کرنل گریہم کی لائف اوف سید احمد خان پر ریویو کرتے ہوے لکھتا ہے "کم سے کم اسقدر تسلیم کرنا ضروری ہے کہ اسلامی دنیا کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت کرنا نہین چاہیے۔ کروسیڈ کا زمانہ گذر گیا، اب اسلام دوسری جانب جوش ظاہر کر رہا ہے۔ اگرچہ اولڈ فیشن مسلمان سویلیزیشن کی ترقی کے مخالف ہین مگر اُنمین ایک آزاد خیال گروہ بھی موجود ہے۔ یہ گروہ صرف

ٹرکی ہی مین نہین ہی بلکہ ہندوستان مین بھی موجود ہی۔ اس ملک (یعنی انگلستان) کے لئے۔ جو مسلمانون کی سب سے زیادہ آبادی کا مالک ہی۔ نہایت ضروری ہی کہ اس امر کی نسبت عمدہ واقفیت حاصل کرے۔ اس سوال کے فیصلہ پر۔ کہ آیا اسلام اور شایستگی باہم موافقت رکھتے ہین یا نہین۔ پانچ کرور آدمیون کی آیندہ زندگی کا مدار ہی۔ کیا یہ آبادی (یعنی ہندوستان کے مسلمان) روز بروز مخالف ہوتی جائیگی ؟ کیا اسکے سرگروہ ممبر جہالت کے ساتھ کسی دوسری جگہ ہمدردی کرینگے تاکہ ہمارے دشمنون کے ہاتھون مین۔ جو اور ملکون مین ہین۔ چلے جائین ؟ اگر ایسا ہی تو انگلستان جسقدر جلد مصائب کے مقابلہ کے لئے تیار ہو اُسی قدر بہتر ہی۔ مگر اس معاملہ مین کرنل گریہم کی کتاب "سید احمد خان" نے ایک خُفیہ روشنی ڈالی ہی۔ یہ ایک کتاب ہی جو مغربی خیالات کی ہمدردی کا ایک عجیب و غریب تماشا دکھاتی ہی جو ایک انگریزی زبان سے ناواقف شیخ العرب کے خون نے ظاہر کیا ہی"

غرض کہ یہ خیال کرنا ٹھیک نہین کہ سرسید کو جو کچھ کامیابی ہوئی وہ صرف اس وجہ سے ہوئی کہ اُنکی کوششین زمانہ کے مقتضا کے موافق تھین، بلکہ اُنکی کامیابی صاف اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ جو کوششین استقلال، دانائی اور راستبازی کے ساتھ کیجاتی ہین وہ زمانہ کے اقتضا پر غالب آسکتی ہین۔

سب سے بڑا ثبوت اس بات کا۔ کہ زمانہ کا تقاضا۔ جب تک کوئی زبردست ہاتھ اُسکی پشتی پر نہو۔ کچھ نہین کرسکتا۔ یہ ہی کہ مدت دراز سے گورنمنٹ ہندوستان مین تعلیم نسوان جاری کرنا چاہتی ہی اور بیس پچیس برس سے تمام تعلیم یافتہ ہندو و مسلمانون مین اسکا جوش پھیلا ہوا ہی، اخبارون اور میگزینون مین سب سے زیادہ اسی مضمون کا زور شور ہی، بیسیون نوول اور رسالے اسی باب مین لکھے گئے ہین اور لکھے جاتے ہین، جابجا اسی غرض سے کمیٹیان قائم ہین؛ اس سے زیادہ زمانہ کا تقاضا اور کیا ہوسکتا ہی؟

مگر ہم دیکھتے ہین کہ آج تک جیسی کہ چاہیے کامیابی نہین ہوئی کیونکہ اسکا کوئی زبردست حامی مثل سید احمد خان کے کھڑا نہین ہوا ۔

ہمارے نزدیک سرسید کی کامیابی کا اصل سبب یہ تھا کہ اُنکی ذات مین وہ تمام خصلتین اور اخلاق بالطبع موجود تھے جو ایک رفارمر کی ذات مین جمع ہونے ضرور ہین ۔ رفارمر کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز سچائی اور راستبازی ہی کہ جس بات کو وہ اپنے نزدیک قوم کے حق مین بہتر سمجھے۔ اگرچہ ایک زمانہ اُسکا مخالف ہو۔ اُسکے ظاہر کرنے مین کچھ پس و پیش نہ کرے ۔ راستبازی کی مثال بعینہ ایسی ہی جیسے ریختہ کی چُنائی جو عین برسات کے موسم مین کیجائے ؛ راستباز آدمی کو بلاشبہہ بہت سی مخالفتون کا نشانہ بننا پڑتا ہی اور اسلیئے اُسکی کامیابی مین بہت دیر لگتی ہی مگر جو رد ّا ایک دفعہ رکھا گیا پھر اُسکو جنبش نہین ہوتی ۔ سرسید کو اپنی راستبازی کی بدولت بعض اوقات۔ جیسا کہ اس کتاب مین جا بجا بیان ہوا ہی۔ سخت خطرات پیش آئے ہین مگر بہت جلد وہ تمام خطرے رفع ہو گئے اور راستی نے اپنا پائدار نقش دلون پر بٹھا دیا ۔ استقلال۔ جسکی نسبت کہا گیا ہی کہ " الصبر مفتاح الفرج " وہ بھی بغیر راستبازی کے پیدا نہین ہوتا کیونکہ جسکو اپنے کام پر بھروسا نہین ہوتا وہ کبھی اپنے ارادہ پر قائم نہین رہ سکتا چنانچہ سرسید نے۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہین۔ سید مہدی علیخان کو ولایت سے لکھا تھا کہ "جون جون مخالفون نے نیکی کا مقابلہ کیا ہی وُون وُون نیکی بڑھتی گئی ہی ؛ پس اگر میرا کاربار سچا اور میری نیت نیک ہی تو انشاء اللہ تعالے اسمین کچھ نقصان نہین ہونے کا "

اکثر خیال کیا جاتا ہی کہ گورنمنٹ مین سرسید کا رسوخ و اعتبار سب سے بڑھکر اُنکی کامیابی کا باعث ہوا ہی ۔ بلاشبہہ مدرستہ العلوم کے قائم کرنے اور اُسکو موجودہ حالت تک پہنچانے مین اس خیال کو

ایک خاص حد تک صحیح مانا جا سکتا ہی مگر جسطرح سرسید کے رسوخ سے اُسکی تائید ہوئی ہی اسی طرح مزاحمت بھی کچھ کم نہین ہوئی ؛ اسی رسوخ و اعتبار کی بدولت ایک مدت تک سرسید کی نسبت لوگون کو طرح طرح کی بدگمانیان رہین ۔ ہزارون آدمی یہ سمجھتے تھی کہ انگریزی تعلیم کی اشاعت سے مسلمانون کو عیسائی یا لامذہب بنانا منظور ہی اور ہزارون یہ خیال کرتے تھے کہ مدرسہ قوم کے فائدہ کے لئے قائم نہین کیا گیا بلکہ اسلیے قائم کیا گیا ہی کہ انگریزی سلطنت کو زیادہ استحکام ہو ۔ اگرچہ اس خیال کا دوسرا جز صحیح تھا مگر پہلا جز اسلیے غلط تھا کہ حالتِ موجودہ مین مسلمانون کی قومی زندگی اسی بات پر موقوف ہی کہ انگریزی سلطنت کو زیادہ استحکام ہو۔

بہرحال سرسید کے رسوخ سے مدرسہ کو یقیناً بہت کچھ فائدہ پہنچا ہی ۔ خصوصاً سر جان اسٹریچی کی گورنمنٹ نے سرسید کا حوصلہ ہی نہین بڑھایا بلکہ اُنکے ارادون مین جان ڈالی ہی اور جتنے لفٹنٹ گورنر اضلاع شمال مغرب مین اور جتنے وایسرائے کالج کے قیام کے بعد آئے سبنے کالج پر بڑی توجہ مبذول رکھی ہی ؛ مگر ریفارمیشن کے عظیم الشان کام مین ۔ بجاے اسکے کہ یہ رسوخ ممد و معاون ہوا ہو ۔ اُسنے اور اُلٹی مزاحمت کی ہی ۔ ہر ایک قوم اور خاصکر مسلمانون کی قوم مذہبی خیالات کا مصلح اگر کسی کو تسلیم کر سکتی ہی تو اُسی شخص کو کر سکتی ہی جسمین وہ تمام خصوصیتین موجود ہون جو مذہبی تقدس کے لیے درکار ہین نہ کہ ایسے شخص کو جسمین بظاہر اس قبیل کی کوئی حیثیت نہ پائی جائے بلکہ سر تا سر اُسکی زندگی ایک دنیادار آدمی کیسی زندگی ہو خصوصاً سلطنت مین تقرب اور رسوخ پیدا کرنا عام اس سے کہ مسلمانون کی سلطنت ہو یا انگریزون کی ۔ مذہبی تقدس کے بالکل خلاف سمجھا جاتا ہی باوجود اسکے سرسید نے لاکھون مسلمانون کے دل مین اپنی اکثر اصلاحین تہ نشین کر دین پھر کیونکر

کہا جاسکتا ہی کہ گورنمنٹ مین اُنکا رسوخ اور اعتبار مطلقاً اُنکی کامیابی کا باعث ہوا ہی ۔

لیکن اگر فرض کرلیا جائے کہ سرسید کی تمام کامیابیون کا مدار اسی رسوخ اور اعتبار پر تھا تو بھی اصل سبب اُنکی راستبازی اور سچائی ٹھیریگی کیونکہ برٹش گورنمنٹ مین ایک نیٹو کا اسقدر رسوخ و اعتبار پیدا کرنا۔ جب تک کہ اُسکی وفاداری اور خلوص کا سونا سخت امتحان کی آگ پر تپایا نہ گیا ہو۔ ہرگز ممکن نہین

سب سے زیادہ اُنکے کامون مین مدد اور اُنکے ارادون کو تقویت اُنکے دوستون نے دی ہی اور یہ بھی ایک نتیجہ اُنکی راستبازی اور خلوص کا تھا۔ فی الواقع سرسید کو محض اپنی صداقت اور بے ریا محبت کی بدولت ایسے سچے دوست اور اعوان و انصار ملے جو اُس زمانہ مین نادرالوجود اور عجائب روزگار سے تھے ۔ شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ سرسید کے اعوان و انصار اُنکو اپنا مذہبی پیشوا سمجھکر اُنکے کامون مین مدد دیتے تھے، سو اس سے زیادہ کوئی غلط خیال نہین ہو سکتا ؛ اُنکے دوستون اور مددگارون مین۔ جہانتک کہ ہمکو معلوم ہی۔ ایک شخص بھی ایسا نظر نہین آتا جو اُنکو اپنا مذہبی پیشوا جانتا ہو یا اُنکے تمام اقوال اور تمام رایون کو تسلیم کرتا ہو۔ سرسید کے بہت سے دوست ایسے بھی تھے جنکو قومی معاملات سے کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی بعض اُنکی کوششون پر ہنستے تھے اور اُنکی جد و جہد کو رایگان سمجھتے تھے مگر ہر کام مین مدد دینے کو دل و جان سے حاضر تھے۔ جب چندہ کی ضرورت ہوتی تھی پہلے دوستون سے مانگا جاتا تھا پھر اَور لوگون کے سامنے ہاتھ پسارا جاتا تھا ۔ اگرچہ مقام اس بات کا مقتضی تھا کہ ان تمام بزرگون نے جس ذوق و شوق سے سرسید کے کامون مین مدد دی ہی اور جس امنگ اور چاؤ سے مدرسۃ العلوم کے چندون مین شریک ہوے ہین اور جو بیش بہا خدمتین قوم کی اُنسے بن آئین اُنکو مفصل بیان کیا جائے ؛ خصوصاً اس وجہ سے کہ سرسید کی آخری تمنا۔ جو پوری نہ ہوئی۔ یہ تھی کہ ایک کتاب بطور

تذکرۂ احباب کے اپنے قلم سے لکھ جائین ؛ مگر امید ہی کہ جو شخص مدرسۃ العلوم کی ہسٹری لکھیگا وہ اس فرض کو فراموش نہ کریگا کیونکہ یہ ذکر اسی موقع سے زیادہ مناسبت رکھتا ہی ۔

لیکن ایک شخص جو سرسید کے کامون کا صرف مددگار ہی نہ تھا بلکہ اس گاڑی کے ہانکنے مین گویا برابر کی جوڑ تھا - اگر اس موقع پر اُسکا ذکر قلم انداز کیا گیا تو ہمارے نزدیک سرسید کی کامیابی کا ایک بڑا سبب بیان کرنے سے رہ جائیگا ۔ اُس شخص سے ہماری مُراد محسن الملک سید مہدی علی خان ہین جو تمام قوم کے اتفاق سے سرسید کے بعد اُنکے جانشین ہوے ہین ۔ یہی وہ شخص ہی جسنے سب سے پہلے سرسید کو سمجھا ، اُنکی سچائی کو پرکھا ، اُنکے منصوبون کی تھاہ دریافت کی اور اُنکے مقاصد کی عظمت کا اندازہ کیا اُن کا اُسوقت ساتھ دیا جب کوئی ساتھی نہ تھا ، اور اُسوقت مدد دی جب کسی سے مدد کی امید نہ تھی ۔ سرسیّد ولایت مین خطبات احمدیہ لکھ رہے تھے اور سید مہدی علی ہندوستان سے اُسکے لیے مٹیریل بھیجتے تھے وہ ولایت مین اُسکو چھپوا رہے تھے اور یہ ہندوستان سے اُسکی چھپائی کے لیے چندہ وصول کر کر کے روانہ کرتے تھے ۔ جب سرسید ولایت سے واپس آئے اور کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان قائم کرنی چاہی اُسوقت اُنپر عجب مایوسی کا عالم تھا ، جو منصوبے دل مین باندھ رکھے تھے اُنمین سے کسی کے پورا ہونے کی امید نہ تھی ۔ سید مہدی علی مرزاپور سے بنارس گئے اور سرسید کی ڈھارس بندھوائی ؛ چنانچہ کمیٹی بڑی دھوم دھام سے قائم ہوئی ۔ جب کمیٹی نے - اس بات کے دریافت کرنے کو کہ مسلمان سرکاری کالجون اور اسکولون مین کیون نہین پڑھتے - انعامی رسالے لکھوانے کا اشتہار دیا سید مہدی علی نے نہایت کوشش سے ایک مبسوط اِسّے لکھا جو سب رسالون مین اول درجہ کا تسلیم کیا گیا اور پانسو کا انعام - جسکے وہ مستحق تھے - اپنے سے نیچے درجہ کا رسالہ لکھنے ولے کو دلوایا ۔ جب تہذیب الاخلاق

جاری ہوا اور سرسید نے رفارمیشن کا کام علی الاعلان شروع کیا سید مہدی علی پہلے شخص تھے جنھون نے نہایت دلیری سے سرسید کی تائید مین مضامین لکھنے پر کمر باندھی جو معزز خطاب مولوی اور واعظ سرسید کو دے رہے تھے سید مہدی علی نے بھی اُنکا استحقاق پیدا کیا اور کفر کے فتوون کی بوچھاڑ۔ جو اکیلے سید پر پڑ رہی تھی۔ آدھی اپنے سر پر لی ۔

سرسید کی تحریرین اکثر نشتر کا کام کرتی تھین مگر سید مہدی علی کی تحریرون نے مرہم کا کام کیا؛ سرسید ہمیشہ مسلمانون کو نفرین و ملامت کرتے تھے، اگلے علما کی غلطیان ظاہر کرتے تھے، جو کچھ اپنی تحقیق ہوتی تھی۔ اکثر بغیر اسکے کہ سلف کے اقوال سے اُسپر استشہاد کرین۔ حوالۂ قلم کر دیتے تھے، سید مہدی علی نے مسلمانون کے اسلاف کے کارنامے بیان کرکے قوم کے دل بڑھائے اور جو کچھ سرسید کی تائید مین لکھا مستند اور معتبر کتابون کے حوالہ سے لکھا ۔ اُنکے اکثر مضامین بجاے خود بڑے بڑے رسالے ہین جو نہایت چھان بین اور تلاش کے بعد لکھے گئے ہین ۔ تہذیب الاخلاق کے مضامین لکھنے مین باوجود اسکے کہ اُنکی صحت ہمیشہ نازک حالت مین رہی ہے وہ اس قدر منہمک ہو گئے تھے کہ سرکاری کام مین حرج واقع ہونے لگا ۔ سنا ہے کہ اُنکے بالادست افسر کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اُسنے سرسید کو لکھا کہ مہدی علی کو سمجھاؤ وہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہون ورنہ مجبوراً اُنکی نسبت رپوٹ کرنی پڑیگی ۔

مدرسۃ العلوم کو جو مالی مدد اُنھون نے اپنی جیب سے اور اپنی کوشش سے پہنچائی اُسکا اندازہ کرنا مشکل ہے ۔ سرسید سے کیا مدرسہ کے انتظام کے متعلق اور کیا مذہبی مسائل کے متعلق وہ اکثر اختلاف کرتے تھے مگر مخالفت کبھی نہین کی ۔ ہمیشہ سرسید کا دل ہاتھ مین رکھا اور مدرسہ کی مصلحت اسی مین

سمجھی کہ سرسید کی رائے کا ہر حال مین اتباع کیا جائے۔ اگر سرسید نے اُنکی رائے کے خلاف بھی کسی تجویز پر زور دیا اُسکو بھی طوعًا و کرہًا منظور کر لیا اور یہ سمجھا کہ اگر اُنکی رائے فی الواقع غلط ہی تو اسکا تدارک ممکن ہی لیکن اگر مزاحمتون کے سبب مدرسہ کے کام سے اُنکا جی چھوٹ گیا تو اسکا کچھ تدارک نہین ہو سکتا۔

حیدرآباد سے آکر اُنھون نے علیگڈھ ہی مین رہنا اختیار کیا اور بہت سے عملی کام مدرسہ کے متعلق انجام دیے، محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کو ترقی دینے کی تدبیرین کین اور اُسکی طرف مسلمانون کو خاص توجہ دلائی اور خود ہر ایک اجلاس مین نہایت مفید لکچر اور اسپیچین دین۔ پھر بمبئی مین جاکر وہان کے مسلمانون کو مدرسہ اور کانفرنس کی طرف متوجہ کیا یہانتک کہ اُنھون نے کانفرنس کو بمبئی مین بلایا مگر سرسید کے کبرسن کے سبب وہان کانفرنس کا منعقد ہونا موقوف رہا۔ سرسید کی وفات سے پہلے وہ پھر علیگڈھ مین آئے اور اُنکے اخیر دم تک وہین رہے اور اس آخری رفاقت مین بھی دوستی اور محبت کا حق پورا پورا ادا کیا۔ سرسید کی وفات کے بعد جو غیر معمولی مستعدی اور سرگرمی قومی خدمات مین اُنسے ظہور مین آئی وہ اس بات کا کافی ثبوت ہی کہ اُس مرحوم کے بعد کوئی شخص محسن الملک سے زیادہ اُنکی جانشینی کے لیے مناسب نہ تھا۔ اُنھون نے اپنی صحت اور طاقت سے بڑھکر چندہ جمع کرنے مین کوشش کی اور توقع سے زیادہ کامیابی حاصل کی۔

باوجود ان تمام خدمات کے اپنے ہر ایک کام کو ہمیشہ سرسید ہی کی طرف منسوب کیا اور اپنے تئین ایک مشین سے زیادہ کبھی کچھ نہ سمجھا۔ اٹاوہ کے ایڈریس مین جب لوگون نے اُنکی قومی خدمات کی تعریف کی اُنھون نے اُسکے جواب مین صاف صاف کہدیا کہ ان خدمات کو میری طرف منسوب کرنا تہمت ہی اس تعریف کا سید احمد خان کے سوا کوئی مستحق نہین۔ سرسید کے بعد اُنکا جانشین بننے کی۔ جہانتک کہ ہمکو معلوم ہی

اُنکو مطلق خواہش نہ تھی مگر تقریبًا تمام ٹرسٹی، تمام کالج اسٹاف، تمام کالج سٹوڈنٹس، صوبہ کے تمام اعلےٰ حکام اور افسر- جو کالج کے بہی خواہ تھے، تمام ڈلیگیٹ- جو پچھلے سال بمقام لاہور محمدن ایجوکیشنل کانفرنس مین شریک ہوے، تمام مسلمان اخبار اور عمومًا تمام مسلمان- جنکو قومی معاملات سے دلچسپی تھی- سب اس بات پر متفق تھے کہ اُنکو کالج ٹرسٹیز کا سکرٹری بنایا جائے اسلیئے اُنکو اسکے سوا کچھ چارہ نہ تھا کہ اس جوئے کو اپنے کندھے پر رکھین۔

الغرض سرسید کو ایسے دوستون کا ملنا- جنکا نواب محسن الملک کو ایک عمدہ نمونہ سمجھنا چاہیے- اُن کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب تھا اور یہ محض اُنکی راستبازی اور قوم کی سچّی ہمدردی کا نتیجہ تھا کہ ایسے ایسے مرغِ زیرک خود بخود آکر جال مین پھنسجاتے تھے اور اُس زمانہ پر جو آزادی مین گذرا تھا افسوس کرتے تھے۔ جیسا کہ نظیری نے کہا ہی

"نالہ از بہر رہائی نکند مرغ اسیر　　　خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبود"

ایک اور خدا ساز تائید سرسید کے منصوبون کی یہ ہوئی کہ پنجاب کے مسلمان- جنھون نے برٹش گورنمنٹ کی بدولت ایک مدت کے بعد نئی زندگی حاصل کی تھی اور اسلیئے انگریزی تعلیم اور انگریزی خیالات کو خیر مقدم کہنے کے لئے تیار بیٹھے تھے- سرسید کی منادی پر وہ اسطرح دوڑے جیسے پیاسا پانی پر دوڑتا ہی۔ اُنھون نے صرف یہی نہین کہ مدرسۃ العلوم کو مالی مدد پہنچائی بلکہ سچ یہ ہی کہ سرسید اور اُنکے کامون کی کسی صوبہ نے عام طور پر ایسی قدر نہین کی جیسی پنجاب والون نے کی۔ کالج مین اُنھون نے ہر ایک صوبہ سے زیادہ لڑکے تعلیم کے لیے بھیجے، ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتھ اُنھون نے سب سے زیادہ دلچسپی ظاہر کی، سرسید کی ہر قسم کی اصلاحین اُنھون نے سب سے زیادہ قبول کین اور قوم کی بھلائی کے کامون مین سب سے بڑھکر

اُنھون نے سرسید کی تقلید اختیار کی ؛ یہانتک کہ اُنکو زندہ دلانِ پنجاب کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ۔ اُنھون نے ہندوستان کے اَور حصون کی طرح سرسید کو مسلمانون کی صرف دنیوی ترقی کا خواستگار مگر دین کا مخرب نہین ٹھیرایا بلکہ اُنکو دنیا اور دین دونو کا سچا خیر خواہ اور خیر اندیش سمجھا ۔ حق یہ ہو کہ قومی خدمات کی داد جو قوم کی طرف سے سرسید کو ملنی چاہیے تھی اُسکا حق پنجاب کے مسلمانون کے برابر کسی صوبہ سے ادا نہین ہو سکا اور جو تقویت برٹش گورنمنٹ کی امداد اور حضور نظام کی فیاضی اور بعض دیگر ریاستون کے عطیون سے ہوئی پنجاب کے عام مسلمانون نے اُس سے کچھ کم تقویت سرسید کو نہین پہنچائی ۔

سرسید کی کامیابی کے اسباب مین اگر کالج اسٹاف کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ ایک بہت بڑی نانصافی ہوگی ؛ خصوصاً یوروپین اسٹاف کے بعض ممبرون نے باوجود غیر قوم اور غیر مذہب ہونے کے کالج کے انتظام اور اُسکی ترقی اور فروغ دینے مین درحقیقت سرسید کے دست و بازو کا کام کیا ہو ۔ اُنھون نے صرف اپنے منصبی فرائض پر جنکے لئے وہ بُلائے گئے تھے۔ بس نہین کی بلکہ سرسید کے خاص مشن مین جسپر کالج کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ معتد بہ حصّہ لیا ہو ۔ اُنھون نے کالج کو گورنمنٹ اور مسلمانون کا معتمد علیہ بنایا اور اُسکے ساتھ ایک خاص تعلق پیدا کیا جسکی وجہ سے سرسید کالج اور بورڈنگ ہوس کی طرف سے بالکل نچنت اور فارغ بال ہو گئے ۔ اُنھون نے اپنے اقوال اور افعال سے ثابت کر دیا کہ وہ مسلمانون کی درماندہ قوم کے سچے خیر خواہ اور اُنکے ترقی کے دل سے آرزومند ہین ۔ مگر درحقیقت یہ سب نتیجے اُسی مرحوم کی راستبازی اور صاف دلی کے تھے ؛ اگر وہ یوروپین اسٹاف پر پورا پورا اعتماد نہ کرتے اور کالج اور بورڈنگ ہوس کی باگ اُنکے حوالہ نہ کر دیتے تو ہرگز امید نہ تھی کہ یوروپین پروفسر اپنے معمولی فرائض سے ایک انچھ آگے بڑھنے کا ارادہ کرتے ۔

اگر سرسید کی ذات مین صرف راستبازی ہی کی صفت ہوتی اور اُسکے ساتھ فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی نہوتی توشاید اُنکی کامیابی مین زیادہ دیر لگتی بلکہ ممکن تھا کہ اُنکو اپنی کوشش کا پھل اپنی زندگی مین دیکھنا نصیب نہوتا مگر خوش قسمتی سے اُنکے ظرف مین زہر وانگبین دونو موجود تھے گو اُنکی راست گوئی نے بہت سے لوگون کو بدکایا مگر فراخ حوصلگی اور کشادہ دلی نے ایک زمانہ کو اُنکی طرف جھکایا اُنھون نے ابتدا سے اخیر تک جس کام کے لیے چندہ کھولا اُسمین سب سے پہلے خود سبقت کی اور اپنی بساط اور حیثیت سے بمراتب بڑھکر دیا وہ ایک بانیِ مدرسہ کی نسبت اپنے ایک دوست کو ولایت سے لکھتے ہین

" افسوس کہ آپ نے اپنی تقریر مین یہ نفرمایا کہ خود بانی نے - جو فضلِ الٰہی سے اپنے شہر کے تمام مسلمانون مین زیادہ ذی مقدور ہین - کسقدر روپیہ دیا ' اُسوقت البتہ آپ کی لعنت ملامت محتاجانِ شہر پر - جو نان شبینہ کو محتاج ہین - درست و بجا ہوتی - مین سوسائٹی کے لیے سب سے بھیک مانگتا ہون مگر دس ہزار کئی سو روپیہ مجھ فقیر نے اپنے پاس سے دیا ہی ؛ پس ایسی حالت مین اگر مین آپ سے سو روپیے دینے کو کہون تو کچھ مضایقہ نہین "

اسکے سوا عزم جزم اور دلیری - جو ہر کامیابی کی جڑ ہی اور دنیا کے تمام کامیاب شخصون مین ہمیشہ دیکھی گئی ہی - سرسید مین معمولی آدمیون سے بہت بڑھکر تھی ۔ وہ مشکل سے مشکل کام کو - جب ضروری سمجھ لیتے تھے - بغیر تردد اور تذبذب کے اُسکو فوراً کر بیٹھتے تھے اور جب کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا قطعی فیصلہ کر لیتے تھے پھر کبھی اُسمین پس وپیش نہ کرتے تھے ۔ اسکے سوا اُنمین اَور اکثر خصوصیتین ایسی تھین جنکے بغیر کوئی چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام دنیا مین انجام نہین پا سکتا جیسے سعی و جفاکشی ' فرائض کی پابندی ' حزم واحتیاط وغیرہ وغیرہ ۔

ایک اَور خداداد قابلیت اُنکی فصاحتِ بیان تھی جسمین سچی ہمدردی کے جوش نے کشش

مغالطےسی پیدا کردی تھی اور چھاپے کی آزادی نے اُسکے لیے ہر ایک میدان صاف کر دیا تھا۔ اگرچہ اسمین شک نہین کہ اگر آزادی کا زمانہ نہوتا اور گورنمنٹ کی طرف سے زبانون پر مہر لگی ہوئی ہوتی تو سرسید کو اسطرح کھلے بندون اپنی رائین ظاہر کرنے کا موقع نہ ملتا مگر یہ بات فراموش کرنی نہین چاہیے کہ جسوقت اُنھون نے رسالہ اسباب بغاوت لکھکر گورنمنٹ مین پیش کیا وہ ایک ایسا نازک وقت تھا کہ اُسوقت کسی کو آزادانہ رائے ظاہر کرنے کی جرأت نہ تھی؛ چنانچہ کسی قدر اُنکو اپنی جرأت اور دلیری کا خمیازہ بھگتنا بھی پڑا، بعض جلیل القدر انگریز اُنکے سخت مخالف ہوگئے جس سے کچھ دنون وہ مارشل لا کی زد مین رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آزادی کا زمانہ نہ ہوتا تو بھی شاید یہ چشمہ اُبلے بغیر نہ رہتا۔

## سرسید مین مختلف لیاقتون کا جمع ہونا

ایک شریف اور لائق انگلشمین نے - جب کہ سرسید زندہ تھے - ہمارے سامنے اُنکا ذکر کرتے وقت یہ کہا تھا کہ "یوروپ مین بلاشبہہ ایسے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہین جو کسی خاص علم یا فن یا صنعت مین فرد کامل ہین اور جنکا نظیر ایشیا مین ملنا مشکل ہے لیکن ایسے جامع حیثیات اشخاص - جیسے کہ سید احمد خان ہین - وہان بھی کمیاب بلکہ نایاب ہین" اسی لئے آلہ آباد مین ایک عام جلسہ کے موقع پر ایک لائق اور فاضل پنڈت نے یہ الفاظ[1] کہے تھے کہ "ہم مسلمانون سے دولت مین زیادہ ہین، تعلیم مین زیادہ ہین، تعداد مین زیادہ ہین؛ مگر افسوس ہے کہ ہم مین کوئی سید احمد خان نہین ہے؛ بلکہ اگر ہم بیس بھی ملکر ایک ہو جائین تو بھی سید احمد خان کے برابر نہین ہو سکتے"

[1] خان بہادر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ نے اپنی ایک تحریر مین یہ قول نقل کیا ہے ۱۲

فی الحقیقۃ یہ بات کچھ کم تعجب انگیز نہین ہی کہ جس شخص کو تعلیم و تربیت کے زمانہ مین اسکول کی ہوا تک نہ لگی ہو اور جسنے چالیس برس کی عمر تک تعلیم مین کسی قسم کا تجربہ حاصل نہ کیا ہو وہ تعلیمی معاملات مین ایسا امتیاز پیدا کرے کہ علمی دنیا مین اُسکو مسلمانون کی تعلیم کا پروفٹ خیال کیا جائے ۔ یا جس شخص نے ایک ایسی سوسائٹی مین ہوش سنبھالا ہو۔ جہان دو سو برس سے کسی نے پالٹکس کا خواب تک نہ دیکھا تھا۔ وہ بغیر اسکے کہ کسی پولٹکل خدمت پر مامور رہا ہو انگلش گورنمنٹ مین ایک رکن سلطنت خیال کیا جائے ۔ یا جو شخص مذہبی تعلیم مین متوسط سے بھی کم درجہ رکھتا ہو اور جسنے علوم جدیدہ کا ایک حرف کسی اُستاد سے نہ پڑھا ہو وہ مذہب اور سائنس مین مصالحت کرانے کا بیڑا اُٹھائے اور اسلام مین ایک نئے علم کلام کی بنیاد ڈال جائے ۔ اسی طرح اور مختلف لیاقتین جو اس شخص کی ذات مین جمع تھین اُنمین سے ایک بھی ایسی نہین معلوم ہوتی جو تعلیم یا اکتساب سے حاصل ہوئی ہو۔

اگرچہ سرسید کی تمام لیاقتون کا اصل مخرج اُنکی غیر معمولی قابلیت اور استعداد تھی مگر اُس قابلیّت کو قوت سے فعل مین لانیوالی زمانہ کی ضرورتین، اور اُن ضرورتون کا پورا پورا احساس، اور قوم مین اُن ضرورتون کے رفع کرنیوالون کا قحط تھا جسنے سرسید کو۔ اُس معمار کی طرح جو تعمیر کے لیے آپ ہی اینٹین پکائے، آپ ہی مصالح تیار کرے، آپ ہی پاڑ باندھے، آپ ہی ٹوکری ڈھوئے، آپ ہی نقشہ بنائے اور آپ ہی عمارت چُنے۔ ایک سر و ہزار سودا کا مصداق بنا دیا تھا۔ دنیا مین عموماً کام کرنے والے لوگ الگ ہوتے ہین اور سوچنے والے الگ، ایک مصنف مشکل سے معماری و سنگتراشی کی طرف متوجہ ہو سکتا ہی، عمدہ لکھنے والے اکثر عمدہ بولنے والے نہین ہوتے، مذہبی تحقیقات مین مصروف رہنے والون کو ملکی معاملات سے بہت کم لگاؤ ہوتا ہی؛ مگر جہان سب چیزون کی ضرورت ہو اور ایک کے سوا کوئی

اُس ضرورت کا احساس کرنیوالا نہو وہان سب کام اُسی ایک کو کرنے پڑتے ہین ۔ یہی وجہ تھی کہ سرسید کبھی ایک کام پر ہاتھ ڈالتے تھے، کبھی دوسرے کام کی طرف متوجہ ہوتے تھے، ایک زمانہ مین اُنھون نے اُردو ڈکشنیری لکھنے کا ارادہ کیا، پھر اُسی زمانہ مین اُردو لٹریچر کی تاریخ لکھنے کے لیے مٹیریل جمع کیا، اُس سے پہلے وہ صوبہ شمال مغرب مین ایک عظیم الشان یتیم خانہ کی بنیاد ڈالنے والے تھے، انگریزی زبان سے علوم و فنون کی کتابین ترجمہ کرنے کے لئے اُنھون نے بڑے بڑے سامان کئے تھے، اگرچہ یہ سب کام ادھورے رہے مگر ان باتون سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہی کہ جہان قومی ضرورتین ایک شخص کے سوا دوسرون کو محسوس نہین ہوتین وہان ایک فرد واحد کو کیا کیا کرنا پڑتا ہی

بہرحال اسمین شک نہین کہ سرسید کی فطرت مین مختلف بلکہ متضاد کامون کے کرنے کی قابلیت تھی جسکی نسبت مسٹر ارنلڈ نے سرسید کی وفات کے بعد اپنی اسپیچ مین بمقام لاہور یہ الفاظ کہے تھے کہ "دنیا مین بڑے آدمی اکثر گذرے ہین مگر اُنمین ایسے بہت کم نکلینگے جنمین یہ حیرت انگیز اوصاف اور لیاقتین جمع ہون ۔ وہ (یعنی سرسید) ایک ہی وقت مین اسلام کا محقق، تعلیم کا حامی، قوم کا سوشل رفارمر، پولیٹیشن، مصنف اور مضمون نگار تھا،" اسلئے ہم چاہتے ہین کہ بقدر ضرورت اُنکی چند نمایان لیاقتون کا اس عنوان کی ذیل مین جدا جدا ذکر کرین ۔

**پولٹکل**

اگرچہ بہ ظاہر سرسید کے پولٹکل ورکس مین چند تحریرون اور اسپیچون کے سوا اور کچھ نظر نہین آتا مگر درحقیقت - جیسا کہ اُنکی بائیوگرفی سے ثابت ہوتا ہی - ۱۸۵۷ء کے بعد جو کچھ اُنھون نے لکھا یا کہا یا کیا اُسکا بہت بڑا حصہ مسلمانون کی پولٹکل حالت کی اصلاح سے علاقہ رکھتا ہی ۔ اس شخص نے نہ انگریزی تعلیم پائی تھی - جسکے بغیر انگریزی طرز حکومت کا ذہن نشین ہونا قریب ناممکن کے تھا - اور نہ ملک مین کوئی نظیر کسی ایسے پولیٹشن کی دیکھی تھی جسکی تقلید کچھ کام آتی، اور نہ گورنمنٹ کی

کسی ایسی خدمت پر مامور رہا جہان ملکی معاملات کا کچھ تجربہ حاصل ہوتا ؛ باوجود اسکے اُس نے اپنی مآل اندیش اور سلیم طبیعت سے خود ہی اس مشکل کو حل کر لیا اور ایک ایسا پولٹکل کورس اختیار کیا جو بالکل صحیح اور بے خطا تھا ۔

وہ سلطنت مغلیہ کے ایک قدیم متوسل گھرانے کا ممبر تھا اور خود دارالخلافہ کی خاک سے پیدا ہوا اور قلعۂ معلّٰے کے سایہ مین نشو و نما پائی ؛ اسلئے یہ ایک نیچرل بات تھی کہ فاتح قوم کی حکومت کو وہ ایک ناگواری کی نظر سے دیکھتا ۔ مگر اُسکی عقل اُسکی طبیعت پر غالب تھی ، اسلئے قومی تعصبات اُسکو مغلوب نہین کر سکے ۔ اُسنے دیکھا کہ ہندوستان سے مسلمانون کی حکومت کا اُٹھ جانا کوئی اتفاقی یا غیر متوقع امر نہ تھا بلکہ فی الحقیقۃ اُنمین حکمرانی کی لیاقت باقی نہین رہی تھی اور اُنکا دَوْر پورا ہو چکا تھا اور اسلئے ضرور تھا کہ ہندوستان پر کوئی دوسری قوم حکمران ہو ۔ اُسنے انگریزی طرز حکومت کو نہایت غور سے دیکھا اور اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ ہندوستان کے حق مین ۔ جہان مختلف مذہب اور مختلف نسل کی قومین آباد ہین ۔ اور خاصکر مسلمانون کے حق مین ۔ جو بتیس[۳۲] دانتون مین زبان کی مانند ہین ۔ کسی قوم کی حکومت انگریزی حکومت سے بہتر نہین ہو سکتی ۔ پس بجاے اسکے کہ اُسنے برٹش حکومت کو ناگواری کی نظر سے دیکھا ہو ۔ اُسکو مسلمانون کی حکومت کا نعم البدل سمجھا اور اُسکی خیر خواہی کو ملک اور قوم کی خیر خواہی کا ایک سب سے عمدہ ذریعہ خیال کیا ۔

وہ جسقدر انگلش قوم کی دانشمندی اور شایستگی سے واقف تھا اُس سے زیادہ اُسکی ملکی اور جنگی طاقت سے باخبر تھا ۔ اسکو غدر کے نازک موقع پر جب کہ فی الواقع سلطنت کے ارکان متزلزل ہو گئے تھے اور بڑے بڑے سمجھدار آدمیون کو یہ امید نہ رہی تھی کہ ہندوستان مین انگریزی تسلط پھر قائم ہوگا ۔ اگرچہ

اگرچہ اپنی جان کے بچنے کی بہت کم امید تھی مگر انگریزی تسلط کے جلد از سر نو قائم ہو جانے کا پورا یقین تھا۔ اُنکے ایک دوست۔ جو اُسوقت بجنور مین موجود تھے۔ اُنکا بیان ہے کہ "عین اُس بدعملی کے وقت۔ جبکہ تمام روہیلکھنڈ مین کوئی یوروپین یا یوریشین باقی نہ تھا۔ سید احمد خان ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ کم و بیش ایک سال بعد تمام ملک مین انگریزی تسلط بدستور قائم ہو جائیگا۔ اور گورنمنٹ کے بے شمار خیر خواہون مین کسی کے چہرہ سے وہ اطمینان اور استقلال ظاہر نہین ہوتا تھا جیسا سرسید کے چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا" ہم پہلے حصہ مین لکھ چکے ہین کہ سرسید نے۔ جب کہ تمام ضلع بجنور مین نواب محمود خان کی دوہائی پھر رہی تھی۔ نواب کے مونہ پر صاف کہدیا تھا کہ انگریزی عملداری جانے والی نہین ہے' آپ ملک گیری کا خیال دل سے نکال ڈالین۔ اور جب کہ سرسید کا اثاث البیت اور کتابین اور سب کچھ بجنور مین لٹ چکا تھا اور جان کے لالے پڑے ہوے تھے۔ وہ تاریخ سرکشیِ بجنور کے لئے نہایت اطمینان کے ساتھ مٹیریل جمع کرتے جاتے تھے اور روزانہ تمام حالات قلمبند کرتے تھے اور تمام تحریرین جو کہ وہ نواب یا چودھریون کو لکھتے تھے یا جو اُنکے پاس سے وصول ہوتی تھین' یا وہ خود آپس مین ایک دوسرے کو بھیجتے تھے سب بہم پہنچا کر اپنی کتاب مین درج کرتے تھے۔ ایسا اطمینان۔ سوا اُس شخص کے جو ملکی معاملات مین پرانا تجربہ کار ہو یا جسکی رائے ایسے امور مین فطرۃً سلیم واقع ہوئی ہو۔ دوسرے کو ہرگز نہین ہو سکتا۔

سرسید کی پولٹکل قابلیت پر اس سے زیادہ اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ اُسنے غدر کے بعد اینگلو انڈین اخبارون اور اینگلو انڈین افسرون کی عام رائے کے برخلاف اپنی کتاب اسباب بغاوت مین نہایت زور شور کے ساتھ اس بات کی تردید کی کہ ۵۷ء کا غدر ایک ملکی بغاوت تھی یا اُسکی بنیاد برٹس حکومت کے خلاف کسی عام سازش پر تھی؛ اور اس امر کے ثابت کرنے مین کامیاب ہوا

کہ اس سرکشی کا اصل باعث محض سپاہیون کی عدول حکمی تھی جسنے رفتہ رفتہ اُن عام غلط فہمیون کے سبب جو گورنمنٹ کی نسبت ملک مین پھیلی ہوئی تھین۔ ملکی بغاوت کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اُسنے جو اسباب ان غلط فہمیون کے بتائے اُنپر پارلیمنٹ مین مدت تک مباحثے رہے اور آخرکار اُنمین سے اکثر بالاتفاق تسلیم کیے گئے؛ یہانتک کہ گورنمنٹ نے اُنکا فوراً تدارک کیا۔

سرسید نے اس کتاب مین گورنمنٹ پر بہ نسبت نیشنل کانگرس کے کچھ کم نکتہ چینی نہین کی مگر سرسید کی نکتہ چینی کئی باتون مین کانگرس سے مختلف تھی۔ سرسید نے جو الزامات گورنمنٹ پر عائد کیے تھے اُنکی اطلاع گورنمنٹ اوف انڈیا اور پارلیمنٹ کے سوا کسی متنفس کو نہین ہوئی اور کانگرس نے جو الزام گورنمنٹ پر لگائے اُنکی تمام ملک مین منادی کی گئی۔ سرسید نے رعایا اور گورنمنٹ کی غلط فہمیان دور کرنے مین کوشش کی اور کانگرس نے غلط فہمیون کے پھیلانے مین۔ سرسید نے اُن باتون کی خواہش کی جنسے تمام ملک کا فائدہ متصور تھا اور کانگرس نے زیادہ تر اُن باتون پر زور دیا جنسے صرف تعلیم یافتہ جماعتون کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ سرسید کی تمام خواہشون مین گورنمنٹ اور رعایا دونو کی مصالح ملحوظ رکھی گئی تھین اور کانگرس کی اکثر خواہشین گورنمنٹ کی مصالح ملکی کے برخلاف تھین۔ اسی لئے سرسید کی اکثر شکایتون کا۔ جو کہ اُسنے بنفس واحد اپنی طرف سے پیش کی تھین۔ فوراً تدارک کیا گیا اور کانگرس کو۔ باوجودیکہ وہ تمام ملک کی قائم مقامی کا دعوے کرتی ہے۔ آجتک ایک[1] بات کے سوا جسکی بنیاد قانونی کونسل مین محض سرسید کی تحریک سے سنہ ۱۸۶۱ مین پڑ چکی تھی کسی بات مین نمایان کامیابی حاصل نہین ہوئی۔ چنانچہ اخبار سینٹ جیمس بجٹ مین سرسید کی

[1] یعنی لیجس لیٹو کونسل مین ہندوستانیون کا بذریعۂ الکشن کے ممبر مقرر ہونا ۱۲

کتاب پر یہ ریمارک کیا گیا تھا کہ " ہمارے نزدیک سید احمد خان کی شکایتون کا اثر بہت جلد اور بہت وسعت کے ساتھ ہوا ہی بہ نسبت اُن شکایتون کے جو لال موہن گھوس اور اُسکے اسکول کے نوجوان آدمی نہایت فصاحت کے ساتھ کرتے ہین "

ایک اَور ثبوت سر سید نے اپنی پولٹکل قابلیت کا ۱۸۷۱ع مین اُسوقت دیا جب کہ ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب " اَور انڈین مسلمانز " نے ہندوستان سے لیکر انگلستان تک تمام حکمران قوم کے دل مین مسلمانون کی طرف سے ہمیشہ کے لئے بدگمانی کا بیج بو دیا تھا ۔ وہ تیرہ برس سے برابر اس کوشش مین تھے کہ جو بے اصل شکوک و شبہات حکمران قوم کے دل مین مسلمانون کی نسبت پیدا ہو گئے ہین اُنکو رفع کیا جائے اور جہانتک ممکن ہو انگریزون اور مسلمانون مین صفائی اور خلوص اور دوستانہ میل جول کو ترقی دیجائے ۔ مگر ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب اُن غلط فہمیون کو اَور تقویت دینے والی اور گویا کہ سر سید کی تیرہ برس کی کوشش کو برباد کرنے والی تھی ۔ اگرچہ - جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہی - سر سید کو اُسوقت کالج کی ابتدائی مشکلات کا سامنا تھا اور وہ رات دن اسی اُدھیڑ بُن مین مصروف رہتے تھے باوجود اسکے کتاب مذکور کا شایع ہونا تھا کہ اُنھون نے سب کام چھوڑ کر اُسپر ریویو لکھنا اور پایونیر مین اُسکو چھپوانا شروع کیا - اس ریویو نے ڈاکٹر ہنٹر کی غلطیان اور مسلمانون کے مذہب سے اُنکی ناواقفیت انگریزون کے دل مین تہ نشین کر دی اور اس غلط خیال کو کہ اسلام بغاوت کی تعلیم دیتا ہی اور وہابی مسلمان گورنمنٹ کے لئے خطرہ کی چیز ہین اُنکے دل سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا - اُسنے اس غلط فہمی ہی کو رفع نہین کیا بلکہ ضمناً یہ بھی ثابت کر دیا کہ ایسی نازک حالت مین - جیسی کہ اُسوقت ہندوستان کی حالت تھی - ایسی تحریرین شایع کرنا - جو حاکم و محکوم مین تفرقہ ڈالنے والی ، حاکمون کے غصہ کو مشتعل کرنیوالی اور محکوم قوم کو مایوس کرنیوالی ہون - سراسر مصالح ملکی کے برخلاف ہین ۔ یہی وجہ تھی

کہ سرسید کا ریویو نکلنے کے بعد ڈاکٹر ہنٹر نے اس مضمون کے متعلق پھر سانس تک نہین نکالی اور انگریزی اخبارون نے بجاے اسکے کہ سرسید کی تردید کرتے۔ نہایت شدومد کے ساتھ اُنکی تائید کی اور اُس بے چینی کی حالت مین۔ جو حکمران گروہ مین عموماً پھیلی ہوئی تھی۔ سرسید کے ریویو کا نکلنا نہایت غنیمت سمجھا گیا۔

اگرچہ سرسید کی مذکورۂ بالا تحریرون سے ملک اور قوم اور خود گورنمنٹ کے حق مین بہت عمدہ نتائج پیدا ہوے لیکن اُنکی اعلے درجہ کی پولٹکل قابلیت کا بھید درحقیقت اینگلو اورنیٹل کالج مین چھپا ہوا ہے۔ اگر کوئی اصلی چیز مسلمانون کو پولٹکل بے وقعتی سے نکالنے والی اور گورنمنٹ مین اُنکا اعتبار زیادہ کرنیوالی اور گورنمنٹ کو ہندوستان کی چھ کرور رعایا کی طرف سے مطمئن کرنے والی ہوسکتی ہے تو وہ یہی محمدن کالج ہوسکتا ہے۔ اسی لیے سرسید کی وفات پر پایونیر نے لکھا تھا کہ "سرسید احمد خان۔ جو ایک دوراندیش مدبر ہونے کی وجہ سے تعلیم کا نہایت سرگرم حامی تھا۔ اُسکے انتقال کے ساتھ اُس نہایت مفید، بارآور اور نہایت زبردست پولٹکل طاقت کا خاتمہ ہوگیا جسنے موجودہ صدی کے اخیر ربع مین ہندوستان کی اسلامی دنیا کو متحرک کردیا تھا" اور اسی بنا پر لندن کے بڑے بڑے نامور اخبارون نے اُنکی وفات کو ہندوستان کے مسلمانون کی ایک نہایت اعلے درجہ کی پولٹکل طاقت کے زوال سے تعبیر کیا تھا۔ اور اسی وجہ سے مسٹر کین ممبر پارلیمنٹ نے کالج کی نسبت یہ ریمارک کیا تھا کہ "وہ ایک خالص تعلیمی جوش کی نسبت زیادہ تر ایک پولٹکل جوش پھیلانے والا ہے" اور اسی واسطے سر آکلنڈ کالون نے اپنی اسپیچ مین اُن تدبیرون کی نسبت۔ جو سرسید نے رسالہ اسباب بغاوت مین رعایا اور گورنمنٹ کی غلط فہمیان رفع کرنے کے لئے بتائی تھین۔ یہ الفاظ کہے تھے کہ "انھین خیالات سے ہمارے ہندوستان کے انتظامی مسائل حل ہونگے اور انھین خیالات کی دوسری صورت علیگڑھ کالج ہے"

سرسید کا سب سے اخیر کام ملکی معاملات کے متعلق مسلمانون کو انڈین نیشنل کانگرس مین شریک ہونے سے روکنا تھا جسکا مفصل حال ہم پہلے بیان کر چکے ہین اور جسکے اعادہ کی اب ضرورت نہین ہی۔ مگر ہمکو اُنکی ایک لطیف تحریر دستیاب ہوئی ہی جو اُنھون نے لندن مین ایک بڑے عالی رتبہ انگریز کو کسی وقت لکھکر بھیجی تھی اور جس سے ملکی معاملات کے متعلق اُنکی اصلی رائے ظاہر ہوتی ہی۔ اُس چٹھی کے چند فقرے اس مقام پر نقل کرنے مناسب معلوم ہوتے ہین جنسے سرسید کا ایک بہت بڑا سٹیٹسمین ہونا ثابت ہوتا ہی۔

وہ لکھتے ہین کہ "مین مسلمان ہون، ہندوستان کا باشندہ ہون اور عرب کی نسل سے ہون؛ انھین دو باتون سے کہ مین عرب کی نسل سے ہون اور مسلمان ہون آپ سمجھ سکتے ہین کہ مذہب اور خون دونو کے لحاظ سے مین سچا ریڈیکل ہون۔ اہل عرب اس بات کو پسند نہین کرتے کہ بجاے اسکے کہ وہ خود اپنے اوپر حکومت کرین۔ کوئی اور اُنپر حکومت کرے۔ اسوقت تک اہل عرب آزاد ہین اور اپنے مشائخ کے جھنڈون کے نیچے رہتے ہین۔ وہ سلطان ٹرکی کو سلطان نہین کہتے بلکہ اپنے ویران اور پتھریلے جزیرہ نما کا خادم سمجھتے ہین۔ وہ اپنی آزادی کو تمام دنیا کی نعمتون سے بہتر جانتے ہین۔ اونٹ چراتے ہین، جو پر زندگی بسر کرتے ہین، اونٹنیون کا دودھ پیتے ہین اور اپنی آزادی مین خوش رہتے ہین"

"ابھی تک میری رگون مین عرب کا خون گردش کرتا ہی اور پھر میرا مذہب یعنی اسلام۔ جسپر مجھے پورا اور پکا یقین ہی۔ وہ بھی ریڈیکل اصولون کو سکھلاتا ہی اور شخصی گورنمنٹ سے موافق نہین اور نہ لمیٹڈ مانرکی کو مانتا ہے بلکہ موروثی حکومت ناپسند کرتا ہی۔ ایک پریزیڈنٹ جسکو لوگ منتخب کرین اُسکو اسلام پسند کرتا ہی اور اس بات کو پسند نہین کرتا کہ دولت ایک جگہ اکھٹی رہے۔ اسی اصول کے موافق اسلام کے بانی نے یہ قاعدہ بنایا کہ بعد فوت ہوجانے

کسی شخص کے اُسکی جائداد بہت سے آدمیون مین تقسیم ہوجاوے کیونکہ کتنی ہی زیادہ جائداد کیون نہو وہ بعد دو نسلون کے یقیناً بہت سے حصّون مین تقسیم ہوجاویگی ۔ پس ہین دونو طرح کیا بلحاظ مذہب اور کیا بلحاظ خون کے ریڈیکل ہون"

"لیکن ہمارا مذہب ۔ جسنے یہ خیالات آزادی کے میرے دل مین پیدا کیے ۔ اُسنے اَور باتین بھی سکھلائی ہین ؛ ایک یہ کہ اگر خدا کے حکم سے ہم کسی ایسی قوم سے مفتوح ہوجائین ۔ جو کہ ہمکو مذہبی آزادی دیتی ہی ' انصاف سے ہم پر حکمرانی کرتی ہی ' ملک مین امن قائم رکھتی ہی اور ہماری جان اور مال کو محفوظ رکھتی ہی ۔ جیسا کہ انگریزی سلطنت ہندوستان مین کرتی ہی ۔ تو اُس حالت مین ہمکو اُسکا تابعدار اور خیر خواہ رہنا چاہیئے ۔ دوسرے یہ کہ وہ ریڈیکل اصول جو ہمنے اپنے باپ دادا اور اپنے مذہب سے سیکھے ہین اُنپر ہمکو صرف اسی حالت مین عمل کرنا چاہیئے جب کہ زمانہ کی حالت اُنکے عمل مین لانے کے موافق ہو نہ کہ اُس حالت مین جبکہ زمانہ کے حالات اُنکے موافق نہون ؛ مثلاً جب کہ اُنکے اختیار کرنے سے ملک کے اندرونی امن یا گورنمنٹ کے قائم رہنے مین فرق آوے یا اُسکو کمزور اور ضعیف کردے ۔ مین یقین کرتا ہون کہ ہر ایک قوم اور ہر ایک خیال کے لوگ خواہ وہ کنسرویٹو ہون ' خواہ لبرل اور خواہ ریڈیکل ۔ سب اس اصول کو قبول کرینگے"

یہی خیالات جو اس تحریر مین درج ہین سرسید نے کانگرس کی مخالفت کرنے سے پانچ برس پہلے ممبری کونسل کے زمانہ مین لارڈ رپن کے سامنے اپنی اسپیچ مین ۔ جیسا کہ پہلے حصّہ مین بیان ہوچکا ہی ۔ اُسوقت ظاہر کئے تھے جبکہ کونسل مین سلف گورنمنٹ کے قانون کا مسودہ پیش تھا ۔ اُس اسپیچ سے صاف ظاہر ہی کہ وہ ریپرزنٹیٹو اصول کو اُسی حالت مین پسند کرتے تھے جبکہ اُسکے جاری کرنے سے ملک مین سوشل اور پولٹکل خطرات کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہو ۔ پس جو لوگ اُنکی پچھلی تحریرون کو حال کی تحریرون کے خلاف سمجھتے ہین یہ اُنکی سمجھ کی غلطی ہی ۔ ہان اسمین شک نہین کہ ہندوستان مین قومی اختلافات کا خیال زیادہ تر اُنکو اُسوقت پیدا ہوا جبکہ ۱۸۶۷ء مین مسلمانون کے خلاف شمال مغرب کے

بعض سر برآوردہ ہندؤون کی طرف سے نہایت سرگرمی کے ساتھ اس باب مین کوشش شروع ہوئی
کہ تمام سرکاری دفترون اور کچہریون مین اُردو زبان اور فارسی خط کی جگہ ہندی بھاشا اور ناگری خط
جاری کیا جائے ۔ پھر جسقدر ہندؤون کی طرف سے وقتاً فوقتاً مخالفتین ظہور مین آتی گئین اُسیقدر
وہ خیال زیادہ پختہ ہوتا گیا اور آخرکار اُنکو یقین ہوگیا کہ ہندوستان کی موجودہ حالت اس قابل نہین ہے
کہ اُسمین ریپرزنٹیشن کے اصول پر عملدرآمد ہو سکے ۔

اول اول وہ گورنمنٹ کی خودمختاری کے سخت مخالف تھے ۔ چنانچہ ۱۸۶۶ء مین جبکہ اُنھون نے
علیگڈھ برٹش انڈین ایسوسیئشن قائم کی اُس موقع پر اُنکی اسپیچ کے ابتدائی الفاظ یہ تھے "مین تمسے
اُس طوائف الملوکی کے زمانہ کا ذکر نہین کرتا جو اٹھاروین صدی مین ہندوستان مین تھا، بلکہ مین آپ کو اُس تاریخانہ
زمانہ کو یاد دلاتا ہون جبکہ ہندوستان ایک سلطنت شخصیہ کی حکومت مین تھا ۔ ایک بادشاہ یا راجہ کرورہا مخلوق خدا
پر حکمران تھا ۔ اُسکی حکومت ۔ بہ نسبت اسکے کہ کسی قانون عقلی یا نقلی کے تابع ہو ۔ زیادہ تر اُسکی مرضی، خوشی، طبیعت
اور غیظ و غضب کی تابع ہوتی تھی ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ آپ نے اپنے مسلمان بادشاہون کی تعریف مین یہ کلمے بہت سنے ہونگے کہ
"مالک رقاب الامم" حالانکہ بادشاہ یا گورنمنٹ کو ایسا کہنا درحقیقت اُسکی نسبت تمام دنیا کی بُرائیون کا منسوب کرنا ہے
+++ کچھ عجیب نہین کہ تم مین سے اکثر ایسے ہون کہ ابتک اُس پُرانے زمانہ کو یاد کرتے ہون مگر جب کبھی تمھارا دل انصاف
اور اخلاق کی طرف توجہ کریگا تو تم خود اُس زمانہ کے نقصانون اور اُسوقت کی حکومتون کی بُرائیون کا اقرار کروگے ۔
مین سمجھتا ہون کہ اُس زمانہ کی حکومتین نہ مسلمانون کی شرع کے مطابق تھین اور نہ ہندؤون کے دھرم شاستر کے مطابق
+++ بڑا اصول اُن وقتون کی حکومتون کا یہی تھا کہ جو زبردست ہو وہ کمزور پر غالب رہے اور جسطرح چاہے زیادتی اور
جبر او غصب سے صرف اپنے عیش و آرام کے لیئے زیردستون کے حقوق پر تصرف کرے ۔ پس ایسی حکومتون کو

بجز اُن غاصب شخصون کے۔ جنکا کام اُسوقت مین بنا ہوا تھا۔ اَور کون پسند کر سکتا ہے"

سرسید کی یہ باتین صرف زبانی ہی نہ تھین بلکہ غدر کے بعد اُنھون نے اس بات کا عملی ثبوت بھی دیا تھا کہ جہان انتظام ملک کا مدار قانون پر نہین بلکہ زیادہ تر حکام کی زبان پر ہو وہان رہنا وہ ہرگز پسند نہ کرتے تھے؛ کیونکہ غدر کے بعد۔ جبکہ قسمت دہلی صوبۂ شمال مغرب سے نکالکر صوبۂ پنجاب کے ساتھ ملحق کی گئی۔ اُنھون نے دہلی کی سکونت فوراً ترک دی اور اپنے تمام بڑے بڑے کامون کا مرکز علیگڑھ کو قرار دیا' یہانتک کہ ۱۸۶۶ء مین۔ جب کہ سر ڈونلڈ مکلوڈ صاحب لفٹنٹ گورنر صوبہ پنجاب نے دہلی مین دربار کیا۔ جسمین سرسید کو بھی علیگڑھ سے بُلایا گیا تھا۔ تو سرسیّد سے پرائوٹ ملاقات کے وقت صاحب ممدوح نے اس بات کی سخت شکایت کی کہ تمنے سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ مین جاکر قائم کی اور اپنے قدیم وطن دہلی کو اُسکے فوائد سے محروم رکھا۔ سرسید نے کہا کہ مین پنجاب گورنمنٹ کو جیسی کہ وہ اب ہے۔ ایک ڈسپاٹک گورنمنٹ کا نمونہ سمجھتا ہون اور اسی لئے جب سے کہ قسمت دہلی پنجاب مین شامل کی گئی مین دہلی مین رہنا پسند نہین کرتا۔ اسی کے قریب قریب اُنھون نے ۱۸۶۹ء مین ڈی فٹز پیٹرک صاحب سے۔ جو دلی مین ڈپٹی کمشنر رہ چکے تھے اور آخر کو پنجاب کے لفٹنٹ گورنر ہوے۔ انگلستان جاتے ہوے جہاز مین تقریر کی تھی جسکا ذکر اُنھون نے اپنے سفرنامہ مین کیا ہے وہ لکھتے ہین کہ "ایک دن پنجاب کے انتظام کی بھلائی بُرائی کا ذکر آگیا' مین نے کہا ہان ایک ڈسپاٹک گورنمنٹ ہے اور بلاشبہہ سکھون کی عملداری سے ہزار درجہ بہتر ہے؛ لیکن شاید پنجاب کے لوگ اُس سے خوش ہون کیونکہ اُنکو آگ (یعنی سکھون کی عملداری) مین سے نکالکر دھوپ مین بٹھایا ہے؛ مگر ہم لوگ اُسکو پسند نہین کرتے +++ جہانتک مجھکو معلوم ہے لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ غدر مین جہان اَور سزائین اہل دہلی اور اُسکے متعلق اضلاع کو دی گئین

منجملہ انھین سزاؤن کے ایک یہ بھی سزا ہی کہ دہلی اور اُسکے متعلق ضلاع مین پنجابی انتظام کیا گیا اور بے قانونی ملک بنا دیا گیا "

اسکے بعد وہ سفرنامہ مین لکھتے ہین کہ " حقیقت مین اب وہ زمانہ نہین ہا جسمین ڈسپاٹک گورنمنٹ کو لوگ پسند کرتے تھے اور نہ اب وہ بھلائیان ہین جو ہزارون برائیون کے ساتھ اگلے زمانہ کی ڈسپاٹک گورنمنٹ مین ملی ہوئی تھین اور جنسے اُن برائیون کا علاج ہوتا تھا سے چور گئے ن کہ جرلح و مرہم بہست + اب اُنکا ہونا کسی ڈسپاٹک گورنمنٹ مین ممکن نہین ہی ۔ وہ لوگ جو یہ خیال کرتے ہین کہ ہندوستان مین بجای کانسٹیٹوشنل گورنمنٹ کے ڈسپاٹک گورنمنٹ جیسی کہ قدیم سے تھی زیادہ تر مفید ہوگی وہ نہایت غلطی مین ہین "

لیکن آخرکار اُنکو یقین ہو گیا کہ جب تک مثل انگلستان کے ہندوستان کی تمام قومین ملکر ایک قوم نہ بنجائین جو قریب ناممکن کے ہی ۔ اُسوقت تک ایک خالص کانسٹیٹیوشنل گورنمنٹ ہندوستان کی حالت کے مناسب ہرگز نہین ہوسکتی ۔ چنانچہ جو اسپیچ اُنھون نے قانون سلف گورنمنٹ پر لارڈ رپن کے عہد مین کی تھی اُسمین اُنھون نے نہایت مدلل طور پر اس مطلب کو بیان کیا تھا اور اصل مقصد اُس اسپیچ کا ۔ جیساکہ پہلے بیان ہو چکا ہی ۔ یہ تھا کہ تمام ہندوستان کے لوکل بورڈون مین دو ثلث ممبر الکشن سے اور ایک ثلث نومنیشن سے مقرر کیے جائین کیونکہ لارڈ رپن اضلاع متوسطہ کے سوا باقی صوبون مین کل ممبر الکشن سے مقرر کرنا چاہتے تھے مگر آخرکار جیسی کہ سرسید کی راے تھی وہی قاعدہ تمام صوبجات کے لئے مقرر کیا گیا جو اضلاع متوسطہ کے لئے قرار پایا تھا اور اسی قاعدہ کی بدولت تمام بورڈون مین کم و بیش مسلمان ممبرون کی صورت آجتک دکھائی دیتی ہی ورنہ خاص خاص مقامات کے سوا کسی بورڈ کی ممبری پر اُنکی شکل نظر نہ آتی ۔

اگرچہ اکسٹرا اسسٹنٹی اور منصفی کے لئے پنجاب مین مقابلہ کا امتحان نیشنل کانگرس کے قائم ہونے سے پہلے

جاری ہوچکا تھا اورجسوقت سرسید نے کانگرس کے خلاف لکھنو مین اسپیچ دی اسوقت جو نتائج
اس قاعدہ سے مسلمانون کے حق مین مترتب ہونے والے تھے وہ ظہور مین نہین آئے تھے مگر سرسید نے
اُسی وقت اُس نقصان کا بخوبی اندازہ کرلیا تھا جو اس قاعدہ سے مسلمانون کو پہنچنے والا تھا ۔ چنانچہ پنجاب
مین ۔ باوجودیکہ وہان مسلمانون کی تعداد ہندو قومون سے بہت زیادہ ہی ۔ سنہ ۸۳ سے ۹۳ تک اکسٹرا اسسٹنٹی
مین منجملہ ۲۵ کے صرف سات مسلمان کامیاب ہوے اور منصفی مین منجملہ ۲۷ کے ایک مسلمان بھی کامیاب نہین ہوا
اور اگر وہ عہدون کا مدار محض مقابلہ کے امتحان پر ہوتا اور کچھ عہدے نومنیشن کے ذریعہ سے مقرر نہ کئے جاتے
تو منصفون مین ابتک شاید ہی کوئی مسلمان نظر آتا اور اکسٹرا اسسٹنٹی پر بھی خال خال مسلمان باقی
رہجاتے ۔ علی ہذا القیاس وایسرای کی قانونی کونسل مین اگر نومنیشن کا اختیار گورنمنٹ اپنے ہاتھ مین
نہ رکھتی تو ایک مسلمان کو بھی کونسل کی شکل دیکھنی نصیب نہ ہوتی ۔ اسی قسم کے خیالات تھے جنکی وجہ سے
سرسید نے مسلمانون کو نیشنل کانگرس مین شریک ہونے سے روکا اور اسی لئے اُنھون نے قانون سلف
گورنمنٹ کے مسودہ پر اپنی اسپیچ مین کہا تھا کہ جب تک ہندوستان کی حالت مثل انگلستان کے نہ ہوجائے
جہان عیسائیون کو یہودیون کی نسبت ووٹ دینے مین کچھ تامل نہین ہوتا ۔ اسوقت تک انگلستان
سے ریپرزنٹیٹو انسٹیٹیوشنون کا اصول مستعار لینے مین بڑے بڑے مشکلات کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہی ۔
پولٹکل ایجیٹیشن کی نسبت سرسید کی یہ رائے تھی کہ اُسکے بداثر سے کوئی گورنمنٹ خواہ وہ ریپبلک ہو
یا پارلیمنٹری اور یا مانرکی ۔ محفوظ نہین رہ سکتی ریپبلک گورنمنٹ مین اُسکا لازمی نتیجہ بشرطیکہ
ایجیٹیشن کو پوری قوت حاصل ہوجائے پریزیڈنٹ کی تبدیلی ہی اور پارلیمنٹری گورنمنٹ مین وزرا کی
تبدیلی اور اگر وہ گورنمنٹ مانرکی ہی تو اسکا اثر سیدھا گورنمنٹ تک پہنچتا ہی جسکے معنی یہ ہین کہ اگر ایجیٹیشن کمزور ہوا

اسکو تبدیل نہین کرسکتے تو کم سے کم اُسکی تبدیلی کی خواہش اُنکے دل مین ضرور ہوتی ہو۔ ہندوستان کی موجودہ گورنمنٹ ظاہر ہی کہ نہ ریپبلک ہو اور نہ پارلیمنٹری اور اسلیئے اسکو بجز ایک شایستہ اور مہذب مانرکی ہونے کے ۔ جو ملک مین امن رکھنا اور رعایا کے حقوق کو انصاف اور نیک دلی سے فیصل کرنا چاہتی ہے اور کچھ نہین کہا جاسکتا ۔ پس ایک ایسی گورنمنٹ کی پالسی کے برخلاف جیسی کہ ہندوستان کی گورنمنٹ ہی۔ اگر کوئی ایجیٹیشن پھیلایا جائے اور اُسمین کامیابی نہو تو غور کرنا چاہیئے کہ رعایا کا خیال کس طرف مائل ہوگا ؟ کیا انکا خیال اسطرف مائل ہوگا کہ کونسل تبدیل ہوجائے یا موجودہ گورنر جنرل کی جگہ کوئی دوسرا گورنر جنرل بھیجا جائے ؟ ہرگز نہین بلکہ خود گورنمنٹ سے ناراضی کا پھیلنا اُسکا نتیجہ ہوگا ۔ اگرچہ ناراضی پھیلانے والے گورنمنٹ کے تبدیل کرنے پر کچھ قابو نہ رکھتے ہون مگر گورنمنٹ سے ناراضی کا پھیلنا خود گورنمنٹ کے لئے ، ملک کے لیے اور رعایا کے لئے شدید نقصان کا باعث ہوتا ہی ۔

سر سید ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ "سلطنت شخصی ہو یا جمہوری ، ایک امر مین دونو کا اصولِ ایڈمنسٹریشن متحد ہوتا ہی ؛ اور وہ یہ ہی کہ اپنی گورنمنٹ کو جسطرح ہوسکے قائم اور مضبوط رکھنا سب سے مقدم اور سب سے بڑا انصاف ہی اور اسکے بعد رعایا کے واجبی حقوق کی حفاظت کرتا ہی ۔ پہلے امر کے متعلق ایک مہذب سلطنت یا سلطنت جمہوری بھی وہی کرتی ہے جو ایک نامہذب سلطنت یا شخصی سلطنت کرتی ہی ؛ کوئی نظیر دنیا مین ایسی نہین ہی کہ ایسے وقت مین ایک مہذب یا جمہوری سلطنت نے وہ نہ کیا ہو جو ایک نامہذب یا شخصی سلطنت نے کیا ہو"

اُنکا قول تھا کہ اُن بادشاہون مین سے جو ظالم کہلاتے ہین دو ایک کے سوا ۔ جو درحقیقت مجنون تھے ۔ کسی بادشاہ نے ظلم کرنے کے ارادہ سے ظلم نہین کیا ؛ بلکہ صرف اس خیال سے کیا کہ ویسا کئے بغیر اُنکی حکومت قائم نہین رہ سکتی تھی ۔ ہان یہ ممکن ہی کہ اُنکے اس خیال اور اندازہ مین غلطی ہو ۔

اُنکی راے تھی کہ گورنمنٹ کا اچھا یا بُرا ہونا درحقیقت کوئی اصلی چیز نہین ہے بلکہ اصل چیز رعایا کا بُرا یا اچھا ہونا ہے - اگر رعایا اچھی اور شایستہ ہے تو گورنمنٹ کو خواہ مخواہ شایستہ بننا پڑتا ہے اور اگر رعایا شایستہ نہین ہے تو گورنمنٹ کو بھی ویسا ہی بننا پڑتا ہے - اسی لئے مسلمانون کو اُنکی بڑی نصیحت یہی تھی کہ اگر انگریزی حکومت مین عزت سے رہنا چاہتے ہین تو تعلیم اور سویلزیشن مین ترقی کرین اور عزت حاصل کرنے سے پہلے اُسکا استحقاق پیدا کرین -

اُنکی نہایت پختہ رای تھی کہ ہندوستان کے لئے انگلش گورنمنٹ سے بہتر - گو کہ اُسمین کچھ نقص بھی ہون - کوئی گورنمنٹ نہین ہوسکتی اور اگر امن وامان کے ساتھ ہندوستان کچھ ترقی کرسکتا ہے تو انگلش گورنمنٹ ہی کے ماتحت رہ کر کرسکتا ہے - وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ "گو ہندوستان کی حکومت کرنے مین انگریزون کو متعدد لڑائیان لڑنی پڑی ہون مگر درحقیقت نہ انھون نے یہان کی حکومت بہ زور حاصل کی، اور نہ مکروفریب سے؛ بلکہ درحقیقت ہندوستان کو کسی حاکم کی اُسکے اصلی معنون مین ضرورت تھی سو اُسی ضرورت نے ہندوستان کو اُنکا محکوم بنادیا"

اُنھون نے کئی موقعون پر یہ ظاہر کیا ہے کہ "مین ہندوستان مین انگلش گورنمنٹ کا استحکام کچھ انگریزون کی محبت اور اُنکی ہواخواہی کی نظر سے نہین چاہتا بلکہ صرف اسلئے چاہتا ہون کہ ہندوستان کے مسلمانون کی خیر اسکے استحکام مین سمجھتا ہون اور میرے نزدیک اگر وہ اپنی حالت سے نکل سکتے ہین تو انگلش گورنمنٹ ہی کی بدولت نکل سکتے ہین"

اگرچہ سرسید کو مسلمانون نے عموماً اپنا مذہبی پیشوا نہین مانا لیکن شاید ہندوستان مین ایسا ایک مسلمان بھی نہ ہوگا جو ملکی معاملات مین اُنکو قوم کا لیڈر نہ سمجھتا ہو اور اسکا بڑا ثبوت یہ ہے کہ سرسید کی ایک آواز پر - بہ استثناے معدودے چند - ہندوستان کے تمام مسلمان کیا سنّی، کیا شیعہ، کیا وہابی، کیا غیر وہابی، کیا پڑھے لکھے اور کیا ان پڑھ، کیا وہ لوگ جو اُنکی پارٹی مین گنے جاتے تھے

اور کیا وہ جماعت کثیر جو ہر بات مین اُنکی مخالفت کرتے تھے، سب نے بالاتفاق نیشنل کانگرس سے صرف اس بنا پر علحدگی اختیار کی کہ سید احمد خان کے نزدیک اُنکا اسمین شریک ہونا مناسب تھا اور لکھو کھا مسلمانون نے اُن کاغذون پر آنکھین بند کر کے دستخط کر دیے جو پیٹریاٹک ایسوسیشن نے اس بات کی اظہار کے لیے ولایت بھیجے تھے کہ ہندوستان کے مسلمان کانگرس مین شریک نہین ہین۔

تعلیم

سرسید نے مسلمانون مین تعلیم پھیلانے کی غرض سے جو غیر معمولی کوششین کی ہین اُنکی تفصیل پہلے اور دوسرے حصہ مین کافی طور پر بیان ہو چکی ہی۔ یہان ہم صرف اُن بڑی بڑی باتون کی طرف اشارہ کرینگے جنسے تعلیمی معاملات مین اُنکی عالی دماغی، حسن تدبیر اور اصول اشاعت تعلیم سے ایک قدرتی مناسبت پائی جاتی ہی۔

تعلیم کے مسئلہ پر کبھی نظام تعلیم (ایجوکیشنل سسٹم) کے لحاظ سے اور کبھی طریقۂ تعلیم کے لحاظ سے اور کبھی دیگر حیثیتون سے بحث کیجاتی ہی مگر سب سے مقدم اور مہتم بالشان حیثیت۔ جس سے تمام حیثیتین متفرع ہوتی ہین۔ یہ ہی کہ کسی قوم مین ایک اجنبی اور غیر مانوس تعلیم جاری کرنے کی کیا سبیل ہی؟

جو قوم ہزار برس سے زیادہ عرصہ سے ایک ایسی تعلیم کی پابند چلی آتی ہو جسمین عقلی اور نقلی دونو تعلیمون نے مِل جُلکر ایک مقدس مذہبی تعلیم کی بلکہ خود مذہب کی شکل اختیار کر لی ہو۔ اُس قوم مین ایک نئی قسم کی تعلیم کا جاری کرنا۔ جو مضامین تعلیم اور ذریعۂ تعلیم دونو کے لحاظ سے بالکل اُوپری اور غیر مانوس ہو۔ بعینہ ایسا ہی جیسے کسی قوم مین۔ جو اپنے مذہب کی سخت پابند ہو۔ ایک نئے مذہب کو جاری کرنا۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۸۳۵ء مین جب گورنمنٹ نے ہندوستان مین انگریزی تعلیم جاری کرنی چاہی

تو مسلمانون کے ایک جم غفیر نے - جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہی - بذریعہ عرضداشت کے یہ شکایت پیش کی کہ گورنمنٹ کا انگریزی تعلیم پر اسقدر توجہ کرنا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اُسکا ارادہ ہندوستانیون کو عیسائی بنانے کا ہی ۔ برخلاف اسکے ہندوؤن نے اس واقعہ سے گیارہ برس پہلے جب کہ گورنمنٹ نے اُنکے لئے سنسکرت کالج قائم کرنا چاہا تو اُس سے ناراضی ظاہر کی اور انگریزی کالج قائم کرنے کے لئے گورنمنٹ سے اصرار کیا ؛ کیونکہ اول تو اُنکے ہان مذہبی تعلیم صرف برہمنون کے خاص خاص افراد مین محدود تھی اور باقی تمام ہندو قومین مسلمانون کے عہد مین دنیوی ضروریات کے لیے ایک غیر قوم کی زبان سیکھنے کی عادی ہوگئی تھین ۔ دوسرے - جیسا کہ سر جان اسٹریچی نے اپنی کتاب انڈیا مین لکھا ہی - نہ ہندو مذہبی تعلیم کے خواہش مند تھے اور نہ اُنکا مذہب ایسا تھا جسکی تعلیم ہوسکے ۔

بہرحال مسلمانون مین مغربی تعلیم کا جاری کرنا ایک نہایت مشکل کام قریب ناممکن کے تھا ۔ چنانچہ ۱۷۹۲ء سے - جبکہ کورٹ اوف ڈائرکٹرز کے ایک نامور ممبر چارلس گرانٹ نے ہندوستان مین تعلیم پھیلانے کی صلاح دی تھی - اُسوقت تک - جبکہ ۱۸۷۰ء مین سر سید نے کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان قائم کی - گورنمنٹ کی تمام تدبیرین اور تمام کوششین - جو ہندوستان مین بغرض اشاعت تعلیم کی گئین - مسلمانون کے حق مین بے سود ثابت ہوئین ۔ علاوہ طرح طرح کی ترغیبون کے جو گورنمنٹ کی طرف سے تعلیم کی اشاعت کے لئے وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی تھین - خاص مسلمانون کے چند معقول اوقاف گورنمنٹ کے ہاتھ مین تھے جنکو وقف کرنے والون نے تعلیم کے لئے مخصوص کیا تھا - جیسے بنگال مین محسن فنڈ اور اضلاع شمال مغرب مین نواب فنڈ - مگر اُنسے بھی زیادہ تر غیر قومین مستفید ہوتی رہین ۔ باوجودیکہ ۱۸۵۷ء مین ہائی ایجوکیشن کے لئے کلکتہ بمبی اور مدراس مین یونیورسٹیان قائم ہوئین

مگر ۱۸۷۵ء تک تمام ہندوستان مین مسلمان گریجوٹس کی تعداد بمقابلہ ہندو گریجوٹس کے مشکل سے اتنی ہوگی جتنا آٹے مین نمک ہوتا ہی۔

سرسید کو ۱۸۵۸ء مین - جبکہ وہ بجنور سے مراد آباد بدلکر گئے - تعلیم کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا۔ اُس زمانہ سے لیکر اُسوقت تک جبکہ کالج نے نمایان ترقی کرلی - اُنکے تمام کامون مین جو تعلیم کی متعلق اُنھون نے انجام دئے ایک خاص ترتیب پائی جاتی ہی جس پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اس شخص نے ابتدا ہی مین وہ تمام مشکلات - جو وقتاً فوقتاً پیش آنے والی تھین اور ہر ایک مشکل کے ساتھ اُسکا حل - بخوبی ذہن نشین کرلیا تھا۔ سب سے پہلے اُنکو تعلیمی معاملات پر خود غور کرنا اور تعلیم کے متعلق کسیقدر تجربہ حاصل کرنا ضروری تھا؛ چنانچہ اُنھون نے اول اسی غرض سے دو اسکول پبلک چندہ سے قائم کئے جنسے لوگون کی اُس دلچسپی کا - جو اُنکو بہ نسبت سرکاری مدرسون کے اپنے پرائوٹ اسکولون کے ساتھ بالطبع زیادہ ہوتی ہی - بخوبی اندازہ ہوگیا اور اس بات کا یقین ہوگیا کہ اگر مسلمانون کو کچھ دلچسپی ہوسکتی ہی تو خاصکر اُسی کالج سے ہوسکتی ہی جو قومی چندہ سے قائم کیا جائے اسکے بعد سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد ڈالی اور یہ خیال کیا کہ شمالی ہندوستان کے باشندے - کیا ہندو اور کیا مسلمان - انگلش لٹریچر اور مغربی علوم کی حقیقت سے محض ناواقف ہین؛ پس تاوقتیکہ

[1] ۱۸۷۳ء مین جب کہ سرسید پہلے ہی بار چندہ کے لیئے لاہور گئے ہین اُسوقت اُنھون نے راقم کے سامنے بابو نوبین چندر سے ایک سوال کے جواب مین کہا تھا کہ صرف اس خیال سے کہ یہ کالج خاص مسلمانون کے لئے اُنھین کے روپئے سے قائم کیا جاتا ہی ایک طرف تو مسلمانون مین اور دوسری طرف اُنکی ریس سے ہندؤون مین توقع سے زیادہ جوش پیدا ہوگیا ہی" اور پھر خان بہادر برکت علی خان سے پوچھا کہ کیون حضرت اگر یہ قومی کالج نہوتا تو آپ ہماری مدارات اسی جوش محبت کے ساتھ کرتے اُنھون نے صاف کہدیا کہ ہرگز نہین۔ اس سے صاف ظاہر ہی کہ سرسید اپنے کام کے شروع ہی مین اس قومی فیلنگ سے بخوبی واقف تھے ۱۲

دیسی زبان کے ذریعہ سے اُنمین یوروپین سائنس اور لٹریچر کا مذاق پیدا نہ کیا جائے اسوقت تک انگریزی تعلیم کا ذوق و شوق اُنمین پیدا نہین ہوسکتا۔ اسی مقصد کے لئے اُنھون نے علاوہ کتابون کے ترجمہ کرانے کے سوسائٹی سے ایک اخبار نکالا جسمین بے شمار علمی اور لٹریری مضامین انگریزی سے اُردو مین ترجمہ ہوکر شائع ہوے اور جسنے فی الواقع اُردو لٹریچر کا رخ دوسری طرف پھیر دیا اور انگلش لٹریچر کی عظمت ہزارون کے دل مین۔ جو سلیم الطبع تھے۔ تہ نشین کردی۔ پھر زیادہ تجربہ اور زیادہ بصیرت حاصل کرنے کے لئے اُنھون نے ولایت کا سفر اختیار کیا اور وہان پہنچکر کیمبرج یونیورسٹی اور اُسکے تمام انتظامات کو خود جاکر دیکھا اور اُسکے مقابلہ مین جو نقص ہندوستان کی یونیورسٹیون مین معلوم ہوے اُنپر ایک پمفلٹ لکھکر انگلستان ہی مین شایع کیا؛ کیونکہ سرسید کا اصل مقصد جو پورا نہ ہوسکا۔ ہندوستان مین واپس آکر ایک محمدن یونیورسٹی قائم کرنے کا تھا اور اسلیے ضرور تھا کہ ہندوستان کے نظام تعلیم مین جو نقص تھے اُنکو ظاہر کیا جائے تاکہ ہندوستان مین ایک جدا یونیورسٹی قائم کرنے کی ضرورت ثابت ہو۔ پھر ہندوستان مین پہنچتے ہی اُنھون نے ایک طرف تو کمیٹی خواستگار ترقی تعلیم مسلمانان قائم کی جسکی تحقیقات سے ثابت ہوگیا کہ سرکاری کالجون اور اسکولون سے مسلمانون کی تعلیمی ضرورتین رفع نہین ہوسکتین؛ اور دوسری طرف مسلمانون کو جگانے کے لئے ایک ماہواری رسالہ جاری کیا جسنے چند روز مین ایک مردہ قوم مین حرکت پیدا کردی۔

جب کالج قائم کرنے کا ارادہ ہوا اُسوقت اُنکو طرح طرح کی مشکلات کا سامنا تھا۔ اولاً مسلمانون سے۔ جو قومی چندون کے مفہوم سے ناواقف اور تعلیم سے متنفر بلکہ اُسکے مخالف تھے۔ چندہ وصول کرنا تھا۔ پھر جو موقع کالج کے لئے تجویز کیا گیا تھا وہ چند ضلاع کے بارعب مسلمان رئیسون اور

تعلقہ دارون سے گھرا ہوا تھا جنمین سے بعض کالج کمیٹی کے ممبر بھی تھے اور ایک ایسے کام کی طرف سے جسکو بہت سے ذی وجاہت مسلمان ملکر کرنا چاہتے تھے اور جسمین مذہبی تعلیم بھی شامل تھی۔ گورنمنٹ کو مطمئن کرنا سب سے مقدم تھا۔ جس قطعۂ زمین پر کالج کی نیو رکھنی منظور تھی وہ نزولی زمین تھی جہان ایک زمانہ مین سرکاری چھاؤنی رہ چکی تھی اور اکثر حکام اور افسر نہین چاہتے تھے کہ وہ زمین مسلمانون کو دی جائے۔ مسلمان جنکی اولاد کی تعلیم کے لئے کالج قائم کیا جاتا تھا وہ تعلیم کے خرچ سے زیادہ کسی خرچ کو فضول اور بیکار نہین سمجھتے تھے۔ اور سب سے زیادہ اس بات کا خیال تھا کہ کالج کی وقعت پبلک اور گورنمنٹ کی نظر مین جہانتک ہو سکے جلد پیدا کی جائے؛ کیونکہ جو بڑا منصوبہ سرسید نے اُسکے لیئے اپنے دل مین باندھ رکھا تھا وہ بظاہر اُنکی زندگی مین پورا ہوتا نظر نہ آتا تھا اور مسلمانون مین کسی سے یہ امید نہ تھی کہ سرسید کے بعد کالج کی وقعت اور اُسکا اعتبار ایک انچھ آگے بڑھا سکے۔

سرسید نے ان تمام مشکلات کا مقابلہ کیا اور سب پر غالب آئے چندہ توقع بلکہ وہم و گمان سے بھی زیادہ وصول کر لیا۔ گورنمنٹ کو کالج کی طرف سے مطمئن ہی نہین کیا بلکہ اُسکا مربی اور سرپرست بنا دیا۔ کالج کے لئے وہی زمین۔ جسکا ملنا قریب ناممکن کے ہوگیا تھا۔ گورنمنٹ سے حاصل کی۔ مسلمانون کو تعلیم مین اپنے بوتے اور طاقت سے بڑھکر خرچ کرنا سکھا دیا یہانتک کہ وہ ولایت کی تعلیم کے مصارف بہ کشادہ پیشانی برداشت کرنے لگے۔ کالج کی عالیشان عمارتون اور عمدہ اسٹاف اور بورڈنگ ہوس کے انتظام سے اسکی وقعت بہت جلد پبلک اور گورنمنٹ کی نظر مین پیدا کر دی۔ الغرض جو کچھ سرسید نے مسلمانون کی تعلیم کے متعلق پچیس برس کے

قلیل عرصہ مین کر دکھایا وہ ایک ایسا عظیم الشان کام تھا جو پچیس برس پہلے بالکل محال معلوم ہوتا تھا۔
ابتدائی کارروائیان جو سرسید نے بطور بنیاد اور اساس اشاعتِ تعلیم انگریزی کے کین۔ خواہ
اُنکو اتفاقی سمجھو اور خواہ یہ خیال کرو کہ وہ بہت سوچ سمجھکر کی گئین تھین۔ سب ایسی ضروری معلوم
ہوتی ہین کہ بغیر اُنکے شاید اصل مقصد تک پہنچنا سخت دشوار ہوتا۔ سرسید نے جو چند موقعون پر
سائنٹفک سوسائٹی کے مقاصد کو اپنی رائے کی غلطی کی طرف منسوب کیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے
کہ یوروپین علوم کی اشاعت بذریعہ دیسی زبانون کے ملک کو حقیقی فائدہ نہین پہنچا سکتی۔ اس سے
بعض لوگ سچ مچ یہ سمجھ گئے ہین کہ سوسائٹی کا قائم کرنا محض بے سود تھا اور یہ کہ سرسید نے اپنی
اس غلطی پر متنبہ ہونے کے بعد انگریزی تعلیم کی اشاعت کی طرف توجہ کی ہے مگر یہ اُنکی سمجھ کی غلطی ہے؛
سرسید کا جو خیال انگریزی تعلیم کی نسبت اخیر زمانہ مین تھا وہی خیال اُنکا اسوقت تھا جب کہ مرادآباد
مین اُنھون نے ورنیکلر سکولون کے خلاف اپنی رای انگریزی اور اُردو مین لکھکر شایع کی تھی اور وہی خیال
اُسوقت تھا جبکہ سائنٹفک سوسائٹی کو قائم ہوے کچھ بہت دن نہ گذرے تھے اور اُنھون نے گورنمنٹ
کی اس تجویز کی سخت مخالفت کی تھی کہ بجاے کلکتہ یونیورسٹی کے ورنیکلر یونیورسٹی قائم کیجائے۔ اسیطرح
ترجمون کی ضرورت کو جیسا کہ وہ سوسائٹی کے قیام کے وقت ضروری اور لابدی سمجھتے تھے اُسیطرح
اخیر دم تک اُسکو ضروری اور ملک کی عام تعلیم کو اُسکے بغیر ناممکن سمجھتے رہے۔ مگر اسمین شک نہین کہ
اعلےٰ درجہ کی انگریزی تعلیم کی جگہ دیسی زبانون مین مغربی علوم اور لٹریچر کی تعلیم دینے کو وہ ملک کے
حق مین کچھ بھلائی نہین سمجھتے تھے اور اسی لئے جب سے اُنکو یہ خیال پیدا ہوا کہ گورنمنٹ بجاے
انگلش ہائی ایجوکیشن کے مشرقی علوم کی تعلیم دینا اور مغربی علوم کو بذریعہ دیسی زبانون کے شایع کرنا چاہتی ہے

اُسوقت سے وہ اپنی ہر ایک تحریر مین ورنیکلر زبانون کے ذریعہ سے علوم کی تعلیم دینے پر سخت اعتراض کرتے تھے اور انگلش ہائی ایجوکیشن کے موقوف کرنے کو ملک کے حق مین نہایت مضر بتاتے تھے۔

جس زمانہ مین سر سید نے سوسائٹی قائم کی اُسوقت اُدھر تو مسلمان انگریزی کے نام سے کوسون دور بھاگتے تھے اور اِدھر انگریزی تعلیم کی ضرورت کا لوگون کو یقین دلانا مشکل تھا کیونکہ تمام عدالتون مین دیسی زبان مروج تھی، اعلے سے اعلے عہدہ کے لیئے جو اُسوقت تک ہندوستانیون کو مل سکتا تھا خاصکر شمالی ہندوستان مین مشرقی زبانون کی تعلیم کافی تھی، کمپنی کی عملداری کو گئے ہوے چند روز گذرے تھے اور ہندوستانیون کو عملی طور پر اس بات کا یقین نہین دلایا گیا تھا کہ وہ اعلے اعلے ملکی عہدون مین حکمران قوم کے ساتھ شریک ہوسکتے ہین پھر جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے۔ یوروپین سائنس اور لٹریچر کی عظمت۔ جب تک کہ انگریزی سے عمدہ عمدہ علمی اور لٹریری مضامین دیسی زبان مین ترجمہ کرکے شایع نہ کیے جائین۔ کسیطرح معلوم نہین ہوسکتی تھی۔ جب کہ یہ حالت تھی تو کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمانون مین انگلش ہائی ایجوکیشن کی اشاعت سے پہلے سوسائٹی کا قائم کرنا اور ترجمون کا شایع کرانا بے سود یا غیر ضروری تھا۔

بے شک ہائی ایجوکیشن کی حمایت کے جوش مین سر سید کے قلم سے بعض مواقع پر ایسے الفاظ نکل گئے ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمون کی غرض سے سوسائٹی قائم کرنے کو وہ اپنی ایک غلطی تسلیم کرتے تھے اور اسی بنا پر شمس العلما مولانا شبلی نے "مسلمانون کی گذشتہ تعلیم" مین اسی غلطی کا جسکو سر سید چھ سات برس پہلے ایجوکیشن کمیشن مین تسلیم کرچکے تھے۔ ذکر کیا ہے اور اس بنا پر۔ کہ مغربی علوم وفنون کا دیسی زبانون مین ترجمہ ہونا ممکن نہین ہے۔ سائنٹفک سوسائٹی قائم کرنے کو سر سید کی

ایک غلطی قرار دیا ہی اور اپنے اس دعوے پر کہ ترجمہ ممکن نہین زیادہ تر وہی دلیلین جو خود سرسید نے بعض مواقع پر

لہ مولانا نے اس بات پر کہ جسطرح عباسیون نے یونانی سے عربی مین ترجمے کرائے تھے اُسطرح ہم مغربی علوم انگریزی سے اُردو مین ترجمہ نہین کراسکتے۔ پہلی دلیل یہ لکھی ہی کہ لاکھون روپیہ جو خلفای عباسیئے ترجمہ پر خرچ کیا وہ اب غیر ممکن ہی؛ مگر یہ دلیل صحیح نہین ہی کیونکہ واقعات اسکے خلاف شہادت دیتے ہین؛ گزشتہ تیس چالیس برس مین۔ بغیر اسکے کہ سلطنت نے ترجمہ کا اہتمام اپنے ذمہ لیا ہو۔ جسقدر علمی اور لٹریری مضامین اور کتابین انگریزی سے دیسی زبانون مین ترجمہ ہوئین۔ اگر ہمارا قیاس غلط نہو۔ تو وہ کسیطرح خلفاے امویہ وعباسیہ کے عہد کے ترجمون سے کم نہونگے۔ دوسری دلیل اُنکی یہ ہی کہ اُس زمانہ مین علوم محدود تھے اور ترقی رُک چکی تھی جسقدر کتابین ترجمہ کرلی گئین گویا یونانیون کے علوم پر احاطہ کرلیا گیا مگر اس زمانہ مین نہ علمی ترقی کی انتہا ہی اور نہ کتابون کے شمار کی کوئی حد ہی جنکی تصنیف کا سلسلہ برابر جاری ہی" یہی دلیل غالبًا سرسید نے بھی کسی موقع پر بیان کی ہی مگر یہ بھی صحیح نہین ہی کیونکہ جسطرح اب علوم اور کتابین غیر محدود ہین اسیطرح ہندوستان مین ترجمہ کے وسائل بھی غیر محدود ہین۔ عباسیون نے صرف چند یہودی عیسائی اور مجوسی نوکر رکھکر ترجمے کرائے تھے کیونکہ یونانی زبان کی تعلیم کا کبھی مسلمانون مین عام رواج نہین ہوا بخلاف ہندوستان کے جہان انگریزی کی تعلیم عام طور پر جاری ہی اور کاپی رائٹ کے قانون نے ہر تعلیم یافتہ کے دل مین ترجمہ کرنے کی امنگ پیدا کردی ہی پھر ہر ایک علم کی تمام کتابین ترجمہ کرنے کی ضرورت نہین ہی بلکہ ہر علم کے چند نامور مصنفون کی کتابون کا ابتدا مین ترجمہ کرلینا کافی ہی؛ پھر جتنی صدیان یوروپ کی علمی ترقیات مین صرف ہوئی ہین اور جتنی مدت مین انگریزی زبان نے ترقی کی ہی اور جسقدر عرصہ مین مغربی علوم مدون ہوے ہین۔ کم سے کم اُس سے نصف مدت کی مہلت ہندوستان مین اُنکے ترجمون کے لیئے ملنی چاہیے نہ یہ کہ جتنے دنون تک سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ ترجمہ کا کام کرتی رہی ہی اتنی مدت مین تمام مغربی علوم وفنون کے دیسی زبانون مین منتقل ہونے کی توقع کیجائے۔ تیسری دلیل اُنھون نے یہ لکھی ہی کہ جب یونانی سے عربی مین ترجمے ہوے اُس زمانہ مین عربی تمام ممالک مین حکومت کرنے والی زبان تھی اور کسی قوم نے اُس زبان مین علوم کو ترقی نہین دی جو اُنپر حکومت کرنے والی نہ تھی" یہ دلیل بھی تقریبًا اسی تقریر کا اعادہ ہی جو سرسید نے ایجوکیشن کمیشن کی شہادت مین کی تھی۔ بلاشبہہ تاریخ مین کوئی ایسی مثال موجود نہین ہی کہ کسی محکوم قوم نے علوم کو اپنی زبان مین ترقی دی ہو؛ لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ آیندہ بھی ایسا وقوع مین نہین آسکتا۔ حکومت کے اصول بدلنے سے دنیا کے تمام حالات بدل گئے ہین۔ شایستہ سلطنتون کی رعایا اب وہ کام کرسکتی ہی جو خود سلطنتین نہین کرسکتین۔ پہلے تمام رفاہ عام کے کام خود سلطنتون کو کرنے پڑتے تھے اور رعایا کو۔ خواہ وہ رعایا بادشاہ کی ہم قوم ہو اور خواہ غیر قوم۔ اُن کامون سے کچھ سروکار نہ ہوتا تھا۔ مگر اب یہ سب کام خود رعایا کرتی ہی۔ وہ درسگاہین اور یونیورسٹیان اور ہوسپٹل قائم کرتی ہی؛ ملکون مین مذہب کی اشاعت کرتی ہی؛ علمی تحقیقات کے لئے علما کے قافلے اطرافِ عالم مین بھیجتی ہی؛ ترجمون کے ذریعہ سے غیر قومون کے علوم اپنے ملک مین پھیلاتی ہی؛ ریلین جاری کرتی ہی؛ دنیا کی خبرین بہم پہنچا کر ملکون مین شایع کرتی ہی؛ غرضکہ ملک کے اندرونی انتظام اور بیرونی حملون کی مدافعت کے سوا سب ملک کی بھلائی کے کام رعایا کرسکتی ہی۔ بے شک ہندوستان کی رعایا حالت موجودہ مین بہت سے بڑے بڑے رفاہ کے کام مثل انگلستان کی رعایا کے نہین کرسکتی مگر طرز حکومت انکو آہستہ آہستہ سب باتین سکھاتی جاتی ہی۔ چنانچہ جسقدر قومی رفاہ کے کام ہندوستان کی رعایا نے اس صدی کے اخیر نصف مین کئے ہین ہندوستان کی تاریخ مین ہرگز اُنکی مثال نہین مل سکتی۔ پس اس زمانہ کی حالت کو زمانۂ گذشتہ کے حالات پر قیاس کرنا صحیح نہین ہی ۱۲

بیان کی تھین پیش کی ہین ۔ اگر مولانا کی یہ اصلی راے ہوتی تو ہمکو اُس سے تعرض کرنے کی کچھ ضرورت نہ تھی لیکن چونکہ اُنھون نے خود سرسید کے بعض بیانات سے یہ راے استنباط کی ہے اسلئے ہمکو سرسیّد کے خیالات کا اصل منشا ظاہر کرنا ضرور ہے ۔

شاید اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ ایک رفارمر کی شان اور اُسکی حالت عام آدمیون کی شان اور اُنکی حالت سے بالکل مختلف ہوتی ہے ۔ وہ جس بات کو قوم کے لئے ضروری سمجھتا ہے اُسکی تائید کرتے وقت اس بات کی کچھ پروا نہین کرتا کہ مین پہلے کیا کہہ چکا ہون یا کیا کرچکا ہون ۔ وہ اس بات کو کہ اُسکی پہلی کارروائی غلط ثابت ہو یا اُسکے افعال و اقوال کو لوگ متناقض سمجھین نہایت بہتر جانتا ہے بہ نسبت اسکے کہ جو امر اُسکے نزدیک سردست قوم کے حق مین ضروری ہے اُسمین کسیطرح کی فروگذاشت ہوجائے ۔ یہی وجہ تھی کہ سرسید نے اپنے اصلی اور قدیم خیالات کو - جو کہ وہ ہندوستان کے پالٹکس کی نسبت رکھتے تھے - اخیر زمانہ مین صرف اس بنا پر بالکل بدل دیا کہ وہ خیالات مسلمانون کی پولٹکل حالت کے موافق نہ تھے ؛ یہانتک کہ نیشنل کانگرس کے بانی مسٹر ہیوم - جو سرسید کے قدیم دوست تھے - اُنسے ناراض ہوگئے اور انگلستان مین اُنھون نے ہندوستان کے ایک شریف مسلمان سے نہایت تعجب کے ساتھ کہا کہ "مجھکو نیشنل کانگرس کا خیال صرف سید احمد کی کتاب "اسباب بغاوت" کو دیکھکر پیدا ہوا تھا مگر مین نہین جانتا کہ اب اُسکو کیا ہوگیا"

سرسید کو جسوقت قوم کی بھلائی کا خیال پیدا ہوا اُسوقت مسلمانون کی حالت پر یہ مثل صادق آتی تھی کہ "اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی" اُنمین صدہا باتین اصلاح طلب اور اُنکے متعلق صدہا مشکلات حل طلب تھین ۔ اگر سرسید جزئیات کی اصلاح یا حل کرنے کا ارادہ کرتے تو عمر بھر مین ایک کام کو پورا کرنے سے

بھی عہدہ برآنہو تے ۔ اُنھون نے تمام خرابیون کی اصلاح اور تمام مشکلات کا حل اس بات مین دیکھا کہ قوم مین
تعلیم کی اشاعت کیجائے ۔ مگر قومی تعلیم و تربیت خود ایک عظیم الشان کام تھا جسکے لئے صدیان درکار
تھین اسلیئے اُنھون نے خیال کیا کہ سبسے مقدم مسلمانون کو پولٹکل بے وقعتی سے نکالنا اور ملک کی حکومت
مین جسقدر حصہ لینے کا گورنمنٹ نے اُنکو بحیثیت ہندوستان کی رعایا ہونے کے حق دیا ہی اُسکا اُن مین
استحقاق پیدا کرنا ہی جو بغیر اسکے ۔ کہ قوم مین ایک مناسب تعداد ہندوستان اور انگلستان کی یونیورسٹیون
کے گریجوئٹس کی پیدا ہوجائے ۔ کسیطرح ممکن نہین ۔ اسکے سوا تمام ترقیات کی جڑ خیالات کی ترقی اور دماغی
تربیت ہی جسکے لئے انگلش لٹریچر کی اعلے درجہ کی تعلیم نہایت ضروری ہی ۔ بس جس بات کو اُنھون نے
ہائی ایجوکیشن یا لٹریری تعلیم مین مخل سمجھا اُسکی ہمیشہ مدافعت کرتے رہے ۔ اسی بنا پر وہ جسطرح
اورینٹل تعلیم اور ورنیکلر تعلیم کے مخالف تھے اسیطرح ۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہی ۔ وہ ٹکنکل ایجوکیشن کی
بھی اُس صورت مین سخت مخالف تھے کہ اُس سے لٹریری تعلیم کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہو ۔ لیکن اس سے
یہ نتیجہ نکالنا بالکل غلط ہی کہ وہ درحقیقت ہندوستانیون کے لئے ٹکنکل ایجوکیشن کی ضرورت
نہین سمجھتے تھے بلکہ اسکی وجہ بھی وہی ہائی ایجوکیشن یا لٹریری تعلیم کی حمایت تھی جسکی نسبت اُنکو
خیال ہوگیا تھا کہ گورنمنٹ اُسکو بتدریج موقوف کرنا چاہتی ہی ۔

اسی اصول پر ۔ کہ جو سب سے اہم اور ضروری چیز ہی صرف اُسی پر سردست اکتفا کرنا چاہیئے
سرسید نے جسقدر کوشش کی وہ لڑکون کی تعلیم کے لئے کی اور لڑکیون کی تعلیم پر کبھی ہاتھ نہین ڈالا
یہانتک کہ لوگون نے اُنکو تعلیم نسوان کا مخالف تصور کیا ۔ اگرچہ ہمارے نزدیک اصل سبب تعلیم نسوان
کی طرف توجہ نہ کرنے کا یہ تھا کہ **اوّل** تو جب سے اُنکو مسلمانون کی سوشل رفارم کا خیال پیدا ہوا

اُسوقت سے اخیر دم تک وہ فیمل سوسائٹی سے بالکل علحدہ رہے ؛ غدر سے چند روز بعد اُنکی والدہ اور بی بی کا انتقال ہوگیا اور دہلی کی آمد و رفت بالکل موقوف ہوگئی ۔ اگرچہ زنانہ سوسائٹی کی حالت سے وہ بے خبر نہ تھے مگر جو فیلنگ خود اُس سوسائٹی مین رہکر اور ہروقت آنکھ سے اُنکی حالت دیکھکر ایک ذکی الحس آدمی کے دل مین پیدا ہوسکتی ہو وہ صرف سُنی سنائی یا کبھی کبھی کی دیکھی ہوئی باتون سے ہرگز پیدا نہین ہوسکتی ۔ دوسرے اُنکے خاندان کی فیمل سوسائٹی کی حالت بہ نسبت اکثر مسلمان خاندانون کے بہت عمدہ تھی ؛ اُنکے خاندان کی عورتون سے میری اکثر رشتہ دار عورتون کو ملنے کا اتفاق ہوا ہو جو اُنکے اخلاق و عادات اور لیاقت اور سنجیدگی کی حد سے زیادہ تعریف کرتی ہین ۔ خود سرسید نے ایجوکیشن کمیشن مین اور اپنی متعدد اسپیچون مین اپنے خاندان کی عورتون کے لکھے پڑھے ہونے کا حال بیان کرکے اس خیال کی تردید کی ہو کہ مسلمان عورتین عموماً جاہل ہوتی ہین ۔ یہی وجہ تھی کہ جب مرآۃ العروس پہلی ہی بار چھپکر شایع ہوئی تو جو نقشہ اُسمین عورتون کی اخلاقی حالت کا کھینچا گیا تھا اُسکو دیکھکر سرسید کو نہایت رنج ہوا تھا اور وہ اُسکو مسلمان شرفا کی زنانہ سوسائٹی پر ایک قسم کا اتہام خیال کرتے تھے ۔

لیکن سب سے بڑا مانع تعلیم نسوان پر متوجہ ہونے کا یہ تھا کہ اُنھون نے اُسکی دشواریون کا بخوبی اندازہ کرلیا تھا اور اُنکے نزدیک ابھی وہ وقت بہت دور تھا کہ مسلمان شرفا کی لڑکیون کی تعلیم کا ایک باقاعدہ اور قابل اطمینان انتظام کرنا ممکن ہو۔ چنانچہ انگلستان جاتے ہوے جب مس[1] کارنپنٹر سے

[1] یہ ایک شریف لیڈی برسٹل کی رہنے والی ڈاکٹر کارپنٹر کی بیٹی تھین جنھون نے ہندوستان کی عورتون کی جہالت کا حال سنکر ہندوستان آنے کا ارادہ اس غرض سے کیا تھا کہ ہندوستانی عورتون کی تعلیم مین کوشش کرین اور اب واپس انگلستان کو جاتی تھین ۱۲

اُنکی ملاقات ہوئی اور اُنھون نے ایک کتاب - جسمین ہندوستانیون کی رائین اور چھپیان مس صاحبہ کی کوششون کی نسبت درج تھین - سرسید کے سامنے اس غرض سے - کہ وہ بھی اپنی رائے تعلیم نسوان کے متعلق اُسمین لکھدین - پیش کی تو سرسید نے اُسمین مندرجۂ ذیل عبارت لکھی تھی جو اُنکے سفرنامہ مین درج ہے ۔

"مجھکو بڑودہ دخانی جہاز مین - جبکہ مین لندن کو جاتا تھا - مس کارپنٹر صاحبہ سے ملاقات حاصل ہونے کی عزت اور بے انتہا مسترت حاصل ہوئی ۔ جب سے مین نے اُنکا نام اور اُنکی کوششون کا حال نسبت تعلیم ہندوستانی عورات کے سنا تھا مین بہت مشتاق اُنکی ملاقات کا تھا ۔ خدا کا شکر ہی کہ بطور نعمت غیر مترقبہ اُنکی ملاقات ہوگئی"

"اُنکی عالی ہمتی اور بلند نظری اور تہذیب اخلاق اور نیک نیّتی کا مُثبت خود وہی مضمون ہی جو اُنھون نے اختیار کیا ہی؛ یعنی اس گروہ کی تعلیم مین - جسکو خدا تعالی نے مرد کے لیے بطور دوسرے ہاتھ کے بنایا ہی اور جسکو نیک کامون کے بخوبی انجام ہونے کے لیئے مرد کا مددگار کیا ہی - کوشش کرنا ۔ درحقیقت یہ مضمون اور اُسپر اُنکی کوشش نہایت قدر کے لائق ہی مین سمجھتا ہون کہ نیک کام پر کوشش ہونی - گو وہ کسی طرح پر ہو - نہایت اچھی ہی؛ کیونکہ اگر وہ کوشش درست بنیاد پر قائم ہوئی ہی تو وہ خود کامیاب ہوگی اور اگر اُسمین کچھہ غلطی ہی تو اُس سے امید ہی کہ اَورون کو اُس نیک کام پر کوشش کرنے کی تحریک ہوگی - جس سے توقع ہی کہ کوئی نہ کوئی کوشش بغیر کسی غلطی کے شروع ہوگی اور ٹھیک نیک نتیجہ تک پہنچیگی"

"نیک کام پر کوشش کرنے والون کی کوششین کبھی کبھی اسلئے کہ وہ اُن لوگون کی عادات و رسم و رواج کی مخالف طریقے پر جنکی بھلائی کے لئے کوشش کیجاتی ہی - قائم کی گئی ہین - برباد ہوگئی ہین ۔ حقیقت مین ایسا کرنا گویا نیچر کا مقابلہ کرنا ہی اور خود اُس نیکی کی رُکاوٹ کا آلہ بننا ہی ۔ خدا نے یوشع کے لئے سورج کا تھم جانا کہا ، حالانکہ شاید وہ غلط تھا ، کیونکہ اگر وہ واقع بھی ہوا تو شاید زمین کا تھم جانا سچ ہوتا ؛ مگر خدا نے نیک بات پھیلانے مین بالکل عام سمجھ کی جو اُس زمانہ مین تھی -

رعایت کی ۔ پس اگر اب ہم کسی نیک بات کے پھیلانے مین عام رواج کی رعایت نہ کرینگے تو خود خدا کی اُس حکمت کو توڑینگے اور خود اپنے لئے نقصان کا سبب ہونگے "

" بہرحال مین خدا سے چاہتا ہون کہ مس کارپنٹر صاحبہ کی کوششین کامیاب ہون اور ہندوستان مین کیا مرد اور کیا عورت سچائی اور علم کی روشنی سے - جو دونو اصل مین ایک ہین - روشن ضمیری حاصل کرین "

سر سیّد کی اس تحریر سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ - گو وہ عورتون کی تعلیم کو نہایت ضروری سمجھتے تھے مگر ہندوستانیون کے اور خاصکر ہندوستان کے شریف مسلمانون کے رسم و رواج ' الفت و عادت اور مذہبی اوہام و خیالات سے اُسکو اسقدر بعید جانتے تھے کہ سر دست اُسمین کوشش کرنے کو بے سود اور رائگان سمجھتے تھے ۔ اسی لئے اُنھون نے بارہا اپنی اسپیچون مین ایسے الفاظ استعمال کئے ہین جنسے لوگون کو اس بات کا شبہہ ہوگیا تھا کہ وہ عورتون کی تعلیم کے بالکل مخالف ہین - یہان ہم اُنکی خاصکر اُس اسپیچ کا - جو اُنھون نے ۱۸۸۴ع مین بمقام گرداسپور خاتونان پنجاب کے اڈریس کے جواب مین لکھکر دی تھی اور جو ہندوستان کی تاریخ مین پہلی اسپیچ تھی جسمین شریف ہندو مسلمان اور عیسائی عورتون کو مخاطب کیا گیا تھا - خلاصہ نقل کرتے ہین اڈریس مین سر سید کی اُن کوششون کی شکرگزاری کے بعد - جو کہ وہ لڑکون کی تعلیم کے لئے کر رہے تھے - اشارۃً اس بات کا بھی ذکر تھا کہ وہ عورتون کی تعلیم پر بھی اسی طرح توجہ کرین - سر سید نے اُسکے جواب مین کہا

" اے میری بہنو ! آج کی رات میرے لئے شب قدر سے کچھ کم قدر کی نہین ہی ۔ جو اڈریس تمھاری طرف سے مجھکو دی گئی ہی وہ میرے لئے ایسی عزت ہی جو آج تک ہندوستان مین کسی کو نصیب نہین ہوئی ۔ مین تمھاری اس شفقت کا دل سے شکرگزار ہون "

"اے میری بہنو! مین اپنی قوم کی مستورات کی بہت زیادہ قدر کرتا ہون ۔ ہماری قوم کے مردون نے اپنے باپ دادا کی بزرگی کو خاک مین ملا دیا ہی مگر خدا کے فضل سے تم مین ہمارے باپ دادا کے بزرگ نشان بدستور موجود ہین ۔ یہ سچ ہی کہ ہم مردون مین شبلی اور جنید موجود نہین ہین مگر خدا کا شکر ہی کہ تم مین ہزارون لاکھون رابعہ بصری موجود ہین"

"تمھاری نیکی، تمھاری بردباری، تمھاری محبت، ہر قسم کی مشکلات کی برداشت اور اُسپر صبر، بچون کی پرورش، گھر بار کا انتظام ہمارے فخر کا باعث ہی ۔ اگر کوئی قوم تمام دنیا مین اپنے تئین کسی قسم کا فخر دے سکتی ہی تو ہم اپنی قوم کی مستورات کو دنیا کی قومون پر فخر دے سکتے ہین ۔ یہ ہمارا فخر تمھارے ہی سبب سے ہی"

"اے میری بہنو! مین اپنی قوم کی خاتونون کی تعلیم سے بے پرواہ نہین ہون ۔ مین دل سے اُنکی ترقی تعلیم کا خواہان ہون ۔ مجھکو جہانتک مخالفت ہی اس طریقہ تعلیم سے ہی جسکے اختیار کرنے پر اس زمانہ کے کوتاہ اندیش مائل ہین ۔ مین تمھین نصیحت کرتا ہون کہ تم اپنا پُرانا طریقہ تعلیم اختیار کرنے پر کوشش کرو ۔ وہی طریقہ تمھارے لیئے دین و دنیا مین بھلائی کا پھل دیگا اور کانٹون مین پڑنے سے محفوظ رکھیگا"

اسکے بعد سرسید نے پُرانا طریقۂ تعلیم نسوان بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا اور پھر یہ کہا "اے میری بہنو تم یقین جانو کہ دنیا مین کوئی قوم ایسی نہین ہی جسمین مردون کی حالت درست ہونے سے پہلے عورتون کی حالت مین درستی ہو گئی ہو؛ اور کوئی قوم دنیا مین ایسی نہین جسمین مردون کی حالت درست ہو گئی ہو اور عورتون کی حالت درست نہ ہوئی ہو ۔ ان سچے واقعات نے میرے دل مین بہت کچھ اثر کیا ہی ۔ مین نے تمھارے لڑکون کی تعلیم پر جو کوشش کی ہی اُس سے تم یہ نہ سمجھو کہ مین اپنی پیاری بیٹیون کو بھول گیا ہون؛ بلکہ میرا یقین ہی کہ لڑکون کی تعلیم پر کوشش کرنا

[1] یہ ایڈریس درصل مسلمان عورتون کی طرف سے جسکی بانی مبانی سردار محمد حیات خان بہادر کی بیگم صاحبہ تھین دی گئی تھی مگر اُسکے نیچے بعض ہندو اور عیسائی عورتون کے بھی دستخط تھے ۱۲

لڑکیون کی تعلیم کی جڑ ہی ۔ پس جو خدمت مین تمھارے لڑکون کو لئے کر رہا ہون درحقیقت وہ لڑکون لڑکیون دونوکے لئے ہے"

"میری یہ خواہش نہین ہی کہ تم اُن مقدس کتابون کے بدلے ۔ جو تمھاری دادیان نانیان پڑھتی آئی ہین ۔

اس زمانہ کی مروجہ نامبارک کتابون کا پڑھنا اختیار کرو جو اس زمانہ مین پھیلتی جاتی ہین ۔ مردون کو جو تمھارے لئے

روٹی کما کر لانیوالے ہین زمانہ کی ضرورت کے مناسب کچھ ہی علم یا کوئی سی زبان سیکھنے اور کیسی ہی نئی چال چلنے کی ضرورت

پیش آتی ہو مگر ان تبدیلیون سے جو ضرورت تعلیم کے متعلق تمکو پہلے تھی اُسمین کچھ تبدیلی نہین ہوئی "

"تمھارا فرض تھا کہ تم اپنے ایمان اور اسلام سے واقف ہو ، اسکی نیکی اور خدا کی عبادت کی خوبی کو تم جانو ، اخلاق

مین نیکی اور نیکدلی رحم و محبت کی قدر سمجھو اور ان سب باتون کو برتاؤ مین لاؤ ، گھر کا انتظام اپنے ہاتھون مین رکھو ، اپنے

گھر کی مالک رہو ، اُسپر مثل شہزادی کے حکومت کرو اور مثل ایک لائق وزیرزادی کے منتظم رہو ، اپنی اولاد کی پرورش کرو ،

اپنی لڑکیون کو تعلیم دیکر اپنا سا بناؤ ، خداپرستی خدا ترسی ہمسایون کے ساتھ ہمدردی اپنا طریقہ رکھو ۔ یہ تمام سچی

تعلیم نہایت عمدگی سے اُن کتابون سے حاصل ہوتی ہی جو تمھاری دادیان نانیان پڑھتی تھین ۔ جیسی وہ اُس زمانہ مین

مفید تھین ویسی ہی اس زمانہ مین مفید ہین ۔ پس اس زمانہ کی نامفید اور نامبارک کتابون کی تمکو کیا ضرورت ہی ؟

ہان یہ بات سچ ہی کہ تمھارے خاندانون کے مردون کی نالائقی اور جہالت سے تمھارے متعدد حقوق ۔ جو خدا کے حکم سے

تمکو ملے ہین اور جنکا انسانیت کی رو سے تمھارا حق ہی ۔ برباد ہو گئے ہین ؛ وہ حق تمکو پھر واپس دلانے کی یہی تدبیر ہے

کہ تمھارے لڑکون کی تعلیم مین کوشش کیجاوے ۔ جب کہ وہ تعلیم یافتہ ہو جاوینگے وہ مغصوبہ حقوق ازخود بے مانگے

تمکو واپس ملینگے "

آخر مین سرسیّد نے ہندو اور عیسائی خاتونون کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ "اے میری ہندو

اور عیسائی بہنو ! تمنے جو اپنی محبت اور وطنی یگانگت سے اپنی مسلمان بہنون کے ساتھ اس ایڈریس مین اور اس امداد مین

جو مدرسۃ العلوم کے غریب طالب علمون کو دی گئی ہی۔ شرکت کی وہ ایک نمونہ تمھاری محبت اور یگانگت کا ہی۔ مین دل سے اُسکے لئے تمھارا شکریہ ادا کرتا ہون اور دعا دیتا ہون کہ تمپر بھی خدا تعالی کی برکت ہو اور ہر طرح کی ترقی اور خوشی تمکو نصیب ہو۔ آمین ''

اس اسپیچ سے صاف ظاہر ہی کہ سرسید اُسوقت تک جب تک کہ لڑکون مین تعلیم عام نہو جائے لڑکیون کے لئے ضروری مسائل مذہبی کی تعلیم کافی سمجھتے تھے۔ مگر انکی اسپیچ مین یہ بات قابل غور ہی کہ اُنھون نے جو صرف لڑکون کے تعلیم یافتہ ہوجانے سے یہ امید ظاہر کی ہی۔ کہ اُس سے عورتون کے مغصوبہ حقوق بن مانگے از خود واپس ملجائینگے۔ اُنکی یہ امید پوری ہوتی نظر آتی ہی یا نہین؟ اگرچہ تعلیم و تربیت کا نتیجہ یہی ہونا چاہئے کہ تعلیم یافتہ نوجوان عورتون کے حقوق پہچانین، اُنمین تعلیم کی کمی سے جسقدر عقل یا سمجھ یا اخلاق کی کمی ہی اُسکو اسی طرح برداشت کرین جسطرح اُنکے اسلاف برداشت کرتے آئے ہین، اُنسے۔ جب تک کہ قوم مین تعلیم نہایت محدود ہی۔ اُن باتون کی توقع نہ رکھین جو یوروپ کی ایک تعلیم یافتہ لیڈی سے رکھنی چاہئے مگر افسوس ہی کہ ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان تعلیم و تربیت سے بجائے تحمل و برداشت اور سلوک و درگذر اور قومی حمیّت اور رقتِ جنسیت کے۔ یہ سبق سیکھتے ہین کہ تمدن اور معاشرت کے جس درجہ پر اہل یوروپ کو صدیون اور قرنون کے بعد پہنچنا نصیب ہوا ہی اُنکو یونیورسٹی کی سند پاتے ہی اُسکے خواب نظر آنے لگتے ہین اور مستثنے صورتون کے سوا ہر تعلیم یافتہ نوجوان کی یہ تمنا معلوم ہوتی ہی کہ اگر ممکن ہو تو لندن یا پیرس کی کسی لیڈی سے شادی کرین اور اگر یہ امر اُنکی قدرت سے باہر ہو تو غالباً وہ ایک مشن اسکول کی تعلیم پائی ہوئی نیٹو کرسچن عورت کو قوم کی اعلے سے اعلے خاندان کی لڑکی سے۔ جو باقاعدہ کسی اسکول کی تعلیم یافتہ نہو۔ بہتر اور افضل

سمجھینگے. پس جبکہ یہ حالت ہی تو اُنسے کیا امید ہوسکتی ہی کہ وہ اپنی قوم کی عورتون کے مغصوبہ حقوق واپس دینگے؛ اُنکا بڑا سلوک اپنی قوم کی ہم کفو لڑکیون کے ساتھ یہی ہوسکتا ہی کہ وہ سرے سے اُنکے حقوق کا بوجھ ہی اپنے ذمہ نہ لین بلکہ اُنکو بدستور جاہل اور ناتربیت یافتہ لڑکون کی لئے چھوڑ دین. اگرچہ ابھی تک سوسائٹی کے دباؤ نے بہت کچھ اُنکے جذبات کو دبا رکھا ہی لیکن آخر کار ایک طرف کی تعلیم اور دوسری طرف کی جہالت قوم کے حق مین یقیناً بُرے نتائج پیدا کریگی.

مذہبی تحقیقات

مذہب کے متعلق جو کچھ سرسید کی مذہبی خدمات اور رفارمیشن کے بیان مین لکھا گیا اُس سے یا تو اُن کوششون کا دکھانا مقصود تھا جو اسلام اور مسلمانون کی خیرخواہی اور حمایت مین اُنسے ظہور مین آئین اور یا اُس دلیری اور جرأت کا بیان کرنا تھا جو اُنھون نے اپنی مذہبی تحقیقات کے اعلان کرنے مین ظاہر کی یہان ہم اُنکی مذہبی تحقیقات کے متعلق ایک دوسری حیثیت سے بحث کرنا چاہتے ہین جس سے اس بات کا اندازہ کرنا ممکن ہو کہ اس شخص مین مذہبی عقدون کے حل کرنے اور اُنکی پیچیدگیون کے سُلجھانے اور مذہب کو حقائق محققہ پر منطبق کرنے کی کسقدر قابلیت تھی؟ نہ وہ واعظ تھا نہ مفتی، نہ فقیہ تھا نہ محدث، نہ معانی و بیان کا ماہر تھا نہ منطق و فلسفہ کا مدعی تھا؛ باوجود اسکے زمانہ حال کے شبہات۔ جو لوگون کے دل مین اسلام کی نسبت پیدا ہوتے تھے۔ اُنکا حل کرنے والا تمام ہندوستان مین صرف یہی ایک شخص تھا جسکی تحریرین مجروح دلون پر مرہم کا کام کرتی تھین۔ اُسکے پاس اطراف ہندوستان سے اسلام کی نسبت بیسیون حل طلب سوالات صرف اس وجہ سے آتے تھے کہ موجودہ علماے اسلام اُنکا شافی جواب نہ دے سکتے تھے. چنانچہ بہت سے خطوط۔ جو سرسید نے اس قسم کے سوالات کے جواب مین لکھے ہین

بعض احباب کے بھیجے ہوئے اسوقت ہمارے پاس موجود ہین، بعض خطوں کے جواب تہذیب الاخلاق یا انسٹیٹیوٹ گزٹ وغیرہ کے ذریعہ سے شایع ہوئے ہین اور بعض اس مرحوم نے ہمارے سامنے لکھکر لوگون کو بھیجے ہین ۔ اکثر لوگ دور دور سے قصد کرکے اسی غرض سے سرسید کے پاس آتے تھے اور اپنے شبہات بیان کرتے تھے اور مطمئن ہو کر واپس جاتے تھے ۔ ایطرح اس مرحوم کے پاس بہت سے لوگ تسکین کے خط

۵۱ ایک صاحب نے جنکا نام احمد بابا مخدومی تھا۔ غالباً لاہور سے ۹۵ء مین سرسید کے پاس یہ سوال بھیجا تھا کہ قرآن مجید مین یحییٰؑ کی نسبت " برًّا بوالدیہ" اور عیسیٰؑ کی نسبت " برًّا بوالدتی" آیا ہے ۔ اگر فی الواقع عیسیٰؑ کا کوئی باپ ہوتا تو انکا قول بوالدتی کی جگہ بوالدیّ نقل کیا جاتا ۔ اگرچہ سرسید نے تفسیر مین اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے مگر خاصکر اس شبہہ سے کچھ تعرض نہین کیا ۔ اُنھون نے جواب مین یہ چند سطرین لکھ بھیجین " جناب مخدومی ! حضرت عیسیٰؑ تمام لوگون مین ابن مریم کرکے مشہور تھے ۔ اس شہرت کے سبب قرآن مجید مین بھی انکو ابن مریم سے تعبیر کیا ہے ۔ بہت لوگ اسی طرح اپنی ماں کے نام سے مشہور ہوئے ہین پس قرآن مجید مین جسطرح ابن مریم کہا گیا ہے برًّا بوالدتی بھی کہا ہے ۔ اس لفظ سے یہ سمجھنا کہ انکا کوئی باپ نہ تھا صحیح نہین ہے ۔ کیا سادات کو ۔ جو بنی فاطمہ کرکے مشہور ہین ۔ آپ بن باپ کا پیدا ہوا خیال کرتے ہین ؟ والسلام ۱۲

۵۲ مولوی سید ممتاز علی بی ۔ اے کے دل مین ۔ جب کہ وہ گورنمنٹ کالج لاہور مین پڑھتے تھے ۔ اسلام کی نسبت طرح طرح کے شبہات پیدا ہوگئے تھے اُنھون نے سرسید کو ۔ جو اُسوقت بتقریب ممبری کونسل کلکتہ مین تھے ۔ اپنے شبہات لکھکر بھیجے ۔ اُسوقت تک سرسید اُنکو نہین جانتے تھے ۔ مگر اُنھون نے فوراً اُنکو خط لکھا کہ خط کتابت سے کچھ فائدہ نہوگا، تم چند روز کے لئے کلکتہ چلے آؤ اور ریل کے کرایہ کی ضرورت ہو تو مین بھیجوا دون ۔ وہ فوراً کلکتہ چلے گئے اور چند صحبتون مین اُنکے تمام شبہات زائل ہوگئے ۱۲

۵۳ انھین خطوں مین سے ایک خط ہمارے سامنے سرسید کے نام سیموگہ علاقہ مدراس کے اہل اسلام کی جماعت کی طرف سے جسپر سید احمد قاضی سیموگہ اور شیخ بابن محمدن مشنیری سیموگہ اور چار اَور معزز مسلمانون کے دستخط تھے ۔ پہنچا تھا جسکو ہمنے سید صاحب سے مانگ لیا تھا ۔ اُسمین سے چند فقرے ہم اُنھین کی عبارت مین یہان نقل کرتے ہین "جناب کی تفسیر ہر ایک مسلمان کے دل پر ایسی روشنی ڈالتی ہے جیسی اندھیری رات پر آفتاب کی ۔ اس تفسیر سے ہمکو بہت بڑا فائدہ یہ ملتا ہے کہ ایک تحصیل شدہ مولوی اور ایک اردوخوان ہر دو کو برابر سمجھاتی ہے ۔ جسکو عقل سے کچھ بھی تعلق ہے وہ بلا شبہہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس تفسیر کے پڑھنے و سننے سے حق و باطل مین تمیز ہوتی ہے اور دل کو یقین ہوجاتا ہے کہ اسلام فطرت کے مطابق ہے ۔ ہم آج تک مذہبی باتون مین عقل کو دخل نہین دئے ۔ ۔ ۔ اور کبھی یہ نہین خیال مین آیا کہ اَنْ ہونی بات کیونکر ہوسکتی ہے ۔ ہان یہ تو ضرور سمجھتے تھے نصاریٰ کے (یعنی نصارے کے) تین خدایان ملکر ایک ہونا غیر ممکن ہے؛ بدستور ہنود کے ایک شخص کو تین مونہہ اور دوسے زیادہ کئی ہاتھ اور آدمی کو ہاتھی کا سر لگائی جانا یہ سب غلط ۔ (یعنی عیسائیون اور ہندوؤن کے ہان جو ناممکن باتین مانی جاتی ہین اُنکو تو ہم غلط جانتے تھے) مگر وہی غیر ممکن بلکہ اُس سے زیادہ تعجب انگیز باتین ہمارے علما و واعظین کی گھڑت ہمکو دکھائی نہ دی ۔ الحمد للہ اس حق گو تفسیر کی بدولت اس روحانی مہلک بیماریون کو آج غسل صحت ملا ۔ ۔ ۔ ۔ مسلمانون کے پاک دلون مین وہ گندی گندی باتین جمی ہوئی تھین جیسے کعبہ مین بتان، اب اُنکا یک بیک دور ہونا خدا کے مقدس کلام کی سچی تفسیر کا نتیجہ ہے ۔ ہم اس احسان کے بدلے اپنی کھال کی جوتیان بنا دین تو حضرت کی تفسیر کے ایک فقرہ کا معاوضہ نہوگا ۱۲

بھیجتے تھے کہ آپ کی تصنیفات سے ہمکو یہ اور یہ فائدے پہنچے ہین ۔

ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ سرسید نے جسقدر اختلافات مذہبی مسائل مین علمای سلف سے کیے ہین اُنمین سے اکثر ایسے ہین جنمین اَور لوگ بھی اُنکے ساتھ شریک ہین ۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اُنھون نے محض اگلے محققین کی تقلید سے ان اختلافات پر مبادرت کی ہی ۔ اول تو جس مقصد سے اگلے محققین نے جمہور سے اختلاف کیا ہی وہ مقصد سرسید کے مقصد کے ساتھ متحد نہ تھا ۔ سرسید کے تمام اختلافات کا اصلی مقصد اسلام کی طرف سے معترضین کے اعتراضات یا متشککین کے شبہات کا رفع کرنا تھا بخلاف اگلے محققین کے جنکے اختلافات کا ہرگز یہ منشا نہین ہو سکتا ؛ کیونکہ جو اعتراضات آج کل مذاہب پر وارد کئے جاتی ہین اُنسے اُن بزرگون کے کان کبھی آشنا نہ ہوے تھے ۔ دوسرے جن لوگون نے سرسید کی طرز تصنیف کو بنظر غور دیکھا ہی وہ اس بات سے بخوبی واقف ہین کہ وہ جب تک کسی مسئلہ کی نسبت خود اپنی کوئی رائے قائم نہ کر لیتے تھے اُسوقت تک کتابون کی طرف بہت ہی کم رجوع کرتے تھے ۔ پھر اگر کسی مصنف کا قول اُنکے موافق نکل آتا تھا تو اُسکو بھی اپنی رائے کی تائید کے لئے لکھدیتے تھے ورنہ صرف اپنی رائے لکھدینے پر اکتفا کرتے تھے ۔ اکثر ایسا ہوا ہی کہ جب اُنکی تحریر چھپکر شایع ہو چکی اُسوقت حسن اتفاق سے کسی محقق کا قول سرسید کی رائے کا مؤید اُنکے کسی دوست کو معلوم ہوا اور اُسنے یا تو سرسید کو اُس سے مطلع کر دیا اور یا بذریعۂ تحریر کے کسی میگزین یا اخبار مین چھپوا دیا ۔ اصل یہ ہی کہ سرسید کو مذہبی تحریرات مین جسقدر اپنے دماغ سے کام لینا پڑتا تھا اُسقدر دوسرے مصنفون کی کتابون سے مدد ملنے کی اُنکو توقع نہ تھی اور اسلئے وہ خود کتابون کی طرف بہت کم رجوع کرتے تھے ۔ یہی سبب ہی کہ اُنکی تصنیفات مین کتابون کے حوالے جتنے کہ ہونے چاہیئے تھے اُنسے بہت کم ملتے ہین اور جسقدر ملتے ہین اُنمین زیادہ تر ایسے ہین

جو اُنکے لئے اَور لوگون نے تلاش کر کے بہم پہنچائے ہین ۔ اسکے سوا بہت سے مقامات اُنکی تصنیفات مین ایسے موجود ہین جنہین اگرچہ اُنھون نے سلف کے اقوال سے اپنی رائے پر استشہاد کیا ہی مگر جب اُن اقوال کے مجمل اور غیر شافی بیان کو سرسید کے مدلل اور شافی بیان کے مقابلہ مین دیکھا جاتا ہی تو دونون مین اسقدر فرق معلوم ہوتا ہی کہ مشکل سے اُن اقوال کو سرسید کی رائے کا ماخذ قرار دیا جا سکتا ہے باوجود ان سب باتون کے ہم بے شمار تحقیقاتین سرسید کی مذہبی تصنیفات مین ایسی اچھوتی پاتے ہین جنکو بظاہر اس چودھوین صدی کے محقق سے پہلے کسی کے قلم نے مس نہین کیا اور بہت سے ایسے اُرجنل خیالات اور اُرجنل رائین دیکھتے ہین جنکو اُسکی اوّلیات کے ساتھ تعبیر کیا جا سکتا ہی۔

اُسی نے سب سے پہلے مذہب کی سچائی کا یہ معیار قرار دیا کہ اُسکی تعلیم مین کوئی بات فطرت انسانی یا فطرۃ اللہ کے خلاف نہو اور اُسی نے سب سے پہلے اس بات کا دعوے کیا کہ اس معیار پر جیسا کہ اسلام پورا اُترتا ہی دنیا کا کوئی مذہب ایسا پورا نہین اُترتا ۔

اُسی نے سب سے پہلے اس بات کو سمجھا کہ نبی کی عظمت اور بزرگی اسمین نہین ہی کہ اُس سے معجزات اور پیشین گوئیان صادر ہون بلکہ اُسکی تمام عظمت اور تمام بزرگی اسمین ہی کہ جب منکرین اُس سے معجزہ طلب کرین تو اُنکو یہ جواب دے کہ "انما الآیات عند اللہ" اور "سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا"

اُسی کا ذہن سب سے پہلے اس نکتہ تک پہنچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا قرآن مین ذکر نہ ہونا جسکو مخالفین آپ کی نبوت کے عدم ثبوت کی ایک دلیل قرار دیتے ہین ۔ یہی سب سے بڑی دلیل آپ کی سچائی اور نبیِ برحق ہونے کی ہی ۔

اُسی نے سب سے پہلے بتایا کہ قرآن مین سب سے بڑی وجہِ اعجاز یہ ہی کہ اُسکی تعلیم فطرت انسانی

کے مطابق اور جاہل و عالم اور وحشی و شایستہ سب کی سمجھ کے موافق اور ہر زمانہ کی حالت کی مناسب ہے اور صرف بتایا ہی نہین بلکہ اپنے دعوے کا ثبوت اُس حد تک پہنچا دیا جس سے زیادہ مذہبی مسائل کا ثبوت ہرگز نہین دیا سکتا ۔۔

اُسی نے سب سے پہلے اس بات کو دریافت کیا کہ اسلام جو مدت دراز سے غیر قومون مین مطعون و متہم چلا آتا ہی اسکے مختلف اسباب مین سے ایک بڑا سبب یہ ہی کہ اُنھون نے مسلمان فاتحون اور کشور کشاؤن کی بے اعتدالیون کو ایک نتیجہ اسلام کی تعلیم کا قرار دیا ہی اور اسکو مسلمانون کے کردار کا جوابدہ تصور کیا ہے حالانکہ اسلام ہر ایک طعنہ اور ہر ایک اعتراض سے اُسوقت تک بالکل بری ہی جب تک کہ خود اُسکی تعلیم مین کوئی بات قابل گرفت کے نہ پائی جائے

اُسی نے سب سے پہلے اسلام پر سے عیسائی قومون کا یہ الزام رفع کیا کہ وہ شایستگی اور سویلزیشن کے ساتھ جمع نہین ہو سکتا اور مسلمان جب تک کہ مسلمان ہین دنیوی ترقیات مین حصہ نہین لے سکتے ۔

اُسی نے سب سے پہلے یہ ثابت کیا کہ آنحضرت صلعم کا کوئی غزوہ اور کوئی سریہ اس ارادہ پر مبنی نہ تھا کہ کفار کو تلوار کے زور سے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے بلکہ جسقدر چھوٹی یا بڑی لڑائیان آپ کے عہد مین کفار کے ساتھ ہوئین اُنکا اصل مقصد امن کا قائم کرنا اور مسلمانون کی مذہبی آزادی کے موانع کو دور کرنا تھا اور اُسی نے نہایت روشن دلیلون سے اس امر کا ثبوت دیا کہ قرآن مین ایک آیت بھی ایسی نہین جسمین لوگون کو جبرًا مسلمان کرنے کا حکم ہو بلکہ بے شمار آیتین اسکے برخلاف صاف صاف دلالت کرتی ہین کہ دین مین کسی قسم کا جبر و اکراہ نہین ہی ۔

اُسی نے سب سے پہلے اس نکتہ کو ظاہر کیا کہ اپنی مذہبی آزادی کے برقرار رکھنے کے لئے دین کے دشمنوں سے لڑنا اور اُنکے ظلم و تعدی کا انتقام لینا یہی فطرت انسانی کا مقتضا ہی جسپر انسان عمل درآمد کرسکتا ہی نہ یہ کہ ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسرا گال بھی سامنے کردینا، کیونکہ نہ اسپر کبھی پہلے عمل ہوا ہی اور نہ آیندہ ہوسکتا ہی۔

اُسی نے سب سے پہلے نص قرآنی سے ثابت کیا کہ اُن کفار و مشرکین کے سوا جو مسلمانون سے محض دین کی بابت لڑین، اُنکو جلاوطن کرین اور اُنکے برخلاف لوگون کی مدد کرین۔ کسی مشرک یا کسی کافر کتابی یا غیر کتابی کے ساتھ دوستی کرنا، اُنسے میل جول رکھنا اور صفائی و خلوص سے ملنا دین اسلام کی رو سے منع نہین ہی۔

اُسی نے سب سے پہلے فقہا کی اس غلطی کو پکڑا کہ ہر ملک مسلمانون کے لئے یا دارالاسلام ہے یا دارالحرب اور ہر کافر حربی ہی یا ذمّی؛ کیونکہ ہجرت اُولے مین جب مسلمان نجاشی کی پناہ مین جاکر رہے تو اُسوقت ابی سینیا پر نہ دارالاسلام کا اطلاق ہوسکتا تھا نہ دارالحرب کا، اور ابی سینا کے عیسائیون پر نہ اہل حرب کا اطلاق صحیح تھا نہ اہل ذمہ کا۔ اور اسی طرح جن ملکون مین آج مسلمان عیسائی سلطنتون کے محکوم ہین اور مذہبی امور مین اسلامی سلطنتون سے بھی زیادہ آزاد ہین اُن ملکون کو بھی نہ دارالحرب کہہ سکتے ہین نہ دارالاسلام اور عیسائی حکمرانون کو نہ اہل حرب کہہ سکتے ہین نہ اہل ذمّہ۔

اُسی نے سب سے پہلے نص قرآنی سے استدلال کیا کہ اسلام نے برخلاف شرایع سابقہ کے اسیرانِ جنگ کے قتل کرنے یا غلام بنانے کو ہمیشہ کے لئے موقوف کردیا ہی۔

اُسی نے سب سے پہلے قرآن سے یہ مسئلہ استنباط کیا کہ اگر مسلمان کو اس بات کا احتمال بھی ہو
کہ وہ متعدد ازواج مین عدالت نہ کر سکیگا تو اُسکو ایک وقت مین ایک سے زیادہ جورو کرنی جائز نہین ہے۔
اُسی نے سب سے پہلے اس بات کا ثبوت دیا کہ طلاق کے مسئلہ مین یہودیون کے ہان افراط ہے
اور عیسائیون کے ہان تفریط اور اعتدال صرف اسلام مین ہے اور بس۔
اُسی نے سب سے پہلے رسول خدا صلعم کا نسب نامہ عدنان سے لیکر اسمعیل علیہ السلام تک
زمانہ حال کے اصول مسلمہ کے موافق صحیح کر کے دکھایا اور مخالفین کے اس اعتراض کو دفع کیا کہ آنحضرتؐ
کا بنی اسمعیل مین سے ہونا ثابت نہین ہے۔
اُسی نے سب سے پہلے عیسائی مصنفون کی اس غلط فہمی کو رفع کیا کہ مکہ کے قریب اسمعیل عمؑ کا
آباد ہونا محض بناوٹ اور افسانہ ہے اور بوسۂ حجر اسود، طواف کعبہ، اشہر حُرم کی تعظیم اور مکہ و منا و عرفات
مین جو مناسک ادا کئے جاتے ہین اُنمین سے کسی بات کو حضرت ابراہیم کے اصول سے تعلق نہین ہے
بلکہ بُت پرستی کے اصول جو جنوبی عرب مین جاری تھے اُنسے تعلق ہے؛ اُسنے نہایت روشن دلیلون اور
تاریخی شہادتون اور بائبل کے حوالون سے ثابت کیا کہ انمین سے ایک بات بھی ایسی نہین جسکی
نظیر بنی اسحق یا بنی اسرائیل مین موجود نہو۔
اُسی نے سب سے پہلے عیسائی مصنفون کے اس اعتراض کو دفع کیا کہ قوم عاد کا قوم نوح
کے بعد اُنکا جانشین ہونا۔ جیسا کہ قرآن سے پایا جاتا ہے۔ صحیح نہین ہے۔
اُسی نے سب سے پہلے قدیم جغرافیون کی شہادت اور بائبل کے حوالون سے ثابت کیا کہ فاران
کا لفظ جو حضرت موسی اور حبقوق نبی کی بشارت مین آیا ہے اور جس سے مسلمان آنحضرت صلعم کی نبوت کے

استدلال کرتے ہین اُس سے وادی حجاز مراد ہی نہ وہ مقامات جنکو بعض عیسائی مصنفون نے مسلمانون کے برخلاف فاران کا مصداق قرار دیا ہی۔

اُسی نے سب سے پہلے اُن عظیم الشان فائدون کو بیان کیا جو دیگر مذاہب کو اور خاصکر دین عیسوی کو اسلام کی اشاعت سے پہنچے۔

اُسی نے سب سے پہلے دین اسلام اور مغربی علوم مین مصالحت کی بنیاد ڈالی اور اسی غرض سے کم و بیش دو تہائی قرآن کی تفسیر لکھی اور ایسے اصول مقرر کیئے جنکے بموجب آیندہ نسلین اُسکے اس دشوار کام کو پورا کر سکین اور اگر اُس سے تفسیر قرآن مین کوئی لغزش ہوئی ہو تو انھین اصول کے موافق اُسکی اصلاح کر سکین۔

اُسی نے سب سے پہلے اس بات کو سمجھا کہ اسلام کے لئے اب وہ زمانہ نہین رہا کہ قرآن کی جن آیتون کے معنی علماے سلف نے - بہ پاس ادب، یا بخوفِ خرقِ اجماع، یا بسبب عدم ضرورت، یا اس وجہ سے کہ ممالک اسلامیہ مین علمای اسلام کو پوری پوری مذہبی آزادی نہ تھی - صاف صاف بیان نہین کئے اور خاص خاص صورتون کے سوا تمام الفاظِ قرآنی کو اُنکے حقیقی معنون پر مقصور رکھا ہی، اب بھی اُنکو اسی حالت پر چھوڑ دیا جائے؛ بلکہ ضرور ہی کہ جو الفاظ درحقیقت بطور مجاز و استعارہ و تمثیل کے استعمال کئے گئے ہین اُنکے اصلی معنی بیان کئے جائین اور جو شبہات اُنکے حقیقی معنی مراد لینے سے پیدا ہوتے ہین اُنکو رفع کیا جائے۔

اگرچہ مذہبی تحقیقات کا خداداد ملکہ جو سرسید کی طبیعت مین ودیعت تھا اُسکا ثبوت اُنکی ہر ایک تحریر مین - جو غدر کے بعد اُنکی قلم سے نکلی نمایان طور پر پایا جاتا ہی۔ مگر تفسیر القرآن جسمین گویا نئے

علم کلام کی بنیاد قائم کی گئی ہی۔ سب سے عمدہ نمونہ اُنکی تصنیفات کا ہی اور اسکا اندازہ اُس سیدھے سادے اور عام فہم طریقہ سے بخوبی ہوسکتا ہے جو اس تفسیر مین بمقابلہ علوم جدیدہ کے اسلام کی حمایت کے لیئے اختیار کیا گیا ہو۔ اس بات کے بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ جو طریقہ دین کی حمایت کا بمقابلہ یونانی فلسفہ کے ہمارے قدیم متکلمین نے اختیار کیا تھا وہ اس زمانہ مین کچھ بکارآمد نہین رہا یہان تک کہ جو مصنفین اس زمانہ مین اُس طریقہ پر کاربند ہوتے ہین اُنکی تصنیفات سے تعلیم یافتہ لوگون کی تشفی نہین ہوتی اور جو شبہات مذہب کی نسبت اُنکے دل مین خطور کرتے ہین وہ بدستور کھٹکتے رہتے ہین۔

آج کل ممالک عثمانیہ مین رسالۂ حمیدیہ کی بہت شہرت ہے جو طرابلس کے مشہور عالم شیخ حسین افندی نے ۱۳۰۶ھ مین وہان کے تعلیم یافتہ نوجوانون کے خیالات کی اصلاح کی غرض سے لکھا ہے اور جسپر شام کے بارہ جلیل القدر عالمون نے اور روم و شام و مصر کے بہت سے نامور اخبارون نے لمبی لمبی تقریظین اور ریویو لکھے ہین۔ چونکہ ممالک مذکور مین کسی مسلمان عالم کی یہ مجال نہین کہ سلف کی تقلید کے دائرہ سے قدم باہر رکھ سکے اسلیے مصنف موصوف کا طریقۂ استدلال زیادہ تر انھین اصول پر مبنی ہے جو قدیم متکلمین نے یونانی فلسفہ کے مقابلہ مین اختیار کیا تھا۔

مثلاً اس زمانہ کے نئے اکتشافات مین سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ سورج اور تمام ثوابت و سیارات جو قدیم خیالات کے موافق آسمانون مین جڑے ہوے تسلیم کئے جاتے تھے درحقیقت ایسا نہین ہے بلکہ سب ایک فضاے ممتد مین۔ جسکی وسعت غیر متناہی ہے۔ جابجا بکھرے ہوے ہین اور بذریعۂ کشش کے جو منجملہ قوانین قدرت کے ایک زبردست قانون ہے۔ اپنی اپنی جگہ پر قائم ہین اور کبھی اُس حد سے تجاوز نہین کرتے اور کوئی ایسا کرہ جو تمام عالم پر محیط ہو مثل آسمان یا عرش و کرسی وغیرہ کے اس فضا مین

موجود نہین ہے۔ یہ مسئلہ اب تھیوری کی حد سے نکلکر سائنس کے درجہ کو پہنچ گیا ہے جسپر تمام یوروپ اور امریکا کے ہیأت دانون کا اتفاق ہے۔ اگرچہ حکمای اسلام مین سے ابوبکر بن العربی کی بھی یہی رائے تھی مگر چونکہ اُسوقت تک کشش کا قانون معلوم نہین ہوا تھا اسلئے وہ رائے سائنس کے درجہ کو نہین پہنچی تھی۔ چونکہ قرآن مجید مین سبع سمٰوات اور عرش و کرسی اور لوح و قلم اور جنت و جہنم کے الفاظ وارد ہوے ہین جو بظاہر اس نئی تحقیقات کے خلاف معلوم ہوتے ہین اور جنسے بڑے بڑے کُرون کا اور ایسے اجسام عظیمہ کا جو زمین اور آسمان سب پر محیط ہین اس فضا مین موجود ہونا سمجھا جاتا ہے اسلئے مصنف رسالۂ حمیدیہ نے اسکا یہ جواب دیا ہے کہ خدا تعالے کا ہمارے اوپر سات آسمانون کا پیدا کرنا اور اُنکے اوپر کرسی اور کرسی کے اوپر عرش کا پیدا کرنا اور جو کچھ کہ ہوا یا آیندہ ہوگا اسکے ثبت کرنے اور لکھنے کے لئے لوح و قلم کا پیدا کرنا اور انسان کے اعمال کی جزا و سزا کے لئے بہشت و دوزخ کا پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ نصوص شرعیہ مین وارد ہوا ہے۔ انمین سے کوئی بات ایسی نہین ہے جو تحتِ قدرتِ کاملۂ باری تعالیٰ داخل نہو۔ پس جب تک کسی دلیل قاطع عقلی سے یہ ثابت نہو کہ انمین سے کوئی چیز بالفعل موجود نہین ہے یا انکا موجود ہونا محالات سے ہے اُسوقت تک کوئی وجہ نہین کہ اُنکے وجود کا انکار کیا جائے۔

ہم یہان اس امر سے بحث کرنا نہین چاہتے کہ ان چیزون کے عدم وجود یا عدم امکان پر کوئی دلیل قاطع عقلی موجود ہے یا نہین لیکن ہمارے نزدیک اسمین شک نہین کہ جن لوگون کے مذہبی خیالات کی اصلاح کی غرض سے مصنف موصوف نے یہ کتاب لکھی ہے اُنکے دل کا کانٹا ایسے بیانات سے نہین نکل سکتا۔ اگرچہ ممکن ہے کہ ممالک اسلامیہ مین علانیہ ایسی تصنیفات پر چون و چرا نہ کیجائے

لیکن جن لوگون نے علوم جدیدہ کی تعلیم پائی ہے اور تعلیم نے اُنپر اپنا پورا پورا اثر بھی کیا ہے ایسے جوابون سے اُنکے دل کی خلش کا مٹنا دشوار ہے کیونکہ جن باتون کو وہ مثل بدیہیات اولیہ کے یقینی سمجھے ہوے ہین اُنکا یقین محض احتمالات سے زائل نہین ہو سکتا۔

مگر جو طریقہ سرسید نے ایسے شبہات کے رفع کرنے کا اختیار کیا ہے وہ بالکل شارع کے اس اصول کے موافق ہے کہ "کلموا الناس علی قدر عقولھم" کیونکہ اُس سے جہانتک کہ دیکھا گیا ہے تعلیم یافتہ نوجوانون کی خاطر خواہ تشفی ہو جاتی ہے اور قرآن کے بیان مین شک و شبہہ کرنے کی کوئی وجہ باقی نہین رہتی۔ سرسید کہتے ہین کہ جسطرح قرآن کا بلفظہ کلام الٰہی ہونا مسلم ہے اسیطرح یہ بھی مسلم ہے کہ وہ انسان کی زبان مین نازل ہوا ہے۔ پس جسطرح انسان کے کلام کے معنی لگائے جاتے ہین اسی طرح خدا کے کلام کے معنی لگائے جائینگے۔ ظاہر ہے کہ انسان کبھی الفاظ کو اُنکے حقیقی معنون مین استعمال کرتا ہے اور کبھی مجازی معنون مین؛ پس قرآن کے الفاظ سے بھی کہین حقیقی معنی مراد لیے جائینگے اور کہین مجازی معنی۔ بڑے بڑے جلیل القدر عالمون اور محققون نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ قرآن مین انسان کی عقل اور سمجھ کے موافق جو علمی ترقی سے پہلے اُسکی اصل خلقت مین ودیعت تھی۔ خطاب کیا گیا ہے۔ پس جو کچھ مبدأ و معاد کے متعلق قرآن مین بیان ہوا ہے ممکن نہین کہ اُن الفاظ کو اُنکے حقیقی معنون پر محمول کیا جائے کیونکہ جسطرح انسان کی سمجھ خدا کی ذات و صفات و اسماء و افعال کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہے اسی طرح واقعات بعد الموت اُسکے فہم کی رسائی سے وراء الورا ہین اور کوئی لفظ یا الفاظ انسان کی زبان مین ایسے موجود نہین ہین جنکے ذریعہ سے اُن حقائق و معارف کو کما ہی ہی تعبیر کیا جا سکے۔ پس عرش

وکرسی اور لوح و قلم اور جنت و جہنم اور اسی طرح تمام الفاظ جو مبدأ و معاد کے متعلق قرآن مجید مین وارد ہوے ہین وہ سب بطور مجاز و استعارہ کے اطلاق کئے گئے ہین نہ بطور حقیقت کے۔ اسیطرح جو خیال عام انسانون کا آسمان اور زمین اور ستارون کی نسبت تھا اُسی کے موافق قرآن مین اُنکا ذکر کیا ہے۔ وہ آسمان کو مثل ایک چھت یا سائبان کے زمین پر چھایا ہوا تصور کرتے تھے سو اُنھین کی سمجھ کے موافق فرمایا " وجعلنا السماء سقفاً محفوظاً ؛ وہ زمین کو مثل فرش کے بچھا ہوا جانتے تھے سو اُنھین کے خیال کے مطابق کہا " والارض فرشناھا " وہ ستارون کو آسمان مین جڑا ہوا تصور کرتے تھے سو اُنھین کے تصور کے موافق فرمایا " انا زینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب " کیونکہ اصل مقصود آسمان اور زمین اور ستارون کی حقیقت بیان کرنا نہ تھا بلکہ مصنوعات کی عظمت سے جسطرح پر کہ وہ اُسکو تسلیم کئے ہوے تھے۔ صانع کی عظمت و جلال کا تصور دلانا اور اُسکی طرف متوجہ کرنا مقصود تھا۔

یہ ایک نہایت مختصر اور ناکافی خلاصہ ہے اُن تحریرون کا جو سرسید نے اس قسم کے شبہات رفع کرنے کی غرض سے تفسیر کے مختلف مقامات مین بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہین۔ اگر کسی کو زیادہ تفصیل دیکھنی منظور ہو وہ تفسیر کی جلدون کو اور اُنکے رسالہ اصول التفسیر کو مطالعہ کرے۔

یا مثلاً مصنف رسالہ حمیدیہ نے آنحضرت صلعم کی نبوت پر خوارق عادات یعنی معجزات سے استدلال کیا ہے اور جو کچھ معجزہ کے متعلق علم کلام کی کتابون مین لکھا ہے اُسی کو زیادہ صفائی کے ساتھ اپنی عبارت مین ادا کیا ہے۔ اگرچہ خرق عادت کو دلیل نبوت گردانتے پر قدیم سے ردّ و قدح ہوتی چلی آئی ہے یہانتک کہ خود اہل اسلام مین سے بعض محققین نے نہایت زبردست دلیلون سے ثابت کیا ہے کہ معجزہ کسی طرح دلیل نبوت نہین ہوسکتا۔ مگر اسمین شک نہین کہ جمہور متکلمین قدیم سے

خرق عادت کو دلیل نبوت کہتے چلے آئے ہین۔ لیکن اس زمانہ مین وہ تمام دلیلین جو خرق عادت کے ممکن ہونے یا اُنسے نبوت کے ثابت ہونے پر قائم کیجاتی تھین سب بیکار ہو گئی ہین۔ ہر شخص جسنے زمانہ حال کے علوم طبیعیہ کی تعلیم پائی ہے اور اُنکو اچھی طرح سمجھا ہے وہ دل سے اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ قوانین قدرت کبھی نہین بدلتے اور اسباب و مسبّبات مین کبھی تخلف واقع نہین ہوتا۔ سب سے بڑا شبہہ متکلمین کے استدلال پر یہ وارد ہوتا ہے کہ مثلاً جو معجزات آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کئے جاتے ہین اُنمین سے کسی معجزہ کی نسبت یہ ثابت نہین ہوتا کہ آپنے دعوت اسلام کرتے وقت یا اُسوقت جبکہ آپ سے معجزے طلب کئے گئے منکرین کو کوئی معجزہ دکھایا ہو۔ بلکہ برخلاف اسکے قرآن سے بخوبی ثابت ہے کہ جب کبھی کفار کی طرف سے معجزے طلب کرنے مین اصرار ہوا تو آپ نے اسکے سوا کچھ نہین کہا کہ "انما الآیات عند اللہ" یا "سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا" یا "لو ان عندی ما تستعجلون بہ لقضی الامر بینی وبینکم" یا "ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسّنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون" حالانکہ نبوت کا ثبوت اگر معجزہ پر منحصر ہوتا تو کفار کو عند الطلب معجزہ دکھانا ضرور تھا۔ بعینہ ایسا ہی انجیل سے ثابت ہوتا ہے کہ جسقدر معجزات حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کئے جاتے ہین اُنمین سے کوئی معجزہ عند الطلب نہین دکھایا گیا بلکہ برخلاف اسکے متی باب ۴ و ۱۲ و ۲۶ و ۲۷ اور مرقس باب ۸ و ۱۴ و ۱۵ اور لوقا باب ۲۲ و ۲۳ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح سے بارہا معجزے طلب کئے گئے مگر آپ نے اُنکے دکھانے سے انکار کیا۔

نیز مصنف موصوف نے قدیم متکلمین کی طرح آنحضرت کے معجزات کی نسبت یہ بھی لکھا ہے

کہ آپ سے خوارقِ عادات کا وقوع مین آنا تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گیا ہے اور جو بات تواتر سے ثابت ہو اُسکا کسی طرح انکار نہین ہوسکتا۔ لیکن اس زمانہ مین تواتر کو اُسی حالت مین مفید یقین مانا جاتا ہے جب کہ روایت مین کوئی مضمون دلیل قاطع عقلی یا قانون قدرت کے خلاف مندرج نہو۔

بہرحال کسی نبی کی نبوت کے ثبوت مین اُسکے خوارق عادات کو پیش کرنا۔ جیساکہ قدیم متکلمین کا دستور تھا۔ اس زمانہ مین کچھ بکار آمد نہین رہا بلکہ کسی نبی کی نسبت یہ ثابت ہونا۔ کہ اُسنے خوارق عادات دکھانے کا کبھی دعوے نہین کیا۔ یہی بڑی دلیل اسکی سچائی کی سمجھی جاتی ہے۔

سرسید نے برخلاف جمہور متکلمین کے خرق عادت کے واقع ہونے سے انکار کیا ہے اور اس دعوے کی تائید مین کہ معجزہ دلیل نبوت نہین ہوسکتا قاضی ابن رشد اندلسی کی ایک لمبی تقریر اُنکی کتاب "الکشف عن مناہج الادلہ فی عقائد الملتہ" سے نقل کی ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ بعد تسلیم کرنے اس بات کے۔ کہ خدا موجود، مرید، متکلم، قادر اور مالک عباد ہے اور وہ رسول بھیجا کرتا ہے اور اُنسے معجزات بھی صادر ہوا کرتے ہین۔ یہ ثابت نہین ہوتا کہ جنسے معجزے صادر ہوتے ہین وہ خدا کے رسول ہوتے ہین۔ ایک دوسرے موقع پر جہان آنحضرت صلعم کے معجزات پر بحث کی ہے شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب تفہیمات سے اُنکا یہ قول نقل کیا ہے کہ "شق قمر ہمارے نزدیک معجزات مین سے نہین ہے بلکہ علامات قیامت مین سے ہے جیساکہ خدا تعالی فرماتا ہے "اقتربت الساعۃ وانشق القمر + + اور خدا تعالے نے اُن معجزات مین سے (یعنی آنحضرت کے معجزات مین سے) اپنی کتاب مین کچھ ذکر نہین کیا اور نہ کہین اُنکی طرف اشارہ کیا ہے"

اسکے بعد خود سرسید نے ایک نہایت مفصّل اور شافی بحث فطرت انسانی پر اور اس بات پر کی ہے کہ انسان اپنی فطرت کی رو سے ہدایت کرنے والون کا محتاج ہے اور اسی فطرت کا مقتضا یہ ہے

کہ جو گروہ کسی شخص کو دین یا شریعت کا ہادی سمجھتا ہے اُسکو جب تک انسانیت کے درجہ سے وراء الوراء
نہین ٹھیرالیتا اسکے دل کو صبر نہین آتا یہان تک کہ اُسکو خدا اور خدا کا بیٹا تک کہنے کی جرأت کر بیٹھتا ہے
اور کم سے کم یہ کہ اُسمین ایسے اوصاف اور معجزات اور کرامتین ثابت کرتا ہے جنسے وہ باوجود انسان ہونے
کے نوع انسان سے بالاتر سمجھا جائے ۔ معمولی واقعات ۔ جو عادت الٰہی کے مطابق واقع ہوتے رہتے ہین
جب اُسکی طرف منسوب ہوتے ہین تو وہی اُسکی کرامتین اور معجزے قرار پاجاتے ہین ۔ اگر ایک
عام آدمی کسی کو بددعا دے کہ تجھپر بجلی گرے اور اتفاق سے وہ بجلی ہی سے مارا جائے تو کسی کو کچھ خیال
نہین ہوتا لیکن اگر وہ بددعا کسی ایسے شخص نے دی ہو جسکے تقدس کا خیال لوگون کے دلون مین ہو
تو اُسکی کرامت یا معجزہ سمجھا جاتا ہے ++ انسان مین بعضی ایسی قوتین ہین جو خاص طریقۂ مجاہدہ
سے قوی ہوجاتی ہین اور کسی مین بمقتضای خلقت قوی ہوتی ہین اور اُنسے ایسے ایسے امور ظہور
مین آتے ہین جو اُن لوگون سے ظہور مین نہین آسکتے جنکی قوتین مجاہدہ سے یا بمقتضای خلقت
ویسی قوی نہین ہین ۔ حالانکہ وہ سب امور اُسی طرح واقع ہوتے ہین جیسے تمام کام بمقتضاے فطرت
انسانی وقوع مین آتے ہین مگر وہ امور بھی اُن مقدس شخصون کے معجزے یا کرامات سمجھے جاتے ہین ۔
پھر بہت سی عجیب باتین بزرگون کی نسبت ایسی مشہور ہوجاتی ہین جنکی درحقیقت کچھ اصل نہین ہوتی
مگر جنکی طرف وہ منسوب کیجاتی ہین اُنکی عقیدت کے سبب سے بلاتحقیق اُن پر یقین کرلیا جاتا ہے ۔ اسی لئے
انبیا علیہم السلام کے اکثر کامون کو بطور خوارق عادات کے بیان کیا گیا ہے اور بہت سی باتین اُنکی طرف
ایسی منسوب کی گئی ہین جنکا کچھ ثبوت نہین ۔ انتہے ملخصًا ۔

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ "انھین غلط خیالات کے سبب لوگون نے انبیا ؑ سے انکار کیا ہے ۔ چنانچہ

قوم نوح، قوم عاد اور قوم ثمود نے انبیا کے انکار کرنے کی یہی وجہ بیان کی کہ "ان انتم الا بشر مثلنا" اور انھین غلط خیالات کی وجہ تھی کہ مشرکین عرب بھی آنحضرت صلعم سے معجزون کے طلبگار ہوتے تھے. کبھی کہتے تھے کہ اگر یہ پیغمبر ہین توکیون نہین انکے پاس فرشتے آتے؟ کیون نہین انکے پاس خزانہ اُتارا گیا؟ کبھی کہتے تھے کہ یہ تو عام انسانون کی طرح کھاتے پیتے ہین، بازارون مین پڑے پھرتے ہین؛ یعنی انسانون سے زیادہ کوئی بات انمین نہین ہے. کبھی آسمان سے پتھر برسوانے چاہتے تھے، کبھی آسمان کا ٹکڑا ٹوٹ کر گرنے کی خواہش کرتے تھے.

اسکے بعد سر سید نے سورۂ کہف، سورۂ اعراف، سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ عنکبوت کی وہ آیتین نقل کی ہین جنمین آنحضرت کو حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ معجزہ یا علم غیب کے تجھسے متوقع ہین اُنسے کہدے کہ اسکے سوا کچھ نہین کہ مین ایک بشر ہون مثل تمھارے جسکو وحی سے معلوم ہوا ہے کہ تمھارا خدا ایک خدا ہے اور بس؛ اور کہدے کہ مین بغیر خدا کی مشیت کے نہ اپنے تئین نفع پہنچا سکتا ہون نہ نقصان، اور اگر مین غیب کا علم رکھتا تو کثرت سے بھلائیان حاصل کر لیتا اور بُرائی مجھکو چھوتی بھی نہین، مین کچھ نہین ہون سوا اسکے کہ مومنون کو ڈرانے والا اور خوشخبری دینے والا ہون اور بس؛ اور کہدے کہ پاک ہے میرا رب مین کچھ نہین ہون مگر ایک انسان خدا کا بھیجا ہوا؛ اور کہدے کہ معجزے تو خدا کے پاس ہین، مین کچھ نہین ہون مگر ایک علانیہ ڈرانے والا.

ان آیتون کے نقل کرنے کے بعد وہ لکھتے ہین کہ "آنحضرت صلعم کے پاس — جو کہ افضل الانبیاء والرسل ہین — معجزہ نہ ہونے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاے سابقین (علیہم السلام) کے پاس بھی کوئی معجزہ نہ تھا. اور جن واقعات کو لوگ معجزہ (متعارف معنون مین) سمجھتے تھے وہ درحقیقت معجزات نہ تھے بلکہ ایسے واقعات تھے جو مطابق قانون قدرت کے واقع ہوے تھے. خاتم النبیین (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے جو اس بات کو کھول دیا

اور چھپا اُنکا نہین رکھا اسکا اصلی سبب یہ تھا کہ بڑا جزو اسلام کا ++ جسکی وجہ سے آپ خاتم النبیین ہوے وہ صرف تکمیل تلقین توحید ذات باری کی تھی جو توحیدات ثلاثہ مین منحصر ہے۔ یعنی توحید فی الذات، توحید فی الصفات اور توحید فی العبادۃ۔ انبیاء ؑ مین معجزات کا (علے المعنی المتعارف) یا اولیاء اللہ مین کرامات کا یقین کرنا (گو کہ اعتقاد کیا جاوے کہ خدا ہی نے وہ قدرت یا صفت اُنہین دی ہے) توحید فی الصفات کو نامکمل کر دیتا ہے۔ وہ کوئی عزت، کوئی بزرگی، کوئی تقدس اور کوئی صداقت اسلام اور بانی اسلام کی اس سے زیادہ نہین ہو سکتی کہ اُسنے بغیر کسی لاگ لپیٹ کے اور بغیر کسی دھوکا دینے کے اور بغیر کسی کرشمہ و کرتوت کا دعوے کرنے کے صاف صاف لوگون کو بتا دیا کہ معجزے تو خدا کے پاس ہین، مین تو مثل تمھارے ایک انسان ہون، میرے دل مین جو وحی ڈالی ہے اُسکی مین تمکو تلقین کرتا ہون؛ صلی اللہ علی محمد خاتم النبیین وحبیب رب العلمین"

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے کہ خوارقِ عادات جو عموماً انبیاء ؑ کی طرف منسوب کیے گئے ہین سرسید اسکی وجہ یہ نہین سمجھتے کہ اُنکی نبوت کا یقین لوگون کو فی الواقع اُنکے خوارقِ عادات دیکھنے سے ہوا تھا بلکہ اُنکے نزدیک انسان کی فطرت کا مقتضا یہی ہے کہ انبیا اور اولیا اور تمام مقدس لوگ۔ جنسے اُنکو عقیدت ہوتی ہے۔ اُنکی معمولی باتین بھی اُسکو معجزہ اور کرامت معلوم ہونے لگتی ہین۔ اسی مطلب کو وہ آگے چلکر دوسری طرح پر بیان کرتے ہین۔ وہ لکھتے ہین کہ "لوگون کا خیال ہے کہ انبیا پر ایمان لانا بسبب ظہور معجزات باہرہ کے ہوتا ہے مگر یہ خیال محض غلط ہے۔ انبیاء ؑ پر یا کسی ہادی باطل پر ایمان لانا بھی انسانی فطرت مین داخل اور قانون قدرت کے تابع ہے۔ بعض انسان از روی فطرت کے ایسے سلیم الطبع پیدا ہوتے ہین کہ سیدھی اور سچی بات اُنکے دل مین بیٹھ جاتی ہے، وہ اسپر یقین کرنے کے لیے دلیل کے محتاج نہین ہوتے۔ باوجودیکہ وہ اُس سے مانوس نہین ہوتے مگر اُنکا وجدانِ صحیح اُسکے سچے ہونے پر گواہی دیتا ہے۔ اُنکے دل مین ایک کیفیت

پیدا ہوتی ہے جو اُس بات کے سچ ہونے پر اُنکو یقین دلاتی ہے - یہی لوگ ہین جو انبیا ی صادقین پر صرف اُنکا
وعظ و نصیحت سنکر ایمان لاتے ہین، نہ معجزون اور کرامتون پر۔ اسی فطرت انسانی کا نام شارع نے ہدایت رکھا ہے۔
مگر جو لوگ معجزون کے طلبگار ہوتے ہین وہ کبھی ایمان نہین لاتے اور نہ معجزون کے دکھانے سے کوئی ایمان لاسکتا ہے۔
خود خدا نے اپنے رسول سے فرمایا کہ " اگر تو زمین مین ایک سرنگ ڈھونڈھ نکالے یا آسمان مین ایک سیڑھی لگالے
تب بھی وہ ایمان نہین لائینگے " اور ایک جگہ فرمایا کہ " اگر ہم کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب بھی بھیجدین اور اُسکو وہ اپنے
ہاتھون سے بھی چھولین تب بھی وہ ایمان نہین لائینگے اور کہینگے کہ یہ تو علانیہ جادو ہے " پس ایمان لانا صرف
ہدایت (فطرت) پر منحصر ہے، جیسے کہ خدا نے فرمایا " اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم " ہادی باطل
پر جو لوگ ایمان لاتے ہین (یا ہادی برحق کی بات قبول نہین کرتے) اُنکے دل مین بھی غالباً اسی قسم کی کیفیت پیدا ہوتی ہے
اور اُسکا سبب کبھی اُنکی فطرت ہوتی ہے جو کجی کی طرف مائل ہو اور سیدھی طرف مائل ہی نہین ہوتی ؛ اور اسی طرف خدا نے
اشارہ کیا ہے جہان فرمایا ہے " من یشاء اللہ یضللہ ومن یشاء یجعلہ علی صراط مستقیم " اور اکثر
یہ ہوتا ہے کہ دین آبائی کا اور سوسائٹی کا ایسا بوجھ اُنکی طبیعتون پر ہوتا ہے کہ سیدھی بات کے دل مین آنے کی جگہ ہی
نہین رہتی، اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ مخلّی بالطبع ہوکر اُس بات پر غور نہین کرتے اور اسی کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے
جہان فرمایا ہے کہ " فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ
ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء کذلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یؤمنون "

پھر اسی معجزہ کی بحث مین سرسیّد نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر معجزہ سے - جیسا کہ شاہ ولی اللہ اور
بعض دیگر محققین نے لکھا ہے - یہ مراد ہے کہ وہ بغیر موجود ہونے اسباب کے ظہور مین نہین آتا تو ہم ایسے
امر کے واقع ہونے سے انکار نہین کرتے مگر نبی کے ساتھ اُسکے مخصوص ہونے اور غیر نبی سے اُسکے ظہور مین

نہ آنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی ' اور اگر اُس سے - جیسا کہ جمہور متکلمین قائل ہین - کوئی امر خارق عادت جو قوانین قدرت کے برخلاف ظہور مین آئے - مراد ہے تو ہم اُسکے انکار پر مجبور ہین ' نہ اسلیئے کہ حکماو فلاسفہ اُسکو کسی وجہ سے ناممکن سمجھتے ہین بلکہ صرف اسلیئے کہ قرآن ہمکو صاف صاف ہدایت کرتا ہے کہ قوانین قدرت کبھی نہین بدلتے ۔ جیسا کہ خدا تعالے نے سورۂ قمر مین فرمایا کہ " انا کل شیئ خلقناہ بقدر " اور رعد مین فرمایا " وکل شیئ عندہ بمقدار " اور فرقان مین فرمایا " خلق کل شیئ فقدرہ تقدیرا " اور روم مین فرمایا " لا تبدیل لخلق اللہ " اور ملائکہ مین فرمایا " فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا " اور سورۂ فتح مین فرمایا " سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا " اور بنی اسرائیل مین فرمایا " قل کل یعمل علی شاکلتہ " (ای علی طریقہ التی جُبل علیہا) یہ تمام آیتین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ کوئی شے اپنے اندازہ سے - جو خدا تعالی نے اُسکے لئے مقرر کیا ہے - نہ بڑھ سکتی ہے نہ گھٹ سکتی ہے اور خدا کی بنائی ہوئی خلقت مین تبدیلی ممکن نہین اور خدا کی سنت (یعنی عادت) نہ بدل سکتی ہے نہ دگرگون ہوسکتی ہے اور ہر کوئی اُسی طریقہ پر چلتا ہے جو اُسکی جبلت مین رکھا گیا ہے - انتہے ملخصًا ۔

بہرحال معجزہ - جن معنون مین کہ وہ عمومًا بولا جاتا ہے - سرسید کے نزدیک نہ اُسکا وقوع مین آنا ممکن ہے اور نہ نبی کی تصدیق اُسپر موقوف ہے ۔ اُنکے نزدیک نبی کی سچائی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اُسکی تعلیم تمام طبقاتِ اُناس کی سمجھ کے موافق اور جاہل اور حکیم اور خدا پرست اور نفس پرست سب کو ایک نتیجہ پر پہنچانے والی ہو ۔ وہ کہتے ہین کہ " حکمائے آلٰہی اور انبیائے ربانی دونو ایک سا کام کرتے ہین ' فرق یہ ہے کہ حکما صرف اُن چند لوگون کو تربیت کرسکتے ہین جنکا دل و دماغ تربیت پا چکا ہے ۔

برخلاف اسکے انبیا تمام کافۂ انام کو تربیت کرتے ہین جنکا بہت بڑا حصہ محض ناتربیت یافتہ، جاہل، وحشی، جنگلی، بدوی، بے عقل اور بد دماغ ہوتا ہے اور اسی لئے انبیا کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ اُن حقائق و معارف کو۔ جنکو تربیت یافتہ عقل بھی مناسب غور و فکر و تامل سے سمجھ سکتی ہے۔ ایسے الفاظ مین بیان کرین کہ تربیت یافتہ دماغ اور کوڑ مغز دونو برابر فائدہ اُٹھاوین۔ قرآن مجید مین جو بے مثل چیز ہے وہ یہی ہے کہ اُسکا طرز بیان ہر ایک کے مذاق اور دماغ کے موافق ہے اور باوجود اسقدر اختلاف کے دونو نتیجہ پانے مین برابر ہین۔ انھین آیات کی نسبت (یعنی جن آیتون مین جنت اور حور و قصور وغیرہ کا بیان ہے) دو مختلف دماغون کے خیالات پر غور کرو؛ ایک تربیت یافتہ دماغ خیال کرتا ہے کہ بہشت وغیرہ کا جن الفاظ سے بیان ہوا ہے اُنسے بعینہ وہی اشیا مقصود نہین بلکہ صرف اعلےٰ درجہ کی خوشی و راحت کو فہم انسانی کے لائق تشبیہ مین لاتا ہے۔ اس خیال سے اُسکے دل مین ایک بے انتہا عمدگی نعیم جنت کی اور ایک ترغیب اوامر کے بجالانے اور نواہی سے بچنے کی پیدا ہوتی ہے۔ اور ایک کوڑ مغز ملّا یا شہوت پرست زاہد سمجھتا ہے کہ درحقیقت بہشت مین نہایت خوبصورت اَن گنت حورین ملینگی، شرابین پئینگے، میوے کھاوینگے، دودھ اور شہد کی ندیون مین نہاوینگے اور جو دل چاہیگا مزے اُڑائینگے؛ وہ بھی اس لغو و بیہودہ خیال سے دن رات اوامر کے بجالانے اور نواہی سے بچنے مین کوشش کرتا ہے، اور جس نتیجہ پر پہلا پہنچا تھا اُسی پر یہ بھی پہنچ جاتا ہے اور کافۂ انام کی تربیت کا کام بخوبی تکمیل پاتا ہے۔ پس جس شخص نے قرآن مجید کی ان حقائق پر جو فطرت انسانی کے مطابق ہین غور نہین کی اُسنے درحقیقت قرآن کو مطلق نہین سمجھا اور اس نعمت عظمیٰ سے بالکل محروم رہا"

اس طریقۂ استدلال مین۔ جو کہ سر سید نے اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے لئے اختیار کیا ہے۔ اور شیخ حسین افندی کے طریقہ مین۔ جو رسالہ حمیدیہ مین اختیار کیا گیا ہے۔ یہ فرق ہے کہ شیخ کے استدلال سے زیادہ تر وہ لوگ متاثر ہوتے ہین جن پر نئی تعلیم نے کچھ اثر نہین کیا اور جنکے دل ہر قسم کے شکوک و شبہات سے

خالی ہین ؛ مگر جس جماعت کی تشفی کے لیے وہ کتاب لکھی گئی ہے اُنپر اُسکا منتر کچھ کارگر نہین ہوتا۔
برخلاف اسکے جو طریقہ سرسید نے اپنی تفسیر مین اسلام کی حقیت ثابت کرنے کا اختیار کیا ہے - اگرچہ
پُرانے خیالات کے مسلمان - جنکے لئے درحقیقت یہ تفسیر نہین لکھی گئی - اُسکی کسی بات کو تسلیم نہین کرتے -
لیکن نئے خیالات کے لوگ - جو اس تفسیر کے مخاطب صحیح ہین - وہ اُس سے خاطر خواہ تشفی پاتے ہین۔

آج کل ہندوستان مین مذہبی آزادی کا یہ حال ہے کہ ہر شخص جس مذہب پر اور جس مذہبی
تصنیف پر چاہے اعتراض کر سکتا ہے ۔ باوجود اسکے سرسید کی مذہبی تصنیفات پر جسقدر اعتراضات
آج تک سُنے گئے ہین وہ سب قدیم خیالات کے مسلمانون کی طرف سے سُنے گئے ہین ، کسی نئے تعلیم یافتہ
مسلمان نے اُنپر نکتہ چینی نہین کی ۔ اگرچہ اسمین شک نہین کہ نئے تعلیم یافتہ مسلمانون مین اکثر مذہب
کی طرف سے ایسے بے پروا ہین کہ وہ کسی مذہبی تصنیف کے مخالف یا موافق لکھنے کو ایک فضول بات
سمجھتے ہین اور بہت بڑا حصہ اس گروہ کا وہ لوگ ہین جو اس بات کے سمجھنے کی لیاقت ہی نہین رکھتے کہ
جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اسلام کے خالص اصول کے موافق صحیح ہے یا نہین ؛ مگر باانیہمہ نئے خیالات کے مسلمانون
مین ایسے لوگ بھی موجود ہین جو دین اسلام کے دلدادہ ہین ، قرآن اور حدیث کو بخوبی سمجھتے ہین
اور جو کچھ مذہب کے متعلق آج کل لکھا جاتا ہے اُسپر نکتہ چینی کرنے اور رائے دینے کی کافی لیاقت
رکھتے ہین ۔ ان لوگون مین سے بھی کسی نے - سوا اسکے کہ بعض جزئیات مین سرسید سے اختلاف کیا ہو -
اُن اصول کے تسلیم کرنے سے جن پر تفسیر مذکور کی بنیاد رکھی گئی ہے انکار نہین کیا۔

سرسید نے جن اصول پر قرآن کے معنی بیان کئے ہین اُنمین ظاہرا کوئی بات ایسی نہین معلوم ہوتی
جسپر کچھ گرفت ہو سکے ، مگر اسمین شک نہین کہ بہت سی آیتون کے معنی بیان کرنے مین جن اصول کی اُنکو

پابندی کرنی چاہیے تھی اُنکی پابندی نہین کی گئی اور اسی وجہ سے بعض آیات کی تفسیر مین سرسید کے بعضے ہمخیال آدمی اُنکے ساتھ متفق نہین ہین۔

مثلاً سرسید جسطرح کہ آنحضرت صلعم کے معجزات کا قرآن مین مذکور ہونا تسلیم نہین کرتے اسیطرح اُنکے نزدیک انبیای سابقین کے معجزات کا بھی قرآن مین کچھ ذکر نہین ہے اور اسلیئے اُنھون نے انبیاے سابقین کے ہر ایک ایسے واقعہ کو جو ظاہراً کسی امر خارق عادت پر دلالت کرتا ہے قانون قدرت کے مطابق ثابت کرنے مین کوشش کی ہے؛ مگر اُنکے بعض ہم خیال۔ باوجود اسکے کہ وہ آنحضرت صلعم کے معجزات کا قرآن مین مذکور نہ ہونا تسلیم کرتے ہین اور یہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ کوئی امر قانون قدرت کے خلاف وقوع مین نہین آسکتا۔ مگر اُنکو اسمین کچھ شک نہین ہے کہ انبیاے سابقین کے اکثر واقعات اگرچہ نفس الامر مین موافق قانون قدرت کے واقع ہوے ہون۔ مگر قرآن مجید مین بطور خوارق عادات کے۔ جیساکہ عرب کے اہل کتاب اعتقاد رکھتے تھے۔ بیان کئے گئے ہین اور اُنکے نزدیک قرآن کی یہ طرز بیان ہرگز اُسکی سچائی کے برخلاف نہین ہے۔ کیونکہ قطع نظر اُور دلائل کے خود سرسید نے متعدد آیتون کی تفسیر اس اصول کے مطابق کی ہے کہ قرآن مین بہت سی باتین۔ بلالحاظ اس امر کے کہ وہ فی الواقع صحیح ہین یا نہین۔ محض لوگون کی معمولی سمجھ اور اُنکے اعتقاد کے موافق بیان کی گئی ہین۔ اور یہ اصول درحقیقت اُنھون نے شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ بالغہ سے اخذ کیا ہے جہان وہ لکھتے ہین کہ "شارع نے محض لوگون کی معمولی سمجھ کے موافق۔ جو دقائق علم و حکمت تک پہنچنے سے پہلے اُنکی اصل خلقت مین ودیعت تھی۔ اُنسے خطاب کیا ہے" اور دوسری جگہ اسی کتاب مین شاہ صاحب لکھتے ہین کہ "انبیا کی شان اس بات کی مقتضی ہے کہ وہ لوگون کے ساتھ اُنکی معمولی سمجھ اور عقل سے بڑھکر جبکہ وہ مجبول ہوئین۔ کلام نہ کرین"

اسی اصول کے موافق سر سید نے اُس آیت کی تفسیر کی ہے جسمین زمین و آسمان کا چھ دن مین پیدا کرنا بیان ہوا ہے اور جسپر سائنس کا یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ دنیا چھ دن سے بہت زیادہ عرصہ مین پیدا ہوئی ہے۔ اُنکی تفسیر کا ماحصل یہ ہے کہ اس سے کسی حقیقت یا کسی خبر کا بیان کرنا مقصود نہین ہے بلکہ توریت مین بھی چونکہ اس موقع پر چھ دن کا لفظ واقع ہوا تھا اور عرب کے تمام اہل کتاب اور دیگر قومین جو اہل کتاب سے میل جول رکھتی تھین سب کا یہ عقیدہ تھا کہ دنیا چھ دن مین بنی ہے اسلیئے شارع نے اسلام کا اصل مقصد۔ یعنی خدا کی الوہیت اور توحید کا یقین دلانا۔ مخاطبین کی سمجھ کے موافق ان لفظون مین ادا کیا ہے کہ "ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام"

چونکہ سر سید کے قول کے موافق بزرگون اور مقدس لوگون کی طرف خوارق عادات کا منسوب کرنا انسان کی فطرت کا مقتضا ہے یہانتک کہ اُنکی اکثر معمولی باتین بھی معجزات یا کرامات تصور کیجاتی ہین اور خاصکر انبیاے بنی اسرائیل کے قصے جو عرب کے اہل کتاب مین مشہور تھے اُنمین بہت سی باتین بطور خوارق عادات کے مشہور چلی آتی تھین اور قرآن مین اُن قصون کا بیان کرنا مقصود بالذات نہ تھا بلکہ اُنمین جو باتین مخاطبین کی ہدایت اور تہذیب نفس مین دخل رکھتی تھین صرف اُنکا مجملاً ذکر کرنا منظور تھا اسلیئے یہ ایک لازمی بات تھی کہ انبیاے بنی اسرائیل کے قصّون مین سے جسقدر کہ قرآن مجید مین بغرض روحانی تعلیم کے اخذ کیا جائے وہ اُنھین پیرایون مین بیان کیا جائے جو اہل کتاب کے دلون پر مثل علوم متعارفہ کے نقش ہورہے تھے۔ کیونکہ قرآن کا اصل مقصد اُن نصیحتون کا بیان کرنا تھا جو اُن قصّون سے استنباط ہوتی تھین نہ کہ اُن قصّون کی نسبت اُنیسوین صدی عیسوی کی سائنٹفک تحقیقات کا بیان کرنا۔ ہان بلاشبہہ قرآن کا۔ جو خاصکر توحید کی تکمیل کے لئے نازل ہوا تھا۔

یہ کام تھا کہ خرق عادت کا غلط خیال - جو توحید فی الصفات کا منافی تھا - اُسکی غلطی ظاہر کردے سو اُسنے نہایت تصریح کے ساتھ مستقل طور پر - نہ کہ انبیاے بنی اسرائیل کے واقعات کے ضمن مین - اُسکی غلطی کو ظاہر کردیا اور خود خاتم النبیین کی زبان حق ترجمان سے بکرّات و مرّات علی رُوس الاشہاد کھلوا دیا کہ " انما الآیاتُ عند اللہ و انما انا نذیر مبین "

الغرض باوجود ان جزئی اختلافات کے - جو سرسید کے اسکول کے بعض اشخاص بعض آیتون کی تفسیر مین اُنکے ساتھ رکھتے ہین - ظاہراً اُن اصول کو سب تسلیم کرتے ہین جن پر اس تفسیر کی بنیاد رکھی گئی ہے اور غالباً مستثنےٰ مقامات کے سوا - جنکو ہم کسی دوسری تحریر مین بیان کرینگے - جو کچھ کہ سرسید نے زمانہ حال کے مسائل کلامیہ کی نسبت لکھا ہے اسکو صرف تسلیم ہی نہین کرتے بلکہ اس زمانہ کی اسلامی فتوحات مین شمار کرتے ہین - خصوصاً وحی اور اُسکے نزول کی تحقیق ، نبوت کی حقیقت ، قرآن کے معجز ہونے کا بیان ، جنت و دوزخ اور اُسکے نعیم و آلام کی حقیقت ، آدم کے بہشت سے نکالے جانے کی تحقیق ، معجزہ کی بحث ، ملائکہ اور شیطان کی بحث ، جبریل و میکائیل کی حقیقت ، ناسخ و منسوخ کی بحث ، سمتِ قبلہ کی تحقیق ، حضرت عیسیٰؑ کے بن باپ پیدا ہونے کی تحقیق ، شہدا کو زندہ سمجھنے کی تحقیق ، قطع ید سارق کے مسئلہ کی تحقیق ، نفخ صور اور وزنِ اعمال کی تحقیق ، روح اور اُسکے باقی رہنے کی بحث ، آخرت اور قیامت کا بیان - حشر اجساد کی بحث ، آفات ارضی و سماوی کا باعث انسان کے گناہون کو قرار دینے کا بیان ، خدا کے ساتھ موسیٰؑ کے کلام کرنے اور کوہ طور پر تجلی ہونے کی بحث ، دیدار الٰہی کی بحث ، بدر و حنین کی لڑائی مین فرشتون کے آنے کی تحقیق ، طوفانِ نوح کی بحث ، حضرت یعقوب کے نابینا ہونے کے بعد بینا ہونے کی تحقیق ، معراج اور شق صدر کے

مسئلہ کی تحقیق اور اسی قسم کی اور بہت سی تحقیقاتین اور بحثین خاصکر توجہ کے لائق ہین ۔

اگرچہ اسمین شک نہین کہ سرسید نے اپنی تفسیر مین قرآن کے وہ سربھر اسرار ظاہر کئے ہین جنکے اعلان کرنے کی ممانعت قدیم سے ہوتی چلی آئی ہے مگر اس باب مین اُنھون نے جو عذر کئے ہین وہ بھی لحاظ کے قابل ہین ۔ اُنھون نے اپنی تفسیر کی تیسری جلد مین علامۂ ابن رشد کی ایک لمبی تقریر کا خلاصہ نقل کیا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ مسائل غامضہ جو جمہور کے سمجھنے کے لائق نہین ہین اُنکو ایسے لوگون کے سامنے۔ جو اُنکے اہل نہین ہین۔ بیان کرنے والا کافر ہے ۔ اور اُسکی وجہ اُنھون نے یہ بیان کی ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی نص کی تاویل کرتا ہے سو ظاہر ہے کہ اُسکا مقصد ظاہری معنون کو باطل کرنے اور تاویلی معنون کے ثابت کرنے کا ہوتا ہے ۔ پس جب کہ عام آدمیون کے نزدیک ظاہری معنے باطل ہوگئے اور تاویلی معنے اُنکی سمجھ مین نہ آئے اور وہ نص اصول دین سے علاقہ رکھتی ہے تو ظاہر ہے کہ کفر تک نوبت پہنچ جائیگی ۔ پس عام لوگون کو سمجھا دینا چاہیے کہ یہ خدا کی باتین ہین خدا ہی انکی حقیقت خوب جانتا ہے انتہی ملخصًا ۔

اس تقریر پر سرسید لکھتے ہین کہ "نتیجہ اس تقریر کا یہ ہے کہ کوئی بات بھی شریعت کی۔ جو بیان حقیقت یا تاویلات کی قسم سے ہو۔ سوائے راسخین فی العلم کے کسی کے سامنے بیان نہ کیجاوے ۔ جس قسم کے لوگون کو ابن رشد نے راسخین فی العلم مین قرار دیا ہے اس زمانہ مین تو ویسا شخص کوئی نہین ہے بلکہ اگلے زمانہ مین بھی دو ایک کے سوا کوئی نہ تھا ؛ پس ضرورۃً لازم آتا ہے کہ تمام مقدم باتین شریعت کی بطور ایک معما وچیستان یا مثل راز فرمیسن کے غیر معلوم رہنی چاہیین"

"اگر ہمارا مذہب اسلام ایسا ہو کہ اُسکے اصول لوگون کو نہ سمجھا سکین جو اُنکو سمجھنا چاہتے ہین ، یا اُن لوگون کی تشفی نہ کرسکین جنکے دل مین شبہات پیدا ہوے ہین بلکہ اُن سب کو اسپر مجبور کرین کہ ان باتون کو اسی طرح مان لو

تو ہم اپنے مذہب کی صداقت فی نفسہٖ اور بمقابلہ دیگر مذاہب غیر حق کے کیونکر ثابت کر سکتے ہین ۔ ایک عیسائی کہتا ہے کہ "وہ تثلیث کا مسئلہ - کہ تین تین بھی ہین اور ایک بھی ہین - ایک الہی مسئلہ ہے ؛ اسپر بے سمجھے یقین کرنا چاہیئے" پس اگر ہم مذہب اسلام کے بہت سے مسئلون کی نسبت ایسا ہی کہنا قرار دین تو کیا وجہ ہے کہ اُسکی تکذیب اور اسکی تصدیق کرین"

اسکے بعد اُنکی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا مین عالم اور جاہل سب دو قسم کے ہوتے ہین ایک وہ جو اپنے مذہب کی ہر ایک بات کو بلا دلیل تسلیم کرتے ہین ۔ دوسرے وہ جو ہر ایک بات کی دلیل طلب کرتے ہین ؛ عام اس سے کہ وہ جاہل ہون یا عالم کسی بات کا بغیر دلیل یقین نہین کرتے ۔ اس دوسری قسم کے لوگون سے (جو اس زمانہ مین بہت کثرت سے ہین) یہ کہنا کہ تم راسخین فی العلم مین سے نہین ہو لہذا مذہب کی ہر ایک بات کو بلا دلیل تسلیم کر لو اور اسی پر یقین رکھو - کس طرح اُنکے دل کو تشفی دے سکتا ہے ؟ کیونکہ یقین کوئی اختیاری چیز نہین ہے بلکہ اضطراری شے ہے کہ جب تک وہ شبہہ رفع نہو جسنے یقین مین خلل ڈالا ہے ہرگز حاصل نہین ہو سکتا ۔ پس ضرور ہے کہ ہر ایک امر قابل بیان کی حقیقت اور قابل تاویل کی تاویل اُنکے سامنے بیان کیجائے اور اس صورت مین جو لوگ اُن باتون کے بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہین اور بیان نہین کرتے وہ اُسی دلیل سے کافر قرار پاتے ہین جس دلیل سے کہ ابن رشد نے ان چیزون کے بیان کرنے والون کو کافر بتایا ہے ۔

پھر وہ لکھتے ہین کہ " فرض کرو اُن متشککین کو اسقدر لیاقت نہین ہے کہ وہ اُن حقیقتون اور تاویلون کو سمجھین مگر اتنی بات تو اُنپر ثابت ہوگی کہ اُسکے لئے دلیلین اور اُسکی صداقت کے ثبوت کے لئے وجوہات ہین اور اُس کی حقیقت کے لئے بیانات ہین مگر ہم اُنکو سمجھ نہین سکتے ۔ ادنے درجہ یہ ہے کہ اُنکے سمجھانے کا جو فرض ہم پر تھا اُسکو تو بلاشبہہ ہم ادا کر دینگے ۔ بہت لوگون نے پیغمبرون کی نصیحتون کو نہین سمجھا مگر پیغمبر اس خیال سے کہ وہ اُنکے

سمجھنے کے لائق نہین ہین نصیحتون کے سمجھانے سے باز نہین رہے بلکہ طرح طرح سے سمجھایا اور کوشش کی کہ انکو انکے سمجھنے کے لائق کرین "

"اس خوف سے۔ کہ اُن لوگون کے نزدیک جب ظاہری معنی باطل ہو جائینگے اور اصل حقیقت یا تاویل کے سمجھنے کے لائق نہونے کے سبب وہ اُسکو نہ سمجھین گے تو اصول شرع سے منکر ہوجاوینگے اور کفر تک نوبت پہنچاوینگے۔ ہمکو حقیقت اور صداقت کے بیان سے باز نہین رہنا چاہیئے۔ اگر یہ الزام صحیح ہو تو قرآن مجید بھی باوجود اینہمہ خوبی اس الزام سے بری نہین رہ سکتا: خود خدا تعالی فرماتا ہے "یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا"

ابن رشد نے اپنی تقریر مین یہ بھی بیان کیا تھا کہ ان باتون کا بیان کرنا خاصکر اُس حالت مین اَور بھی زیادہ خطرناک ہے جب کہ اصول شریعت مین تاویلات فاسدہ ہونے لگین جیسا کہ ہمارے (یعنی ابن رشد کے) زمانہ مین لوگون کو یہ بیماری لگ گئی ہے اس تقریر پر سرسید یہ ریمارک کرتے ہین کہ "تاویلات فاسدہ بھی اگر ہون تو کچھ نقصان نہین پہنچا سکتین، اسلیے کہ جو چیز غلط ہے اُسکی غلطی بہت دیر پا نہین ہوسکتی، دوسرون کو اُسکی غلطی بیان کرنے کا اور غلط کو صحیح کرنے کا موقع ملتا ہے اور اگر وہ بیان ہی نہ کیجاوین تو سچ بات کے ظاہر ہونے کا کبھی موقع ہی نہین آسکتا"

اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ "اصل یہ ہے کہ قدیم زمانہ مین۔ جبکہ علما نے اس قسم کی رائین لکھین۔ علم ایک نہایت محدود فرقہ مین تھا جسکو وہ اپنے خاص خاص لوگون کے سوا اورون مین شایع کرنا ہی پسند نہین کرتے تھے اور تمام لوگ اعلے وادنے علوم کے ادنے ادنے مسائل سے بھی بے بہرہ تھے، اور اُنکے دل شبہات و تشکیکات سے پاک تھے، اور یہی باعث ہوا کہ اُن علما نے ایسی رائے قائم کی تھی۔ مگر وہ زمانہ گیا، علوم و حکمت اب اسقدر عام ہوگئی کہ ایک بہت بڑا حصہ دنیا کا اُس سے واقف ہوگیا۔ طفل دبستان اپنے مکتب مین ارسطو اور افلاطون کی غلطیون کا۔ جہان جہان

اُنھون نے کی ہین، ذکر کرتا ہے، ہزارون آدمی ہر شہر و قصبہ مین ایسے موجود ہین جو خود کچھ نہین جانتے مگر بہت سے مسائل علوم و حکمت کے سُن سُن کر اُنکے کان آشنا ہو گئے ہین، اور اکثر الناس وہ ہین جنکے دل شبہات و تشکیکات سے مملو ہین۔ اس زمانہ مین جو اہل علم ہین اُنکا ایمان بھی حلق کے نیچے تک نہین ہے، مونہ سے کہتے ہین کہ جو کچھ قرآن و حدیث مین آیا ہے اُسپر یقین کرنا چاہیئے مگر دل مین شبہات بھرے پڑے ہین۔ وہ اس بات کو بھول جاتے ہین کہ یقین کرنے سے نہین ہوتا بلکہ ہونے سے ہوتا ہے۔ پس اب یہ زمانہ ہے کہ جو کوئی بقدر اپنی طاقت کے اُن تمام حقائق اور تاویلات کو نہ کھولے اور لومۃ لائم سے نڈر ہو کر اگلے علما کی اُن غلطیون کو۔ جو اُس زمانہ کے ناکمل علوم اور ناکمل تحقیقات کے سبب حقائق کے بیان اور قرآن مجید کی تفسیر مین راہ پاگئی ہین۔ عام طور سے سب کے سامنے بیان نہ کرے وہ اپنے فرض کے ادا کرنے سے قاصر ہے۔ ومن یفعل ذلك فهو یؤدی حق الله وحق دینه وحق اهل دینه وقومه۔ والله المستعان۔

سوشل ریفارم

اگرچہ ہندؤون مین اس صدی کے آغاز سے وقتاً فوقتاً ایسے اولوالعزم آدمی اُٹھتے رہے ہین جنھون نے اپنی قوم کی سوشل خرابیون کی اصلاح پر کمر باندھی ہے۔ جیسے راجہ رام موہن رائے، بابو کیشپ چندر سین، ایشر چندر و دیا ساگر، سریش چندر بھٹاچارج، رام تنو لاہیری، سوامی دیانند سرستی وغیرہ وغیرہ، مگر مسلمانون مین ظاہرا دو شخصون کے سوا۔ کہ دونو دلّی کی خاک سے اُٹھے تھے۔ کسی نے اس کام پر ہاتھ نہین ڈالا۔ ایک مولانا اسمٰعیل اور دوسرے سید احمد خان۔ گو کہ زمانہ کے اقتضا سے مسلمانون مین ایسے لوگ پیدا ہوتے جاتے ہین جنکو قوم کی

لہ سرسید کے اس بیان مین کسیقدر تسامح ہے؛ ہمارے نزدیک یہ مطلب اُنکو اسطرح ادا کرنا چاہیے تھا کہ "نڈر ہو کر اُن باتون کو۔ جنکے بیان کرنے کا اب سے پہلے کبھی وقت نہین آیا تھا اور اسلیئے ہمارے قدیم مفسرین اُنکے بیان کرنے سے ساکت رہے تھے۔ عام طور سے سب کے سامنے بیان نہ کرے وہ اپنے فرض کے ادا کرنے سے قاصر ہے ۱۲

سوشل خرابیان محسوس ہونے لگی ہین مگر اتنی جرأت کسی کو نہین ہوتی کہ تمام قوم کے برخلاف کسی بری رسم یا رویت کو ترک یا کسی اچھی بات کو اختیار کیا جا سکے۔ سرسید نے اپنی ایک تحریر مین اس بات کیطرف اشارہ کیا ہے کہ "اکثر لوگ ہین جو بہت سی رسمون کو برا جانتے ہین مگر انکو چھوڑ نہین سکتے" اور بہت سی باتون کو اچھا جانتے ہین مگر انکو اختیار نہین کرتے۔ بعضے تو یہ چاہتے ہین کہ گورنمنٹ خدا ترسی کرے تو قرار واقعی اصلاح ہو، مطلب یہ کہ ہم بدنامی سے بچین اور گورنمنٹ بدنام ہو" اور بعضے کہتے ہین کہ برادری کا اتفاق ہو تو کام چلے۔ اسکے بعد وہ لکھتے ہین کہ "لوگ اصلاح اور ترقی کو اتفاق پر منحصر رکھتے ہین ++ مگر مین سمجھتا ہون کہ رسمون کی اصلاح اور ترقی کا ذریعہ اتفاق نہین ہے بلکہ اختلاف ہے۔ جس شخص کے دل مین اصلاح کا خیال ہو اسکو چاہئے کہ خود نہایت استقلال اور مضبوطی اور بہادری سے تمام قوم سے اختلاف کرے اور اُس رسم کو توڑے یا اُسمین اصلاح اور ترقی کرے۔ بے شک تمام قوم اُسکو برا کہیگی اور انگلیان اٹھائیگی، مگر پھر رفتہ رفتہ لوگ اسکی پیروی کرنے لگینگے اور جس طرح کہ اول وہ ہدفِ تیرِ ملامت ہوا تھا انجام کو وہی سب کا ہادی اور پیشوا اور مصلح قوم شمار کیا جائیگا"

بلاشبہہ جس شخص مین قوم کے برخلاف کسی کام کے کرنے کی جرأت نہین ہوتی وہ کسی قوم کا مصلح بننے کی لیاقت نہین رکھتا۔ سرسید مین یہی چیز تھی جسنے اُنکو اس منصب جلیل کے لائق بنایا تھا۔ ہم پہلے حصہ مین لکھ چکے ہین کہ کسی شخص نے حلّتِ طعام اہل کتاب کے باب مین سرسید کی ایک تحریر دیکھکر یہ لکھا تھا کہ "کاش ہم سید صاحب کو اپنے قول کے موافق عمل کرتے ہوے بھی دیکھین" سرسید نے فوراً اُسکے جواب مین لکھا کہ "وہ نہایت کمینہ وہ آدمی ہے جو کہتا کچھ ہو اور کرتا کچھ ہو، اور اُس سے بھی زیادہ کمینہ وہ ہے جو شریعت کے حکم سے واقف ہو اور پھر رسم و رواج کی شرم سے یا لوگون کے لعن وطعن کے ڈر سے اُسکے کرنے مین تامل کرے۔"

جو کام سرسید کی ذات سے علاقہ رکھتے تھے اور جنکا کرنا نہ کرنا خود اُنکے اختیار مین تھا انمین رسم و رواج کی پابندی کو اُنھون نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ شادی غمی اور تیج تہوار مین جو فضول رسمین قوم مین جاری ہین سرسید کے گھر مین کہین اُنکا نام و نشان نہ تھا۔ اُنھون نے اُس بیٹے کا نکاح جو ہائی کورٹ کا جج تھا دلّی مین جاکر ایسا چُپ چُپاتے کر دیا کہ چند عزیزون اور دوستون کے سوا کسی کو خبر تک نہین ہوئی اور اس خوشی مین بجاے اسکے کہ تورہ بندی یا دعوت وغیرہ مین زر خطیر خرچ کیا جاتا ایک مناسب رقم مدرستہ العلوم کی نذر کر کے تقریب کو ختم کر دیا۔ پوتے کی بسملہ مین علیگڑھ سے دلّی جانے کی بھی کچھ ضرورت نہین سمجھی اور نہ کسی عزیز یا رشتہ دار کو اس تقریب مین وطن سے بلایا۔ جب کانفرنس کا جلسہ ختم ہو چکا اُسی قومی مجمع مین بسملہ پڑھی گئی اور حاضرین کو معمولی شیرینی تقسیم ہونے کے بعد پانسو روپیہ مدرسہ کی نذر کیا گیا۔

سرسید کی کوشش سے جو نمایان انقلاب مسلمانون کی سوشل حالت مین ہوا وہ اُس مغائرت اور نفرت کا دور ہونا تھا جو انگریزون اور مسلمانون کے درمیان مثل سمندر کے حائل ہو رہی تھی۔ حالانکہ دینِ اسلام اہل کتاب کے ساتھ دوستی اور میل جول رکھنے، اُنکا کھانا اور ذبیحہ کھانے اور اُنکے ہان شادی کرنے کی صاف صاف اجازت دیتا تھا اور تمام ممالک اسلامیہ مین اُنکے ساتھ مسلمانون کا یہی برتاؤ دیکھا اور سُنا جاتا تھا باوجود اسکے ہندوستان کے مسلمان مثل ہندوؤن کے اُنکی ہر ایک چیز سے اجتناب کرتے تھے؛ اُنکے ہان کی پکّی ہوئی چیز بلکہ اُنکے ہاتھ کی مس کی ہوئی چیز کو نجس جانتے تھے اور اُنکے ساتھ کھانا کھانے کو عیسائی ہو جانے کے برابر خیال کرتے تھے۔ جسکا سبب کچھ تو ہندوؤن کی تقلید تھی جنسے صدہا رسمین اور عادتین ہندوستان مین آکر مسلمانون نے سیکھی تھین اور کچھ قومی تعصبات تھے جو

ایک مدت تک مفتوح قوم کو نیچرل طور پر فاتح قوم کے ساتھ رہنے ضرور ہین ۔ مسلمانون کی یہ نفرت اور کراہیت اس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ اس باب مین جو کچھ شریعت کا حکم ہے اُسکو علما عوام الناس کے سامنے صاف صاف بیان نہین کر سکتے تھے ؛ اور اگر کوئی عالم ایسی جرأت کر بیٹھتا تھا تو اُسکی بات کو کوئی تسلیم نہین کرتا تھا[1] اور اُسکی طرف سے کھٹک جاتا تھا ۔ ایک اور وجہ سے بھی علما مسلمانون کو انگریزون کے میل جول سے مانع آتے تھے ؛ اُنکو خوف تھا کہ حاکم و محکوم قوم کا میل جول ۔ خاصکر اُس صورت مین کہ حکمران قوم اپنے دین کی اشاعت مین سرگرم ہو ۔ ضرور ہے کہ محکوم قوم کو حاکمون کے مذہب کی طرف مائل کرے ۔

العرض غدر سے پہلے مسلمان عموماً انگریزون کی مخالطت سے اور ہر ایک بات مین اُنکے ساتھ

---

[1] معتبر ذریعہ سے سنا گیا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ مین ایک شریف مسلمان مولوی نے ۔ جو میان دوآب کے کسی ضلع مین منصف یا صدر امین تھے ایک روز کسی یوروپین حاکم کے بنگلہ پر اُسکے ساتھ ایک میز پر بیٹھکر کھانا کھا لیا ۔ یہ خبر فوراً مشہور ہو گئی ، مولوی صاحب کی برادری نے اُنکو ذات سے خارج کر دیا ۔ اُنھون نے ہر چند اہل برادری کے سامنے آیتین اور حدیثین پڑھین مگر کسی نے التفات نہ کیا ۔ یہانتک کہ کچھ لوگ مولوی کے مخالف اور کچھ موافق دلی مین شاہ صاحب سے مسئلہ پوچھنے کو آئے ۔ جب شاہ صاحب کے مدرسہ کے دروازہ پر پہنچے تو شاہ صاحب کے چھوٹے بھائی شاہ رفیع الدین اندر سے نکلتے تھے اُن لوگون نے پہلے انھین سے مسئلہ پوچھا ۔ شاہ رفیع الدین نہایت صاف گو اور آزاد طبع آدمی تھے اُنھون نے صاف صاف کہدیا کہ جنھون نے مولوی کو ذات سے خارج کیا اُنھون نے جھک مارا اُسنے کوئی کام شرع کے خلاف نہین کیا ۔ مگر کسی نے اُنکا کہنا نہین مانا اور بڑے شاہ صاحب کے پاس پہنچے ۔ اُنھون نے صورت حال سنکر ایک لمبی چوڑی تقریر کی جسکا ماحصل یہ تھا کہ اس مولوی نے ایسا کام کیا ہے کہ قریب کفر کے پہنچ گیا ہے جو لوگ مولوی کے مخالف تھے وہ یہ سنکر خوش ہو گئے مگر اسکے طرفدارون نے پوچھا کہ حضرت وہ اب کسی طرح مسلمان بھی ہو سکتا ہے ؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ کفر کے قریب پہنچ جانے سے کوئی کافر نہین ہو جاتا اس لئے وہ اسلام سے خارج نہین ہوا مگر احتیاطاً اُسکو پانچون کلمے اور آمنت باللہ پڑھواؤ اور قدم شریف کا پانی پلواؤ اور پھر برادری مین شامل کر لو ۔ اگر شاہ صاحب اس انداز پر تقریر نہ کرتے تو غالباً اُنکا کہنا بھی کوئی نہ مانتا اور اُن مولوی کو برادری مین شامل نہ کیا جاتا ۱۲

تشبہ کرنے سے پرہیز کرتے تھے مگر انگریزون کو مسلمانون سے کوئی وجہ نفرت کی نہ تھی۔ لیکن غدر کے بعد انگریز بھی مسلمانون سے کھچنے لگے اور دونو قومون کا جمع کرنا مثل اجتماع نقیضین کے محال ہو گیا۔ مگر سرسید کو خوب یقین ہو گیا تھا کہ مسلمانون کی پولٹکل حالت کی اصلاح کے لئے جسطرح انمین مغربی تعلیم کا پھیلانا ضروری ہے اسیطرح بلکہ اس سے بھی زیادہ انکے اور حکمران قوم کے سوشل تعلقات کو ترقی اور استحکام دینا ضرور ہے۔ جب تک دونو قومون مین دوستانہ معاشرت اور میل جول پیدا نہوگا اور دونو قومون کو ایک دوسرے کے اصلی خیالات سے آگاہی حاصل نہوگی اسوقت تک آپس مین صفائی اور خلوص اور اعتبار پیدا نہین ہو سکتا۔

مگر یہ کوئی آسان کام نہ تھا؛ قطع نظر مسلمانون کی مخالفت کے انگریزون کی طرف سے بھی بہت سی رکاوٹین نظر آتی تھین سب سے بڑا عذر انگریزون کو یہ تھا کہ مسلمانون کے ساتھ۔ جنکے ہان عورتون کے پردہ کا رواج ہے۔ کسی طرح ہمارا دوستانہ میل جول نہین ہو سکتا۔ اگرچہ سرسید اسکا یہ جواب دیتے تھے کہ مسلمان جسطرح اپنی عورتون کو غیر قوم کے مردون سے چھپاتے ہین اسی طرح اپنے مسلمان دوستون اور دور کے رشتہ دارون سے بھی چھپاتے ہین۔ پس اس سے باہمی دوستی اور یگانگت مین کچھ فرق نہین آتا؛ پھر کیا وجہ ہے کہ پردہ کی پابندی سے ہماری اور انگریزون کی دوستی اور سوشل تعلقات مین فرق آئے۔ مگر حق یہ ہے کہ ایسی دو مختلف قومون مین دوستانہ میل جول ہونا غیر ممکن ہے جنمین سے ایک قوم مین عورتون کا مردانہ سوسائٹی مین شریک ہونا اسکے لئے باعث عزت سمجھا جائے اور دوسری قوم مین باعث شرم۔ لیکن باوجود ایسے سخت موانع کے سرسید نے اپنے مقصد مین توقع سے زیادہ کامیابی حاصل کی۔ اگرچہ یہ کہنا مشکل ہے کہ سرسید کی کوشش نے انگریزون مین مسلمانون کے ساتھ کہانتک موانست

پیدا کی ہے ؟ اور اُنکی دیرینہ آرزو اس باب مین کس حد تک پوری ہوئی ہے ؟ اور اگر سرسید کے ظاہری الفاظ کو دیکھا جائے تو اُنھون نے ۱۸۸۴ء مین ایک موقع پر مسٹر بلنٹ ممبر پارلیمنٹ کے سامنے صداقت صاف کہدیا تھا کہ "ہماری یہ خواہش پوری نہین ہوئی" لیکن اسمین شک نہین کہ مسلمانون کی سوشل معاشرت اور اُنکا سوشل برتاو جو غدر کے بعد تک انگریزون کے ساتھ تھا اُسمین جسقدر انقلاب گذشتہ تیس برس مین ہوا ہے اگر سرسید کا قدم درمیان مین نہ ہوتا تو اُسکے لئے ایک صدی بھی مشکل سے کافی ہوسکتی تھی۔ اگرچہ ابھی اس بات کا فیصلہ کرنا باقی ہے کہ طریق معاشرت مین انگریزون کی تقلید کرنا کہانتک ہماری حالت کے مناسب ہے لیکن اسمین کلام نہین کہ سرسید نے مسلمانون کی ایک معتدبہ جماعت کو قومی تعصبات کی بیڑی اور ملکی رسم ورواج کی غلامی سے بالکل آزاد کردیا ہے اور وہ اس قابل ہوگئے ہین کہ جس بات کو اپنے حق مین قرینِ مصلحت جانین اسکو اختیار کرین اور جس بات کو مضر سمجھین اُسکو ترک کرین۔

اگرچہ سرسید نے مسلمانون کی باہمی معاشرت کی عام اصلاح کے متعلق کوئی عملی کارروائی نہین کی بلکہ اُنکی سوشل حالت جو انگریزون کے ساتھ تھی زیادہ تر اُسی کی اصلاح پر توجہ کی ہے لیکن درحقیقت اُنھون نے مذہبی خیالات کی اصلاح اور مغربی تعلیم کی اشاعت سے قومی سوسائٹی کی عام اصلاح کا بیج بو دیا ہے۔ اُنکو معلوم تھا کہ مسلمانون مین بہت سی سوشل خرابیان تو ہندوستان مین رہنے اور ہندوؤن کے میل جول سے پیدا ہوئی ہین، اور بہت سی غلط مذہبی خیالات کی بنیاد پر قائم ہوئی ہین، اور بعض نے دیگر وجوہ و اسباب سے وجود پکڑا ہے؛ اور ان تمام خرابیون کی تعداد اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اُنکی اصلاح کے لئے ایک طول طویل زمانہ اور بہت سے مصلح درکار ہین۔

اسلئے بجاے اسکے کہ وہ جزئیات کی اصلاح کی طرف توجہ کرتے اُنھون نے جہانتک کہ ممکن تھا مسلمانون
کے خیالات کی اصلاح مین جو تمام اصلاحون کی جڑ ہے۔ کوشش کی۔ سب سے پہلے اُنھون نے مذہبی
خیالات وا وہام کی اصلاح کو ضروری سمجھا کیونکہ جن باتون کو لوگ غلطی سے مذہب مبنی سمجھ لیتے ہین
اُنکا چھوٹنا قریب ناممکن کے ہوجاتا ہے۔ دوسرے سب سے بڑا ذریعہ خیالات کی اصلاح کا مغربی
تعلیم کی اشاعت تھی جسنے یورپین اقوام کو حسن معاشرت مین تمام دنیا پر فائق کردیا ہے سو اُسکے اشاعت
مین جو کارنمایان اُنھون نے کئے وہ سب پر ظاہر ہین۔

تصنیف و تالیف

اگرچہ سرسید کی طبیعت ایسی ہمہ گیر واقع ہوئی تھی کہ جو کام اُنکو پیش آتا تھا اُسمین وہ
ایسی دلچسپی ظاہر کرتے تھے کہ گویا وہی اُنکا خاص کام اور ضروری فرض تھا؛ کالج کی تعمیر،
بجٹ کی تیاری، جلسون کا اہتمام، مہمانون کی مدارات، چندے وصول کرنے کی تدبیرین، غرضکہ
ہر ایک کام کو وہ یکسان ذوق و شوق اور یکسان دلبستگی کے ساتھ انجام دیتے تھے مگر خود اُنکا
یہ بیان تھا کہ جیسا تصنیف و تالیف مین میرا جی لگتا ہے ویسا اَور کسی کام مین نہین لگتا؛ اور
فی الواقع۔ جیسا کہ دیکھا گیا ہے۔ رنج مین، خوشی مین، صحت مین، بیماری مین، خلوت مین اور جلوت مین
اس مشغلہ سے اُنکا جی نہین اکتاتا تھا۔ گرمی کی دوپہرون مین۔ جبکہ ایک صحیح خیز آدمی ضرور آرام لینا
چاہتا ہے۔ یہ شخص ہمیشہ تصنیف و تالیف مین مصروف پایا جاتا تھا۔ بیماری کی حالت مین اُنکو کبھی
نہین دیکھا کہ دوپہر کو پلنگ پر جاکر کمر سیدھی کی ہو۔ بارہا ایسا اتفاق ہوتا تھا کہ علالت یا کسی اور وجہ سے
رات کو نیند اُچاٹ ہوگئی اور اُنھون نے میز کرسی پر بیٹھکر کسی مضمون کے لکھنے مین صبح کردی۔ جہان اَور
لوگ بیماری کی راتین لوگون کو جگاکر، یا قصّے کہانیان سنکر، یا ہاے واے کرکر بسر کرتے ہین یہ شخص

اس جانکاہ اور دماغ سوز فکر سے دل بھلاتا تھا۔

جس زمانہ مین سرسید نے بائبل کی تفسیر لکھنی شروع کی اُس زمانہ کا حال اُن کے قدیم دوست محمد سعید خان اسطرح بیان کرتے ہین کہ مین اُن دنون مین اکثر اُنکے ساتھ رہا ہون۔ سرسید نے اس زمانہ مین رات کو پلنگ پر سونا قطعًا ترک کر دیا تھا؛ چونکہ اُسوقت تک کرسی کی نشست کی عادت نہ تھی فرش ہی پر چارون طرف کتابین پھیلی رہتی تھین اور کتابون کے بیچ مین اُنکی نشست رہتی تھی۔ کبھی کبھی بات چیت کے لئے مجھے بھی پکڑ بٹھاتے تھے، نہ خود سوتے تھے اور نہ مجھے سونے دیتے تھے، باتین بھی کرتے جاتے تھے اور تفسیر بھی لکھتے جاتے تھے، اور اس غرض سے کہ نیند نہ آئے باربار خود بھی چاے پیتے تھے اور مجھے بھی پلواتے تھے۔ جب نیند کا بہت ہی غلبہ ہوتا تھا وہین کسی کتاب پر سر رکھکر گھنٹا آدھ گھنٹے سو رہتے تھے اور پھر اُٹھکر لکھنے لگتے تھے، اسی طرح ساری رات گذر جاتی تھی۔

سرسید کے دماغ مین تصنیف و تالیف کے متعلق دو خاصیتین عجیب و غریب تھین۔ ایک یہ کہ مختلف آدمیون اور مختلف کامون کے ہجوم مین اُنکے خیالات منتشر نہوتے تھے۔ اُنکے دفتر کا بڑا کمرہ جہان وہ بیٹھکر کام کرتے تھے۔ صبح سے شام تک وہان ہر قسم کے لوگ برابر آتے جاتے رہتے تھے اور ہر وقت دوستون اور ملاقاتیون اور ماتحت کام کرنے والون کا مجمع رہتا تھا۔ اسی مجمع مین جہان وہ اَور سب کام کرتے تھے تصنیف و تالیف کا دشوار گزار مرحلہ بھی وہین طے کیا جاتا تھا۔ مشکل سے مشکل مضامین جو کہ اکثر جمہور کی رائے اور مذہبی خیالات کے برخلاف ہوتے تھے، اور جنمین قدیم علما اور مصنفین پر نکتہ چینی کرنے کی ضرورت اور غور و خوض کرنے کی سخت حاجت ہوتی تھی۔ اُنکے لئے بھی کبھی نہین دیکھا کہ وہ خیالات کے مجتمع کرنے کے لئے کسی علحدہ کمرے مین جاکر بیٹھے ہون، یا اَور لوگون کو اپنے پاس سے

اُٹھا دیا ہو، یا اُنکے پاس بیٹھنے سے تنگدل ہوے ہون، یا لوگون کے اُٹھ جانے کے انتظار مین مضمون لکھنا ملتوی کر دیا ہو۔ بے شک جب کوئی مہمان باہر سے آتا تھا، یا کسی دوست سے مدت کے بعد ملاقات ہوتی تھی، یا کسی اور خاص وجہ سے، ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ لکھنا پڑھنا بند کر دیتے تھے۔ مگر ایسا کبھی نہین دیکھا گیا کہ حاضرین کے ہجوم کے سبب اُنکے خیالات پراگندہ ہو گئے ہون اور اسلئے اُنھون نے مضمون لکھنے سے ہاتھ کھینچ لیا ہو۔ ہمنے خود دیکھا ہے کہ احباب جمع ہین اور آپس مین دلچسپ بحثین یا ہنسی چہل کی باتین کر رہے ہین۔ جنسے خواہی نخواہی ایک کامی آدمی کا دھیان بٹ جاتا ہے۔ مگر یہ شخص بدستور اپنے مضمون کی اُدھیڑ بُن مین مستغرق ہے، کبھی لکھتا ہے اور کبھی سوچتا ہے اور دوستون کے حرف و حکایت سے مطلق خبر نہین ہوتا۔ ہم یہ نہین کہتے کہ اَورون کے لئے مجمع عام مین بیٹھکر تصنیف و تالیف کرنا غیر ممکن ہے؛ بلکہ ہمارا یہ مطلب ہے کہ مذہب کو اُنیسوین صدی کے سائنس پر منطبق کرنا یا کسی مذہبی مسئلہ کی نسبت جمہور کے برخلاف رائے قائم کرنا ایسی غیر مطمئن حالت مین سید احمد خان کے سوا دوسرے شخص کا کام نہ تھا۔

دوسری خاصیت شاید اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز تھی۔ جب مصنف کسی ایسے مضمون پر قلم اُٹھاتا ہے جسکو اُس سے پہلے کسی نے نہ لکھا ہو اور جو ترتیب کے لباس سے ابتک عاری ہو (جیسی کہ عموماً سرسید کی مذہبی تحریرین ہوتی تھین) تو اُسکے ذہن مین خیالات کا ایک بے ترتیب اور غیر منتظم انبار ہوتا ہے جسکا مرتب اور منتظم کرنا اور ہر ایک پوائنٹ کو اُسکے مناسب موقع پر رکھنا اُس مصنف کا فرض سمجھا جاتا ہے۔ مگر یہ ایک ایسا دشوار کام ہے کہ مصنف کو اکثر اوقات کئی کئی دفعہ ترتیب بدلنی اور بار بار کاٹ چھانٹ کرنی پڑتی ہے۔ لیکن جہانتک کہ دیکھا گیا ہے سرسید جب کسی مضمون کو خود لکھنا

یا کسی پیش دست سے لکھوانا شروع کرتے تھے (اگرچہ کیسا ہی مشکل ور طولانی مضمون ہو) یہ معلوم ہوتا تھا کہ اُسکے تمام پوائنٹس سلسلہ وار اپنے اپنے محل ور موقع پر انکی آنکھون کے سامنے موجود ہین؛ صرف انکو الفاظ کا لباس پہنانا باقی ہے۔ چنانچہ مستثنے حالتون کے سوا کبھی ایسا نہوتا تھا کہ جس ترتیب سے اُنھون نے کوئی مضمون لکھنا شروع کیا ہو اُسکو بغیر کسی قسم کی تبدیلی کے اُسی چال سے آخر تک نہ پہنچا دیا ہو۔ اس مطلب کے زیادہ دلنشین ہونے کے لئے ناظرین مندرجۂ ذیل مثال پر غور کرین۔

سرسید نے معراج کے مسئلہ کا بیان اپنی تفسیر کی چھٹی جلد مین ۱۴۱ صفحہ پر لکھا ہے اور ہم سمجھتے ہین کہ اس مسئلہ پر زمانۂ حال کی ضرورت کے موافق نہ پہلے کسی نے ایسا لکھا ہے اور نہ آیندہ اُس سے زیادہ لکھنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس مضمون کے لکھنے کی جو کیفیت ہمکو معلوم ہوئی ہے اُسکو سنکر اور پھر اس مضمون کی وسعت کو دیکھکر نہایت تعجب ہوتا ہے۔ مولوی سید وحید الدین سلیم جنھون نے تفسیر کے لکھنے مین کئی سال تک برابر سرسید کو مدد دی ہے انکا بیان ہے کہ "جب تفسیر کی نوبت سورۂ بنی اسرائیل تک پہنچی اور سید صاحب نے معراج کے مسئلہ پر مفصل بحث کرنے کا ارادہ کیا تو مجھسے کہا کہ جسقدر روایتین صحاح اور دیگر کتب حدیث مین معراج اور شقِ صدر کے متعلق اور اس باب مین صحابہ کے اختلاف کے متعلق وارد ہوئی ہین اور عقل و نقل کی تناقض کی صورت مین جو رائین اور اقوال علما کے ہین اُن سب کو آپ اس طرح پر کتابون مین سے انتخاب کر کے نقل کر لین کہ ایک ایک صفحہ پر انکو لکھتے جائین اور دوسرا صفحہ کورا چھوڑتے جائین" مین نے کتابین دیکھنی شروع کین اور بے شمار روایات و اقوال علما جو کہ سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر مین درج ہین۔ موافق ہدایت کے نقل کر کے سید صاحب کے سامنے پیش کین۔ مین سمجھتا تھا کہ جب مین تمام روایتین اور اقوال نقل کر لونگا اُسوقت سید صاحب اُنکو دیکھکر معراج کے مسئلہ پر لکھنا شروع کرینگے۔ مگر میرا یہ خیال غلط تھا۔ اُنھون نے اس مضمون کو اُس ترتیب پر جو اُن کے

ذہن مین تھی بجاے خود اُسی وقت لکھنا شروع کر دیا تھا جب کہ مجھکو روایات وغیرہ کے نقل کرنے پر مامور کیا تھا۔ وہ مسودہ کے ہر ایک صفحہ پر کہین کہین کچھہ عبارت لکھتے تھے اور کہین سفیدی چھوڑتے جاتے تھے۔ یہانتک کہ مین ابھی اپنا کام پورا کرنے نہ پایا تھا کہ جو کچھ اُنکو لکھنا تھا وہ سب لکھ چکے اور اس مضمون کو کچھ کم ڈیڑھ سو صفحہ پر ختم کر دیا۔ جب مین اُن بے شمار روایتون اور اقوال کا دفتر لیکر پہنچا تو اُنھون نے وہ تمام کاغذات لیکر اُنکو قینچی سے کترنا اور اُن ٹکڑون کو جابجا سفیدیون پر لئی سے چپکانا شروع کیا یہان تک کہ تمام پرچے جنکا شمار بتانا مشکل ہے جہان جہان اُنکا موقع تھا چپکا دیئے اور کاتب کو صاف کرنے کے لئے دیدیا۔ جب تمام مسودہ صاف ہو چکا اور مین نے اُسکو اول سے آخر تک پڑھا تو مضمون کی ترتیب اور انتظام اور تمام روایات واقوال علما کو اپنے اپنے موقع پر چسپان دیکھکر میرے ہوش جاتے رہے" وہ کہتے ہین کہ سرسید کو مسودہ لکھتے وقت ان روایات کے مضمون سے اسکے سوا کچھ علم نہ تھا کہ جب مین کتابون مین روایتین تلاش کر رہا تھا اُسوقت جس قسم کے اختلافات اُنمین پائے جاتے تھے اُنکا ذکر بالاجمال سرسید کے سامنے ہوتا رہتا تھا؛ صرف اسقدر واقفیت پر اُنھون نے تمام مضمون کا خاکا اپنے ذہن مین کھینچ لیا تھا اور ہر ایک روایت کا موقع اور محل جہان جہان کہ ہونا چاہیے تھا قرار دے لیا تھا۔

اگرچہ یہ دونو خاصیتین - جو ہمنے سرسید کی مصنفانہ قابلیّت کے متعلق بیان کین - فی نفسہ عجیب ہین مگر انسے سوا اُس شخص کے جو اُنکی طرز تصنیف کو بنظر غور دیکھتا رہا ہو دوسرا واقف نہین ہو سکتا۔ اب ہم ایک تیسری خاصیت کا ذکر کرتے ہین جسکو ہر سمجھدار آدمی جو اُنکی تصنیفات کو دیکھیگا یقیناً تسلیم کریگا اور اس سے ہماری مراد **قوّتِ استدلال** ہے ظاہر ہے کہ سرسید کی بعض پولٹکل اور اکثر مذہبی تحریرین ایسی ہین جنمین اُنھون نے ایک جماعت کثیر یا جمہور اہل اسلام سے اختلاف کیا ہے؛ باوجود اسکے اُنکو اپنے دعوے کے اثبات مین خلافِ توقع اکثر ایسی کامیابی

ہوئی ہے جیسی کہ ایک مسلم الثبوت رائے کی تائید کرنے والے کو ہونی چاہیے۔

اسباب بغاوت میں جو کچھ اُنھوں نے لکھا وہ تمام اینگلو انڈین بلکہ شاید تمام انگلش نیشن کی رائے کے برخلاف تھا اور اسی لئے اُسکا مارشل لا کے دور دورہ مین شایع کرنا خطرناک خیال کیا جاتا تھا۔ باوجود اسکے جس دھڑتے سے کہ اُسکا بہت بڑا حصہ منوایا گیا، اور جو کام کہ اُسنے اعیانِ سلطنت کی غیظ وغضب کی آگ بجھانے مین کیا اور جو عمدہ نتایج اُسپر مترتب ہوے اُس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسقدر مُدلّل اور موجّہ لکھا گیا تھا اور اُسمین کیسے صحیح اصول پر استدلال کیا گیا تھا۔ اسیطرح ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب کا ریویو ایک ایسے خیال کی غلطی ثابت کرنے کے لیے لکھا گیا تھا جو عمومًا مدبران سلطنت کے دل مین جما ہوا تھا اور جسکو ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب نے اور بھی زیادہ پختہ کردیا تھا۔ لیکن اس ریویو کے شایع ہونے سے - جیسا کہ پہلے مذکور ہوچکا ہے - اُس خیال کی غلطی علی العموم سب پر ظاہر ہوگئی۔

جسوقت کہ سرسید نے غلامی کے مسئلہ پر جمہور اہل اسلام کے برخلاف رسالہ لکھنے کا ارادہ کیا تو مولوی سید مہدی علی خان نے اُنسے کہا کہ تم اس باب مین ایک حرف بھی اپنے دعوے کے ثبوت مین ایسا نہین لکھ سکتے جو اصول اسلام کے موافق صحیح ہو۔ لیکن جب اُنھون نے سرسید کا ابطال غلامی کا مضمون تہذیب الاخلاق مین اول سے آخر تک پڑھا تو اُنکو ماننا پڑا کہ اسلام نے فی الواقع ہمیشہ کے لئے غلامی کا استیصال کردیا ہے یہانتک کہ سرسید نے تہذیب الاخلاق مین ایک موقع پر صاف صاف لکھدیا ہے کہ جن مسائل مین ہم اور سید مہدی علی متفق ہین اُنھین مین سے ایک یہ ہے کہ "اسلام مین رقّیت نہین ہے"

مسلمانون کا جہاد کا مسئلہ جو تمام عیسائی دنیا مین انگشت نما تھا اور جس سے بڑھکر کوئی بےرحمی اور ناخدا ترسی کا کام نہ سمجھا جاتا تھا - اُسکا مقابلہ - جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین - سرسید نے انجیل کے

اس مشہور اخلاقی حکم سے کیا ہے کہ " اگر کوئی تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی اُسکے سامنے کر دے "
اور نہایت عام فہم طریقہ سے ثابت کیا ہے کہ فطرت انسانی کے موافق اور قابلِ عملدرآمد جہاد کا حکم ہے
جو قرآن مین آیا ہے نہ انجیل کا وہ اخلاقی حکم جو قرآن کی تعلیم پر اعتراض کرتے وقت مسلمانون کے سامنے
پیش کیا جاتا ہے اور جسپر نہ آجتک کبھی عمل ہوا ہے نہ آیندہ ہونے کی امید ہے ۔

اسیطرح سرسید کی تصنیفات مین بے شمار مقامات ایسے نکلینگے جو بادی النظر مین ممتنع الثبوت
معلوم ہوتے ہین مگر جب اُن دلائل پر نظر کیجاتی ہے جو سرسید نے اُنکے ثبوت مین پیش کی ہین تو
مخالفون کو بھی ۔ بشرطیکہ تعصب سے خالی ہون ۔ تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہین معلوم ہوتا ۔

ہمارے نزدیک مصنفون مین سرسید کا جو درجہ خاصکر مذہبی تصنیف و تالیف کے لحاظ سے
قرار پاسکتا ہے اُسکا ٹھیک اندازہ کرنے کا ابھی وقت نہین آیا ؛ کیونکہ اسوقت کچھ لوگ اُنکے
حد سے زیادہ معتقد ہین جنکو اُنکی تصنیفات مین کوئی لغزش یا خطا نہین معلوم ہوتی ۔ اور بہت بڑا گروہ
اُنکے منکرون اور مخالفون کا ہے جنکو اُنکی مذہبی تحریرون مین کفر و الحاد کے سوا کچھ نظر نہین آتا ۔ پس جبتک
یہ دونو گروہ موجود ہین اُنکی تصانیف کے باب مین بغیر حیف و میل کے رائے دینے کی کسی سے امید نہین ہوسکتی ۔

اسکے سوا اول تو مسلمانون کے خیالات مین عموماً یہ بات جمی ہوئی ہے کہ اعلےٰ درجہ کی مذہبی تصنیفات
کے لیے ضرور ہے کہ وہ عربی یا کم سے کم فارسی زبان مین ہون ۔ اُردو زبان مین کیسے ہی محققانہ مضامین
لکھے جائین اور کیسے ہی بلند خیالات ظاہر کیے جائین اُنکے نزدیک وہ اُردو کی معمولی کتابون سے کچھ
زیادہ وقعت نہین رکھتے ۔ دوسرے جن لوگون نے تقلید کے دائرہ سے نکلکر تحقیق کے میدان مین قدم
رکھا ہے اُنکی تصنیفات ہمیشہ علماے دین کے حلقون مین ایک مدت تک مردود و مطرود رہے ہین ۔

لیکن چونکہ حق کبھی نہ کبھی ظاہر ہوے بغیر نہین رہتا اسلئے آخرِکار لوگ اُنکے حسن و قبح کی چھان بین کی طرف متوجہ ہوے ہین، اور اُنھون نے صواب کو خطا سے اور کھرے کو کھوٹے سے الگ کیا ہے، اور باوجود اُنکی غلطیان ظاہر ہونے کے۔ جنسے کسی محقق کا کلام محفوظ نہین رہ سکتا۔ جس درجہ کے وہ مستحق تھے وہ درجہ اُنکو دیا گیا ہے۔

سرسید کی طرز تحریر

سرسید کی طرزِ تحریر پر کچھ ریمارک کرنا جسقدر ضروری ہے اُسیقدر مشکل بھی ہے۔ ضرورت تو ظاہر ہے؛ کیونکہ بیوگرفر اگر بالفرض اپنے ہیرو کی تمام کلی و جزئی حیثیات پر بحث نہ کر سکے تو کم از کم اُسکی نمایان اور مسلم لیاقتون کو دکھائے بغیر اپنے فرض سے عہدہ برآ نہین ہو سکتا۔ پس سرسید کی طرزِ تحریر جسنے تیس بتیس برس کے عرصہ مین اُردو لٹریچر کا رخ پھیر دیا اور مسلمانون کے پولٹکل سوشل اور مذہبی خیالات مین انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ اُسکے بیان سے کیونکر خاموش رہا جا سکتا ہے۔ اور مشکل اسلئے ہے کہ جس تحریر مین یہ تاثیر اور یہ کرشمہ تھا اُسکو ہم اُن متعارف خوبیون سے۔ جو مشرقی لٹریچر مین کلام کی عمدگی کا معیار سمجھی جاتی ہین۔ بظاہر مُعرّا پاتے ہین۔ پس اس بات کا دریافت کرنا کوئی آسان کام نہین ہے کہ جو تحریر تشبیہات و استعارات سے، صنائع لفظی و معنوی سے، شاعرانہ نزاکتون سے اور فاضلانہ و منشیانہ تراش خراش سے خالی نظر آتی ہے اُسمین وہ کیا چیز تھی جسنے تھوڑی سے مدت مین ایسے غیر مترقبہ نتایج پیدا کر دیئے۔ لیکن چونکہ سرسید کی بائیوگرفی لکھنے کا مشکل کام ہمنے اپنے ذمہ لیا ہی اسلئے چار ناچار ہمکو کچھ نہ کچھ لکھنا ضرور ہے۔

سرسید کی ابتدائی تحریرین غالباً سید الاخبار[1] مین درج ہونی شروع ہوئی تھین جسکو اُنکے

[1] چونکہ سید احمد کا عرف اُس زمانہ مین سید تھا اور اُنکے بھائی کو اُنسے بہت محبت تھی اسلئے اخبار کا نام اُنکے عرف کے لحاظ سے سید الاخبار رکھا تھا ۱۲

بڑے بھائی سید محمد خان نے ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء مین اُسوقت جاری کیا تھا جبکہ سرسید کی عمر سترہ یا اٹھارہ برس کی تھی ۔ اگرچہ اُسوقت سے لیکر ۱۸۵۷ء تک اُنھون نے متعدد کتابین اور رسالے مذہب اور تاریخ کے متعلق لکھے اور اُنمین سے بعض کتابین (جیسے آثار الصنادید) بدرجہ غایت مقبول اور مشہور بھی ہوئین لیکن طرز تحریر مین اُسوقت تک کوئی ایسی صریح تبدیلی پیدا نہین ہوئی جسکے لحاظ سے سرسید کو اُردو لٹریچر مین کسی ممتاز حصہ کا مستحق کہا جا سکے ۔

البتہ یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ عبارت کی سادگی اور بے ساختگی ۔ جو سرسید کی تحریر کی عام خاصیت ہے ۔ وہ ۵۷ء سے پہلے کی تحریرون مین بھی ۔ جبکہ تصنّع اور تکلف انشا پردازی کا زیور سمجھا جاتا تھا ۔ برابر پائی جاتی ہے اور آثار الصنادید کا سب سے پہلا اڈیشن ۔ جسکی عبارت مین بہت کچھ ساختگی اور تکلف پایا جاتا ہے ۔ وہ جیسا کہ سرسید خود اقرار کرتے تھے مولانا صہبائی کا لکھا ہوا ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ گو اُسوقت طبعِ سلیم کے اقتضا سے خود سرسید کی طرز تحریر سیدھی سادھی تھی مگر سوسائٹی کے اثر سے یقیناً سادی عبارت لکھنے کو وہ خود حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے جسکی وجہ سے اُنھون نے اس بات کو گوارا نکیا کہ جن عمارتون کی تحقیقات نہایت جانکاہ کوشش سے انجام کو پہنچائی ہے اُنکا حال اپنی سیدھی سادی عبارت مین جو اُسوقت خود اُنکی نظر مین کم وزن معلوم ہوتی تھی ۔ تحریر کرین ۔ مگر اس اڈیشن کے شایع ہونے کے بعد وہ بہت جلد اس غلطی سے متنبہ ہوے اور اُسکو دوبارہ اپنے سیدھے سادے نیچرل اسٹائل مین لکھکر شایع کیا جسکا فرنچ مین ترجمہ ہوکر فرانس مین چھپا ۔

نہایت صحیح اور سچا مقولہ ہے کہ " اذا اراد اللّٰہ شیئًا ھیّأ اسبابہٗ " چونکہ سرسید سے قوم کی اصلاح کا عظیم الشان کام ظہور مین آنا تھا اسلئے خدا تعالی نے اُنکی ذات مین وہ تمام خاصیتین جمع کر دی تھین

جو ایک رفارمر مین ہونی ضرور ہین ۔ انھین خاصیتون مین سے ایک یہ تھی کہ وہ ابتدا سے تحریر یا تقریر مین تصنّع اور الفاظ کی تراش خراش سے نفرت رکھتے تھے اور گریمر کی پابندی سے فطرۃً آزاد تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ اُنھون نے جو اول اول دلّی مین اپنے گرد شعرا کا جمگھٹا دیکھکر اُنکی دیکھا دیکھی شعر کہنا شروع کیا تھا کچھ بہت دن نہ گذرے کہ وہ اُن تکلفاتِ لایعنی سے ۔ جو شاعری کے لئے لازم ہین اور حقائق نگاری مین مُخل ہوتے ہین ۔ ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو گئے ۔ اُنھون نے سیرت فریدیہ مین اپنے بچپن کا حال لکھا ہے کہ اُنکے نانا نے ۔ جب کہ وہ بوستان پڑھتے تھے ۔ اُنکا سبق سنا ، سبق مین وہ شعر بھی تھا جسکا پہلا مصرع یہ ہے "طمع را سہ حرف ست ہر سہ تہی" اُنھون نے اسکا ترجمہ کیا کہ "طمع کے تین حرف تینون خالی" نانا نے تین دفعہ ٹوکا اور بہت خفا ہوے مگر یہ وہی معنی کہے گئے ، چونکہ محاورہ کے موافق ترجمہ یہی فصیح تھا اسلئے گریمر کا مطلق خیال نہ آیا ۔ جو حال اُنکا اُس بچپن کے زمانہ مین تھا وہی اخیر دم تک باقی رہا ۔ وہ تحریر یا تقریر کی رَو مین گریمر کی کچھ پروا نہ کرتے تھے ، وہ اُن قیدون سے جو شاعرون اور منشیون نے مقرر کی ہین بالکل آزاد تھے ، وہ اُن غلط لفظون کو ۔ جو عام فہم اور خاص و عام کی زبان پر جاری ہون ۔ صحیح الفاظ پر ترجیح دیتے تھے ، اُنکی زبان دلّی کی بول چال مین محدود نہ تھی بلکہ جو لفظ یا جو جملہ بے اختیار قلم سے ٹپک گیا وہی اُنکی زبان اور وہی بول چال تھی ، غالبًا اُنھون نے کسی لفظ کے استعمال کرتے وقت یہ خیال نہ کیا ہوگا کہ یہ لفظ اہل زبان بولتے ہین یا نہین ؟ اور کسی فقرہ کو لکھکر پھر یہ نہ دیکھا ہوگا کہ قواعد کی رو سے اسکی ترکیب صحیح ہے یا نہین ؟

یہ خاصیت جسکو ہمنے بیان کیا ایک سچے رفارمر کے کلام مین ایسی ہی ضروری ہے

جیسی سچائی اور راستبازی ۔ وہ مثل شاعرون اور انشا پردازون کے اپنے کلام کی بنیاد الفاظ کی شستگی اور ترکیبون کی برجستگی پر نہین رکھتا بلکہ اُس بے قرار آدمی کی طرح - جو گھر مین آگ لگی ہوئی دیکھکر ہمسایون کو بے تابانہ آگ بجھانے کے لئے پکارتا ہے - ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو گھبراہٹ کی حالت مین بے ساختہ انسان کے مونہ سے نکل جاتے ہین ۔ وہ واقعات پر تشبیہ و استعارہ کے پردے نہین ڈالتا بلکہ اُنکی ننگی تصویر کھلم کھلا سب پر ظاہر کرتا ہے ۔ وہ الفاظ و قواعد کا محکوم نہین ہوتا بلکہ الفاظ اور قواعد کو اپنے جذبات کا محکوم رکھتا ہے ۔

الغرض سرسید نے خیالات کے ظاہر کرنے مین بناوٹ اور تصنّع کو کبھی دخل نہین دیا ' جس سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ ابتدا مین مطلب نگاری شروع کی تھی غدر کے زمانہ تک جو کہ تقریبًا بیس برس کا زمانہ ہوتا ہے اپنے اُسی سیدھے سادے اور نیچرل اسٹائل مین ہر قسم کی تحریرین - کیا کتابین ' کیا مضامین اور کیا مقدمات کے فیصلے اور تجویزین - برابر لکھتے رہے ۔ اس بیس سال کی مشق و مہارت نے - جو کہ ایک انداز پر متصل جاری رہی - ضرور ہے کہ اُنکی قلم مین ہر مطلب کے ادا کرنے اور ہر پیچیدہ مضمون کے سُلجھانے کی ایک غیر معمولی طاقت پیدا کر دی ہوگی ؛ کیونکہ نیچرل قُوے سے جب اُنکے مقتضا کے موافق برابر کام لیا جاتا ہے تو اُنسے اکثر فوق العادۃ کرشمے ظہور مین آتے ہین ۔ مگر ابھی وہ وقت نہین آیا تھا جب کہ اس سیدھی سادی تحریر کے اصلی جوہر کھلنے والے اور اس ٹھنڈی آگ کے شعلے بلند ہونے والے تھے ۔

غالبًا اس بات پر سب کا اتفاق ہوگا کہ تحریر یا تقریر کا اصل مقصد لوگون کے دلون پر اثر کرنے کے سوا اور کچھ نہین ہے مگر اس امر مین سب کی رائے مختلف معلوم ہوتی ہے کہ اثر کس طرح

پیدا ہوتا ہے ؟ اسی ایک مقصد کے لئے کوئی الفاظ مین تراش خراش اختیار کرتا ہے اور کوئی سادگی، کوئی کلام کی بنیاد متانت اور سنجیدگی پر رکھتا ہے اور کوئی مزاح وظرافت پر، کوئی سوچ سوچ کر علمی اصطلاحین اور فاضلانہ ترکیبین استعمال کرتا ہے اور کوئی ڈھونڈ ڈھونڈ کر اہل زبان کے محاورے اور روزمرے بہم پہنچاتا ہے؛ اسی طرح کوئی کسی ڈھنگ پر چلتا ہے اور کوئی کسی طریقہ پر۔ مگر حق یہ ہے کہ کلام کی تاثیر کو ان باتون سے کچھ علاقہ نہین۔

جنگِ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ  چون ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند

بے شک کلام کے موثر ہونے کے لئے اُسکا سادہ اور بے تکلف ہونا ضرور ہے مگر اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جو کلام سادہ اور بے تکلف ہوگا وہ مؤثر بھی ضرور ہوگا۔ کلام کیسا ہی سادہ اور بے تکلف ہو۔ جب تک کہ متکلم کا دل آزادی اور سچائی سے بھرا ہوا نہو۔ کبھی مؤثر نہین ہوسکتا۔ جسطرح تلوار کا کاٹ درحقیقت اُسکی باڑ مین نہین بلکہ سپاہی کے کرتبی ہاتھ مین ہے اسی طرح کلام کی تاثیر اُسکے الفاظ مین نہین بلکہ متکلم کی سچائی اور اُسکے نڈر دل اور بے لاگ زبان مین ہے۔ وہی الفاظ جو ایک سچے اور دلسوز ناصح کی زبان سے نکلکر لوگون کے دلون پر تیر و سنان کا کام کرتے ہین ممکن نہین کہ ایک نمایشی واعظ کی زبان پر اُنمین کچھ بھی اثر باقی رہے۔ سچے ناصح کے لعن وطعن مین جو اثر ہوتا ہے وہ جھوٹے واعظ کی بشارتون مین نہین ہوتا۔ سر سید کے کلام مین جو تاثیر تھی وہ درحقیقت اُنکی سچائی اور حق گوئی کا نتیجہ تھا۔

باوجودیکہ مسلمان صدہا سال سے نہ صرف مذہب مین بلکہ علوم و فنون مین، لٹریچر مین، رسم و رواج مین، اخلاق و عادات مین، طریق معاشرت مین، غرضکہ ہر چیز مین اگلون کی

لکیر پر فقیر چلے آتے تھے اور کوئی ایسی بات۔ جس سے کبھی اُنکے کان آشنا نہ ہوے ہون۔ ہرگز سننی نہین چاہتے تھے مگر سچ مین وہ کرشمہ ہے کہ تاریکی مین بھی وہ چمکے بغیر نہین رہتا۔ جو شخص سب سے پہلے تقلید کی بندشون کو توڑ کر اور سوسائٹی کی رکاوٹون کو برطرف کرکے قوم کی اصلی بھلائی کے خیالات صاف صاف ظاہر کرتا ہے۔ گو کہ وہ قوم کے مذاق اور الُف و عادت کے کیسے ہی برخلاف ہون۔ اُنمین عجیب قسم کی کشش ہوتی ہے کہ اُنکے سننے کے لیئے کیا موافق اور کیا مخالف سب کے کان کھڑے ہوجاتے ہین اور دونو فریق مختلف طور پر اُنسے متاثر ہوتے ہین؛ پہلا اُنکو حق سمجھکر بےچون وچرا قبول کرتا ہے اور دوسرا اُنمین مقبولیت کے آثار نمایان دیکھکر خائف ہوتا ہے کہ مبادا یہ خیالات تمام قوم مین شایع ہوجائین۔ سرسید کی تحریر مین یہی چیز تھی جسنے اُن سیدھے سادھے اور معمولی لفظون مین جادو کا سا اثر پیدا کردیا تھا اور تمام قوم مین ہل چل ڈالدی تھی۔

مگر اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ سرسید کی تحریر جو بظاہر متعارف لفظی خوبیون سے خالی معلوم ہوتی تھی درحقیقت اُسمین لفظی خوبیان نہ تھین بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جب عمدہ اور پاکیزہ خیالات ایسے صاف اور معنی خیز لفظون مین بیان کیئے جاتے ہین کہ لفظون کے ساتھ ہی ساتھ معنی بھی ذہنون مین اُترتے جاتے ہین تو خیالات کی خوبی ناظرین کو الفاظ کی طرف متوجہ نہین ہونے دیتی بلکہ محاسن لفظی خیالات کی شکوہ مین دب جاتے ہین۔ اسکے سوا جب مصنف کی ہمت محض عمدہ خیالات کے پھیلانے پر مقصور ہوتی ہے تو اُسکے بیان مین محاسنِ لفظی کی اُسی قدر گنجایش ہوتی ہی جسقدر کہ ہر مقام کا مقتضا ہوتا ہے اور اسلیئے وہ عبارت مین اسقدر گھُل مِل جاتے ہین کہ جب تک بنظرِ غور نہ دیکھا جائے عام بیان اُنسے سادہ نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرسید کی تحریر مین لفظی خوبیان

ایسی اُجاگر نہین معلوم ہوتین جیسی دیگر مصنفون کے کلام مین معلوم ہوتی ہین ورنہ صنائع لفظی کے سوا اُسمین تمام محاسن لفظی و معنوی موجود ہین ۔ تشبیہین بھی ہین، استعارے بھی ہین، کنائے بھی ہین، تمثیلین برجستہ اور تلمیحین نہایت لطیف ہین، بذلے اور لطیفے حد سے زیادہ دلکش اور دلفریب ہین، کہاوتین اور اشعار برمحل جا بجا نظر آتے ہین ۔ مگر اس قبیل کی جو چیز ہے اُسمین ایسا بے ساختہ پن پایا جاتا ہے کہ گویا بے قصد و بے ارادہ مصنف کی قلم سے ٹپکی ہے ۔

مگر جو چیز کہ سرسید اور دیگر مصنفون اور مضمون نگارون مین مابہ الامتیاز ہے وہ قدرتِ بیان ہے جسکے ثبوت کے لئے خود اُنکی مختلف تحریرون کا دیکھ لینا کافی ہے ۔ مصنف کی قدرتِ بیان کئی شکلون مین ظاہر ہوتی ہے ۔ ایک یہ کہ وہ ہر ایک مضمون کو اُسی پیرایہ مین بیان کر سکے جو اُس مضمون کی حالت کے مناسب ہے ۔ کیونکہ ہر قسم کے کلام کا پیرایۂ بیان جدا ہوتا ہے ۔ جس ڈھنگ پر نوول لکھا جاتا ہے اُس ڈھنگ پر تاریخ یا بایوگرفی نہین لکھی جاتی ۔ جہان متانت اور سنجیدگی کا موقع ہوتا ہے وہان ظرافت نازیبا معلوم ہوتی ہے ۔ تشبیہ و استعارہ اگرچہ نظم و نثر کا زیور ہے مگر کسی سرشتہ کی سالانہ رپوٹ، یا کسی مقدمہ کے فیصلہ، یا کسی پبلک جلسہ کی روئداد مین اُس سے زیادہ کوئی چیز بدنما نہین ہوتی ؛ اسی لئے کہا گیا ہے "ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مکانے دارد" مگر جہان تک دیکھا جاتا ہے ہر مصنف پر اُسکی طبیعت کے میلان کے موافق رفتہ رفتہ کسی خاص پیرایۂ بیان کا رنگ چڑھ جاتا ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یا تو وہ ایک خاص مضمون کے سوا اور کسی موضوع پر کچھ نہین لکھ سکتا اور یا جس موضوع پر قلم اُٹھاتا ہے اُسکو اُسی خاص رنگ مین رنگنا چاہتا ہے ۔ مثلاً بعضون کا قلم حسن و عشق کے میدان مین خوب دوڑتا ہے، پس یا تو وہ ایسے مضمون پر قلم ہی

نہین اُٹھاتے جس مین حسن و عشق کی چاشنی نہو اور یا جو مضمون لکھتے ہین اُسکو اُسی سانچے مین
ڈھالنا چاہتے ہین ۔ اسی طرح بعض کی طبیعت پر استعارہ اسقدر غالب ہو جاتا ہے کہ سیدھے رستے
سے بھی چکّر کاٹے بغیر نہین گذرتے ، بعضے ہر ایک مضمون مین ظرافت کی چاشنی دینی چاہتے ہین
اگرچہ نفس مضمون اُس سے اِبا کرتا ہو ۔ غرض کہ جس مصنف یا مضمون نگار کو دیکھیے اُسپر کوئی نہ کوئی
بھوت سوار ہوتا ہے ۔

مگر سرسید کی تحریرون کو ہم اس عام قاعدہ سے مستثنےٰ پاتے ہین ؛ اُنکی ہر قسم کی بے شمار
تحریرین کیا تاریخی ، کیا علمی ، کیا مذہبی ، کیا اخلاقی ، کیا سوشل ، کیا پولٹکل ، کیا ادفشل ، اور
کیا لیگل ۔ علیگڑھ گزٹ ، تہذیب الاخلاق ، تصانیف احمدیہ ، سالانہ رپوٹون ، عدالت کی فیصلون ،
جلسون کی روئدادون اور پرائیوٹ خطون وغیرہ مین موجود ہین اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ
ہر ایک شاخ مین وہی پیرایۂ بیان پایا جاتا ہے جو اُسکے لئے موزون اور مناسب ہے ۔ حالانکہ مصنف کو
خود خبر نہین کہ کس مضمون کے لئے کونسا پیرایۂ بیان موزون ہے مگر تحریر کی قدرتی قابلیت بغیر قصد
و ارادہ کے قلم کو اُسی راہ پر ڈالدیتی ہے جسپر اُسکو چلنا چاہیے ۔ جسطرح پہاڑ کی رَو رستے کی موڑ توڑ
اور پیچ و خم کے ساتھ رخ بدلتی چلی جاتی ہے اسیطرح ہر مقام کے مقتضا کے موافق تحریر کا رنگ خود بخود
بدل جاتا ہے ۔ اگر علمی اور تاریخی مضامین مین دریا کے بہاؤ کیسی روانی ہے تو مذہبی اور پولٹکل تحریرین
مین چڑھاؤ کی تیراکی کا سا زور ہے ۔ اعتراضات کے جواب مین متانت اور سنجیدگی ہے تو بے دلیل
دعوون کے مقابلہ مین ظرافت و خوش طبعی ۔ نصیحتین نشتر سے زیادہ دلخراش اور مرہم سے زیادہ تسکین بخش ہین ۔
غصہ مہربانی سے زیادہ پُر لطف ہے اور نفرین آفرین سے زیادہ خوش آیند ۔ وہی ایک قلم ہے

جو اخلاق کے بیان مین ایک مورلسٹ کے ہاتھ مین معلوم ہوتی ہے تو عدالت کے فیصلون مین ایک کہنہ مشق جج کے ہاتھ مین ' اور سالانہ رپوٹون اور جلسون کی روئدادون مین ایک تجربہ کار سکرٹری کے ہاتھ مین ۔ یہان ہم ایک نہایت معمولی مثال کے ذریعہ سے ناظرین کو اس بات کا خیال دلانا چاہتے ہین کہ اس شخص کے قلم مین ہر ایک مطلب کو اُسکے مناسب پیرایہ مین بیان کرنے کی کس قدر قابلیت تھی ۔

سرسید نے تہذیب الاخلاق کے ایک آرٹکل مین آدم کی سرگذشت ایک قصہ کے پیرایہ مین بیان کی ہے ' وہان اُس موقع پر۔ جبکہ آدم نے محض تنہائی اور سناٹے کے عالم مین حوّا کو اچانک اپنے پہلو مین بیٹھے ہوے پایا اور اُس سے بے انتہا خوشی حاصل ہوئی۔ خدا کے شکر کے چند الفاظ فرضی طور پر آدم کی زبان سے اس بات کا تصور دلانے کے لئے لکھے ہین کہ آدم کا اُس غیر مترقبہ خوشی اور اُسکے وجد و ذوق مین کیا حال ہوا ہوگا ؟ اور انسان کی اُس ابتدائی اور نیچرل حالت مین۔ جبکہ زبان مین لفظ موجود نہ تھے۔ کس قسم کے بول خدا کے شکر مین اُسکی زبان سے نکلے ہونگے ؟ اور کیسے سیدھے سادے لفظون سے اُسنے خدا کو پکارا ہوگا ؟

گویا آدم کہتا ہے کہ "جب مین نے اپنے ہمجنس (یعنی حوا) کو اپنے پہلو مین بیٹھا ہوا دیکھا تو مین بہت خوش ہوا اور تالیان بجاکر خوب اچھلا اور خوب کودا ' اور اوپر کو دیکھ دیکھ کر ایک بڑی ہستی کا خیال کر کے خوب گیت گائے اور نہایت ذوق و شوق مین یون چلّایا " اُو ! اُو ! ارے اُو ! ارے او ! ارے وہ جو ہے ! ارے وہ جو ہے ! ارے وہ جو رہیگا ! ارے وہ جو تو ہی ہے ! ارے وہ جو تو ہی ہے ! میرا شکر لے " اُس انجان جانکار نے میرا شکر لیا ' اب تم سب اُسی برکت کی پھل پھول ہو " اگرچہ بادی النظر مین یہ مثال بہت کم وزن اور حقیر معلوم ہوگی

مگر موقع کا تصور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو حالت ان لفظون سے ظاہر ہوتی ہے اُسکے بیان کرنے کے لیئے ان سے بہتر الفاظ ملنے کسقدر مشکل تھے۔

دوسرے مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مطلب کو اسطرح سُلجھا کر ادا کر جانا کہ جو مضمون لفظون مین سماتا نظر نہ آتا ہو وہ ایسی خوبی سے ادا ہو جائے جیسے انگوٹھی پر نگین جڑ دیا۔ اس لحاظ سے جو قدرت سر سید کے قلم مین دیکھی گئی ہے وہ فی الواقع نادر الوجود تھی۔ قرآن مجید مین بے شمار مقامات ایسے ہین کہ سر سید کی تفسیر دیکھنے سے پہلے ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ان مقامات کے معنی اُس اصول کے موافق قرار دیئے جاسکین جسکے مطابق سر سید نے تمام قرآن کی تفسیر کرنے کا دعوے کیا ہے؛ مگر تفسیر دیکھنے کے بعد مستثنٰے مقامات کے سوا کوئی مقام ایسا نظر نہین آتا جسکی تفسیر اُسی اصول کے موافق پوری نہ اُتر گئی ہو۔ اگرچہ اسکی مثالین قرآن کی تفسیر مین جا بجا موجود ہین مگر ایک نہایت بدیہی مثال آدم کے قصہ کا بیان ہے۔ اس قصہ کی نسبت۔ جو کہ قرآن مجید مین مذکور ہے۔ اگرچہ علمای سلف مین سے بھی بعض محققین نے یہی لکھا ہے کہ یہ کسی واقعہ کی خبر نہین بلکہ انسان کی فطرت کا بیان بطور تمثیل کے کیا گیا ہے مگر علمای سلف اس رمز کی طرف ایک مجمل اشارہ کر کے آگے بڑھ گئے ہین؛ کسی نے قصہ کی تمام جزئیات کو تمثیل کے قالب مین ڈھالکر نہین دکھایا۔ سر سید نے اول تہذیب الاخلاق مین اسی مضمون کو ایک فرضی قصہ کے پیرایہ مین بیان کیا ہے اور پھر تفسیر مین بہ حیثیت ایک مفسر کے تمام قصہ کے جزئیات کو انسان کی فطرت اور اُسکے قویٰ پر ایسی خوبی سے منطبق کیا ہے کہ اُنسے پہلے کسی سے یہ کام بن نہین آیا۔ پس صرف اسی مضمون کو تہذیب الاخلاق یا تفسیر مین دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس شخص کو بذریعۂ تحریر کے مشکل مشکل عقدون کے

سُلجھانے پر کس قدر قدرت تھی ۔

تیسرے واقعات وحالات کے حسن وقبح کی تصویر اسطرح کھینچنا کہ جو بُرائیان اسبب اِلف وعادت کے دلون مین کھُب گئی ہون اُنکی بُرائی ' اور جو خوبیان سوسائٹی کے اثر سے نظرون سے چھپ گئی ہون اُنکی خوبی فوراً دلون پر نقش ہوجائے ۔ یہ کمال بھی جو سرسید کی تحریر مین دیکھا جاتا ہی دوسری جگہ آج تک نہین دیکھا گیا اور اُسکی مثالین خاصکر تہذیب الاخلاق کی قدیم اور جدید جلدون مین بکثرت موجود ہین

مثلاً وہ ایک آرٹکل مین مسلمانون کے کھانا کھانے کا طریق اسطرح بیان کرتے ہین کہ " ہندوستان مین مسلمانون کے کھانا کھانے کا بھی وہی طریق ہے جو ہندؤون کا ہے ؛ صرف اتنا فرق ہے کہ ہندو چوکے مین بیٹھتے ہین ' مسلمان دسترخوان بچھا کر بیٹھتے ہین ۔ جسطرح ہندو سب طرح کا کھانا ایک ساتھ اپنے آگے رکھ لیتے ہین اسیطرح مسلمان بھی قابون اور رکابیون اور غوریون اور تشتریون اور پیالون مین سب طرح کا کھانا اور سب قسم کی روٹی اور ہر طرح کے کباب اور فیرنی کے خوانچے اور بورانی کے پیالے اور اچار مرّبے کی پیالیان سیتلا کے پوجاپے کی طرح سب اپنے آگے رکھ لیتے ہین اور اُس ایک دسترخوان پر کوئی فیرینی کلمۂ شہادت کی اُنگلی سے اور کوئی (دست بحیر) چارون انگلیون سے چاٹ رہا ہے ' کوئی پلاؤ مین اروی کا سالن ملا ملا کر کھا رہا ہے ' کسی نے سالن ملا ہوا پلاؤ کھا کر نان آبی سے لتھڑا ہوا پنجہ مبارک پوچھکر روٹی کو سالن مین ڈبو ڈبو کر کھانا شروع کیا ہے ' کسی نے بورانی کے پیالے کو مونھ سے لگا کر سڑ"پا بھرا اور یہ کہکر ۔ کہ واللہ بڑی تیز ہے ۔ اوہ اوہ کرنا شروع کیا ہے ۔ تمام جھوٹے برتن اور نیم خوردہ کھانا اور چچوڑی ہوئی ہڈیان اور روٹی کے ٹکرے اور سالن مین کی نکلی ہوئی مکھیان سب آگے رکھی ہوئی ہین ۔ اس عرصہ مین جو شخص پہلے کھا چکا ہے اُسنے ہاتھ دھو ' کھنکار کھنکار کر گلا صاف کرنا ' اور بیسن سے دانت رگڑنے ' اور زبان پر دو اُنگلیان رگڑ رگڑ کر صاف کرنا شروع کیا ہے ۔ اور آور

بے تکلف بیٹھے کھانا نوش فرماتے ہین۔ نہ اُن ہاتھ مونہ دھونے والون کو خیال ہے کہ ہم کھانا کھانے والون کے قریب کیسی حرکات ناشایستہ کرتے ہین اور نہ کھانا کھانے والون کو اُن لوگون کی کریہ آواز سُننے اور زرد زرد ہلدی ملے ہوے رنگ کا لعاب نکلنے اور بلغم کے لوتھڑے تھوتھو کرکے چلمچی یا تاش مین تھوک دینے اور بتاسے کی طرح اُس کے پانی پر تیرتے پھرنے کی پرواہ ہے۔ نعوذ باللہ منہا !!"

یا مثلاً ایک آرٹکل مین بے تہذیب آدمیون کی بحث و تکرار کی تصویر اس طرح کھینچی ہے کہ

"جب کتے[1] آپس مین ملکر بیٹھتے ہین تو پہلے تیوری چڑھاکر ایک دوسرے کو بُری نگاہ سے آنکھین بدل بدل کر دیکھنا شروع کرتے ہین، پھر تھوڑی تھوڑی گونجیلی آواز اُنکے نتھنون سے نکلنے لگتی ہے، پھر تھوڑا جبڑا کھلتا ہے اور دانت دکھلائی دینے لگتے ہین، اور حلق سے آواز نکلنی شروع ہوتی ہے، پھر باچھین چر کر کانون سے جالگتی ہین، اور ناک سمٹ کر ماتھے پر چڑھ جاتی ہے، ڈاڑھون تک دانت باہر نکل آتے ہین، مونہ سے جھاگ نکل پڑتے ہین، اور عنیف آواز کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوتے ہین، اور ایک دوسرے سے چمٹ جاتے ہین، اسکا ہاتھ اُسکے گلے مین اور اسکی ٹانگ اسکی کمر مین، اُسکا کان اسکے مونہ مین اور اسکا ٹینٹوا اُسکے جبڑے مین، اسنے اُسکو کاٹا اور اُس نے اسکو پچھاڑکر بھنبوڑا۔ جو کمزور ہوا دُم دباکر بھاگ نکلا"

"نامہذب آدمیون کی مجلس مین بھی آپس مین اسی طرح پر تکرار ہوتی ہے۔ پہلے صاحب سلامت کرکر آپس مین مل بیٹھتے ہین، پھر دھیمی دھیمی بات چیت شروع ہوتی ہے، ایک کوئی بات کہتا ہے، دوسرا بولتا ہے واہ! یون نہین، یون ہے، وہ کہتا ہے واہ! تم کیا جانو، وہ بولتا ہے تم کیا جانو، دونو کی نگاہ بدل جاتی ہے، تیوری چڑھ جاتی ہے، رُخ بدل جاتا ہے، آنکھین ڈراونی ہوجاتی ہین، باچھین چر جاتی ہین، دانت نکل پڑتے ہین، تھوک

---

[1] یہ مضمون اصل مین انگریزی سے لیا گیا ہے مگر سرسید کا اسمین بہت کچھ تصرف ہے جسکے سبب سے وہ بہ نسبت اصل کے بہت زیادہ دلچسپ ہوگیا ہے۔

اُڑنے لگتا ہے، باچھون تک کف بھرآتے ہین، سانس جلدی چلتا ہے، رگین تن جاتی ہین، آنکھ ناک بھون اور ہاتھ عجیب عجیب حرکتین کرنے لگتے ہین، عنیف عنیف آوازین نکلنے لگتی ہین، آستین چڑھا ہاتھ پھیلا اُسکی گردن اسکے ہاتھ مین اور اُسکی ڈاڑھی اُسکی مُٹھی مین لپاڈگی ہونے لگتی ہے، کسی نے بیچ بچاؤ کرکر چھڑا دیا تو غراتے ہوے ایک اُدھر چلا گیا اور ایک اُدھر۔ اور اگر کوئی بیچ بچاؤ کرنے والا نہوا تو کمزور نے پٹ کر کپڑے جھاڑتے سر سہلاتے اپنی راہ لی"

"جسقدر تہذیب مین ترقی ہوتی ہے اُسیقدر اس تکرار مین کمی ہوتی ہے۔ کہین غرفش ہوکر رہجاتی ہے، کہین توتو ٹکار تک نوبت آجاتی ہے، کہین آنکھین بدلنے اور ناک چڑھانے اور جلدی جلدی سانس چلنے ہی پر خیر گذر جاتی ہے؛ مگر ان سب مین کسی نہ کسی قدر کتون کی مجلس کا اثر پایا جاتا ہے۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اپنے دوستون سے کتون کی طرح بحث و تکرار کرنے سے پرہیز کرے۔

یا مثلاً ایک آرٹکل مین۔ جسکا مقصد یہ ہے کہ مسلمانون کی دنیوی ترقی مین کوشش کرنا اُنکی دنیا اور دین دونو کی خیرخواہی کا کام ہے۔ ایک موقع پر لکھتے ہین " اب دوسری طرح پر غور کرو اور ایک خیالی دنیا بناؤ اور یہ تصور کرو کہ ہندوستان مین تمام مسلمانون کے پاس دولت وحکومت اور منصب نہ رہے، سب مفلس اور نان شبینہ کو محتاج ہون (جیسا کہ انشاءاللہ تعالیٰ اُن بدعقلیون اور بدفہمیون اور بدنصیبیون کے سبب۔ جو زمانہ حال مین اُنکے خطوط پیشانی سے پڑھی جاتی ہین۔ عنقریب ہونیوالا ہے) اور دربدر بھیک مانگتے پھرین، اُنکی اولاد جاہل اور نالائق چور اور بدمعاش ہو، واعظین کو۔ جو محض ریاکاری اور مکاری سے دنیا کماتے پڑے پھرتے ہین۔ کوئی ٹکا دینے والا یا لقمہ تر کھلانے والا نہ رہے، جناب حضرت پیرجی صاحب۔ جو لوگون کو مرید کرکر اپنا لشکر بناتے پھرتے ہین اور سالانہ ٹیکس یا جزیہ اُنپر مقرر کرتے ہین اور ہر سال اُسکی تحصیل مین مصروف ہین۔ اُنکو کوئی دینے والا نہ رہے، یا جناب مولوی صاحب قبلہ۔ جو حدیث و تفسیر یا صدرا و شمس بازغہ طالب علمون کو پڑھاتے ہین۔

اُنکو کوئی چار پیسے کو نوکر رکھنے والا نہ رہے (جیسا کہ اب بھی یہی حال موجود ہے کہ اچھے اچھے مولوی ٹکے ٹکے کو ماری پھرتے ہین اور کوئی نہین پوچھتا) تو اسوقت دین کا کیا حال ہوگا "

" مگر اسکے ساتھ یہ بھی تصور کرنا چاہیئے کہ پیٹ ایسی چیز ہے کہ دین رہے یا جاوے، خدا ملے یا نہ ملے، اُسکو بھرنا چاہیے ؛ تو ایسی حالت مین مسلمانون کو پیٹ بھرنے کی تو کچھ فکر کرنی چاہیئے ہوگی۔ سو اُسکا خیال بڑے دینداروں کی نسبت تو یہ ہوسکتا ہے کہ کسی کے گھر چھیتری جوڑ رہے ہین، کسی جنگل مین گھانس چھیل رہے ہین، کسی پہاڑ پر لکڑیان چُن رہے ہونگے، کسی کا گھوڑا مل رہے ہونگے۔ اور جو ایسے پکّے دیندار نہین ہین اُنکی نسبت کچھ خیال نہین ہوسکتا کہ وہ کیا کرینگے ؟ معلوم نہین کہ اُنسے جیلخانے اور جزائرِ نو آباد بھرینگے، یا یتیم خانے اور کلیسا رونق پاوینگے۔ پس ایسی حالت مین خیال کرنا چاہیئے کہ دینِ اسلام کی کیا شان ہوگی ؟ اور اُسوقت ہم سلام کرینگے اور پوچھینگے کہ کیون جناب قبلہ و کعبہ ؟ ہم جو مسلمانون مین دنیوی ترقی و تہذیب و تربیت و شایستگی مین کوشش کرتے تھے وہ ہمارا امرِ معاش مین[1] منہمک ہونا اور اُسکی ترغیب دینا اور امرِ معاد کی طرف سے بالکل ذہول اور غفلت کا پردہ ڈالنا تھا ؟ یا یہ کام خاص خدا کا اور بالکل دین کا اور سرتاسر معاد کا تھا "

" خداتعالے نے مذہب اسلام کو عین حکمت بنایا ہے ؛ اُسکی بھلائی چاہنے والے کو ضرور ہے کہ وہ بھی حکیم ہو، نہ مکار اور دغاباز۔ اور حکیم کا یہ کام ہے کہ جو مرض دیکھتا ہے اُسکی دوا کرتا ہے۔ اسوقت ہندوستان کے مسلمانون کا یہ حال ہے کہ امورِ معاش و تمدن و معاشرت اور علم کی ابتری و خرابی کے سبب روز بروز خراب و ذلیل و حقیر و برباد ہوتے جاتے ہین، اور واعظ و مولوی اور پیرجی خدا و رسول کے دشمن اُنکو روز بروز برباد و تباہ کرتے جاتے ہین۔ پس ایسی

---

[1] جب کالج قائم کرنے کی تدبیرین شروع ہوئین اور تہذیب الاخلاق جاری ہوا اُس وقت ایک آرٹکل علیگڑھ گزٹ مین کسی نے شایع کیا تھا جسمین یہ بھی لکھا تھا کہ جو قومین امرِ معاش مین منہمک ہوگئین ہین وہ دین سے بالکل غافل اور دست بردار ہوگئی ہین۔ سید صاحب نے یہ آرٹکل اُسی کے جواب مین لکھا تھا ۱۲

حالت مین - کہ ہم بخوبی یقین کرتے ہین کہ مسلمان یقینی اپنے مذہب پر پختہ ہین ' خداکوایک جانتے ہین '
رسول کو برحق سمجھتے ہین ' نماز روزہ حج زکوۃ فرض جانتے ہین ' ادنے ادنے آدمی ضروری نماز روزے کی مسئلے
جانتا ہے ' یا ہر طرح پر اُسکے جاننے کا سامان یا موقع موجود ہے - آیا مذہب اسلام کے دوستدار کا یہ کام ہی کہ اپنے تئین
پیرجی یا حضرت صاحب یا مولوی صاحب کہلانے اور دغابازی سے دنیا کمانے کے لئے انھین باتون کا جنکی ضرورت
نہین ہے - بیٹھا ہوا وعظ کہا کرے ؟ یا جنکی ضرورت درحقیقت مسلمانون کو اور خود اسلام کو ہی اُسکی تدبیر کوشش کرے ؟

" افسوس خدا ہاتھ نہین آتا ' جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم موجود نہین ہین ' ورنہ ایک ایک کا ہاتھ
پکڑ کر اُنکے سامنے لیجاتا اور کہتا اُو خدا ! اور اے جناب رسول خدا ! تم مجھ مین اور انمین محاکمہ کرو اور بتاؤ کہ کون
تمہارا دوستدار ہے ؟ مین گنہگار ؟ یا یہ دیندار ؟ اور انشاءاللہ تعالے اگر خدا سچ ہے اور قیامت درست ہے
تو یہ معرکہ ہونا ہے . لیکن باایں ہمہ اگر کوئی مباہلہ پر آمادہ ہو تو مین مباہلہ کو موجود ہون "

یا مثلاً شرعی حیلے - جو فقہ کے فتاؤون مین گناہ سے بچانے یا گناہ پر دلیر کرنے کے لئے
لکھے گئے ہین - اُنکی مذمت پر سرسید نے ایک آرٹکل ظریفانہ سوال وجواب کے پیرایہ مین تہذیب الاخلاق
مین لکھا ہے جسکا عنوان ہے " انشاءاللہ " ہم اُس آرٹکل کو بجنسہٖ اس مقام پر لکھتے ہین .

کافر[1] کافر !

کافر کافر ! یون کہو " انا مؤمن حقا " اس جگہ انشاءاللہ کا لفظ نہین کہتے ' ایسے موقع پر یون بولنا کفر ہے .

کیون حضرت کافر کیون ؟

تمنے کیا کہا ؟

مین نے کہا " انا مؤمن انشاءاللہ "

پھر حضرت کس جگہ کہتے ہین ؟

[1] گویا ایک مولوی یا فقیہ ایک جاہل آدمی سے مخاطب ہے اور اُسنے جو یہ لفظ کہا ہے کہ انا مؤمن انشاءاللہ اس پر اُسکو کافر بتاتا ہے ۱۲

قسم سے بچنے' وعدہ پورا نہ کرنے' بے گناہ دھوکا دینے"

جھوٹ بولنے اور جھوٹا نہ ہونے ہین ۔

حضرت پھر تو انشاء اللہ خوب اوزار ہے ۔ کیا مسلمانون

کا برتاؤ اسی مسئلہ پر ہے ؟

ہان' جو پرہیزگار' مولوی' عالم' شرع پر

چلنے والے ہین' گناہون سے بچنا چاہتے ہین'

وہ ہمیشہ اس پر خیال رکھتے ہین ۔

حضرت مین تو نہین سمجھا ۔

فقہ پڑھی ہو' اصول فقہ کو جانا ہو' عالمون کی

صحبت اُٹھائی ہو تو جانو ۔ جاہل کندۂ نا تراش'

نہ پڑھے نہ لکھے جانو تو کیا جانو ؟

حضرت آپ ہی سمجھا دیجیے ۔

ارے میان! اِن کے معنی تو اگر' شاء کے معنی چاہا'

اللہ کے معنی تو اللہ کے ہین ہی' مگر وہ فاعل واقع

ہوا ہے جسکے معنی نے کے ہوتے ہین ۔ اب سب ملاؤ

تو یہ معنی ہوے "اگر چاہا اللہ نے" اب دو مسئلے فقہ

کے اور سمجھ لو' اگر کوئی امر کسی پر مشروط ہو' اور بسبب

نہ پورے ہونے شرط کے ادا نہ کیا جاوے تو کچھ گناہ

لازم نہین آتا "اذا فات الشرط فات المشروط" ایک

مسئلہ ہوا ؟ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ خالق جمیع افعالِ

عباد کا خدا ہے ۔ پس جب ان دونو مسئلون کو ملا کر

انشاء اللہ کے مضمون کو دیکھو تو پھر انشاء اللہ کہنے کے

بعد کچھ گناہ نہین رہتا ۔

حضرت! مین مسئلے تو بخوبی سمجھ گیا' مگر اب تک میری

سمجھ مین یہ نہین آیا کہ گناہ کیونکر نہین رہتا ؟ کیا وہ

لفظون کے الٹ پھیر سے اُلٹ جاتا ہے ؟

جاہل! اور کیا ؟ ہماری جیب مین ایک گھڑی ہے'

ہمارے دوست کو اُسکی ضرورت ہے جب اُسنے ہم سے

مانگی ہمنے کہا کہ ہمارے گھر مین کوئی گھڑی ہی نہین'

اُسنے کہا قسم تو کھاؤ ہمنے کہا خدا کی قسم ہمارے گھر مین

کوئی گھڑی نہین ۔ ہمارے گھر مین ایک اشرفی

رکھی ہے' ہمارے دوست نے ہمسے اشرفی مانگی' ہمنے

کہا کہ ہمارے پاس کوئی اشرفی نہین ۔ اُسنے کہا

قسم تو کھاؤ' ہمنے کہا کہ خدا کی قسم ہمارے پاس

کوئی اشرفی نہین ۔ کیون ! سچ بات ہوئی کہ نہین ؟
بات ہی بات مین گناہ اُلٹ گیا کہ نہین ؟ یہ تو باتین ہی
باتین ہوئین ' روپئے پیسے ' سود بٹے کے معاملہ مین
بھی لفظون ہی کے اُلٹ پھیر سے گناہ اُلٹ جاتا ہے ۔
تولہ بھر سونا سولہ روپئے کی قیمت کا ہمسے قرض لو ' سود
بجنے کو کہہ لو کہ بیس تولہ چاندی لینگے ' سولہ تولہ چاندی
مین وہی تولہ بھر سونا آیا ' اور چار تولہ چاندی سود مین
بچ رہی اور سود نہ ہوا ۔ کھوٹا سونا جس مین ذرا سا
تانبے کا میل ہو قرض دو ' اور اُسی وزن کے برابر کھرا
سونا لے لو ' مال تو زیادہ کا ہاتھ لگ گیا اور سود نہ ہوا ۔
مکان گروی رکھو ' راہن سے کہلوا لو کہ سکونت مین نے
بخل کی ' کرایہ کا فائدہ ہوا اور سود نہ ہوا ۔ گانو گروی لو
مثلاً ہزار روپئے کو جس مین دو سو روپیہ سالانہ کا
فائدہ ہو ' راہن سے اسّی روپیہ سال دینے کے اقرار پر
پٹا لکھوا لو ' اور گانو پر قبضہ کر لو ' کل منافع تحصیل کرو '
ایک سو بیس روپیہ سال سود کے ۔ پٹے کے نام سے بچے
کہ نہین ؟ اور سود نہ ہوا ۔

حضرت ! کیا یہ ہوتا ہے ؟
خدا کی قسم سب کرتے ہین ' جتنے مقدس ' خدا پرست '
وہابی ' نیم وہابی ' مقلد ' حنفی ' زمیندار '
تعلقہ دار ہین سب کرتے ہین ؛ بڑے بڑے مولویون نے
فتوے دیدیے ہین ۔
اب سمجھے کہ لفظون کے اُلٹ پھیر سے گناہ پلٹ گیا کہ نہین ؟
اجی ابھی ہمارے پاس کوئی زکوۃ کا روپیہ لا وے اور ہم
مستطیع ہون ' ابھی گھر مین جا کر بیوی سے کہہ آوین کہ
ہمنے اپنا کل مال تمکو ہبہ کیا ' اب ہم مفلس ہوگئے کہ نہین ؟
باہر آوین اور زکوۃ کا روپیہ لے لین ؛ باتین ہی تو ہین
ان باریکیون کے سمجھنے کے لئے علم درکار ہے ۔
بھلا حضرت یہ تو ہوا ' انشاءاللہ والی بات رہ گئی '
اُسکو بھی کسی مثال سے سمجھا دو ۔
اَرے میان ! یون سمجھو کہ ہمنے تمھارا دل خوش
کرنے کو تم سے کہدیا کہ ہم کل تمھارے ہان آوینگے انشاءاللہ
ہمارا ارادہ آنے وانے کا کچھ نہ تھا ' یون ہی کہدیا تھا ' جب
نہ گئے تو معلوم ہوا کہ خدا نے نہین چاہا ' اسی پر وعدے کو

مشروط کیا تھا، اذا فات الشرط فات المشروط، بات کی بات مین گناہ پلٹ گیا. کبھی تم عدالت مین گواہی دینے بھی گئے ہو؟

ھان صاحب! ایکدفعہ گیا تھا، مین نے توجو سچ تھا وہ کہدیا تھا، مگر میرا بھائی مقدمہ ہار گیا، مین کیا کرتا، وہان ایک کالی مخمل کی گول چینٹ دار ٹوپی پہنے ہوے گوری رنگت کا مسلمان مولوی کرسی پر بیٹھا تھا، اُسنے قسم دی کہ سچ کہنا، مین جھوٹ بولنے سے ڈر گیا، سچ کہدیا.

ھان فقہ نجاننے سے، عالمون کی صحبت نہ اُٹھانے سے یہی نتیجہ ہوتا ہے، ارے جب اُس مولوی جج نے قسم دی تھی کہ سچ بولنا تونے کہا ہوتا کہ خدا کی قسم سچ بولونگا انشاء اللہ، اگر وہ جج نام کا مولوی تھا اور فقہ نہ جانتا تھا تو تو پکار ہی کر انشاء اللہ کہدیا ہوتا، اور اگر وہ مولوی تھا اور ٹھیٹرے ٹھیٹرے پر لائی آن پڑی تھی تو پکار کر کہا ہوتا کہ خدا کی قسم سچ بولونگا، اور جھٹ پٹ دل مین کہلیا ہوتا انشاء اللہ، مگر یہ خیال رکھا ہوتا کہ سانس نہ ٹوٹنے پائے، ورنہ انشاء اللہ کا جوڑ ٹوٹ جاتا، پھر جو چاہتے وہ کہدیتے، ذرا بھی جھوٹی قسم کھانے کا گناہ نہ ہوتا.

حضرت! باتین تو آپ نے خوب بتائین، مگر مین تو حیرت مین ہو گیا، اب تو رخصت ہوتا ہون، اور کسی سے بھی تحقیق کرونگا، میرا دل دُھکڑ پکڑ کر رہا ہے.

تم جس مولوی سے چاہنا پوچھنا، یہی بتاویگا. کہو مین ابھی ہدایہ، شرح وقایہ، درمختار، بحر الرائق، نہر الفائق اور بڑے بڑے معتبر فتاووں سے ہر ایک جزئی کی روایت نکالدون، اور تمنے وہ فتاوے بھی دیکھا ہے؟ جو پُرانے خاندانی مولویون اور قاضیون کے ہان ہوتا ہے، مین اسوقت اُسکا نام بھول گیا ہون، یاد آجاویگا تو بتادونگا، اسمین ہر ایک مسئلہ کی نسبت دو روایتین لکھی ہین، ایک مین جائز حلال، اور دوسری مین ناجائز حرام لکھہ رکھا ہے، پھر جونسی روایت کے مطابق چاہا فتوے لے لیا، بہت ہوا روپیہ دو روپیہ فتوے کے نام سے نہین - اور کسی نام سے کبھی کبھی دیتے رہے. کیون؟ بات کی بات مین گناہ

پلٹ گیا کہ نہین ؟ مگر اس زمانہ مین جو کمبخت مقلدین فلاسفۂ ملاحدہ نکلے ہین وہ تو مذہب اسلام کی جڑ کاٹتے ہین ۔ یا اللہ کیا مشکل پڑی ہے[1] !!!

تھوڑی دور چلے تھے کہ ایک پیر مرد متبرک صورت سفید ریش ملے، جانا کہ یہ بھی کوئی مولوی ہین، پکار کر کہنے لگے کہ مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے، اُنھون نے کہا کہ بھائی ! کیا کوئی مذہبی مسئلہ ہے ؟ بولے حضرت ! ہان مذہب کا مسئلہ ہے ۔ اُنھون نے کہا کہ بھائی ! نہ مین مولوی نہ مولوی کی دم، مجھ سے اور مذہبی مسئلون کے پوچھنے سے کیا واسطہ ؟ کسی مولوی صاحب سے جاکر پوچھو، اسی شہر مین بہت سے مولوی ہین، یہان سے دس پندرہ کوس پر نامی نامی قصبے ہین، وہان مولویون کے ڈھیر کے ڈھیر ہین، وہان جاکر پوچھو !

نہین حضرت ! مین آپ ہی سے پوچھنا چاہتا ہون، آپ کا نام بھی تو مشہور ہے ۔

ارے میان ! شیطان کا نام تو مجھسے بھی زیادہ مشہور ہے، ابھی ویسی شہرت تو مجھکو ہوئی بھی نہین، مین نیچری مشہور ہون، مولوی مُلّا نہین ہون، مجھسے مت پوچھو !

حضرت ! اگر مولوی مُلّاؤن سے دل کو تسکین ہوتی تو آپ تک کیون آتے ؟ جب دل ہی کو تسکین نہو تو مولوی مُلّاؤن کو کیا کرین ؟ پھر آپ نیچری ہون یا نیچری ہی بے پوچھے تو دل مانتا نہین، خدا کے واسطے بتا ہی دو !

اچھا صاحب پوچھو کیا پوچھتے ہو، مگر مین کسی فتاوے وتاوے کو نہین جانتا، خدا کی کتاب اور خدا کے فتاوے[2] کو جو سب کی

---

[1] یہان تک مولوی اور اُسکے جاہل مخاطب کی گفتگو تھی اسکے بعد گویا آرٹکل لکھنے والا لکھتا ہے کہ اُس جاہل کا مقابلہ راہ مین نیچریون کے کسی سرگروہ سے ہوگیا پھر اُن دونون کے سوال وجواب ہین ۱۲

[2] خدا کے فتاوے سے مراد فطرت انسانی ہے جسمین حسن وقبح اشیا کا علم ودیعت کیا گیا ہے اور جسکی طرف مخبر صادق نے اس حدیث مین اشارہ کیا ہے کہ "اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ وَلَوْ اَفْتَاکَ الْمُفْتُوْنَ" اور جو لوگ اس فتاوے کے موافق عمل کرتے ہین وہ مفتیون کے فتوون سے مستغنی ہین ۔ چنانچہ ہمنے خود دیکھا ہے کہ نواب مصطفٰے خان مرحوم رئیس جہانگیر آباد ضلع بلند شہر کے پاس ایک موضع گروی تھا، بہت مدت کے بعد مالک نے اُسکو چھڑانا چاہا، ہر چند کہ رہن نامہ مین تمام منافع موضع مرہونہ کا مرتہن کو معاف ومباح کردیا گیا تھا اور فک رہن کے وقت مالک بخوشی کُل زر رہن ادا کرنا چاہتا تھا اور مفتیون نے بھی اباحت کا فتوے دیدیا تھا مگر اُس مرحوم مغفور نے یہی حدیث پڑھی کہ استفت قلبک ولو افتاک المفتون اور جسقدر محاصل اس موضع سے وصول ہوا تھا سب زر رہن مین مجرا دیکر باقی روپیہ راہن سے لے لیا ۱۲

آنکھون کے سامنے کُھلا ہوا ہے - جانتا ہون ، جو
کہونگا اسی سے کہونگا ۔

بہت اچھا آپ اُسی سے فرمائیے گا " مین پوچھتا ہون
کہ آپ انشاء اللہ کو جانتے ہین ؟

خوب جانتا ہون ، ہماری دلّی کے رہنے والے تھے ،
بڑے شاعر تھے ، ذرا مزاج مین ظرافت تھی ، اُنکے یہ
اشعار مجھے یاد ہین ، پہلے مصرع مین شاید کچھ لفظ
اَدل بَدل ہوگئے ہین ۔

" مولوی کہتے ہین ہمکو تو نے کیون رسوا کیا "
" کیا گنہ کیا جرم کیا تقصیر ہمنے کیا کیا "
" واسطہ باعث سبب موجب جہت کچھ بات بھی "
" راز وہ کمبخت کیا تھا مین نے جو افشا کیا "
" کیا کہا کس سے کہا کسنے سنا کب کس گھڑی "
" کس جگہ کس وقت کس دم آپ کا چرچا کیا "

حضرت ! مین آپ سے انشاء اللہ خان شاعر کا
حال نہین پوچھتا ، انشاء اللہ کے لفظ کی نسبت حکم
شرع کا پوچھتا ہون کہ کس مراد اور کس مطلب سے
اور کس مقام پر اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے ؟

یہ کہو ، ذرا مجھکو خدائی فتاوے نیچر دیکھ لینے دو ۔
اُسمین تو یہ لکھا ہے کہ تمکو کسی کام کی نسبت یہ نہ کہنا چاہیے
کہ مین کل کرونگا ، بلکہ یون کہنا چاہیے کہ اگر خدا چاہے
تو مین کل کرونگا ۔ خدا السبب علۃ العلل ہونے کے ہر کام
کو - خواہ انسان کرے یا حیوان - اپنی طرف منسوب کرتا ہے
اسلئے انسان کو بھی لازم ہے کہ ہر چیز کو خدا سے متعلق
کرے ، پس جس بات پر انشاء اللہ کا لفظ کہا جاتا ہے
تو انشاء اللہ کے لفظ سے اس بات پر تعلیق ہوتی ہے
اور وعدہ کو زیادہ استحکام ہوتا ہے ، سننے والے کو کامل
یقین ہو جاتا ہے کہ وعدہ کرنے والے نے خدا پر اس
وعدہ کی تعلیق کی ہے تو ضرور اُسکو پورا کریگا ۔ اگر تمنے
کسی سے وعدہ کیا کہ مین کل تمھارے گھر آؤنگا اور اسکے
ساتھ انشاء اللہ نہین کہا ، اور نہین گئے ، تو صرف
وعدہ خلافی کا گناہ ہوا ، اور اگر اُسکے ساتھ انشاء اللہ
بھی کہا اور پھر نہ گئے تو تین گناہ ہوے ایک وعدہ خلافی کا ،
دوسرا اس بات کا کہ جسسے وعدہ کیا تھا اُسکو وعدہ پورا

کرنے کا زیادہ یقین دلایا اور وعدہ پورا نہ کیا، تیسرا
اس بات کا کہ خدا کو ضامن دیا اور اُسکے نام کی عزت
کا بھی کچھ ادب نہ کیا۔ اگر کسی بات پر قسم کھاکر انشاء اللہ کہا
ہو تو قسم توڑنے پر گناہ سے نہین بچتے، بلکہ دُگنا گناہ
ہوتا ہے، قسم توڑنے کا، خدا کے ساتھ تعلیق کر کر اُسکا
ادب نہ کرنے کا۔ جب قسم کھائی کہ سچ کہونگا اور ظاہر مین
یا دل مین انشاء اللہ کہہ لیا اور پھر جھوٹ بولے تو تین گناہ
ہوے، جھوٹ بولنے کا، قسم توڑنے کا، خدا پر تعلیق کرکے
اُسکا ادب نہ کرنے کا۔ جس بات کا وعدہ کیا جاتا ہے جب
مصمم اور نہایت مضبوطی اور سچی نیت سے اُسکے پورا
کرنے کا ارادہ ہوتا ہے اُسوقت اُس کے ساتھ
انشاء اللہ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، تمنے ایک مولوی
سے کہا کہ مین تمکو انشاء اللہ دس روپئے دونگا تو اسکے
یہ معنی ہوے ضرور بے شک تمکو دس روپئے دونگا۔

حضرت! اپنے وعدون کی نسبت تو مولوی بھی یہی
کہتے ہین کہ یہ وعدہ نفلی نہین رہتا، بلکہ بحکم نصوص صریحہ مثل
زکوٰۃ اور نذر معین کے واجب ہوجاتا ہے، مگر اور جگہ کہتے ہین
کہ نہ وعدہ خلافی کا گناہ ہوتا ہے، نہ قسم توڑنے کا گناہ
ہوتا ہے، اور انشاء اللہ کو ایک سپر بناتے ہین جو ہر ایک
حربے سے بچالیتی ہے، حضرت! خدا مارے یا چھوڑے ان
مولویون نے جو اسلام بنا رکھا ہے اگر وہی اسلام ہے تو میرا سلام،
اُسسے نیچری ہی اچھے جو سچائی کو اسلام بتاتے ہین"

اگرچہ یہ تمام آرٹکل ظرافت کے پیرایہ مین لکھا گیا ہے مگر اسمین جسقدر مسائل فقہا کی طرف
منسوب کیے گئے ہین اُنمین کوئی مسئلہ ایسا نہین جو فقہ کے فتاوون مین موجود نہو۔ اسی قسم کے
فتوون کی نسبت کہا گیا ہے کہ "استفت قلبك ولو افتاك المفتون"
اور ایسے ہی حیلون کی نسبت جب علی مرتضےٰ رض سے پوچھا گیا کہ ما الحِیلَةُ ؟
تو آپ نے فرمایا "ترکُ الحِیلَةِ"

یا مثلاً وہ امام غزالی کے ایک رسالہ کے ریویو مین اہل دنیا اور مشائخ و علما کی نسبت

یہ

ایک[1] مقام پر لکھتے ہیں " اس مقام پر امام صاحب نے دو قسم کے دلون کا حال لکھا ہے ایک تو وہ جو اسرار ملکوت اور کفر و ایمان کی حقیقت سمجھنے کے قابل ہیں (یعنی اہل دین) اور دوسرے وہ جو نا قابل ہیں (یعنی اہل دنیا) اور دونو کے اوصاف بیان کئے ہیں۔ مگر یہ مقام کسی قدر زیادہ تشریح کے قابل ہے۔

اسمین کچھ شبہہ نہین ہو سکتا کہ اس مقام پر امام صاحب نے جو دوسری قسم کے لوگون کے حال سے بحث کی ہے (یعنی اہل دنیا کے حال سے) اُنمین وہ لوگ جو علانیہ اہل دنیا کہلاتے ہین داخل نہین ہین؛ اہل دنیا سے میری مراد اُن دنیا دارون سے نہین ہے جنکو اہل دنیا بھی الد الخصام سمجھتے ہین۔ بلکہ اُنسے مراد ہے جنھون نے دنیا کو بغیر کسی بے ایمانی اور دغابازی کے اختیار کیا ہے؛ دنیا مین۔ بہ حیثیتِ دنیا داری۔ اپنی عزت، اپنا نام، اپنی شہرت، اپنا آرام، اپنی حشمت چاہتے ہین؛ زہد و تقوے، علم و اِفتا، صبر و قناعت کے ذریعہ سے دنیا و آخرت مین تفوّق کی خواہش اُنھون نے ظاہر نہین کی؛ اُنھون نے ایمان مین سے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پر دل سے یقین کیا ہے؛ وہ خدا کی ذات کو بے نقص اور رسول اللہ کو بے عیب سمجھتے ہین؛ وہ کسی ایسی بات کو جس مین اُنکی دانست مین خدا پر کوئی نقص آتا ہو اور رسول اللہ پر کوئی عیب لگتا ہو۔ نہین مانتے۔ گو وہ کسی نے کہی ہو اور کسی نے لکھی ہو، اور گو کہنے والے اور لکھنے والے کے نزدیک اُس سے کوئی نقص نہ آتا ہو اور عیب نہ لگتا ہو،

---

[1] یہ وہ مقام ہے کہ امام غزالی نے اپنے رسالہ " التفرقة بین الاسلام والزندقه " مین دو قسم کے لوگون کا حال لکھا ہے ایک اہل دنیا۔ جنھون نے ہواے نفس کو اپنا خدا، سلاطین کو اپنا معبود، درہم و دینار کو اپنا قبلہ، حب جاہ کو اپنی شریعت اور اہل دول کی خدمت کو اپنی عبادت قرار دیا ہے اور اسلئے وہ کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی مین تمیز نہین کر سکتے۔ دوسرے اہل دین۔ جنکا دل دنیا کے میل کچیل سے پاک ہے، کامل ریاضت سے مجلّے ہے، خدا کی یاد سے منور ہے وغیرہ وغیرہ اور اسلئے وہ کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی کو بخوبی تمیز کرتے ہین۔ سر سید نے امام صاحب کے برخلاف اہل دنیا کے ایک خاص گروہ کو مستثنے کرکے دنیا دارون کی براءت کی ہے اور پھر اہل دین کی خبر لی ہے ۱۲

اور گو بالفرض درحقیقت وہ بات کوئی نقص یا عیب کی نہو مگر اسوجہ سے - کہ وہ اُسکے ناقص اور معیوب ہونے پر یقین رکھتے ہین گو کہ وہ غلطی پر ہون - خدا اور رسول کی شان سے اسکو بعید سمجھتے ہین اور اسلیئے اُسپر یقین نہین کرتے ۔ غرض کہ اُنکو خدا کے تقدس اور رسول کی منزلت پر ایسا یقین ہے کہ کسی دوسرے کی اُسکے سامنے کچھ حقیقت نہین سمجھتے - پھر وہ کوئی کیون نہو -

اعمال مین سے فرائض کو حق سمجھنا ' اور جسطرح پر ہو سکے اُنکو ٹوٹا پھوٹا مسلسل یا گنڈی دار ادا کرنا ' اور اُسمین کوتاہی کو اپنی شامت اعمال سمجھنا ' اور اُسپر تاسف کرنا ' دل کو بدی اور بدنیتی کینہ اور فساد و بغض و حسد سے پاک رکھنا ' کسی کے ساتھ دغابازی نکرنا ' کسی کا مال نہ مار رکھنا ' کسی کو ایذا و تکلیف نہ پہنچانی ' ہر ایک کے ساتھ محبت سچی دوستی سے پیش آنا ' سب کی بھلائی چاہنا ' سب کے ساتھ ایمان داری سے معاملہ کرنا اور رکھنا اختیار کیا ہے ۔

دُنیا تو گویا اُنکا مقصد ہی ہے ان باتون کے سوا اُنھون نے دنیا ہی دنیا کو پکڑا ہے ' روپیہ کے ایمانداری سے پیدا کرنے مین ' اپنی محنت و مشقت سے روٹی کمانے مین بے انتہا کوشش کرتے ہین ؛ روپیہ کماتے ہین ' عمدہ عمدہ مکانات بناتے ہین ؛ دنیا مین عزت و ترقی و حشمت حاصل کرتے ہین ؛ باغ بناتے ہین ؛ اور اُسکے پھولون اور بیلون کی سیر سے خوش ہوتے ہین ؛ میوے کھاتے ہین ؛ گھوڑون پر چڑھتے ہین ؛ عمدہ سے عمدہ کپڑا پہنتے ہین ؛ اور اچھے سے اچھے کھانے کھاتے ہین ؛ قالینون کے فرش کو جوتیون کے تلے بچھاتے ہین ؛ تمام عیش و آرام - جو کہ انسان عمدہ اخلاق اور شایستگی کے ساتھ کرسکتا ہے - کرتے ہین ؛ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزون کو - جس لیئے اُسنے پیدا کیا ہے - برتتے ہین اور کام مین لاتے ہین ؛ اور کہتے ہین کہ خدا نے ہمکو دیا ہے ہم کیون نہ برتین اور کیون

مصیبت بھگتین ؛ اگر خدا کو انسے ہمارا عیش و آرام مقصود نہ تھا تو انکو پیدا ہی کیون کیا تھا ۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہم انکو برتین اور عیش اڑاوین ؛ مگر زیادتی نہ کرین کیونکہ جسطرح کے استعمال کے لئے وہ بنائے گئے ہین اگر اُسطرح پر استعمال نکرین تو نمکحرام اور چور ہونگے نہ شریف دنیا دار ۔ وہ نہ دعوے دینداری کرتے ہین ، نہ کسی کے پیشوا بننا چاہتے ہین ، نہ اپنے تئین تابع سنت کہوانا پسند کرتے ہین نہ پیر مرشد ، نہ ممبر پر واعظ بننا چاہتے ہین نہ استفتا کے مفتی ۔ سیدھی طرح سے خدا کے بندے رسول کی امت ہین ، خدا کے دئے ہوے عیش و آرام مین مست رہتے ہین ۔ پس ایسے لوگ تو امام صاحب کی بحث سے خارج ہین ۔

ہان جو کچھ اس مقام مین امام صاحب نے لکھا ہے وہ اُن لوگون کی نسبت لکھا ہے جو جُبّہ و عمامہ دار ہین ، دنیا چھوڑ دین کی راہ پر چلتے ہین ، دن رات قال اللہ و قال الرسول مین بسر کرتے ہین ، دین ہی دین پکارتے ہین ، دین ہی کا اوڑھنا دین ہی کا بچھونا بناتے ہین ، دنیاداروں نے جسقدر مختصر الجھر دین کے اختیار کئے تھے اُن دینداروں نے اُسیقدر مختصر باتین دنیا کی اختیار کی ہین ، اور جسقدر وہ دنیا کے حاصل کرنے مین مشغول تھے ، اسی قدر یہ دین کے حاصل کرنے مین مشغول ہین ؛ گویا پہلے فرقہ کے بالکل برعکس ہین ۔ اسی مقدس فرقہ کا (خدا انسے پناہ مین رکھے) امام غزالی صاحب نے ذکر کیا ہے ۔ بے شک جب یہ فرقہ کریلا اور نیم چڑھا ہو جاوے یعنی ہوائے نفس کو اپنا خدا ، اور سلاطین کو اپنا معبود ، اور درہم و دنانیر کو اپنا قبلہ ، اور حُبّ جاہ کو اپنی شریعت ، اور اہلِ دوَل کی خدمت کو اپنی عبادت قرار دے تو وہ کبھی کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی کو تمیز نہیں کر سکتا ۔ فما قالہ الغزّالی فھو حق لاریب فیہ ۔

مگروہ دوسرا فرقہ بھی نہایت ہی خوفناک ہے جنکی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ "اُنکا دل دنیا کے میل کچیل سے پاک ہے' کامل ریاضت سے مُجلّےٰ ہے' خدا کی یاد سے منور ہے' فکر کی شیرینی سے شیرین ہے' شریعت کی پابندی سے مزیّن ہے' مشکوۃ نبوت سے روشنی لیتا ہے' جلادار آئینہ کی مانند ہے' اُنکا نورِ ایمان شیشہ کی ہانڈی مین بے آگ کے سلگتا ہے' نور کے چمکارے اُنکے دل سے نکلتے ہین" ہان یہ سچ ہے کہ اس فرقہ نے ہوائے نفس کو اپنا خدا' اور سلاطین کو اپنا معبود' اور درہم و دنانیر کو اپنا قبلہ نہین بنایا؛ مگر خود ہوای نفس نے اُنکو اپنا خدا' اور خود سلاطین نے اپنا معبود' اور درہم و دنانیر نے اُنکو اپنا قبلہ بنایا ہے؛ پھر اُنکو بنانے کی کیا حاجت تھی۔

جسوقت کہ پیر صاحب یا مولوی صاحب کے گرد اُنکے معتقدین کا حلقہ ہوتا ہے اور حجر اسود کی مانند اُنکے دستِ مبارک کے بوسہ دینے کو لوگ دوڑتے ہین تو اُنکا دست مبارک یمین الرحمٰن سے بھی بالادست ہو جاتا ہے۔ مولوی صاحب' حضرت صاحب کی آواز کا چارون طرف سے اُنکے کان مین آنا چاؤشانِ کسریٰ و کیقباد کی آواز سے بھی قوی اثر اُنکے دل پر ڈالتا ہے۔ مسکینی اور انکسار اُنکو آسمان پر چڑھاتی جاتی ہے' اسلیئے وہ اور زیادہ مسکین اور منکسر ہوتے جاتے ہین۔ سادہ وضعی پر لوگ فریفتہ ہوتے ہین' اسلیئے وہ اور سادہ بنتے جاتے ہین۔ دنیا سے نفرت اُنکو دنیا دلاتی ہے' اسلیئے وہ دنیا سے زیادہ نفرت کرتے جاتے ہین۔ بے طمعی حاجت سے زیادہ بغیر محنت کے درہم و دنانیر دلا دیتی ہے' اسلیئے وہ زیادہ بے طمع ہوتے جاتے ہین۔ اُنکی ہر ایک بات پر لوگ آمنّا و صدّقنا کہتے ہین' اسلیئے اُنکے دل مین دوسرے کی بات کی حقارت

؎ یہ اقوال امام صاحب کے رسالہ سے لیئے گئے ہین جو اس جملہ پر ختم ہوتے ہین کہ "نور کے چمکارے اُنکے دل سے نکلتے ہین" ۱۲

جمتی جاتی ہے ۔ ہاتھون کو چُھواتے چمواتے ' ہر ایک مشکل کی حل کو دعائین منگواتے منگواتے ' ہر ایک مسئلہ کا فتوے دیتے دیتے ' ایک اور بیماری اُنمین پیدا ہو جاتی ہے جسکے سبب بُرائی بھلائی ' دوزخ و بہشت ' کفر و ایمان کی کنجی وہ اپنے ہاتھ مین سمجھنے لگتے ہین ۔ کسی کو کافر بنا دیتے ہین اور کسی کو مرتد ' کسی کو جہنم دیتے ہین اور کسی کو بہشت ' کبھی خازنِ جنت ہین اور کبھی مالکِ جہنم ۔ خدا کے نور کے دل مین بھڑکنے کے خیال سے ظلمت پر ظلمت مین پڑتے جاتے ہین ۔ یہ تمام باتین مل ملا کر حضرت کو ایک ایسا شخص بنا دیتی ہین جو بھول بُھلا کر گیا ہو جاتا ہے ۔ نہ کان رہتے ہین جو کچھ سنین ' نہ آنکھین رہتی ہین جو کچھ دیکھین ' نہ مونہ رہتا ہے کہ حق بات کہین ۔ جو سرور اور دلی آسایش اور دل کے پھولنے سے جو مزا اس فرقہ کو آتا ہے نہ کسی دنیا دار کو میسر ہوتا ہے نہ کسی دولتمند کو اور نہ کسی صاحبِ تخت و سلطنت کو ۔ پس اس فرقہ سے بھی کفر کی ظلمت اور ایمان کی روشنی کو تمیز کرنے کی توقع نہین ہے ۔ الا ماشاء اللہ ۔ کوئی آفت انسان کے لئے اس سے زیادہ نہین ہے جبکہ وہ سمجھتا ہے کہ مین نیک ہون ' کوئی گمراہی انسان کے لئے اس سے زیادہ نہین ہے جب وہ جانتا ہے کہ مین پابند شریعت ہون ۔ وہ زبان سے اپنے تئین گنہگار کہتا ہے مگر اُسکا دل اُسکو جھٹلاتا رہتا ہے ۔ اس کہنے کو بھی وہ ایک نیکی اور تعلی سمجھتا ہے ۔ اپنی چال ڈھال شریعت کے موافق بناتا ہے مگر اُسکا دل روز بروز سیاہ ہوتا جاتا ہے ۔ ازار کے دو انگل نیچے ہونے ' ڈاڑھی کے لمبی یا ایک مشت و دو انگشت ہونے ' کپڑے کو نجاست سے پاک کرنے ' پانی کے پاک ناپاک ہونے پر دن رات بحث کرتا ہے ۔ لمبے لمبے فتوے لکھتا ہے ' مگر دل کو نجاستون سے پاک کرنے کا خیال بھی نہین کرتا ۔ اکل حلال اور صدق مقال پر لمبے لمبے وعظ کہتا ہے مگر جب کوئی لقمۂ تر

آجاوے تو جھپ نگل جاتا ہے ۔ اور اگر کبھی اُگل دیتا ہے تو اس امید پر کہ اس سے بھی زیادہ لقمہ تر بتر آویگا ۔ یہی باتین تھین جنکے سبب حضرت عیسے نے فروسیون اور صدوقیون کو یعنی شریعت پر چلنے والے یہودیون کو ملامت کی ۔ یہی لوگ اسکے مصداق ہین کہ "یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون" عمدہ زندگی وہی ہے جو سیدھی سادھی ایک دنیادار کیسی ہو۔ پھر خواہ وہ دوزخ مین جائے ، یا بہشت مین ۔ قال رسول اللہ صلعم "مَا اَدرِی مایُفعَلُ بِی وَلَا بکُم"

اگرچہ سرسید نے ۔ جیساکہ ہم پہلے بیان کرچکے ہین ۔ اُردو زبان اور اُردو لٹریچر کو طرح طرح سے مدد پہنچائی ہے مگر جو بے بہا مدد خاصکر اُنکے لٹریری ورکس سے اُردو لٹریچر کو پہنچی ہے اُسکے لحاظ سے اُنکو فادر اوف اُردو کہنا کچھ مبالغہ نہین ہے ۔ اگرچہ سرسید کے سوا اور بھی بہت سے لائق لائق مصنف ، مترجم اور مضمون نگار ملک مین موجود ہین جو نئے نئے خیالات اور نئے نئے اسلوبون سے اُردو زبان کو سرمایہ دار کر رہے ہین ؛ لیکن ہر شخص کی طرزِ تحریر مین ۔ گو کہ وہ فی نفسہ کیسی ہی عمدہ اور اعلے درجہ کی ہو ۔ یہ قابلیت نہین ہوتی کہ وہ عام تحریرون کو اپنی سطح پر لے آئے ۔ بعضے اسٹائل ایسے اچھوتے اور شارعِ عام سے ایسے بعید ہوتے ہین کہ اور لوگ اُنکا تتبع کرنے کی دسترس اپنے مین نہین پاتے ، اور بعضے ایسے سپاٹ اور سیٹھے پھیکے ہوتے ہین کہ اُنکی طرف کسی کی توجہ مائل نہین ہوتی ، اور اسلئے دونو قسم کے اسٹائلون کا عام لٹریچر پر کوئی معتدبہ اثر نہین ہوتا ۔ سرسید کی طرز تحریر مین یہی خصوصیت تھی کہ اُسکی لطافت اور خوبی کے سبب لوگ عموماً اُسکو شوق اور توجہ سے پڑھتے تھے اور اُسکی سادگی اور بے تکلفی دیکھکر ہر ایک کے دل مین ویسا ہی لکھنے کا حوصلہ پیدا ہوتا تھا ۔ اگرچہ بیان کی قدرت اور اُسکا زور اور تاثیر جو اس شخص کی خاص تحریرون مین

پائی جاتی ہے وہ تو اُسی کے دل ودماغ کا حصہ تھا ' دوسرے کی تحریر مین اُسکا ڈھونڈنا لاحاصل ہے
مگر جو صفائی اور سلاست اور تہذیب اور شایستگی اور گھلاوٹ آج عام تحریرون مین دیکھی جاتی ہے،
اور جسقدر آرٹکل نگاری کا سلیقہ اخباری دنیا مین پھیلا ہے اور جہان تک اہل قلم مین ہر قسم کے
معاملات پر آزادانہ رائے زنی اور نکتہ چینی کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا ہے اگر ذرا غور کرکے دیکھا جائے
تو یہ سب اُسی ایک قلم کی آواز بازگشت ہے ؛ اور اسکا اندازہ اسطرح ہوسکتا ہے کہ جو اخبارات
سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ کا اخبار نکلنے سے پہلے ملک مین جاری تھے اُنکا مقابلہ اُن اخبارون
کے ساتھ کیا جائے جو اُسکے بعد جاری ہوے اور جو اخبار یا میگزین تہذیب الاخلاق سے پہلے شایع
ہوتے تھے اُنکا موازنہ اُن اخبارون یا میگزینون سے کیا جائے جو اُسکے بعد شایع ہوے؛ اس
مقابلہ سے صاف معلوم ہوجائیگا کہ اُردو اخبارون نے ان پرچون سے کیا سبق حاصل کیا ہے۔
اگرچہ سرسید کی دیگر تصانیف سے بھی اُردو لٹریچر کو بہت کچھ مدد پہنچی ہے مگر سوسائٹی اخبار اور
تہذیب الاخلاق نے خاصکر اُسمین ترقی کی روح پھونکی ہے کیونکہ اُنکے مضامین جلد جلد شایع
ہوتے تھے اور مہینے مین کئی کئی دفعہ پبلک کی نظر سے گذرتے تھے اور یہ سلسلہ بتّیس برس
تک برابر جاری رہا۔

بے شک یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان دونو پرچون مین سرسید کے سوا اور بھی بہت سے لکھنے والے
تھے خصوصاً سید مہدی علی خان قدیم تہذیب الاخلاق مین گویا سرسید کے برابر کے شریک تھے
اور اسلیئے کوئی وجہ نہین کہ جو لٹریری فوائد ان پرچون سے مترتب ہوے اُنکو صرف سرسید کی
تحریرات سے منسوب کیا جائے۔ لیکن چونکہ یہ سب لوگ سرسید کے قدم بہ قدم چلنے والے اور انھین کے

اسٹائل کی پیروی کرنے والے تھے اسلئے اگر ان تمام فوائد کو صرف سر سید کی تحریرون سے منسوب کیا جائے تو کچھ بے جا نہین ۔

چونکہ اس مقام کو ہم تہذیب الاخلاق کے نتائج کے ذکر مین مفصل بیان کر چکے ہین اسلئے یہان اسپر زیادہ بحث کرنے کی ضرورت نہین سمجھتے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا مین اُنکو فارسی نظم و نثر لکھنے کا بھی شوق رہا ہے اگرچہ فارسی زبان مین۔ جیسا کہ وہ خود بیان کرتے تھے - اُنھون نے معمولی کتابون کے سوا جو مکتبون مین پڑھائی جاتی تھین کوئی اعلے درجہ کی کتاب نہین پڑھی تھی مگر جن مجلسون اور صحبتون مین اُنکا ابتدائی زمانہ گذرا تھا اُنمین دن رات فارسی نظم و نثر کا چرچا رہتا تھا ۔ مولانا صہبائی سے اُنکی دوستی اخوت کے درجہ کو پہنچی ہوئی تھی ۔ مولانا سے جو طالب علم مکان پر فارسی پڑھنے آتے تھے ابتدا مین وہ سر سید ہی کی مکان پر اُنکو تعلیم دیا کرتے تھے ۔ مفتی صدر الدین خان کے ہان بھی اُنکا ایک پھیرا ہر روز ہوتا تھا جہان صہبائی او شیفتہ اور مومن وغیرہم کا مجمع رہتا تھا ۔ مرزا غالب کو وہ چچا کہتے تھے اور مرزا اُنپر بزرگانہ شفقت کی نظر رکھتے تھے ۔ نواب ضیاء الدین احمد خان اُنکے نہایت گاڑھے دوست تھے ۔ اور یہ سب لوگ فارسی نظم و نثر مین کمال رکھتے تھے اسلئے ضرور تھا کہ فارسی لٹریچر پر اُنکی توجہ مائل ہو ۔ مگر۔ باوجودیکہ یہ سب لوگ بیدل یا ابو الفضل یا جلالائے طباطبا یا اور مشہور نازک خیال نثارون کی پیروی کرنے والے تھے - لیکن ظاہرا سر سید نے فارسی نثر مین بھی مثل اُردو کی سادگی سے کبھی تجاوز نہین کیا ۔ اگرچہ اُنکی ابتدائی فارسی تحریرین - ایک سالہ کے سوا جو مسئلہ تصور شیخ کے بیان مین ہے۔ دستیاب نہین ہوئین مگر غدر کے بعد کی جو بعض تحریرین ملی ہین اُنمین ویسی ہی سادگی اور بے تکلفی

پائی جاتی ہے جیسی اُنکی اُردو تحریرون مین دیکھی جاتی ہے ۔ ازانجملہ ایک وہ فارسی لکچر ہی جو اُنھون نے سائنٹفک سوسائٹی قائم کرتے وقت کلکتہ کی مجلس مذاکرہ علمیہ مین پڑھا تھا اور جو اُنکے لکچرون کے مجموعہ مین چھپ گیاہے ۔ اسکے سوا اُنکا ایک اَور فارسی خط منشی سراج الدین احمد کے مسوّات مین ہمکو ملاہے جو اُنکو حیدرآباد مین دستیاب ہوا تھا اور جو سرسید نے ۱۳- اگست سنہ ۱۸۸۱ع کو حاجی سید محی الدین خان رضوی کے نام اُنکے خط کے جواب اور پندرہ سو روپیہ چندہ کے شکریہ مین لکھا تھا ۔ چونکہ یہ خط کہین نہین چھپاہے اسلئے اُسکے تلف ہوجانے کے خیال سے ہم اُسکو بجنسہ اس مقام پر نقل کرتے ہین ۔

"مخدوما ولاذا ! نامہ یافتم و متحیر گشتم ۔ خواندم و برخواندم ۔ بلند پایگی نویسندہ اش راخود آن نامہ نشان می داد ۔ تحیّر دران بود کہ مخاطبِ آن کیست ؟ بغلط خود را دانستم و باز برگشتم کہ انچہ دران نامہ مرقوم ست سزاوار ہیچو منے دامن آلودہ ' کمترین مخلوقے ' ہیچ میرزے ' گم کردہ راہے نمیتواند شد ' بجز آن کہ اوصاف حمیدہ و اخلاق پسندیدہ شما شخصِ خیالی خود را یا خود اوصاف خود را مخاطب ساختہ باشد ۔ سخنے دیگر قرار دادن نمی توانم ۔ و اگر ازین فروتر آیم و خود را مخاطبِ آن دانم حاشا کہ بدونِ اختیار مذہبِ وحدتِ وجود این چنین توانم دانست ' تاکہ من کہ حجابِ خودم از میان برخیزم و تفاوتِ من و تو و تو و من از میان برافتد و ہمہ انچہ نوشتہ اید خود شما مصداق آن باشید ۔ وللہ درّ من قال " تو خود حجابِ خودی احمد از میان برخیز "

" رست فرمودہ اند کہ " رضویّت ذریعۂ یک گوہری ست نہ وسیلۂ یکجہتی " مگر الحمد للہ کہ باما و شما یک گوہری و یکجہتی ہر دو محقق ست ؛ گو این نسبت ہاے من باشما باعثِ ننگ و عار شماست و مارا سببِ عزت ۔ خداداند کہ محبت پیشہ ام و بجز محبت در کشت سینہ ام نہ کِشتہ اند ۔ الطاف و عنایتِ شمارا شکر گزارم و باین محبت جان نثار

مبلغ یکہزار و پانصد روپیہ سکۂ انگریزی کہ بجہت تعمیر بورڈنگ ہوس مرحمت فرمودہ اند رسید. قوم را عزت افزود ودلم را تقویت داد، وساعدِ سعیِ ما را قوت بخشید. سپاسِ آن ازین قوم ناسپاس دشوار، مگر اجر کم علی اللہ صلۂ آن کافی ست. من شکریۂ آن عطیہ بجا می آرم، و روزے می آید - و آن دور نیست - کہ تمام قوم و اخلاف شان نسلاً بعد نسلٍ بہ شکرگزاریِ ہمچو شما بزرگان - کہ در صلاح و فلاحِ قوم از قدم و قلم و درم دریغ نہ فرمودہ اند - رطب اللسان و عذب البیان خواہد بود"

"انچہ بر حالِ زارم دل سوختہ اند و حسرت فرمودہ - مخدوما احسانِ شما، مگر ہیچ جائے دل سوختن و حسرت نمودن نیست.

حسن شہرت عشق رسوائی تقاضا میکند جرم معشوق و گناہ عاشق بیچارہ نیست

اگر قوم ما را چشم بصیرت بودے و مآلِ کار خود فہمیدے ما و شما را این کوشش و کشاکش ضرور نہ بودے. ہرگاہ حال این ست پس از ان قوم بجز بدگوئی و افتراپردازی و نافہمی و از ما بجز صبر و تسلیم و رضا دیگر چہ توقع بود..... انصاف از دست نمیدہم و باکسی بدظنی روا نمیدارم، دوستانِ دشمن نمائے من بد نیستند، حق بجانب شان ہم ست، چہ آنہا سخنے می شنوند و راہے می بینند کہ گاہے از اسلافِ خود شان نشنیدہ و ندیدہ بودند. دیرینہ غلطی ہائے ما رفتہ رفتہ استحکامِ آیاتِ قرآنی بہم رسانیدہ بلکہ از ان ہم مستحکم تر گشتہ. پس کسی کہ این اغلاط را وانماید چگونہ از غیظ و غضبِ شان مصئون و از سبّ و شتمِ شان مامون تواند شد. آنہا از معارضاتِ مِلّیانِ مِللِ دیگر - کہ بر این غلط ہائے دیرینۂ ما وارد ساختہ آن را بہ اسلام نسبت میدہند - واقف نیستند، و از آن مشکلات - کہ باعتبار علوم جدیدہ و تحقیقات حدیثہ بر اصول مقررۂ اسلاف ما از فقہا و محدثین و مفسرین واقع میشود نہ بر اصل اسلام - اطلاع ندارند. بگوشِ شان و بگوشِ اسلافِ شان بمقابل سخن ہائے خود شان بجز کلمۂ آمنّا و صدّقنا صدائے دیگر نہ رسیدہ. یک گونہ خلفشارے

درعہد خلفاے عباسیہ بسبب تراجمِ فلسفۂ یونان بہم رسیدہ بود، علمای اسلام بمدافعتِ آن برخاستند۔ تعجب این که ہم خود معترض بودند و ہم خود مجیب، مخالفے بمقابل نداشتند، خود گفتند و خود شنیدند و دانستند کہ فتح یافتند۔ قبول می کنم کہ فتح یافتند مگر حالا نہ آن مدعیان اند و نہ آن دعوے، نہ آن جام ست نہ آن ساقی، نہ آن بادہ نہ آن مینا، خود آن فلسفہ از پا در افتادہ ست و آن جام و مینا شکستہ، بناے نو بر اساس نو بپا شدہ۔ پس کسی کہ دعوے اسلام دارد و اسلام را حق میداند، غلط را در آن امکان نمے پندارد چگونہ آن غلط ہا را باور کند و اسلام و اسلامیان را رسوا سازد۔ پس این در انکار آن و آنہا در تکفیر این معذور اند، و این امری ست کہ فطرتِ انسانی انسان را بر آن مجبور مے سازد۔ بہ این رہبر (یعنی دلیل) ما را واجب و لازم ست کہ ہمہ مکفران و لاعنینِ خود را معذور داریم، و از سب و شتمِ شان رنجیدہ نہ شویم، و صدق و صفا را پیشۂ خود داریم و ہمہ را معاف کنیم تا از مؤاخذۂ عقبی و داوری داورِ بے ہمتا ہم ایمن باشند۔ اما مخالفت و افترا نسبت بہ مدرسۃ العلوم کہ کارِ صلاح و فلاحِ قومی ست، عفوِ آن بہ اختیارِ من نیست کہ حقوقِ عباد بر گردنِ شان ست۔ او شان دانند و خداے شان۔ قُل کفے باللہ بینی و بینکم شہیداً یعلم ما فی السموات والارض والذین آمنوا بالباطل و کفروا باللہ اولئک ہم الخاسرون۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ"

العبد المفتقر الی اللہ الصمد

سید احمد

کبھی کبھی وہ اُردو تحریرون مین بھی ایک آدہ فقرہ فارسی کا لکھدیتے تھے جو لطف سے خالی نہ ہوتا تھا۔ سید مہدی علی خان نے اُنکو ولایت سے خط بھیجا ہے جسمین کسی موقع پر سرسید کی طرف خطاب کرکے یہ مصرع لکھا ہے "آنکہ بدیدارت خلقی ست تماشائی" اُسکے جواب مین سرسید۔ جبکہ ہندوستان مین اُنپر

لعن وطعن کی بھرمار ہورہی تھی۔ اُنکو لکھتے ہین "در مصرعۂ اول کہ خطاب بہ من فرمودہ اند اگر بجاے لفظ دیدارت احوالت بودے نہایت مناسب حال من بودے " آنکہ بہ احوالت خلق ست تماشائی " اگر غم ست ہمین قدرست کہ نمیدانم خداے من تماشاے کدام احوال من مے کند انہ ہو الغفور الرحیم

گناہِ من ار نامدے در شمار  ترا نام کے بودے آمرزگار

اے خداے من ! اے رحیم وغفورِ من ! اے محبوب ومطلوب من ! خلق را بگذار ہر چہ خواہد تماشاے من کند تو مرا نیک تماشا کن ۔

نمی گویم درین گلشن گل وباغ و بہار از من  بہار از یار وگل از یار و باغ از یار و یار از من

آہ چہ گفتم وکجا رفتم خداے من از من جدا نیست، مرا گذاشتن نمی تواند، پس چرا پریشان شوم، چرا اندیشہا کنم، حمد وثناے اوسرایم کہ عین حمد وثناے خود ست، منصور انا الحق گفت پایۂ بلند داشت، من صرف الحق گویم او خدا از من بشنو ومستجاب کن "

فارسی مین بھی سرسید کی قلم اُسی آزادی سے چلتی تھی جیسے اُردو مین ۔ وہ اس بات کی کچھ پروا نہ کرتے تھے کہ کوئی لفظ اہل زبان کے محاورہ کے خلاف نہ لکھا جائے لیکن اصل مطلب بہت صفائی اور بے تکلفی سے ادا کر جاتے تھے ۔ مثلاً جسطرح اُردو مین اَے حرف ندا کی جگہہ اُو کا لفظ خاص خدا کے لئے استعمال کرتے تھے اسیطرح فارسی مین بھی یہی لفظ بول جاتے تھے ۔ اُردو مین تو اتنی گنجایش بھی تھی کہ نہایت بے تکلف اور لنگوٹیے یار کو اُو کہکر پکار سکتے ہین مگر فارسی مین کہین بھی اُو کا لفظ اے کی جگہہ استعمال نہین کرتے ۔ اسی طرح اور بھی بعض الفاظ اُنکی فارسی تحریرون مین محاورہ کے خلاف نظر آتے ہین مگر معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک مطلب کو وہ جسطرح

اُردو مین بے تکلف ادا کرسکتے تھے اُسی طرح فارسی مین کرسکتے تھے ۔

پبلک سپیکنگ

پبلک سپیکنگ (یعنی مجمع عام مین اسپیچ یا لکچر دینا) یہ بھی منجملہ اُن اوصاف کے ہے جو سرسید اور اُنکے معاصرین مین مابہ الامتیاز تھے ۔ مشہور ہے کہ تین چیزین تین چیزون کے ساتھ بہت کم جمع ہوتی ہین ؛ قوت نظری قوت عملی کے ساتھ ، ذہن حافظہ کے ساتھ ، اور تحریر تقریر کے ساتھ ۔ یعنی سوچنے والے اکثر کام کرنیوالے نہین ہوتے ، اسیطرح ذہین آدمی قوی الحفظ کم ہوتے ہین اور اسی طرح جنکی قلم مین زور ہوتا ہے اُنمین قوت گویائی نہین ہوتی ۔ مگر یہ عجیب و غریب شخص جیسا سوچنے والا تھا ویسا ہی کام کرنے والا تھا ، اور جیسا ذہن والا تھا ویسا ہی حافظہ والا تھا اور جیسا لکھنے والا تھا ویسا ہی بولنے والا تھا ۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۔

سرسید کی تقریر کی نسبت یہ ریمارک کیا گیا ہے کہ اُنکی کامیابی کا سب سے بڑا ذریعہ اُنکی قوتِ تقریر تھی ۔ اور جہانتک غور کیا جاتا ہے یہ رائے بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے ؛ کیونکہ تحریر کا اثر مدت کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور صرف معدود آدمی اُس سے متاثر ہوتے ہین ، بخلاف تقریر کے کہ اُسکا اثر آن واحد مین بجلی کی طرح تمام سامعین کے دلون مین دوڑ جاتا ہے ؛ تحریر ہر شخص پر جو اُسکو پڑھتا ہے فرداً فرداً اثر کرتی ہے اور اسلئے وہ اثر ایک سے دوسرے مین سرایت نہین کرتا ، مگر تقریر کا اثر تمام مجلس پر دفعۃً واحدۃً پڑتا ہے اور اسلئے تمام حاضرین ایک دوسرے کی حالت سے متاثر ہوتے ہین ؛ تحریر مین اثر کرنے والے صرف الفاظ اور معانی ہوتے ہین اور تقریر مین اُنکے ساتھ سپیکر کا لب و لہجہ ، اُسکی طرزِ ادا ، اُسکی آواز کا سوز و گداز اور اُسکے اعضا و جوارح کی

حرکات بھی شامل ہوتی ہین اور اسکا تماشا ہمنے خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہے۔

سرسید نے پنجاب کا پہلا سفر ۱۸۷۳ء مین کیا تھا جب کہ تہذیب الاخلاق کو جاری ہوے پورے تین برس گذر چکے تھے۔ اُسوقت راقم بھی لاہور مین موجود تھا۔ بلاشبہہ جس گرمجوشی کے ساتھ اہل لاہور نے ریلوے اسٹیشن پر سرسید اور اُنکے ہمراہیون کا استقبال کیا تھا اور جس چاؤ اور امنگ اور فیاضی اور فراخ حوصلگی کے ساتھ اُن معزز مہمانون کی مدارات کی گئی اور جس شوق سے بیرونجات کے لوگ سید صاحب کی آمد آمد سنکر لاہور مین آئے اُس سے معلوم ہوتا تھا کہ فی الواقع تہذیب الاخلاق نے سرسید اور اُنکے کام کی عظمت کا نقش عموماً اہل پنجاب کے دل پر بٹھا دیا ہے۔ مگر ۲۹۔ دسمبر کو جو لکچر کہ سید صاحب نے راجہ دھیان سنگھ کے دیوانخانے مین۔ جہان کئی ہزار آدمیون کا مجمع تھا۔ دیا اُسکا سمان مجھکو ہمیشہ یاد رہیگا۔ سامعین پر ایک سکتہ کا سا عالم تھا، کوئی مسلمان ایسا نہوگا جو زار قطار نہ روتا ہو اور جو اپنی بساط سے زیادہ چندہ[1] دینے پر آمادہ نہو۔ اگر میرا قیاس غلط نہو تو میرے نزدیک جو اثر تہذیب الاخلاق نے تین برس مین اہل پنجاب پر کیا تھا اُس لکچر نے دو تین گھنٹے مین اُسکو دوچند کر دیا۔ خصوصاً مندرجۂ ذیل الفاظ نے تمام حاضرین کی حالت دگرگون کر دی تھی۔ اُنھون نے کہا

"اے بزرگانِ پنجاب! مین فرض کرتا ہون کہ مین بدعقیدہ ہون، مگر مین آپ سے پوچھتا ہون

[1] ایک صاحب جو غالباً نارمل اسکول لاہور مین ہیڈ ماسٹر تھے اور سو ڈیڑھ سو سے زیادہ تنخواہ نہین پاتے تھے اُنھون نے پانسو روپیہ چندہ کی فہرست مین لکھا تھا ۱۲

کہ اگر ایک کافر مرتد آپ کی قوم کی بھلائی پر کوشش کرے تو کیا آپ اُسکو اپنا خادم اپنا خیر خواہ نہ سمجھینگے؟
آپ کے دولت سرا بنانے مین جسمین آپ آرام فرماتے ہین اور آپکے بچے پرورش پاتے ہین، آپ کے لئے
مسجد بنانے مین جسمین آپ خدائے واحد ذوالجلال کا نام پکارتے ہین ۔ چوہڑے، چمار، قلی، کافر،
بت پرست، بدعقیدہ سب مزدوری کرتے ہین مگر آپ نہ کبھی اُس دولت خانہ کے دشمن ہوتے ہین، اور
نہ کبھی اُس مسجد کے منہدم کرنے پر آمادہ ہوتے ہین، پس آپ مجھکو بھی اس مدرسۃ العلوم کے قائم کرنے مین
ایک قلی چمار کی مانند تصور کیجئے اور میری محنت اور مشقت سے اپنے لئے گھر بننے دیجیے؛ اور اس وجہ سے
کہ اُسکا بنانے والا یا اُسمین مزدوری کرنیوالا ایک قلی چمار ہے ۔ اپنے گھر کو مت ڈھائیے ۔ کیا آپ صاحب
مجھ بدبخت نامہ سیاہ کی شامتِ اعمال سے اپنی تمام قوم کو اور اُنکی اولاد کو نسلاً بعد نسلٍ ڈبونا اور خراب و خستہ
حالت مین ڈالنا چاہتے ہین؟ اگر آپ سب صاحب میری حالت کو بدتر جانتے ہو اُس سے عبرت پکڑو،
اور برائے خدا اپنی قوم کی اپنی اولاد کی بھلائی و بہتری کی فکر کرو"

یہی الفاظ ۔ جو اسوقت معمولی باتین معلوم ہوتی ہین ۔ اُس موقع پر جب سرسید کے مونہ
سے نکلے تھے انمین کچھ اور ہی جادو بھرا ہوا تھا ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریر مین لفظون
اور معنون کے سوا کچھ اور چیز بھی ہوتی ہے جو تحریر مین نہین ہوتی ۔

سرسید کے اخیر زمانہ مین کسی لائق یوروپین نے اُنکے لکچرون پر ریویو کرتے ہو لکھا تھا کہ
"اگر یہ سچ ہے کہ درخت اپنے پھلون سے پہچانا جاتا ہے، اگر یہ صحیح ہے کہ اچھا وہی ہے جسکا انجام اچھا ہو،
تو جو کامیابی سرسید کو بذریعۂ اپنی لاثانی فصاحت کے حاصل ہوئی ہے اُس سے اُنکی نیکدلی اور اسلامی حمیت
کامل طور پر ثابت ہوتی ہے ۔ اُنکے لکچرون نے عجیب و غریب اثر کیا ہے اور اُس فصاحت کے بجز خارق

انقلاب عظیم پیدا کردیا ہے۔ اسکا پورا پورا اندازہ کرنے کے لئے تھوڑی دیر کو قوم کی اُس دردناک حالت کا نقشہ آنکھون کے سامنے کھینچ لینا کافی ہے جبکہ سید کی فصاحت و بلاغت نے ان لکچرون کی صورت مین اپنا مشن شروع کیا"

کرنل گریھم لکھتے ہین کہ "وہ (یعنی سید) ایک پیدائشی اوریٹر ہین۔ جب وہ اپنے خاص مقصد کے متعلق جوش مین بھری ہوئی تقریر کرتے ہین تو اُنکی طرز تقریر مسٹر گلیڈسٹن سے مشابہ ہوتی ہے۔ اُس جوش کے ضبط کرنے کی کوشش مین اُنکے ہونٹ کانپنے لگتے ہین، آواز دردناک ہوجاتی ہے اور چہرہ متغیر ہوجاتا ہے؛ اور یہ تمام درد و غم کی علامتین اُنکے سامعین پر بجلی کی طرح اثر کرتی ہین"

قومی اور ملکی مجمعون مین سپیچ یا لکچر دینے کا طریقہ قدیم یونان روما اور عرب مین برابر جاری تھا اور زمانۂ حال مین فرانس انگلینڈ اور امریکا مین نہایت ترقی پر ہے۔ لیکن جہانتک دیکھا جاتا ہے ہندوستان مین اُنیسوین صدی سے پہلے کہین اُسکا سراغ نہین پایا جاتا۔ اور اسکی وجہ ظاہر ہے؛ جب تک سلطنت کی طرف سے رعایا کو ہر قسم کے خیالات اور رائین ظاہر کرنے کی آزادی نہین ہوتی کسی ملک مین عمدہ اوریٹر یا سپیکر پیدا نہین ہوسکتے۔ چنانچہ جب سے برٹش گورنمنٹ نے اس ملک مین آزادی کا سایہ ڈالا ہے یہان بھی ایسے لوگ پیدا ہونے لگے ہین جنمین سے بعض بنگالی لیڈرون نے پبلک سپیکنگ مین بڑی شہرت حاصل کی ہے۔ لیکن جہانتک سنا گیا ہے اُن لوگون کی تمام اوریٹری اور فصاحت انگریزی زبان مین منحصر ہے۔ گویا جو سڑک برک پٹ اور فاکس وغیرہم تیار کر گئے ہین آنکھین بند کرکے اُسی سڑک پر پڑلئے ہین، اپنی زبان مین کوئی داغ بیل نہین ڈالی۔ سید احمد خان پہلا شخص ہے جسنے

اپنی ملکی زبان مین پبلک سپیکنگ کی راہ نکالی ہے۔ نہ وہ انگریزی زبان جانتا تھا جسمین بڑے بڑے اور بیٹرون اور فصیحون کے لکچرون اور اسپیچون کے نمونے موجود تھے، اور نہ اُن اصول و قواعد سے واقف تھا جو یوروپین زبانون مین اس فن کی تکمیل کے لئے مقرر کئے گئے ہین، اور نہ اپنی زبان مین کوئی ایسی مثال دیکھی تھی جس سے اس راہ مین کچھ مدد ملتی۔ جسطرح اُسکے تمام اوصاف فطری اور پیدایشی تھے اسی طرح سپیکنگ کی لیاقت بھی محض خداداد تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی اسپیچ یا لکچر کے لکھنے، یا پہلے سے اُسکے لئے تیار ہونے کا بالکل محتاج نہ تھا۔ ہم پہلے حصہ مین۔ جہان انگلستان کے سفر کا حال بیان کیا گیا ہے۔ لکھ چکے ہین کہ سمٹونین سوسائٹی اوف سول انجنیرس کے سالانہ جلسہ مین۔ جہان انگلستان کے متعدد ڈیوک اور لارڈ اور بڑے بڑے نامور انجنیر موجود تھے اور جسکا موضوع انجنیرنگ کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ وہان جب انجنیرون کی تقریرین ہو چکین تو سرسید نے ایک ایسے فن کے متعلق۔ جس سے وہ محض ناآشنا تھے۔ ایسی برجستہ تقریر کی کہ تمام اہل جلسہ اُسکی داد دیتے دیتے تھک گئے اور اس تقریر کرنے کا خیال اُنکو اُسوقت پیدا ہوا جب جلسہ کے اختتام پر پریسیڈنٹ نے اُنکے آنے کا شکریہ اور خوشی ظاہر کی اور اُسکا جواب دینا ضرور ہوا۔

جو لکچر کہ سرسید نے ۱۸۸۴ء مین بمقام لاہور اسلام پر دیا تھا وہ سب سے بڑی شہادت اُنکے پیدایشی اوریٹر ہونے کی ہے۔ لاہور کے تعلیم یافتہ مسلمانون نے سرسید کی منظوری بغیر پروگرام مین لکچر دینے کی تاریخ چھپوادی تھی اور سرسید چند وجوہ سے جنکا ذکر سفرنامہ پنجاب مین تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے مذہب پر لکچر دینا ہرگز نہین چاہتے تھے مگر لوگون کے اصرار سے

اُنکو مجبور ماننا پڑا - لیکن نہ اُنکو زیادہ غور کرنے کی مہلت ملی اور نہ کچھ لکھنے کی نوبت آئی
کیونکہ ملاقاتیون کا صبح سے رات کے دس گیارہ بجے تک برابر تانتا بندھا رہتا تھا - باوجود
اسکے جب اُس طول طویل لکچر کو دیکھا جاتا ہے تو تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح بغیر قلمبند کیے ایسی
عمدگی اور حسن ترتیب کے ساتھ ایسے پیچ در پیچ اور نازک مطالب کو یون سُلجھا کر بیان کیا ہوگا ؟
کیونکہ وہ کوئی معمولی وعظ نہ تھا بلکہ اُن تمام شبہات کا جواب دینا تھا جو سرسید کے مذہبی خیالات
کی نسبت لوگون کے دلون مین جاگزین تھے، یا اُن دلائل کا بیان کرنا تھا جنسے تعلیم یافتہ
مسلمانون کو اسلام کی سچائی کا یقین ہو، یا اُن ضرورتون کا ذکر کرنا تھا جنھون نے سرسید کو
تفسیر قرآن لکھنے پر مجبور کیا - اور ان سب باتون کے بیان کے لئے بہت کچھ غور و فکر اور مہلت
درکار تھی - سفرنامہ پنجاب کے مؤلف سید اقبال علی لکھتے ہین کہ " مجھکو سید صاحب سے اکثر ملنے
اور بات چیت سننے کا اتفاق ہوا ہے، مین نے اسقدر موثر کلام اُنکا بھی اس سے پہلے کبھی نہین سنا تھا "

یہ تو اُس لکچر کا حال ہے جو مذہب پر دیا گیا تھا، اس سے بھی زیادہ عجیب وہ پولٹکل
لکچر تھا جو نیشنل کانگرس کے خلاف اُنھون نے لکھنؤ مین دیا تھا - ہمنے سنا ہے کہ اُسکا
خیال اُنکو چند گھنٹے پہلے ہوا تھا باوجود اسکے وہ ایسا جامع اور مُدلّل اور پرزور تھا کہ اُسکے بعد
ہزارون تحریرین اور تقریرین اس باب مین اُسکے موافق اور مخالف ہوئین مگر اُس کے آگے
سب ہیچ تھین -

افسوس ہے کہ سرسید کی بہت سی اسپیچین - اس سبب سے کہ اُردو زبان کے لئے شارٹ
ہینڈ رائٹنگ (یعنی مختصر نویسی کا کوئی قاعدہ مقرر نہین ہوا - تلف ہوگئین ؛ ورنہ جسقدر

اُنکی اسپیچین اخبارون مین چھپی ہوئی موجود ہین اسیقدر بلکہ شاید انسے کچھ زیادہ ایسی ہونگی جو قلمبند نہین ہوئین ۔ بارہا لوگون نے اُنسے چاہا کہ آپ اپنی اسپیچ پہلے لکھوالیا کرین اور جلسہ مین اُسی کو پڑھ دیا کرین مگر خاص خاص حالتون کے سوا اُنھون نے کبھی ایسا نہین کیا ۔ وہ کہا کرتے تھے کہ لکھی ہوئی اسپیچ کا جلسہ مین پڑھنا مجھے وبال معلوم ہوتا ہے، طبیعت کی آمد رُک جاتی ہے اور جوش اور ولولہ بالکل باقی نہین رہتا ۔ سفرنامۂ پنجاب مین اُنکی جسقدر اسپیچین اور لکچر چھپے ہوے ہین اُنمین ایک بھی غالبا ایسا نہین جو اُنھون نے لکھکر پڑھا ہو؛ سب برجستہ اور برمحل زبانی تقریرین کی گئی تھین جو سید اقبال علی کی حیرت انگیز زود نویسی کے سبب قلمبند ہوگئین ورنہ یہ بھی سب تلف ہوجاتین ۔

سرسید کی سب سے زیادہ زوردار اور مؤثر وہ اسپیچین ہوتی تھین جو کسی پبلک جلسہ مین اپنی راے کے خلاف بہت سی تقریرین سنکر نہایت جوش کی حالت مین بے ساختہ اُنکے مونہ سے نکلتی تھین خصوصاً تعلیمی معاملات مین جب اُنکی راے یا پالسی کے خلاف کسی جلسہ مین تقریرین ہوتی تھین ۔ خواہ وہ ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس ہو، یا ایجوکیشن کمیشن کا، یا سنٹ کی مجلس ہو، یا سنڈیکیٹ کا جلسہ ہو ۔ اُسوقت عنان صبر اُنکے ہاتھ مین نہین رہتی تھی؛ اُنکی آواز سے تمام ہال گونج اُٹھتا تھا اور فریق مخالف اُنکے رعب مین دب جاتا تھا ۔ مگر باوجود اسقدر جوش وخروش کے اُنکی تقریر کبھی تہذیب وشایستگی کی حد سے تجاوز نہ کرتی تھی ۔ بے شک اپنے قومی جلسون مین وہ اکثر مسلمانون کو نفرین وملامت کرتے تھے مگر اُسمین دلسوزی اور ہمدردی کا پہلو اسقدر غالب ہوتا تھا کہ نفرین وملامت کسی کو ناگوار نہ ہوتی تھی ۔

وہ فرمایشی لکچر دینا اور فرمایشی اسپیچ کرنی بالکل نہین جانتے تھے اور وقت کی رگنی کے سوا کوئی راگنی نہ گا سکتے تھے۔ کبھی کبھی جو بعض اشخاص اُنکو کسی ایسی تقریر کرنے پر۔ جسکا اُنکی طبیعت مین کچھ جوش نہ ہو۔ مجبور کرتے تھے اور سرسید کو اُنکی خاطر بھی عزیز ہوتی تھی تو وہ بادل ناخواستہ صرف اُنکی ہٹ پوری کرنے کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے مگر جو تقریر وہ کرتے تھے اُسمین کچھ جان نہ ہوتی تھی۔

سرسید کی طبیعت کا جوشیلا پن جیسا اُنکی اسپیچون سے ثابت ہوتا ہے ایسا اور کسی چیز سے نہین ہوتا۔ اسپیچ کرتے وقت جہان کہین ایسا موقع آجاتا تھا اُنسے طبیعت کا اُبال ضبط نہو سکتا تھا۔ لاہور مین جو سب سے آخری دفعہ اُنکا جانا ہوا اور وہان کسی موقع پر تقریر کرتے وقت اُنکو جوش آیا اُسوقت اُنکی حالت ایسی متغیر ہوگئی کہ وہ فوراً خاموش ہو کر بیٹھ گئے اور اُس روز کھانے کی طرف مطلق رغبت نہین ہوئی۔ ہمنے سنا ہے کہ ڈاکٹر نے اُنکی یہ حالت دیکھکر سخت ممانعت کردی تھی کہ آپ پبلک جلسون مین اب تقریر کرنی بالکل چھوڑ دین ورنہ جان کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ اُسکے بعد اُنھون نے چند مختصر تقریرون کے سوا کبھی کوئی لمبی اسپیچ نہین دی۔

سرسید مین وہ تمام اوصاف جمع تھے جو ایک اڈیٹر مین ہونے ضروری ہین۔ اُنکا حافظہ فطرۃً نہایت قوی تھا۔ گو آخر عمر مین بسبب کبرسن کے نسیان پیدا ہوگیا تھا مگر بچپن اور جوانی اور کہولت کے زمانہ کے واقعات اور معلومات سب ازبر تھے اور اسلئے اُنکی جنرل انفورمیشن نہایت وسیع تھی۔ اور چونکہ واقعات سے نتائج استخراج کرنے کا اعلے درجہ کا مادہ خدا نے دیا تھا اسلئے اُس معلومات مین اور بھی زیادہ وسعت پیدا ہوگئی تھی۔ ہر ایک معاملہ کی نسبت۔ جو کہ اُنکو پیش آتا تھا۔

خواہ مذہب سے متعلق ہو، خواہ رسم و رواج اور معاشرت و اخلاق سے، خواہ پالٹکس سے اور خواہ تعلیم سے- وہ ایک مستقل اور غیر مذبذب رائے اپنے ذہن مین رکھتے تھے اور اسلئے کسی معاملہ پر اُنکو زیادہ غور کرنے کی بہت ہی کم ضرورت ہوتی تھی اور اگر کبھی ایسی ضرورت ہوتی تھی تو ذہن بہت جلد نتیجہ تک پہنچ جاتا تھا۔ تصور کی قوت کا یہ حال تھا کہ تقریر کرتے وقت تمام پوائنٹس جو اُنکو اپنی اسپیچ مین بیان کرنے منظور ہوتے تھے گویا سب مسلسل اور ترتیب وار اُنکے ذہن مین موجود ہوتے تھے اسی لئے ہمنے نہین دیکھا کہ جسطرح عام سپیکر ایک پرچہ پر کچھ نوٹس قلمبند کر لیتے ہین اور تقریر کے وقت ہر ایک پوائنٹ پر اسی ترتیب سے گفتگو کرتے ہین- سرسید نے کبھی ایسا کیا ہو۔ اُنکو بہ نسبت ایک کاغذ کے پرچہ کے اپنی ذہنی ترتیب پر زیادہ بھروسا ہوتا تھا۔ اسکے سوا چہرہ کی بناوٹ جو کہ وجاہت اور ہیبت و وقار کی بولتی تصویر تھی- اور آواز کی گونج جسمین جوش کے وقت شیر کیسی گرج محسوس ہوتی تھی- یہ دو بڑے معاون اُنکے بیان کی تاثیر کے تھے۔ پھر زبان پر پوری قدرت اور ہر مطلب کے دلنشین کرنے کا خداداد سلیقہ اور عین وقت پر مناسب الفاظ کا سوجھ جانا اُنکی خصوصیات مین سے تھا۔ مگر سب سے بڑی چیز جو اُنکو دیگر سپیکرون سے علانیہ ممتاز ٹھیراتی ہے وہ قومی ہمدردی کا سچا جوش اور ولولہ تھا جسکے سبب جو بات مونہ سے نکلتی تھی وہ دل ہی سے اُٹھتی تھی اور دل ہی مین جا کر بیٹھتی تھی۔

سرسید کی سحر بیانی خاصکر اُن لکچرون اور اسپیچون سے زیادہ ثابت ہوتی ہے جو اُنھون نے مدرسہ کے قیام کی ابتدائی کوششون کے وقت مختلف مقامات مین دی ہین۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ لوگ قوم اور قومیت کے اصلی مفہوم سے عموماً ناواقف تھے اور قومی کامون مین مدد دینا-

جب کہ اُس سے ثوابِ اُخروی کی توقع نہو۔ محض فضول جانتے تھے اور اسلئے انگریزی تعلیم مین جسکو وہ خلاف مذہب سمجھتے تھے۔ مدد ملنے کی اُنسے ہرگز توقع نہ تھی۔ اُنکو اس بات کا یقین دلانا قریب ناممکن کے تھا کہ قوم کی مدد کرنا بعینہ اپنی اور اپنے خاندان کی مدد کرنا ہے۔ وہ اس بات سے محض بے خبر تھے کہ انگریزی تعلیم کو قومی ترقی مین کیا دخل ہے اور سرکاری نوکری کے سوا اُس سے تجارت وصنعت اور تمدن اور معاشرت مین کیا مدد ملتی ہے۔ اُنکو اس بات کا سمجھانا نہایت مشکل تھا کہ دین کا اعزاز اور دین کی ترقی بغیر دنیوی ترقی کے ناممکن ہے۔ دولتمند اس بات کے سمجھنے سے قاصر تھے کہ ہمکو اپنی اولاد کی تعلیم کی کیا ضرورت ہے اور متوسط اور ادنے درجہ کے لوگ سرکاری مدارس کو اُنکی تعلیم کے لئے کافی سمجھتے تھے۔ تعلیم کے ساتھ تربیت کی ضرورت تو عام ذہنون سے اسقدر بعید تھی کہ ابتک بھی مستثنے شخصون کے سوا لوگ اُسکو اچھی طرح نہین سمجھے۔ گورنمنٹ کالجون اور اسکولون کو چھوڑکر خاص قوم کے روپئے سے کالج قائم کرنے کی ضرورت اور مصلحت سے سب بے خبر تھے۔

یہ اور اسی قسم کے اور بہت سے خیالات اُس ابتدائی حالت مین عام مسلمانون کے ذہن سے محض اجنبی اور ناآشنا تھے جنکا لوگون کے ذہن نشین کرنا خاصکر اُس شخص کو جسکی طرف سے قوم مین عموماً بدگمانی پھیلی ہوئی ہو حد سے زیادہ دشوار تھا۔ جن باتون کے سمجھانے کے لئے آج کل کی اسپیچون مین صرف اجمالی اشارے کافی ہوتے ہین اُسوقت اُنکو الف بے تے سے شروع کرنے اور اصل مقصد سے پہلے لمبی لمبی تمہیدین اُٹھانے کی ضرورت تھی۔ باوجود اسکے سرسید نے جس صفائی سے ان تمام خیالات کو اپنی ابتدائی اسپیچون مین بیان کیا ہے اُنکو

دیکھکر تعجب ہوتا ہے۔ جو باتین لوگون کے ذہن سے اسقدر بعید تھین اُنکو ایسی خوبی سے سمجھایا ہے کہ کوئی بات اجنبی نہین معلوم ہوتی بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا بھولی ہوئی باتون کو ایک شخص یاد دلا رہا ہے اور جو نقش دھندلے ہو گئے تھے اُنکو اُجال رہا ہے۔ اُن اسپیچون پر بالکل اس شعر کا مضمون صادق آتا ہے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اُس نے کہا  میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل مین ہے

پبنی ریڈنگ کے جلسہ مین اُسنے اس بات کے سمجھانے کو کہ دولتمندون کی اولاد کو تعلیم کی کیا ضرورت ہی رئیسون کی طرف مخاطب ہو کر کہا "اے رئیسو اور اے دولتمندو! تم اپنی دولت وحشمت پر مغرور ہو کر یہ مت سمجھو کہ گو قوم کی بُری حالت ہو مگر ہمارے بچون کے لئے سب کچھ ہی یہی اُن لوگون کا خیال تھا جو تمسے پہلے تھے مگر اب اُنھین کے بچون کی وہ نوبت ہی جسکے لئے ہم آج اس اسٹیج پر کھڑے ہین"

ایک دوسری اسپیچ مین اس مطلب کو اسطرح بیان کیا ہے "نواب خلیل اللہ خان شاہجہانی کا نام آپ لوگون نے سنا ہوگا، اُنکے پر پوتے کو مین نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ لوگون کے پانو دابنے آتا تھا اور دو چار پیسے لیجاتا تھا۔ تغلق آباد کے گانو مین جسقدر مسلمان گھسیارے آباد ہین۔ جو سارے دن گھانس کھود کر شام کو بیچتے ہین۔ مین نے خوب تحقیق کیا ہے کہ سلطان محمد عادل تغلق شاہ کی اولاد مین ہین +++ دنیا مین گذرے ہوے زمانہ کے واقعات سے ہمکو عبرت اور نصیحت پکڑنی چاہیئے +++ دیکھو ہوشیار ہو، یہی حال ہماری قوم کا ہونے والا ہے، کوئی آثار بھلائی اور بہتری کے اُنمین نہین دکھائی دیتے، بلکہ برخلاف اسکے تنزل اور ادبار کی علامتین موجود ہین"

ایک اور موقع پر رئیسون کو بورڈنگ ہوس مین اولاد کے رکھنے کی ضرورت اسطرح

سمجھائی ہے " ای صاحبو! تعلیم و تربیت کی مثال کمھار کے آوے کیسی ہے کہ جب تک تمام کچے برتن بہ ترتیب ایک جگہ نہین چُنے جاتے اور ایک قاعدہ دان کمھار کے ہاتھ سے نہین پکائے جاتے وہ کبھی نہین پکتے۔ پھر اگر تم یہ چاہو کہ ایک ہانڈی کو آوے مین رکھکر پکالو وہ ہرگز درستی سے نہین پک سکتی۔ تم خیال کرو کہ جناب ملکہ معظمہ وکٹوریا کو کسقدر دولت و حشمت اور سلطنت اور اختیار حاصل ہے، اُنکے بعد سمعیل پاشا خدیو مصر کو دیکھو کہ کیا کچھ دولت و حکومت اُنکو حاصل ہی، یہ لوگ بھی اپنی اولاد کی پوری تعلیم اپنے گھر پر نہین کر سکتے۔ آپنے سنا ہوگا کہ حضور پرنس اوف ویلز فرزند ارجمند ملکہ معظمہ اور ولیعہد ہند و انگلنڈ یونیورسٹی آکسفورڈ کے ایک طالب علم ہین اور جس زمانہ مین کہ مین لندن مین تھا مین نے اپنی آنکھ سے حسن پاشا خدیو مصر کے فرزند کو دیکھا کہ یونیورسٹی آکسفورڈ مین تعلیم پاتے تھے۔ لباسِ شاہی اور تاجِ خسروی سے یہ والا قدر شاہزادی طالب علمی کے لباس کو اور چوکونیا سلیٹ ٹوپی کو جو اُس یونیورسٹی مین طالب علمون کے لئے مقرر ہے زیادہ معزز سمجھتے تھے "

ایک دوسرے موقع پر تعلیم کے اخراجات کی ضرورت اسطرح جتائی ہے " آہ کیا افسوس کی بات ہے کہ تم اپنے عزیز بیٹے کی بسم اللہ مین ہزارون روپیہ خرچ کر دیتے ہو اس خوشی مین کہ ہمارا بیٹا پڑھنا شروع کرنے کے لائق ہوا، مگر اُس جگہ کے بنانے اور قائم کرنے کی کچھ فکر نہین کرتے جہان وہ پڑھے اور تمھاری اس خوشی کو۔ جو قبل از وقوع تمنے اُس کو فرض کر لیا ہے۔ پورا کرے۔ کس قدر افسوس کی بات ہی کہ بغیر بوئے ہم کھیتی کے کاٹنے کی توقع کرتے ہین اور جس غلطی مین پڑے ہین اُسکی درستی کی کچھ فکر نہین کرتے "

ایک موقع پر قومی امداد کی طرف لوگون کو متوجہ کرنے کے لیے یہ تمثیل بیان کی ہے " انسان کے اعضا مین تکرار ہوئی اور ہر ایک عضو نے خود غرضی اختیار کی۔ تھوڑی دیر کے بعد معدہ بھوک کی مارے

بے چین ہوا ؛ پانو نے کہا کہ مین کیون چلکر غذا بہم پہنچاؤن ؟ ہاتھون نے کہا کہ ہم کیون غذا کو مونہ تک پہنچاوین ؟ آنکھون نے کہا کہ ہم اُس مین کے بال مکھی کیون دیکھین ؟ ناک نے کہا کہ غذا کا سڑا بسا ایسا ندا ہونا مین کیون سونگھون ؟ مونہ نے کہا کہ مین کیون چبا کر حلق مین نگلون ؟ سب آپ آپ کو لیکر چپکے ہو رہے . دو ایک دن تو جون تون گذر گئے ؛ پھر تو پانو لڑکھڑانے لگے ، ہاتھ کانپنے لگے ، مونہ ہلانے کی طاقت نہ رہی ، آنکھون مین اندھیرا آنے لگا . تب تو سب گھبرا گئے کہ یہ کیا ہوا ؟ اسوقت عقل کے پاس گئے . اُسنے کہا کہ خود غرضی نے تمھارا یہ حال کیا ہے ، تمنے جانا کہ دوسرے کے کام سے ہمکو کیا مطلب ہے ؟ حالانکہ وہ حقیقت مین تمھارا ہی کام تھا اور اُسکا نقصان تمھارا ہی نقصان تھا . اسیطرح سمجھو کہ اگر ہر ایک ضلع کے مسلمان یہ خیال کرین کہ دوسرے ضلع کے کالج مین مدد کرنے سے ہمکو کیا فائدہ ہے تو نہایت بڑی غلطی اور حقیقت مین اپنا ہی نقصان ہے ''

ایک اور جگہ گورنمنٹی مدراس نے جو تحقیقات وہان کے مسلمانون کی تعلیم کے متعلق کی تھی اُسکا ذکر کرتے وقت اُنھون نے کہا کہ '' اُس چیٹھی مین ترچناپلی کے مسلمانون کا یہ حال مندرج ہے کہ '' خاص مانع ترقی تعلیم مسلمانانِ ترچناپلی اُنکا افلاس ہے جسمین بہت سے مسلمان مبتلا ہین . گو وہ مفلس ہین مگر مغرور ہین . جب مین نے (یعنی صاحب چیٹھی نے) مسلمانون کے لڑکون کو بلا فیس اسکول مین داخل کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ کپڑے اُنکے پاس نہین ہین ، اور بغیر کپڑا پہنے وہ نہین آسکتے . غریب سے غریب مسلمان ہرگز اپنے لڑکون کو ویسے آدھے ننگے پن کی حالت مین باہر نہ آنے دیگا جیسے کہ بڑے دولتمند ہندو اپنے لڑکون کو مدرسون مین بھیج دیتے ہین ''

'' اے عزیزو ! اب اس سے زیادہ کونسی بدبختی اور بدنصیبی ہے جسکے مسلمانون پر آنے کی تم راہ دیکھتے ہو ؟ ۔۔۔ اگرچہ ہم اپنے اُن غریب محتاج بھائیون کی غیرت پر فخر کرتے ہین اور وہ جو اپنی عزت

اور شرم کا لحاظ کرتے ہین حد سے زیادہ اُسکی تعریف کرتے ہین اور یقین کرتے ہین کہ وہ پاک خون - جو مسلمانون کی نسل مین ابراہیم خلیل اللہ سے چلا آتا ہے - اُنمین بھی ہے، مگر اُنکی مصیبت پر دل لرز جاتا ہے اور ہمکو اپنی زندگی تلخ معلوم ہوتی ہے، اور تمام عیش و آرام خاک مین ملجاتا ہے. اور کون تم مین سے ایسا ہے کہ ایسی دردناک حالت اپنی قوم کی سنے اور اُسکا دل نہ بھر آوے؟ اے بھائیو! ان تمام واقعات سے مین اُن لوگون کو - جو اپنی اولاد کی اور اپنی قوم کی تربیت کی کچھ پروا نہین کرتے - خبردار کئے دیتا ہون کہ دیکھو کیا ہوا!! اور سمجھو کہ آیندہ کیا ہوگا!!

اسیطرح سرسید نے اپنی ابتدائی اسپیچون مین طرح طرح سے قومی تعلیم کی طرف لوگون کو متوجہ کیا ہی. کہین یوروپ کی تمام ترقیات کی جڑ تعلیم کو قرار دیکر اُسکی ترغیب دی ہی، کہین تمام ہندوستانیون کو متفق ہو کر خود اپنی تعلیم کا بوجھ اُٹھانے کی تاکید کی ہی، کہین ہندوستان کے اُمرا کی فیاضی کا یوروپ کے دولتمندون کی فیاضی سے مقابلہ کر کے اُنکو حقیقی فیاضی کے مفہوم سے خبردار کیا ہے، کہین ہندؤن اور مسلمانون کے اسلاف کی علمی ترقیات کا ذکر کر کے اُنکو غیرت دلائی ہے اور جہل و بے علمی کی حالت مین سلف کے علم و فضل پر فخر کرنے کی مذمت کی ہے، کہین علوم قدیمہ کا علوم جدیدہ سے مقابلہ کر کے علوم جدیدہ کی ضرورت ثابت کی ہے، غرض کہ جو کچھ زمانۂ حال کے سپیکر تعلیم کے متعلق عام مجمعون مین بیان کرتے ہین اُس مین شاید ہی کوئی بات ایسی ہوگی جنکی بنیاد سرسید نے اپنے مشن کے آغاز کی اسپیچون مین نہ ڈالی ہو، اور گو کہ اب وہ عام اسپیچون مین معمولی باتین معلوم ہوتی ہون مگر سرسید کی ابتدائی اسپیچون مین وہ عام ہندوستانیون کے لئے بالکل نئی تھین اور ایسی اہم اور ضروری تھین کہ آجتک

تمام سپیکر اُسی بنیاد پر عمارت چُنتے چلے جاتے ہین ۔

شکل و شمائل ، اوضاع و عادات ، اخلاق و خصائل اور مذہب

شکل و شمائل

سرسید کے چہرہ کی بناوٹ اور بدن کی ترکیب اور تمام ہیأت مجموعی ایسی واقع ہوئی تھی کہ صرف اُنکی صورت دیکھنے سے باطنی عظمت کا خیال پیدا ہوتا تھا ۔ جسنے کبھی اُنکو نہ دیکھا ہو وہ بھی بغیر کسی قسم کے تعارف کے جب پہلے ہی بار اُنکو دیکھتا ہوگا تو ضرور ایک گریٹ مین تصور کرتا ہوگا ۔ یہ بات مشہور ہے کہ خودداری اور تمکنت اور کسی چیز کو دیکھکر تعجب ظاہر نہ کرنا اور اپنے تئین لئے دئے رہنا انگریزون کی قومی خصلت ہے ؛ مگر ایک دوست کا بیان ہے کہ سرسید جب نینی تال گئے ہین تو مین بھی وہان موجود تھا ، جسوقت اُنکا جھپّان ہوٹل مین پہنچا اکثر مسافر انگریز جو ہوٹل مین ٹھیرے ہوئے تھے اپنے اپنے کمرہ سے اُنکے دیکھنے کو باہر نکل آئے اور جب تک سرسید اپنے کمرے کے اندر نہین گئے نہایت تعجب سے اُنکو برابر دیکھتے رہے ۔

کرنل گریہم نے اُنکے چہرہ کو شیر ببر سے مشابہ لکھا ہے ۔ اس تشبیہ کو عمومًا پسند اور تسلیم کیا گیا ہے ۔ بمبی گزٹ مین کرنل گریہم کی کتاب پر جسکے اول مین سرسید کی تصویر چھاپی گئی ہے ریویو کرتے وقت یہ لکھّا تھا کہ " کتاب شروع کرنے سے پہلے ہم سید احمد کی طرف ایک لطف انگیز دل کی کشش پاتے ہین ؛ تصویر کیا ہے ؟ گویا ایک شیر کیسی پُر رعب وباہیبت صورت کا بہادر اور دلیر ہمارے سامنے کھڑا ہے ؛ ہم حیران ہوکر سوچتے ہین کہ اُس قدیم جنگجوئی کے زمانہ مین اس شخص کا کیا پیشہ ہوتا جب کہ مسلمانون کی بہادری نے منجملہ انسانی ضروریات کے قوم کی تعلیم کی ضرورت کا خیال اُنکے دل مین پیدا نہین ہونے دیا تھا " ہم کہتے ہین کہ اُسکا

جب بھی یہی پیشہ ہوتا جو اب تھا؛ وہی بہادری اور اولوالعزمی جو اگلے زمانہ مین ملکون کو فتح کراتی تھی یا لوٹ مار سکھاتی تھی وہی اب دلون کو فتح کراتی ہے اور جہل و تعصب کو تاخت و تاراج کرتی ہے

سرسید کو جو صریح فوقیت اور امتیاز بہ اعتبار جسمانی اور دماغی قابلیت کے اپنے عام ہمجنسون مین تھا یہ ایک عمدہ شہادت اس بات کی ہے کہ جو پیوند یا ازدواج دو اجنبی خاندانون مین متحقق ہوتا ہی اُس سے غیر معمولی نتائج پیدا ہوتے ہین؛ سرسید کے پردادا ہرات کے سادات مین سے تھے جو شاہجہان یا عالمگیر کے عہد مین ہندوستان مین آئے تھے اور اُنکی ننھیال کے لوگ کشمیر سے بعنوان تجارت سلطنت مُغلیہ کے اخیر زمانہ مین اس ملک مین وارد ہوے؛ پس دونو خاندانون مین اوپر سے کوئی قرابت یا رشتہ نہ تھا' صرف دوستی اور ملاقات کے سبب - جو سرسید کے دادا اور نانا مین تھی - اُنکے والدین کا ازدواج وقوع مین آیا تھا۔ اب خواہ اسکو حسن اتفاق سمجھو اور خواہ نواب دبیرالدولہ کی دانشمندی کا نتیجہ قرار دو کہ اُنھون نے اپنی بیٹی کے لئے ایسا بر انتخاب کیا جسکے صلب سے ایسا عجیب و غریب شخص پیدا ہوا۔

سرسید کا حلیہ یہ تھا' رنگ سرخ و سفید' پیشانی بلند' سر بڑا اور موزون' بھوین جدا جدا' آنکھین روشن نہ چھوٹی نہ بہت بڑی' ناک نسبتہً چہرہ کی شان کے مقابلہ مین کسیقدر چھوٹی' کان لمبے' گلے مین دائین جانب رسولی[1] جو ہمیشہ داڑھی مین چھپی رہتی تھی - چہرہ کی ہیأت مجموعی باوجود عبوس اور پر رعب ہونے کے دلکش' جسم بہت فربہ' قد لمبا مگر جسم کی فربہی کے سبب میانہ نما' ہڈی چکلی' ہاتھ پانو اور تمام اعضا نہایت قوی اور زبردست اور

[1] سرسید کے والد کے گلے مین بھی رسولی تھی جسکی نسبت اُنکا بیان تھا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحب کی ہمت اور توجہ سے بالکل اچھی ہوگئی تھی ۱۲

متناسب، بدن ٹھوس، وزن ساڑھے تین من، عنفوان شباب مین رسولی نہ تھی اور بدن
بھی زیادہ فربہ نہ تھا، بڑھاپے کی وجاہت دلالت کرتی تھی کہ جوانی مین بہت خوبصورت ہونگے۔

اگرچہ سرسید کا چہرہ خاموشی اور فکر کے وقت نہایت عبُوس اور ڈراونا معلوم ہوتا تھا مگر
بقول کرنل گریہم کے گفتگو کے وقت اُس سے مسرت اور زندہ دلی اور گرمجوشی ٹپکتی تھی۔ جسطرح
اخلاق مین مطلق تصنع نہ تھا اسی طرح بات چیت مین بالکل بناوٹ نہ تھی۔ زبان دلّی کی تھی
مگر لب و لہجہ دلی کا سا نہین معلوم ہوتا تھا؛ محض سیدھے سادے طور پر عام فہم بول چال مین وہ
ہر قسم کی باتین کرتے تھے۔ زبان قینچی کی طرح جلدی نہین چلتی تھی اور نہ زیادہ محاوری یا لغت
زبان پر آتے تھے۔

جب کسی نئے آدمی سے پہلی ملاقات ہوتی تھی تو وہ اور لوگون کی طرح بات چیت کرنے
کی تقریبین ڈھونڈ ڈھونڈکر نہین نکالتے تھے؛ اگر دوسرا کوئی بات پوچھتا تو جواب دیدیتے
ورنہ خاموش بیٹھے رہتے۔ بعض اوقات اس برتاؤ سے ناواقف آدمی اُنکو مغرور سمجھتے تھے مگر
وہ کسی کی بدگمانی کے خیال سے اپنا نیچر نہین بدلتے تھے۔

اوضاع و عادات

ولایت جانے سے پہلے اُنکا لباس ہندوستانی وضع کا رہا مگر جب ولایت کا ارادہ
کیا تو مسٹر ہیٹن نے - جو اُنکے دوست تھے - انگلستان سے اُنکو لکھا کہ یہان آؤ تو ترکی لباس
پہنکر آنا، اگر یہان ہندوستانی لباس مین آئے تو یہان کے لوگ تماشا بنا لینگے۔ بہ ظاہر اُنھون نے
اسی وجہ سے ترکی لباس اختیار کیا تھا مگر درحقیقت - جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہین - یہ تبدیلِ لباس
کا ایک بہانہ تھا؛ وہ پہلے ہی ہندوستان کے مسلمانون مین ایک قومی لباس کی بنیاد ڈالنے کا

ارادہ کر چکے تھے اور اس مقصد کے لئے اُنھون نے ترکی لباس سے بہتر کسی لباس کو نہین سمجھا تھا۔
یورپ مین طریقہ پر بود و باش رکھنا، کوٹھی بنگلون مین آبادی سے الگ رہنا، میز کرسی لگاکر کھانا کھانا اُنھون نے ولایت جانے سے پہلے ہی اختیار کر لیا تھا۔ قطع نظر اسکے کہ یہ طریقہ انگریزون کے میل جول کا ایک ذریعہ تھا۔ بڑا فائدہ اُس سے یہ تھا کہ وہ ہندوستانی سوسائٹی مین رہکر کوئی بڑا کام ہرگز انجام نہ کر سکتے تھے۔
دنیا کا عام قاعدہ ہے کہ انسان جس سوسائٹی مین ہوش سنبھالتا ہے اُسکی رسمون اور طریقون سے ایسا مانوس ہوجاتا ہے کہ اُنمین اصلاح کی ضرورت اُسکو کبھی محسوس نہین ہوتی اور اگر بعض کو محسوس ہوتی ہے تو یہ جرأت نہین ہوتی کہ اُنکو چھوڑ دین یا اُنمین کچھ تبدیلی کر سکین۔ مگر سرسید کی طبیعت اس قاعدہ سے مستثنیٰ تھی اور ایسی ہی طبیعت والون کی بدولت انسان وحشی چارپایون کی حالت سے اس درجہ تک پہونچا ہے۔ غدر کے بعد جب سے کہ اُنکا میل جول انگریزون کے ساتھ زیادہ ہوا وہ اپنے ہان کے طریق خورونوش کو ناپسند کرنے لگے اور اُسکو بتدریج بدلنا شروع کیا۔ چنانچہ اول اول وہ عرب کے طریقہ کے موافق فرش پر بیٹھکر اور ایک چوکی پر۔ جو زمین سے چند انچھ اونچی ہوتی ہے۔ کھانا رکھکر کھاتے تھے مگر ولایت سے واپس آنیکے بعد وہ میز کرسی پر کھانے لگے۔

مہمانداری

دوستون اور مہمانون سے اُنکا دسترخوان بہت کم خالی ہوتا تھا۔ جس دن کوئی مہمان نہ ہوتا وہ کھانا کھاتے وقت بشاش نہین معلوم ہوتے تھے اور جس دن زیادہ مہمان ہوتے اُسدن اُنکے گھر عید ہوتی تھی۔ اگرچہ مہمانون کی خاطر و مدارات قدیم سے اُنکی ایک جبلی خصلت تھی مگر جب سے علیگڈھ مسلمانون کی تعلیم کا مرکز بنا اُسوقت سے اُنکا گھر مہمانسرا بنگیا تھا شاید ہی کوئی دن ایسا

ہوتا ہوگا کہ اُنکے ہان کوئی مہمان نہ ہو۔ رات کے کھانے پر اُنکے ہان اکثر پُرلطف صحبت ہوتی تھی؛ مذہبی، علمی، تاریخی اور سوشل ہر قسم کے مسائل پر گفتگو ہوتی تھی اور اسی کے ساتھ ہنسی اور چہل کی باتین بھی ہوتی رہتی تھین۔ کھانون مین زیادہ تعدّد اور تلوّن نہین ہوتا تھا مگر کھانا عموماً عمدہ ہوتا تھا۔ اگر کسی موقع پر کھانا عمدہ نہین ملتا تھا تو جیسا ملجاتا تھا خوشی سے بغیر ناک مونھ چڑھائے سیر ہو کر کھالیتے تھے۔ فصل کی ترکاریان اور فواکہ خصوصاً آم اور خربوزے نہایت مرغوب تھے۔ سنا ہے کہ پہلے خوراک زیادہ تھی مگر بڑھاپے مین بہت گھٹ گئی تھی البتہ بعد کھانا کھانے کے کوئی پاؤ پاؤ سیر دودھ دونو وقت بلاناغہ پی لیتے تھے اور اسکے بعد پیسا دو پیسا بھر چنے یا دال سیو کھاکر مونھ صاف کرتے تھے۔ ولایت جانے سے پہلے پان زردہ کھانے اور حقہ پینے کی بہت عادت تھی مگر ولایت جاتے وقت پان کھانا یک قلم ترک کردیا تھا اور بجاے حقّہ کے سگرٹ پینے لگے تھے۔

مسکرات
کا پرہیز

کسی قسم کی مسکرات کا تمام عمر مین اُنھون نے کبھی استعمال نہین کیا۔ مرنے سے نو دس برس پہلے ایک دفعہ وہ سخت بیمار پڑے تھے، ڈاکٹر نے کوئی ہلکی سی شراب اُنکے لئے تجویز کی، اُنکے ایک دوست نے اُنسے ڈاکٹر کی تجویز کا ذکر کیا، اُنھون نے شراب پینے سے انکار کیا اور مومن کا یہ شعر پڑھا

عمر ساری تو کٹی عشق بتان مین مومن　　　　آخری وقت مین کیا خاک مسلمان ہونگے

کرنل گریہم لکھتے ہین کہ "جب وہ (یعنی سرسید) لندن مین تھے ایک دفعہ ڈیوک اوف آرگائل کے ہان ڈنر پر بلائے گئے، جب شراب سامنے آئی تو اُنھون نے کہا "مین نوح کی شراب نہین پیتا صرف آدم کی شراب (یعنی پانی) پیتا ہون"

صحت جسمانی

اگرچہ آخر عمر مین سرسید بتقاضاے سن بیمار رہنے لگے تھے لیکن اس سے پہلے اُنکی صحت ہمیشہ نہایت عمدہ رہی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ بچپن مین صحیح المزاج ہونے کے سبب اُنکو دوا اٹھنڈائی پینے کا بہت ہی کم اتفاق ہوا تھا، یہی وجہ تھی کہ اگر دوا ذرا بدمزہ ہوتی تو وہ اس پیرانہ سالی مین بھی بچون کی طرح ناک مونہہ چڑھائے بغیر نہین پیتے تھے ۔ عفت و پرہیزگاری اور محنت اور کھانے پینے مین مناسب احتیاط ان سب باتون نے اُنکے مزاج کو اور بھی زیادہ اعتدال پر رکھا ۔ بینائی اخیر تک عمدہ رہی، اگرچہ عینک لگانے کی عادت ہوگئی تھی مگر دن ہو یا رات لکھنے پڑھنے کا کام بے تکلف مثل جوان آدمیون کے کرتے تھے ۔ البتہ نسیان بڑھ گیا تھا، دانت بھی جھوجھرے ہوگئے تھے، چلنا پھرنا اُٹھنا بیٹھنا نہایت دشواری سے ہوتا تھا، کسی جلسہ مین کھڑے ہو کر اب دو چار منٹ سے زیادہ تقریر نہین کرسکتے تھے، باوجود اسکے تصنیف اور تحریر کا کام - جو بمنزلۂ شئہ ضروریہ کے ہوگیا تھا - اخیر دم تک برابر جاری رہا ۔

میلے تماشون سے نفرت

اگرچہ بچپن اور عنفوانِ شباب مین اُنکو میلے تماشون کا بہت شوق تھا مگر جب بھائی کا انتقال ہوا تھا یہ شوق گویا بالکل جاتا رہا تھا، صرف علمی تماشون مین مثل سرکس یا تھئیٹر وغیرہ کے کبھی کبھی شریک ہوجاتے تھے؛ بااینہمہ تھئیٹر کو ہندوستان کے حق مین نہایت مضر خیال کرتے تھے ۔

ظرافت

ظرافت اور خوش طبعی اُنکی جبلت مین داخل تھی مگر جسطرح اُنکی اور باتون مین بناوٹ نہ تھی اسیطرح ظرافت و خوش طبعی مین مطلق تصنّع نہ تھا ۔ تحریر مین، تقریر مین، بات چیت مین جو لطیفہ یا شوخی اُنکو سوجھ جاتی تھی - اگرچہ کیسی ہی شرم و حجاب کی بات ہو - اُن سے ضبط نہ ہوسکتی تھی مگر ہر ایک امر کے بیان کرنے کا خدا نے ایسا سلیقہ دیا تھا کہ کوئی بات تہذیب کی حد سے

متجاوز نہ ہونے پاتی تھی ۔ زیادہ تر اُنکو ظرافت اور شوخی اُن لوگون کے مقابلہ مین سوجھتی تھی جو اُنکی تکفیر یا تضلیل کرتے تھے ؛ وہ اِنکو کافر یا مرتد کہکر اپنا دل ٹھنڈا کرتے تھے اور یہ اسطرح پر اپنے دل کا بخار نکالتے تھے ۔ پادریون سے بھی اُنکا دل بہت دکھا ہوا تھا اسلئے کبھی کبھی بالمشافہہ اُنسے بھی نوک جھوک ہوجاتی تھی ۔

ایک دفعہ وہ ریل مین سوار تھے، کسی اسٹیشن پر دو انگریز اُنکی گاڑی مین آ بیٹھے، ایک اُنمین سے پادری تھا، اُسکو کسی طرح سے معلوم ہوگیا کہ سید احمد خان یہی شخص ہے، سر سید سے کہا " مدت سے آپ کی ملاقات کا اشتیاق تھا، مین آپ سے خدا کی باتین کرنی چاہتا تھا " سر سید نے کہا " مین نہین سمجھا آپ کس کی باتین کرنی چاہتے ہین ؟ اُسنے کہا خدا کی " سر سید نے کمال سنجیدگی سے کہا " میری تو کبھی اُنسے ملاقات نہین ہوئی، اسلئے مین اُنکو نہین جانتا " پادری نے متعجب ہوکر کہا " ہین ! آپ خدا کو نہین جانتے ؟ انھون نے کہا " مجھی پر کیا موقوف ہے، جس سے ملاقات نہو اُسکو کوئی بھی نہین جانتا " پھر کسی شخص کا نام لیکر پوچھا کہ " آپ اُسکو جانتے ہین ؟ پادری نے کہا " نہین مین اُس سے کبھی نہین ملا " سر سید نے کہا " پھر جس سے مین کبھی نہ ملا ہون، نہ مین نے کبھی اُسکو اپنے ہان کھانے پر بلایا ہو، نہ مجھکو اُسکے ہان کھانے پر جانے کا اتفاق ہوا ہو، اُسکو مین کیونکر جان سکتا ہون " پادری یہ سنکر خاموش ہو رہا اور دوسرے انگریز سے انگریزی مین کہا کہ یہ تو سخت کافر ہے ۔ پھر سر سید سے اُسنے کوئی بات نہین کی، اگر تقریر کا سلسلہ آگے چلتا تو اُسکو معلوم ہو جاتا کہ خود اُسکے عقیدہ کے موافق خدا ایسا ہی ہونا چاہیئے جسکے ساتھ ملنا جلنا کھانا پینا لین دین انسان کی مانند ہو سکے ۔

ایک دفعہ دلّی کے کشمیری کالج اور علیگڑھ کالج کا میچ تھا اور دلّی سے کالج کی دو یا تین

جو پادری تھے - میچ کھیلنے کے لئے اپنے طلبہ کو ساتھ لیکر علیگڑھ آئے تھے ۔ سر سید نے اُنکو ڈنر پر
بُلایا - جبکہ مسٹر بک بھی اُنکے ساتھ تھے ۔ کھانے کے بعد پادری صاحب سر سید سے مخاطب ہو کر بولے
کہ " بہت اچھی بات ہی کہ آپ کے کالج مین مذہبی تعلیم بھی ہوتی ہے ' کیونکہ سچا مذہب ہی ایسی چیز ہے جو انسان
مین نیکی پیدا کرتا ہی " پادری صاحب اسلام کو تو - جسکی تعلیم علیگڑھ کالج مین ہوتی ہی سچا مذہب
کہہ ہی نہین سکتے تھے ' لامحالہ اُنکی مراد عیسائی مذہب سے تھی اور عیسائی مذہب کی بدولت
جسقدر دنیا مین خونریزی ہوئی ہے اُسکی مثال کسی مذہب مین نہین مل سکتی ۔ سر سید نے
پادری صاحب کی تقریر سنکر کہا کہ " دنیا مین مذہب سے زیادہ کوئی بدتر چیز اور تمام برائیون اور جرائم کا مخزن
نہین ہے ' تاریخ شاہد ہے کہ جسقدر ظلم اور بے رحمیان اور قتل اور خونریزیان دنیا مین صرف مذہب کے سبب سے
ہوئی ہین وہ ایک طرف اور جو جرائم شیطان نے کرائے ہین وہ ایک طرف رکھے جائین تو بھی مذہبی جرائم
اور بُرائیون کو غلبہ رہیگا ۔ پادری صاحب یہ سنکر چپ ہو گئے اور مسٹر بک سے مکان پر آ کر کہا کہ مین نے
تو اس شخص کو بڑا تھیولوجین سُنا تھا مگر اب معلوم ہوا کہ یہ بالکل غلط تھا ۔

بعض اوقات سر سید کسی مسئلہ کی نسبت اپنے عقیدہ کا اظہار ظرافت کے پیرایہ مین
ایسے طور پر کر جاتے تھے کہ بظاہر ایک ہنسی کی بات معلوم ہوتی تھی مگر درحقیقت وہ اُنکی اصلی
رائے اُس مسئلہ کی نسبت ہوتی تھی ۔ جس زمانہ مین وہ بنارس مین تھے اُنکا ایک آرٹکل
تہذیب الاخلاق مین اس مضمون پر شایع ہوا تھا کہ اجماع - جیسا کہ اہل سنت سمجھتے ہین - حجت
شرعی نہین ہے ۔ شیعون مین سے ایک سید صاحب - جو بنارس مین ملازم تھے - اس آرٹکل
کو پڑھکر خوشی خوشی اُنسے ملنے کو آئے ۔ پہلے کبھی اُنسے ملاقات نہین ہوئی تھی ' سر سید سے

اُس آرٹکل کا ذکر کر کے کہنے لگے "کیون جناب! جب آپ کے نزدیک اجماع حجت نہین تو خلیفۂ اول کی خلافت کیونکر ثابت ہوگی؟ سرسید نے کہا "حضرت! نہ ہوگی تو اُنکی نہ ہوگی، میرا کیا بگڑیگا" وہ یہ سُنکر اور بھی زیادہ خوش ہوے اور سمجھے کہ کچھ پانی مرتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے "کیون جناب! اُس اختلاف کے وقت۔ جب کہ کچھ لوگ خلیفۂ اول کا ہونا چاہتے تھے اور کچھ جناب امیر کا۔ اگر آپ اُسوقت ہوتے تو کسکے لئے کوشش کرتے؟ سرسید نے کہا "حضرت! مجھے کیا غرض تھی کہ کسی کے لیے کوشش کرتا؟ مجھسے تو جہانتک ہوسکتا اپنی ہی خلافت کا ڈول ڈالتا اور سولبسوے کامیاب ہوتا" یہ سنکر اُنکا جی جھوٹ گیا اور جوتیان پہن گھر کا رستہ لیا۔

بظاہر یہ ایک لطیفہ معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت اس پیرایہ مین اُنھون نے اپنی اصلی رائے مسئلۂ خلافت کے متعلق ظاہر کی ہے۔ اُنکے نزدیک۔ جیسا کہ اُنھون نے اپنی تحریرات مین جا بجا ظاہر کیا ہے۔ کوئی شخص خاتم النبیین صلعم کے بعد من حیث النبوۃ انکا جانشین نہین ہوسکتا تھا اور اسلئے وہ کسی کی خلافت کے ماننے یا نہ ماننے کو ضروریات دین مین سے نہین سمجھتے تھے بلکہ خلافت کو محض دنیوی سلطنت کی ایک صورت جانتے تھے اور اسی بنا پر جو کچھ خلفا نے اپنے اپنے عہد مین کیا اُسکا ذمہ دار اسلام کو نہین ٹھیراتے تھے، بلکہ خود اُنھین کو اُسکا جوابدہ اور ذمہ دار سمجھتے تھے۔

سرسید کے لطیفے خاصکر اُن آرٹکلون مین پائے جاتے ہین جنمین معترضین و مخالفین کا ذکر خیر یا اُنکی طرف خطاب ہے اور سب سے زیادہ اُنکے پرایوٹ خطون اور رقعون مین نظر آتے ہین جو وہ اپنے خالص اور بے تکلف دوستون کو وقتاً فوقتاً لکھتے تھے۔

ایک دفعہ۔ جب کہ راقم بھی علیگڑھ مین سرسید کے مکان پر ٹھیرا ہوا تھا۔ خان بہادر مولوی سید فریدالدین احمد سب آرڈنٹ جج کا رقعۂ دعوت سرسید کے نام آیا؛ رقعہ کے خاتمہ پر اُنھون نے

اپنا نام اسطرح لکھا تھا "جانی فرید" (یعنی گنہگار فرید) سرسید نے جو اُسکا جواب لکھا اسکے عنوان پر وہی الفاظ۔ جو مولوی صاحب نے اپنی نسبت لکھے تھے۔ لکھدیے یعنی "جانی فرید"

اس قسم کے ہزارون چٹکلے سرسید کی پبلک اور پرائیوٹ تحریرون مین ملتے ہین جنکو جمع کیا جائے تو ایک مستقل رسالہ لطائف ونوادر کا مرتب ہوسکتا ہے؛ مگر اس شخص کی زندگی۔ ایسے مہتم بالشان واقعات سے بھری ہوئی ہے کہ اُنھین کا سمیٹنا بیوگرفر کی طاقت سے باہر ہے چہ جائیکہ اُسکے لطائف ونوادر کو جمع کرنا اور اس شعر کا مصداق بننا

"بخون آلودہ دست و تیغ غازی ماندہ بےتحسین     تو خواہی۔ زیب اسپ و زینت برگستوان بینی"

سرسید کی شوخیِ طبع جیسی جوانی اور کہولت کے زمانہ مین تھی ویسی ہی بُڑھاپے مین اخیر عمر تک رہی۔ مرنے سے چار برس پہلے۔ جبکہ اُنھون نے تیسری بار تہذیب لاخلاق جاری کیا۔ اُسکے اشتہار کے ساتھ۔ جو اُنھون نے ایک چھوٹا سا آرٹکل بطور تمہید کے لکھا تھا اُس کے آخر مین لکھتے ہین "گو ہمارا دل کیسا ہی ٹوٹا ہوا ہو مگر امید ہے کہ اب کا تہذیب الاخلاق اگر پہلے سے اچھا نہوگا تو بُرا بھی نہ ہوگا۔ اور اگر وہ مکاتباتِ دلچسپ بھی تہذیب الاخلاق مین چھپنے لگے۔ جو ہم مین اور نواب محسن الملک مولوی مہدی علی مین بعض مسائل کی نسبت ہونے والے ہین اور جنسے قصۂ آدم یاد آجاویگا اور کبھی سید احمد کو حکم ملیگا کہ مہدی علی کو سجدہ کرو اور کبھی مہدی علی کو حکم ہوگا کہ سید احمد کو سجدہ کرو۔ تب تو تہذیب لاخلاق نہایت ہی دلچسپ ہوجاویگا۔ اور خدا نکرے کہ اُن دونون مین سے کوئی یہ کہے کہ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَارٍ وَّخَلَقْتَہٗ مِنْ طِیْنٍ"

مطالعہ کی عادت ابتدا سے اُنکی رفیق رہی۔ جس زمانہ مین وہ فتحپور سیکری مین منصف تھے اُسوقت مولانا نور الحسن مرحوم آگرہ مین منصف تھے، سرسید کی اُنسے نہایت گہری دوستی تھی،

مطالعہ کے وقت کتاب کے مشکل مقامات۔ جو سمجھ مین نہ آتے تھے۔ اُنکے سمجھنے کے لئے ہر اتوار کو وہ گھوڑے
پر سوار ہو کر فتحپور سے آگرہ مین مولانا کے پاس آتے تھے۔ کئی برس تک بلاناغہ اُنکا یہی دستور رہا۔
وہ کہتے تھے کہ میرا گھوڑا رستے سے ایسا آشنا ہو گیا تھا کہ ایک بار آگرہ سے چھوٹ کر فتحپور اپنے تھان
پر پہنچ گیا تھا۔

سر سید کا مطالعہ نہ صرف دل بہلانے یا عبارت کا لطف اُٹھانے کے لئے ہوتا تھا اور نہ
کتاب دانی کی غرض سے۔ جیسا کہ مدرس اور طلبہ کتاب کے ایک ایک لفظ اور جملہ اور ترکیب پر غائر نظر
کرتے ہین، بلکہ اُنکا مطلب صرف مصنف کے خیالات سے اطلاع حاصل کرنا ہوتا تھا۔ جو بات کتاب مین
اُنکے کام کی ہوتی تھی اُسپر پنسل سے نشان کر دیتے تھے، اور اگر کوئی مضمون کسی اخبار مین کام کا ہوتا تھا
اُس ورق کو الگ کر کے اپنے اخبار کے فائل مین۔ جو ہر وقت سامنے رکھا رہتا تھا۔ چسپان کر دیتے تھے۔
جو مہتم بالشان سوالات ملک مین دائر و سائر ہوتے تھے اگر اُنکے متعلق کوئی عمدہ مضمون کسی اخبار مین
نظر پڑ جاتا تھا اُسکو زیادہ غور سے دیکھتے تھے اور ہر ایک سوال کے متعلق اپنی ایک مستقل رائے
قائم کر لیتے تھے۔ اگر کبھی ضرورت سمجھتے تھے تو اُسپر چھوٹا یا بڑا آرٹکل لکھکر چھپنے کو بھیجدیتے تھے۔ جو
مضمون اُنکے خلاف اخبارون مین چھپتے تھے اُنکو بہت شوق اور توجہ سے دیکھتے تھے اور اکثر حاضرین
کو بھی سناتے تھے۔ انگریزی اخبارون کی بعض خبرین، یا نوٹس یا کوئی ضروری آرٹکل کسی
انگریزی دان سے پڑھوا کر سن لیتے تھے اور جو بات سمجھ مین نہ آتی اُسکا ترجمہ کرا لیتے تھے۔
کتابین اکثر اُنکے مطالعہ مین مذہبی دیکھی گئی ہین، تصنیف کی حالت مین صرف بقدر ضرورت
یا تو کتاب خود دیکھ لیتے تھے اور یا کوئی دوسرا شخص مقام مطلوب نکالکر اُنکو دکھا دیتا تھا۔ اگر کوئی

لطیف بات مضمونِ کتاب کے خلاف یا اُسکی مؤید یا اُسکے متعلق ذہن مین آجاتی اُسیوقت اُسپر
کچھ لکھا اور اخبار مین چھپنے کو بھیجدیا ۔

غدر کے بعد سے پریس ہمیشہ اُنکے ہاتھ تلے رہا اسلئے یہ عادت اُنکی طبیعت ثانی بن گئی تھی
کہ مضمون لکھنے کے بعد۔ جب تک کہ وہ شایع نہ ہوجاتا۔ اُنکو چین نہ پڑتا تھا ۔ یہی حال کتاب کی
تصنیف کا تھا، ادھر ایک پوائنٹ ختم ہوا اور اُدھر چھپنے کے لئے بھیجا گیا ؛ مسودہ پر بار بار نظر ڈالنا
اور زیادہ کاٹ چھانٹ کرنا اُنکا دستور نہ تھا، البتہ مسودہ صاف کرنے کے لئے وہ کاتب کو دیتے تھے،
اور جب صاف ہوجاتا تو کتابت کی تصحیح کے ارادہ سے اُسکو ایک نظر دیکھ لیتے تھے ۔

تصنیف کی حالت

تصنیف کی حالت مین جب کوئی مشکل مقام پیش آجاتا اور زیادہ غور کی ضرورت ہوتی
تو وہ۔ تنہا ہوتے یا مجمع مین۔ بالکل اُسمین مستغرق ہوجاتے تھے، چہرہ عبوس ہوجاتا تھا، ہنسی
یا تبسم پاس نہ آتا تھا، لوگ آپس مین باتین کرتے مگر اُنکو کچھ خبر نہ ہوتی تھی ۔ کبھی ایسے موقع پر
آنکھین بند کرکے لیٹ جاتے تھے اور جب تک طبیعت راہ نہ دیتی برابر اُسی خیال مین منہمک رہتے،
جب عقدہ حل ہوجاتا فوراً چہرہ پر بشاشت آجاتی ۔ اگر اُسوقت کوئی مخاطب صحیح پاس ہوتا تو بعض
اوقات اپنا سانحہ اُسکے روبرو بیان کرتے، اگر اَور لوگ بھی اُسکو پسند کرتے تو خوش ہوتے، اگر کوئی
اعتراض کرتا تو اسپر بحث کرتے یا خاموش ہوجاتے مگر فوراً تسلیم کبھی نہ کرتے تھے ۔

خطون کا جواب دینا

خطون کا جواب دینے مین وہ نہایت فیاض تھے ۔ جو خط کہ پانی پت سے علیگڑھ بھیجا جاتا ہے
اگر وہان پہنچتے ہی اُسکا جواب لکھا جائے تو تیسرے دن وہان سے جواب آجاتا ہے ؛ مجھے یاد نہین پڑتا
کہ میرے خط کا جواب کبھی چوتھے دن آیا ہو یا بالکل نہ آیا ہو، جبکہ اُنکا برتاؤ ہم لوگون کے ساتھ یہ تھا

تو دیکھنا چاہئے کہ اپنے خاص دوستون اور ہمسرن اور ہم رتبہ لوگون کے ساتھ کیسا ہوگا؟ دوستون کو معذوری کی حالت کے سوا وہ ہمیشہ پرائیوٹ خطوط اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، البتہ مدرسہ وغیرہ کے متعلق جو خط لکھنے ہوتے تھے وہ اکثر پیشدسُت لکھتا تھا اور وہ خود بتاتے جاتے تھے۔ لیکن جو فضول تحریرین لوگ اُنکے پاس بھیجتے تھے اُنکا کچھ جواب نہ دیتے تھے۔ جس خط کا جواب لکھ چکتے اُسکو فوراً چاک کر ڈالتے تھے۔ کبھی اُنھون نے کسی کی تحریر کو۔ اس خیال سے کہ اُسکو الزام دینے یا شرمندہ کرنے کا موقع رہے۔ اپنے پاس دستاویز بناکر نہین رکھا۔ جب کسی خالص و مخلص دوست کی زیادہ بیماری کی خبر آتی تو جب تک صحت نہ ہوتی وہ برابر تار پر تار یا خط پر خط بھیجتے رہتے۔ جو خط کہ وہ اپنی بے تکلف اور خالص و مخلص دوستون کو لکھتے تھے اُنکا انداز تحریر فی الواقع ایسا دلکش اور دلنشین ہوتا تھا کہ اگر اُسکو جادو یا افسون یا حُب کا عمل کہا جائے تو کچھ مبالغہ نہوگا۔ افسوس ہے کہ ابتک کسی نے اُنکے خطوط جمع کرنے کی طرف توجہ نہین کی، اگرچہ امید نہین ہے کہ اُنکا دسوان حصّہ بھی اب فراہم ہو سکے لیکن جسقدر دستیاب ہون اُنکا جمع کرنا نہایت ضرور ہے۔ وہ ایک ایسا مجموعہ ہوگا جو غیرون کو اپنا بنانا اور وحشیون کو رام کرنا سکھائیگا، وہ سچی دوستی اور سچی محبت کا نمونہ ہوگا، وہ آیندہ نسلون کو یاد دلائیگا کہ ہمارے اسلاف کیسے بے ریا اور کیسے محبت والے ہوتے تھے؟ کسطرح دوستون کا دل اپنی مٹھی مین رکھتے تھے؟ اور کیونکر اُنکے دلون کو شکار کرتے تھے۔

جب وہ ولایت سے ہندوستان آنے کو ہین اُنھون نے مولوی مہدی علی خان کو اپنے آنے کی اطلاع دی ہے اُسمین لکھتے ہین کہ "چوتھی یا پانچوین کو الہ آباد پہنچکر آپ کے دیدار فرحت آثار سے مشرف ہونگا اور آپ کے قدمون کو مثل نعلین بوسہ دونگا۔ اگرچہ آپ کے قدم میرے ناپاک لبون سے ناپاک ہو جاوینگے

مگر امید ہے کہ آپ مرحمت سے دھو لینگے ؛ خنزیر خود ناپاک ہے مگر جس پاک چیز کو وہ مس کرے دھونے سے پھر پاک ہو سکتی ہے "

" افسوس مین نے غلطی کی جو اپنے تئین خنزیر سے تشبیہ دی ' وہ تو مجھسے بہت اعلے ہے ' خدا نے اُسکو یاد کیا ہے ' مجھے تو سوا ے مہدی علی کے اور کوئی یاد بھی نہین کرتا "

اسکے بعد مولوی مہدی علی کی تحریرات جو اخبار مین کچھ سرسید کے موافق اور کچھ مخالف چھپی ہین اُنکا ذکر کرتے ہوے لکھتے ہین کہ " جو جو مقام مجھکو اُسمین کھٹکتے ہین (یعنی جو میرے خلاف ہین) اُس سے میرا دل عجیب طرز پر خوش ہوتا ہے جیسے کوئی سوداگر یہ دیکھے کہ ایک نہایت بیش بہا و بے نظیر ہاتھی اُسکی اَوگی مین آن پھنسے اور وہ یقین کرے کہ اب وہ نکلنے والا نہین " یہ ایک معمولی مثال ہے اُن محبت آمیز باتون کی جو سرسید کی دوستانہ تحریرون مین عموماً دیکھی جاتی ہین ؛ اور اس بات کی تصدیق سید مہدی علی خان سلمہم اللہ خود کرینگے کہ وہ فی الواقع سید کی اوگی مین پھنسے تھے یا نہین ، اور پھنسکر اُسمین سے نکلنے کا اُنکو موقع ملا یا نہین ؟

محنت اور جفاکشی کی قابلیت بھی سرسید کے خاص اوصاف مین سے تھی . قطع نظر اسکے کہ ابتدا سے اُنکو کام کرنے کی عادت رہی اُنکے قُوے مین فطرۃً مشکلات کے برداشت کرنے اور (یعنی کام سے ہمت نہ ہارنے کی لیاقت اور استعداد رکھی گئی تھی اور ظاہراً اُنکی غیر معمولی ذہانت اُنکی دائمی غور و فکر اور دماغی محنت کا نتیجہ تھا کیونکہ بچپن مین - جیسا کہ خود سرسید کے بیان سے معلوم ہوا ہے - وہ باعتبار ذہانت و جودت کے اپنے ہمچشمون مین کچھ امتیاز نہ رکھتے تھے ، مگر چونکہ اُنھون نے اپنے تمام قُوے سے - جو خدا تعالی نے اُنکے نفس مین ودیعت کئے تھے - پورا پورا

کام لیا تھا اسلئے اُنکے ذہن اور حافظہ اور عقل سب کو جلا ہو گئی تھی۔ کہتے ہین کہ نیوٹن اسکول مین کچھ ذہین لڑکا نہین معلوم ہوتا تھا، جب اُس سے بڑے بڑے کار نمایان ظاہر ہوے اور اُس سے لوگون نے پوچھا کہ تمنے اتنی نئی باتین کیونکر نکالین تو اُسنے یہی جواب دیا کہ "مین استقلال کے ساتھ برابر غور کرتا رہا" محنت سے ایسے بڑے بڑے کام ظہور مین آئے ہین کہ بعض علما کو شبہہ ہو گیا ہے کہ آیا ذہانت بغیر محنت کے فی نفسہ کوئی چیز ہے یا نہین ؟

بہر حال سرسید کے تمام قواے عقلیہ کی جلا کرنے والی اور اُنکو ترقی کے اعلے درجہ پر پہنچانے والی اُنکی دائمی محنت اور متصل غور و فکر اور استقلال تھا۔ سید میر محمد مرحوم امام جامع مسجد دہلی بیان کرتے تھے کہ "جس زمانہ مین سید صاحب دلّی سے رہتک بدل کر گئے ہین مین بھی اُنکے ساتھ گیا تھا۔ وہ صبح سے دس بجے تک مولوی نوازش علی صاحب سے جنکو دلّی سے ہمراہ لے گئے تھے سبق پڑھتے تھے، بیس بیس بائیس بائیس صفحے شرح جامی اور قطبی کے وہ ہر روز پڑھ لیتے تھے، مین بھی اُنکے ساتھ پڑھنے کے لئے گیا تھا مگر اس رفتار سے اُنکے ساتھ نہ چل سکا اور واپس دلی چلا آیا۔ سبق کے بعد وہ کھانا کھا کر تھوڑی دیر قیلولہ کرتے تھے، پھر کچہری جاتے اور شام تک کچہری کرتے، وہان سے آکر شام کے کھانے اور نماز ون سے فارغ ہو کر سو رہتے، کوئی تین ساڑھے تین گھنٹے سوتے تھے، اسکے بعد ہمیشہ بلا ناغہ اُٹھ بیٹھتے اور صبح تک برابر لکھا کرتے تھے، جب تک مین رہتک مین رہا برابر اُنکا یہی قاعدہ دیکھا"

یہ تو اُس زمانہ کا حال ہے جب سرسید کی عمر ۳۶ برس کی تھی، اُس سے آٹھ نو برس بعد مرادآباد اور غازیپور مین بھی۔ جبکہ وہ تبئین الکلام لکھتے تھے۔ اُنکی محنت کا حال۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اسی کے قریب قریب تھا۔ ولایت مین خطبات احمدیہ کے لکھنے مین اُنھون نے ڈیڑھ برس برابر

ایسی محنت شاقہ کی جس سے آخر کار اُنکے پانو مین ایک مرض پیدا ہو گیا جو اخیر دم تک اُن سے نہین ہٹا اُنکے پانو اور پنڈلیان سوج جاتی تھین اور تلوون مین درد ہو جاتا تھا مہینے مہینے دو دو مہینے برابر یہ تکلیف رہتی تھی، چند روز کو افاقہ ہو جاتا تھا پھر وہی شکایت پیدا ہو جاتی تھی۔ باوجود ان مشکلات کے اُنھون نے خطبات احمدیہ کو ولایت ہی مین پورا کیا اور وہین چھپوایا۔

جس زمانہ مین وہ سائنٹفک سوسائٹی کا مکان بنوا رہے تھے سخت گرمی کا موسم تھا، شام تک لُو چلتی تھی، وہ کچہری سے آکر گھر کی ٹٹّی اور پنکھا چھوڑ کر سیدھے سوسائٹی پہنچتے تھے اور ظہر و عصر اور مغرب کی نمازین وہین پڑھتے تھے۔ اُنکے دوست محمد سعید خان بیان کرتے تھے کہ اکثر مجھے بھی وہ ساتھ لیجاتے تھے، میرا گرمی اور لُو کے مارے بُرا حال ہوتا تھا مگر وہ بے تکلف سارا دھوپ اور لو اور گرمی کا وقت وہین راج مزدورون مین بسر کرتے تھے۔

اخیر زمانہ مین - جو کہ شیخوخت کا زمانہ تھا - اُنکی محنت جوانی اور کہولت کے زمانہ سے بھی زیادہ حیرت انگیز تھی۔ وہ اُس پیادہ سیاح کی طرح - جو سرد سیر ملک مین سیاحت کے لئے داخل ہو - جون جون آگے بڑھتے جاتے تھے اُسیقدر اُنکی چال زیادہ تیز ہوتی جاتی تھی۔ اُنکا اس عارفانہ مقولے پر پورا پورا عمل تھا کہ "ضاعف فی الکبر ھمّتک فانّ وقتک قد دنی وعمّا قلیلٍ تدّعی"

(یعنی بڑھاپے مین اپنی ہمت دوچند کر کیونکہ تیرا وقت قریب آپہنچا ہے اور عنقریب تیری بلاؤ ہونے والی ہے)

وہ تقریباً ہمیشہ صبح کے چار بجے سے شام کے آٹھ بجے تک برابر جاگتے اور مختلف کامون مین مصروف رہتے تھے، دوپہر کو سخت بیماری کے سوا کبھی پلنگ پر جا کر نہ لیٹتے تھے، اگر کبھی رات کو نیند نہ آتی اور دن کو نیند کا غلبہ زیادہ ہوتا تو بھی وہ اپنی نشستگاہ سے نہین اُٹھتے تھے،

جو ایسا ہی نیند کا خمار رہا تو وہین کرسی یا تکیہ کے سہارے سے ذرا کمر سیدھی کر لیتے تھے، اگر اسمین کبھی آنکھ لگ گئی تو ذرا سی آہٹ سے فوراً اٹھل جاتی تھی اور پھر اپنے کام مین لگ جاتے تھے۔ چونکہ بڑھاپے اور زیادہ فربہی کے سبب وہ اپنے مین پھرتی اور چالاکی کی قابلیت نہین دیکھتے تھے اسلئے جن کامون مین پھرتی کی ضرورت ہوتی تھی اُنکے لئے بہت پہلے سے تیار ہو جاتے تھے۔ اگر ریل پر وقت سے دو دو گھنٹے پہلے جا بیٹھتے تھے، کسی ڈنر یا دعوت یا جلسہ یا دربار مین جانا ہوتا تو وقت معین سے بہت پہلے تیار ہو بیٹھتے تھے، کسی حاکم اعلےٰ کو ایڈریس دینی ہوتی تھی تو دس دس بارہ بارہ روز پہلے سب کام لیس کر رکھتے تھے؛ غرض کہ ہر ایک کام کی تیاری وہ اُسوقت سے شروع کرتے تھے جب کسی کو اُسکا سان گمان بھی نہ ہوتا تھا۔

تصنیف و تالیف کے علاوہ - جو اُنکا ایک لازمی مشغلہ تھا - مدرسہ کے متعلق تمام اہم اور ضروری کام یا تو وہ خود اپنی ذات سے کرتے تھے یا اپنی نگرانی مین اپنے پیشدستون سے لیتے تھے مثلاً مدرسہ کی سالانہ آمدنی اور خرچ کا بجٹ بنانا اور اُسکا خلاصہ گورنمنٹ مین بھیجنے کے لئے مرتب کرنا، سالتمام کی رپوٹ لکھنی، ہر دوسرے تیسرے مہینے اجنڈا تیار کرنا اور اُسکے تمام کاغذات چھپوا کر ٹرسٹیون کے پاس بھیجنے اور اُنکو ووٹ بھیجنے کے لئے اکثر کئی کئی دفعہ تقاضے کے خط لکھنے، پھر ہر ایک جلسہ کی روئداد لکھکر اور چھپوا کر ٹرسٹیون کی پاس بھیجنی، گورنمنٹ سے، سررشتہ تعلیم سے، طالب علمون کے مربیون سے، بینک سے، اور ٹرسٹیون سے وقتاً فوقتاً کتابت کرنا، روزانہ آمدنی اور خرچ کو روزنامچہ مین درج کرنا، عمارتون کی نقشے تجویز کرنے اور اُنکے موافق ہر ایک عمارت کو اپنی نگرانی مین تیار کرانا، اُنکے لئے ہر قسم کا سامان

اور مصالح اپنی رائے اور تجویز سے منگوانا ' ہر ایک عمارت کے لئے مناسب کتبہ یا تاریخ تجویز کرنی ' اور اُسکو اپنے اہتمام مین کندہ کرانا ' تیار شدہ عمارتون کی تا بمقدور خبر رکھنی اور اُنکے نقصانات کا تدارک کرنا ' کالج اور تعمیر کے اخراجات کے لئے چندہ جمع کرنے کی نت نئی تدبیرین سوچنی اور اُن تدبیرون کے موافق عمل درآمد کرنا اور اخبار اور خطوط کے ذریعہ سے چندہ کی تحریک کرنا ' اگر روپیہ بہم نہ پہنچے تو قرض سے مدرسہ کا کام چلانا ' کالج یا بورڈنگ ہوس کے انتظام کے متعلق جب کوئی شکایت گذرے تا بمقدور اُسکے تدارک کی فکر کرنا اور جب کوئی مناسب یا ضروری تجویز منظور ہو جائے اُسکے پورا کرنے کے لئے ہر قسم کی تدبیر عمل مین لانا ' اُردو اخبارات جو اطراف و جوانب سے آتے تھے اُن سب پر ایک نظر ڈالنا اور بعض انگریزی اخبارون کو کسی اپنے پیشدست سے پڑھوا کر سننا ' ہمیشہ قوم کے اہم معاملات سے - جو اخبارون مین درج ہوتے تھے - نوٹس لینا اور اپنے اخبار مین اُنپر بحث کرنا اور بعض ضروری مضامین کا ترجمہ انگریزی مین کرا کر کبھی اپنے اخبار مین اور کبھی کسی معتبر انگریزی اخبار مین شائع کرانا ' ہفتہ مین دو بار اخبار کے پُروفون کا خود صحیح کرنا ' اپنی یا دوستون کی کتابین - جو فروخت کی غرض سے مدرسہ کے فائدہ کے لئے ہمیشہ چھپتی رہتی تھین یا کانفرنس کی رپوٹین اور لکچر یا کالج کا بجٹ یا رپورٹ سالتمام یا ٹرسٹیون کے اجلاس کی روئدادین - غرض کہ جو کچھ اُنکے اہتمام مین چھپتا تھا سب کی کاپیون یا پروفون کا اصل سے خود مقابلہ کرانا اور آپ اُنکی تصحیح کرنا اور اپنے سامنے اُنکے پیکٹ بنوا کر مطبع مین بھیجنا ' مدرسہ کی تجارتی کتابون کے خود اشتہار چھپوا کر اُنکو آپ فروخت کرنا اور اُنکا حساب کتاب رکھنا ' کالج کے متعلق تمام حساب کتاب کے رجسٹرون ' بجٹون ' رپوٹون

اور روئدادون وغیرہ کی اور کالج لائبریری کے متعلق اور نیٹیل زبانون کی کتابون کی جلدین بندھوا کر الماریون مین اپنے سامنے احتیاط سے رکھوانا' یوروپین حاکم اور افسر اور ارکان سلطنت جو اکثر کالج کے ملاحظہ کو آتے رہتے تھے اُنکی مدارات اور استقبال و مشایعت کا خود انتظام کرنا' اُنکے دربار کے لئے ہال کو خاص اپنے اہتمام مین آراستہ کرانا' اُنکے واسطے ایڈریس تیار کرنا اور اُسکو انگریزی مین ترجمہ کرانا اور چھپوانا' اور پھر ایڈریس اور اُسکا جواب اور تمام جلسہ کی کارروائی کو اخبار کے ذریعہ سے شائع کرنا' محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے موقع پر خواہ اُسکا اجلاس علیگڑھ مین ہو اور خواہ کسی دوسرے شہر مین سب کام چھوڑ کر آٹھ دس روز تک برابر اُسکی کارروائی اور انتظام مین ہر وقت مصروف رہنا' یہ اور اسی قسم کے بے شمار چھوٹے بڑے کام یہ شخص اس ضعیفی کے زمانہ مین سرانجام کرتا تھا. اگر ان تمام کامون سے قطع نظر کیجائے اور صرف چندہ جمع کرنے اور اُسکی تدبیرین سوچنے ہی کے کام پر غور کیجائے تو یہی ایک ایسا کام تھا کہ اگر دوسرا شخص اسی کام کو اپنے ذمّے لے لیتا تو پھر وہ اور کسی کام کا نہین رہ سکتا تھا. تعمیرات کا کام بھی کوئی آسان کام نہ تھا جسکے لئے کم سے کم ایک لائق اور سیر رکھنے کی ضرورت تھی' مگر سرسید نے یہ بوجھ بھی اپنے سر دھر لیا تھا یہانتک کہ سات آٹھ لاکھ کی عمارت صرف اپنی تجویز اور اپنے اہتمام سے بنوا ڈالی.

باوجود ان تمام بکھیڑون کے وہ اپنی خاص طرز کی تصنیف کا نہایت کٹھن اور دشوار گزار مرحلہ بھی انھین مشغلون کے ضمن مین طے کرتے تھے. دوستون کے بے شمار خطون کی جواب اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے' مہمانون کی حالت کے موافق اُنکی آسایش کا انتظام کرتے تھے' اُنکے

لانے کے لئے مختلف اوقات مین ریلوے سٹیشن پر سواری بھیجتے تھے اور جب تک اُنکا قیام رہتا تھا ہر وقت اُنکا خیال رکھتے تھے۔ سچ یہ ہے کہ جو مستعدی اور ہمت اور ہر ایک بات کی خبرداری اور ہر ایک فرض کی نگہداشت اس شخص مین بڑھاپے مین دیکھی گئی ہے وہ کسی توانا اور تندرست نوجوان مین بھی نہین پائی جاتی اور یہ کہنا کچھ مبالغہ مین داخل نہین ہے کہ ایک محض ناواقف شخص بھی صرف اُسکے روزمرہ کے کام دیکھکر اسقدر ضرور سمجھ سکتا تھا کہ اس شخص کی خلقت معمولی آدمیون کی خلقت سے جداگانہ تھی۔ متنبّی نے کیا خوب کہا ہے

وَاِذَا کَانَتِ النُّفُوسُ کِبَارًا    تَعِبَتْ فِیْ مُرَادِهَا الْاَجْسَامُ

(یعنی جب نفوس انسانی اعلے درجہ کے ہوتے ہین تو اعضائے انسانی اُنکے ارادے پورے کرتے کرتے تھک جاتے ہین)

باوجود اسقدر مصروفیت اور کامون کی کثرت کے اُنکی زندہ دلی نہایت تعجب خیز تھی۔ وہ جہانتک ممکن ہوتا تھا رنج اور افسردگی کو کبھی پاس نہ آنے دیتے تھے اور خانگی بکھیڑون اور خرخشون سے تابمقدور الگ تھلگ رہتے تھے۔ جسطرح اُنکے باپ گھر کے تعلقات سے آزاد تھے اسی طرح سرسید اپنے پرایوٹ معاملات سے بہت ہی کم سروکار رکھتے تھے اور یہی اثر اُنکی اولاد مین پایا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ قومی کامون کے متعلق کوئی کیسا ہی معقول عذر کرے اور مکروہات خانگی کے سبب کیسی ہی مجبوری بیان کرے وہ ہرگز نہ سنتے تھے اور جب تک سب کام چھوڑکر اُنکی فرمایش پوری نہ کیجاتی تھی وہ کسی عذر کو قابل سماعت نہ سمجھتے تھے۔ وہ ہمیشہ جب کام سے خالی ہوتے تھے ہنسی دل لگی اور دوستون کی صحبت سے اپنے دل کو خوش کرتے تھے۔ بچون سے، بوڑھون سے، جوانون سے، دوستون سے، ملازمون سے، انگریزون سے اور ہندوستانیون سے بشرطیکہ

دل ملا ہوا ہو اور کسی طرح کی مغایرت نہو۔ ہنسی اور چہل کئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ یہی زندہ دلی تھی جو انسے ایسی سخت محنت کراتی تھی اور تکان اور ماندگی اور ملال و کلال کو کبھی پاس نہ آنے دیتی تھی اگرچہ جس زمانہ مین ہمنے انکو دیکھا ہے اُنکی ہنسی اور چہل صرف باتون مین رہگئی تھی مگر۔ جیسا کہ سنا گیا ہے۔ ابتدا مین اُنکی شوخیان صرف بات چیت ہی مین محدود نہ تھین۔ کرنل گریہم جو اُنکے قدیم دوست تھے۔ لکھتے ہین کہ "وہ اسقدر خوش طبعی اور تمسخر کرتا ہے جسقدر کہ کوئی آدمی کرسکتا ہے" کبھی رات کے وقت ایک رسّی سے سانپ سانپ کہکر حاضرین کو ڈرا دینا، کبھی نہایت بھیانک اور ڈراونی آواز سے اُونگھتون کو چونکا دینا، کبھی کسی سوتے ہوے کی چھاتی پر چڑھکر اُسپر اپنا سارا بوجھ ڈال دینا اور اسی طرح کی اور بہت سی باتین جنمین سے بعض بیان نہین کیجا سکتین اُنکے دوستون سے سُنی گئی ہین۔

بعض اوقات اُنکے ماتحت یا ملازم جنسے بے تکلفی تھی اُنکو ایسا جواب دیتے تھے جس سے اُنھین شرمندہ ہونا چاہئے تھا مگر وہ کبھی بُرا نہ مانتے تھے بلکہ خوب قہقہے لگاتے تھے اور خوش ہوتے تھے۔ منشی غلام نبی خان مرحوم نے اس امر کے متعلق ایک دلچسپ نقل بیان کی، وہ کہتے تھے کہ "حافظ عبدالرحمن جو ۴۵ برس سید صاحب کے رفیق رہے وہ رُہتک مین بھی اُنکے ساتھ تھے، اگرچہ وہ سرکاری نوکر تھے مگر سید صاحب قلتِ تنخواہ کے سبب اُنکو اپنے پاس رکھتے تھے، اُنسے اکثر ہنسی چہل کی باتین ہوتی رہتی تھین، حافظ جی اپنی ترقی کے لیے اکثر کہا کرتے مگر۔ چونکہ ترقی کی گنجایش نہ تھی۔ سید صاحب ہنسی سے یہ کہکر ٹال دیتے کہ تمھارا خط اچھا نہین اور نہ کبھی اچھا ہوسکتا ہے کیونکہ تم بدصورت ہو اور بدصورت کبھی خوشنویس نہین ہوسکتا۔ ایک دن حافظ جی نے کہا آپ تو ماشاءاللہ بہت وجیہ ہین، آپکا خط کیون اچھا نہین؟

سید صاحب نے کہا میرے گلے کی رسولی نے میری وجاہت کو بگاڑ دیا ہے اسواسطے مین بھی بدصورت ہوگیا ہون، بس میرا خط کیونکر اچھا ہوسکتا ہے"

"ایک دن سید صاحب نے حافظ جی سے کہا بھلا صاحب! اگر تم بادشاہ ہوجاؤ تو مجھے کیا عہدہ دو؟ حافظ جی نے وہ تمام سلوک - جو سید صاحب اُنکے ساتھ کرتے تھے - بیان کئے کہ مین آپ کی بڑی خاطر کرون، دونو وقت آپ کو اپنے ساتھ کھانا کھلاؤن، رات کو آپ کا پلنگ اپنے پلنگ کے برابر بچھواؤن، اور چنان کرون اور چنین کرون" سید صاحب نے کہا ان باتون کو جانے دو، یہ بتاؤ کہ مجھے عُہدہ کیا دو؟ حافظ جی نے ذرا دکھی صورت بناکر کہا حضرت! مین مجبور ہون، چونکہ آپ کا خط اچھا نہین اسلئے کوئی عہدہ نہ دے سکونگا۔ سید صاحب اور ہم سب لوگ یہ گرم فقرہ سنکر پھڑک گئے اور بہت دیر تک ہنستے رہے" غرض کہ سر سید نے تا بمقدور کبھی غم اور رنج کو پاس نہین آنے دیا: شہر مین، بیرونجات مین، آبادی مین، جنگل مین، جہان کہین ہوے اُنھون نے اپنی خوشی اور دل لگی کا کچھ نہ کچھ سامان ضرور مہیا کرلیا۔

وہ اپنی باتون سے نہ صرف بڑون کو بلکہ بچون کو بھی تسخیر کرلیتے تھے، یہانتک کہ جو وحشت بچون کو بڑے بوڑھون کی صحبت سے ہوتی تھی وہ اُنمین باقی نہ رہتی تھی۔ اُنھون نے اپنے بھتیجے کو، اپنے بیٹون کو اور اخیر عمر مین پوتے کو اپنے سے ایسا مانوس رکھا کہ مائین بھی بچون کو اپنے ساتھ ایسا مانوس نہین رکھ سکتین، اُنکا برتاؤ اُن سب کے ساتھ بالکل ایسا رہا جیسا یار دوستون کا ایک دوسرے کے ساتھ ہوتا ہے۔ مراد آباد مین اُنکے بھتیجے کو کنکوّے لڑانے کا شوق حد سے زیادہ بڑھ گیا، سر سید چاہتے تھے کہ یہ دھت جاتی رہی مگر اُسپر جبر کرنا گوارا نہ تھا۔ آخر لاچار ہوکر ایک دن کہا کہ بھئی آج تمھاری پتنگ بازی کی ہم بھی سیر دیکھینگے، شام کو - جب کہ پیچ پڑ رہا تھا اور دونو طرف سے

ڈھیل دی جارہی تھی۔ آپ بھی وہان پہنچے اور ہاتھ بڑھاکر چلتی ڈور کو تھام لیا اور جب پیچ کٹ گیا تو پکار پکار کے کئی دفعہ کہا "ہم ہارے ہم ہارے" یہ دیکھکر فریق ثانی کا جوش کم ہوگیا، دوسرے دن کوئی اُدھر سے پتنگ لڑانے کو نہ اٹھا اور پتنگ بازی کا خاتمہ ہوا۔

سرسید کی ذہانت بھی۔ جیساکہ ہم پہلے لکھ چکے ہین۔ اُنکی لگاتار محنت اور متصل دماغی ریاضت کا ایک نتیجہ تھا۔ ایک یوروپین مصنف نے لکھاہے کہ "مین ایسے بہت سے لوگون سے واقف ہون جو بڑے ذہین مشہور تھے لیکن آخر کو یہ معلوم ہوا کہ وہ اصل مین بڑے محنتی تھے" سرسید کی ذہانت کی نسبت ایک انگریز نے سید محمود صاحب سے کہاکہ "تمھارے باپ کا دماغ کیا ہے گویا ٹائپ کے حرفون کی الماری ہے، جسطرح اُس الماری مین جس حرف کی ضرورت ہوتی ہے وہ فوراً ملجاتا ہے اسیطرح ہر سوال کا جواب اُسکے دماغ مین ہر وقت موجود رہتا ہے" فی الواقع سرسید کے انتقال ذہنی کا یہی حال تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یاتو وہ ہر ایک ضروری سوال پر جو ملک مین دائر و سائر ہوتے تھے۔ بجاے خود غور کرکے اُسکی نسبت ایک پختہ راے قائم کرلیتے تھے اور اسلیے جب وہ سوال معرض بحث مین آتا تو اُنکو اُسکا جواب دینے مین زیادہ تامل کرنا نہین پڑتا تھا؛ اور یا یہ کہ دماغی ریاضت اور برابر غور فکر کرنے کی عادت نے اُنمین یہ ملکہ پیدا کردیا تھا کہ وہ اکثر سوالات کی نسبت ادنےٰ تامل سے ایک سنجیدہ اور معقول راے ظاہر کرسکتے تھے۔

بہر حال یہ تمام نتیجے دائمی غور و فکر اور نور فطرت کے روشن رکھنے اور آپ اپنی تعلیم کرنے کے تھے۔ تقلید کی عادت۔ خواہ امور مذہبی مین ہو، خواہ مسائل علمی مین اور خواہ معاملات دنیوی مین۔ انسان کو کبھی اپنے اوپر بھروسا اور اعتماد کرنے نہین دیتی۔ وہ ہمیشہ بچّون کی طرح۔ جو چلنے مین اَورون کا سہارا ڈھونڈھتے ہین۔ ہر معاملہ مین دوسرون کا مونہ تکتا رہتا ہے۔ سرسید کو

زمانہ کی ضرورتون نے اول مذہبی تقلید سے نجات دی جس سے اُنکو مذہبی مشکلات مین اپنی طبیعت پر زور ڈالنے اور اپنی رائے اور سمجھ پر تکیہ کرنے کی ضرورت اور عادت ہوئی، پھر رفتہ رفتہ یہ عادت اُنکی طبیعت ثانی ہوگئی اور ہر قسم کے سوالات پر غور کرنا اور سوچنا اور اپنی مستقل رائے قائم کرنا اُنکا وتیرہ ہوگیا اور اسطرح اُنکے قُوائے عقلیہ بتدریج جلا پاتے رہے۔

سرسید کی غیر معمولی ذہانت اور بے نظیر جینیس کا سب سے بڑا ثبوت اُنکی مذہبی تحقیقات یا وہ تدبیرین ہین جو اُنسے مدرسۃ العلوم کے قائم کرنے اور اُسکو ترقی دینے مین ظاہر ہوئین اور جنکا ذکر اس کتاب مین بقدر ضرورت اپنے اپنے موقع پر ہو چکا ہے، اور اگر کسی کو اُنکی عالی دماغی کی مجسم تصویر دیکھنی ہو تو سید محمود کو دیکھ لینا کافی ہے جنکی نسبت مسٹر وائٹلی سٹوکس[1] لیگل ممبر لیجس لٹیف کونسل وایسرائے کشور ہند نے کونسل مین یہ الفاظ کہے تھے "نہایت نامور باپ کا نامور بیٹا" ہم یہان صرف اُنکے بعض لطیف خیالات کا ذکر کرتے ہین جنسے اُنکی طبیعت مین ایک خاص مناسبت فنون لطیفہ کے ساتھ پائی جاتی ہے۔

[1] یہ وہ مشہور اور نامور لیگل ممبر کونسل قانونی وایسرائے کشور ہند ہے جو ۲۰ برس کونسل ہند مین اول سکرٹری اور پھر قانونی ممبر رہا۔ اینگلو انڈین کوڈ ۱۸۸۷ء مین اُنکا یہ فقرہ درج ہے کہ "مجھکو استعانت سے زیادہ ذریعے ہائی کورٹ کے ججون کے فیصلے ہوئے ہین جو انڈین لا رپورٹ مین ۱۸۶۲ء سے ۱۸۸۶ء تک چھپے ہین، یہ ایسے فیصلے ہین جو اہل ہند کے رسوم و خیالات ہی پر روشنی نہین ڈالتے بلکہ عموماً (اگر میرا یہ کہنا گستاخی نہو) اپنے لاجکل استدلال اور علمیت کے لحاظ سے قابلِ تعریف ہین۔ اور انمین سے کسی فیصلہ کے پڑھنے سے بہ نسبت اُن فیصلون کے زیادہ لطف اور زیادہ فائدہ حاصل نہین ہو سکتا جو مو تو سامی ایار ہندو، اور سید محمود مسلمان کے ہین۔ جن قومون مین ایسے مقنن پیدا ہوئے ہون اُنکے لئے کوئی قانونی اصول ایسا باریک اور دقیق نہین ہو سکتا جو اُنکو دشوار معلوم ہو اور کوئی طریقہ عمل درآمد قانونی ایسا پیچیدہ نہین ہو سکتا کہ اُنکے فہم سے باہر ہو ۱۲

ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ منجملہ اُن بے شمار تدبیرون کے - جو چندہ وصول کرنے کے لئے اُنھون نے وقتاً فوقتاً اختیار کین - ایک تدبیر نواب مختار الملک مرحوم کی خدمت مین اُس تصویر کا بھیجنا تھا جسمین مسلمانون کی حالت کو ایک تباہ شدہ جہاز کی صورت مین ظاہر کیا گیا تھا اور مدرستہ العلوم کو ایک کشتی کی شکل مین دکھایا تھا جو جہاز والون کو اُس تباہی سے نکالنے کے لئے جہاز کی طرف آرہی تھی - اس تصویر کی مفصل کیفیت پہلے حصہ مین بیان ہو چکی ہے، یہان صرف یہ جتانا ہے کہ سرسید کا ذہن کیونکر اس خیال کی طرف منتقل ہوا ؟ اُنھین دنون مین مدرستہ العلوم پر ایک نظم لکھی گئی تھی جسمین ایک یہ شعر بھی تھا

ایک کشتی ڈوبتے بیڑے کو لینے آئی ہے — دور سے امید نے جھلکی سی اک دکھلائی ہے

ظاہرا سرسید کو اس تصویر کے بنوانے کا خیال اسی شعر کو دیکھکر پیدا ہوا تھا کیونکہ یہ نظم اُس تصویر کے بھیجنے سے پہلے شایع ہو چکی تھی مگر شاعر کا خیال ایک عقیم اور غیر منتج خیال تھا جسمین اس سے زیادہ کوئی کرشمہ نہ تھا کہ ایک معقول شے (یعنی تعلیم) کو ایک محسوس چیز (یعنی سفینۂ نجات) کے ساتھ تشبیہ دی گئی تھی . لیکن جو مضمون سرسید نے اُس سے استنباط کیا اُسکا یہ نتیجہ ہوا کہ - جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے - نواب مختار الملک کے دل مین - جنکو اُسوقت تک قومی معاملات سے چندان دلچسپی نہ تھی - کالج کی محبت کا بیج بویا گیا جو رفتہ رفتہ ایک گھنا اور سرسبز اور سایہ دار درخت بن گیا .

اسی قسم کی دوسری مثال وہ بکس تھا جسمین سرجان اسٹریچی کو ہندوستان سے رخصت ہوتے وقت کالج کمیٹی کی طرف سے ایڈریس دیا گیا تھا اور جسکو سرسید نے خاص اپنی تجویز سے

بنوایا تھا۔ اس بکس پر اُن جانوروں کی تصویرین کھدوائی گئی تھین جنکے نام پر زمانۂ جاہلیت
مین عرب کے نام رکھے جاتے تھے اور اسلیئے عرب کے بہت سے قبیلے اُنھین نامون سے مشہور تھے،
جیسے قَرِش یا قُریش (ویل مچھلی) ثعلب (لومڑی) کلب (کتّا) جمل (اونٹ) اسد (شیر)
ذئب (بھیڑیا) وغیرہ وغیرہ۔ پھر ان سب تصویرون کے مونہ سے بجاے سانس کے ایک ایک تار
نکالا گیا تھا اور یہ سب تار ایک مقام پر جاکر منتہی ہوئے تھے جہان انگریزی الفاظ مین یہ مطلب
ادا کیا گیا تھا کہ "ہم سب قبیلے متفق اللفظ سر جان اسٹریچی کا شکریہ تہِ دل سے ادا کرتے ہین" اور اس سے
گویا تمام مسلمانون کی شکرگزاری کا اظہار مقصود تھا۔

اسی قبیل سے کھجور اور اونٹ کی تصویر ہے جو سب سے پہلے سرسید نے انگریزی خطبات احمدیہ
کے ہر ایک خطبہ کے سرے پر ولایت مین چھپوائی تھی اور جو عرب کی خصوصیات مین شمار ہونے
کے سبب ایک علامت دین اسلام کی قرار دی گئی تھی۔ اسمین سے کھجور کی علامت ہمنے پچھلے دنون
مین ایک چینی کی تشتری پر بنی ہوئی دیکھی تھی جس سے خیال ہوتا تھا کہ شاید اسی کتاب کو دیکھکر
ولایت کے کسی کارخانہ دار نے یہ مارک اُن ظروف کے لئے اختیار کیا ہے جو ممالک عرب مین
بھیجے جاتے ہین۔ اور اسی قبیل کا وہ نشان ہے جسمین ہلال اور صلیب کو جو تاج قیصری مین
بنی ہوئی ہے ایک جگہ جمع کر کے مدرسۃ العلوم کے کتبون اور اُسکے کتب خانہ کی کتابون پر ثبت
کیا گیا ہے اور جس سے اسلام اور کرسچینیٹی کی مصالحت اور تاج قیصری کے ساتھ مسلمانون کی
وفاداری کا اظہار مقصود ہے۔

ایک اور مثال سرسید کے انتقال ذہنی کی سنہ نبوی کا بجاے سنہ ہجری کے قرار دینا

اور تہذیب الاخلاق کا سال - ماہِ شوال سے شروع کرتا ہے ۔ ظاہر اسر سید سے پہلے سنہ نبوی کا خیال کسی کے ذہن مین نہین گذرا ۔ جس زمانہ مین کہ سر سید آئین اکبری کی تصحیح کرتے تھے اُسمین ایک جگہ سنہ ہجری کی نسبت ابوالفضل کا یہ قول اُنکی نظر سے گذرا تھا کہ " ازین سنہ بوے ناکامی مے آید " یعنی یہ سنہ آنحضرت صلعم اور تمام مہاجرین کی اُن مصائب کو یاد دلاتا ہے جنکے سبب اُنکو وطن مالوف چھوڑنا اور مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنا پڑا ۔ اُس زمانہ مین سر سید نے ابوالفضل کے اُن الفاظ سے بہت بُرا مانا تھا اور اُسکے حاشیہ پر قائل کی نسبت لعنت یا اُسکا کوئی مرادف لفظ لکھا تھا ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخرِ کار ابوالفضل کے اُسی بے ادب جملہ سے اُنکے دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ تہذیب الاخلاق کا سال تاریخِ بعثت سے شروع کیا جائے کیونکہ درحقیقت اسلام مین کوئی واقعہ آنحضرت صلعم کی بعثت سراپا برکت کے برابر عظیم الشان نہین ہو سکتا ۔ اگرچہ یہ امید نہین ہے کہ جو سنہ تیرہ سو برس تک مسلمانون مین متداول رہا ہو اُسکی جگہ کوئی دوسرا سنہ قائم ہو سکے مگر اس نظر سے - کہ سنہ نبوی تاریخ بعثت ختم المرسلین کو یاد دلاتا ہے ۔ اگر مسلمان کم سے کم سیر اور اسماء الرجال کی کتابون اور قومی میگزینون وغیرہ مین سنہ ہجری کے ساتھ سنہ نبوی بھی لکھا کرین تو بہت مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

اسی طرح سب سے پہلے سر سید ہی نے اُس غلطی کو محسوس کیا تھا جو سنہ فصلی اور سنہ عملی مین فرق نہ کرنے سے سرکاری دفترون مین ہمیشہ سے چلی آتی تھی ۔ اور جیسا کہ ہم پہلے حصّہ باب ۲ مین بیان کر چکے ہین - تاریخ بجنور مین اُنھون نے اُن مشکلات کو گورنمنٹ پر ظاہر کیا تھا جو اس غلطی سے لازم آتی تھین - اگرچہ وہ تاریخ ۵۷ء کے ہنگامہ مین تلف ہو گئی تھی

مگر ۱۸۶۰ء اور ۱۸۶۱ء مین جو سرکلر گورنمنٹ نے اُس غلطی کے تدارک کے لئے جاری کئے اُنسے خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اُسی تحقیقات کا نتیجہ تھا جو سرسید نے تاریخ بجنور مین درج کی تھی۔

اسیطرح کی اور بہت سی مثالین ہین جنسے اُنکے ذہن کی جودت اور بلند پروازی پائی جاتی ہے مگر یہان بطور نمونہ کے اسی بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اخلاق اور رذائل

سب سے زیادہ گران وزن اور جامع الفاظ۔ جو کسی کی تعریف مین بولے جاسکتے ہین اسکے سوا خیال مین نہین آتے کہ فلان شخص اعلےٰ درجہ کا دل و دماغ رکھتا ہے لیکن اکثر ان الفاظ کا استعمال اپنے محل پر نہین ہوتا کیونکہ لیاقت۔ جو دماغ سے علاقہ رکھتی ہے۔ اور نیکی جو دل سے علاقہ رکھتی ہے۔ یہ دونو اکثر ایک جگہ جمع نہین ہوتین۔ مگر سرسید مین جسطرح بعض دیگر متضاد لیاقتین جمع تھین اسیطرح اُسکو خدا تعالیٰ نے دل اور دماغ دونو اعلےٰ درجہ کے عنایت کیے تھے؛ یہانتک کہ اُسکی نسبت یہ کہنا مشکل تھا کہ اُسمین نیکی زیادہ ہے یا عقل۔ لیکن جہانتک غور کیا جاتا ہے اُسکی رایون مین تو شاید خطا کی گنجایش ہو مگر اُسکے اخلاق رذائل سے بالکل پاک معلوم ہوتے تھے۔ اسی لئے مسٹر بک نے اُسکے مرنے کے بعد اپنی اسپیچ مین کہا تھا کہ "گو اُسکی لیاقتین بہت بڑی تھین مگر اسکے اخلاق اُنسے بھی بڑے تھے۔

ایک حکیم کا قول ہے کہ "جو شخص بدکاری سے پاک ہو، معاملات مین منصف ہو، بات کا پکا ہو، ماتحتون پر مہربان ہو، محنتی ہو، صاحب استقلال ہو، اور بڑے بڑے کامون پر دلیری کے ساتھ مستعد ہو وہ شریف ہے" اس تعریف مین اگر فیاضی کی صفت اور بڑھادی جائے تو کچھ شک نہین کہ وہ سرسید کے حق مین جامع و مانع ہوگی۔ جو اختیار کہ یہ شخص محض اپنی اخلاقی طاقت سے ہزارون غیر شخصون کے دلون پر رکھتا تھا وہ کسی کو اپنے گھر کے آدمیون پر بھی حاصل نہین ہوتا۔ جسقدر اُسکے دوست اور ملنے والے تھے

سب اُسکے مدّاح اور ثناخوان تھے، سب اُس سے محبت رکھتے تھے، سب کو اُسپر اعتبار تھا اور سب کو اُسکا دنیا سے اُٹھ جانا ایسا ہی شاق گذرا تھا جیسے کسی خاندان کے ممبرُن کو اپنے مربّی اور سرپرست کا مرجانا شاق گذرتا ہی۔ اس سے زیادہ کسی شخص کے حسنِ اخلاق کا کیا ثبوت ہوسکتا ہے۔ سب سے بڑی دلیل اُسکی اخلاقی عظمت کی وہ غیر معمولی کامیابی تھی جو اُسکو اپنے مقاصد مین ہوئی، کیونکہ لیاقتین کیسی ہی اعلے درجہ کی ہون جب تک اُنکے ساتھ اعلیٰ درجہ کے اخلاق نہون کچھ کام نہین آسکتین۔

اُسنے تقریبًا ساٹھ برس اپنی عمر کے۔ پبلک لائف مین بسر کئے جنمین سے اخیر کے تیس برس ایسی حالت مین گذرے کہ ایک زمانہ اُسکی عیب جوئی کی گھات مین رہا، اور دوست اور دشمن سب کو اُسکے ادنے ادنے کام دیکھنے اور پرکھنے کا موقع ملا، مخالفین کی ہمیشہ یہ آرزو رہی کہ کوئی ایسی بات ہاتھ آئے جس سے سرسید کا اعتبار لوگون کے دلون سے جاتا رہے اور مدرسہ کی اعانت منقطع ہوجائے باوجود اسکے کسی کو ایسا موقع نہین ملا کہ اُسکے کیرکٹر پر کوئی معقول گرفت کرتا یا اُسکے چال چلن مین کوئی فیہ نکالتا۔ سوا اسکے۔ کہ اُسکو کافر و ملحد و نیچری و کرسٹان لکھکر دل ٹھنڈا کیا گیا اور اُسپر وہ الزام لگائے گئے جنکا علم خدا کے سوا کسی کو نہ تھا۔ کسی سے کچھ بن نہ آیا۔ جیساکہ کہا گیا ہی **رباعی**

یارون مین نہ پایا جب کوئی عیب وگناہ — کافر کہا واعظ نے اُنھین اور گمراہ
جھوٹے کو نہین ملتی شہادت جس وقت — لاتا ہے خدا کو اپنے دعوے پہ گواہ

اگرچہ انسان کے اخلاق کی تھاہ دریافت کرنی نہایت مشکل ہے مگر معاملات کی کسوٹی اور مخالفون کی چھان بین ایسے دو معیار ہین کہ سچ کو جھوٹ سے اور کھرے کو کھوٹے سے جدا کئے بغیر نہین رہتے۔ اگر سرسید کی سچائی مین رائی برابر بھی فرق پایا جاتا تو مخالف اُسکو پربت بنادیتے مگر چند صریح

بہتون کے سوا اُسکا دامن اخیر دم تک ہر ایک داغ اور دھبے سے پاک رہا۔ شمس العلما مولانا نذیر احمد اور نواب محسن الملک نے ٹھیک لکھا تھا کہ "علم بالانساب اگرچہ علم مظنون ہے مگر اس شخص کے بارے مین تو اُسکے افعال اُسکے نسب کی تصدیق کرتے ہین"

اگرچہ اس بات کا انکار نہین ہوسکتا کہ سرسید مین جہان بہت سی خوبیان تھین انھین کے ساتھ کچھ کچھ کمزوریان بھی پائی جاتی تھین مگر جہانتک کہ ہمکو معلوم ہے وہ اُن عیوب سے جو انسان کی خساست اور دناءت پر دلالت کرتے ہین یقیناً پاک تھا۔ اُسکے اخلاق کا اُسکے ہمنشینون اور جلیسون پر اثر پڑتا تھا، اُسکو دیکھکر قومی خدمات کا جوش دلون مین پیدا ہوتا تھا، اُسکی جفاکشی اور مستعدی اورون کو جفاکش اور مستعد بناتی تھی، اُسکی سچائی اور ہمت اور استقلال عمدہ ترین ناصح تھے جو اُسکی پیروی کرنے کی ترغیب دیتے تھے اور اگر ہمارا قیاس غلط نہو تو وہ اپنے ہائی کیرکٹر سے قوم مین عمدہ اخلاق کا بیج بو گیا ہے۔

اگرچہ سرسید کی زندگی کے واقعات سے - جو اس کتاب مین بیان کئے گئے ہین - اُنکے اخلاق کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے مگر یہان ہم اُن خاص خصلتون کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ ذکر کرنا چاہتے ہین جنکو اُنکی کامیابی مین بہت بڑا دخل معلوم ہوتا ہے اور جو اُنکے تمام افعال و حرکات و سکنات مین ایسی نمایان تھین کہ اُنسے شاید ہی اُنکا کوئی دوست اور ملنے والا انکار کرسکے۔

راستبازی

اول راستبازی اور وہ تمام اوصاف جو ایک راستباز آدمی مین ہونے ضرور ہین - جیسے صدق مودت، حمیت، دلیری اور آزادی وغیرہ - اس شخص کی خصوصیات مین سے تھے۔ کسی حکیم کا قول ہے کہ "اگر سچائی کسی مجسم شکل مین ظاہر ہوتی تو ضرور شیر کی صورت مین ظاہر ہوتی" اس قول

کی تصدیق جیسی سرسید کو دیکھکر ہوتی تھی شاید ہی کسی دوسری صورت سے ہوتی ہو۔ اُسنے محض اپنی راستبازی کی بدولت ایک عالم کو اپنا مخالف بنایا مگر جس بات کو سچ جانا اُسکے کہنے مین کبھی تامل نہین کیا۔ جس بات پر دل سے یقین کر لیا اُسی کے موافق کہا اور ویسا ہی کیا۔ جس بات مین ملک یا قوم کی بھلائی سمجھی اُسکے کہنے اور کرنے مین کسی کی مخالفت کی کچھ پروا نہین کی۔ یہ ممکن ہے کہ سرسید سے کسی بات کے سمجھنے مین غلطی ہوئی ہو مگر جہانتک کہ اُنکی طبیعت اور جبلت کا اندازہ ہو سکتا تھا یہ بات نہایت مستبعد معلوم ہوتی تھی کہ اُنھون نے اپنے کانشنس کے خلاف کوئی کام کیا ہو۔

وہ جب کوئی بات کسی اپنے دوست سے سچائی کے خلاف سرزد ہوتی دیکھتے تھے تو اُنکو نہایت رنج ہوتا تھا اور اکثر وہ اُسکو متنبہ کئے بغیر نہین رہتے تھے۔ اُنکا ایک دوست۔ جو اخبار کا اڈیٹر تھا۔ اُسکے اخبار مین چند خط ایک عورت کے نام سے چھپے تھے، جب وہ پرچہ سرسید کی نظر سے گذرا تو اُنھون نے اُسکو لکھا کہ " کیا آپ کو یقین دلی ہے کہ وہ خط درحقیقت کسی عورت کے لکھے ہوے ہین ؟ اگر ایسا یقین نہین ہے تو کیا یہ کانشنس کے برخلاف نہین ہے کہ جس بات کو تم صحیح نہین سمجھتے اُسکو بطور سچ کے ظاہر کرو؟ میری نصیحت یہ ہے کہ ہر ایک کام مین تم اپنے دل کو ٹٹولو کہ جو کچھ تم کہتے ہو یا کرتے ہو آپ کا دل اسکو سچ جانتا ہے یا نہین؟ اگر نہین جانتا اور اُسکو سچ کے طور پر بیان کیا تو خلاف کانشنس بلکہ خلاف ایمان داری کے کام کیا۔ آپ مجھکو معاف کیجیے گا، بہ سبب اسکے کہ آپ سے محبت ہے یہ کڑوی نصیحت کی ہے "

جب اُنکے اڈیٹر دوست نے اس نصیحت کا شکریہ لکھا تو اسکا جواب اُنھون نے اسطرح لکھا ہے " مین اس خیال سے۔ کہ آپ میری کسی تحریر کا بُرا نہ مانینگے۔ جو میرے دل مین آتا ہے لکھ بھیجتا ہون، خصوصًا اپنے خاص دوستون کی نسبت میری خواہش ہے کہ ہر اخلاق مین وہ اعلے درجہ پر ہون، اور سب اخلاق سے

مقدم سچائی ہے جسکے معنی یہ ہین کہ ہم اپنے آپ کو سچا جانین ۔ اور یہ سچائی جیسی کہ قول سے متعلق ہے ویسی ہی فعل سے بھی متعلق ہے، ایسی ہی پرائوٹ خطوط سے اور ایسی ہی اخبار سے "

اُنکے ایک نہایت عزیز اور خالص دوست کو ایک زمانہ مین ایسے افسر سے سابقہ پڑا تھا جو نماز پڑھنے پر تعرض کرتا تھا اور اس امر کی اطلاع اُنھون نے سرسید کو بھی کی تھی ۔ اُنکو اسی باب مین سید صاحب لکھتے ہین " بھائی ..... کل مین سارے دن متردد رہا، کیونکہ تمھارا کوئی خط نہین آیا تھا ۔ آج خط آیا اور حال معلوم ہوا ۔ گو مین کسی وقت کی نماز پڑھتا ہون اور کسی وقت کی نہین پڑھتا، اور وقت بے وقت کا بھی خیال نہین کرتا، دو دو اکھٹی بھی ملاکر پڑھ لیتا ہون، ریل مین جتنا سفر ہو مجھ سے ادا نہین ہو سکتی ؛ یہ سب باتین مجھ مین ہین، اور نالایقی اور شامتِ اعمال سے ایسی سُستی نماز مین ہے، مگر تمھارے اس معاملہ مین ۔ جو پیش آیا ۔ نہایت کچھ رنج پینا کیا ۔ نماز جو خدا کا فرض ہے اُسکو ہم اپنی شامتِ اعمال سے ۔ جس خرابی سے ہو ۔ ادا کرین یا قضا کرین، لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تم نماز نہ پڑھو اسکا صبر ایک لمحہ بھی نہین ہو سکتا، یہ بات سنی بھی نہین جا سکتی ۔ میری سمجھ مین نماز نہ پڑھنا صرف گناہ ہے جسکے بخشے جانے کی توقع ہے اور کسی شخص کے منع کرنے سے نہ پڑھنا یا سستی مین ڈالنا میری سمجھ مین کفر ہے جو کبھی بخشا نہ جائیگا ۔ تمکو یا تو پہلے ہی خود اپنی شامتِ اعمال سے ایسا طریقہ اختیار کرنا تھا جو کبھی اس قسم کی بحث نہ آتی اور جب ایسا طریقہ اختیار نہین کیا تھا تو پھر لجلجانا، اور گڑگڑانا، اور حضور رخصت ہی دین، تنخواہ کاٹ لین، کہنا واہیات تھا تڑاق سائی استعفا دے دینا تھا، صاف کہدینا تھا کہ مین اپنے خدائے عظیم الشان قادر مطلق کے حکم کی اطاعت کرونگا نہ آپ کی ۔ کیا ہوتا ؟ نوکری نہ میسر ہوتی، فاقے مرجاتے نہایت اچھا ہوتا والسلام "

سرسید نے ایک موقع پر دلّی کے ایک نہایت مقدس عالم سے - جو اپنے شاگردون اور معتقدون کو رفع یدین کی تاکید کرتے تھے مگر خود کبھی ہاتھ نہین اُٹھاتے تھے - کہا کہ " حضرت نہایت تعجب کی بات ہے کہ آپ باوجود مقتداے دین ہونے کے صرف طعن و ملامت کے خوف سے جس بات کو دل سے حق جانتے ہین اُسکے موافق کبھی عمل نہین کرتے ۔ ہم ہزارون گناہ کرتے ہین اور دنیا کے مکروہات مین پھنسے ہوے ہین، مگر جو بات حق معلوم ہوتی ہے اُسکے کرنے مین ایک لمحہ توقف نہین کرتے اور لوگون کے طعن و ملامت سے نہین ڈرتے " سرسید کے کہنے کا اُنکو ایسا اثر ہوا کہ اُنھون نے اُسی روز جامع مسجد مین جا کر علے الاعلان رفع یدین کیا؛ لیکن معلوم نہین کہ وہ ہمیشہ اُسپر قائم رہے یا نہین ۔

اس شخص نے اگر سچ پوچھیے تو اپنی آزادانہ تحریرون سے اُردو لٹریچر مین سچائی اور آزادی کی بنیاد ڈالدی - اُسنے لوگون کو مجبور کیا کہ سچ بات کے کہنے مین کسی کے طعن و ملامت سے نہ ڈرین ۔ تہذیب الاخلاق کے جاری ہونے سے پہلے جو لوگ عام راے کے خلاف کوئی بات کسی اخبار مین لکھنی چاہتے تھے اُنھین کبھی اپنا نام ظاہر نہ کرتے تھے ۔ اُسنے تہذیب لاخلاق مین مضمون لکھنے کی یہ شرط قرار دی کہ جو لوگ ٹٹی کے اوجھل شکار کھیلنا اور اپنا نام پبلک پر ظاہر کرنا نہین چاہتے اُنکا کوئی مضمون اُسمین درج نہوگا ۔ چنانچہ رفتہ رفتہ لوگون کی جھجک نکلنی شروع ہوئی؛ یہانتک کہ ہر شخص اپنے نام سے کُھلّم کُھلّا اپنے خیالات ظاہر کرنے لگا ۔ اور بڑے بڑے لائق اور ذی علم اور دیندار لوگ صدہا مضمون عام راے کے برخلاف اپنے نام سے شایع کرنے لگے ۔

بعضے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ سرسید نے جو قرآن کی تفسیر مین اکثر آیات کے معنی جمہور کے خلاف

بیان کئے ہین اسپر اُنکو خود یقین نہین ہے بلکہ صرف یہ مقصود ہے کہ قرآن پر سائنس کی رو سے
کوئی اعتراض وارد نہ ہو۔ یہ حال سرسید کو بھی معلوم ہوا، اُنھون نے نہایت جوش مین آکر کہا کہ "اگر
دین اسلام کے حق ہونے مین مجھے ذرہ برابر بھی شک ہوتا تو مین فوراً اسلام کو ترک کردیتا" وہ سید مہدی علی خان کو
ایک خط مین لکھتے ہین "مین سچ اپنے دل کا حال لکھتا ہون، اگر خدا مجھکو ہدایت نہ کرتا اور تقلید کی گمراہی سے
نہ نکالتا اور مین خود تحقیقات حقیقت اسلام پر متوجہ نہ ہوتا تو یقینی مذہب کو چھوڑ دیتا"

اُسنے اپنی راستی اور صاف گوئی سے صرف اُن مسلمانون ہی کو مخالف نہین بنایا جو پُرانے
خیالات رکھتے تھے اور جنسے کسی طرح موافقت کی امید نہ تھی بلکہ جو بات اُسکو حق معلوم ہوئی اُسکے
کہنے مین کبھی اس بات کا خیال نہین کیا کہ دنیا مین کوئی دوسرا شخص بھی اس بات مین میرے ساتھ
اتفاق کرنیوالا ہے یا نہین۔ نیشنل کانگرس کے خلاف لکچر دینے سے پہلے تمام تعلیم یافتہ ہندو بنگالہ
سے کشمیر تک سرسید کو ملک کا سچا خیرخواہ جانتے تھے، اُنکی نہایت تعریف کرتے تھے، مسلمانون کی
نسبت بہت زیادہ اُنکی قدر کرتے تھے، اخبارون مین اُنکی نسبت مدحیہ آرٹکل چھاپتے تھے، اپنی
قومی مجلسون کی طرف سے اُنکے سامنے ایڈریس پیش کرتے تھے، پبلک اسپیچون مین اُنکا ذکر خیر
کرتے تھے؛ سرسید کو معلوم تھا کہ اگر کانگرس کے خلاف ایک حرف بھی کہا تو کم سے کم تعلیم یافتہ
ہندو قاطبۃً مخالف ہوجائینگے۔ مگر جب اُنکو پختہ یقین ہوگیا کہ کانگرس کی اکثر خواہشین
ناممکن الوقوع اور خاصکر مسلمانون کے حق مین مضر ہین اور مسلمانون کا اُسمین شریک ہونا
پولٹکل خطرات کا باعث ہوگا، اُنھون نے نہایت زور شور سے مسلمانون کو اُسکی شرکت سے
روکا اور کانگریسین گروہ کی ناراضی کا کچھ خیال نہ کیا۔ بنگالیون نے اُنکو خود غرض اور انگلو انڈین کا

خوشامدی اور ٹائم سرور سب کچھ کہا، صدہا آرٹکل بنگالی اخبارون مین اُنکے برخلاف چھپ گئے؛ کے. سی. اس. آئی کا خطاب جو حضور ملکہ معظمہ قیصر ہند نے اُنکو عنایت فرمایا اُسکو بنگالیون نے کانگرس کی مخالفت کرنے کا صلہ قرار دیا، مسٹر ہیوم جو سرسید کے دوست تھے وہ اُنسے سخت بدگمان ہوگئے، بعضے ایجوکیٹڈ مسلمان بھی اُنکی طرف سے کھٹک گئے، مگر سرسید نے کسی بات کی کچھ پروا نہین کی اور جہانتک ممکن تھا مسلمانون کو کانگرس مین شریک ہونے نہین دیا۔

سرسید کو کوئی بات اس سے زیادہ شاق نہین گذرتی تھی کہ اُنپر راستبازی کے خلاف کوئی الزام لگایا جائے کیونکہ یہ شخص فی الواقع راستبازی کو اپنا دین و ایمان سمجھتا تھا۔ جس زمانہ مین وہ ولایت مین تھے اُنھون نے ہندوستان کے طریقۂ تعلیم پر جو اُسوقت یہان جاری تھا۔ ایک پمفلٹ لکھکر شایع کیا تھا جسمین ہندوستان کے طریقۂ تعلیم پر بہت کچھ نکتہ چینی کی تھی؛ ازانجملہ ایک دیہاتی مدرسہ کی نسبت جسکا اُنھون نے ہندوستان مین خود معاینہ کیا تھا یہ لکھا تھا کہ مکان مدرسہ مین گاے بندھی ہوئی تھی اور مدرس اور لڑکے سب غیر حاضر تھے۔ وہ پمفلٹ جب ہندوستان مین پہنچا تو سرولیم میور جو اُسوقت شمالی مغربی اضلاع مین لفٹننٹ گورنر تھے۔ اُنکی نظر سے بھی گذرا۔ چند روز بعد اُنھون نے ایک پبلک اسپیچ مین کہا کہ "مین نے ضلع مین دورہ کرتے ہوے کافی طمانینت حاصل کی ہے کہ تعلیم کی حالت عمدہ ہی اور اُس محنت اور کوشش کے نشان ظاہر ہین جو سید احمد خان کے نتایج کے مخالف ہے"

یہ اسپیچ مع اُردو ترجمہ کے اخبار مین چھپکر ولایت پہنچی اور سرسید کی بھی نظر سے گذری۔ ترجمہ کے الفاظ سے وہ یہ سمجھے کہ سرولیم میور نے مجھپر دروغگوئی کا الزام لگایا ہے۔ اُنکو نہایت رنج ہوا

اور جب ہندوستان مین واپس آئے تو الہ آباد مین ہز آنر سے ملکر نہین گئے سیدھے بنارس چلے گئے ۔ ہز آنر کے پرایوٹ سکرٹری کی چٹھی سر سید کے نام بنارس مین پہنچی جسمین لکھا تھا کہ " نواب لفٹننٹ گورنر آپکے مع الخیر ہندوستان مین پہنچنے سے خوش ہوے ہین اور آپ کی خیریت اور سید محمود کی تعلیم کا حال معلوم کرنے کے خواہش مند ہین اور ابتک انتظار کر رہے ہین "

سر سید نے اسکے جواب مین نہایت صفائی سے تمام وجہ اپنے خط نہ بھیجنے اور ملکر نہ آنے کی اور سید محمود کی تعلیم کی کیفیت مفصل لکھ بھیجی ۔ یہ چٹھی ۷۔ نومبر کی تھی ' سر ولیم نے نوین نومبر کو اُسکا جواب اپنے ہاتھ سے لکھا جسکا ترجمہ یہ ہے

" مائی ڈیر سید احمد ! آپ کی ساتوین نومبر کی چٹھی نے مجھکو اسقدر حیران اور رنجیدہ کیا کہ مین بیان نہین کر سکتا اس بات کے کہنے کی کوئی ضرورت نہین ہے کہ مین نے خواب مین بھی آپ پر کسی خلاف واقعہ بات کہنے کا الزام لگانے کا خیال نہ کیا ہوگا ۔ مین اُن نتائج[1] سے جو آپ نے نکالے ہین اب بھی اختلاف رکھتا ہون مگر اس سے آپ پر کوئی الزام لگانا ظاہر نہین ہوتا "

" مجھکو نہایت افسوس ہے کہ آپ نے فوراً مجھکو براہِ راست کیون نہ لکھا ' آپ کے ایسا نہ کرنے سے مجھکو اور بھی رنج ہوتا ہے ' گویا آپ نے اسقدر اعتبار اور بھروسا مجھپر نہ کیا جسکی مین آپ سے امید کرتا تھا اور شاید امید کرنے کا حق بھی رکھتا تھا "

" مسٹر بریلی نے اُردو الفاظ کا مطلب مجھپر ظاہر کیا تھا اور مین نے ایک نوٹ لکھا تھا جسمین ظاہر کر دیا تھا کہ مین نے

---

[1] سر سید نے اپنے پمفلٹ مین ایک دیہاتی مدرسہ کے معاینہ سے ۔ جہان گائے بندھی ہوئی اور مدرس اور طلبہ غیر حاضر تھے ۔ یہ نتیجہ نکالا تھا کہ ہندوستان کے عام دیہاتی مدارس کی یہ حالت ہے مگر سر ولیم میور اس نتیجہ کو صحیح نہین سمجھتے تھے نہ یہ کہ جس گانو کے مدرسہ کا اُنھون نے پمفلٹ مین حوالہ دیا تھا اُنکا وہ بیان غلط تھا ۱۲

ایک لمحہ بھی کسی ایسے مطلب کا خیال نہین کیا تھا اور مین نے اپنی تحریر کو۔ جسطرح پر ضرورت ہو۔ استعمال کرنے کی اجازت دیدی تھی۔ چونکہ اس معاملہ کا اس سے زیادہ کوئی تذکرہ نہین ہوا مین نے خیال کیا کہ وہ اظہار کافی تھا اور گزٹ سرکاری مین اُسکے شایع کرنے کی کوئی ضرورت نہین سمجھی "

"کیپٹن للنگسٹن آپ کو اس مضمون کے متعلق مندرجۂ بالا خط کتابت کے حوالہ سے آیندہ لکھینگے۔ اسوقت مین صرف اتنا کہونگا کہ مین آپ کے بیٹے کے ایسے عمدہ حالات سننے سے نہایت خوش ہوا ہون، اور آپ کو اسطرف یا جب کبھی میرا کیمپ بنارس مین پہنچے تو وہان دیکھکر خوش ہونگا "

سرسید نے اس چٹھی کا فوراً شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ" آپ کے عنایت نامہ سے تمام بوجھ میرے دل پر سے اُٹھ گیا ہے "

کرنل گرہیم یہ تمام واقعہ اپنی کتاب مین نقل کر کے لکھتے ہین کہ" سر ولیم نے سید احمد خان کو اجازت دیدی تھی کہ میری چٹھی کو جسطرح چاہین شائع کر دین۔ اگر کوئی اَور دیسی جنٹلمین ہوتا تو فوراً ایسا کرتا مگر سید نے اُسکو پڑھکر ڈال دیا اور مجھکو بڑے تلاش سے وہ چٹھی ملی "

کرنل موصوف کا یہ خیال ہندوستانیون کے کیرکٹر کی ناواقفیت پر مبنی ہے۔ بے شک ایسی طبیعت اور ایسے رُتبے کے ہندوستانی جیسے کہ سرسید تھے بہت کم نکلینگے کہ ایک موہوم شبہ پر صوبہ کے گورنر سے ناراضی کا اظہار کر بیٹھے اور گورنر کی طرف سے ایسی مہربانی کے ساتھ اُنکی دلجوئی کی گئی مگر ہندوستانی شرفا مین ایسے لوگون کی کمی نہین ہے جو محض اپنی نمود کے لئے حکام کی ایسی تحریرون کا شایع کرنا۔ جیسی کہ سر ولیم کی تحریر سرسید کے نام تھی۔ نہایت سبک اور حقیر بلکہ ایک کمینہ حرکت سمجھتے ہین۔

اسی طرح کا ایک معاملہ ولیم صاحب کمشنر میرٹھ کے ساتھ گذرا۔ جب سائنٹفک سوسائٹی علیگڑھ کا مکان بنکر تیار ہوا تو صاحب ممدوح کو اُسکے افتتاح کی رسم ادا کرنے کے لئے بلایا گیا تھا۔ اُنکے دل مین عنایت اللہ خان مرحوم رئیس بھیکن پور ضلع علیگڑھ کی طرف سے ایام غدر کے متعلق کچھ شبہات تھے، اسلئے وہ افتتاح کی رسم مین انکا شریک ہونا نہین چاہتے تھے۔ انھون نے سرسید سے کہا کہ " اس جلسہ مین اگر عنایت اللہ خان شریک ہونگے تو ہم نہین آنے کے" سرسید نے کہا "یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جس شخص نے نہایت فیاضی سے سوسائٹی کی امداد کی ہے اور جو اُسکا پریسیڈنٹ بھی ہو اُسکو شریک نہ کیا جائے" انھون نے ہرگز اس بات کو گوارا نہ کیا کہ عنایت اللہ خان مرحوم کی عدم موجودگی مین افتتاح کی رسم ادا کیجائے۔ آخر مسٹر بریلی نے۔ جو علیگڑھ مین سشن جج تھے اور سوسائٹی کے بڑے معاون اور سرسید کے دوست تھے۔ بڑی مشکل سے صاحب کمشنر کو راضی کیا اور اُنکو عنایت اللہ خان کی موجودگی مین یہ رسم ادا کرنی پڑی۔ سرسید کا اس باب مین اصرار کرنا زیادہ تر اس وجہ سے تھا کہ اُنکے نزدیک صاحب کمشنر کے شبہات محض بے اصل تھے اور وہ خود عنایت اللہ خان کو ہر ایک الزام سے پاک صاف جانتے تھے۔

جن یوروپین افسرون نے ابتدا مین مدرسۃ العلوم کی مخالفت کی تھی یا اُسکے لئے سرکاری زمین ملنے مین مزاحم ہوے تھے سرسید نے اُنسے پرائوٹ طور پر ملنا جلنا ترک کر دیا تھا اور کبھی اُنکے ساتھ ظاہرداری کا برتاؤ نہین کیا؛ یہانتک کہ ہمنے سنا ہے کہ جب حضور سر جان اسٹریچی ہندوستان سے ولایت کو جانے لگے اور کالج کمیٹی علیگڑھ کی طرف سے اُنکو ایڈریس دینا قرار پایا تو جو مسودہ ایڈریس کا انعقاد جلسہ سے پہلے سرسید نے لکھکر جناب ممدوح کے ملاحظہ کے لئے بھیجا تھا اُسمین جہان کالج کے محسنون کا شکریہ لکھا تھا اُن افسرون کی شکایت بھی صراحۃً یا کنایۃً لکھی تھی

جو اُسمین مخلل انداز ہوے تھے ۔ اگرچہ جناب ممدوح کے ایما سے آخر کار وہ شکایت آمیز الفاظ سرسید کو
مسودہ مین سے نکالنے پڑے مگر سرسید نے ہز آنر سے صاف صاف کہدیا کہ جسطرح ہم اپنے محسنون کا
احسان نہین بھول سکتے اسیطرح نامہربان افسرون کی شکایت ہمارے دل سے فراموش نہین ہوسکتی ۔

سرسید نے یورپین ڈریس - جیساکہ پہلے لکھا جاچکا ہے - محض انگریزون کی تقلید سے اختیار
نہین کیا تھا ، بلکہ زیادہ تر اُسکا منشا یہ تھا کہ ہندوستان کے مسلمانون کا قومی لباس اُنکے ہم وطن
قومون سے مختلف ہونا چاہیے ؛ اور چونکہ مصر و قسطنطنیہ و ایران اور اکثر ممالک اسلامیہ مین
مسلمان ٹرکش ڈریس یا اُسکے قریب قریب پہنتے ہین اسلئے اُنھون نے خود ترکی لباس اختیار کرکے
اپنی قوم کے لئے ایک مثال قائم کی تھی ۔ باوجود اسکے کہ اُنکو اس فیشن کے سبب اکثر مواقع پر
سخت مشکلات پیش آئین مگر اُنھون نے جو وضع مسلمانون کے لئے مناسب سمجھکر اختیار کی تھی
اُس سے کبھی سرِمو تجاوز نہین کیا ۔ دلّی مین دربار قیصری کے موقع پر جب کہ حضور نظام کو کالج
کمیٹی کی طرف سے سپاس نامہ دیا گیا - سرسید اُسکو خود صرف اسوجہ سے پیش نہ کرسکے کہ وہان
جوتا اُتار کر جانا ضرور تھا ۔ چنانچہ کمیٹی کے اَور ممبرون نے سپاس نامہ پیش کیا اور سرسید اُنکے ساتھ شریک
نہین ہوے ۔ بنارس کے کمشنر مسٹر پی کارمیکل سے وہ جوتا پہنکر آنے کی شرط پر ملے ، حالانکہ کمشنر موصوف
جوتا اُتروائے بغیر کسی ہندوستانی کو اپنے بنگلے مین نہ آنے دیتے تھے ۔ مسٹر واٹسن جب تک علیگڈھ
مین کلکٹر رہے ہمنے سُنا ہے کہ سرسید کبھی اُنسے نہین ملے ، کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ سید احمد خان جوتا
اُتار کر اُنکے کمرے مین جائین ، مگر اُنھون نے اسکو منظور نہین کیا ۔ نواب کلب علی خان مرحوم رئیسِ
رام پور کے ہان صرف چندے کی غرض سے وہ اُسوقت گئے تھے جبکہ مدرسہ نہایت بےسروسامانی کی

حالت مین تھا اور امداد کی نہایت اشد ضرورت تھی ۔ نواب صاحب کے دربار کا قرینہ یہ تھا کہ وہ خود پلنگڑی پر بیٹھے رہتے تھے اور جو شخص ملنے جاتا تھا اُسکو فرش پر دو زانو بیٹھنا پڑتا تھا، ہمنے سُنا ہے کہ سرسید نے جب تک کرسی پر بیٹھنے اور جوتا پہنے رہنے کی اجازت حاصل نہین کر لی وہان جانے کا ارادہ نہین کیا ۔

سرسید جیسے خود راستباز تھے اسیطرح راستبازون کی دل سے قدر کرتے تھے ۔ جس زمانہ مین وہ مسٹر کرک کی جگہ صدر امین مقرر ہوکر رہتک گئے ہین اُسوقت خان بہادر منشی غلام نبی خان مرحوم رئیس میرٹھ وہان نوکری کے امیدوار تھے پھر چند روز بعد وہ نائب سرشتہ دار کلکٹری مقرر ہو گئے تھے ۔ اُسوقت حسنِ اتفاق سے رہتک مین چند لائق اور ذی علم اہلکار سرکاری دفترون اور عدالتون مین موجود تھے جنکی سرسید کے ہان آمد و رفت تھی ۔ خان بہادر نے اُنسے یہ خواہش کی کہ مجھے سید صاحب سے ملوا دو، اُنھون نے کہا بہت اچھا مگر وہ لامذہب ہین ۔ یہ فقہا کی اصطلاح[1] سے ناواقف تھے اُنھون نے یہ سمجھا کہ سید صاحب قیدِ اسلام سے آزاد ہین ایک دن سید صاحب اور دیگر اہلکار ایک جگہ جمع تھے نماز کا وقت آگیا، سب نے سید صاحب کو امام بنایا، منشی غلام نبی خان چونکہ نہایت کھرے اور سچے آدمی تھے اُنکو تعجب ہوا کہ ان لوگون نے ایک لامذہب (یعنی غیر مسلم) کو کس طرح امامت پر کھڑا کر دیا ۔ جونہین سرسید نے نیت باندھی اُنھون نے الگ چادر بچھا کر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا ۔ سرسید نے نماز ہی مین یہ معلوم کر کے نیت توڑ دی اور

[1] مذہب کا لفظ جو آجکل دین کے معنون مین بولا جاتا ہے فقہا کی اصطلاح مین اسکے یہ معنی نہین ہین بلکہ وہ ائمہ اربعہ مین سے ہر ایک امام کے طریقہ کو مذہب کہتے ہین اور اسی لئے وہ لامذہب اُسکو کہتے ہین جو کسی خاص امام کے طریقہ کا پابند نہو ۱۲

منشی صاحب سے کہا کہ آپ نماز پڑھائیے۔ اُنھوں نے کہا مین امامت کی لیاقت نہین رکھتا؛ لیکن آپ اپنا مذہب مجھے بتلائیے، اُسوقت اگر میرا دل ٹھکیگا تو مین خود آپ کا مقتدی بنونگا ورنہ مجھے معاف فرمائیے گا سید صاحب نے کہا مین شافعی مذہب رکھتا ہون۔ منشی صاحب نے کہا تو بسم اللہ مین آپ کے پیچھے بڑی خوشی سے نماز پڑھونگا۔ آخر سر سید ہی نے نماز پڑھائی۔

یہ واقعہ منشی صاحب نے مجھسے خود بیان کیا تھا اور کہتے تھے کہ "اس موقع پر میری یہ صفائی دیکھکر سید صاحب مجھپر حد سے زیادہ مہربان ہو گئے تھے۔ باوجودیکہ مین اُسوقت اُنکے ایک ادنے ماتحت اہلکار کی حیثیت رکھتا تھا۔ جس روز مین اُنکی خدمت مین حاضر نہوتا وہ بلا تکلف میرے مکان پر تشریف لے آتے تھے، حالانکہ اُنکی عادت کسی کی سفارش کرنے کی نہ تھی باوجود اسکے اُنھوں نے گتری صاحب جنٹ مجسٹریٹ رہتک سے ایک نہایت نازک موقع پر میری سفارش کی، دوسری دفعہ جو وہ ایک مہینے کے لئے رہتک بدل کر گئے تو مکان علحدہ کرایہ کو نہین لیا بلکہ صرف اس نظر سے۔ کہ وہان کے لوگون کی نگاہ مین میری وقعت زیادہ ہو۔ میرے ہی غریب خانہ پر آکر اُترے، اور مہینے بھر تک وہین قیام کیا، پہلی دفعہ جب وہ علحدہ مکان مین رہتے تھے ایک روز مین سخت بیمار ہو گیا تھا جس سے پیشاب اور پاخانہ بند ہو گیا، مجھے نوکر ہوے چند روز گذری تھے اور میری تنخواہ صرف تیس روپیہ ماہوار تھی اور ایک آدمی کے سوا کوئی نوکر نہ تھا غرض کہ عجیب بیکسی کی حالت تھی، صدر امینی کے ناظر نے۔ جو میرے مکان کے قریب رہتا تھا۔ میرے حال کی اطلاع پاکر سید صاحب کو رات کو نو بجے جا خبر کی۔ تھوڑی دیر بعد کیا دیکھتا ہون کہ سید صاحب یونانی حکیم کو ساتھ لئے چلے آتے ہین اور ہوسپٹل اسسٹنٹ کو جیلخانہ سے لانے کے لئے آدمی بھیجکر آئے ہین تھوڑی دیر مین ڈاکٹر بھی آگیا مگر حکیم کو دیکھکر ڈاکٹر نے کہا کہ اگر انکے علاج سے فائدہ نہو تو مجھے پھر اطلاع دی جائے اور یہ کہکر چلا گیا، اتفاق یہ کہ حکیم صاحب کے علاج سے کچھ نفع نہوا،

سید صاحب نے ڈاکٹر کو پھر بلایا اور رات کے دو بجے اُسنے آکر جلاب دیا' یہانتک کہ صبح کی نماز کے وقت جاکر مجھے اجابت ہوئی اور میری تکلیف بالکل رفع ہو گئی۔ سید صاحب تمام رات میرے غریب خانہ پر جاگتے رہے اور جب مجھے افاقہ ہولیا تو صبح کی نماز پڑھکر اپنے مکان پر تشریف لے گئے۔ جس شفقت اور بزرگانہ عنایت کے ساتھ اُنھوں نے میری تیمارداری مین وہ رات بسر کی اُسکو مین تمام عمر فراموش نہ کرونگا"

منشی صاحب کہتے تھے کہ "دلّی مین مولوی امام بخش صہبائی نے سید صاحب سے پوچھا کہ تمنے غلام نبی مین کیا بات دیکھی جو اُسپر اسقدر مہربان ہو' سید صاحب نے کہا "کچھ نہین صرف اتنی بات ہے کہ جیسا مین سڑا[1] ہون ایسا ہی وہ سڑا ہے"

جس زمانہ مین کہ سرسید انگلستان مین تھے اور اُنکی آزادانہ تحریرین جو ہندوستان مین آکر بذریعۂ سوسائٹی اخبار کے شایع ہوتی تھین اُنپر چارون طرف سے اعتراضون کی بوچھاڑ پڑتی تھی اُن دنون مین مولوی سید مہدی علی خان اُنکو برابر ممانعت کے خط بھیجتے تھے کہ ایسی تحریرین یہان نہ بھیجنی چاہئین۔ ایکدفعہ اُنھون نے گردن مروڑی مرغی کا ذکر نہایت صفائی اور آزادی سے لکھ بھیجا جسپر یہان بہت لے دے ہوئی اور مولوی صاحب ممدوح نے اپنے خط مین اُس تحریر پر بہت افسوس ظاہر کیا۔ اسکے جواب مین سرسید نے اُنکو ایک لطیف تحریر بھیجی ہے جسکے چند فقرے یہان نقل کئے جاتے ہین۔ وہ لکھتے ہین "جن لفظون مین مین نے غیر ذبح کی ہوئی مرغی کھانے کا ذکر لکھا اور جنسے آپ کو افسوس ہوا اُسکا عذر کرتا ہون اور معافی چاہتا ہون' ہاتھ جوڑکر ہندوستانی طور پر نہ شرعی طور پر توبہ کرتا ہون۔ افسوس کہ مجھے ایسے لفظ لکھنے نہ آئے جنسے آپ کو افسوس نہ ہوتا۔ برائے خدا معاف کیجیے' جب مین

[1] چونکہ سچا آدمی مصلحت اندیش نہین ہوتا اور اپنے کھرے پن سے لوگون کو اپنا مخالف بنالیتا ہے اسلئے اُنھون نے آپ کو اور منشی صاحب کو سڑا یعنی دیوانہ قرار دیا ۱۲

وہ لفظ لکھ رہا تھا تم میرے دل مین اور میری آنکھون کے سامنے تھے، مین جانتا تھا کہ تم ناپسند کروگے. بھائی! کیا تم یہ بات پسند کرتے ہو کہ مین برا کرون اور اُسکو اسلئے چھپاؤن کہ لوگ برا نہ کہین؟ ہمکو اپنے خدا سے معاملہ ہے جسکے ہاتھون سے ایسے تنگ آئے ہین کہ کچھ بیان نہین ہوسکتا، جو کام کرتے ہین وہ دیکھتا ہے، جو بات کہتے ہین سُن لیتا ہے، جو دل مین لاتے ہین جان لیتا ہے، ایسا پیچھے چمٹا ہے کہ نہ جہاز مین چھوڑے، نہ زمین پر چھوڑے، نہ رات کو الگ ہو، نہ دن کو الگ ہو، نہ غیر ذبح مرغی کھاتے وقت پیچھا چھوڑے. پس جب مین نے نہایت سچے دل اور درست اعتقاد سے ایسے دوست اور سچے رفیق خدا سے شرم نہ کی تو پھر بھائی مہدی علی سے کیا ڈر کرتا؟ مین اُسکو قرآن مجید سے جائز سمجھتا ہون نہ روایتِ شاذّہ سے. والیِ مصر کے ساتھ بعض علماے مصر بھی تھے، سب انگریزون کے ساتھ غیر ذبح کئے ہوے جانور چٹ کرتے تھے. بہرحال مین اسمین گفتگو نہین کرتا، شاید مین غلطی پر ہون. صرف معافی چاہتا ہون "

دوسرے محبت اور الفت کا مادہ سرسید مین معمولی آدمیون سے بہت زیادہ تھا اور اسی لئے اُنکے تمام تعلقات مین محبت کا ظہور بہ درجہ غایت پایا جاتا ہے. وہ اپنے ایک دوست کو ایک دوسرے دوست کی نسبت۔ جس سے کچھ شکر رنجی ہوگئی ہے۔ لکھتے ہین "وہ دوستی و محبت کے معاملات و برتاؤ سے محض ناواقف ہین. کسی پر وہ عاشق نہین ہوے، کسی سے اُنھون نے دل نہین لگایا، اُنکو مزا دوستی اور محبت کا مطلق معلوم نہین. سچ یہ ہے کہ جس شخص نے ایک گھڑی بھی عشق نہین برتا وہ نہ خدا کی دوستی کا مزا جانتا ہے نہ انسان کی دوستی کا اور نہ محبت کے لائق ہے "

ایک اور خط مین۔ جو سید مہدی علی کا مضمون گردن مروڑی مرغی کے برخلاف اخبار مین دیکھکر اُنکو لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہین "آپ نے جو کچھ میرے مُردار مرغی کھانے کی نسبت اخبار مین لکھا آپ یقین کیجیے

کہ اُسنے عجب لطف مجھکو دیا ہے ۔ پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ کبھی دولتِ عشق مجازی بھی تمکو نصیب ہوئی ہے یا نہین ؟ کیونکہ بغیر اُسکے آدمی مین اور مٹّی مین کچھ فرق نہین ہے "

انسان کی محبت سب سے پہلے اپنے کنبے کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے جو کہ ایک نیچرل تعلق ہے ۔ کسی کا قول ہے کہ " جسکے دل مین اپنے کنبے کی محبت نہین اُسکو کسی سے بھی محبت نہین " سرسید کو ہمیشہ اپنے کنبے کے ساتھ حد سے زیادہ لگاؤ رہا ہے ۔ بھائی کی موت کا صدمہ اُنکو بیس برس تک نہین بھولا ۔ سُنا ہے کہ اُنکے عزیز اُنکے سامنے بھائی کا ذکر اسلئے نہین کرتے تھے کہ اُنکا داغ تازہ ہو جائیگا ۔ بہت مدت کے بعد اُنکی بھتیجی کی موجودگی مین باپ کا کچھ ذکر نکل گیا تھا ' سرسید کی حالت ایسی متغیر ہو گئی کہ گویا آج ہی بھائی کا انتقال ہوا ہے ۔

بھائی کے مرنے کے بعد اُنھون نے صغیرسن بھتیجے کو اسطرح پرورش کیا جیسے مائین اپنے بچون کو پرورش کرتی ہین ۔ باوجودیکہ بھاوج زندہ تھین بھتیجے کو کبھی اپنے سے جدا نہین کیا ' سفر و حضر مین ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا ' مدتون اپنے ساتھ ایک پلنگ پر سُلایا ' اور ہر طرح سے اُسکی دلداری اور دلجوئی کی ۔ غدر مین جب سارا کنبا دلّی مین تھا اور آپ بجنور مین تھے اُسوقت بھی بھتیجا اُنکی جان کے ساتھ تھا ۔

جب سرسید کی بی بی کا انتقال ہوا اُسوقت اُنکی عمر کچھ اوپر چالیس برس کی تھی اور تین صغیرسن بچے ۔ جنکی پرورش اور رکھ رکھاؤ اکیلے باپ سے ہونا سخت دشوار تھا ۔ موجود تھے ' ہر چند دوستون نے سمجھایا کہ دوسری شادی کر لو ' تاکہ اپنی زندگی بھی آسایش سے گذرے اور بچون کی پرورش مین بھی آسانی ہو ' مگر محبت اور وفاداری نے ہرگز اجازت نہ دی ۔ اُن کے ایک دوست کا بیان ہے کہ " مین اُنکو ہمیشہ دوسرے نکاح کی ترغیب دیا کرتا تھا ' وہ سنکر ہنسی مین ٹال دیتے تھے ' ایک دن وہ برآمدہ مین ٹہل رہے تھے ' مین نے پھر وہی ذکر چھیڑا ' اُنھون نے دردناک لہجہ مین

کہا کہ " محمود کی ماں کہاں سے آ دیگی " پھر مین نے یہ ذکر کرنا چھوڑ دیا "

جب وہ انگلستان گئے تو وطن سے بیٹی کی سخت بیماری کا تار پہنچا ' اُنھون نے فوراً وہان سے تار دیا کہ اگر ہمارے پہنچنے تک اُسکے بچنے کی امید ہو تو ہم واپس ہندوستان آنے کو تیار ہین مگر دوسرا تار اُسکے مرنے کا پہنچا جس سے اُنکو ایسا سخت صدمہ ہوا کہ جب تک ولایت مین رہے غمگین اور افسردہ خاطر رہے اور جب ولایت سے واپس آئے تو دلّی جانے کو ہرگز جی نہ چاہتا تھا ' باوجودیکہ اُن دنون مین دیوانی کی بڑی تعطیل تھی - صرف ایک دو روز دلی مین ٹھیرے اور ساری تعطیل علیگڑھ ' مرزاپور اور بنارس مین بسر کی ۔

اپنی والدہ کے ساتھ جیسی اُنکو دلبستگی تھی ایسی بہت ہی کم سُنی گئی ہے اور جیسی کہ وہ جوانی مین ماں کی اطاعت کرتے تھے اور اُنکے غصّہ اور خفگی کی برداشت کرتے تھے اسطرح بچے بھی اپنے ماں باپ کا کہنا نہین مانتے ۔ وہ کہتے تھے کہ مجھکو ماں کے مرنے کا اتنا رنج نہین ہوا جتنا کہ بھائی کے مرنے کا ہوا تھا ' کیونکہ غدر کے مصائب کا زمانہ تھا اور ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ ایسا نہو مین پہلے مرجاؤن اور میرے بعد والدہ کی زندگی تلخی اور سختی مین گذرے ۔ اُنھون نے مرنے سے چند سال پہلے میرٹھ مین - جہان اُنکی والدہ مدفون ہین - ایک پبلک اسپیچ مین اپنی ماں کا ذکر کیا ' معاً اُنکا دل بھر آیا اور اُس ہڈھائی مین

لہ سرسید کی بی بی - جیسا کہ معتبر ذریعون سے سُنا گیا ہے - فی الواقع ایسی نیک سرشت اور لائق بیوی تھی جسکے بعد سرسید کا دوسرا نکاح کرنا بہ نسبت نکاح نہ کرنے کے زیادہ تعجب انگیز ہوتا ۔ وہ بھی اُسی نانا کی نواسی تھی جسکے سرسید نواسے تھے اور اسلیئے نیک دلی اور عالی حوصلگی دونو میان بیوی مین یکسان پائی جاتی تھی ۔ سرسید کے بعض احباب کا بیان ہے کہ اگر کبھی سرسید کی غیبت مین اُنکے مکان پر جانا ہو گیا ہے تو ہماری ویسی ہی مدارات ہوئی ہے جیسی اُنکی موجودگی مین ہوتی تھی ' ہمکو بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا سید صاحب خود مکان پر موجود ہین ۱۲

اُنکو ماں کے ذکر پر روتا دیکھکر لوگ متعجب ہو گئے ۔ بھائی کے نواسون کی نہایت شفقت کے ساتھ اُنھون نے سرپرستی کی اور اُنکو اعلے درجہ کی تعلیم دلوائی ' اپنے خالہ زاد بھائی کے نواسون کو اُنھون نے بالکل اپنی اولاد کی طرح اپنے پاس رکھا اور جب تک وہ انگلستان نہین گئے اُنکی تعلیم و تربیت مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین کیا ۔

حب وطن

اپنے وطن کے ساتھ ہر شخص کو عموماً الفت اور موانست ہوتی ہے خصوصاً ایسے وطن کے ساتھ جیسے کہ دلّی ہے جہان پردیسی بھی آکر زمین پکڑ لیتے ہین ' مگر سرسید کی محبت اپنے وطن کے ساتھ عجیب طرح کی تھی ؛ ایک زمانہ تو وہ تھا کہ اُنکو دلّی کی منصفی سے دوسری جگہ ترقی پر بھیجتے تھے اور وہ وہان سے ہرگز نکلنا نہین چاہتے تھے ۔ یہ تو وہ زمانہ تھا کہ دلی مین چند خاندان نام و نمود کے باقی تھے اور ہر قسم کے اہل کمال اور اہل ہنر زمانہ کی بساط کے موافق وہان موجود تھے ' قلعہ کا چراغ اگرچہ ٹمٹما رہا تھا مگر گل نہوا تھا ' سرسید کو جو زندہ دل سوسائٹی وہان میسر تھی دوسری جگہ اُسکے ملنے کی امید نہ تھی ۔ مگر غدر کے بعد جب وہان کے مسلمان بالکل مٹ گئے اور دلّی ایک قالب بے روح رہگئی اب اُسی حُبّ وطن کا یہ تقاضا ہوا کہ جن آنکھون سے اُسکی بہار دیکھی تھی اُنھین آنکھون سے اُسکی خزان کیونکر دیکھی جائے ۔ گو بظاہر سرسید نے دلّی ہمیشہ کے لئے چھوڑ دی تھی مگر آدم کو بہشت چھوڑنے کا بھی اتنا ہی افسوس ہوا ہوگا جتنا کہ سرسید کو دلّی چھوڑنے کا افسوس تھا ۔ اُنکے آرٹکلون مین یا اسپیچون اور لکچرون مین یا پرائوٹ خطون مین جہان کہین دلّی کا ذکر آگیا ہے اُنکا دل اُمڈے بغیر نہین رہا ۔

وہ اپنی کتاب راہ سنت پر ریمارک کرتے ہوے ایک جگہ لکھتے ہین " یہ باتین تو اُن صحبتون کی یادگار ہین

جنکی یاد سے آنسو بھر آتے ہین : کجا وہ صحبتین ، کجا وہ مجلسین ، کہان وہ آزردہ ، کہان وہ شیفتہ اور کہان وہ صہبائی

کہان وہ علما و صلحا : صرف یاد ہی یاد ہے "

ایک اور آرٹکل مین - جہان اُردو اخبارون کا ذکر کیا ہے - وہ یون لکھتے ہین " اُس

اُجڑے شہر کے اخبارون کا بھی - جسکا نام لیتے دل بھر آتا ہے - ہم دل سے شکر ادا کرتے ہین .... ہمارے وطن کے اخبار

ہمسے اسلیئے ناراض ہین کہ مدرسۃ العلوم دہلی مین کیون نہ مقرر ہوا ؟ بھائی ! کہان ہے وہ دلّی اور کہان ہین

وہ دلّی والے ؟ جو نقش کہ مٹ گیا اُسکا اب کیا نام لینا ہے ، مرثیہ پڑھا کرو اور دلّی والون کو رویا کرو "

جس زمانہ مین ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس دلّی مین تجویز ہو رہا تھا اُنھون نے اپنے

ایک دوست کو یہ لکھا تھا کہ " آپ کی سب کوششین اور تدبیرین اور خیالات بے سود ثابت ہونگے ،

نہ دہلی مین کوئی انتظام کرنے والا ہے اور نہ دہلی اس لائق رہی ہے ، وہان کے مسلمانون پر ، مسلمانون کے

گھرون پر ، مسلمانون کے محلّون پر ابتک نحوست برستی ہے ، انکی طبیعت ، اُنکا اخلاق ، راہ و رسم ، سوشل حالت

ایسی تبدیل ہوگئی ہے کہ جب کبھی دلّی جاتا ہون اور کسی سے ملاقات ہوتی ہے تو اُسکی باتین سنکر متعجب ہوتا ہون

کہ یہ لوگ کس ملک اور کس دیس کے رہنے والے ہین ؟ خدا نے دلّی سے سب کچھ چھین لیا : ذٰلک تقدیر العزیز العلیم "

سرسید کی طبیعت مین ایک خاص صفت تھی جو بڑے بڑے کامون کا بوجھ

اُٹھانے والون مین ہونی نہایت ضرور ہے . وہ دل بجھانے والی اور ہمت توڑنیوالی تقریون

سے ہمیشہ دور دور اور الگ تھلگ رہنا چاہتے تھے . اگر ایسا نہ کرتے تو جسقدر قومی اور ملکی

اور مذہبی خدمات اُنھون نے انجام دی ہین اُسکا عُشر عشیر بھی انسے سرانجام نہو سکتا . سید حامد

مرحوم کے انتقال کا صدمہ اُنپر نہایت سخت ہوا تھا ، دو وقت اُنھون نے بالکل کھانا نہین کھایا

اور پندرہ بیس روز تک اُنکی حالت نہایت نازک رہی' مگر جسوقت بیٹے کا دم نکلا اور گھر مین کہرام مچا وہ شمس العلما مولوی ذکاء اللہ کے مکان پر چلے گئے اور جب تک لوگ اُنکو دفن کر کے نہ آئے وہین چپ چاپ بیٹھے رہے اور پھر جو اُس روز سے علیگڑھ گئے ایک آدھ بار سے زیادہ پھر کبھی جا کر گھر کی صورت نہین دیکھی. یہی وجہ تھی کہ اُنھون نے دلّی کا غم بھلانے کے لئے دلّی کی بود و باش ہی ہمیشہ کے لئے ترک کر دی تھی. اُنکے بعض ہموطن کہتے ہین کہ اگر دلّی سے کچھ انس ہوتا تو وہ دلّی کو چھوڑ کر علیگڑھ مین مدرستہ العلوم قائم نہ کرتے ؛ یہ بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے کہ اگر بنی امیہ کو بغداد سے اُنس ہوتا تو وہ اُندلس مین جا کر اپنی سلطنت قائم نہ کرتے. دلّی جو سیکڑون برس مسلمانون کا دار الحکومت رہا اور اسلئے پُرانے خیالات اور قومی و مذہبی تعصبات کا مرکز تھا وہان سرسید کے منصوبون کا پورا ہونا بلا تشبیہ ایسا ہی مشکل تھا جیسا مکہ مین اسلام کا نشو و نما پانا.

اگر غور کر کے دیکھا جائے تو سرسید کے دل مین قوم کی بھلائی کا خیال اور قومی ہمدردی کا جوش زیادہ تر دلی ہی کی تباہی اور بربادی نے پیدا کیا ؛ فتح دہلی کے بعد جسوقت وہ میرٹھ سے اپنی مان اور خالہ کی خبر لینے کو دلّی مین پہنچے اُنھون نے تمام شہر کو بالکل ویران پایا' یہانتک کہ جیسا پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پیاسون کے لئے پانی کی ضرورت ہوئی تو ایک صراحی پانی کے لئے اُنکو خود قلعہ جانا پڑا' جس دوست یا عزیز کا حال دریافت کیا اُسکو مقتول سُنا یا مفقود' جس قلعہ مین سلاطین کے عیش و عشرت کے سامان دیکھے تھے اُسکے در و دیوار سے اُنکے خون کی بو آتے دیکھی اگرچہ اُسوقت ہزارون ایسے بھی تھے جو مرگ انبوہ کو جشن سمجھتے تھے مگر سرسید جیسے ذکی الحس آدمی کے لئے یہ انقلاب ایک تازیانہ تھا' دلّی کا وہ سناٹا دیکھکر ایک ایسی چوٹ اُنکے دل پر لگی جو رفتہ رفتہ

زخم اور آخر کار ناسور بن گئی۔ مسلمانون کی تعلیم کا خیال بھی اگر سچ پوچھیے تو دلی ہی کی حالت دیکھکر اُنکے دل مین پیدا ہوا۔ غدر سے پہلے جیسے دلّی کے لوگ دنیا کے حالات سے بے خبر تھے ایسے شاید ہی کسی دوسری جگہ کے لوگ ہون۔ سرسید کہتے تھے کہ "ایک دفعہ جو مین رہتک سے کسی تعطیل مین دلّی آیا تو وہان کے ایک معزز آدمی نے مجھسے پوچھا کہ آپ کہان گئے تھے؟ اور جب مین نے رُہتک کا نام لیا تو انھون نے تعجب سے کہا کہ کیا رُہتک بھی انگریزون کی عملداری مین ہے؟ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ" دلّی کے اکثر پڑھے لکھے آدمی ہر ایک مجسٹریٹ کو مٹکاف کہتے تھے کیونکہ پہلے مجسٹریٹ کا نام مٹکاف تھا"

جو برتاؤ سرسید کا اپنے دوستون کے ساتھ تھا وہ اس زمانہ کے دوستون سے بالکل نرالا تھا۔ جہانتک اُنکا حال دیکھا گیا اُنکی خوشی بلکہ اُنکی زندگی کا مدار صرف دو چیزون پر معلوم ہوتا تھا؛ کام اور دوستون کی ملاقات۔ اُنکو شاید ہی کبھی ایسی خوشی ہوتی ہو جیسی اپنے خالص و مخلص دوستون سے ملکر ہوتی تھی۔ وہ فی الواقع دوستون کو زندگانی کا ایک عنصر سمجھتے تھے۔ اُنکا اس مقولہ پر پورا پورا عمل تھا کہ "اگر ساری دنیا قبضہ مین ہو اور کوئی دوست نہو تو وہ ہیچ ہے اور اگر ساری دنیا کے بدلے مین ایک دوست ہاتھ لگ جائے تو ارزان ہے" باوجودیکہ دن بھر مین اُنکا کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ کام سے خالی نہوتا تھا۔ اور ایسے شخص کو تنہائی زیادہ پسند ہونی چاہئے۔ بااینہمہ دوستون سے کبھی اُنکا جی نہ اُکتاتا تھا۔ ابتدائی ملاقاتون مین وہ بہت روکھے پھیکے معلوم ہوتے تھے؛ ناواقف آدمی اُنکو پہلی ہی بار دیکھکر نہایت عبوس اور خشک مزاج سمجھتا تھا مگر جسقدر اُنسے زیادہ ربط بڑھتا جاتا تھا اُسیقدر اس مقولہ کی تصدیق ہوتی جاتی تھی کہ "الرّغبۃ[1] الی الکریم تحلّطک"

سلوک دوستانہ

[1] یعنی کریم النفس آدمی کی طرف جسقدر تُجھکو گے اُس سے زیادہ میل جول ہوگا اور مغائرت دور ہوتی جائیگی ۱۲

وَتُقَرِّبُكَ مِنْہُ وَتَرفَعُ سُجُوفَ الْحِشْمَۃِ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ" کرنل گریہم لکھتے ہین کہ "مین اُسکو (یعنی سرسید کو) ایک چوتھائی صدی سے جانتا ہون، میرا اور اُنکا تعلق بمنزلہ ایک رشتہ دار کے ہے نہ کہ بطور ایک دوست کے، جتنی زیادہ اُنکی میری واقفیت بڑھتی گئی اُسیقدر اُنکی قدر و منزلت میرے دل مین زیادہ ہوتی گئی"

سرسید اپنا دشمن تو شاید ہی کسی کو سمجھتے ہون مگر جنکو وہ اپنا دوست جانتے تھے وہ بھی تعداد مین کچھ کم نہ تھے۔ قوم کی عام خیر خواہی نے ہزارون بلکہ لاکھون کے دل مین اُنکی جگہ کردی تھی۔ انھین مین بہت سے ایسے بھی تھے جنکی دوستی یارانہ کے درجہ تک پہنچ گئی تھی۔ وہ اپنی اور اُنکی چیز مین کچھ فرق نہ سمجھتے تھے۔ سرسید کا گھر اُنکا ہوٹل یا سرائے تھا اور اُنکا دل سرسید کی مٹھی مین تھا۔ وہ جب اور جسقدر چاہتے اُنکے نام بغیر پوچھے چندہ لکھدیتے تھے اور اُنکو طوعًا یا کرہًا قبول کرنا پڑتا تھا۔

دوستی کے متعلق ایک کتاب مین یہ حکایت لکھی ہے کہ "ایک روز امام محمد باقر ؑ نے اصحاب سے کہا کہ تم مین کوئی ایسا شخص ہے؟ کہ دوست کی جیب مین ہاتھ ڈالکر جسقدر نقدی کی ضرورت ہو اُسمین سے نکال لے۔ سب نے عرض کیا "لَا وَاللّٰہِ یا ابن رسول اللہ" آپ نے فرمایا "بس تو تم مین کوئی دوستی کے لائق نہین ہے"

مگر سرسید کا حال اپنے دوستون کے ساتھ اور اُنکے دوستون کا حال سرسید کے ساتھ بالکل ایسا ہی تھا کہ ایک دوسرے کی جیب سے جو چاہتے نکال سکتے تھے۔

سرسید کے دوستون مین سے اُنکے ایک نہایت عزیز دوست خرچ کرنے مین کبھی اعتدال و میانہ روی سے تجاوز نہین کرتے مگر کبھی ایسا نہین ہوا کہ سرسید نے اُنسے چندہ مانگا ہو اور اُنھون نے انکار کیا ہو۔ وہ اپنی جبلّی عادت کے موافق بطور ظرافت کے کہا کرتے ہین کہ قومی ہمدردی تو ہم کو

معلوم نہین کس چیز کو کہتے ہین ہان مگر سید احمد خان کی زبان مین ضرور جادو تھا کہ جہان روپیہ دو روپیہ دینا مشکل معلوم ہوتا تھا وہان اُنکے ایک اشارے پر آنکھ بند کرکے سیکڑون یوجاتے تھے سرسید ایک آرٹکل مین لکھتے ہین کہ " اگرچہ اسطرح پر متواتر امداد کی درخواست کرنے سے شرم آتی ہے مگر ہمارے دوستون کی فیاضی ہمکو شرمندہ نہین ہونے دیتی ۔ ہمنے بھی اس مقولہ پر عمل کرنا اختیار کرلیا ہے کہ " خانۂ دوستان بروب و در دشمنان مکوب " جس امر کی ضرورت ہوتی ہے دوستون ہی سے سوال کرتے ہین اور کچھ شرم نہین کرتے ۔ اور حق یہ ہے کہ اگر دوستون ہی سے نہ مانگین تو کس سے مانگین ؟ لیکن اُنکا شکریہ ہم پر واجب ہے ایک دوست پر کالج کے کسی فنڈ کا چندہ کسی قدر باقی تھا ' ہمنے اُنسے کہا کہ تھوڑا سا روپیہ رہ گیا ہے اسکو بیباق کردو ' اُنھون نے کہا بیباقی کا تو آپ نام نہ لیجئے ' جب تک زندگی ہے بیباقی تو نہ ہوگی ' آج اس چندہ کی باقی ہے کل دوسرے چندہ کی ' اسی طرح باقیدار مرجاؤنگا ' پس بیباقی تو نہ ہوئی ہے نہ ہوگی ' مگر جسقدر روپیہ چاہو لو "

اسکے بعد آپ لکھتے ہین کہ " درحقیقت یہی حال ہے ' کوئی زمانہ ایسا نہین ہوتا کہ ہم اپنے دوستون سے کالج کے کسی نہ کسی فنڈ کے لئے چندہ نہ مانگتے ہون ۔ مگر ہمارے دوست بھی ہمارے اس شعر کو کبھی کبھی پڑھ لیا کرین ہے

" گر مکرر زلبت بوسہ گرفتیم مرنج — سُرخیِ لعلِ لبت بین کہ چہ زیبا بودست "

انھین دوستون مین سے بعض کے ساتھ نہایت بے تکلفی تھی ' وہ جو کچھ چاہتے تھے سرسید کو کہہ بیٹھتے تھے ' اُنپر رُو در رُو اعتراض کرتے تھے ' اُنکے مذہبی خیالات اور رایون پر نکتہ چینیان کرتے تھے ' اُنسے ہر قسم کی ہنسی اور چہل کی باتین ہوتی تھین ' وہ ہمیشہ سرسید کی جھڑکیان کھاتے تھے اور خفگیان سہتے تھے مگر نہ کبھی سرسید کو اُنسے ملال ہوتا تھا اور نہ اُنکی خفگی یا جھڑکی کا بُرا مانتے تھے ۔ اُنکے حسب حال یہ شعر تھا

" تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب ! — بڑھتا ہے اَور ذوقِ گنہ یان سزا کے بعد "

جب کسی دوست کی طرف سے کوئی ایسی بات ظہور مین آتی تھی جس سے مغائرت کا خیال پیدا ہوتا ہو تو اُنکو یہ امر نہایت شاق گذرتا تھا۔ منشی غلام نبی خان مرحوم کا بیان ہے کہ "مین رہتک سے میرٹھ جاتا تھا، جب دلّی پہنچا تو ایک دوست کے مکان پر ٹھیرتا ہوا، وہان مین نے سُنا کہ سید صاحب بجنور سے آئے ہوے ہین، مین اُنکی خدمت مین پہنچا، اُنھون نے فوراً میرا اسباب فرودگاہ سے منگوا لیا، اور فرمایا کہ پانچ چار روز تمکو یہان ٹھیرنا پڑیگا، پھر ہم تم یہان سے ساتھ چلینگے، مین ٹھیر گیا، اُنھون نے شہر کے مشاہیر سے مجھکو ملوایا، اتفاق سے محمد بخش خان صدر الصدور میرٹھ بھی وہان آئے ہوے تھے، اُنھون نے سید صاحب کو لکھا کہ میرٹھ تک مجھے بھی اپنی گاڑی مین شریک کر لینا، سید صاحب نے اُنکو لکھ بھیجا کہ میری گاڑی مین منشی غلام نبی شریک ہین اسلئے آپ کی گنجایش نہین، مجھے شرکت کے لفظ سے یہ خیال گذرا کہ نصف کرایہ گاڑی کا مجھے دینا پڑیگا۔ غرض کہ مین سید صاحب کے ساتھ دلّی سے میرٹھ کو روانہ ہوا، راہ مین اپنی نالائقی سے مین نے نصف کرایہ سید صاحب کے سامنے پیش کیا، اُنھون نے نہایت غضب آلود نگاہ سے میری طرف دیکھا اور بہت دیر تک خاموش بیٹھے رہے۔ مجھے اپنی اس کمینہ حرکت سے ایسا انفعال ہوا کہ بیان نہین ہوسکتا آخر مجھکو معافی مانگنی پڑی اور پھر کرایہ کے باب مین اُنکے سامنے دم نہین مارا" اسی طرح اُنھون نے ایک دوست کو کسی قدر روپیہ کا چک بھیجا مگر اُسنے واپس کر دیا اور لکھا کہ مین یہ روپیہ نہ لونگا اسکے لئے مجھسے بہتر مصرف موجود ہین۔ سر سید نے اُسکا یہ جواب لکھا کہ "آپ کا عنایت نامہ پہنچا جسمین چک مرسلہ کا ذکر تھا اُسکو پڑھکر مین تمپر نہایت خفا ہوا، جو محبت و یکجہتی مجھکو تمسے ہے وہ اس لائق نہ تھی کہ تم ایسے کلمات لکھتے جو ایک غیر شخص کو لکھنے زیبا ہین۔ خبردار اس قسم کے خیالات ہمارے ساتھ ہرگز مت کرو۔ اگر تم رقعہ مرسلہ کو کام مین نہ لاؤگے تو نہایت آزردگی ہوگی اور یقین ہوگا کہ تم یکجہتی نہین سمجھتے، اب دوبارہ اس باب مین نہ لکھنا"

جس دوست کے ساتھ سرسید کی زیادہ خصوصیت ہوتی تھی وہی اکثر مورد عتاب رہتا تھا مگر اُس عتاب کی قدر وہی خوب جانتے تھے جو اُسکے مورد ہوتے تھے۔ خان بہادر مولوی سید زین العابدین خان جن پر سب سے زیادہ خفگی اور ناراضی رہتی تھی وہی آج سب سے زیادہ سرسید کو یاد کرتے ہین اور روتے ہین اور دنیا مین کسی دوست یا عزیز کو ویسا غمخوار اور غمگسار نہین پاتے۔ سرسید کا ایک خط ہاتھ لگا ہے جو اُنھون نے علالت کی حالت مین اپنے بیٹ دست سے لکھوا کر خان بہادر کو رام پور بھیجا تھا، نہ اُسمین عُرفی شوق و آرزو کا اظہار ہے نہ جدائی کی معمولی شکایت ہے مگر اُسکے ہر ہر لفظ سے محبت ٹپکی پڑتی ہے۔ لکھتے ہین "مکرمی زینو! ابھی تمھارا خط پہنچا، کچھ شبہ نہین کہ تمکو مجھسے جدا ہونے کا ایسا ہی رنج ہے جیسا کہ تمنے لکھا، مگر تم تو اُس رنج کو کسی قدر لکھ بھی سکے، مگر مجھکو تمھارے چلے جانے سے جو رنج ہے وہ لکھا بھی نہین جاسکتا۔ زبان کھجلاتی ہے اور کوئی یہان نہین ہے کہ اُسکو بُرا کہون، دل مین غصہ آتا ہے اور کوئی یہان نہین ہے جسپر غصہ نکالون، ہاتھ کھجلاتے ہین اور کوئی یہان نہین ہے جسکو مارون۔ حقیقت مین تمھارے جانے سے مکان سونا نہین ہوا بلکہ دل سونا ہو گیا۔ صبح[1] کو اُٹھکر خدا یاد نہین آتا مگر تم یاد آتے ہو سعدی اے کہ ہرگز فراموشت نکنم کا نقشہ ہو گیا ہے"

نواب محسن الملک نے ایک موقع پر سرسید کا ذکر خیر کرتے وقت کہا کہ "مین نے کسی شخص کی ذات مین اسقدر خوبیان جمع نہین دیکھین، میری اُنسے پہلی ملاقات ۱۸۶۳ء مین ہوئی تھی؛ اُسوقت سے آج تک ایک بات بھی اُنمین ایسی نہین دیکھی جسکو بُرا کہسکون۔ اس شخص کیسی سچی محبت اور وفاداری دنیا مین کہین نہین دیکھی،

---

[1] خان بہادر ہمیشہ بلاناغہ صبح کے چار بجے سرسید کی کوٹھی پر آتے تھے اور گھنٹا آدھ گھنٹا وہان ٹھیر کر پھر ہوا خوری کو جاتے تھے یہ اُس صبح کی ملاقات کی طرف اشارہ ہے ۱۲

البتہ کتابون مین بہت کچھ لکھا دیکھا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ نہ بھائی سے اسقدر محبت ہوسکتی ہے اور نہ باپ سے جیسی کہ اس شخص کی محبت خدانے ڈال دی ہے "

اسی محبت کی کشش تھی کہ محسن الملک نے حیدرآباد سے آکر وطن مالوف کی طرف رخ نہین کیا بلکہ علیگڑھ کو اپنا ہڈکوارٹر بنایا اور کبھی ایک دو دن سے زیادہ اٹاوہ مین جاکر قیام نہین کیا ' اور اگر حفظ صحت کا خیال اُنکو مجبور نہ کرتا تو غالباً وہ سرسید کی زندگی مین علیگڑھ کو چھوڑکر کبھی بمبئی نہ جاتے ۔ نظیری نے کیا خوب کہا ہے

" درسِ ادب اگر بود زمزمۂ محبتے ۔۔۔ جمعہ بہ مکتب آورد طفل گریز پاے را "

سرسید کی خفگی اور غُصّہ مین جو کشش تھی وہ کسی کی مہربانی اور عنایت مین بھی نہین دیکھی گئی ۔ سید مہدی علی کو ہمیشہ اُنکے عتاب آمیز خط جاتے تھے چنانچہ وہ خود ایک جگہ لکھتے ہین کہ " مہدی علی کو سواے غصّہ اور خفگی کے کبھی کچھ نہین ملا " باوجود اسکے سید مہدی علی کا معاملہ اُنکے ساتھ شمع و پروانہ کا سا تھا ۔ الہ آباد کے جلسہ کانفرنس مین جب ذوق وشوق اور وجد کی حالت مین اُنھون نے اپنا لکچر دیتے وقت تمام حاضرین کے سامنے سرسید سے خطاب کیا تھا وہ اکثر لوگون کو یاد ہوگا خصوصاً اُسوقت کا سمان کبھی دل سے فراموش نہوگا جب کہ اُنھون نے سرسید سے مخاطب ہوکر یہ اشعار پڑھے تھے

دلبرانِ ماہ پیکر دیدہ ام ۔۔۔ در جمالت چیز دیگر دیدہ ام
این چہ نورست اینکہ تابان از تو ہست ۔۔۔ ہفت کوکب نور افشان از تو ہست
تو مکمّل از کمالِ کیستی ۔۔۔ مظہرِ نورِ جمالِ کیستی

سرسید نے ایک آرٹکل مین جو غالباً محبت پر لکھا ہے مسٹر پسٹلی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

"انسان کو دشمن کے ساتھ بھی ایسا برتاؤ رکھنا چاہیے کہ اُسکو دوست بنا لینے کا موقع رہے اور دوست سے اسطرح برتاؤ کرنا چاہیے کہ اگر کبھی وہ دشمن ہو جائے تو اُسکے ضرر سے بچنے کی جگہ باقی رہے" اس قول کو نقل کر کے وہ خود لکھتے ہین کہ "اسکا پہلا حصہ جو دشمن کے ساتھ برتاو کرنے کا ہے وہ تو نہایت عمدہ ہے' مگر پچھلی بات جو دوست کے ساتھ برتاؤ برتنے کی ہے اُسمین سمجھ کی کچھ بھی بات نہین بلکہ نری مکاری ہے۔ ایسے برتاؤ سے انسان زندگی کی بہت بڑی خوشی سے محروم رہتا ہے' اپنے دلی دوستون سے بھی دل کی بات نہین کہہ سکتا۔ یہ سچ ہے کہ بعضے دوست دشمن ہو جاتے ہین اور دوست کے بھید کو کھول دیتے ہین مگر دنیا اُنھین کو دغاباز اور بُرا کہتی ہے' دوست پر بھروسا کرنے والے کو ناسمجھ نہین کہتے۔ ہان البتہ دوستون کے منتخب کرنے مین بڑی سمجھ چاہیے"

سرسید نے جو کچھ لکھا ہے یہ خاص اُنکے دلی خیالات تھے اور جہانتک ہمکو معلوم ہے اُنکا ہمیشہ اسی کے موافق عمل درآمد رہا۔ وہ بے شک زود آمیز اور زود پیوند نہ تھے بلکہ اس شعر کے حقیقی مصداق تھے

"نہ عیب تست کہ بیگانہ وار مے گذری      کہ ہر کہ زود گُسل نیست دیر پیوندست"

مگر جب کسی سے دل ملجاتا تھا۔ پھر خواہ وہ شخص ہندو ہو یا عیسائی یا یہودی یا مسلمان۔ اُس سے کسی طرح کی مغائرت اور بیگانگی باقی نہ رہتی تھی۔ اُنھون نے اپنے پوتے سید مسعود کی بسم اللہ کی تقریب مین بمقام علیگڑھ ایجوکیشنل کانفرنس کے جلسون کے بعد تمام ممبرون اور وزیٹرون کے سامنے ایک تقریر کی تھی جسکے آخر کے چند فقرے یہان نقل کرنے مناسب معلوم ہوتے ہین۔

اُنھون نے کہا "اے حضرات! گو مین نے اسوقت قوم ہی کا گیت گایا ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھا جائے

کہ ہمکو اور قوموں سے محبت اور برادرانہ محبت نہین ہے ۔ ہماری قوم خراب حالت مین ہے اسلئے اُسیکا گیت گایا جاتا ہے
ورنہ ہم اَور قوموں سے بھی ایسی ہی محبت رکھتے ہین جیسی اپنے عزیزون سے ۔ اس وقت اسکے علانیہ دو ثبوت
موجود ہین ۔ ایک یہ کہ سید محمد محمود اور مسٹر راس سے نہایت دوستی اور برادرانہ اور عزیزانہ محبت ہے، جب
سید مسعود پیدا ہوا تو مسٹر راس اور اُنکی میم صاحبہ نے موافق انگریزی رسم کے ۔ جو نہایت محبت پر دلالت کرتی ہے
اپنا نام اُس مولود مسعود کو دیا اور ہمنے نہایت خوشی سے اُنکا نام اُسکے نام کے ساتھ شامل کیا اور اسی سبب سے
اُسکا نام سید راس مسعود قرار پایا ۔

"دوسرا نمونہ (راجہ جیکشن داس بہادر سی ۔ اِس ۔ آئی کی طرف نہایت جوش محبت
کے ساتھ اشارہ کرکے کہا) ہمارا یہ ڈاڑھی منڈا دوست یہان موجود ہے اور سید راس مسعود کو اپنی بغل مین
بٹھائے ہوے ہے ۔ انکو مین اپنا معزز اور محسن بھائی سمجھتا ہون اور سید محمود انکو چچا کہتے ہین اور سید راس مسعود
دادا راجہ ۔ پس ہم اپنے دوستون سے محبت رکھنے مین کچھ بھی فرق نہین کرتے"

سرسید جسکو دوست سمجھ لیتے تھے اُسکی طرف سے فی الواقع اُنکا دل ایسا صاف ہو جاتا تھا
کہ اُسکی نسبت بُرائی کا کبھی تصور بھی نہ آتا تھا ۔ کسی کی شکایت یا سعایت یا دراندازی اُنکو دوست سے
جب تک کہ علانیہ اور متواتر اُس سے دوستی کے خلاف باتین سرزد نہ ہون ۔ بدگمان نہ کر سکتی تھی ۔
لیکن اسی کے ساتھ جب کسی کی نسبت اُنکو یقین ہو جاتا تھا کہ وہ دوست نہین پھر اُس سے مطلق
تعلق باقی نہ رہتا تھا ۔ ظاہرداری کا ملنا فی الحقیقت اس شخص کو نہ آتا تھا ۔ اُنکے حال پر بعینہ یہ شعر منطبق ہوتا تھا

مرنجان دلم را کہ این مرغ وحشی　　　　ز بامے کہ برخاست مشکل نشیند

وہ سید مہدی علی خان کو ایک خط مین لکھتے ہین کہ " مین تو اُس شخص کو کافر بے ایمان سمجھتا ہون

جو دوست کی نسبت خیال کرے کہ اُسنے خلاف دوستی و محبت کے کوئی بات کی یا کہی ہوگی ۔ مین تو دوست کے گالی دینے اور بُرا کہنے کو بھی دوستی پر حمل کرتا ہون، اور درحقیقت دوستی ہی کے سبب سے وہ بات ہوتی ہے ۔ مگر جب حقیقت مین خلاف محبت اور دوستی کے کوئی بات ہو تو پھر شیشۂ محبت - جو نہایت نازک ہے - کسی طرح ثابت نہین رہ سکتا ۔ اگرچہ دوستی اور محبت ایسی سخت چیز ہے کہ ہتوڑون اور ہزارون صدمون سے نہین ٹوٹتی ؛ مگر وہ نازک بھی ایسی ہے کہ باریک سے باریک شیشے اور حباب کو بھی اُس سے نسبت نہین ۔ ایک ادنے سی خلافِ محبت بات کرنے سے ٹوٹ جاتی ہے اور جسقدر محبت زیادہ بڑھتی جاتی ہے اُسکی نزاکت زیادہ ہوتی جاتی ہے"

سرسید کو کسی دوست نے لکھا کہ فلان دوست سے بھی آپ چندہ طلب کرین ۔ اُسکے جواب مین آپ لکھتے ہین کہ " جو ملال اُنکی طرف سے میرے دل مین ہوا ہے وہ ابتک کم نہین ہوا ۔ پھوٹ جاوے وہ آنکھ جو کسی کو دیکھے اُس نگاہ سے جو اُسکے دل مین نہین ہے، گل جاوے وہ زبان جو وہ کہے جو اُسکے دل مین نہین ہے، ٹوٹ جاوے وہ ہاتھ جو وہ لکھے جو اُسکے دل مین نہین ہے "

اُنکا قول تھا کہ دوستی کے آگے رشتہ و قرابت کی کچھ حقیقت نہین ۔ وہ ولایت سے سید محمد علیخان کے نام کے خط مین مولوی زین العابدین خان کی نسبت لکھتے ہین " جسقدر آپنے مولوی زین العابدین کی محبت کا میری نسبت ذکر لکھا ہے درحقیقت وہ بہت کم ہے، اُس کافر غارت کنِ ایمان کو - جیسا کہ وہ ہے - مین ہی خوب جانتا ہون ۔ اب آپ کو میری طبیعت کا حال بخوبی معلوم ہوگیا، مین رشتے وناتے کی سچی محبت اور دوستی کے آگے کچھ بھی حقیقت نہین سمجھتا "

اگرچہ سرسید ہر ایک معاملہ مین نہایت آزادانہ خیالات رکھتے تھے مگر دوستی کے معاملات مین بڑے کنسرویٹو معلوم ہوتے تھے ۔ وہ اپنے خالص و مخلص دوستون سے اُسی قسم کی توقعات

رکھتے تھے جیسے اگلے زمانہ کے وضعدار اور باوفا دوستون کے حالات سننے مین آئے ہین ۔ قطع نظر پرائیوٹ باتون کے پبلک معاملات مین بھی - جو زیادہ مہتم بالشان ہون - اُنکی یہ خواہش معلوم ہوتی تھی کہ دوست اُنکی راے کے مؤید ہون اور اگر کوئی دوست اُنکی راے سے اختلاف کرتا تھا تو اُنکو حد سے زیادہ ملال ہوتا تھا ۔

جب سے اُنکو مسلمانون کی تعلیم کا خیال ہوا وہ اپنے ہر ایک دوست سے اس بات کے متوقع تھے کہ اُنکے کام مین دل سے مدد دین ۔ جن قدیم دوستون نے توقع کے موافق تعلیمی معاملات مین اُنکو مدد نہین دی اُنکے ساتھ وہ ربط وضبط جو قدیم سے چلا آتا تھا قائم نہ رہا اور نئے دوست جو ان معاملات مین اُنکے مددگار تھے اُنکو وہ اپنے عزیزون اور رشتہ دارون سے بھی زیادہ عزیز اور پیارا سمجھتے تھے ۔ خان بہادر برکت علی خان کی نسبت اُنکی اخیر دم تک یہ تمنا رہی کہ کالج مین ایک ممتاز مکان اُنکی یادگار مین تیار کرائین ۔ سردار محمد حیات خان کو اپنا قوت بازو سمجھتے تھے ۔ قاضی رضا حسین رئیس پٹنہ ' خلیفہ سید محمود حسن خان وزیر پٹیالہ ' مولوی چراغ علی اور میر ظہور حسین کے مرنے کا اُنکو ایسا رنج ہوا تھا کہ اپنے کسی عزیز کے مرنے کا بھی کسی کو اُس سے زیادہ صدمہ نہین ہوسکتا ۔ نواب انتصار جنگ سے اگرچہ وہ ٹرسٹی بل کے اختلاف کی وجہ سے کسی قدر آزردہ ہوگئے تھے مگر چونکہ مدرسہ کی امداد اُنکے برابر ایک آدھ کے سوا کسی نے نہین کی اسلئے وہ ملال چند روز بعد بالکل جاتا رہا تھا اور اُنکی ویسی ہی جگہ دل مین ہوگئی تھی جیسی قدیم سے چلی آتی تھی ۔ نواب عماد الملک کو اُنکی نیکی اور راستبازی اور علم وفضل اور مدرسۃ العلوم کی حقیقی خیرخواہی اور خیر اندیشی کی وجہ سے وہ ایسا ہی عزیز رکھتے تھے جیسے سید محمود کو اور اُنکی نسبت یہ کہتے تھے کہ وہ انسان نہین بلکہ ایک نورِ مجسم ہے ۔ شمس العلما مولانا نذیر احمد کی نسبت

ایک ناواقف آدمی نے اُنکے سامنے بطور شکایت کے کہا کہ باوجود اسقدر مقدور ہونے کے اُنھون نے قومی تعلیم مین کچھ مدد نہین دی ۔ سرسید نے بدمزہ ہوکر اُنکے چندون کی تفصیل بیان کی جووہ ابتدا سے مدرسہ مین دیتے رہے ہین اور جو مقبولیت اور رونق اُنکے لکچرون سے ایجوکیشنل کانفرنس کو ہوئی اُسکا ذکر کرکے کہا کہ یہ شخص ہماری قوم کے لئے باعث فخر ہے اُسکی نسبت پھر ایسا لفظ زبان سے نہ نکالنا ۔ شمس العلما مولوی ذکاءاللہ جنھون نے کالج کے چندون کے سوا سوسائٹی کے مقاصد مین اپنے ترجمون سے بے نظیر امداد دی تھی ۔ اور ۔ سید زین العابدین، میر تراب علی، سید مہدی علی، مولوی مشتاق حسین، راجہ جیکشن داس، حاجی اسمعیل خان اور مرزا عابد علی بیگ کو وہ مثل اپنے اعضا و جوارح کے سمجھتے تھے ۔ الغرض یہ شخص دوستی و محبت کے باب مین اس عربی شعر کا حقیقی مصداق تھا

وَاِذَا رَاَیْتَ صَدِیْقَهٗ وَشَقِیْقَهٗ ۔۔۔۔۔ لَمْ تَدْرِ اَیُّهُمَا ذَوُو الْاَرْحَامِ

(یعنی تو اُسکے دوست اور سگے بھائی کو دیکھکر یہ تمیز نہین کرسکتا کہ بھائی کونسا ہے اور دوست کونسا)

نوکرون کے ساتھ تعلق

اسی جبلّی مہر و محبت کا مقتضا تھا کہ وہ اپنے رفیقون اور نوکرون اور لگے بندھون کو تابقدور عمر بھر اپنے ساتھ نباہنا چاہتے تھے ۔ جس شخص کے قدم اُنکے ہان جم گئے پھر نہ وہ اُسکو اپنے پاس سے جدا کرنا چاہتے تھے اور نہ وہ اُنسے جدا ہونا چاہتا تھا ۔ اول تو وہ کسی کی شکایت سنتے نہ تھے اور اگر کوئی کسی ملازم کی شکایت کرتا تھا تو اُسکا کچھ اثر نہ ہوتا تھا ۔ اُنکے ایک قدیم ملازم کی لوگون نے اُنسے بارہا شکایت کی مگر وہ کسی طرح اُنکے دل سے نہ اُترا، ہمیشہ اُنکا معتمد علیہ اور سفر و حضر مین اُنکے ہمراہ رہا اور آخر اُنھین کی رفاقت مین مرگیا ۔ اُسکے بعد چھوٹی بھائی کو داروغگی ملی جسکی آوارگی اور بدچلنی حد سے گذر گئی تھی مگر وہ بھی اخیر دم تک اُنسے نہ چھوٹ سکا ۔

حافظ عبد الرحمن مرحوم - جو سید محمود کے بچپن کے اُستاد تھے - ۴۵ برس سرسید کے ساتھ رہے اور وہین اُنکا خاتمہ ہوا • مرتے وقت اُنھون نے سید محمود اور سرسید کو بلایا جب دونو کو دیکھ لیا فوراً روح پرواز کر گئی • سرسید کو اُنکے مرنے کا ایسا قلق ہوا کہ ایک وقت کھانا نہین کھایا اور کئی دن تک اُنکے مرنے کا رنج والم رہا • منشی ذوالفقار جو اُنکے نج کا حساب کتاب لکھتا تھا اُسکے مرنے کا بھی اُنکو کچھ کم صدمہ نہین ہوا • اسی طرح کی اور بہت سی حکایتین ہین جنسے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کا خمیر مہر و محبت سے ہوا تھا •

نیرچشمی ۱

سیر چشمی اور فراخ حوصلگی بھی سرسید کے خاص اوصاف مین سے تھی • اُنھون نے اپنی کمائی سے نہ کبھی مال جمع کرنے کا ارادہ کیا اور نہ اولاد کے لئے کوئی جائداد خریدی بلکہ جو کچھ کمایا اُسکو یا اپنی ضروری آسایش اور سچی عزت اور نیکنامی کے ذرایع مین صرف کیا' یا کُنبے کی خبرگیری' مستحقون کی امداد' اولاد کی تعلیم' ملک اور قوم کی بھلائی اور مذہب کی حمایت مین اُٹھایا • وہ ۳۷ برس سرکاری ملازمت مین رہے اور اس عرصہ مین سو روپیہ سے لیکر آٹھ سو روپیہ ماہوار تک تنخواہ پاتے رہے جب تک سید محمود ہائی کورٹ کے جج رہے ایکہزار ماہوار باپ کو دیتے رہے • نوکری کے بعد اخیر دم تک چھ سو روپیہ ماہوار پنشن کی آمدنی رہی مگر کبھی اُنکی آمدنی خرچ کو مکتفی نہین ہوئی • اُنکے ایک معزز رشتہ دار کا بیان ہے کہ "جب دلّی کی منصفی سے اُنکو ترقی کے ساتھ باہر بھیجنے لگے تو اُنکی والدہ نے - جو اُنکی طبیعت اور خصلت سے خوب واقف تھین - صرف اس خیال سے جانے نہین دیا کہ جسقدر زیادہ آمدنی ہوگی اُسیقدر خرچ بڑھ جائیگا ' پھر اپنا گھر چھوڑ کر باہر جانے سے کیا فائدہ "

ابتدا سے اُنکا یہ حال رہا کہ جس کام کی لہر اُنکے دل مین اُٹھی اُسپر روپیہ صرف کرنے مین اُنھون نے

کبھی بیش و پس نہین کیا ۔ وہ اپنے کھانے پہننے کے اخراجات مین تنگی کر سکتے تھے اور کرتے تھے مگر اپنے شوق کے کامون مین اُنھون نے کبھی مضایقہ نہین کیا ۔ جس کتاب کی اُنکو تلاش ہوئی اگر وہ بیس گُنی قیمت پر بھی ملی تو اُسکو لئے بغیر نہین چھوڑا ۔ ریاضی کے متعلق آلات جمع کرنے کا اُنکو شوق ہوا صدہا روپیہ اُس مین صرف کر ڈالا ۔ کسی تصنیف کے لئے مٹیریل جمع کرنے مین، کسی کتاب کے چھپوانے کے اہتمام مین، کسی سوسائٹی یا انجمن یا مدرسہ قائم کرنے مین وہ ہمیشہ اپنی بساط سے بہت زیادہ زیادہ خرچ کرتے رہے، ساری عمر تصنیف و تالیف مین گذری مگر کبھی حق تصنیف سے کچھ فائدہ نہین اُٹھایا اور کبھی کسی کتاب کی رجسٹری نہین کرائی ۔ اُنکی کتابین اور مضامین جسکا جی چاہتا تھا چھاپ لیتا تھا، اُنھون نے کبھی کسی سے تعرض نہین کیا ۔

جب تک مذہبی خیالات مین انقلاب پیدا نہین ہوا وہ ثواب کے معمولی کامون مین بہت شوق سے شریک ہوتے تھے ۔ محمد سعید خان صاحب کا بیان ہے کہ "بجنور مین غدر سے پہلے تین مسجدون کے بننے مین اُنھون نے کافی مدد دی، موضع بہنسوبہ جو بجنور اور دلّی کے رستے مین پڑتا تھا وہان ایک سرائے تھی جسمین سرسید آتے جاتے کھانا کھانے کے لئے ٹھیرا کرتے تھے اُس سرائے مین بھٹیارون نے ایک مسجد بنانی شروع کی تھی، اُس مسجد کی ابھی بنیادین ہی بھری گئی تھین کہ دو بھٹیارون کو وہان کے برہمنون نے مار ڈالا اور اسلئے مسجد کی تعمیر بند ہوگئی، سرسید نے اُسکی تعمیر ناتمام دیکھکر کچھ روپیہ اپنے پاس سے دیا اور کچھ دلّی سے اپنے رشتہ دارون مردون اور عورتون سے وصول کرکے اُسکو پورا کر دیا ۔ پھر خاص بجنور مین بکر قصابون نے ایک مسجد کی بنیاد ڈالی تھی، اُسکے بنوانے مین بھی اُنھون نے بہت مدد دی، مگر وہ ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ غدر ہوگیا، غدر کے بعد سرسید نے فوراً اسکی تعمیر جاری کرائی اور اُسکو مکمّل کرا دیا ۔ اسیطرح کاندھلہ مین ایک مسجد مولوی مظفر حسین مرحوم و مغفور بنواتے تھے، سرسید نے روپیہ بھیجنا چاہا،

مولویصاحب نے کہا کہ تمھاری تنخواہ کا روپیہ مسجد مین نہین لگایا جاسکتا' سرسید نے رجسٹری کی آمدنی مین سے وہان کئی سو روپیہ بھیجا" مگر جب وہ خیالات بدل گئے تو جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہین سہارنپور کی جامع مسجد کے لئے جب اُنسے چندہ طلب کیا گیا تو اُنھون نے یہ جواب دیا کہ "مین خدا کے زندہ گھرون کی تعمیر کی فکر مین ہون اور آپ لوگون کو اینٹ مٹّی کے گھر کی تعمیر کا خیال ہے"

مستحقون کی امداد اور دستگیری کرنے کی بھی اُنکی نسبت بے شمار مثالین سننے مین آئی ہین؛ خصوصاً غدر کے بعد جب کہ مسلمان شرفا کے صدہا خاندان تباہ و برباد ہوگئے تھے۔ اُن کے دوست محمد سعید خان کہتے تھے کہ "مراد آباد مین جو شکستہ حال اشراف صورت مسلمان اُنکے مکان کے برابر سے گذرتا اُسکو خود بُلا لیتے تھے اور علٰحدہ لیجا کر اُسکا حال دریافت کرتے تھے اور ایسے طور پر اُسکے ساتھ سلوک کرتے تھے کہ کسی کو خبر نہو" اُنکے ایک معزز اور ثقہ دوست کی روایت ہے کہ "مدت تک غدر کے بعد اُنکا یہ حال رہا کہ اپنی تنخواہ مین سے صرف بقدر اخراجات ضروری لیکر باقی کل روپیہ دلّی مین تقسیم کرنیکے لئے بھیجدیتے تھے۔ بعض اشخاص غدر کے آفت رسیدہ لوگون کے ساتھ سرسید کا برتاؤ دیکھکر بہ تصنّع اپنے تئین مفلوک اور مصیبت زدہ ظاہر کرتے تھے اور سرسید اُنکے اصل حال سے واقف ہونیکے بعد بھی اُنکے ساتھ اُسی طرح سلوک کرتے تھے" محمد سعید خان صاحب کا بیان ہے کہ "مراد آباد مین جبکہ نواب لفٹننٹ گورنر کا دربار ہونے والا تھا اور لوگ اطراف و جوانب سے دربار مین شامل ہونے کو آئے ہوے تھے۔ ایک شخص بظاہر معقول اور سفید پوش سید صاحب کے مکان پر آئے اور اُنکو الگ لیجاکر کہا کہ مین دربار مین شریک ہونے کے لئے آیا تھا' مگر میرا آدمی اسباب لیکر بھاگ گیا اور مین بالکل بے سرو سامان رہ گیا ہون۔ سرسید نے اُنکو معقول خرچ دیا اور کھانا اپنے ساتھ کھلایا۔ جب وہ چلے گئے تو معلوم ہوا کہ یہ شخص اسی نواح کا رہنے والا ہے اور اسی طرح لوگون کو چھل دیکر مانگ کھاتا ہے۔ تین چار روز بعد وہ پھر تشریف لائے اور کچھ اور طلب کیا'

سید صاحب نے پھر کچھ خرچ دیا اور کھانا بھی ساتھ کھلایا۔ غرض کہ تین دفعہ دربار ہونے سے پہلے وہ اُنکے پاس آیا اور ہر دفعہ اُسکو کچھ دیا اور کھانا اسی طرح ساتھ کھلایا"

اُس زمانہ مین سرسید کو یہ خیال تھا کہ سیکڑون شریف اور خاندانی افلاس مین مبتلا ہین اور جس حیلے سے روٹی ملتی ہے حاصل کرتے ہین۔ مگر جب سے اُنھون نے مدرسۃ العلوم قائم کیا اُن کا حال بالکل اسکے برخلاف تھا؛ وہ سائل کو کبھی اپنے دروازے پر پھٹکنے نہ دیتے تھے اور بجاے اسکے کہ شخصی امداد کو کوئی کار خیر سمجھتے ہون۔ اُسکو ایک قسم کی معصیت جانتے تھے اور یہ خیال کرتے تھے کہ ایسے لوگون کی امداد کرنا اُنکو ہمیشہ کے لئے دریوزہ گر بنانا ہے۔ اسی لئے اُنکی تمام فیاضی اور داد و دہش قوم کی تعلیم مین منحصر ہو گئی تھی۔ جس درشتی اور سختی کے ساتھ وہ سائل کو جھڑکتے اور اُسپر دُور دُور دبک کرتے تھے اُسکو دیکھکر ناواقف آدمی اُنکو سخت بداخلاق اور بدمزاج تصور کرتا تھا مگر وہ اُنکا غصّہ اور دُور دُور دبک کرنا سراسر مصنوعی ہوتا تھا۔ اُنکا یہ قول تھا کہ لوگون کے اخلاق درست کرنے کے لئے بداخلاق بننا نہایت ضرور ہے۔

سرسید کی جوانمردی اور فیاضی صرف داد و دہش ہی مین محدود نہ تھی بلکہ اُنکی مثال ایک پھلدار درخت کی سی تھی جو اپنے پھل سے اپنے سایہ سے اور اپنی لکڑی سے غرض کہ ہر طرح سے مخلوق کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ غدر کے بعد اُنھون نے اکثر بے گناہ مسلمانون کی۔ جنکی نسبت حکام کو اشتباہ ہو گیا تھا۔ صفائی کرائی، بعض اشخاص جو فتح دہلی کے بعد گورنمنٹ کے خوف سے باغیون کی فوج مین شامل ہو گئے تھے، مگر درحقیقت بے گناہ تھے۔ اُنکو بطور خود وہان سے بلا کر اُنکی تحقیقات کرائی اور اُنکی بریّت پر خود گواہی دیکر اُنکو بری کرایا۔ مرادآباد کے مسلمانون کو بعض ناخداترس ہندوستانیون کے

شر سے بچایا جو محض مذہبی تعصب کے سبب اُنکو پھانسیان دلوانے پر کمر بستہ تھے، بعض مسلمان
جو سرکاری فوج کے ہاتھ سے دلّی پر حملہ ہونے کے وقت بے قصور مارے گئے تھے اُن کے درماندہ
وارثون کی پنشینیں[1] مقرر کرائین۔ مولانا عالم علی مرحوم مرادآبادی کی صفائی کرانے مین جو کوشش
سرسید نے کی وہ ہم پہلے کسی موقع پر بیان کر چکے ہین۔ غرضکہ اس شخص نے مسلمانون کو کیا
من حیث القوم اور کیا من حیث الافراد فائدہ پہنچانے مین کبھی کمی نہین کی۔

غریب پیشہ ورون اور مزدورون کے ساتھ جو فیاضانہ برتاو اس شخص کا تھا اُسکا ایک
ادنے ثبوت یہ ہے کہ جب سے وہ مستقل طور پر علیگڑھ مین مقیم ہوے مزدورون کی مزدوری اور گاڑیون
کا کرایہ پہلے کی نسبت عموماً زیادہ ہوگیا۔ وہ ہمیشہ ان لوگون کو اُنکی توقع اور حوصلہ سے بہت زیادہ
دیتے تھے اور جہان کہین انکا رہنا ہوا یہ لوگ اُنکے نہایت شکرگزار اور ثناخوان رہے۔ اُنکے ایک
دوست کا بیان ہے کہ "مین بنارس مین اُنسے ملنے گیا تھا، دریا پر پہنچا تو شام ہوگئی تھی اور کشتی کی آمدورفت
بند ہوگئی تھی، ہرچند ملّاحون سے کہا کہ کشتی لگادو، مگر اُنھون نے نہ مانا۔ لیکن جب اُنکو معلوم ہوا کہ یہ جج صاحب کے
ہان جانے والے ہین فوراً کشتی لگادی اور مجھے پار اُتار دیا۔ کشتی سے اُتر کر مین نے ملاحون کو کچھ دینا چاہا مگر اُنھون
نے کچھ نہ لیا اور یہ کہا کہ سرکار (یعنی سرسید) ہمکو بہت کچھ دیتے ہین ہم اُنکے مہمان سے ہرگز کچھ نہ لینگے" ایسا ہی
ایک واقعہ ریل کے مزدورون کا سنا ہے جو سرسید کے نام پر بلا مزدوری کام کرتے تھے۔

سالم نام ایک یہودی صنعای یمن کا رہنے والا غازی پور مین سرسید کے پاس آیا اور کہا

---

[1] مولانا صہبائی کے نواسے محمد حمید الدین کا ایک خط ہمارے سامنے تھا انیسر سے سرسید کے نام آیا تھا جسمین لکھا تھا کہ "مولانا امام بخش صہبائی مرحوم جو اس عاجز کے نانا تھے ایام غدر مین اُنکے بے گناہ قتل ہونے پر عالیحضرت نے جناب نانی صاحبہ و دیگر درماندگان کا وظیفہ سرکار انگریزی سے مقرر کرادیا تھا، جب تک نانی صاحبہ زندہ رہین بدستور وظیفہ ملتا رہا۔ بندہ فخرالدین سے سُنا تھا کہ جو احسانات آنجناب کے اس خاندان کی ساتھ ہوے ہین وہ بیان سے باہر ہین"

کہ تمام ہندوستان مین معاش کی تلاش کے لئے پھرا ہون، کہین کوئی صورت نہین نکلی سرسید نے پوچھا کہ کیا تنخواہ لوگے ؟ اُسنے دس یا پندرہ روپیہ کہے، سرسید نے کہا مین تمکو پچیس روپئے مہینا دونگا، مجھے عبرانی سکھاؤ۔ سرسید کے ایک دوست کہتے تھے کہ اُسنے خوشی کے مارے بڑھکر سرسید کی داڑھی چوم لی اور یہ کہا کہ آج تک مجھے ایسا کوئی شخص نہین ملا جسنے درخواست سے زیادہ دیا ہو۔ سرسید نے اُسکو نوکر رکھ لیا، مگر چونکہ وہ مسرف اور آوارہ مزاج تھا اسلئے اُسکو بقدر ضرورت دیتے رہے اور اُسکی باقی تنخواہ جمع کرتے رہے۔ جب وہ وطن کو جانے لگا تو کئی سو روپیہ - جو اُسکا چڑھا ہوا تھا حساب کرکے اُسکے حوالے کر دیا۔

جس زمانہ مین سرسید مولوی نوازش علی مرحوم سے دلّی مین پڑھتے تھے میر محمد مرحوم امام جامع مسجد دہلی بھی اُنکے ساتھ پڑھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ جب سید صاحب چند روز کے لئے قائم مقام صدر امین مقرر ہو کر رہتک جانے لگے تو اُنھون نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ بھی رُہتک چلیئے۔ مولوی صاحب ہنسنے لگے اور کہا کہ مین بھلا کیونکر جا سکتا ہون ؟ ایک جماعت کثیر طلبہ کی مجھسے پڑھتی ہے، انکو کس پر چھوڑ کر جاؤن ؟ انھون نے کہا سب طلبہ کو بھی ساتھ لے چلیے۔ مولوی صاحب کو اور زیادہ تعجب ہوا کہ اتنے طالب علم کھائینگے کہان سے ؟ سید صاحب نے کہا آپ انکے کھانے پینے کا تو فکر کیجیے نہین، خدا رازق ہے، لیکن یہ سمجھ لیجئے کہ اگر آپ نہ چلینگے تو مین رہتک جانے سے انکار کر دونگا اور اس سے میری آیندہ ترقی رُک جائیگی۔ آخر مولوی صاحب کو اسکے سوا کچھ بن نہ آیا کہ وہ مع طالب علمون کی جماعت کے اُنکے ساتھ ہو لئے اور جب تک رُہتک رہنا ہوا سب کا خرچ سید صاحب کے ذمے رہا۔

سرسید کی اس قسم کی فراخ حوصلگی کی مثالین بے شمار ہین جنکی تفصیل کی اس کتاب مین گنجائش نہین ۔ اگرچہ یہ خصلت عام مسلمانون کے حق مین اُنکی موجودہ حالت کے لحاظ سے نہایت خطرناک ہے، کیونکہ اب مسلمان بغیر کفایت شعاری کے صفحہ ہستی پر قائم نہین رہ سکتے' مگر سرسید کی حالت عام مسلمانون سے بالکل مستثنےٰ تھی ۔

درحقِ او مدح و درحقِ تو ذم　　　درحقِ او شہد و درحق تو سم

سرسید اگر گھر کے انتظام اور نون تیل لکڑی کے حساب کتاب کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ تمام ملکی اور قومی اور مذہبی خدمات - جو اُنھون نے گذشتہ چالیس برس مین سرانجام کین وہ کون کرتا ؟ اُنھون نے ایسے کامون کے لئے - جو ہندوستان مین اور خاصکر مسلمانون مین بالکل نئے تھے اور جن پر خرچ کرنے کی اُنکو بالکل عادت نہ تھی - دس بارہ لاکھ سے کم روپیہ وصول نہ کیا ہوگا ' اگر وہ کفایت شعاری کو کام فرماتے اور اپنی پاکٹ بالکل نہ جھاڑ دیتے تو اورون کے کیسون مین کیونکر ہاتھ ڈال سکتے تھے ' اگر وہ اپنے گھر کو مہمانسرا نہ بناتے تو علیگڑھ کا ایک ویران قطعہ تمام ہندوستان کے مسلمانون کی تعلیم کا مرکز کیونکر بن سکتا تھا ' اگر وہ ہزارہا روپیہ اپنے پاس سے صرف کرکے اطراف ہندوستان مین چندہ کے لئے سفر نہ کرتے بلکہ اپنا سفر خرچ کمیٹی کے ذمّے ڈالتے تو مسلمانون مین جو ہر وقت اعتراض کرنے کا موقع ڈھونڈھتے تھے - کیونکر اپنا وقار قائم رکھ سکتے تھے ' اگر وہ یوروپین طریقہ پر ہائی لائف نہ رکھتے تو ہندوستان کے ارکان سلطنت کو اپنے کامون کی طرف کیونکر متوجہ کر سکتے تھے ۔ شمس العلما مولانا نذیر احمد نے سچ کہا تھا کہ "سید احمد خان کے ظاہر حال سے دھوکا ہو سکتا ہے کہ اونچے درجہ کے انگریزون کی طرح ماند و بود کرتے ہین ' گورنرون کو مہمان رکھتے ہین ' اُن کے ہم نوالہ ہین

جسکے دل مین ایسا واہمہ گذرے اُسکو اس بات پر بھی نظر کرنی چاہیئے کہ سید کو چار و ناچار قیلبانون کے ساتھ دوستی رکھنی پڑتی ہے اور وہ بڑے پھاٹک بغیر نبھ نہین سکتی۔ اگر انگریزون کی طرح ہائی لائف نہ رکھین تو کوئی اعلے درجہ کا انگریز یا اعلے درجہ کا نیٹو اُنکی طرف رُخ نہ کرے اور ایسی موٹی اسامیان دام مین نہ آئین تو چندہ کی بھاری بھاری رقمین کن سے ہاتھ لگین "

بہرحال اس باب مین سرسید کی ایک خاص حالت تھی، اگر کوئی دوسرا شخص بھی گھر بار لٹا کر قوم کو اسیطرح فائدہ پہنچا سکے تو وہ بلاشبہہ قوم کا سرتاج ہے اور بے شک روپیہ صرف کرنے کا طریقہ اُس سے بہتر کوئی نہین جانتا۔ مسٹر سموئل اپنی کتاب سلف ہلپ مین لکھتے ہین کہ "جو شخص اپنے روپئے سے لوگون کو نفع نہین پہنچاتا وہ بہت ہی ذلیل آدمی ہے۔ جوانون کو خیال رکھنا چاہیئے کہ جوانی کی کفایت شعاری کہین بُڑھاپے مین جا کر خسّت نہ بنجائے اور جو کام (یعنی کفایت شعاری) پہلے فرض اعظم تھا وہی گناہ عظیم نہ بنجائے"

اگرچہ سرسید کی زندگی برابر آسودگی کے ساتھ گذری اور اُنکی حیثیت ایک متوسط الحال شریف ہندوستانی کی حیثیت سے بہت زیادہ رہی مگر خدا تعالے نے اُنکا حوصلہ بمقابلہ اُنکی حیثیت کے زیادہ فراخ اور وسیع و بلند پیدا کیا تھا، اسلئے اُنکی آمدنی کبھی اُنکے اخراجات کو مکتفی نہین ہوتی تھی اور ہمیشہ مقروض رہنا ایک لازمی سی بات ہو گئی تھی۔ وہ اپنے ایک دوست کو۔ جو مقروض ہو گئے تھے اسطرح لکھتے ہین "قرضہ کی پریشانی بلاشبہہ بہت رنج دہ ہے جسکے مزے سے مین خوب واقف ہون، بہت کم مسلمان ہونگے جو اس رنج مین مبتلا نہون، مگر مین تو اپنے دل کو اسطرح تسلی دے لیتا ہون کہ مقروض ہونا بھی خدا کی رحمت ہے، مین اس حدیث پر پورا یقین رکھتا ہون کہ "صَاحِبُ الْمَالِ کَافِرٌ" جس پر حضرت ابوذر غفاری رض کا یقین اور عمل تھا۔ کافر کے لفظ سے کیا مراد ہے اس بحث کو چھوڑ دو، جو اُسکی مراد ہو وہ ہو، لیکن ہم ابوذر تو بن نہین سکتے

مگر خدا کی رحمت ہے جو اُسنے ہمکو مقروض رکھکر کفر سے بچایا ہے، پس میرے دل کی تسلی کو تو یہ خیال کافی ہے" معلوم نہین کہ سرسید کو اس حدیث کے یقین نے مال جمع کرنے سے باز رکھا تھا یا جب مال جمع نہوسکا تب اس حدیث پر یقین ہوا؟ درحقیقت یہ اُنکا حسن بیان تھا جس سے مخاطب کو تسلی دینا مقصود تھا ورنہ روپیہ پیسے کی محبت سرے سے اُنکی سرشت ہی مین نہین پیدا کی گئی تھی اور وہی اثر اُنکی اولاد مین موجود تھا کہ باوجود معقول آمدنی کے ہمیشہ مقروض اور تہیدست رہے۔

سرسید کے ایک دوست ایک زمانہ مین اُنکے خانگی اخراجات کا حساب لکھا کرتے تھے، اُنکا بیان ہے کہ جب مہینا ختم ہوا مین تمام اخراجات کا مختصر گوشوارہ بنا کر اُنکے دکھانے کو لے گیا، سرسید نے کہا "بس مجھے دکھانے کی کچھ ضرورت نہین، یونہین چلنے دو، مین دیکھونگا تو ناحق میرے دل کو صدمہ ہوگا" حق یہ ہے کہ جو شخص رات دن اَوروں کی صلاح و فلاح کی فکر مین رہیگا وہ اپنے خانگی انتظام کی طرف کیونکر متوجہ ہوسکتا ہے؟ ولیم پٹ - جو اُن لوگون مین سے تھا جنھون نے انگلستان کو انگلستان بنایا ہے - اُسکی نسبت لارڈ مکالے نے لکھا ہے کہ "نہ اُسکے بیوی تھی نہ بچے، نہ محتاج رشتہ دار تھے، اور نہ اسراف کی عادت تھی باوجود اسکے جب وہ مرا تو ہوس اوف کامنس کو اُسکا قرضہ ادا کرنے کے لئے چار لاکھ روپیہ منظور کرنا پڑا۔ اگر وہ ہفتہ مین پندرہ منٹ بھی انتظام خانگی کے لئے صرف کرتا تو ان تمام اخراجات کا معقول انتظام ہوجاتا۔ اُسکے نوکرون کی لوٹ نہایت حیرت انگیز تھی؛ ایک ہفتہ مین صرف گوشت کا بل ساڑھے بارہ من کا تھا اور اسی کے قریب مرغ مچھلی اور چاے کا"

اگرچہ سرسید بمقابلہ وزیر اعظم انگلستان کے ایک نہایت غریب اور کم حیثیت آدمی تھے مگر خانگی انتظام کے متعلق اُنکی بے اعتنائی نسبتہً ولیم پٹ سے کچھ کم نہ تھی، صرف اتنا فرق تھا کہ ولیم پٹ کو

یقین تھا کہ جس سلطنت کی بہتری کے لئے وہ اخیر دم تک کوشش کرتا رہا وہ اُسکا قرضہ ادا کرنے کی متکفل ہوگی مگر غریب سید کو چار لاکھ چھوڑ چار سو کا بھی ادا کرنے والا کوئی نظر نہ آتا تھا، اور اسی لئے۔ جہانتک کہ ہمکو معلوم ہی۔ جسطرح کہ اُسنے وارثون کے لئے کوئی جائداد نہین چھوڑی اسیطرح قرضہ کا بوجھ بھی کسی پر نہین ڈالا۔ اگر بالفرض کچھ قدرِ قلیل کسی کا دینا باقی رہ گیا ہوگا تو سید کی پولٹکل پنشن۔ جو اُنکے بعد ایک نسل تک جاری رہنے والی ہے۔ اُس قرضہ کے لئے کافی سی بہت یادہ ہے

ایک دوست نے سرسید کے ایک رشتہ دار کا یہ مقولہ بیان کیا کہ سید احمد خان نے اگرچہ ناجائز طور پر کبھی ایک خرمہرہ نہین لیا مگر اُنکی تنخواہ اور رجسٹری اور پولٹکل پنشن کی اسقدر آمدنی تھی کہ اگر وہ میانہ روی اختیار کرتے اور فضول خرچ مین روپیہ برباد نہ کرتے تو آج اُنکی اولاد کے برابر دلی مین بہت ہی کم صاحب جائداد نظر آتے۔ مین یہ سُنکر چُپ ہو رہا اور سعدی شیرازی کا یہ شعر دل ہی دل مین پڑھتا رہا

اے کہ آگاہ نۂ حالتِ درویشان را تو چہ دانی کہ چہ سودا و سرست ایشان را

مخالفون اور دشمنون کی بُرائیون کا تحمل کرنا اور کبھی اُنسے انتقام لینے کا ارادہ نہ کرنا یہ بھی سرسید کے اُن اوصاف مین سے تھا جو اُنکی ذات کے ساتھ مخصوص تھے۔ اس شخص کے صرف اقوال ہی سے نہین بلکہ زیادہ تر اُسکے افعال سے ثابت ہوتا ہے کہ بُرائی کا بدلا لینا تو درکنار اُسکو کسی کی بُرائی یاد بھی نہین رہتی تھی۔ بلاشبہ محمدن کالج کی بدخواہی یا جن اصول پر سرسید نے اُسکو قائم کیا تھا اُنمین رخنہ ڈالنا اُسکو حد سے زیادہ ناگوار گذرتا تھا مگر جن لوگون کی بُرائیان اُسکی ذات تک محدود تھین اور کالج تک اُنکا علانیہ طور پر کچھ اثر نہ پہنچتا تھا اُنکی نسبت قطعی طور پر نہین کہا جاسکتا

کہ اُنکی بُرائیان اُسکو محسوس بھی ہوتی تھین یا نہین ؟

حکایات لقمان مین ایک حکایت لکھی ہے کہ "ایک مچھر بیل کے سینگ پر آبیٹھا اور یہ سمجھکر کہ بیل پہ میرا بوجھ پڑا ہوگا اُس سے کہا کہ اگر میرا بوجھ تجھپہ شاق گذرا ہو تو کہدے تاکہ مین اُڑجاؤن ۔ بیل نے کہا او نادان مجھے تو یہ بھی خبر نہین کہ تو مجھپر بیٹھا بھی ہے یا نہین چہ جائیکہ تیرے بیٹھنے سے مجھکو کچھ تکلیف ہوئی ہو" بعینہٖ یہی حال لوگون کی بُرائی کے مقابلہ مین اس شخص کے تحمل اور حوصلہ کا تھا ۔

اُنکے ایک دوست راوی ہین کہ "مرادآباد مین - جبکہ سرسید وہان صدرالصدور تھے - محکمہ صاحب جج کے ایک ہندو کلارک کو سرسید سے کچھ رنجش تھی ؛ وہ اکثر گمنام عرضیان اُنکی شکایت کی اعلے افسرون کو لکھتا رہتا تھا ۔ ایک بار - جبکہ پولیس کا نیا انتظام ہوا تھا - اُسنے ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو ایک عرضی لکھ بھیجی کہ صدر اعلے کے بھتیجے نے ایک عورت کو مار ڈالا ہے اور اُنکے گھر مین اُسکی لاش موجود ہے ؛ فوراً تلاشی لیجائے ۔ اُسی وقت پولیس کا عملہ اُنکے مکان پر چڑھ آیا ۔ سرسید نے مکان مین پردہ کرادیا اور تلاشی لی گئی ۔ مگر چونکہ وہ محض اتہام تھا کوئی چیز برآمد نہین ہوئی ۔ سرسید کو اسکا نہایت رنج ہوا ؛ مرادآباد کا کوتوال اس جرم مین - کہ بغیر موجودگی مدعی کے تلاشی لی گئی - برخاست کیا گیا ۔ سرسید اور اُنکے اکثر دوستون کو خوب معلوم ہوگیا تھا کہ فلان کلارک نے یہ عرضی لکھی تھی مگر سرسید نے اسکی کچھ پروا نہین کی ۔ جب وہ غازیپور بدل گئے اور کسی وجہ سے وہ کلارک نوکری سے علحدہ ہوگیا تو ایک موقع پر - جبکہ سرسید کے ایک معزز یوروپین دوست کسی اعلے عہدہ پر ترقی پاکر غالباً سنٹرل انڈیا کو جاتے تھے اور جاتے ہوے غازیپور مین ٹھیرے تھے - اُنکو ایک لائق انگریزی دان کی ضرورت ہوئی ۔ چونکہ سرسید اُس کلارک کی انگریزی لیاقت سے واقف تھے اُنھون نے اُسی کی سفارش کی اور اُسکے گھر سے بلوایا ۔ چنانچہ وہ صاحب اُسکو دو سو روپیہ ماہوار کا نوکر رکھکر لے گئے" جو صاحب اس حکایت کے ناقل ہین یہ کہتے تھے

کہ "مدت کے بعد وہ کلرک مجھسے ملا تو اُسنے صاف صاف بیان کیا کہ مین نے سید احمد خان کے ساتھ برائی کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا، مگر اُسنے میرے ساتھ یہ سلوک کیا کہ مجھے دو سو کا نوکر رکھوا کر بھیجدیا۔ اُسنے کہا کہ حقیقت مین سید احمد خان ایسا شخص ہے کہ جسکے سر پر اُسکی جوتیون کی خاک پڑ جائے اُسکی نجات ہو جائے"

جب رفیق ہند مین سرسید کے خلاف نہایت سخت سخت آرٹکل شایع ہونے لگے اور منشی سراج الدین اڈیٹر سرمور گزٹ نے اُسکا جواب لکھنے پر قلم اُٹھایا تو سرسید اُنکو لکھتے ہین "مین نے آپ کا اخبار مورخہ ۸ جنوری پڑھا، بلاشبہہ مین آپ کی محبت کا - جو آپ کو مجھ ناچیز سے ہے - ممنون اور احسانمند ہون اور آپ کو اُس تحریر کی نسبت - جو اُس پرچہ مین ہے - بوجہ جوش محبت معذور سمجھتا ہون؛ مگر جانے دو، جو جسکا دل چاہے کہے، ہمارا کیا بگڑتا ہے؟ اگر ہمارے بُرا کہنے سے اُنکا دل خوش ہوتا ہے خوش کر لینے دو، تم بھی اُس بُرا کہنے سے خوش ہو، کیونکہ وہ ہمارے دھوبی ہین، ہمکو گناہون سے پاک کرتے ہین۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ مین نے وہ خط[۱] جناب خان بہادر برکت علی خان صاحب کے پاس بھیجدیا، اگر اُنکا ذکر نہوتا تو مین ہرگز نہ بھیجتا..... تم میرے ساتھ محبت رکھتے ہو اور اسکا بھی تمکو یقین ہے کہ جو لوگ میری نسبت عیب لگاتے ہین وہ مجھ مین نہین ہین، تو تمھارے خوش رہنے کے لئے اور مجھکو خدا کا شکر کرنے کے لئے - کہ وہ عیب اُس شخص مین جسکو تم دوست رکھتے ہو - نہین ہے - کافی ہے۔ اس سے زیادہ کیا خوشی کی بات ہے۔ پس بُرا کہنے والون کی بُری بات کا یہی نیک پہلو نکالو اور خوش رہو۔ خدا تمکو ہمیشہ خوش رکھے"

جب منشی سراج الدین نے اسکا جواب لکھا تو پھر سرسید نے اُنکو اسی مضمون کے متعلق دوسرا خط لکھا ہے۔ اُسمین لکھتے ہین "ہمکو خدا نے دنیا مین اسلئے پیدا کیا ہے کہ سب کی بھلائی چاہین۔ بُرا کرنے والے کی

[۱] یہ اُس گمنام خط کی طرف اشارہ ہے جو لاہور کے جلسۂ کانفرنس واقع ۱۸۸۸ء مین جانے سے ایک دن پہلے سرسید کے نام علیگڑھ مین آیا تھا اور جسمین یہ سخت الفاظ لکھے تھے کہ "اگر تم لاہور مین آئے تو تمھاری ڈاڑھی جوتے سے مونڈی جائیگی اور جو حال کل سر بازار تمھارے دوست (یعنی خان بہادر) کا کیا گیا ہے اُس سے بدتر تمھارا حال کیا جائیگا" ۱۲

بُرائی سے ہمکو کیا کام ہے ؟ ہمکو اپنا دل ' اپنا کام ' اپنی زبان بھلی رکھنی چاہیئے ' بُرائی کرنیوالون پر افسوس کرنا چاہیئے ۔ اس سے زیادہ کچھ کرنا خود اپنے آپ کو بھی ویسا ہی کرنا ہے ۔ جو لوگ بُرا کہنے والے ہین اُسکی نسبت ہمکو صبر و تحمل چاہیئے ۔ اگر وہ بُرائی ہم مین ہے اُسکے دور کرنے مین کوشش لازم ہے ' اگر نہین ہے تو خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ وہ بُرائی ہم مین نہین ہے ۔ بُرا کہنے والے کی نسبت خیال ہی نہین چاہیئے کہ کون ہے ؟ دنیا مین ہے بھی یا نہین ؟ پس یہی آرام و آسایش کا طریقہ ہے ۔ اگر تم بھی چاہتے ہو کہ دنیا مین آرام سے رہو یہی طریقہ اختیار کرو ۔ مین یقین کرتا ہون مگر افسوس کے ساتھ۔ کہ ......صاحب کی طبیعت خدا نے ایسی بنائی ہے کہ اُنسے بھلائی یا سچائی کی توقع نہین ' کچھ ہی کرو آزار ہی پہنچیگا ۔ پس گلہ کیا ہے ؟ کیا تم دنیا کے بچھوون سے گلہ کرتے ہو ؟ اور کیا وہ کسی کی دشمنی سے ڈنک مارتے چلتے ہین ؟ پس اُنکے حال سے بحث مت کرو ' لوگون کا جیسا دل چاہے ویسا اُنکے ساتھ برتاؤ کرین ۔ اگر ہمسے معافی چاہتے ہین ہمارا اُس نے کیا گناہ کیا ؟ کیا میری ڈاڑھی مُنڈ گئی ؟ آپ اگر دیکھ لین بدستور ہے ' بلکہ جَو دو جَو بڑھ ہی گئی ہوگی ۔ مجھے تمام عمر افسوس رہیگا کہ مین نے وہ خط کیون برکت علی خان صاحب کے پاس بھیجدیا ؟ اگر خانصاحب ممدوح کی نسبت اُسمین متوحش بات نہ لکھی ہوتی تو مین ہرگز نہ بھیجتا ۔ خیر ! جو ہو گیا اُس پر افسوس سے کیا فائدہ ہے ؟ "

" میرے نزدیک منشی ......کی کسی بات کے درپے ہونا نہین چاہیئے ' خدا کی۔ دنیا مین بہت مختلف اقسام کی خلقت ہے ' ہر ایک اپنا کام کرتا ہے ' تم اپنا کام کرو ' مگر جان لو کہ تمھارا کیا کام ہے ؟ نیکی ' بھلائی اور اپنے کام سے مطلب ' دوسرے کے کام سے کچھ غرض نہین ۔ جسسے دل رُکا ہوا ہو اس سے مت ملو ' کیونکہ اُس سے ملکر خوشی نہ ہوگی ' یا منافقانہ طریقہ پر ظاہرداری کرنی پڑیگی ۔ نہ ملنے مین بہ نسبت ملنے کے آرام ہے ' اسی طرح اُنکی باتون کی پرواہ نہ کرنے مین بالکل آرام ہے "

اگرچہ سرسید فطرۃً نہایت عالی ظرف اور عالی حوصلہ پیدا ہوے تھے اور عفو و اغماض اُنکی سرشت مین داخل تھا مگر اُنکی والدہ کی ابتدائی روک ٹوک اور حُسن تربیت سے یہ تمام ملکات اُنکی طبیعت مین اور بھی زیادہ راسخ ہو گئے تھے۔ اُسی نیک اور عاقل مان نے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ بیٹے کے دل مین یہ بات ڈالی تھی کہ سب سے بہتر تو یہ ہے کہ بُرون کی بُرائی سے بالکل درگذر کیجائے اور اگر بدلا ہی لینے کا خیال ہو تو اُس بڑے اور زبردست انتقام لینے والے کے انصاف پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ اُسی نے لڑکپن مین یہ سبق پڑھایا تھا کہ بُرائی کرنے والون کے ساتھ بُرائی کرنا خود آپ کو ویسا ہی بنانا ہے۔ اُسی تعلیم و تلقین کا یہ نتیجہ تھا کہ جن لوگون نے اُسکے واجب القتل ہونے کے فتوے حرمین مین جاکر لکھوائے' جنھون نے اُسکو کافر و ملحد و کرسٹان اور دجّال ٹھیرایا' جنھون نے گمنام خطون مین اُسکو گالیان لکھکر بھیجین اور قتل کی دھمکیان دین۔ اُنکی نسبت اُسنے علی رؤس الاشہاد یہ کہا کہ "مین اپنے کسی بھائی سے کسی ہمجنس سے نہ دنیا مین بدلا لینا چاہتا ہون نہ قیامت مین' مین نہایت ناچیز ہون مگر اُس رسول کی ذرّیت مین ہون جو رحمۃ للعالمین ہے' مین اپنے دادا کی راہ پر چلونگا اور تمام لوگون کو جنھون نے مجھکو بُرا کہا جنھون نے مجھپر اتہام کیا یا آیندہ کہین اور کرین سب کو معاف کرونگا"

فی الحقیقۃ اچھی مان اولاد کے حق مین خدا کی رحمت ہے جو اُسمین عمدہ اخلاق کی بنیاد ڈالتی ہے اور بُرائیون کا رُخ نیکی کی طرف پھیر دیتی ہے۔ سرسید کے بچپن اور جوانی کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکی طبیعت غیظ و غضب پر مجبول ہوئی تھی مگر مان کے حسن تربیت نے گویا اُنکی ماہیت بالکل بدل دی تھی اُنکے رشتہ دارون کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ مان نے بیٹے کو کبھی کسی ماما یا نوکر پر بھی سختی یا بدزبانی نہین کرنے دی اور اگر کبھی کوئی ایسی حرکت اُنسے صادر ہو گئی تو اُنکو ایسی سزا دی گئی جو عمر بھر فراموش نہو۔

چنانچہ ایک بار۔ جیساکہ ہم پہلے لکھ چکے ہین۔ ایک نوکر پر زیادتی کرنے کے جرم مین اُنکو گھر سے نکال دیا گیا۔ اور کئی دن کے بعد۔ جب کہ اُنھون نے نوکر سے قصور معاف کرالیا۔ تب گھر مین آنے کی اجازت ملی۔ اگرچہ۔ جیساکہ حدیث مین آیا ہے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل سکتا ہے مگر جبلت نہین بدل سکتی۔ لیکن عمدہ تربیت جسطرح گھوڑے کی توسنی اور سرکشی کو چالاکی سے بدل دیتی ہے اسیطرح انسان کے غیظ و غضب کو اولوالعزمی اور دلیری کے سانچے مین ڈھال دیتی ہے اور وہی چیز جو پہلے درندون کی خصلت معلوم ہوتی تھی اب بڑے بڑے عظیم الشان ارادون کی شکل مین ظہور کرتی ہے۔ سرسید مین یہ انقلاب نمایان طور پر نظر آتا تھا۔ اُنکا جبلّی غیظ و غضب فی الواقع ہمجنسون کی حمایت اور جوش ہمدردی کے ساتھ بدل گیا تھا۔ اُنکو پرائوٹ معاملات مین۔ سوا اسکے کہ کبھی کبھی نوکرون پر دودھ کا سا اُبال آجاتا تھا۔ بہت ہی کم غُصّے ہوتے دیکھا ہے؛ جو کچھ اُنکا غُصّہ یا افسوس تھا وہ قوم کی غفلت یا نالائقی پر تھا' یا اُنکی تباہی و بربادی پر' یا قومی کامون کی مخالفت اور مزاحمت پر یا قوم کے بیجا تعصبات اور اُنکی پولٹکل بے وقعتی پر۔

ممکن ہے کہ بمقتضای بشریت کسی کی طرف سے اُنکے دل مین کچھ رنج ہو مگر اُنکے ظاہر حال اور قول و فعل سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ دنیا مین کسی کو اپنا دشمن نہین سمجھتے تھے۔ کبھی اس شخص کو کسی کا ذکر بُرائی کے ساتھ کرتے نہین دیکھا۔ جو لوگ اُسکو لوگون کے سامنے علانیہ گالیان دیتے تھے اُنکا نام بھی وہ ہمیشہ ادب کے ساتھ لیتا تھا۔ اُسکے دل کی صفائی کا سب سے بڑا گواہ اُسکا اخبار تھا جو چھبیس برس جاری رہا مگر کبھی کسی کی مذمت یا بُرائی اُسمین نہین لکھی گئی۔ وہ جسطرح اپنے اخبار کو چھیڑ چھاڑ اور ہزل و حرف گیری و کج بحثی سے پاک رکھتا تھا اسیطرح اپنے اخبار نویس دوستون کو ان لغویات سے

بچنے کی نصیحت کرتا تھا۔ وہ ایک اخبار کے اڈیٹر کو لکھتا ہے جسمین بطور پنچ اخبارون کے کسی کا ہزل آمیز خط چھپ گیا تھا "کیا آپ کا اخبار بھی مثل دیگر نالائق اخبارون کے نامہذب ہونے کو ہی؟ نہایت افسوس اور کمال درجہ افسوس ہے کہ مضمون مذاق نوشتہ،.... آپ کے اخبار ۳۰- اپریل مین چھپا ہے، آپ کا اخبار روز بروز ترقی کرتا جاتا تھا، لوگون کا خیال اُسطرف رجوع تھا کیا اسکا ارادہ ہے کہ اپنی تمام عزت وقدر کھو دے"

اُسی اڈیٹر کو دوسرے خط مین لکھتے ہین "مین دوستانہ صلاح دیتا ہون کہ آپ اپنے اخبار کو مہذب بنائین، بدگو کے ساتھ اگر بدگوئی کی تو دونو برابر ہوجاتے ہین۔ میری نسبت لوگ کیا کیا کچھ نہین لکھتے ہین؟ کیا مجھے لکھنا نہین آتا؟ ہندوستانی ریاستین ہندوستان مین غنیمت ہین، ہمیشہ اُنکے ساتھ دوستانہ برتاؤ چاہئے"

ایک دفعہ منشی سراج الدین احمد اڈیٹر سرمور گزٹ نے اپنے اخبار مین ریاست بھاول پور کی شکایت لکھدی کہ وہان سے علیگڑھ کالج کے لئے کچھ چندہ نہین پہنچا۔ سرسید نے فوراً اُنکو متنبہ کیا اور لکھا کہ "سرکار بھاول پور نے دو دفعہ ہزار ہزار روپیہ کالج کے لئے، اور چند روز ہوے کہ ایک ہزار روپیہ واسطے تعمیر مسجد کے مرحمت کیا ہے۔ جو کہ اسکی اطلاع آپ کو ضرور تھی اسلئے فی الفور یہ مختصر نیاز نامہ روانہ کرتا ہون"

الغرض اُسکے تمام جذبات اور تمام پیشن ایک قومی ہمدردی کے جوش مین بالکل جذب ہوگئے تھے؛ اُسکا غصہ تھا تو قوم کے لئے، شکایت تھی تو قوم کے لئے، حرص وطمع تھی تو قوم کے لئے اور خودغرضی تھی تو قوم کے لئے؛ اپنے لئے کھانے پینے اور سونے کے سوا کچھ باقی نہ رہا تھا۔

خود غرضی کا الزام

سرسید پر اکثر خودغرضی کا الزام لگایا گیا ہے۔ بے شک خودغرضی کو اگر زیادہ وسیع معنون مین لیا جائے تو ایک لحاظ سے اُنکو خودغرض کہا جاسکتا ہے۔ جو عظیم الشان کام اُنھون نے قوم کی ترقی کے لئے اختیار کیا تھا اور جسکے بغیر وہ قوم کی حالت کا درست ہونا غیر ممکن سمجھتے تھے۔ بلاشبہہ اُنکی

یہ خواہش تھی کہ ہندوستان کے چھ کروڑ مسلمان یکدل و یک جان ہوکر اپنی تمام ہمت، طاقت اور استطاعت اُس کام کے پورا کرنے مین صرف کردین اور جب تک اُسکو منتہاے ترقی تک نہ پہنچالین دوسرے کام کی طرف آنکھ اٹھاکر نہ دیکھین۔ یہان ہمکو اس سے کچھ بحث نہین کہ اُنکی یہ خواہش ممکن الوقوع تھی یا نہین؟ اور آیا فی الواقع۔ جیسا کہ وہ سمجھتے تھے۔ مسلمانون کی بھلائی کا صرف یہی ایک رستہ تھا کہ سب ملکر اُنکے کام مین مدد کرین؟ مگر اسمین شک نہین کہ وہ ایسا ہی سمجھتے تھے۔ اگر اسی کا نام خودغرضی ہے تو ہمکو اپنی قوم کی بہبودی کے لئے ایسے بہت سے خودغرضون کی ضرورت ہے، اور ہم امید کرتے ہین کہ اگر مسلمانون مین ایسے دس بیس بلکہ دو چار خودغرض بھی اور پیدا ہوجائین تو ساری قوم کا بیڑا پار ہوجائے۔ دنیا مین ایسے نیک آدمیون کی کچھ کمی نہین ہے جو ہر ایک کے کام مین مدد دینے اور ہر ایک گاڑی مین کندھا لگانے کو موجود ہین، لیکن ایسے افراد صدیون اور قرنون کے بعد پیدا ہوتے ہین جو تمام دنیا کو اپنا معاون و مددگار بنانے کا ارادہ رکھتے ہون۔ اُنکو اپنے کام کی بڑائی کا ایسا یقین ہوتا ہے کہ اُسکو تمام دنیا کے کامون سے مقدم جانتے ہین اور چونکہ اور لوگ بھی۔ جون جون اُنکے کام کی حقیقت کھلتی جاتی ہے۔ اُسکو ویسا ہی یقین کرتے جاتے ہین اسلئے اُنکے دل مین اپنے کام کی عظمت روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے۔

بعض اصحاب یہ بھی فرماتے ہین کہ سید احمد خان نے جو کچھ قوم کی خیرخواہی کے پردہ مین کیا اُس سے محض اپنی ناموری اور شہرت اور گورنمنٹ مین اعزاز حاصل کرنا مقصود تھا۔ یہ وہ لوگ ہین جو اس حسرت مین مرے جاتے ہین کہ ہمکو بھی ویسی ہی ناموری اور اعزاز حاصل ہوجائے مگر چونکہ اُسکا استحقاق نہین رکھتے اسلئے کبھی اپنی مراد کو نہین پہنچتے۔ وہ نہین جانتے کہ عزت چاہنے سے

عزت حاصل نہین ہوتی بلکہ عزت کے لائق کام کرنے سے عزت حاصل ہوتی ہے ۔ جو لوگ قوم کی خیر خواہی کی آڑ مین اپنی شہرت اور اعزاز چاہتے ہین نہ اُنسے قوم کو کچھ فائدہ پہنچتا ہے اور نہ خود اُنکو شہرت اور عزت نصیب ہوتی ہے ۔ لیکن جو شخص سچے دل سے قوم کی بھلائی کے کام کرتا ہے - عام اس سے کہ وہ اپنی شہرت و عزت کا خواہان ہو یا نہو - وہ قوم کو بھی فائدہ پہنچاتا ہی اور خود بھی شہرت و عزت حاصل کرتا ہے ۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ " فَوِّضْ مَدْحَكَ وَذَمَّكَ[1] اِلَى اَفْعَالِكَ فَاِنَّهَا تَمُدُّحُكَ بِصِدْقٍ اِنْ اَحْسَنْتَ وَتَذُمُّكَ بِحَقٍّ اِنْ اَسَأْتَ "

جو لوگ سرسید کی نسبت ایسے پست خیال رکھتے ہین اُنکے جواب مین اُس سے زیادہ کہنا فضول ہے جو نواب عماد الملک نے سرسید کی دعوت کے جلسہ مین - جو نظام کلب حیدر آباد مین ۱۸۹۱ء مین منعقد ہوا تھا کہا تھا کہ " کاش مسلمانون مین سید احمد خان کے سوا کوئی دوسرا شخص ایسا ہی پیدا ہو جائے جو اپنی ناموری اور شہرت کے خیال سے قوم کے لئے ایسے مفید کام کرکے دکھاوے جیسے کہ اس شخص کے ہاتھ سے سرانجام ہوے ہین "

آزادی رائے اور وثوق

منجملہ اَور بڑے بڑے اوصاف کے ایک وصف جسکو سرسید کے تمام کارہاے نمایان کی بنیاد سمجھنا چاہئے - اُنمین یہ تھا کہ اُنکو اپنی ہر ایک رائے پر - خواہ مذہبی مسائل سے متعلق ہو اور خواہ کسی اور معاملہ سے - ہمیشہ ایسا وثوق معلوم ہوتا تھا کہ کسی دلیل یا برہان یا مخالف پارٹی کی مجارٹی سے اُسمین تزلزل آنے والا نہین ۔ اسی لئے اُنکو عموماً خود رائے اور ہٹیلا کہا جاتا تھا ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اُنکی ہر ایک رائے - جس پر اُنکو اصرار ہوتا تھا - ہمیشہ صائب اور غلطی سے پاک نہین ہوسکتی تھی ؛ مگر اسمین شک نہین کہ اگر اُنکو اپنی رایون پر ایسا وثوق - جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا - نہ ہوتا - تو جو

[1] یعنی اپنی تعریف اور مذمت اپنے کامون کو سونپ دو کیونکہ وہی تمھاری بھلائی کے سچے مداح اور تمھاری برائی کے سچے مذمت کرنے والے ہین "

بڑے بڑے کام اُنسے بن آئے اُنمین سے ایک بھی ظہور مین نہ آتا۔ اُنھون نے قوم کی بھلائی کے لئے جتنے کام اُٹھائے وہ سب قوم کے خیالات سے بالاتر اور اُنکی سمجھ سے باہر تھے؛ یہانتک کہ ولایت مین۔ جیساکہ اُنکے بعض خطوط سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنے منصوبون سے سید مہدی علی خان کے سوا اپنے اور دوستون کو بہت کم مطلع کرتے تھے؛ کیونکہ کسی سے یہ امید نہ تھی کہ اُنکی راے سے اتفاق کریگا اور اُنکی ہمت بند ھوائیگا۔ پھر جب ہندوستان مین آکر اُنھون نے اپنے منصوبے علے الاعلان پورے کرنے کا ارادہ کیا تو۔ جیسا اُنکو خیال تھا۔ ہزارون مخالف کھڑے ہوگئے اور جہانتک ہوسکا اُنکے کامون مین کھنڈت ڈالی۔ باوجود اسکے ہر ایک کام مین اُنکو توقع سے زیادہ کامیابی ہوئی۔ مخالفین روز بروز کم ہوتی گئین اور آخرکار اُنکے کام نہایت عظمت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔ اگر اُنکی رائین متزلزل ہوتین اور اُنکو اپنی تجویزون اور منصوبون پر کامل وثوق نہ ہوتا تو کیونکر ایسے کامون پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت ہوسکتی تھی جنکا سارا زمانہ مخالف ہو' اور کیونکر اُنکی کوششین اس درجہ تک کامیاب ہوسکتی تھین۔ پھر جسقدر اُنکی تجویزین اور منصوبے پورے ہوتے گئے اور جسقدر لوگون کی مخالفت بیجا اور ناواجب ثابت ہوتی گئی اُسیقدر اُنکو اپنی رایون پر زیادہ وثوق ہوتا گیا اور اپنی ہر ایک راے پر اُنکا اصرار روز بروز بڑھتا گیا۔ اب چاہو اس خصلت کو اُنکی خودرائی اور ہٹیلے پن کے ساتھ تعبیر کرو اور چاہو یہ سمجھو کہ دنیا مین جتنے بڑے آدمی ہوے ہین اور جنسے مخلوق کو عظیم الشان فائدے پہنچے ہین وہ سب ایسے ہی قوی اور مضبوط دل والے تھے کہ جو ارادہ کرتے تھے اُسپر ثابت قدم رہتے تھے اور جو منصوبہ باندھتے تھے اُسکو پورا کرکے چھوڑتے تھے۔ اُنکی رائین مستقل اور غیر متزلزل ہوتی تھین' وہ اپنی غلط رایون پر بھی ویسا ہی اصرار

کرتے تھے جیسا صحیح رایون پر؛ کیونکہ وہ اُنھین رایون کو اپنے نزدیک صحیح سمجھتے تھے۔

باایںہمہ اس بات سے انکار نہین ہوسکتا کہ آخر عمر مین سرسید کی خودرائی یا جو وثوق کہ اُنکو اپنی رایون پر تھا وہ حدِّ اعتدال سے متجاوز ہوگیا تھا۔ بعض آیات قرآنی کے وہ ایسے معنی بیان کرتے تھے جنکو سنکر تعجب ہوتا تھا کہ کیونکر ایسا عالی دماغ آدمی ان کمزور اور بودی تاویلون کو صحیح سمجھتا ہے؟ ہرچند کہ اُنکے دوست اُن تاویلون پر ہنستے تھے مگر وہ کسی طرح اپنی رائے سے رجوع نہ کرتے تھے؛ کالج کے متعلق بھی اخیر زمانہ مین اُنسے بعض امور ایسے سرزد ہوے جنکو لوگ تعجب سے دیکھتے تھے؛ مگر درحقیقت انمین سے کوئی بات بھی تعجب کے قابل نہ تھی۔ جو حیرت انگیز کامیابی باوجود سخت مخالفتون اور مزاحمتون کے سرسید کو اپنے مقاصد مین ہوئی اُسکا لازمی نتیجہ تھا کہ آخر عمر مین۔ جو کہ قوٰی کے انحطاط اور فتور کا زمانہ تھا۔ اُنکو اپنی اصابت رائے پر جتنا کہ چاہئے تھا اُس سے زیادہ اعتماد ہوجائے اور وہ اپنی عقل اور سمجھ کو خطا اور غلطی سے پاک سمجھنے لگین؛ اسکے سوا اخیر عمر کے صدمات نے بھی اُنکے دل و دماغ پر کچھ کم اثر نہین کیا تھا۔ قطع نظر اسکے انسان کا منتہاے کمال یہ ہے کہ اُسمین عیب کم اور خوبیان زیادہ ہون؛ نہ یہ کہ وہ عیبون سے بالکل پاک ہو۔ پس سرسید مین باوجود بے شمار خوبیون اور حیرت انگیز اوصاف کے اس قسم کی کمزوریون کا پایا جانا۔ بجاے اسکے کہ اُنکے اخلاقی نقص کی دلیل ہو۔ اُنکے اعلےٰ درجہ کی اخلاقی فضیلت اور کاملیّت پر دلالت کرتا ہے۔ گویا شاعر نے سرسید ہی کی شان مین یہ شعر کہا تھا

"شَخَصَ الْاَنَامُ اِلٰی کَمَالِكَ فَاسْتَعِذْ مِنْ شَرِّ اَعْیُنِهِمْ بِعَیْبٍ وَاحِدٍ"

(یعنی تیرے کمالات دیکھکر لوگون کی آنکھین کھلی کی کھلی رہ گئی ہین سو اُن کی نظر بد سے بچنے کیلئے کسی عیب کی پناہ لے)

سرسید کی مذہبی خدمات و اصلاحات اور مذہبی تحقیقات کے متعلق - جو کچھ اُنکی تصنیفات سے ثابت ہوا - بقدر ضرورت بیان ہو چکا ہے یہان ہم اُنکے وہ مذہبی خیالات دکھانے چاہتے ہین جو اُنھون نے اپنے پرائیوٹ خطون مین یا کسی پبلک تقریر مین ظاہر کئے ہین اور جنسے اُنکے دل کی اصلی کیفیت اور اصلی واردات منکشف ہوتے ہین ؛ کیونکہ تصنیفات مین جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ بعد غور و خوض کے تمام پہلو اور جوانب دیکھکر لکھا جاتا ہے ؛ اور جہانتک مصنف کے امکان مین ہوتا ہے وہ اپنی تصنیف کو کم سے کم اُن لوگون کی نکتہ چینی سے بچانے مین ضرور کوشش کرتا ہے جنکو وہ اپنے نزدیک مخاطب صحیح جانتا ہے . برخلاف اسکے پرائیوٹ خطوط جو وہ اپنے محرم اور ہمراز دوستون کو لکھتا ہے اور پبلک تقریرین جنمین سوچنے اور غور کرنے کا بہت کم موقع ملتا ہے اُن سے اُسکے دل کی ننگی تصویر آنکھون کے سامنے آجاتی ہے اور اُسکے دلی خیالات روز روشن کی طرح سب پر ظاہر ہوتے ہین پس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے مذہبی خیالات جو کھلے ڈُلے طور پر اُنھون نے اپنے رازدار دوستون کو لکھے ہین یا کسی پبلک جلسہ مین بے ساختہ اور بداہۃً ظاہر کئے ہین یا جو ایسے ہی کسی اور طریق سے ہم تک پہنچے ہین اس عنوان مین کسی قدر ترتیب کے ساتھ بیان کئے جائین .

جہانتک کہ سرسید کے اقوال و افعال اور خیالات سے استدلال ہو سکتا ہے اُنکو دین اسلام کی حقیقت پر ایسا یقین معلوم ہوتا ہے کہ اُس سے زیادہ تصور مین نہین آسکتا . اگرچہ اُنکے مذہبی خیالات اور مذہبی عقائد مسلمانون کے کسی خاص فرقہ کے خیالات اور عقائد کے تابع نہ تھے ، مگر اُنکا ایک عقیدہ بھی شاید ایسا نہ نکلے گا جو اصولاً کسی نہ کسی اسلامی فرقہ کے عقیدہ سے مطابقت نہ رکھتا ہو . اُنکو اہل سنت کی قدیم اصطلاح کے موافق زیادہ سے زیادہ مبتدع کہا جا سکتا ہے جیسا کہ اکثر اکابر اسلام کو کہا گیا ہے لیکن اُنکی نسبت کافر

یا ملحد یا نیچری یعنی نیچرلسٹ کہنا اُسی قسم کا بہتان ہے جیسا کہ ہر زمانہ اور ہر ملک اور ہر مذہب مین محققون اور مصلحون پر کیا گیا ہے ۔

اُنھون نے جو لکچر ۱۸۸۴ء مین بمقام لاہور اسلام پر دیا تھا اُس مین اپنے عقائد صاف صاف بیان کئے تھے ۔ اسلئے اول ہم اُس لکچر کے چند مقامات اس مقام پر نقل کرتے ہین ۔ لیکن ہر ایک عقیدہ کے ساتھ جو کچھ اُنھون نے بطور دلیل کے بیان کیا ہے اُسکو اُنکے لکچر مین دیکھنا چاہیئے ۔

اول اُنھون نے کہا کہ "مین ایک جاہل آدمی ہون نہ مولوی ہون' نہ مفتی' نہ قاضی اور نہ واعظ؛ نہ میری یہ خواہش ہے کہ کوئی شخص۔ گو وہ میرا کیسا ہی دوست ہو۔ وہ میرے خیالات کے پیروی کرے؛ مین رسولون کے سوا کسی شخص کا ایسا منصب نہین سمجھتا کہ۔ اُن باتون مین جو خدا اور بندون کے درمیان دلی اور روحانی امور سے متعلق ہین اور جنکو مذہب کہتے ہین۔ وہ یہ خواہش کرے کہ لوگ اُسکی پیروی کرین ۔ یہ منصب رسولون کا تھا اور آخر کو جناب رسولخدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ جنکا ازلی مذہب خدا ابدالآباد تک قائم رکھے اور ضرور قائم رکھیگا کیونکہ جیسا وہ ازلی ہے ابدی بھی ہے۔ ختم ہو گیا"

توحید

پھر کہا کہ "وہ چیز جسپر یقین کرنے سے کوئی شخص مسلم یا مسلمان کہا جاسکتا ہے وہ خدا کی توحید ہے ۔ جو شخص خدا کو برحق جانتا ہے اور اُس کی توحید پر یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے ۔ یہی رکن اول اور رکن اعظم اسلام کا ہے اور باقی ارکان اُسکے تحت مین اور اسکے ساتھ اسطرح ملے ہوئے ہین جیسے کسی خاص دوا کی معجون ہو اور اُسی کے ساتھ اُسکے اجزا بھی ملے ہوئے ہون ۔ خدا کو واحد مطلق اور خالق تمام چیزون کا جاننا اور سمجھنا۔ نہ صرف جاننا اور سمجھنا بلکہ اُسپر یقین کرنا۔ اسلام ہے اور جو اُسپر یقین کرے وہ مسلم ہے"

پھر کہا کہ "خدا پر اور خدا کی وحدانیت پر اُس وقت یقین ہوسکتا ہے جب اُسکی ذات اور صفات پر جو حقیقت مین

متحد ہین - اور اُسی کے استحقاق عبادت پر - جو اُسکو لازم ہے - پورا پورا یقین ہو ۔ اُسکی ذات کا یقین تو اُسکے موجود بالذات ازلی و ابدی وحدہ لاشریک لہ ہونے پر یقین ہونا ہے ۔ اُسکی صفات کا یقین اُسکے مانند صفات کا کسی دوسرے مین نہونے پر یقین کرنا ہے ۔ تمام صفتین جو خدا سے منسوب کیجاتی ہین - عالم، رحیم، حی، اور مثل ان کے اور جو اُنکا مفہوم ہمارے ذہن مین آتا ہے اور جس مین اَورون کا اشتراک بھی بوجہٍ مّا متصور ہوتا ہے اُس مفہوم سے اور اُس اشتراک سے بھی خدا کی صفات کو مُبرّا اور مُنَزّہ ماننا اُسکی صفات پر یقین ہونا ہے ۔ اُسکے استحقاق عبادت پر یقین یہ ہے کہ کوئی شئے سوا خدا کے مستحق عبادت نہین ۔ جو شخص کہ اسطرح سے خدا پر یقین رکھتا ہے وہ مسلمان ہے ......

ہان ایسے شخص کی نسبت جو صرف خداے واحد کو مانتا ہے مین یہ ضرور کہونگا کہ وہ محمدی نہین ..... محمدی ہونے کے لئے ضرور ہے کہ ہم اُس شخص پر بھی - جسنے ہمکو توحید کی نعمت دی ..... جس کی وجہ سے ہم نے خدا کو جانا اور اُسکی صفات کو پہچانا - یقین کرین ۔ خود عقل ہی ہمکو ہدایت کرتی ہے کہ جس سے ہمکو ہدایت ہوئی کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم اُسکے ہادی ہونے پر یقین نہ کرین اسلام جسکو مین نے ایسے استحکام سے سچا بتایا اُسکی ہدایت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کی ہے ۔ پس اُس کی تصدیق بالضرور دوسرا رکن اسلام کا ہے جو پہلے رکن سے منفک نہین ہو سکتا "

" اس تمام تقریر کا نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص خدا کو مانتا ہے اور وحدہ لاشریک جانتا ہے اور اُسپر یقین رکھتا ہے اور کسی نبی کی تصدیق نہین کرتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی تصدیق نہین کرتا اُس کی نسبت یہ کہنا کہ محمدی نہین یا مرادف معنی لیکر یہ کہنا کہ وہ مسلمان نہین - بالکل صحیح ہے مگر اُسکو کافر بمعنی مشرک کہنا یا موحد نہ کہنا اسلام کے اُصول کی رو سے درست نہین .... موحدینِ محض کے مُخلّد فی النار ہونے یا نہونے پر قدیم سے علما مین بحث چلی آتی ہے کوئی کہتا ہے کہ مُخلّد فی النار ہونگے، کوئی کہتا ہے کہ بعد عذاب کے نجات پاوینگے ۔ اس بحث کو اُنھین عالمون کی لئے

چھوڑ دو اور ہمکو اپنے حبیب کے اس قول پر رہنے دو کہ "علیٰ رغم انفِ ابی ذرٍ[1]"

پھر کہا کہ "وحدانیت اور رسالت کی تصدیق کے بعد اور جو چیزین بھی اسلام کے ساتھ ہین جنکو خدا تعالیٰ نے فرض قرار دیا ہے: مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ، وغیرہ وغیرہ۔ ان فرائض کے ادا نہ کرنے والے کو ہم گنہگار اور انکے منکر کی نسبت وہی کہینگے جو رسالت کے منکر کی نسبت کہا ہے کہ وہ محمدی نہین یا بمعنی مرادف مسلمان نہین۔ اُسکے مخلّد فی النار ہونے یا نہونے کی وہی بحث پیش آجاتی ہے جو ابھی موحد محض کی نسبت مین نے بیان کی"

پھر کہا کہ "شرک کی بحث۔ جو کہ اسلام کا پورا دشمن ہے اور جس کے ساتھ اسلام جمع ہی نہین ہو سکتا۔ بہت بڑی ہے: مگر مین اس وقت ایک شمہ اُسکا بیان کرونگا۔ جسطرح خدا کو اپنی ذات وصفات مین وحدت ہے اسی طرح رسول کو تبلیغ احکام یا احکام شریعت کے قرار دینے مین وحدت ہے اور کسی کو اُس مین شرکت نہین پس جو شخص رسول کے سوا کسی اور شخص کے احکام کو دین کی باتون مین اس طرح پر واجب العمل سمجھتا ہے۔ کہ اُسکے برخلاف کرنا گناہ ہے اور اُسی کی تابعداری کو باعث نجات یا ثواب سمجھتا ہے۔ وہ بھی ایک قسم کا شرک کرتا ہے جسکو مین شرک فی النبوّت سے تعبیر کرتا ہون۔ خدا نے یہود و نصاریٰ دونو کو اسی بات پر ملزم ٹھیرا کر فرمایا "اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون الله" پس اسطرح کی پیروی اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللہ تک پہنچا دیتی ہے:

میری اس تقریر سے آپ یہ تصور نہ کرین کہ مین ائمہ مجتہدین کے برخلاف رائے رکھتا ہون۔ نہین، مین اُنکو اُمّت کا سرتاج اور اُنکے اجتہادون اور اختلافون کو باعث رحمت سمجھتا ہون۔ یہ بھی آپ خیال نکرین کہ مین اُن کے پیرو مقلدین کو بُرا کہتا ہون یا تقلید کو بُرا جانتا ہون مگر اسقدر ضرور سمجھتا ہون کہ مقلدین کے بعض افعال

---

[1] یہ اُس حدیث کی طرف اشارہ ہے جسکو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے ابوذر غفاری سے، اور جسکا مضمون یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوذر سے فرمایا "ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات علیٰ ذلك الا دخل الجنة" اُنھون نے یہ سنکر تین بار از راہ تعجب یہ الفاظ عرض کئے کہ وان زنی وان سرق؟ اور آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ وان زنے وان سرق اور تیسری دفعہ اُسکے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ علیٰ رغم انف ابی ذرٍ ۱۲

اس حد تک پہنچ گئے ہین کہ اُنھون نے اپنی غلطی سے - نہ کہ اُنکی تقلید سے - اُنکو اَرْبَابًا مِن دُونِ اللّٰه تک پہنچا دیا ہے"
جو لوگ کہ اس مسئلہ تقلید کے برخلاف ہین اور عدم تقلید کے مسئلہ کی پیروی کرتے ہین اور اُسکے اجرا مین کوشش
کرنی چاہتے ہین اُنکی بھی مین عزت کرتا ہون ۔ مین سمجھتا ہون کہ دونو کا مقصود ایک ہے اور دونو خدا اور رسول
کی خوشنودی چاہتے ہین ۔ مگر افسوس ہے کہ اِن دونو فرقون کے سبب باہم رنج و عداوت پیدا ہوئی ہے یہ شیطان
کے وسوسے ہین جو گروہ اسلام کو متفرق کرنے اور قوت کو ضعیف کرنے کی فکر مین ہے ۔ حقیقت مین اسلام
لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کہنا اور اُسپر دل سے یقین رکھنا اور سب کلمہ گویون کو بھائی سمجھنا ہے ۔ باہمی
اختلاف کی وجہ سے اسلام کے مجمع کو متفرق کرنا اصول اسلام کے برخلاف ہے " اور اُس برکت کی ناشکری ہے جو
خدا نے دی ہے اور جسکو فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ کے لفظون سے تعبیر کیا ہے"

پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر مندرجہ ذیل تقریر کی " ایک ایسے شخص نے
جو ریتیلے کنکریلے ملک مین پیدا ہوا' جو چھوٹی عمر مین یتیم ہو گیا' جسنے نہ کسی دار العلم مین تعلیم پائی' نہ سقراط اور بقراط
اور افلاطون کے مسائل کو سنا' نہ کسی اُستاد کے سامنے تعلیم کو بیٹھا' نہ حکما اور فلاسفرون اور پولٹکل و مارل سائنس کے
عالمون کی صحبت اُٹھائی' بلکہ چالیس برس اپنی زندگی کے ناتربیت یافتہ اور بد اخلاق اونٹ چرانے والون مین بسر کیے'
چالیس برس تک بجز ایسی قوم کے - جو بت پرستی اور باہمی جنگ و جدال مین مبتلا تھی اور چوری اور زناکاری پر عورت مرد
کو فخر تھا - اور کسی کو نہین دیکھا ؛ وہ دفعتہً اپنی تمام قوم کے برخلاف اُٹھا' چارون طرف سے وہ بت پرستی مین گھرا ہوا
تھا مگر اُسنے کہا تو یہ کہا کہ " لا الٰہ الا اللّٰہ " اُسنے صرف یہ کہا ہی نہین بلکہ تمام قوم سے بھی - جو سیکڑون برس سے لات
و منات و عزّے کو پوجتی آتی تھی - یہی کہوا دیا' اُن تمام بد اخلاقیون اور اِمّورل عادتون کو تمام قوم سے مٹوا دیا'
بتون کو زمین پر گروایا' اُنکو تُڑوایا' اور خدا کے نام اور خدا کی پرستش کو تمام عرب کے جزیرہ نما مین بلند کیا ؛

وہ جزیرہ جو ابراہیم اور اسمٰعیل کے بعد سے ہزارون ناپاکیون سے ناپاک ہوگیا تھا پھر اُسکو اُسکی اصلی پاکی اور دین ابراہیم کی بزرگی تک پہنچا دیا ۔ چالیس برس بعد کس نے یہ نور اُسکے دل مین ڈالا ؟ جس نے نہ صرف جزیرۂ عرب کو بلکہ تمام دنیا کو روشن کردیا"

" اُسنے لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم کے بعد جو احکام دین کے اور اخلاق کے لوگون کو بتائے کیا کوئی فلاسفر اس سے زیادہ بتا سکتا تھا جو اُس اُمّی نے بتائے ؟ صرف بتائے ہی نہین بلکہ اپنے پاک دل اپنی پاک زبان کے اثر سے لوگون کے دلون مین بٹھلا دئے ۔ یہ کام وہ تھا جو نہ کسی فلاسفر سے ہوسکتا تھا نہ کسی سلطان مقتدر سے ۔

پھر کیا چیز اُس بچہ مین تھی جس نے نہ جزیرۂ عرب کو بلکہ تمام دنیا کو خدائی کا کرشمہ دکھلا دیا ؟ کوئی سخت سے سخت دہریہ اور لامذہب بھی اگر ایسے شخص کو معاذ اللہ نبی نہ مانیگا تو اُسکو یہ ماننا تو ضرور پڑیگا کہ اگر بعد خدا کے کوئی دوسرا شخص بزرگ ہے تو یہی ہے۔ روحی فداک یا رسول اللہ۔ پس جو شخص نبوت کی حقیقت کو سمجھ لیگا تو امکان سے خارج ہے کہ محمد رسول اللہ کی تصدیق نہ کرے"

اعجاز قرآن

پھر قرآن کے معجز ہونے پر مندرجۂ ذیل تقریر کی " قرآن مجید جو تیرہ سو برس سے معجز یقین کیا جاتا ہے مین بھی اُسکو معجز مانتا ہون مگر ہمارے قدمانے صرف ایک اُوپری دلیل اُسکے معجز ہونے کی قرار دی تھی ؛ یعنی فصاحت اور کلام کی عمدگی اور وہ بھی اس وجہ سے کہ آجتک کسی بشر سے نہ کسی فصیح اور بلیغ سے اُسکی ایک یا دس آیتون کی برابر بھی ویسا فصیح کلام نہین کہا گیا۔ باوجودیکہ اُنسے بطور مقابلہ کے کہا گیا کہ اگر کہہ سکتے ہو تو کہہ لاؤ ۔ بلاشبہہ مین بھی قرآن مجید کو ایسا ہی فصیح و بلیغ تسلیم کرتا ہون .... لیکن یہ دلیل .... ایسی نہین ہے جو غیر معتقد لوگون کے مقابلہ مین پیش کیجا سکتی ہو اور اُنکے دل کو تسلی دیسکتی ہو ۔ مین ایک اَور دلیل رکھتا ہون جسکو مین اس دلیل سے زیادہ مضبوط سمجھتا ہون ۔ وہ دلیل کیا ہے ؟ وہ ہدایتین انسان کے لئے ہین جو قرآن مجید مین بیان کی گئی ہین ۔ کوئی

اور ہدایت اُسکے مثل بے شک نہین ہو سکتی ۔ مین اسکو بھی معجزہ بلکہ اصلی معجزہ قرآن مجید کا سمجھتا ہون "

" قرآن مجید اُس زمانہ مین نازل ہوا جو جاہلون اور ناواقفون اور ناتربیت یافتہ لوگون کا زمانہ تھا ' وہ اُس زمانہ کے جاہل لوگون کی ہدایت کے لئے بھی تھا اور آن اعلے درجہ کے تعلیم یافتہ لوگون کی ہدایت کے لئے بھی تھا جو اُس وقت کی دنیا مین تھے اور جو آیندہ دنیا مین ہونے والے تھے ' ضرور تھا کہ اُسکی ہدایتین اس طرح پر بیان کی جائین کہ اُس سے ایک صحرائی اونٹ چرانے والا بدّو اور ایک اعلے درجہ کا حکیم سقراط اور بقراط دونو برابر فائدہ اُٹھائین ۔ قرآن مجید ہی صرف ایسا کلام ہے جسمین یہ صفت موجود ہے اور جس سے مختلف درجون بلکہ متضاد حیثیتون کے لوگون کو یکسان ہدایت ہوتی ہے ۔ ایک جاہل بدّو ' ایک مقدّس مولوی اُسکے لفظی معنون سے جیسی ہدایت پاتا ہے ایسا ہی ایک فلاسفر اُنھین الفاظ کے مقصود سے ویسی ہی ہدایت پاتا ہے اور کسی لفظ کو نیچر یا فلسفہ سے خلاف نہین پاتا ۔ کسی زبان مین ۔ فرنچ ' لیٹن ' عربی ' فارسی ' سنسکرت ' وغیرہ مین کوئی ایسی کتاب لکھدو یا اگلے زمانہ کی لکھی ہوئی بتادو جس مین اعلے سے اعلے مضامین فلسفہ اور حکمت کے بھرے ہوے ہون اور پھر نہایت دلکش اور سہل الفاظ مین اور پھر اُس سے جاہل اور عالم عامی اور فلسفی سب کو یکسان فائدہ حاصل ہو اور سب کے دل پر یکسان اثر ڈالے ؛ نہایت ناممکن ہے ۔ مگر قرآن مجید ہی ہے جسمین یہ تمام خوبیان موجود ہین اور یہی اُسکا اصلی اور سچا اور واقعی معجزہ ہے ۔ اُسکے مسائل جیسے اُس زمانہ مین سچے تھے جبکہ زمین ساکن مانی جاتی تھی ویسے ہی اب بھی سچے اور قابل تسکین ہین جبکہ سورج ساکن اور زمین گھومتی مانی جاتی ہے ۔ اور اگر یہ حکمت و فلسفہ جو اس زمانہ مین سچی مانی جاتی ہے اگر آیندہ غلط ثابت ہو جیسے یونانی حکمت اب غلط ثابت ہوئی ہے ۔ اور حکمت و فلسفہ کے بالکل نئے اصول سچے ثابت ہون تو بھی مین دعوے کرتا ہون کہ قرآن مجید ویسا ہی سچا ثابت ہوگا جیسا کہ اب سچا ہے اور غور کرنے کے بعد ثابت ہوگا کہ جو کچھ غلطی تھی وہ ہمارے علم کا نقصان تھا "

منصوص

پھر نماز روزہ وغیرہ کی نسبت اسطرح بیان کیا "غیر مشتبہ منصوص مسائل۔ جیسے نماز روزہ حج اور زکوۃ ہین اور جو خدا تعالے نے قرآن مجید مین فرض بتائے ہین۔ اُنکو مین بھی اسیطرح فرض سمجھتا ہون جیسے ایک جاہل مسلمان یقین کرتا ہے۔ لیکن جب اُنپر مخالف کا حملہ ہوتا ہے تو اُنکی لمیت اور اصلیت بتانی ضرور پڑتی ہے اگر یہ بحث پیش ہو کہ ہاتھ مونہ دھونے کو (یعنی وضو کو) عبادت سے۔ جسکا تعلق دل سے ہے۔ کیا تعلق ہے؟ حدث کے بعد بے محل مونہ مین کلی کرنے سے کیا تعلق ہے؟ نماز کو جو ایک روحانی فعل ہے اُٹھنے بیٹھے سر نیچا اور سُرین اونچے کرنے سے کیا علاقہ ہے؟ تو بمجبوری ہمکو اسکی اصلیت اور نماز کے ارکان کی لمیت پر بحث کرنی ہوگی اور سمجھانا پڑیگا کہ وضو کیون فرض کیا گیا ہے؟ اور نماز کے ارکان کیون قرار پائے ہین"

اسلام

پھر دین اسلام کی نسبت اسطرح بیان کیا "میرا عقیدہ ہے کہ مذہب اسلام ایک مکمل اور آخری مذہب ہے۔ مجھکو خدا کے اس قول پر یقین کامل ہے کہ "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" مگر جب مفسرین (خدا اُنپر رحمت کرے) اس تکمیل کے یہ معنی بتائین کہ خدا نے فلان جانور کو حلال اور فلان جانور کو حرام بتا کر دین کو کامل کر دیا ہے۔ تو مین اُنسے مخالفت کرتا ہون گو کہ وہ فخر الدین رازی ہون، یا ملا علی نیشاپوری، یا اُنسے بڑھکر اور کوئی۔ اور اُن بزرگون کی خدمت مین عرض کرتا ہون کہ جناب اگر یہی معنی تکمیل دین کے ہین تو سلام! مین کہتا ہون کہ یہ تفسیر غلط ہے، دین اسلام خدا کی توحید کے کامل طور پر بتانے سے، اُس کے ہر ایک فروع واصول کو روشن کر دینے سے مکمل ہوا ہے یہی تکمیل دین کی ہے اور اسی تکمیل کے سبب وہ آخری دین ہے اور اسی تکمیل کے سبب قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد بھی بغیر تبدیل کے قائم رہیگا"

تائید اسلام کی وجہ

پھر لکچر کے اختتام پر یہ الفاظ کہے کہ "جو تائید اسلام کی مین نے اپنی دہنست مین اختیار کی ہے وہ اسوجہ سے نہین کی کہ مین مسلمان ہون اور مسلمان کے گھر مین پیدا ہوا ہون اور خواہ نخواہ مجھکو اسلام کی تائید کرنی چاہیئے

مین اس بات کو اچھا نہین سمجھتا ۔ جو شخص جس مذہب مین پیدا ہوا ہے خاموشی سے اُسمین چلے جانا دوسری بات ہے،
اور اُسکی تائید پر مستعد ہونا دوسری بات ہے، پچھلی بات اُس شخص کو زیبا نہین ہے جس نے پورا الیقین اُسپر خود نہ کرلیا ہو،
مین نے خالی الذہن ہو کر اسلام پر بہت کچھ غور کی ہے اور نہایت غور و فکر کے بعد میرے دل مین اس بات کا یقین ہوا ہے
کہ دنیا مین کوئی مذہب سچّا ہے تو وہ اسلام ہی ہے، اور مین اس دلی یقین پر اُسکی تائید کرتا ہون۔ نہ اس وجہ سے کہ
مین مسلمان کے گھر مین پیدا ہوا ہون اور مسلمان ہون"

یہان تک سرسید کی اُس تقریر کا خلاصہ تھا جسمین اُنھون نے بمقام لاہور اسلام کی نسبت اپنے
خیالات ظاہر کئے تھے۔ اب ہم اُنکے بعض پرائیوٹ خطوط سے چند مقالات التقاط کرتے ہین جو اُنھون نے
مذہبی خیالات کے متعلق اپنے دوستون کو لکھّے ہین ۔ ان خطون مین کچھ تو وہ ہین جو ہم کو
منشی سراج الدین احمد کے مسودات مین دستیاب ہوے ہین اور کچھ ہمنے اور ذریعون سے بہم
پہنچائے ہین ۔

اگرچہ سرسید عام لوگون کے کافر و ملحد کہنے سے کچھ ناراض نہ ہوتے تھے مگر جو لوگ اُنکے حالات سے
بخوبی واقف تھے اگر وہ اُنکی نسبت ایسا خیال بھی کرتے تھے تو اُنکو سخت ناگوار گذرتا تھا۔ جب وہ
ہندوستان سے ولایت جانے کو تھے ایک خط حکیم غلام نجف خان مرحوم نے جنکے ساتھ اُنکی اور اُنکے بڑے
بھائی کی دوستی اُخوت کے درجہ تک پہنچ گئی تھی۔ اُنکے پاس بھیجا تھا جسمین غالباً اس قسم کی کوئی بات
ہوگی کہ ولایت جاکر مذہب کو نہ چھوڑ دینا یا عیسائی نہ بنجانا۔ اُنھون نے ولایت پہنچکر اُسکا یہ جواب بھیجا
"حامد نے آپ کا عنایت نامہ مجھے دیا تھا۔ مین نے خیال کیا تھا کہ جب مین ولایت سے پھر کر آؤنگا اور آپ سے
انشاءاللہ تعالیٰ ملونگا اُسی وقت جواب دونگا۔ حقیقت مین وہ عنایت نامہ محبت آمیز ہنسی کی بات تھی، نہ جواب

لکھنے کے لائق ۔ اگرچہ مین یقینی سمجھتا تھا کہ آپ کے خیالات وہی قدیم پُرانے دقیانوسی ہندوستانیون کے سے ہین
حال کے زمانہ کی جو باتین ہین نہ وہ ذہن مین آتی ہین اور نہ پسند ہوتی ہین، مگر خاص جس امر کی نسبت آپ
نے مجھے لکھا اُس کا نہایت تعجب ہی؛ اس لئے کہ میری نسبت اس قسم کے خیالات کی البتہ جاہل ناواقف آدمی کو گنجایش
ہوسکتی ہے، یا دشمن و حاسد جو کچھ چاہین خیال کر سکتے ہین، مگر آپ کو اس قسم کا خیال کیون ہوا ؟ شاید بمقتضاے
محبت ایسا خیال ہوا ہو اس لئے کہ دوست کو ہمیشہ بُرے بُرے خیالات گزرتے ہین ۔ جیسا کہ مین خود اپنی تحقیق
سے۔ نہ تقلید سے۔ دین اسلام کو حق سمجھتا ہون اُسقدر یقین آپ کے شہر کے بڑے بڑے لمبی ڈاڑھی والون کو
اور ہزار ہزار دانہ کی تسبیح والون کو اور جو مکہ و مدینہ سے پیر و خلیفہ و مرشدی کا جُبّہ و دستار لیکر آتے ہین
اُنکو بھی نہین ہے والسّلام"

ایک خط مین سید مهدی علی خان کو لکھتے ہین" مین سچ اپنے دل کا حال لکھتا ہون کہ اگر خدا مجھکو
ہدایت نہ کرتا اور تقلید کی گمراہی سے نہ نکالتا اور مین خود تحقیقات حقیقتِ اسلام پر متوجہ نہوتا تو یقینی مذہب کو چھوڑ دیتا۔
فرض کرو کہ تقلید چھوڑنے مین مَین کسی مسئلہ یا عقیدہ مین غلطی مین پڑون، چندان نقصان نہین، مسلمان تو رہونگا
... جناب مذہب اسلام تو آفتاب سے بھی زیادہ روشن اور سب کی آنکھون کے سامنے ہے وہ کوئی معمّا اور بدر چاچ کا
شعر نہین جس کے حل کرنے کو مولوی امام بخش صہبائی اور میر حسین معمائی درکار ہون ۔ خدا فرماتا ہی" هو الذی
بعث فی الاُمّیّین رسولاً منهم" ذرا مهربانی سے قرآن کھولکر ملاحظہ فرمائیے اُسمین یہی لفظ ہین یا بجای اُنکے
یہ الفاظ ہین" هو الذی بعث فی الفلسفیّین رسولاً"

ایک اور خط مین لکھتے ہین" بھائی جان سنو! اب یہ وقت نہین رہا کہ مین اپنے مکنونات ضمیر کو مخفی رکھون۔ مین صاف کہتا ہون کہ اگر لوگ تقلید[1]

مخالفت

تقلید کی مخالفت

[1] یہان تقلید سے مراد ہر امر مین سلف کی پیروی کرنا ہے نہ کہ تقلید مصطلح فقہا ۱۲

نہ چھوڑینگے اور خاص اُس روشنی کو جو قرآن وحدیث سے حاصل ہوتی ہے نہ تلاش کرینگے اور حال کے علوم سے مذہب کا مقابلہ نہ کرینگے تو مذہب اسلام ہندوستان سے معدوم ہوجائیگا۔ اسی خیرخواہی نے مجھکو برانگیختہ کیا ہے جو مین ہر قسم کی تحقیقات کرتا ہون اور تقلید کی پرواہ نہین کرتا؛ ورنہ آپ کو خوب معلوم ہی کہ میرے نزدیک مسلمان رہنے کے لئے اور بہشت مین داخل ہونے کے لئے ائمۂ کبار تو درکنار مولوی جھٹو کی بھی تقلید کافی ہے۔ لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کہ لینا ہی ایک ایسی طہارت ہے کہ کوئی نجاست باقی نہین رہتی۔ پس مین چاہتا ہون کہ بدلائل ومباحثہ مجھکو قائل کردیا جائے کہ میری یہ رائے صحیح ہے یا غلط؟ اور مین دشمن اسلام ہون یا مثل ابوبکرؓ اور عمرؓ کے دوست اسلام ہون؟ آیا مین جو اسلام کو ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ سے زیادہ دوست رکھتا ہون اور یقین کرتا ہون کہ ابوحنیفہ اور شافعی تو درکنار' ابوبکر اور عمر بھی بالفرض اگر کچھ غلطی کرین تو بھی اسلام مین کچھ نقص نہین ہوسکتا' اور میرا یہ اعتقاد کہ اگر تمام عالم کافر ہوجائے یا تمام عالم فرشتہ ہوجائے تو خدا کی خدائی مین کچھ زیادتی یا نقصان نہین ہوتا' اسی طرح اسلام کے مسائل کا حال ہے کہ اگر تمام مجتہدین صواب پر ہون یا خطا پر اصل اسلام کی جو روشنی ہے اُسمین کچھ نقص نہین ہے پس یہ اعتقاد میرا صحیح ہے یا غلط؟

پھر اسی خط مین لکھتے ہین "لوگون نے جو اخبارون مین مجھکو بُرا بھلا لکھا اس سے آپ کو غصہ آگیا معلوم نہین کہ آپنے آرٹکل مین کیا لکھا ہوگا؟ مگر مجھکو کہانتک بچاؤگے؟ مین تو ہدف تیر ہای ملامت ہوگیا ہون اور روز بروز ہوتا جاؤنگا۔ شاید بعد میرے کوئی زمانہ آوے جب لوگ میری دلسوزی کی قدر کرین۔

ایک اور خط مین لکھتے ہین" مین سچ کہتا ہون کہ جسقدر نقصان اسلام کو تقلید نے پہنچایا ہی اتنا کسی چیز نے نہین پہنچایا۔ شخص اسلام کے حق مین تقلید سنکھیا سے بھی زیادہ زہر قاتل ہے۔ بلاشبہہ ہمنے علما کو مثل یہود و نصاریٰ کے ارباباً من دون اللہ سمجھ لیا ہے خدا اس گناہ سے سب مسلمانون کو بچائے۔ آمین! اور میرے دوستون کو اور

مولوی مہدی علی میرے پیارے دوست کو سب سے پہلے آمین ثم آمین ثم آمین "

تعصب

ایک اور خط مین لکھتے ہین " تعصب خود برخلاف شریعت ہے، ہندوستان کے مسلمان اسمین گرفتار ہین، خدا کی نامہربانی اُنکی طرف رجوع ہے .... پھر اسکا علاج کیا ہے ؟ خدا کے ساتھ لڑائی غیر ممکن ہے ۔ دنیا مین جو کتابین تصنیف ہورہی ہین اور ہر روز چھپتی ہین اور بکتی ہین اُن مین جو حالات مسلمانون کے لکھے جاتے ہین اُنکو دیکھکر مرجانے کو دل چاہتا ہے ۔ بہت سی باتین اُن مین بلاشبہہ سچ ہین اور درحقیقت ہم نے ایسا طریقہ اختیار کیا ہے جس سے اسلام کو بدنامی ہے .... میری صرف ایک لفظ لکھنے سے کہ "حیوان ہین" نالائقون کو اس قدر طیش کھانے کا بہانہ ہاتھ لگ گیا ہے اور انگریزی اخبارون اور تاریخون مین جو صاف صاف چھپ رہے ہین اُنسے کسی کم بخت کو غیرت نہین آتی ۔

اسلام کی حمایت

ایک اور خط مین خطبات احمدیہ کے بعض مضامین کے متعلق لکھتے ہین " افسوس صد افسوس ہمارے ہان کے مولویون نے ایسے صاف اور روشن مذہب کو ایسی لغو اور مہمل کہانیون مین ڈالدیا ہے، اور جب کوئی چاہتا ہے کہ اُسکی تحقیقات اور اُسپر غور کیا جائے تو اُسکو کافر، لامذہب، مرتد، عیسائی، حرام خور مری مرغی کھانے والا بتاتے ہین "

" آیۂ یاتی من بعدی اسمہ احمد کا نہایت عمدہ بیان مسٹر ہگنز نے اپنی کتاب مین لکھا ہے اور بخوبی بجنسہ اس آیت کا موجود ہونا انجیل یوحنا مین ثابت کیا ہے اور وہ وہی مشہور لفظ فارقلیط کا ہے، مگر جسطرح پر کہ اُسکو مسٹر ہگنز نے ثابت کیا ہے اُسکو پڑھکر مسلمان متعصب مولویون کو غیرت کرنی چاہیئے کہ جو کام اُنکے کرنے کا تھا اُسکو ایک غیر مذہب کے منصف شخص نے کیا ہے ۔ مین نے اُسمین کچھ اضافہ نہین کیا، بعینہ مسٹر ہگنز کی تحریر نقل کردی ہے "

...سنت نبوی اور روایات فقہی سے اور خاص کر شاہ عبدالعزیز ... سے ... استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں کو انگریزوں

مین لے ہاتھ کا پکا ہوا انھین کے برتنون مین اور انھین ... طرح کہ انھون نے
کھانا درست ہے۔ صرف سُور اور شراب اور حرام چیزون سے پرہیز کرنا لازم ہے۔
اس رسالہ مین اُن تمام شبہات کا جواب - جو ہندوستان کے علمای اسلام مواکلتِ اہل
...پر کرتے تھے اور جن شبہات کی وجہ سے مسلمانون کو انگریزون کے ہان کی ہر ایک کھانے
کی چیز اور اُنکے ساتھ کھانا کھانے سے اجتناب تھا - نہایت شافی طور پر جو ایک منصف مزاج آدمی
...کے لیے کافی ووافی ہے لکھا ہے۔ جب یہ رسالہ چھپا تو اول اول بہت شور وغل ہوا۔ سرسید
...ستان کہا گیا۔ اُنکے ساتھ کھانا کھانے سے احتراز کیا گیا۔ اُنکے رسالہ کے جواب لکھے گئے۔
...ون نے اس باب مین کوشش کی کہ سرسید کے ساتھ سب مسلمان کھانا پینا چھوڑ دین۔ مگر
...ل سرسید کے وہ سب باتین ایسی تھین جیسے آندھی کا ایک بگولا اُٹھا اور خاک اڑا کر چلا گیا پھر
...ع صاف ہوگیا۔ اب وہی لوگ جو سخت معترض تھے خود انگریزون کے ہان جاکر اور اُنکو
...ہان بلاکر ساتھ کھانے کو اپنا فخر سمجھتے ہین۔ البتہ جن لوگون کی انگریزون تک رسائی نہین وہ
...پنے ...ے اور طہارت پر بدستور قائم ہین۔

# چوتھا باب

## سنہ ۱۸۶۹ء سے سنہ ۱۸۷۰ء تک

سفر انگلستان، ... اور ... لندن کے عمائد سے ملنا، جلسہ سمتھونین سوسائٹی آرٹ سوسائٹی اینجینیرس مین شریک ہونا، سی۔ ایس۔ آئی۔ کا خطاب اور تمغا ملنا، ملکہ معظمہ کی لوی مین شریک ہونا، پرنس اوف ویلز کی لوی مین ایتھینیم کلب کی ممبری، کیمبرج یونیورسٹی مین جاکر وہان کے طریقہ تعلیم و تربیت پر غور کرنا، تعلیم ہندوستان پمفلٹ لکھنا، خطبات احمدیہ لکھکر شائع کرنا، جان ڈیون پورٹ کی کتاب چھپواکر شائع کرنا،

---

سرسید نے غدر سنہ ۱۸۵۷ء کے بعد جن دو باتون کو مسلمانون کی آیندہ بہبودی کے لیے ضروری سمجھا تھا اُنکے لیے انگلستان کا سفر کرنا نہایت ضروری تھا۔ اُنکا یہ خیال تھا کہ جب تک مسلمانون مین مغربی تعلیم نہ پھیلیگی؛ اور جب تک مسلمانون اور انگریزون مین موانست اور میل جول پیدا نہوگا اُسوقت تک مسلمانون کا پنپنا، اور ہندوستان مین عزت سے رہنا دشوار ہے۔ گو وہ ابتدا سے ان دونون بیرون مین برابر سرگرم رہے؛ مگر جس حد تک وہ اپنا منصوبہ پورا کرنا چاہتے تھے، اُسکے لحاظ سے اُنکو ولایت کا سفر کرنا ضروری معلوم ہوا۔ اسکے علاوہ سر ولیم میور کی کتاب "لائف اوف محمد" کا جواب لکھنے کے لیے۔ جسکا اُنکو حد سے زیادہ خیال تھا۔ بہت سی ایسی کتابون اور نوشتون کی ضرورت تھی جو ہندوستان مین نایاب تھین؛ اور صرف برٹش میوزیم، یا انڈیا اوفس کے کتب خانون مین مل سکتی تھین۔

کے ساتھ بشرطیکہ کھانے پر کوئی حرام چیز نہ ہو کھانا پینا درست ہے یا نہین ؟ سرسید

واب آیات احادیث کے حوالہ سے لکھدیا کہ جائز ہے ؛ اور ہندوستان کے سوا تمام دنیا کے

مان انگریزون کے ساتھ برابر کھاتے پیتے ہین ۔ یہ جواب ۱۴ ستمبر ۱۸۶۶ء کے سوسائٹی اخبار مین

چھپا پر ایک سید صاحب نے اڈیٹر کے نام لکھنو سے ایک چٹھی لکھی اور سرسید کے جواب پر نہایت

ظاہر کی ۔ اور لکھا کہ " مین اُس دن کے دیکھنے کا نہایت مشتاق ہون جب یہ سنون کہ سید احمد خان نے

ل کے موافق عمل بھی کیا " اسکے جواب مین سرسید نے لکھا کہ " مین نے اسلام کو مان باپ کی تقلید سے

یہ بقدر اپنی طاقت کے خود تحقیق کر کے تمام مذاہب معلومہ سے اعلے اور عمدہ اور سچا یقین کیا ہے ۔ اور

نے مجھے سکھایا ہے سچ کہنا اور سچ کرنا ۔ نہایت کمینہ وہ آدمی ہے جو کہتا کچھ ہو اور کرتا کچھ ہو ۔ اور اُس سے

شخص ہے جو شریعت کے حکم سے واقف ہو اور پھر رسم و رواج کی شرم سے یا لوگون کے لعن طعن

کرے ۔ اسی لیے مین کسی انگریز کے ساتھ کھانے پینے مین ۔ بشرطیکہ شراب اور سور یا

ن سے حل نہین کرتا ۔ میرے انگریز دوست میرے ہان مہمان ہوتے ہین اور مین اُنکے ہان مہمان

ب موقعہ ایک میز اور ایک دسترخوان پر کھاتے ہین ۔ جس چیز مین ہمکو خدا سے شرم نہین اُسمین

دنیا کے لوگون سے کیا ڈر ہے "

معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے بہت پہلے سرسید نے انگریزون کے ساتھ کھانے پینے کا

سب لوگ جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے ۔ مین بھی جاکر جماعت مین شریک ہوگیا ۔ نماز کے بعد لوگون نے مولوی قادر علی
تحصیلدار سے جو نماز مین شریک تھے۔ پوچھا کہ صدرالصدور نے تو انگریز کے ہان بنی ہوئی چاے پی ہے اور توس کھائے ہین
پھر یہ نماز مین کیونکر شریک ہوے ۔ جب مجھے معلوم ہوا تو مین نے اُنکو سمجھایا کہ قرآن مجید کی رو سے انگریزون کے ہان
کا کھانا اور اُنکے ساتھ کھانا درست ہے ۔ اُن لوگون نے میری اُس روز کی تقریر کو نہایت تعجب سے سنا ۔
روز بجنور مین رات کو مسٹر پامر کے ہان جانے کا اتفاق ہوا ۔ وہ کھانے پر جانے والے تھے اُنھون نے کہا
کھانا نہین کھالو ۔ اور خانسامان کو اشارہ کیا کہ میرے سامنے بھی رکابی لگادے ۔ خانسامان کو اس بات
ایسا تعجب ہوا کہ کئی دفعہ اشارہ کرنے پر بھی نہ سمجھا کہ آج ایک مسلمان انگریز کے ساتھ کھانا کھائیگا ۔
اگرچہ سرسید انگریزون کے ساتھ مدت سے کھانے پینے لگے تھے لیکن ابھی تک اُنکا
مین اس خیال کے زیادہ پھیلانے کا کچھ خیال نہین تھا ۔ مگر جب اُنھون نے دیکھا کہ
کی قیدین ایک آدمی کے اُٹھا دینے سے نہین اُٹھتین ؛ اور مسلمانون کا انگریزون
اور وحشت کرنا اور انگریزون کا مسلمانون سے بدگمان اور متنفر رہنا اُسوقت تک
نہوگا جب تک کہ دونون قومون مین میل جول و ربط ضبط نہو اور ہر ایک قوم کو دوسری قوم
کے اصلی خیالات بلاواسطہ معلوم کرنے کا موقع نہ ملے ۔ اسلیے اُنھون نے ایک مبسوط اور مفصل تحریر

ی کو بچشم خود مشاہدہ کرین ؛ اور اس بات کا اندازہ کر سکین یہ انگلستان کے لوگ کیسے دولتمند، طاقتور
ہین ؛ اور اُن مفید اور عمدہ باتون کو ہندوستان کی بھلائی کے لیے واسطے سیکھین جو اُس امر کے نتیجے ہین کہ تجارت
کے باب مین انگلستان کے باشندے کیسے مستعد ہین ؛ اور کارخانون اور کاشتکاری اور شفاخانون اور خیرات
اور اُسکے شہرون کی صفائی اور اُسکی دولت اور علم سے روز بروز زیادہ کام لیا جاتا ہے "
"پس اس خواہش سے مین یہ بات چاہتا ہون کہ خود انگلستان جاکر اپنے ہموطنون کے لیے ایک نظیر
قائم کرون ۔ مجھکو یقین ہے کہ صرف مجھکو ہی اس سفر سے فائدہ نہوگا ؛ بلکہ امید ہے کہ اپنے سفر کے نتیجون سے اُنکو
مطلع کر کے اُنکو بھی فائدہ پہنچا سکون ؛ اور اس طرح پر جو عمدہ باتین مین نے سیکھی ہون اُنکو بھی سکھاؤن ؛
اور اُنکو بھی اپنی پیروی کی ترغیب دون "
مولوی سید مہدی علی خان اپنی ایک تحریر مین لکھتے ہین کہ "جب سید احمد خان لندن جانے
لگے تو مالی مشکلات اس قسم کی تھین کہ اگر کوئی دوسرا شخص ہوتا تو اس ارادہ کو پورا نہ کر سکتا ۔ انھون نے اپنے کتب خانہ
بیچا ، گھر اور کوٹھی کو رہن رکھا اور سفر کی تیاری کی ۔ اُنھون نے بارہا مجھسے اس بارہ مین بیشتر ذکر کیا تھا کہ میرا مقصد
نہین ہو سکتا جب تک کہ مین بذات خود اصول و طرز تعلیم سے واقفیت حاصل نہ کرلون "
الغرض یکم اپریل ۱۸۶۹ء کو وہ بنارس سے ولایت کو روانہ ہوے ۔ اُنکے ساتھ دونو بیٹے سید حامد مرحوم
محمود اور تیسرے مرزا خداداد بیگ اور چوتھا اُنکا قدیم خدمتگار چھجو یہ چار آدمی تھے ۔ بنارس سے
لندن تک پہنچنے کے حالات اُنھون نے بطور ایک سفرنامہ کے نہایت عمدگی سے بیان کیے ہین ؛
اُسٹی اخبار اور تہذیب الاخلاق مین چھپ گئے ہین ۔
اس سفرنامہ [illegible]

مگر اُسوقت ولایت جانا آسان نتھا ۔ اول تو ایک ایسا شخص جسکی آمدنی ہمیشہ خرچ سے شرمندہ رہے ۔ اُسکو ولایت جانا اور وہان جاکر اپنے تمام مقاصد پورے کرنے کے لیے ایک مدت تک قیام کرنا سخت مشکل تھا ۔ پھر جیسا کہ آج کل ہندوستانی مسافرون کا انگلستان تک برابر تانتا بندھا ہوا ہے اُس زمانہ مین یہ حال نتھا ۔ ہندوستانی اس دور و دراز سفر سے ہچکچاتے تھے ؛ اور بمبئی و بنگال کے متعدد آدمیون کے سوا کسی نے یہ سفر اختیار نہین کیا تھا ۔

حسن اتفاق سے اُنھین دنون مین گورنمنٹ ہند نے ہندوستانیون کو تعلیم کی غرض سے ولایت بھیجنے کے لیے علاوہ تین ہزار روپیہ خرچ آمد و رفت کے چھ چھ ہزار سالانہ کی دو سکالرشپین چند سالون کے واسطے منظور کی تھین ۔ خوش قسمتی سے گورنمنٹ اضلاع شمال مغرب نے اپنے صوبہ کی سکالرشپ کے لیے سید محمود کو انتخاب کیا ۔ اگرچہ یہ روپیہ صرف سید محمود کے بھیجنے کے لیے بھی کافی نتھا ؛ مگر گورنمنٹ کی اس امداد سے سرسید کے ارادہ کو بہت تقویت ہوئی ۔ اُنھون نے فوراً ولایت جانے کا دل مین ٹھان لی ۔ جس نیت اور جس ارادہ سے اُنھون نے سید محمود کے ساتھ خود ولایت جانے کا ارادہ کیا تھا وہ کسی قدر اُنکی درخواست رخصت سے جو ۱۵ ۔ فروری سنہ ۱۸۶۹ کے سوسائٹی اخبار مین چھپی تھی ؛ معلوم ہوتی ہے ۔ درخواست کا مضمون یہ ہے ۔

"یہ بات بخوبی میرے ذہن نشین ہے کہ ہندوستان کی فلاح و بہبودی کو کامل ترقی دینے اور گورنمنٹ انگریزی کے مطالب کو جسکی ملازمت کا فخر مجھکو حاصل ہے بخوبی استحکام و پائداری بخشنے کے واسطے اسکے سوا اور کسی امر کی ضرورت نہین ہے کہ اہل یورپ اور ہندوستان کے درمیان ربط و ضبط کو ترقی دیجائے ۔ پس اس مقصد کی تکمیل کے واسطے ہندوستانیون کو میری راے مین یورپ کے سفر کی ترغیب دینی چاہیے ؛ تاکہ وہ مغربی ملکون کی شایستگی کے عجیب و غریب نتیجون اور

"مگر ایک اور عمدہ بات مین نے یہ ثابت کی ہے کہ نام آنحضرت کا مجمل توریت مین موجود ہے ' چنانچہ عبری توریت مین وہ لفظ اور نشان شمائل آنحضرت کے بجنسہ نکالے ہین مگر افسوس ہے کہ اسپر بھی مین کافر ہون اور یاران بادفروش وعظ گو مسلمان ! ! کیا اُنھون نے خدا کو بھی اپنا ہی سا نابینا یقین کیا ہے ؟ ..... مین یقین کرتا ہون کہ جسقدر لوگ مجھکو بُرا کہتے ہین اگر خدا مجھے اُسپر صبر کامل عطا کرے تو میرے لئے ایک نہایت عمدہ زادِ راہ دوسری دنیا کے لئے ہے جہان ہمیشہ رہنا ہے ایسا کس کا نصیب جسکو نہایت عمدہ زاد راہ وہان کے لئے ہاتھ آوے "

ایک اور خط مین درباب طیور منخنقہ اہل کتاب کے لکھتے ہین "جو کچھ غُصّہ آپ کو مجھ پر درباب گردن مروڑی ہوئی مرغی کے ہے وہ میری گردن پر' مگر مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ علمای ترکستان (یعنی ٹرکی) نے بلا کسی تامل کے اسکو جائز کیا ہے' تمام ترک جنکی خاک پا ہونے کی بھی ہمکو لیاقت نہین ہے۔سب بے تامل کھاتے ہین ۔ ایک بہت بڑے دیندار عالم نے۔جو ترکستان (یعنی ٹرکی) سے آیا تھا اور ایسا سخت مذہب مین تھا کہ باوجود میرے اصرار کے فوٹوگراف کی تصویر کھچوانے سے انکار کیا۔ درباب گردن مروڑی مرغی کے مجھسے کہا کہ "ھذا اقصود النصارٰی لا باس لنا فی اکلہ قد احل اللہ لنا طعام اہل الکتاب" علاوہ اسکے جو شخص احتیاطاً اسکا مرتکب نہو نہایت عمدہ بات ہے' مگر اسکو مسئلہ شرعی ٹھیرانا اور اُسکے مرتکبین کو آکل حرام قرار دینا نہایت مضر اور اسلام کے پانو پر اپ خود تیشہ زدن ہے ۔ اس فقرہ کے معنی آپ کی سمجھ مین نہین آئینگے ؛ انشاء اللہ عنقریب خدمت عالی مین حاضر ہو کر اسکی تفسیر عرض کرونگا"

ایک شخص نے اُنسے دریافت کیا کہ جو شخص منکر خدا ہو وہ بھی۔جیسے کہ بعض لوگ کہتے ہین۔ مہذب ہو سکتا ہے یا نہین ؟ اسکے جواب مین سر سید لکھتے ہین "سوائے توحید ذات باری تعالے کے ماننے کے تہذیب نفس انسانی اور شایستگی حاصل نہین ہوسکتی"

نکی مذہبی بحثون سے اجتناب

سر سید مذہبی مسائل مین اُس میدان سے ۔ جسکو اُنھون نے اسلام اور اہل اسلام کی حمایت کے لئے لازم پکڑ لیا تھا ۔ سر مو تجاوز کرنا نہین چاہتے تھے ۔ اگر کوئی نبوت بلکہ خدائی کا بھی دعوے کرتا تو اُنکو اُسکا رد لکھنے سے کچھ سروکار نہ تھا ' وہ اکثر معترضین کے حملون یا اعتراضون کو ہنسی مین ٹال دیتے تھے اور اپنے دوستون کو فضول بحثون سے ۔ جنسے مسلمانون مین تفرقہ پڑنے کے سوا کوئی نتیجہ پیدا نہو ۔ ہمیشہ روکتے رہتے تھے اور کبھی کسی ایسے مسئلہ سے تعرض نہ کرتے تھے جو اُن کے دائرہ کی حدود سے باہر ہو ۔

ایک شخص نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نسبت ۔ جنکو صاحب الہام اور مثیل مسیح ہونے کا دعوے ہے ۔ ایک طول طویل خط سر سید کو لکھا ۔ اُسکے جواب مین وہ لکھتے ہین "مخدومی ! ہر شخص یہانتک کہ شہد کی مکھی بھی الہام کا دعوے کرسکتی ہے مگر اُسکا نتیجہ کیا ؟ اور کسی کو کسی کے الہام سے کیا فائدہ اور نقصان پہنچ سکتا ہے ؟ نادان ہین وہ جو اُنسے جھگڑا کرتے ہین والسّلام"

ایک اور شخص نے مرزا صاحب کے خیالات کی مخالفت مین کچھ لکھنے کا ارادہ سر سید سے ظاہر کیا اُسکے جواب مین وہ لکھتے ہین " آپ جو رسالہ نسبت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھنا چاہتے ہین کیا آپ کو بھی کچھ مالیخولیا ہو گیا ہے ؟ اس لغو حرکت سے کچھ فائدہ نہین اور مجھکو ہرگز اسقدر فرصت نہین ہے کہ نسبت حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کے ۔ جو محض غلط روایات پر مبنی ہے ۔ کچھ لکھون "

منشی سراج الدین نے اُنسے دریافت کیا کہ گھر مین تصویر رکھنی کیسی ہے ؟ اُسکے جواب مین لکھتے ہین "اِن چیزون کو موجودہ حالت مین بحث مین لانا مسلمانون کی ترقی مین ہرج ڈالنا اور اُنکو متوحش اور زیادہ متنفر کرنا ہے ۔ یہ امور نہایت جزئیات ہین جنکی بحث سے ترقی تعلیم اور ترقی تہذیب مین ہرج پڑیگا ۔ پس اُسکو ہرگز بحث مین

نہین لانا چاہیئے پہلے اُمورِ معظم اور اصول کو رائج کرنا چاہیئے' تصاویر و تماثیل کے جائز و ناجائز ہونے کے دلائل موجود نہین' اسکی نسبت فیصلہ کرنا اور ناجوازی و جواز کی وجہ بتانا نہایت دقیق اصول پر مبنی ہے۔ تصاویر کا رواج خود بخود ہوتا جاتا ہے' پس جو بیل کر چل رہا ہے اُسکو آر مارنے کی کچھ ضرورت نہین ہے"

کسی نے سرسید کو بذریعۂ تحریر کے اطلاع دی کہ ایک مولوی صاحب نے آپ کی مصنفہ کتابون کو اپنے ایک شاگرد سے - جو رئیس اعظم ہے - چھین کر آگ مین جلادیا۔ سرسید اُسکے جواب مین لکھتے ہین "اُسکو (یعنی مولوی کو) اس عمل سے کیا فائدہ ہوا؟ اگر وہ ہمارے مطبع سے بہت سی کتابین خرید کر جلاتا تو مطبع کو بھی فائدہ ہوتا اور اُسکا بھی دل ٹھنڈا ہوتا"

مستورات کے پردہ کی نسبت اُنکی رائے تعلیم یافتہ نوجوانون کے بالکل برخلاف تھی۔ وہ ہندوستان مین مسلمانون کی حالت کو اس قابل نہین سمجھتے تھے کہ اُنکی عورتین مُنہ کھولے بے حجاب بازارون مین پھرین۔ ایک دفعہ شاید مولوی عبدالحلیم شرر نے اپنے اخبار مین اُنکی نسبت لکھدیا تھا کہ وہ پردہ کے مخالف ہین۔ اسپر منشی سراج الدین نے اُنسے اس باب مین اُنکی رائے دریافت کی۔ سرسید اُنکے خط کے جواب مین لکھتے ہین "مین پردہ کی رسم کا متعدد وجوہ سے نہایت طرفدار ہون' اور بالتخصیص ہندوستان مین۔ آئین میرا کچھ اجتہاد نہین ہے نہ مین نے کبھی اسپر غور کیا' مگر فقہاے اسلام کا یہ مسئلہ ہے کہ مُنہ اور ہاتھ پہنچے تک اور پانو ٹخنے تک ستر مین داخل نہین ہین۔ فقہاے متاخرین نے بسبب فساداتِ زمانہ کے مُنہ کو بھی پردہ مین داخل کیا ہے۔ مولوی شرر نے میری نسبت غلط لکھدیا ہے' شاید مین نے کسی کے سامنے کہا ہوگا کہ شرعاً مُنہ اور ہاتھ پردہ مین داخل نہین ہین' اُنکو چاہیئے کہ خود فقہ کی کتابین دیکھین"

ایک دفعہ کسی شخص نے مسئلۂ متعہ پر بحث کرتے ہوے اخبار مین سرسید کی نسبت یہ لکھدیا

کہ اُنکی رائے ہے کہ حضرت علی مرتضے نے متعہ کیا ہے۔ اُنھون نے فوراً اخبار نویس کو لکھا کہ "میرا ہرگز یہ عقیدہ نہین کہ جناب علی مرتضے علیہ السّلام یا ائمہ اطہار مین سے کسی ایک نے بھی متعہ کیا ہے"

سرسید سے۔ جیساکہ ہم پہلے کسی موقع پر لکھ چکے ہین۔ اکثر لوگ اُن مسائل مذہبی کی نسبت راے پوچھتے تھے جن پر آج کل نئے خیالات کے لوگون کی توجہ مبذول ہے اور سرسید سب کام چھوڑ کر ایسے سوالات کا جواب فوراً لکھتے تھے۔

کسی نے اُنسے پوچھا ہے کہ جہان وبا ہو وہان سے دوسری جگہ چلا جانا جائز ہے یا نہین؟ اُسکے جواب مین لکھتے ہین "جس شہر مین وبا ہو وہان سے چلا جانا وبا سے بچنے کو۔ مع اس اعتقاد کے کہ اگر خدا نے اس فعل سے ہمارا وبا سے بچنا مقدر کیا ہے تو بچینگے اور مقدر نہین کیا تو باوجود چلے جانے کے نہین بچنے کے۔ خلاف شرع و احکام رسول خدا صلعم نہین ہے۔ مذہب اسلام کا اصول یہ ہے کہ ہر کام کے لئے جو اسباب ہون اُن اسباب کو فاعل حقیقی نہ سمجھے بلکہ فاعل حقیقی خدا کو سمجھے جو علۃ العلل تمام افعال و واقعات کا ہے.... جسطرح کہ آدمی امراض مین دوا کرتا ہے اور جانتا ہے کہ یہ دوا مرض کے لئے مفید ہے مگر اسکے ساتھ ہی یقین کرتا ہے کہ اگر خدا نے صحّت مقدر کی ہے تو صحت ہوگی۔ اسی طرح جہان وبا ہے وہان سے چلا جانا مثل دوا کے ہے۔ اگر خدا نے بچنا مقدر کیا ہے تو اس دوائے فعلی سے فائدہ ہوگا' نہین تو نہین۔ بخاری مین جو حدیثین ہین اُنکا بھی یہی مطلب ہے۔ ایک حدیث مین ہے "فلا تخرجوا منھا" مگر اس حدیث کے الفاظ پورے نہین' اسکے بعد جو حدیثین ہین اُنکے الفاظ پورے ہین "فلا تخرجوا فراراً منہ" جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ سمجھکر چلا جانا۔ کہ ہم اُس سے بھاگ کر بچ جاوینگے ممنوع ہے؛ کیونکہ اگر اللہ نے مقدر نہین کیا (یعنی بچنا) تو بھاگ کر نہین بچ سکتے"

"جہان وبا ہے وہان داخل ہونا اور وبا کے مقام سے چلاجانا دونوں کی یکسان حالت ہے . . . . اگر اسباب کی طرف توجہ ممنوع ہو تو جہان وبا ہے وہان جانے کا امتناع غلط ہو جاتا ہے اُسی دلیل سے جس دلیل سے کہ ایسے مقام سے چلاجانا ممنوع ہوتا ہے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شام کو جارہے تھے اور معلوم ہوا کہ وہان وبا ہے تو صحابہ سے صلاح کی اور آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ مت جاؤ ! اُسوقت ابوعبیدہ نے کہا "افراراً من قدر اللہ" اُسکے جواب مین حضرت عمر نے کہا "نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ" پس اس جواب سے ٹھیک مسئلہ حل ہو جاتا ہے اور یہی جواب اُس شخص کی جانب سے ہوتا ہے جو اس مقام سے - جہان وبا ہے - چلا جائے اور کوئی شخص اُسکو کہے کہ افراراً من قدر اللہ تو اُسکا جواب یہی ہوگا کہ نعم نفر من قدر اللہ الی قدر اللہ ۔ پس جب ان تمام حدیثون اور اُنکے الفاظ و مقاصد پر غور کرو تو یہی مطلب و حکم پایا جاتا ہے جو مین نے بطور خلاصہ کے اول لکھدیا ہے ۔ یہ بات کہ جو عزیز اقربا - جن کی تیمارداری اُسکے ذمہ ہے اور وہ مبتلا ہون اور وہ شخص وبا کے ڈر سے اُنکو چھوڑ جاوے - یہ ایک دوسرا گناہ ہے ؛ عام بحث سے اسکو تعلق نہین ۔ اُس شخص کی نسبت وہ حدیث ہے جو بخاری " اجرالصابر فی الطاعون " مین مذکور ہے "

اسلام اور شعائر اسلام کا ادب ' قرآن مجید کا ادب ' اور خدا اور رسول کے نام کی تعظیم سرسید کے دل مین کسی اعلےٰ سے اعلےٰ درجہ کے صوفی خوش اعتقاد سے کچھ کم نہ تھی ' بلکہ بعض موقعون پر اس سے بھی کچھ بڑھی ہوئی معلوم ہوتی تھی یہان چند شہادتین بطور نمونہ کے ذکر کیجاتی ہین ۔

ہمبئی کے ایک شخص نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ اُردو تحریرون مین علامات وقف وہی مقرر کرنے چاہئین جو قرآن مجید مین لکھے جاتے ہین ۔ سرسید نے اُنکو لکھا " ہم نہین پسند کرتے کہ جو علامتین مدت سے قرآن مجید کی تحریر مین مخصوص ہوگئی ہین وہ اُردو تحریر مین مروّج کی جائین اور آیت و مطلق وغیرہ جو خاص

اصطلاحات قرآن مجید کی ہین اور تحریرون پر بولی جائین ۔ گو شرعاً و عقلاً اس مین کچھ قباحت نہو الا تعظیماً للقرآن المجید ایسا کرنا ہم پسند نہین کرتے "

خطون پر جو اکثر لوگ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یا حامداً و مصلیاً لکھدیا کرتے ہین اُسکی نسبت وہ ایک جگہ لکھتے ہین " ہمکو نہایت افسوس ہے کہ لوگون نے اسلام کے مقدس الفاظ و مضامین کو ایک دل لگی کی بات بنالیا ہے اور سمجھتے ہین کہ یہ نہایت دینداری اور خداپرستی اور نہایت ہی اتقاء اور ٹھیٹ سنت پر چلنے کا کام ہے؛ حالانکہ اس سے زیادہ اسلام اور اُسکے مقدس الفاظ و مضامین کی بے ادبی نہین ہوسکتی ۔ مسلمانون کے اس قسم کے برتاؤ سے اسلام کی برکت و منزلت اُنکے دل مین نہین رہی ۔ بعوض اسکے - کہ اسلام کی باتون سے اُنکے دل مین نیکی خضوع اور خشوع پیدا ہو سختی اور قساوت پیدا ہوتی ہے ۔ حدیث نبوی کا بھی - جس مین خدا کے نام سے کام شروع کرنے کا حکم ہے - یہی منشا معلوم ہوتا ہے ؛ کیونکہ اُسکے الفاظ یہ ہین کُلُّ اَمرٍ ذِی بَالٍ لَم یُبدَأ بِبِسمِ اللہِ فَھُوَ اَبتَر " اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو امر ذی بال یعنی عظمت اور شان والا نہو وہ اس حکم سے مستثنےٰ ہے "

ایک صاحب نے ایجوکیشنل کانفرنس مین یہ رائے ظاہر کی تھی کہ کانفرنس کے جلسون مین تحسین کے موقع پر بجاے تالی بجانے کے سبحان اللہ یا مرحبا یا جزاک اللہ کہا جایا کرے اور اجلاس کے موقع پر ایک منبر رکھا جایا کرے جسپر کھڑے ہوکر لوگ اسپیچ کیا کرین ۔ سرسید نے اس سے سخت ناراضی ظاہر کی اور کہا " ایسے جلسون مین جیسے کہ ہمارے جلسے دنیوی اغراض کے لئے ہوتے ہین اُن الفاظ کو استعمال کرنا جو شعائر اللہ مین سے ہین اُنکی ہتک حرمت کرنا ہے اور لاتحلوا شعائر اللہ مین داخل ہے ۔ کیا یہ افسوس کی بات نہین ہے کہ ہم ایک عاشقانہ شعر پڑھین اور مے ناب کی خوبی کسی شعر مین باندھین ، یا ایک معشوق کے ہجر و وصل اور اُسکے خط و خال اور عشوہ و نازِ توبہ شکن کو دلچسپ نظم مین ادا کرین ، اور سننے والے اُسکی تحسین مین اُن کلمات کو

استعمال کرین جو خاص ربِّ واحدِ معبود وغیور نے اپنی عبادت مین استعمال کرنے کے لئے بطور شعائراللہ مقرر کئے ہین افسوس کہ جس وقت ہمارے دوست ہمکو نصیحت کرتے ہین اُس وقت اُن کو اُن الفاظ کی عظمت کا اور ہمارے کامون کی خسّت کا خیال نہین رہتا اور چاہتے ہین کہ ہم اپنے خسیس اور ذلیل کامون مین خدا کی عظمت اور اُسکے شعائر کی حرمت کو بھول جاوین اور انھین ذلیل دنیاوی کامون مین شعائراللہ کو گڈمڈ کرکے اُسکی عظمت کو لوگون کے دلون سے کھودین ۔ کیا ہمکو زیبا ہے ؟ کہ اپنے لغو اور ذلیل دنیاوی کامون مین اُس منبر کی۔ جسپر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے (بابی انت وامی یا رسول اللہ) کھڑے ہوکر وعظ فرمایا ' قرآن مجید لوگون کو سُنایا ' خطبات روحانی ارشاد فرمائے صحابہ اور ائمہ علیہم السّلام نے اُس سنت کو اختیار کیا اور اب ہماری مسجدون کے لئے مخصوص ہے جسپر وہی سنت ادا کیجاتی ہے نقل بنا کر کھڑے ہون ..... یہی خیالات ہین جنکے سبب سے لوگ ایسی باتین کر بیٹھتے ہین جنسے ہمارا دل تو کانپ جاتا ہے ؛ ایک اخبار نکالا جاتا ہے جس کا نام (توبہ توبہ) منشور محمدی رکھا جاتا ہے ۔ کیون اُسکا دل پھٹ نہ گیا اور کیون اس کا قلم ٹوٹ نہ گیا جو اُس نے ان لفظون کو لکھا ۔ ایک اخبار نکالا جاتا ہے جس کا نام اسلام رکھا جاتا ہے وہ نہین سمجھتا کہ کس مقدس نام کو کس جگہ استعمال کرتا ہے اور اسلام کی عظمت کو دل سے بھلاتا ہے ؟ ایک اخبار نکلتا ہے اور مخبرِ صادق (ہاے افسوس کس دل سے) اُس کا نام رکھا جاتا ہے ۔ کوئی اخبار الصِّدّیق کے نام سے مشہور ہے "

ایک دفعہ محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس مین ایک رزولیوشن اس مضمون کا پیش ہوا کہ کانفرنس کے چندہ کی آمدنی جمع رکھنے کو (یا اور کسی غرض کے لئے) ایک شخص امینِ قوم مقرر ہونا چاہئے سرسید نے یہ مضمون سنکر اور آبدیدہ ہوکر دردناک آواز سے کہا کہ " امین قوم تو صرف ایک شخص تھا سو گذر گیا اب کوئی امینِ قوم نہین ہوسکتا ' ہان اس عہدہ کا نام امانت دارِ قوم ہوسکتا ہے " چونکہ آنحضرت صلعم ابتداے عمر سے عرب مین امین کے لقب سے مشہور تھے اسلئے اس لقب کا اطلاق کسی دوسرے شخص پر ہونا

اُنھون نے گوارا نہین کیا۔

ایک شخص نے سرسید سے استفسار کیا تھا کہ اگر نماز مین قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لیا جاوے تو آپ کے نزدیک کچھ قباحت تو نہین اسکے جواب مین اُنھون نے یہ لکھ بھیجا "مخدومی نماز مین قرآن مجید بلفظہٖ نہ پڑھنے اور اُسکا ترجمہ پڑھ لینے مین بجز اسکے اور کچھ قباحت نہین کہ نماز نہین ہوتی"

ایک اور شخص نے اُنسے دریافت کیا تھا کہ قرآن کا ترجمہ - جو آپ نے اپنی تفسیر مین کیا ہی - اگر قرآن سے علحدہ چھاپ لیا جاوے تو آپ اس کی اجازت دیتے ہین یا نہین ؟ اسکے جواب مین اُنھون نے لکھّا " اول تو یہ بتلاؤ کہ ایسے مَرْدُود ترجمہ کو خریدیگا کون ؟ دوسرے یہ کہ جو ترجمہ تفسیر کے ساتھ کیا گیا ہے وہ نہایت سرسری طور پر ہوا ہے اگر صرف ترجمہ چھاپا جاوے تو نظر ثانی کا محتاج ہے اُسکا اہتمام سطح پر کہ صرف اُردو بغیر متن قرآن کے چھاپا ہو ہرگز پسند نہین ہے، نہ مین اُسکی اجازت اپنی زندگی مین دونگا۔ مین اسکو نہایت عظیم گناہ سمجھتا ہون لیکن اگر مع متن قرآن مجید چھاپا جاوے تو مین نظر ثانی کرنے کی محنت گوارا کرونگا والسلام"

قرآن مجید کی تفسیر لکھنے سے سرسید کا مقصد - جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے - یہ ہرگز نہ تھا کہ اُسکے مضامین عام طور پر تمام اہل اسلام کی نظر سے گذرین ۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک مولوی نہایت معقول اور ذی استعداد اُنکے پاس آئے اور کہا کہ مین آپ کی تفسیر دیکھنے کا مشتاق ہون ، اگر آپ مستعار دین تو مین دیکھنا چاہتا ہون ۔ سرسید نے اُنسے کہا کہ آپ کو خدا کی وحدانیت اور رسول خدا صلعم کی رسالت پر تو ضرور یقین ہوگا ؟ اُنھون نے کہا " الحمدللہ " پھر کہا کہ آپ حشر و نشر اور عذاب و ثواب اور بہشت و دوزخ پر اور جو کچھ قرآن مین قیامت کی نسبت بیان ہوا ہے سب پر یقین رکھتے ہونگے ؟ اُنھون نے کہا " الحمدللہ " سرسید نے کہا بس تو میری تفسیر آپ کے لئے نہین ہے،

وہ صرف اُن لوگون کے لئے ہے جو مذکورۂ بالا عقائد پر پختہ یقین نہین رکھتے یا اُن پر معترض یا اُن مین متردد ہین ۔

سرسید نے ایک موقع پر اپنی تفسیر کی نسبت کہا کہ "اگر زمانہ کی ضرورت مجھکو مجبور نہ کرتی تو مین کبھی اپنے ان خیالات کو ظاہر نہ کرتا بلکہ لکھکر اور ایک لوہے کے صندوق مین بند کرکے چھوڑ جاتا اور یہ لکھ جاتا کہ جب تک ایسا اور ایسا زمانہ نہ آوے اُسکو کوئی کھول کر نہ دیکھے ۔ اور اب بھی مین اُسکو بہت کم چھپواتا ہون اور گران بیچتا ہون تاکہ صرف خاص خاص لوگ اُسکو دیکھ سکین ۔ سردست عام لوگون مین اُسکا شایع ہونا اچھا نہین "

رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرسید کو ایک خاص تعلق اور غایت درجہ کی ارادت اور سچی محبت معلوم ہوتی تھی ۔ وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ جس حدیث کا مضمون آنحضرت صلعم کی جلالتِ شان کے منافی ہو میرے نزدیک وہ یقینی موضوع و مفترا ہے اگرچہ تمام محدثین کا اُسکی صحت پر اتفاق ہو ۔ بعض روایتون پر جنکے ذریعہ سے مخالفون کو آنحضرت ؐ پر طعن کرنے کا موقع ملا ہے ۔ وہ بعض اوقات نہایت غیظ و غضب مین آکر یہ کہہ اُٹھتے تھے کہ اگر اسکا راوی میری حکومت مین یہ روایت کرتا تو مین اُسپر مفتری کی حد جاری کرتا ۔

منشی سراج الدین نواب انتصار جنگ سے روایت کرتے ہین کہ "سید صاحب کے کفر کا فتوے جو مولوی امداد العلی نے علما کے پاس مُہر و دستخط کے لئے بھیجا تھا ۔ جب وہ مولوی سراج احمد مرحوم سنبھلی کے پاس پہنچا تو اُنھون نے اُسکو پڑھکر یہ کہا کہ "مین ایسے شخص کی نسبت کفر کے فتوے پر کیونکر دستخط کرسکتا ہون جسکو مین نے اپنی آنکھ سے آنحضرت صلعم کے ذکر پر چشم پرآب اور زار زار روتے دیکھا ہے ؟

سرسید نے اپنی تفسیر مین ایک موقع پر اپنے چند فارسی اشعار لکھے ہین جنمین سے دو شعر

یہان نقل کیئے جاتے ہین جنسے اُنکے دل کا لگاؤ جو آنحضرت کے ساتھ تھا ظاہر ہوتا ہے

خدا دارم، دلِ بریان زعشقِ مصطفےٰ دارم | ندارد ہیچ کافر سازوسامانے کہ من دارم

زجبریلِ امین قرآن بہ پیغامے نمے خواہم | ہمہ گفتارِ معشوق ست قرآنے کہ من دارم

جس زمانہ مین کہ وہ سر ولیم میور کی کتاب لائف اوف محمد کا جواب لکھنے کی تیاری کر رہے تھے اُنھون نے ولایت سے مولوی سید مہدی علی خان کو ایک خط مین یہ الفاظ لکھے تھے "مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی سیر مین - جیسا کہ پہلے سے ارادہ تھا - کتاب لکھی جائے، اگر تمام روپیہ خرچ ہو جاوے اور مین فقیر بھیک مانگنے کے لائق ہو جاؤن تو بلا سے، قیامت مین یہ تو کہکر پکارا جاؤنگا کہ اُس فقیر مسکین احمد کو - جو اپنے دادا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام پر فقیر ہو کر مر گیا - حاضر کرو، مارا ہمین تغمۂ شاہنشاہی بس ست"

سرسید کو اس وجہ سے کہ وہ مسلمانون کی دنیوی ترقی کے لئے کوشش کرتے تھے، اُمرا سے ملتے تھے، حاکمان وقت سے میل جول رکھتے تھے اور خود دنیاداروں کیسی زندگی بسر کرتے تھے - کہا جا سکتا تھا کہ وہ دنیادار ہین لیکن اُنکی حالت پر نظر کرنے سے بہ مشکل اُنکو عرفی معنون مین دنیادار کہہ سکتے تھے ۔ ایک بزرگ کا حال - جو بظاہر تعلقات مین گھرے ہوے معلوم ہوتے تھے مگر دل کو کسی چیز سے تعلق نہ تھا - لکھا ہے کہ وہ اپنے اصطبل کے گھوڑے دیکھ رہے تھے، کسی نے طنز کے طور پر کہا کہ جس دل مین خدا ہو اُسمین گھوڑے نہین سما سکتے ۔ اُنھون نے کہا "این میخہا در گل زدہ ام نہ در دل" سرسید کا حال دیکھکر اس مقولہ کی بخوبی تصدیق ہوتی تھی اور معلوم ہوتا تھا کہ ایسے لوگ اب بھی دنیا مین موجود ہین جو باوجود کثرت تعلقات کے ہر ایک تعلق سے آزاد ہین اور جن کی نسبت کہا گیا ہے

زہد
نفی

پاک ہین آلایشون مین۔ بندشون مین بے لگاؤ رہتے ہین دنیا مین سب کے درمیان سب سے الگ
سیکڑون پھندون مین یہان جکڑا ہوا ہے بند بند پر ٹٹولے کوئی دل اُن کا تو وہان سب سے الگ

یہ شخص اپنے فرائض کے سوا۔ جنکو وہ اپنے اوپر لازم سمجھتا تھا۔ درحقیقت کسی چیز سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ باوجود قطعی مایوسی کے۔ جو اُسکو مسلمانون کی ترقی کی طرف سے تھی اور جسکو وہ اکثر پرایوٹ صحبتون مین نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا تھا۔ اُسکی کوششین اخیر دم تک برابر جاری رہین۔ حالانکہ اُسکو یقین تھا کہ مسلمانون پر مُردنی چھا گئی ہے اور قومی زندگی کی رمق اُنمین مطلق باقی نہین رہی باوجود اسکے وہ دن رات اُنکی ترقی کی تدبیرون مین مصروف تھا اور جن کامون کو وہ بے سود و لاحاصل سمجھتا تھا اُنمین اُسکی سرگرمی و دلچسپی دیکھکر یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا ہر ایک کام مین اُسکی جان اٹکی ہوئی ہے۔ یہ اُسی کی ہمت اور اُسی کا حوصلہ تھا جو اُسکی فراست پر ختم ہو گیا۔

وہ اپنے نہایت عزیز اور خالص دوست اور مددگار نیاز محمد خان رئیس جالندھر کو اُنکے تعزیتی تار کے جواب مین لکھتے ہین "آپ کا تار ہمدردی کا پہنچا' جو دلی محبت اور عنایت آپ کی مجھ ناچیز پر ہے اُسکا مین صرف شکرگزار ہی نہین ہون بلکہ مین بھی اُسکو نہایت محبت و قدر سے دیکھتا ہون۔ اگرچہ سید حامد مرحوم کے انتقال سے سخت صدمہ ہوا ہے لیکن خدا نے صبر دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ قومی بھلائی کے کام مین زیادہ مصروف ہو' کیونکہ وقت موت معلوم نہین ہے اور تو بھی جلد آنے والا اور دنیا اور عزیز قوم کو چھوڑنے والا ہے' پس قومی بھلائی مین زیادہ کوشش کر۔ والسلام"

وہ اُن لوگون مین سے نہ تھا جو لوگون کو دنیا سے نفرت دلاتے ہین اور خود مال و دولت جمع کرتے ہین بلکہ وہ وہ شخص تھا جو ایک امید موہوم پر۔ کہ شاید قوم دنیوی ذلت سے نکلے۔ اپنا

دھن تن من سب قوم پر قربان کرگیا ۔ اُسنے اپنے اُس بڑے فرض کے ادا کرنے کی جلدی مین جسکے لئے ولایت کا سفر اختیار کیا تھا۔ اپنی ہزارون روپیہ کی جائداد اور اثاث البیت اور ہزارون روپیہ کی کتابین ٹکے دھڑے کے بھاؤ فروخت کردین اور اُسکے دل پر ذرا میل نہ آیا' اُسنے غدر کے بعد لاکھ روپئے سے زیادہ مالیت کا تعلقہ لینے سے ایسی بے پروائی کے ساتھ انکار کردیا کہ کوئی دو چار بیگھہ زمین کے لینے سے بھی اسطرح انکار نہین کرسکتا' وہ اکثر ایسی تنگی کی حالت مین کہ گھر مین خرچ کرنے کو ایک پیسا نہ ہوتا تھا اپنی ساری تنخواہ خزانہ سے منگوا کر مدرسہ کی ضرورتون مین اُٹھا دیتا تھا اور جب تک مدرسہ کا روپیہ وصول نہ ہوتا آپ قرض وام کرکے گذارہ کرتا تھا' جب وہ مرض الموت مین مبتلا ہوا تو بقول مسٹر آرنلڈ کے نہ اُسکے پاس رہنے کو گھر تھا نہ مرنے کو' اور جب وہ مرا تو اُسکی تجہیز و تکفین کے لئے ایک پیسا گھر مین سے نہ نکلا ۔ کیا اس سے زیادہ کوئی زاہد کوئی صوفی کوئی درویش دنیا سی بے تعلق ہوسکتا ہے ؟ اور کیا ہمکو ہندوستان کے کرورون مسلمانون مین کوئی ایسا کافر مل سکتا ہی؟

وللہ در من قال

دولت بغلط نبود از سعی پشیمان شو  کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو

اگرچہ سرسید کی تمام زندگی دنیادارون کی زی مین بسر ہوئی مگر اس مین شک نہین کہ شاہ غلام علی صاحب کی خانقاہ کا رنگ جو ابتداے عمر مین اُنپر چڑھ گیا تھا وہ نفس واپسین تک بدستور چڑھا رہا ۔ اُنکے بعض خوابون سے جو ضمیمہ کتاب مین نقل کئے گئے ہین اُنکی طبیعت کو ایک خاص تعلق طریقۂ نقشبندیہ کے ساتھ پایا جاتا ہے ۔ نیز اُنھون نے اپنی اکثر تحریرون مین مشائخ نقشبندیہ کا ذکر ایسے طور پر کیا ہے جس سے اُس تعلق کا کافی ثبوت ملتا ہے ؛ خصوصاً شاہ غلام علی صاحب کا ذکر

کرتے ہوئے ہمیشہ اُنکے چہرہ سے ایک رقت آمیز بشاشت ظاہر ہوتی تھی۔ باوجودیکہ مدت سے یہ کوچہ چھُٹ گیا تھا وہ مرنے سے چند سال پہلے زیادہ تر اسی ارادہ سے دلّی گئے کہ شاہ صاحب کے مزار پر حاضر ہوں۔ اور ہمیشہ حضرت مجدّد کے مزار پر جانے کے لئے سرہند جانے کا قصد رکھتے تھے۔ ایک خط مین سردار محمد حیات خان صاحب کو لکھتے ہین "مائی ڈیر حیات! آپ کا عنایت نامہ پہنچا..... بعد برسات پٹیالہ جانا ہوگا۔ آپ کی ملازمت کو بھی جی چاہتا ہے اور سرہند مین حضرت مجدد کے مزار کی زیارت کا ارادہ ہے، کیا عجب ہے کہ ملتان تک آنا ہو جائے۔ ملتان مین کن کن بزرگون کی زیارت ہے، اُنسے اجازت لے لیجئے اور یہ بھی دریافت فرما لیجے کہ کیا عنایت ہوگا"

تصورِ شیخ کے مسئلہ کے متعلق - جس پر طریقہ نقشبندیّہ مین سالک کی ترقی کا دارومدار ہے - جو خیالات سرسید نے ۱۸۵۲ء مین اپنے رسالہ موسومہ بہ نمیقہ مین ظاہر کئے تھے وہی خیالات وہ اُسکی نسبت اخیر دم تک رکھتے تھے۔ مگر جس طرح وہ اور باتون مین کسی کے مقلد نہ تھے اسی طرح تصوف مین بھی اُنکے خیالات بالکل آزاد تھے۔ وہ کہتے تھے کہ دنیا مین رہکر دنیا سے بے تعلق رہنا اور جو قُوے خدا تعالیٰ نے انسان مین ودیعت کئے ہین، اُنکو اپنے اپنے موقع پر بغیر افراط و تفریط کے استعمال کرنا تمام تصوّف کا خلاصہ ہے یہی اُنکا قول تھا اور اسی کے موافق اُنکا عمل تھا۔

وہ ایک دوست کو اُسکے خط کے جواب مین لکھتے ہین "سب سے بڑا کام انسان کے لئے دنیا مین یہ ہے کہ دنیا کو برتے اور دل کو اُس سے تعلق نہو مولانا روم فرماتے ہین "چیست دنیا از خدا غافل بُدن" مگر میرے نزدیک اس مین کسی قدر غلطی ہے خدا سے غافل ہونا انسان کی طاقت سے باہر ہے خود خدا ایسا ہمارے پیچھے پڑا ہے کہ اگر ہم چھوڑنا بھی چاہین تو نہین چھوٹتا اسی طرح ہم بھی خدا کے ایسے پیچھے پڑے ہین کہ اگر خدا خود

چاہیے تو ہمکو چھوڑ نہین سکتا ۔ بھلا دیکھین تو خدا ہمکو اپنے بندے اور اپنے مخلوق ہونے سے خارج تو کر دے ‘
خدا کی قدرت سے خارج ہے

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی تاکس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

پس از خدا غافل بُدن چہ معنی دارد ؟ دنیا ہمارے برتنے کے لئے ہے ہم خوب چین سے اُسکو برتین مگر دل کو اُس سے تعلق نہ ہو ۔ بس یہی سب سے بڑا کام ہے اور یہی تعلق کفر ہے جسکی نسبت رسول مقبول نے فرمایا ”صاحب المال کافر“

ایک اَور دوست کو ۔ جنکی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے ۔ اُنکے خط کے جواب مین لکھتے ہین ” آپ کا عنایت نامہ درد انگیز پہنچا جو رنج آپ کو ہے وہ بلا شبہہ ہمدردی کے لائق ہے ۔ لیکن امر لا علاج کا یہ علاج نہین ہے کہ انسان اُسی مین غلطان و پیچان رہے اور اَور سب کامون کو جنکے لئے خدا نے اُسکو پیدا کیا ہے چھوڑ بیٹھے ۔ رضا بقضا ۔ جو اہل اللہ کا مقولہ ہے ۔ نہایت عمدہ اور فلسفیانہ ہے ‘ حتے المقدور انسان کو اُسپر عمل کرنا چاہیے ۔ ..... میری دانست مین آپ کو اتباع والدہ صاحبہ جنکا حق جمیع امور پر مقدم ہے لازم ہے ۔ آپ اُنکی صلاح کو مان لین اور شادی کر لین ۔ امید ہے کہ آپ کی حالت موجودہ اور آیندہ درست ہو جائیگی ۔ ایک بیوی کی وفات کے بعد دوسری بیوی کرنی کسی طرح اخلاق کے برخلاف نہین ہے ۔ آنحضرت صلعم کو حضرت خدیجۂ کبرے سے نہایت محبت تھی ‘ اُنکے بعد آپ نے نکاح فرمایا ‘ کون شخص ہے جو کانشنس یا اخلاق مین آنحضرت صلعم سے زیادہ اپنے تئین قرار دے سکتا ہے ؟ تمام حالات و مشکلات جو آپ نے لکھّی تھین وہ سب واردات حالیہ ہین جو کبھی قائم نہین رہتین ۔ انسان کو چاہیئے کہ اُن واردات حالیہ کو دل سے علحدہ کر کے سوچے کہ اُس کو کیا کرنا چاہیئے ۔ میری سمجھ مین والدہ صاحبہ کی اطاعت اور اُنکو رنج کی حالت مین نہ رکھنا تمام اخلاق و عبادتون اور کانشنس کے جذبون سے افضل ہے ۔ والسلام“

بے تعصبی

سرسید کی مذہبی زندگی مین دو ایسی متضاد خاصیتین پائی جاتی تھین جو ایک مذہبی آدمی مین بہت ہی کم جمع ہوتی ہین ۔ حالانکہ اسلامی حمیّت اُنمین کوٹ کوٹ کر بھری تھی باوجود اسکے مذہبی تعصبات سے وہ بالکل پاک تھے ۔ جس بے تعصبی سے اُنھون نے فصل خصومات کا کام انجام دیا اور جسطرح کہ ہر مذہب وملت کے لوگون کے ساتھ اُنکا برتاؤ بحیثیت ایک جج ہونے کے یکسان اور بے طرفدارانہ رہا اُسکو ۔ جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے ۔ ہر قوم اور ہر فرقہ کے لوگون نے برابر تسلیم کیا ہے ۔ یہی حال اُنکے برتاؤ کا دوستی وملاقات اور سوشل معاملات مین تھا اور یہی رنگ اُن مذہبی جھگڑون کے متعلق تھا جو سُنّی ، شیعہ ، مقلد ، غیر مقلد اور ہندو مسلمانون مین ہمیشہ پیش آتے تھے اور پیش آتے ہین ۔ اُنکے نہایت گاڑھے دوست جنکی دوستی اخوت کے درجہ کو پہنچ گئی تھی ہر مذہب اور ہر طریقہ کے لوگون مین موجود تھے جنکے ساتھ اخیر دم تک اُن کی یکجہتی و یکرنگی کا یکسان حال رہا ۔ گاے کی قربانی پر جو ہندو مسلمانون مین ہمیشہ تکرار رہتی ہی اُسکی نسبت وہ صاف صاف کہتے تھے کہ اگر ہم مین اور ہندوٗون مین دوستی قائم رہے تو یہ دوستی ہمارے لئے گاے کی قربانی سے بہت زیادہ بہتر ہے اور مسلمانون کا اس پر اصرار کرنا محض جہالت ہے ۔ اسی طرح وہ شیعون کی نسبت اپنے ایک دوست کو لکھتے ہین "بہت سے شیعہ ہین جنسے ہمسے نہایت دوستی ہے ، وہ اپنے گھر مین ہمارے بزرگون پر تبرّا کیا کرتے ہین ، کیا کرین ، ہمارا کیا نقصان ہے"

ایک سال بکرید کے موقع پر کالج کے چند طالب علمون نے شریک ہوکر ایک گاے قربانی کے لئے خرید لی ۔ عین بکرید کے دن نماز عید کے بعد سرسید کو خبر ہوئی کہ کالج مین گای کی قربانی ہونے والی ہے ۔ یہ سنکر وہ ازخود رفتہ ہوگئے ، فوراً سوار ہونے کے لئے گاڑی تیار کرائی اور اپنی

کوٹھی سے کالج تک آدمیون کی ڈاک لگادی یہانتک کہ وہ گاے طالب علمون سے چھین کر اُسکے مالک کو واپس دی گئی اور طالب علمون کو سخت ملامت کی اور آیندہ کے لئے قطعی ممانعت کردی کہ کالج کے احاطہ مین کبھی کوئی ایسا نہ کرنے پائے ۔

سرسید نے انجمن پنجاب کے ایڈریس کے جواب مین جو الفاظ کہے تھے اُن سے اس باب مین اُنکے اصلی خیالات ظاہر ہوتے ہین ۔ اُنھون نے کہا "میری تمام آرزو یہ ہے کہ بلالحاظ قوم اور مذہب کے تمام انسان آپس مین ایک دوسرے کی بھلائی پر متفق ہون ۔ مذہب سب کا بے شک علحدہ علحدہ ہے مگر اُسکے لحاظ سے آپس مین کوئی دشمنی کی وجہ نہین ہے ۔ فرض کرو کہ ایک دسترخوان پر مختلف قسم کے کھانے موجود ہین، اُنمین سے کوئی کسی کھانے کو پسند کرتا ہے اور کوئی کسی کو، مگر اس اختلاف طبائع کی وجہ سے اُس دسترخوان پر بیٹھنے والون کو باہم کچھ رنج نہین ہوتا ۔ اسی طرح اس دنیا مین مختلف مذہبون کی وجہ سے مختلف مذہب والون مین کوئی وجہ باہمی رنج کی پیدا نہین ہوسکتی ۔ ہر شخص اپنے ایمان کا مختار بلکہ میری رائے مین اُسپر مجبور ہے ۔ اس لئے کہ جس چیز کا یقین اُسکے جی مین ہے اُسی کو وہ اختیار کریگا، وہ یقین دوسرون کے دل مین اثر نہین کرتا، اچھا ہے تو اُسکے لئے اور بُرا ہے تو اُسکے لئے ؛ لیکن آپس کی محبت مین - جو انسانون کی راحت مین سب سے بڑا جُزو ہے - اُس سے کچھ نقصان نہین آسکتا"

یہی وجہ تھی کہ سرسید ہمیشہ پبلک جلسون مین جہان ہندو مسلمان جمع ہوتے تھے دونو قومون کو اتحاد و اتفاق اور ایک دوسرے کی خیرخواہی و خیر اندیشی کی نصیحت کرتے تھے ۔ ایک موقع پر اُنھون نے اپنی اسپیچ مین کہا "ہندوستان مین خدا کے فضل سے دو قومین اسطرح آباد ہین کہ ایک کا گھر دوسرے سے ملا ہے، ایک کی دیوار کا سایہ دوسرے کے گھر مین پڑتا ہے، ایک آب و ہوا مین دونو شریک ہین،

ایک دریا کا پانی پیتے ہین، مرنے جینے مین ایک دوسرے کے رنج وراحت مین شریک ہوتا ہے، ایک کو دوسرے سے بغیر ملے چارہ نہین، پس کسی چیز کو۔ جو معاشرت سے علاقہ رکھتی ہے۔ ان دونو کا علحدہ علحدہ رکھنا دونو کو برباد کردیتا ہے"

پھر آگے چلکر انھون نے کہا کہ " قوم کا لفظ ملک کے باشندون پر بولا جاتا ہے، گو انمین بعض خصوصیتین بھی ہوتی ہین۔ اے ہندو مسلمانو! کیا تم ہندوستان کے سوا اور ملک کے رہنے والے ہو؟ کیا اسی زمین پر تم دونو نہین بستے؟ کیا اسی زمین مین تم دفن نہین ہوتے یا اسی زمین کے گھاٹ پر جلائے نہین جاتے؟ اسی پہ مرتے ہو اور اسی پر جیتے ہو تو یاد رکھو کہ ہندو اور مسلمان ایک مذہبی لفظ ہے، ورنہ ہندو، مسلمان اور عیسائی بھی جو اسی ملک مین رہتے ہین اس اعتبار سے سب ایک ہی قوم ہین"

ایک اور موقع پر اسی باب مین انھون نے مندرجۂ ذیل تقریر کی " میرے نزدیک یہ امر چندان لحاظ کے قابل نہین ہے کہ انکا (یعنی ہندو مسلمانون کا) مذہبی عقیدہ کیا ہے؟ کیونکہ ہم اُس کی کوئی بات نہین دیکھ سکتے، لیکن جو بات کہ ہم دیکھتے ہین وہ یہ ہے کہ ہم سب۔ خواہ ہندو ہون یا مسلمان۔ ایک ہی سرزمین پر رہتے ہین، ایک ہی حاکم کے زیر حکومت ہین، ہم سب کے فائدہ کے مخرج ایک ہی ہین، ہم سب قحط کی مصیبتون کو برابر برداشت کرتے ہین۔ یہی مختلف وجوہات ہین جنکی بنا پر مین ان دونو قومون کو۔ جو ہندوستان مین آباد ہین۔ ایک لفظ سے تعبیر کرتا ہون کہ " ہندو " یعنی ہندوستان کی رہنے والی قوم"

ایک اور اسپیچ مین اُنکے یہ الفاظ تھے " اب ہندوستان ہی ہم دونو کا وطن ہے، ہندوستان ہی کی ہوا سے ہم دونو جیتے ہین، مقدس گنگا جمنا کا پانی ہم دونو پیتے ہین، ہندوستان ہی کی زمین کی پیداوار ہم دونو کھاتے ہین، مرنے مین جینے مین دونو کا ساتھ ہے، ہندوستان مین رہتے رہتے دونو کا خون بدل گیا، دونو کی رنگتین ایک سی ہوگئین، دونو کی صورتین بدل کر ایک دوسرے کے مشابہ ہوگئین، مسلمانون نے

ہندوٗون کی سیکڑون رسمین اختیار کرلین، ہندوٗون نے مسلمانون کی سیکڑون عادتین لےلین، یہانتک ہم دونو آپس مین ملے کہ ہم دونو نے ملکر ایک نئی زبان اُردو پیدا کرلی۔ جو نہ ہماری زبان تھی نہ اُنکی"

"اے میرے دوستو! مین نے بارہا کہاہے اور پھر کہتاہون کہ ہندوستان ایک دُلھن کی مانند ہے جسکی خوبصورت اور رسیلی دو آنکھین ہندو اور مسلمان ہین۔ اگر وہ دونو آپس مین نفاق رکھینگے تو وہ پیاری دُلھن بھینگی ہوجاویگی، اور اگر ایک دوسرے کو برباد کردینگے تو وہ کانڑی بنجاویگی، ۔ پس اے ہندوستان کے رہنے والے ہندو مسلمانو اب تمکو اختیار ہے کہ چاہو اُس دُلھن کو بھینگا بناؤ چاہو کانڑا"

اس کے علاوہ۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوچکاہے۔ اُنھون نے جتنے رفاہِ عام کے کام کئے اُنمین تمام ہندو مسلمانون کو شریک کیا، سوسائٹی کے اخبار مین۔ جو کہ پینتیس[۳۵] برس اُنکے ہاتھ تلے رہا۔ کبھی بھولکر بھی کوئی آرٹکل یا نوٹ ایسا نہین لکھا جس سے کہ مذہبی تعصب کی بوٗ آتی ہو، کبھی گورنمنٹ سے اس بات کی شکایت نہین کی کہ مسلمانون کی تعداد بہ نسبت ہندوٗون کے سرکاری ملازمت مین بہت کم ہے، کبھی کسی ہندو عہدہ دار کی ترقی پر اعتراض یا ناگواری کا اظہار نہین کیا بلکہ برخلاف اسکے ہمیشہ مسلمانون کو یہ نصیحت کی کہ سرکاری ملازمت کا استحقاق پیدا کرین ہمیشہ ہندو لیڈرون اور رفامرون کا ذکر ادب اور تعظیم کے ساتھ اپنے اخبار مین اور پبلک اسپیچون مین کیا، اور ہمیشہ اُنکے مرنے پر حد سے زیادہ رنج اور افسوس ظاہر کیا۔ یہی حال اُنکی بے تعصبی کا اسلامی فرقون کے ساتھ تھا اور یہی حال عیسائیون کے ساتھ۔

باوجود اسکے اسلامی حمیّت جیسی اس شخص مین پائی جاتی تھی نہ وہ مولویون اور واعظون مین دیکھی گئی نہ صوفیون اور درویشون مین۔ جب کوئی بیجا حملہ اسلام یا مسلمانون پر غیر مذہب والون کی

طرف سے ہوا اُسنے فوراً اسکی مدافعت کی نہ اس معاملہ مین اُسکو اپنی صلح کل کی پالسی کا پاس و لحاظ تھا اور نہ اس بات کی کچھ پروا تھی کہ فریق ثانی کس رتبہ اور درجہ کا آدمی ہے ۔ حالانکہ وہ ہندو مسلمانون مین ہمیشہ اتحاد و اتفاق قائم رکھنا چاہتا تھا مگر جب اُسنے دیکھا کہ ہندو اُردو زبان اور فارسی خط کو صرف اس وجہ سے مٹانا چاہتے ہین کہ وہ ہندوستان مین مسلمانون کے عہد کی یادگار ہے تو اُسنے علانیہ اُنکی مخالفت کی اور ولایت جانے سے پہلے دو برس تک برابر اُن تمام سبھاؤن اور مجلسون اور کمیٹیون کے برخلاف آرٹکل لکھتا رہا جو بنارس اور الہ آباد اور دیگر مقامات مین اُردو کی بیخ کنی کے لئے قائم ہوئی تھین ۔ پھر جب ایسے ہی تنگدلی اور تعصب کے خیالات سے الہ آباد یونیورسٹی مین یہ تحریک ہوئی کہ فارسی زبان یونیورسٹی کے کورس سے خارج کردی جائے تو اُسنے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے جلسہ مین بمقام الہ آباد اس تحریک کے برخلاف ایک نہایت پرجوش اور زبردست اسپیچ مین اُن تمام دلائل کی تردید کی جو فارسی زبان کے خارج کرنے کی ضرورت پر پیش کی گئی تھین ۔

باوجودیکہ وہ انگریزون کا دوست تھا اور اُنمین اور مسلمانون مین خلوص اور دوستی پیدا کرنا چاہتا تھا مگر جن انگریزون نے اسلام کے برخلاف کتابین لکھین اُنکا مقابلہ اُس نے نہایت آزادی اور بیباکی کے ساتھ کیا ۔ اُسی نے سب سے پہلے گورنمنٹ کو اس بات سے آگاہ کیا کہ ملکی اور فوجی افسر اپنے تابعین کو مشنیریون کا وعظ سنوانے کے لئے اپنا رعب و داب کام مین لاتے ہین جس سے لوگون کو خیال ہوتا ہے کہ گورنمنٹ ہندوستانیون کو عیسائی بنانا چاہتی ہے ۔ ضلع مراد آباد مین انتظام قحط کے موقع پر ہندو مسلمانون کے یتیم لاوارث بچون کی بابت جو کشاکشی سرسید اور مشنیریون اور کلکٹر مراد آباد کے درمیان رہی وہ پہلے حصہ مین مفصل بیان ہوچکی ہے ۔ اُنکے

ایجوکیشن کمیشن کی شہادت مین صاف صاف کہدیا کہ مسلمانون کی عام فیلنگ مشنیری اُسکولون
اور کالجون کے برخلاف ہے ۔ پس اگر کہین کسی مشنیری اسکول کی موجودگی کے سبب کوئی گورنمنٹ
اسکول توڑ دیا جائیگا تو اس کی وجہ سے لوگون مین ناراضی پیدا ہوگی ۔ اُسنے کمیشن مین یہ بھی ظاہر
کردیا کہ "جہان مشنیری اسکول ہین اگر وہان کے لوگ اپنی اولاد کو اُن اسکولون مین بھیجنا پسند نہ کرین اور
آپ اپنے لئے علحدہ اسکول یا کالج قائم کرین تو گورنمنٹ اُنکو گرینٹ اِن ایڈ عطا فرماوے اور اس بات
کی خبر رکھے کہ وہان کے حکّام اس قسم کی لوکل کوششون مین خلل انداز نہون اور جیسا کہ بعض ضلعون مین ہوا ہے
اپنی حکومت اور رعب داب کو اُنکے برخلاف عمل مین نہ لاوین"
اُس سے بڑھکر کوئی شخص اس بات کا مخالف نہ تھا کہ مسلمان اپنی اولاد کو تعلیم کے لئے
مشنیری اسکولون یا کالجون مین داخل کرین ؛ نہ اسلئے کہ اُسکو عیسائی مذہب سے کچھ تعصب تھا بلکہ
صرف اس خیال سے کہ مسلمانون کو غیرت آئے اور وہ اپنی اولاد کی دینی اور دنیوی تعلیم کا خود انتظام
کرین ۔ اُسنے جو لکچر ۱۸۸۳ء مین بمقام لودھیانہ دیا تھا اُسمین وہان کے مسلمانون سے مخاطب ہوکر
صاف صاف کہا تھا کہ "بڑے افسوس کی بات ہے کہ لودھیانہ سے شہر مین ۔ جو ایک بڑا شہر ہے اور جہان
بہت سے مسلمان آباد ہین ۔ مشنیری اسکول بہت سے ہین اور مسلمانون کو یہ شرم نہین آتی کہ مشنیری تعلیم گاہون
مین وہ اپنے لڑکون کو بھیجتے ہین اُنکو کچھ جوش پیدا نہین ہوتا اُنکو کچھ غیرت نہین آتی کہ وہ اپنے لڑکون کا
خود کچھ بند و بست کرین وہ کُتّے کی طرح اپنے لڑکون کو خیراتی روٹی پر چلاتے ہین اور ایسے خیراتی اسکولون مین
اپنی اولاد کو تعلیم کے واسطے بھیجتے ہین اور خود کوئی بند و بست اپنے بچون کی تعلیم کا نہین کرتے"
اُسی لودھیانہ کے جلسہ مین جب وہان کے مشن اسکول کے ایک مسلمان طالب علم نے سرسید کی

تعریف مین کچھ تقریر کی تو اُسکے جواب مین جو کچھ اُنھون نے کہا اُس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایک مشن اسکول کے تعلیم یافتہ مسلمان نوجوان کی نسبت کیسے خیالات اور شبہات رکھتے تھے۔ اُنھون نے کہا "تمھارے بیان مین کئی جگہ قوم کا لفظ آیا ہے مگر یاد رکھو کہ قوم کوئی چیز نہین ہے جب تک کہ وہ قوم قوم نہو۔ ایک ایک شخص جو اسلام کے گروہ مین داخل ہے وہ سب ملکر مسلمانون کی ایک قوم کہلاتی ہے، جب تک وہ اپنے عزیز مذہب کے پیرو اور پابند ہین تبھی تک وہ قوم ہین۔ یاد رکھو کہ اسلام جس پر ہمکو جینا ہے اور جس پر ہمکو مرنا ہے اُسکو قائم رکھنے سے ہماری قوم قوم ہے۔ اے عزیز بچے اگر کوئی آسمان کا تارا ہو جائے مگر مسلمان نہ رہے تو ہمکو کیا؟ وہ تو ہماری قوم ہی نہ رہا۔ پس اسلام کو قائم رکھکر ترقی کرنا قومی بہبودی ہے۔ امید ہے کہ تم ہمیشہ اُسکو قائم رکھوگے اور اُسکے ساتھ تمام باتون مین ترقی کرتے جاؤگے کہ یہی قومی ترقی ہوگی جو تم کو بھی فائدہ دیگی اور قوم کو بھی عزت ہوگی اور آیندہ آنے والی نسلین بھی اُس سے فائدہ اُٹھاوینگی"

اگرچہ اسلامی حمیت ہر مسلمان کے دل مین کم و بیش ضرور ہوتی ہے اور ہونی چاہیے مگر اس باب مین سرسید کے خیالات عام مسلمانون کے خیالات سے بالکل مختلف تھے جو اعتراض عیسائی لوگ اسلام پر کرتے ہین یا جو مطاعن رسول خدا صلعم کی نسبت اپنی کتابون مین لکھتے ہین بعضے مسلمان تو اسی کو کمال دینداری سمجھتے ہین کہ اُسکو آنکھ اُٹھا کر نہین دیکھتے، بعضے غیظ و غضب مین آکر ایسی کتابون کو آگ مین جلا دیتے ہین اور بعضے گورنمنٹ سے فریاد کرتے ہین کہ فلان کتاب مین ہمارے دین یا ہمارے نبی کی توہین کی گئی ہے اُسکو گورنمنٹ تلف کرادے اور آیندہ اسکے چھاپنے کی ممانعت ہو جائے۔ مگر در حقیقت ان باتون کو مذہبی حمیّت سے کچھ علاقہ نہین ہے بلکہ ایسا کرنا گویا اس بات کو تسلیم کر لینا ہے کہ مخالفون کے اعتراضات کا ہمارے پاس

اسکے سوا کچھ علاج نہین کہ اُن اعتراضون سے اپنی آنکھین اور کان بند کرلین یا گورنمنٹ سے فریاد کرکے ایسی کتابون کو تلف اور اُن کی اشاعت بند کرادین ۔ برخلاف اسکے سرسید کے خیالات اس باب مین یہ تھے کہ مسلمانون کے لئے اب وہ زمانہ نہین رہا کہ عیسائیون کے اعتراضون کو لغو و پوچ سمجھکر اُنکی طرف التفات نہ کیا جائے، یا گورنمنٹ مین استغاثہ کرکے اس بات کا ثبوت دیا جائے کہ مسلمان اُنکا جواب دینے سے عاجز ہین ۔ بلکہ اسلامی حمیّت کا مقتضا یہ ہے کہ اُنکے اعتراضون کو نہایت ٹھنڈے دل سے اور نہایت صبر و تحمل کے ساتھ دیکھین اور اُن پر غور کرین، پھر جو جواب دینے کے قابل ہون اُنکا جواب دین اور جنمین بدزبانی و بے تہذیبی کے سوا کوئی بات التفات کے قابل نہ ہو اُنکا فیصلہ پبلک کی رائے پر چھوڑ دین نہ یہ کہ گورنمنٹ کو اُن کا جج قرار دین اور مذہبی مباحثون مین حکومت کی پناہ ڈھونڈین تاکہ دنیا پر ظاہر ہو جائے کہ اسلام کی دلیلین باوجود اُسکے محکوم و مغلوب ہونے کے اب بھی ویسی ہی غالب ہین جیسی اُسوقت تھین جبکہ اسپین[1] کے عیسائی مسلمانون کے زوال کے بعد اُنکو اسلئے جلاوطن کرتے تھے کہ اُن کی دلیلون کا جواب دینے سے عاجز آ گئے تھے ۔

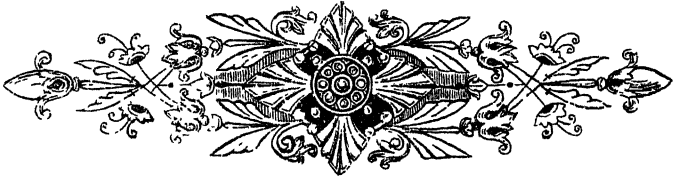
الغرض اگر مسلمان سے یہ مراد ہے کہ دینِ اسلام کے حق ہونے پر اپنی ذاتی تحقیقات سے ۔ نہ کہ مان باپ کی تقلید سے ۔ یقین و وثوق رکھتا ہو، اسلام کو اعلےٰ ترین اخلاق کا تعلیم دینے والا،

[1] سرسید نے خطبات احمدیہ مین ایک آزاد خیال یوروپین مصنف کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "اگرچہ بظاہر مُور (یعنی اسپین کے مسلمان) اس وجہ سے جلاوطن کیے جاتے تھے کہ وہ عیسائی مذہب قبول نہ کرتے تھے مگر مجھکو گمان ہے کہ وہ اپنی دلیلون سے عیسائیون پر اسقدر غالب آ گئے تھے کہ نادان مَنکس (راہب) یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانون کی دلیلونکا جواب صرف مذہبی عدالت کی سزا اور تلوار سے ہوسکتا ہے، اور مجھے کچھ شبہہ نہین کہ جہانتک اُنکی ناقص قوت جواب دینے کے باب مین تھی وہانتک اُنکا یہ خیال صحیح تھا "

غیر مذہب والون کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ سکھانے والا اور فتنہ و فساد و ظلم و بے رحمی کی بیخ کنی کرنے والا' غرض کہ اُسکی تعلیم کو نوعِ انسانی کے حق مین سراسر رحمت اور برکت سمجھتا ہو' خدا کے سوا کسی کو مستحق عبادت اور نبی کے سوا کسی انسان کے قول کو واجب الاتباع نہ جانتا ہو' اسلام کی حمایت کو اپنی زندگی کا اعلے ترین مقصد خیال کرتا ہو' مسلمانون کی عزت چاہنے والا اور اُن کی ذلت پر افسوس کرنے والا ہو' جس بات کو سچ جانے اُس کے ظاہر کرنے مین کسی کی مخالفت سے نہ ڈرتا ہو' معاملات مین راستباز ہو اور بُرائی کے عوض مین بھی بھلائی کے سوا کچھ نہ کرے تو شاید سید احمد خان جیسا مسلمان زمانہ مین مشکل سے ملیگا؛ لیکن اگر مسلمان سے یہ مراد نہین ہے بلکہ اس لفظ کے حقیقی مصداق وہ لوگ ہین جو تعصب کو دین اسلام کا رکن رکین سمجھتے ہین' جو ذرا ذرا سے اختلافات پر جماعتِ اسلام کو پراگندہ کرنا اپنا فرض جانتے ہین' جنکو ائمہ مجتہدین کی تقلید نے قرآن اور حدیث سے مستغنی کر دیا ہے' جو قرآن کو محض تلاوت کرنے کی کتاب اور حدیث کو صرف سند لینے کی چیز خیال کرتے ہین' جو احکامِ ظاہری پر لمبے لمبے وعظ کہتے ہین' آمین اور رفع یدین کی بحث مین عمرین گذار دیتے ہین' وضع و لباس مین غیر قومون کے تشبُّہ کو محاربۂ خدا و رسول کی حد تک پہنچا دیتے ہین' مگر قوم کے اخلاق کی درستی کا۔ جسکی نسبت نبی نے کہا تھا کہ "بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ" کبھی بھول کر بھی خیال نہین کرتے' جن کے وعظ و نصیحت سے۔ سوا اسکے کہ مسلمانون مین افلاس' نااتفاقی' بُغض اور کینہ کو ترقی ہو' اہلِ قبلہ مین ہمیشہ کھٹا پٹی رہے۔ اسلام مطعون ہو' اور قوم کو دنیا مین رہنا مشکل ہو جائے۔ کوئی نتیجہ پیدا ہوتا نظر نہین آتا تو ہم تسلیم کرتے ہین

کہ ان معنون مین سید احمد خان کو مسلمان کہنا صحیح نہ ہوگا مگر یہ ویسی ہی مسلمانی ہوگی جسکی نسبت کہا گیا ہے

اگر حقیقتِ اسلام در جہان این ست　　　ہزار خندہ کفرست بر مسلمانی





# انڈکس

## اسمار و اعلام مندرجۂ کتاب حیات جاوید

چونکہ یہ کتاب دو حصون پر مشتمل ہے اور دونون حصون کے ہندسے ایک دوسرے سے جداگانہ لگائے گئے ہین اس لیئے ناظرین کو چاہیے کہ جو ہندسے اس علامت (ا) کے بعد لکھے گئے ہین اُنکو پہلے حصے مین اور جو اس علامت (ب) کے بعد لکھے گئے ہین اُنکو دوسرے حصے مین دیکھین۔

## الف

## پ

## ت

## ن

## و



# ضمیمہ جات
## جو سرسید کی لائف سے متعلق ہیں

## ضمیمہ نمبر ۱
# سرسید کا نسب نامہ

منقول از خطبات احمدیہ مندرجہ جلد دوم تصانیف احمدیہ صفحہ ۵۲

- محمد رسول اللہ صلعم
- ۲ فاطمہ زہرہ رض — امیر المومنین علی ع ابن ابی طالب ابن عبد المطلب
- ۳ امام حسین ع
- ۴ امام زین العابدین ع
- ۵ امام محمد باقر ع
- ۶ امام جعفر صادق ع
- ۷ امام موسیٰ کاظم ع
- ۸ امام علی موسیٰ رضا ع
- ۹ امام محمد التقی ع
- ۱۰ سید موسیٰ مبرقع
- ۱۱ سید ابی عبد اللہ احمد
- ۱۲ سید محمد اعرج
- ۱۳ سید محمد احمد
- ۱۴ سید احمد
- ۱۵ سید موسیٰ
- ۱۶ سید احمد
- ۱۷ سید محمد
- ۱۸ سید علی
- ۱۹ سید جعفر
- ۲۰ سید محمد
- ۲۱ سید عیسیٰ
- ۲۲ سید ابو الفتح
- ۲۳ سید علی
- ۲۴ سید یار حسین
- ۲۵ سید کاظم الدین حسین
- ۲۶ سید جعفر
- ۲۷ سید باقر
- ۲۸ سید موسیٰ
- ۲۹ سید شرف الدین حسین
- ۳۰ سید ابراہیم
- ۳۲ سید حافظ احمد
- ۳۲ سید عزیز
- ۳۳ سید محمد دوست
- ۳۴ سید برہان
- ۳۵ سید محمد عماد
- ۳۶ سید محمد ہادی — سید محمد مہدی
- ۳۷ سید محمد متقی
- ۳۸ سید محمد — سید احمد
  - سید محمد: سید محمد احمد، ولادت ۸ ربیع الاول ۱۲۵۹ھ مطابق ۹ مئی ۱۸۴۳ء
  - سید احمد: ولادت ۵ ذی الحجہ ۱۲۳۲ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۸۱۷ء
- ۳۹ سید حامد — سید محمود
  - سید حامد: ولادت ۲۴ صفر ۱۲۶۵ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۸۴۹ء
  - سید محمود: ولادت ۱۱ رجب ۱۲۶۶ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۸۵۰ء
- ۴۰ سید راس مسعود
  - ولادت چہاردہم جمادی الثانی ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۵ فروری ۱۸۸۹ء روز جمعہ

## ضمیمہ نمبر ۲

# سرسید کی تصنیفات کی فہرست

سرسید کی تصنیفات جو کتاب یا رسالہ کی صورت مین شایع ہوئی ہین تین حصون پر منقسم ہوسکتی ہین ۱- مذہبی (اور یہ حصہ باقی دو حصون سے بہت بڑا ہی) ۲- تاریخی ۳- علمی (اور یہ حصہ بہت چھوٹا ہے)

پہلے حصے مین مندرجۂ ذیل کتابین ہین

۱ جلاء القلوب بذکر المحبوب مؤلفہ سنہ ۱۲۵۵ھ

اس رسالہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، وفات، معجزات اور دیگر حالات کا بیان ہے

۲ تحفۂ حسن مؤلفہ سنہ ۱۲۶۰ھ

یہ ترجمہ ہے تحفۂ اثنا عشریہ کے باب دہم و دوازدہم کا

۳ کلمۃ الحق مولفہ سنہ ۱۲۶۶ھ

یہ رسالہ پیری مریدی کے طریقۂ مروجہ کے برخلاف لکھا ہے

۴ راہ سنت در ردِّ بدعت سنہ ۱۲۶۷ھ

یہ رسالہ اہل بدعت کے برخلاف تبعین سنت کی تائید مین لکھا ہے

۵ نمیقہ دربیان مسئلہ تصوّرِ شیخ سنہ ۱۲۶۹ھ

یہ ایک مضمون فارسی زبان مین بطور ایک فرضی مکتوب کے لکھا ہے جسمین تصور شیخ مصطلح مشایخ نقشبندیہ کو وسیلہ محبت خدا و رسول وانبوبِ رحمت آلہی بتایا ہے

۶ آغازِ کیمیاے سعادت کے چند اوراق کا ترجمہ سنہ ۱۲۷[illegible]ھ

۷ تبیین الکلام فی تفسیر التوراۃ والانجیل

علی ملۃ الاسلام مرتبۂ ۱۲۷۸ھ
اس تفسیر کے لکھنے کا منشا سرسید کی لائف کے
پہلے حصہ مین مفصل بیان کیا گیا ہے

۸ رسالہ طعام اہل کتاب مرتبۂ ۱۲۸۵ھ
اس کے لکھنے کی غرض جو کچھ تھی وہ پہلے
حصہ مین مفصل مذکور ہے

۹ خطبات احمدیہ مرتبۂ ۱۲۸۷ھ
اس کا حال پہلے اور دوسرے حصہ
مین مفصل مذکور ہے

۱۰ تفسیر القرآن مطبوعۂ ۱۲۹۶ھ تا ۱۳۰۹ھ

۱۱ النظر فی بعض مسائل الامام الغزالی ۱۲۹۷ھ
اسمین امام غزالی کی کتاب مضنون بہٖ علی اہلہ
اور مضنون بہٖ علی غیر اہلہ اور منقذ من الضلال
اور الاقتصاد فی الاعتقاد کے بعض مسائل پر
بحث کی ہے جسمین کہین امام صاحب سے
اتفاق اور کہین اختلاف کیا ہے اور نیز
امام صاحب کی کتاب التفرقہ بین الاسلام
والزندقہ کا ریویو بھی اسمین شامل ہے جو
تہذ الاخلاق مین پہلے چھپ چکا تھا

۱۲ ترقیم فی قصۃ اصحاب الکہف والرقیم ۱۳۰۷ھ
یہ رسالہ گویا تفسیر القرآن کا ایک جزو ہے
اسمین اصحاب کہف کے قصہ کی تفسیر اُسی
اصول کے موافق کی ہے جسپر تفسیر القرآن
لکھی گئی ہے

۱۳ ازالۃ الغین عن ذی القرنین ۱۳۰۷ھ
یہ رسالہ بھی درحقیقت تفسیر القرآن کا ایک
جزو ہے اور اسمین بھی وہی اصول ملحوظ
رکھا گیا ہے جسپر تفسیر القرآن لکھی گئی ہے

۱۴ رسالۂ ابطال غلامی مطبوعۂ ۱۳۱۰ھ
یہ رسالہ اول تہذیب الاخلاق کے کئی
پرچون مین شایع ہوا تھا اُسکے بعد اسکو
سرسید نے بطور رسالہ کے علیحدہ چھپوا دیا۔
اسکا مفصل حال لائف کے دوسرے
حصہ مین درج ہے

۱۵- الدعاء والاستجابة مطبوعہ ۱۸۹۲ء

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جسمین اجابت دعا کے معنی اُسی اصول کے موافق بیان کیے ہین جسپر تفسیر القرآن لکھی گئی ہے

۱۶- تحریر فی اصول التفسیر مطبوعہ ۱۸۹۲ء

اس رسالہ مین وہ تمام اصول بیان کیے ہین جو تفسیر القرآن مین ملحوظ رکھے گئے ہین

۱۷- تفسیر السموات مطبوعہ ۱۳۱۵ھ

یہ رسالہ اول تہذیب الاخلاق کے متعدد پرچون مین بطور ایک آرٹکل کے چھپ چکا تھا مگر ۱۳۱۵ھ مین سرسید نے اسکو علیحدہ بطور ایک رسالہ کے چھپوا دیا۔ یہ بھی گویا تفسیر القرآن کا ایک جزو ہے اسمین اُن آیات کی تفسیر جو بظاہر نظام بطلیموسی کے موافق معلوم ہوتی ہین آج کل کی تحقیقات کے مطابق کی ہے

ان سترہ کتابون اور رسالون کے علاوہ مذہب کے متعلق بے شمار آرٹکل اور مضامین ہین جو سرسید نے علیگڈھ گزٹ اور تہذیب الاخلاق مین وقتاً فوقتاً لکھے ہین۔ خصوصاً سب سے اخیر دفعہ کے تہذیب الاخلاق کی تینون جلدین زیادہ تر مذہبی مضامین سے بھری ہوئی ہین جنکا مقصد تعلیم یافتہ نوجوان مسلمانون کے اُن شکوک و شبہات کا زائل کرنا ہے جو انگریزی تعلیم سے اسلام کی نسبت انکے دل مین پیدا ہونے ممکن ہین

## دوسرا حصہ

تاریخی کتابون اور رسالون کا ہے۔ اس حصہ مین مندرجۂ ذیل کتابین شامل ہین

۱۸ جام جم مطبوعۂ ۱۸۴۰ء

یہ ایک نقشہ ہے جسمین امیر تیمور صاحبقران سے لیکر ابوظفر سراج الدین بہادر شاہ تک مختلف خاندانون کے ۴۳ بادشاہون کا حال جنکو سلطنت ہند سے تعلق تھا

۱۹ مختصر طور پر سترہ سترہ خانون مین بزبان

فارسی قلمبند کیا ہے

۱۹ آثار الصنادید مطبوعہ ۱۸۴۷ء

اس کتاب کا مفصل حال لائف کے پہلے حصہ مین مذکور ہے

۲۰ سلسلۃ الملوک مرتبہ ۱۸۵۲ء

اسکا مفصل حال بھی پہلے حصے مین مذکور ہے

۲۱ تاریخ سرکشی ضلع بجنور مطبوعہ ۱۸۵۸ء

۲۲ اسباب بغاوت ہندوستان مطبوعہ ۱۸۵۸ء

۲۳ ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب پر ریویو مطبوعہ ۱۸۷۲ء واقع لندن

۲۴ ہندوستان کے طریقۂ تعلیم پر اعتراضات بزبان انگریزی مطبوعہ ۱۸۶۹ء واقع لندن

ان کتابون کے سوا سرسید نے ایک تاریخ ضلع بجنور کی غدر سے پہلے نہایت تحقیقات سے لکھی تھی جو گم ہوگئی اور جسکا مفصل حال پہلے حصہ مین بیان کیا گیا ہے

## تیسرا حصہ

علمی تصنیفات کا ہے جسمین مندرجۂ ذیل رسالے شامل ہین

۲۵ تسہیل فی جر الثقیل مولفہ ۱۸۴۴ء

۲۶ فوائد الافکار فی اعمال الفرجار مولفہ ۱۸۴۶ء

۲۷ قول متین در ابطال حرکت زمین ۱۲۶۵ھ

اس رسالے مین قدیم خیالات کے موافق زمین کی حرکت کو جسکا اب تمام یوروپ قائل ہے غلط ثابت کیا ہے۔ لیکن اسکے لکھنے کے بعد سرسید نے اپنی تحریرات مین جا بجا زمین کی حرکت کو تسلیم کیا ہے۔

مذکورۂ بالا کتابون اور رسالون کے علاوہ اُنکی دو کتابین قانون مین بھی معلوم ہوئی ہین ایک انتخاب الاخوین جسکا ذکر پہلے حصہ مین کیا گیا ہے دوسرے ایک اشتہار ہے۔ جو سرسید نے ۱۸۴۶ء مین بعہد منصفی دہلی چھاپکر شایع کیا تھا معلوم ہوا ہے کہ اُنھون نے ابتدائے ۱۷۹۲ء سے لغایت آخر ۱۸۴۶ء

تمام فیصلجات صدر شرقی و صدر غربی کا جو اسوقت تک ترجمہ نہین ہوئے تھے ۔ انگریزی سے اردو مین ترجمہ کراکے شایع کرنے کا ارادہ کیا تھا چنانچہ ۱۷۹۲ء سے ۱۸۱۰ء تک کے تمام فیصلجات اردو مین تین جلدون مین مرتب ہو چکے تھے جنکی قیمت کا اعلان اس اشتہار کے ذریعے سے کیا گیا تھا پھر معلوم نہین کہ اور فیصلے ترجمہ ہوئے یا نہین

ان کتابون کے علاوہ اُنکے بے شمار پولٹکل اور اخلاقی مضامین علیگڈھ گزٹ اور تہذیب الاخلاق کے ذریعے سے شایع ہوئے ہین جنسے کئی ضخیم جلدین مرتب ہوسکتی ہین



# ضمیمہ نمبر ۳

# سر سیّد کے چند خواب

جس زمانہ مین سر سید سورۂ یوسف کی تفسیر لکھتے تھے تو خواب پر اپنی رائے قائم کرنے کے لیے لوگون سے اُنکے خوابون کا حال پوچھتے تھے اور اُنپر غور کرتے تھے ۔ اُنھین دنون مین اُنھون نے اپنے گذشتہ زمانے کے خواب جہانتک کہ انکو یاد آئے جمع کیے تھے اور انکو کاتب سے صاف کرایا تھا وہ اوراق سر سید کی لائف لکھتے وقت ہمکو بجنسہ دستیاب ہو گئے ۔ لائف مین تو ہمکو ان خوابونکے درج کرنے کا کہین عمدہ موقع نہین ملا لیکن اس خیال سے کہ خواب سے صاحب خواب کے نفس کی حالت کا کچھ سراغ لگتا ہی ہمنے اُن خوابون کو بطور ضمیمہ کے لائف کے آخر مین لاحق کر دیا ہی تا کہ جو لوگ خواب سے انسان کے اصلی خیالات کا اندازہ کر سکتے ہین وہ شاید ان خوابون سے سر سید کی لائف کے متعلق کوئی عمدہ نتیجہ استخراج کر سکین ۔ چونکہ سر سید نے خواب ایسے طور پر لکھوائے ہین کہ گویا دوسرا شخص اُنکے خواب لکھ رہا ہے اسلیے ہم انکا بیان اسیطرح جسطرح کہ اُنھون نے لکھوایا ہے قلمبند کرتے ہین

**خواب** "اُنھون نے اپنے نہایت چھٹپن کے زمانہ مین پہلے ہی پہل حالت بیداری مین قیدیون کو دیکھا جو جیلخانہ کے کپڑے پہنے ہوئے اور بیڑیان پاؤنمین پڑی ہوئی پریشان سر کے بال سڑک بنانے کا کام کر رہے ہین ۔ رات کو انھون نے خواب مین دیکھا کہ وہ باہر سے محلسرا کے اندر آتے ہین جب وہ ڈیوڑھی کے چھتّے مین پہنچے تو ایک نہایت سیاہ رنگ کا

دیو بڑے بڑے اور سر پر کھڑے کھڑے بال پاؤن مین بیڑیان پڑی ہوئین ایک کونے مین سے نکلا اور اُنکو دونون ہاتھون سے اُٹھا کر اور سر سے اونچا کر کے زمین پر ٹپک دیا۔ اُنکی آنکھ کھل گئی اُنکو ایسا خوف چڑھا کہ جاگنے کے بعد بھی گئی گھنٹے تک اُنکا دل کانپا کیا اور مدت تک یہ حال رہا کہ جب رات کو اُس چھتے مین جاتے تو اُنکو خوف معلوم ہوتا اور ایک آدمی ساتھ لیکر جاتے"

خواب ووٗ اُنکی دس بارہ برس کی یا کچھ زیادہ عمر ہوگی کہ اُنھون نے دیکھا کہ وہ اپنے رہنے کی حویلی مین سے اپنے نانا کی حویلی مین جسمین صرف ایک سڑک بیچ مین تھی جاتے ہین۔ سامنے سے ایک بہت بڑا ہاتھی جسپر گدی کسی ہوی ہے اُنکے مارنے کو دوڑا وہ بھاگے اور اپنے نانا کی حویلی مین گھس گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بارہ دری مین جسکی ایک طرف بازار یا سڑک پر مشرف تھی گئے تاکہ دیکھین کہ اگر وہ ہاتھی چلا گیا ہو تو اپنے گھر جاوین۔ اتفاق سے وہ ہاتھی عین اُسی بارہ دری کے نیچے کھڑا تھا اُسنے جھٹ سونڈ مین لپیٹ گدی پر جو اُسکی پیٹھ پر کسی ہوی تھی ڈالدیا گدی پر ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اُسنے اُنکو چیت لٹا کر چھری سے گلا کاٹنا شروع کیا۔ مگر نہ کٹا فیلبان نے کہا یہ سید ہین سیدھی طرف سے گلا نہین کٹنے کا گردن کی طرف سے کاٹو۔ اسنے اُنکو پلٹ کر گردن پر چھری رکھی۔ سید نے اُسوقت پورا کلمہ پڑھا وہ ظالم چھری چلانے نپایا تھا کہ قبلہ کی طرف سے ایک شخص سبز پوش سبز جریب ہاتھ مین لیے نمودار ہوئے اور زور سے اُس ظالم کو جریب ماری وہ مع ہاتھی کے معدوم ہوگیا اور سید گویا اُسکی پیٹھ پر سے زمین پر گر پڑے اور آنکھ کھل گئی اگر سچ مچ وہ ظالم مار ڈالتا تو کیا اچھی موت ہوتی"

خواب دوٗ اُنکی چودہ پندرہ برس کی عمر ہوگی یا کم وبیش مگر اُس زمانہ مین تیر اندازی کا چرچا تھا اور بعض رشتہ دار حج سے واپس آئے تھے اُنھون نے دیکھا کہ وہ بازار مین چلے جاتے ہین لوگون نے اُنسے کہا کہ تم تو حج کو جانے والے تھے۔ گئے نہین ؟ اُنھون نے کہا کہ ابھی توحج کے بہت دن باقی ہین لوگون نے کہا کہ تین چار

دن ہی تو رہگئے ہین اُنھون نے کہا تو مین جاتا ہون اور وہ اُڑے اور زمین سے بلند ہوگئے مکہ کی طرف اُڑتے ہوئے جانے لگے۔ شہر کوٹی کیا میدان ملا۔ اُسکو طے کیا سمندر ملا۔ اُسکو طے کیا اور ایک مسجد کے دروازہ پر اُترے مسجد کے اندر گئے ایک چھوٹا سا مسجد کا دالان تھا اور اُسکے آگے لکڑی کے ستونونکا سائبان تھا اور بوریہ کا فرش بچھا ہوا تھا وہان کوئی سر جھکائے سیاہ داڑھی سفید چادر اوڑھے بیٹھے تھے سید اُنکے پاس جاکر بیٹھے اُنھون نے کچھ بات نہین کی مگر تین چیزین اُنکو دین ایک تو سرخ عقیق کی شست تیر لگانے کی تھی جو انگوٹھے مین پہنکر تیر لگانے کے لیے تھی اور دو چیزین اور دین جو سید کو یاد نہین رہین وہ اُن چیزون کو لیکر چلے نصف صحن مسجد مین ایک اور شخص دراز قد چھریرا بدن کھڑے ہوئے تھے اُنسے سید نے پوچھا کہ مسجد مین جو بیٹھے ہین وہ کون ہین اُنھون نے کہا کہ ہین تم نہین جانتے کہ یہ حضرت علی ہین سید پھرے اور دوڑے کہ جاکر اُنکے پاؤنکو بوسہ دون مگر دوڑنے مین آنکھ کھل گئی اور خواب ہی مین ازخود انکو یہ خیال ہوا کہ جنسے مین نے پوچھا تھا وہ حضرت عمر تھے"

خواب" جس زمانہ مین کہ اُنکے والد کا انتقال ہوچکا تھا اور تنخواہ قلعہ کی بند ہوگئی تھی سید کو یہ خیال ہوا کہ جسقدر روپیہ اُنکی والدہ کے پاس ہے وہ لیکر سود مین لگایا جائے تو آمدنی معقول ہوسکتی ہی بعض مکانات اور کٹرے جنسے آمدنی کم ہے اگر فروخت کرکے اُنکا روپیہ بھی سود مین لگایا جائے تو کثیر آمدنی ہوسکتی ہے۔ انھون نے ایک رات خواب مین دیکھا کہ وہ جامع مسجد کے حوض مین تیر رہے ہین مگر نصف حوض جسمین وہ تیر رہے ہین اُسکا پانی نہایت صاف اور ٹھنڈا ہے مگر کم گہرا ہے جسمین اچھی طرح تیرا نہین جاتا دوسرا نصف پانی کسیقدر گرم اور میلا ہے مگر بہت گہرا ہے جس مین بخوبی تیرا جاسکتا ہی سید نے ارادہ کیا کہ اُس نصف پانی مین جاکر تیرون۔ اُنھون نے دیکھا کہ کنارہ پر سفید لباس پہنے ہوے سیاہ ڈاڑھی ایک شخص کھڑے ہین اور اُنھون نے

خواب ہی مین جانا کہ یہ علی مرتضی ہین اُنھون نے کہا کہ اس نصف مین مت آؤ یہ پانی خراب ہے جہان ہو
وہی پانی اچھا ہے اور زیادہ ہو جائیگا۔ اُسکے بعد اُنکی آنکھ کھل گئی اور جو خیال اُنکے دلمین پیدا ہوا تھا اُسسے باز آئے"

**خواب** "سید بجنور مین تھے کہ اُنھون نے دیکھا کہ ایک شخص سفید پوش آئے اور اُنکو ایک قلمدان کشمیر کا بنا ہوا
نہایت نفیس دیکر چلے گئے اور خواب ہی مین اُنکو یقین ہوا کہ وہ علی مرتضی تھے"

**خواب** "بجنور ہی مین اُنھون نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ چاندنی رات ہے اور چاند نکلا ہوا ہے اور وہ اپنے
مکان کے سامنے صحن چبوترہ پر بیٹھے ہوئے ہین۔ سید کی نگاہ اپنے پاٗمین پانو پر پڑی تو دیکھا کہ اُنکی پانو کی
اُنگلیون کی ایک ایک پور کٹ گئی ہے مگر کچھ درد نہین ہے اور نہ اُس سے لہو بہتا ہے مگر کٹی ہوئی پورون کے
سرے جہان سے کٹے ہین نہایت سرخ لہو کے مانند ہو رہے ہین۔ سید نہایت حیران ہوے کہ اب کیا کرون اتنے
مین ایک بزرگ آئے اور اُنھون نے اُن کٹی ہوئی اُنگلیون کے سرون پر اپنا لب مبارک لگا دیا اُسیوقت اُن
اُنگلیون مین نمو شروع ہوا اور سب اُنگلیان درست ہوگئین اور اُن مین چاند سے زیادہ روشنی تھی سید چاند کو
دیکھتے اور اُن نئی اُنگلیون کو دیکھتے اور اُن مین چاند سے زیادہ روشنی پاتے تھے خواب ہی مین اُنکو اسیطرح یقین ہوا
کہ محمد رسول اللہ صلعم تھے جنھون نے لب مبارک لگایا تھا"

**خواب** "مرادآباد مین اُنکی بیوی کا انتقال ہوا چند روز بعد اُنھون نے خواب دیکھا کہ وہ ایک نہایت عمدہ
مکان مین بیٹھی ہین اور نہایت عمدہ سبز لباس پہنے ہوئے ہین اور اُنکا بدن اور چہرہ چاند کے مانند روشن ہے
سید نے اُنکو ہاتھ سے چھونا چاہا اُنھون نے کہا یہ جسم ہاتھ مین نہین آسکتا یہ نورانی جسم اور لباس ہے دنیا مین
جو جسم اور لباس تھا وہ نہین ہے"

**خواب** "جب سید دہلی مین منصف تھے اُنھون نے خواب مین دیکھا کہ حضرت شاہ غلام علی صاحب اُنکے

کمرے مین موجود ہین اور جسطرح وہ خانقاہ مین بیٹھتے تھے اُسیطرح ایک سوزنی پر جو صدر مقام پر بچھی ہوئی تھی بیٹھے ہین سید اُنکے پاس بیٹھے ہین شاہ صاحب اُنپر اُسیطرح جیسی کہ اُنکی عادت تھی مہربانی فرماتے ہین اور یہ کہا کہ اب تم بھی بیعت کرلو''

خواب "دہلی مین انھون دیکھا کہ وہ خانقاہ مین گئے ہین وہان اُنکے والد اور شاہ ابو سعید صاحب جو بعد حضرت شاہ غلام علی صاحب کے اُنکے سجادہ نشین ہوئے اور جنکا اُس زمانہ مین انتقال ہوچکا تھا اور اَور لوگ جو خانقاہ مین ہوتے تھے موجود ہین اور شاہ احمد سعید صاحب جو بعد شاہ ابو سعید صاحب کے سجادہ نشین ہوئے علٰحدہ ایک طرف بیٹھے ہوئے ہاشم علیخان کو جو سید کے ماموں کے بیٹے تھے حدیث کی کسی کتاب کا سبق پڑھا رہے ہین سید کے والد نے یا شاہ ابو سعید صاحب نے سید سے کہا کہ تم بھی ہاشم علیخان کے ساتھ سبق مین شریک ہوجاؤ''

خواب "سید دہلی مین منصف تھے اور اُنکو کچھ ترددات اور رنج تھے اُنھون نے خواب مین دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہین کہ تم بیس رکعتین نماز کی تین دن تک بطور تراویح کے پڑھو اور پہلی رکعت مین فلان سورہ اور دوسری مین فلان سورہ پڑھو اور رکعتون کے بعد کے جلسہ مین یہ آیت پڑھو کوئی رنج و تردد کی بات نہین ہو مگر سید جب اُٹھے تو بھول گئے کہ کونسی سورتین اور کونسی آیت پڑھنے کو تبلائی تھی۔ اُنھون نے شاہ احمد سعید صاحب کو ایک رقعہ لکھا کہ مین وہ سورتین اور آیت بھول گیا ہون۔ چار پانچ روز تک شاہ احمد سعید صاحب نے کچھ جواب نہین بھیجا اُسکے بعد ایک پرچہ پر اُن سورتون کے نام اور ایک آیت لکھ بھیجی اُسوقت سید کے خیال میں یہ بات آئی کہ یہی سورتین اور آیت بتلائی تھی۔ سید نے جسطرح خواب مین دیکھا تھا نماز پڑھی چند روز بعد جب سید شاہ احمد سعید صاحب سے ملے تو پوچھا کہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ وہ سورتین اور آیت تبلائی تھی اُنھون نے جواب دیا کہ مین نے حضرت شاہ صاحب کی روح سے پوچھا اور اُنکی روح نے تبلایا کہ یہ سورتین اور آیت بتائی تھی''

خواب" وہ دلی مین منصف ہی تھے کہ اُنھون نے (خواب مین) دیکھا کہ وہ گویا بیعت کے ارادے سے خانقاہ جانیکو اپنے گھر پر سے اُترے ہین تھوڑی دور چلے تھے کہ اُنکو خیال ہوا کہ نذر کے لیے کچھ لے لینا چاہیے اُسوقت اُنھون نے دیکھا کہ ایک ہندو دوست اُنکے پاس کھڑا ہی سید نے پندرہ روپیہ اُس سے قرض لیے اور خانقاہ مین گئے۔ وہان دیکھا کہ شاہ ابوسعید صاحب اور اُنکے پاس شاہ احمد سعید صاحب اور اُنکے پاس شاہ عبد الغنی صاحب اور سب کے پیچھے میان محمد مظہر بیٹھے ہین۔ شاہ ابوسعید صاحب نے بیعت کر لینے کو فرمایا سید نے کہا کہ مین تو اسی ارادہ سے آیا ہون لیکن بالکل جو طریقہ مسنون ہی اُسی طرح پر بیعت کرنی چاہتا ہون فرض کرو کہ اُس قسم کے زہد و مجاہدہ مین جو مسنون نہین ہین صفائی قلب جلد حاصل ہوتی ہو اور جو طریقہ مسنون ہی اُسمین بہ دیر حاصل ہوتی ہی تو مجھے وہ جلدی نہین بلکہ وہ دیر پسند ہی"

" ہنوز شاہ صاحب نے جواب نہین دیا تھا کہ میان مظہر بولے کہ دیکھیے حضرت یہ کیسی وہابیون کی سی باتین کرتے ہین۔ شاہ ابوسعید صاحب نے ناراضی سے جواب دیا کہ ایک شخص اتباع سنت چاہتا ہی اور تم اُسکی نسبت کہتے ہو کہ وہابیوں کی سی باتین کرتا ہی"

" اسکے بعد وہ سید کی طرف متوجہ ہوے اور سید سے کہا کہ نقشبندی طریقے میں کوئی امر بھی خلاف سنت نہین ہی۔ سید نے کہا کہ بہت اچھا۔ اُسوقت سید نے اپنے دل مین سوچا کہ اگر بعد بیعت کے نذر دیجائیگی تو گویا اُسکا معاوضہ ہوگا بہتر ہی کہ پہلے نذر دیجائے اور اُسکے بعد بیعت ہو۔ پس سید نے پانچ روپیہ نکالکر شاہ ابوسعید صاحب کے نذر کیے اور پانچ روپیہ شاہ احمد سعید صاحب کے دونو صاحبون نے نذرین لے لین۔ جب شاہ عبد الغنی صاحب کو نذر دی تو اُنھون نے کہا کہ تم انگریزونکے نوکر ہو مین نہین لیتا۔ سید نے کہا میری تنخواہ کا روپیہ نہین ہی۔ مین تو ایک ہندو سے قرض لیکر لایا ہون اُسپر بھی اُنھون نے لینے سے انکار کیا شاہ ابوسعید صاحب نے فرمایا کہ یہ نہین لیتے تو اُنکی والدہ پاس

بھیجدو۔ اس گفتگو کے بعد نوبت بیعت نہین پہنچی کہ آنکھ کھل گئی"

"دہلی مین جو لوگ مقدس تھے وہ انگریزون کی ایسی نوکری کو جسمین انفصال مقدمات کا کام نہین ہوتا تھا بلکہ بطور عملہ کے کام کرنا ہوتا تھا اور نیز پولس کی نوکری کو جائز سمجھتے تھے اور جن عہدون مین انفصال مقدمات کا کام ہوتا تھا جیسے منصفی اور صدر الصدوری اُس نوکری کو ناجائز سمجھتے تھے۔ کیونکہ خلاف شرع بموجب انگریزی قانون کے مقدمات فیصل کرنے پڑتے تھے شاہ عبد الغنی صاحب کا بھی یہی حال تھا اور اسی سبب سے اُنھون نے نذر لینے سے انکار کیا تھا"

خواب "چند مہینے ہوے کہ علیگڈھ مین سید نے دیکھا کہ وہ دہلی مین کسی مقام پر ہین اور شاہ غلام علی صاحب کی نسبت جو کہ بیمار ہین لوگ کہتے ہین کہ اب اخیر وقت ہی۔ سید نہایت بیقرار ہوے اور اس خیال سے کہ اُنکی اخیر زیارت کر لین اُس جگہ گئے جہان شاہ غلام علی صاحب تھے۔ دیکھا کہ پلنگ پر بیٹھے ہین منھ اور پانو کھلے ہوے ہین اور سارا بدن کپڑے سے ڈھکا ہوا ہی سید کہتے تھے کہ مین نے بعینہ وہی حالت دیکھی اور ویسا ہی پلنگ اور تمام چیزین دیکھین جیسے کہ حضرت کے انتقال کے دو ایک روز پہلے مین نے دیکھا تھا۔ غرضکہ سید مضطرب ہو کر اُنکے پانو کی انگلیون سے اپنی آنکھین ملنے لگے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم سید ہو ایسا مت کرو"

"ایک عجیب بات سید نے یہ کی کہ اُس خواب کے چند روز بعد جب وہ دہلی گئے تو شاہ غلام علی صاحب کے مزار پر گئے اور کہا کہ واہ حضرت اب آپ تو زندہ نہین ہین ورنہ مین آپ کے پانو سے آنکھین ملتا مگر مین آپ کی قبر سے آنکھین ملتا ہون۔ یہ کہکر قبر کی پائنتی سے آنکھین ملین۔ سید کی اس حرکت کو سنکر لوگ نہایت متعجب ہونگے مگر اُنکی یہ حرکت صرف محبت کی وجہ سے تھی نہ کسی اور خیال سے"

سر سید نے ایک دفعہ شاہ صاحب کا ذکر کرتے ہوے ہمارے سامنے یہ کہا تھا کہ "گو اُس قسم کی عقیدت جیسی مریدون کو

اپنے شیخ کے ساتھ ہوتی ہے مجکو نہین ہے لیکن نہایت قوی تعلق اور رابطۂ اخلاص میرے دل مین شاہ صاحب کے ساتھ ہے
اور مین چاہتا ہون کہ میری لائف مین اس بات کی تصریح کی جائے ۔ اسکے سوا سر سید کی تصنیفات کی فہرست مین جو ایک
رسالہ موسوم بہ نمیقہ بہ زبان فارسی تصور شیخ کے بیان مین ہے اُسکی نسبت سر سید کہتے تھے کہ مین نے اسے شاہ احمد سعید صاحب
کو دکھایا تھا۔ اُنھون نے اُسکو دیکھکر یہ فرمایا کہ جو باتین اسمین لکھی گئی ہین وہ اہل حال کے سوا کوئی نہین لکھ سکتا ۔
پس یہ اُس توجہ کی برکت ہے جو شاہ صاحب ۔ کو تمھارے ساتھ تھی اور ابتک ہے ۱۲



# ضمیمہ نمبر ۴

# رسالۂ اسباب بغاوت ہندوستان

یہ رسالہ صرف ایک دفعہ سرسید نے ۱۸۵۸ء مین چھپوایا تھا اور چند نسخون کے سوا اُسکی تمام جلدین انگلستان مین پارلیمنٹ کے ممبرون کے پاس بھیجدی تھین اسلیے ہندوستان مین اُسکی اشاعت نہین ہوئی. چونکہ اس رسالہ کا لکھنا جیساکہ سرسید کی لائف مین مفصل بیان کیا گیا ہے اُنکی سرکاری، ملکی اور قومی خدمات مین سے ایک عمدہ ترین خدمت تھی اس نظر سے مناسب معلوم ہوا کہ یہ رسالہ تمام وکمال سرسید کی لائف کے آخر مین بطور ضمیمہ کے چھاپ دیا جائے تاکہ اُس مرحوم کی اس خدمت جلیلہ کا لوگ پورا پورا اندازہ کرسکین.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از بندہ خضوع و التجا میسزید | بخشایش بندہ از خدا میزیبد
گر من کنم آنکہ آن مرا نازیباست | تو کن ہمہ آنکہ ترا میزیبد

سرکشی ہندوستان کے جواب مضمون مین جو مین نے اصلی اسباب بغاوت ہندوستان کے بیان کیے تھے اگرچہ دل چاہتا تھا کہ اب اُنکو صفحۂ روزگار سے مٹا دون بلکہ اپنے دل سے بھی بھلا دون کیونکہ جو اشتہار جناب ملکۂ معظمہ کوئین وکٹوریا دام سلطنتہا نے جاری کیا ہے درحقیقت وہ بغاوت کے ہر ایک اصلی سبب کا پورا علاج ہے حق یہ ہے کہ اشتہار کا مضمون دیکھکر بغاوت کے سبب لکھنے والون کے ہاتھ سے قلم گر پڑے کسی کو ضرورت نرہی کہ اب

اُنکی تشخیص کرین اسلیے کہ اب اُنکا علاج پورا ہوگیا۔
مگران فساد کے اصلی سببون پر غور کرنا اور اپنی صداقت سے سچے سچے سببون کا بیان کرنا مین ایک عمدہ خیرخواہی
اپنی گورمنٹ کی سمجھتا ہون اسلیے مجھپر واجب ہے کہ گو انکا علاج بخوبی ہوگیا ہو پھر بھی جو سبب میرے دل مین ہین
اُنکو بھی ظاہر کردون سچ ہے کہ بہت بڑے بڑے دانا او رتجربہ کار لوگون نے اس بغاوت کے سبب لکھے ہین۔
مگر امید ہے کہ شاید کسی ہندوستانی آدمی نے اسمین کوئی بات نہ لکھی ہو بہتر ہے کہ ایسے شخص کی بھی ایک راے رہے

## مضمون

### کیا سبب ہوا ہندوستان کی سرکشی کا

(معنی بغاوت)

## جواب

اسکا جواب دینے سے پہلے ہمکو بتانا چاہیے کہ سرکشی کے کیا معنی ہین جان لو کہ اپنی گورمنٹ کا مقابلہ کرنا یا
مخالفون کے شریک ہونا یا مخالفانہ ارادے سے حکم نہ ماننا اور نہ بجالانا یا نڈر ہوکر گورمنٹ کے حقوق اور حدود
کو توڑنا سرکشی ہے مثلاً۔

۱ نوکر کا یا رعیت کا اپنی گورمنٹ سے لڑنا اور مقابلہ کرنا۔

۲ یا مخالفانہ ارادے سے حکم کا نہ ماننا اور نہ بجالانا۔

۳ یا مخالفون کی مدد کرنا اور اُنکے شریک ہونا۔

۴ یا رعیت کا نڈر ہوکر آپسمین لڑنا اور حد معینہ گورمنٹ سے تجاوز کرنا۔

۵ یا اپنی گورمنٹ کی محبت اور خیرخواہی دل مین نہ رکھنا اور مصیبت کے وقت طرفداری نکرنا۔

اِس نازک وقت مین جو ۱۸۵۷ء مین گذرا ان اقسام کی سرکشیون مین سے کوئی بھی سرکشی ایسی نہین ہے

جو نہوئی ہو بلکہ بہت تھوڑے دانا آدمی ایسے نکلین گے جو پچھلی بات سے خالی ہون حالانکہ یہ پچھلی بات جیسی ظاہر مین کم ہے ویسی ہی قدر مین بہت زیادہ ہے۔

سرکشی کا ارادہ کیونکر پیدا ہوتا ہے

سرکشی کا ارادہ جو دل مین پیدا ہوتا ہے اُسکا سبب ایک ہی ہوتا ہے یعنی پیش آنا اُن باتون کا جو مخالف ہون اُن لوگون کی طبیعت اور طینت اور ارادہ اور عزم اور رسم و رواج او خصلت اور جبلت کے جنھون نے سرکشی کی۔

۱۸۵۷ء کی سرکشی کسی ایک بات سے نہین ہوئی بلکہ بہت سی باتون کا مجموعہ تھا

اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی خاص بات عام سرکشی کا باعث نہین ہوسکتی ہان عام سرکشی کا باعث یا کوئی ایسی عام بات ہوسکتی ہے کہ جو سب کی طبیعتون کے مخالف ہو یا متعدد باتین ہون کہ کسی نے کسی گروہ کی اور کسی نے کسی گروہ کی طبیعتون کو پھیر دیا ہو اور رفتہ رفتہ عام سرکشی ہوگئی ہو۔

۱۸۵۷ء کی سرکشی مین یہی ہوا کہ بہت سی باتین ایک مدت دراز سے لوگون کے دل مین جمع ہوتی جاتی تھین اور بہت بڑا میگزین جمع ہوگیا تھا صرف اُسکے شتابے مین آگ لگانی باقی تھی کہ سال گذشتہ مین فوج کی بغاوت نے اُسمین آگ لگادی۔

سرکشی سے پہلے چپاتیان بٹنا سازش کی بات نہ تھی

۱۸۵۶ء مین ہندوستان کے اکثر ضلعون مین دیہ بدیہ چپاتی بٹی اور اُسی کے قریب زمانہ مین سرکشی ہوئی اگرچہ اُس زمانہ مین تمام ہندوستان مین وبائی بیماری تھی اور خیال مین آتا ہے کہ اُسکے دفع کرنے کو بطور ٹوٹکہ یہ کام ہوا کیونکہ جاہل ہندوستانی اس قسم کے ٹوٹکہ بہت کیا کرتے ہین مگر حق یہ ہے کہ اُسکا اصلی سبب ابتک نہین کھلا لیکن اُسمین کچھ شک نہین کہ وہ چپاتی کسی سازش کی بنیاد نہین ہوسکتی یہ قاعدہ ہے کہ اس قسم کی چیز البتہ ایک نشانی ہوتی ہے واسطے تصدیق زبانی پیغام کے اور ظاہر ہے کہ اُس چپاتی کے ساتھ کوئی زبانی پیغام نہ تھا اگر ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ باوجود منتشر ہونے کے اور ہر قوم اور ہر طبیعت کے آدمیون مین پھیلنے کے مخفی رہتا جسطرح پر کہ ہندوستانین

سرکشی پھیلی اور یہان سے وہان اور وہان سے وہان دوڑی صاف دلیل ہو کہ پہلے سے کچھ سازش نہ تھی ۔

روس اور ایران کی سازش سے ہندوستان مین سرکشی کا خیال کرنا نہایت بے بنیاد بات ہو ہندوستانیونپر جو معلوم نہین کہ روسیون کو کیا سمجھتے ہونگے کیونکر اُنسے سازش کا احتمال ہوسکتا ہو ایرانیون سے ہندو کسی طرح سازش نہین کرسکتے ہندوستان کے مسلمانون مین اور ایرانیون مین موافقت ہونی ایسی غیر ممکن ہے جیسے پروٹسٹنٹ اور رومن کاتھلک مین اگر دن اور رات کا ایک وقت مین جمع ہونا ممکن ہو تو البتہ سازش کا ہونا بھی ممکن ہے تعجب ہے کہ جب روس اور ایران مین محاربات درپیش تھے تب ہندوستان مین کچھ نہ تھا اور جب ہندوستان مین فساد ہوا تو وہان کچھ نہ تھا اور پھر سازش کا خیال کیا جائے ۔

اشتہار جو مشہور ہے کہ ایران کے شاہزادے کے خیمہ مین سے نکلا اُسکا کوئی نقطہ ہندوستان کی سازش پر دلالت نہین کرتا اُسکا مضمون صاف اپنے ملک کے لوگون کی ترغیب کا ہو ہندوستان کی خرابی کا ذکر اس بنیاد پر ہے کہ ایرانیون کو زیادہ تر آمادگی لڑائی پر ہو نہ اس مطلب سے کہ ہندوستان سے سازش ہوچکی ہے ۔

دلی کے بادشاہ معزول کا ایران کو فرمان لکھنا ہم کچھ تعجب نہین سمجھتے دلی کے معزول بادشاہ کا یہ حال تھا کہ اگر اُس سے کہا جاتا کہ پرستان مین جنون کا بادشاہ آپ کا تابعدار ہے تو وہ اُسکو سچ سمجھتا اور ایک چھوڑ دس فرمان لکھدیتا دلی کا معزول بادشاہ ہمیشہ خیال کیا کرتا تھا کہ مین مکھی اور مچھر بن کر اُڑجاتا ہون اور لوگون کی اور ملکون کی خبر لے آتا ہون اور اس بات کو وہ اپنے خیال مین سچ سمجھتا تھا اور درباریون سے تصدیق چاہتا تھا اور سب تصدیق کرتے تھے ایسے مالیخولیا والے آدمی نے کسی کے کہے سے کوئی فرمان لکھدیا ہو تو تعجب نہین مگر جاننا کہ وہ کسی طرح بھی سازش کی بنیاد ہو۔ کیا تعجب نہین آتا کہ اتنی بڑی سازش اور اتنی مدت سے ہو رہی ہو اور ہمارے حکام بالکل بیخبر رہین سرکشی کے بعد بھی کیا فوجی اور کیا ملکی کسی باغی نے بھی آپسمین کسی قسم کی سازش کا کبھی تذکرہ

نہین کیا حالانکہ سرکشی سے بعد اُنکو کسکا ڈر تھا۔

اودھ کی ضبطی کو بھی ہم سبب اِس سرکشی کا نہین سمجھتے اسمین کچھ شک نہین کہ اودھ کی ضبطی سے سب لوگ ناراض ہوے اور سب نے یقین کیا کہ آنربل ایسٹ انڈیا کمپنی نے خلاف عہد و اقرار کے کیا عموماً رعایا کو ضبطی اودھ سے اسقدر ناراضی ہوئی تھی جتنی کہ ہمیشہ ہوا کرتی تھی جب کمپنی کسی ملک کو فتح کرتی تھی جسکا بیان آگے آویگا زیادہ تر ڈر اور خوف اور ناراضیِ دلی والیان اور رئیسان خود مختار ہندوستان کو ہوتی تھی سب کو یقین تھا کہ اسی طرح سب کے ملک اور سب کی ریاستین اور حکومتین چھینی جاوینگی مگر ہم دیکھتے ہین کہ صاحب ملک رئیسون مین سے کوئی باغی نہین ہوا اِس فساد مین اکثر وہی لوگ ہین جنکے ملک اُنکے ہاتھ مین نہین ہین اسکے جواب مین یہ مت کہو کہ جھجر کا نواب و ربلبگڈھ کا راجہ اور فلان فلان باغی ہوگیا۔

اودھ کی ضبطی سے
عام فساد کا باعث
نہین

اس فساد کو یہ بھی خیال کرنا نہین چاہیے کہ اِس حسرت اور افسوس کے باعث سے کہ ہندوستانیون کے قدیم ملک پر غیر قوم قابض ہوگئی تھی تمام قوم نے اتفاق کر کر سرکشی کی۔ سمجھنے کی بات ہے کہ ہماری گورمنٹ کی عملداری دفعتہً ہندوستان مین نہین آئی تھی بلکہ رفتہ رفتہ ہوئی تھی جسکی ابتدا ۱۷۵۷ء وقت شکست کھانے سراج الدولہ کے پلاسی پر سے شمار ہوتی ہے۔ اُس زمانے سے چندروز پیشتر تک تمام رعایا اور رئیسون کے دل ہمارے گورمنٹ کی طرف کھنچتے تھے اور ہمارے گورمنٹ اور اُسکے حکام متعہد کے اخلاق اور اوصاف اور رحم و عطا اور استحکام عہود اور رعایا پروری اور امن و آسایش سن سنکر جو عملداریان ہندو اور مسلمانون کی ہمارے گورمنٹ کے ہمسایے مین تھین وہ خواہش رکھتی تھین اسبات کی کہ ہماری گورمنٹ کی حکومت کے سایہ مین ہون بادشاہان ملک غیر بھی کمال اعتماد رکھتے تھے ہماری گورمنٹ پر۔ اور جو عہد و میثاق ہماری گورمنٹ سے باندھتے تھے اُسکو بہت ہی پکا اور پتھر کی لکیر سمجھتے تھے۔ باوجودیکہ ہماری گورمنٹ کو پہلے کی بہ نسبت اب بہت بڑا اقتدار ہے برعکس ہندوستانیون کے کہ ہندوستان کے

غیر کی سلطنت سے
... شکایت ...
حکومت سے نہین

رئیسون اور صوبہ دارون اور والیان ملک کو جو طاقت اور اختیار پہلے تھا اُسکا عشر عشیر بھی اب نہین حالانکہ اُن زمانون مین بہت سی لڑائیان ہماری گورمنٹ کو ہندوستان کی ہر قوم ہندو مسلمان سے پیش آئین اور ہماری گورمنٹ فتحیاب ہوتی گئی اور تمام ہندوستانیون کو یقین تھا کہ ایک دن تمام ہندوستان پر ہماری گورمنٹ کی حکومت ہوگی اور یہ سب رعایا ہندوستان کی کیا ہندو اور کیا مسلمان ایک دن ہماری گورمنٹ کے قبضۂ قدرت مین آئیگی باوجود ان باتون کے اُس زمانہ مین کسی طرح کی سرکشی اور گورمنٹ کا مقابلہ نہین ہوا کہ سب تاریخین اس ذکر سے خالی ہین اگر یہ فساد اس سبب سے ہوتا تو ضرور ہے کہ ان فسادون کا نمونہ اُن زمانون مین بھی پایا جاتا خصوصاً اس سبب سے کہ اُن زمانون مین ایسے فسادات کا قابو زیادہ تھا۔ اُن محاربات کے وقت مین جو ۱۸۳۹ع مین شروع تھے جبکہ کسی طرح کی سرکشی ہندوستان مین نہین ہوئی باوجودیکہ صدہا سال تک ہندوستان اُنھین ملکون کے بادشاہونکے تحت حکومت تھا جنسے کہ محاربات درپیش تھے اور اُنھین بادشاہون کے سبب سے مسلمانون کا وجود اور عروج ہندوستان مین ہوا تھا تو اب ہرگز خیال مین بھی نہین آتا کہ اب کا فساد مسلمانون نے حکومت اور اپنی سلطنت کے جاتے رہنے کے رنج سے کیا ہو۔

...کے معزول بادشاہ ...ت دلی کی ...مین اور ان ...ن جو دلی کے ...کچھ نہ تھی ...دیہات مین

دلی کے معزول بادشاہ کی سلطنت کا کوئی بھی آرزومند نہ تھا اس خاندان کی لغو اور بیہودہ حرکات نے سب کی آنکھون مین سے اُسکی قدر اور منزلت گرادی تھی۔ ہان بیرنجات کے لوگ جو بادشاہ کے حالات اور حرکات اور اقتدار اور اختیار سے واقف نہ تھے بلاشبہ بادشاہ کی بڑی قدر سمجھتے تھے اور اُسکو ہندوستان کا بادشاہ اور ازبل ایسٹ انڈیا کمپنی کو منتظم ہندوستان جانتے تھے۔ الا خاص دلی کے اور اُسکے قرب وجوار کے رہنے والے بادشاہ کی کچھ بھی وقعت خیال مین نہ لاتے تھے باوجودان سب باتون کے ہندوستان کے سب آدمیون کو بادشاہ کے معدوم ہونے سے کچھ بھی رنج نہ تھا۔ یاد ہوگا کہ جب ۱۸۲۷ع مین لارڈ امہرسٹ صاحب بہادر نے علانیہ

...وامہرسٹ ...حب کا کہنا ...خاندان تیمور ...کا بادشاہ نہین

کہدیا تھا کہ ہماری گورمنٹ اب کچھ تیموریہ خاندان کے تابع نہین ہے بلکہ وہ خود ہندوستان کی بادشاہ ہے تو اُسوقت رعایا اور والیان ہندوستان کو کچھ بھی خیال نہین ہوا تھا گو خاص بادشاہی خاندان کو کچھ رنج ہوا ہو۔

مسلمانون کا بہت روزون سے آپسمین سازش اور مشورہ کرنا اس ارادے سے کہ ہم باہم متفق ہوکر غیر مذہب کے لوگون پر جہاد کرین اور اُنکی حکومت سے آزاد ہوجائین نہایت بے بنیاد بات ہے جبکہ مسلمان ہماری گورمنٹ کے مستامن تھے کسی طرح گورمنٹ کی عملداری مین جہاد نہین کرسکتے تھے بیس تیس برس پیشتر ایک بہت بڑے نامی مولوی محمد اسمٰعیل نے ہندوستان مین جہاد کا وعظ کہا اور آدمیون کو جہاد کی ترغیب دی اُسوقت اُسنے صاف بیان کیا کہ ہندوستان کے رہنے والے جو سرکار انگریزی کے امن مین رہتے ہین ہندوستان مین جہاد نہین کرسکتے۔ اسلیے ہزارون آدمی جہادی ہر ایک ضلع ہندوستان مین جمع ہوے اور سرکار کی عملداری مین کسی طرح کا فساد نہین کیا اور غربی سرحد پنجاب پر جا کر لڑائی کی اور یہ جو ہر ضلع مین پاجی اور جاہلون کی طرف سے جہاد کا نام ہوا اگر ہم اُسکو جہاد ہی فرض کرین تو بھی اُسکی سازش اور صلاح قبل دسوین مئی ۱۸۵۷ء مطلق نہ تھی۔

غور کرنا چاہیے کہ اس زمانے مین جن لوگون نے جہاد کا جھنڈا بلند کیا ایسے خراب اور بدرویہ اور بداطوار آدمی تھے کہ بجز شراب خواری اور تماش بینی اور ناچ اور رنگ دیکھنے کے کچھ وظیفہ اُنکا نہ تھا۔ بھلا یہ کیونکر پیشوا اور مقتدا جہاد کے گنے جاسکتے تھے۔ اس ہنگامے مین کوئی بات بھی مذہب کے مطابق نہین ہوئی سب جانتے ہین کہ سرکاری خزانہ اور اسباب جو امانت تھا اُسمین خیانت کرنا ملازمین کو نمک حرامی کرنی مذہب کے روسے درست نہ تھی صریح ظاہر ہے کہ بیگناہون کا قتل علی الخصوص عورتون اور بچون اور بڈھون کا۔ مذہب کے بموجب گناہ عظیم تھا۔ پھر کیونکر یہ ہنگامہ غدر جہاد ہوسکتا تھا ہان البتہ چند بدذاتون نے دنیا کی طمع اور اپنی منفعت اور اپنے خیالات پورا کرنے اور جاہلون کے بہکانے کو اور اپنے ساتھ جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام لے دیا۔ پھر یہ بات بھی مفسدون کی حرمزدگیون مین سے

پہلے سے کچھ سازش مسلمانون مین جہادی نہیں تھی

مولوی محمد اسمٰعیل کا وعظ اور جہاد کا ذکر

اس ہنگامہ مین کوئی بات مسلمانون کے مذہب کے مطابق نہین ہوئی

ایک حرمزدگی تھی نہ واقع مین جہاد ۔

دلی مین جو جہاد کا فتوی چھپا وہ ایک عمدہ دلیل جہاد کی سمجھی جاتی ہے مگر مین نے تحقیق سنا ہے اور اُسکے اثبات پر بہت دلیلین ہین کہ وہ محض بے اصل ہے مین نے سنا ہے کہ جب فوج نمک حرام میرٹھ سے دلی مین گئی تو کسی نے جہاد کے باب مین فتوی چاہا سب نے فتوی دیا کہ جہاد نہین ہو سکتا اگرچہ اس پہلے فتوے کی مین نے نقل دیکھی ہے مگر جبکہ وہ اصل فتوی معدوم ہے تو مین اُس نقل کو نہین کہہ سکتا کہ کہان تک لائق اعتماد کے ہے ۔ مگر جب بریلی کی فوج دلی مین پونچی اور دوبارہ فتوی ہوا جو مشہور ہے اور جسمین جہاد کرنا واجب لکھا ہے بلاشبہ اصلی نہین چھاپنے والے اُس فتوے نے جو ایک مفسد اور نہایت قدیمی بدذات آدمی تھا جاہلون کے بہکانے اور ورغلانے کو لوگون کے نام لکھکر اور چھاپ کر اُسکو رونق دیا تھا بلکہ ایک آدھ مہر ایسے شخص کی چھاپ دی تھی جو قبل غدر مرچکا تھا ۔ مگر مشہور ہے کہ چند آدمیون نے فوج باغی بریلی اور اُسکے مفسد ہمراہیون کے جبر اور ظلم سے مہرین بھی کی تھین ۔

دلی مین ایک بڑا گروہ مولویون اور اُنکے تابعین کا ایسا تھا کہ وہ مذہب کی رو سے معزول بادشاہ دلی کو بہت بُرا اور بدعتی سمجھتے تھے اُنکا یہ عقیدہ تھا کہ دلی کی جن مسجدون مین بادشاہ کا قبض و دخل اور اہتمام ہے اُن مسجدون مین نماز درست نہین ۔ چنانچہ وہ لوگ جامع مسجد مین بھی نماز نہین پڑھتے تھے اور غدر سے بہت قبل کے چھپے ہوے فتوے اس معاملے مین موجود ہین پھر کبھی عقل قبول کر سکتی ہے کہ اُن لوگون نے جہاد کے درست ہونے مین اور بادشاہ کو سردار بنانے مین فتوا دیا ہو ۔ جن لوگون کی مہر اُس فتوے پر چھاپی گئی ہے اُن مین سے بعضون نے عیسائیون کو پناہ دی اور اُنکی جان اور عزت کی حفاظت کی اُنہین سے کوئی شخص لڑائی پر نہین چڑھا مقابلے پر نہین آیا اگر واقع مین وہ ایسا ہی سمجھتے جیسا کہ مشہور ہے تو یہ باتین کیون کرتے غرضکہ میری راے مین کبھی مسلمانون کے خیال مین بھی نہین آیا کہ باہم متفق ہو کر غیر مذہب کے حاکمون پر جہاد کرین ۔ اور جاہلون اور مفسدونکا

غلغلہ ڈالدینا کہ جہاد ہے جہاد ہے اور ایک نعرہ حیدری پکارتے پھرنا قابل اعتبار کے نہین ہان البتہ مسلمانون کو جسقدر ناراضی باعتبار مذہب کے تھی اور جس سبب سے تھی وہ ہم آیندہ صاف بیان کرینگے اسمین کچھ شک نہین کہ ہندؤنکی بہ نسبت مسلمانون کو ہر ایک بات مین زیادہ تر ناراضی تھی اور یہی سبب ہے کہ مسلمان بہ نسبت ہندون کے بعض اضلاع مین زیادہ تر مفسد ہوگئے۔ گو جن اضلاع مین کہ ہندؤن نے فساد کیا تھا وہ بھی کچھ کم نہین ہی۔

پہلے سے فوج مین بغاوت کی صلاح نہ تھی

فوج مین ہرگز مشورہ اور پہلے سے صلاح درباب بغاوت کے نہ تھی۔ تحقیق بات ہے کہ باغیان فوج نے بعد بغاوت بھی کبھی اسباب کا آپسمین بھی ذکر نہین کیا ہان بارک پور کے واقعہ کے بعد اور خصوصًا اُس زمانے مین جبکہ پنجاب مین قواعد جدید سکھانے کو متعدد پلٹنون کے آدمی جمع کیے گئے آپسمین یہ صلاح ٹھہری اور اُسپر اتفاق ہوا کہ جدید کارتوس کبھی استعمال مین نہ لائینگے۔ اُسوقت بھی اور کسی قسم کا ارادہ اور نیت نہ تھی بلکہ یقینی سمجھتے تھے کہ سرکار اسباب کو موقوف کردیگی اگرچہ یہ موقوف ہوا مگر دسوین مئی ۱۸۵۷ع کے بعد موقوفی سے کچھ فائدہ اُس فساد کے رفع ہونے مین جو ہوگیا تھا نہ تھا اور وہ آگ اس قابل نہ تھی کہ ایسی تدبیرون سے بجھ سکے۔

پہلے سے فوج کی کسی بادشاہ دہلی سے سازش نہ تھی

فوج باغی کا پہلے سے دلی کے معزول بادشاہ سے سازش کرنا محض بے اصل ہے دلی کے بادشاہ کو کوئی شخص ولی اور مقدس نہین سمجھتا تھا اُسکے موتھ پر لوگ اُسکی خوشامد کرتے تھے اور پیٹ پیچھے ہنستے تھے۔ لوگ اُسکے مرید ہوتے تھے کسی فائدے کی نظر سے نہ بطور اعتقاد۔ کچھ عجب نہین کہ کسی پلٹن کا کوئی تلنگہ یا صوبہ دار مرید ہوا ہو مگر اسبات کو سازش بغاوت سے کچھ بھی علاقہ نہین ہے بلاشبہ فوج باغی دلی پہ جمع ہوگئی مگر جب اُسنے سرکار سے بگاڑ دی تھی تو دلی کے بادشاہ کے سوا ایسا اور کون شخص تھا کہ جسکی طرف فوج رجوع کرتی۔ اسمین کچھ پہلے سے سازش کی حاجت نہ تھی بلاشبہ جو ہیئت بادشاہ دہلی کی سرکار نے بنا رکھی تھی وہ ہمیشہ نامناسب اور قابل اعتراض کے تھی اور جناب لارڈ الن براصاحب بہادر نے جو تجویز کی تھی وہ بیشک لائق منظوری کے تھی بلکہ اُس سے زیادہ

عمل درآمد کرنا واجب تھا بیشک دلی کا بادشاہ بھوبل مین کی ایک چنگاری تھا جسنے ہوا کے زور سے اُڑکر تمام ہندوستانکو جلادیا

اصلی سبب اس فساد کا مین تو ایک ہی سمجھتا ہون ۔ باقی جسقدر اسباب ہین وہ سب اسکی شاخین ہین اور یہ سمجھ میری

کچھ وہمی اور قیاسی ہی نہین ہے بلکہ اگلے زمانے کے بہت سے عقلمندون کی راے کا اسبات پر اتفاق ہو چکا ہے اور

تمام مصنفین پرنسپل آف گورمنٹ کے اس باب مین میرے طرفدار ہین اور تمام تاریخین یورپ اور افریقیہ کی میری

راے کی صداقت پر بہت معتمد گواہ ہین ۔

سب لوگ تسلیم کرتے چلے آئے ہین کہ واسطے اسلوبی اور خوبی اور پائداری گورمنٹ کے مداخلت رعایا کی حکومت ملک

مین واجبات سے ہے حکام کو بھلائی یا برائی تدبیر کی صرف لوگون سے معلوم ہوتی ہے بیشتر اس سے کہ خرابیان اس

درجہ کو پونچھین کہ پھر جنکا علاج ممکن نہو شعر سرچشمہ شاید گرفتن بمیل ؛ چو پر شد نشاید گذشتن بہ پیل ۔ اور یہ بات نہین

حاصل ہوتی جبتک کہ مداخلت رعایا کی حکومت ملک مین نہو علی الخصوص ہماری گورمنٹ کو جو غیر ملک کی رہنے والی

تھی اور مذہب اور رواج اور راہ و رسم اور طبیعت اور عادت بھی اس ملک سے مختلف رکھتی تھی ۔ اسبات پر خیال

رکھنا واجبات سے تھا ۔ گورمنٹ کا انتظام اور اُسکی خوبی اور اسلوبی اور پائداری ملکی اطوار اور عادات کی واقفیت

اور پھر اسکی رعایت پر موقوف ہے کیونکہ اگلی تاریخون کے دیکھنے سے جو درحقیقت ایک روزنامچہ ہے عادات اور

خیالات اور اطوار مختلفہ نوع انسان کا معلوم ہو سکتا ہے کہ اُنکی عادتین اور خیالات اور اطوار موافق کسی عقلی

قاعدے کے حاصل نہین ہوئی ہین بلکہ ہر ایک ملک اور قوم مین بحسب اتفاق ہو گئی ہین پس قواعد گورمنٹ

اُن اوضاع اور اطوار پر موقوف ہین نہ یہ کہ وہ اوضاع اور اطوار اور عادات قواعد گورمنٹ پر ۔ اور اسی بات مین

گورمنٹ کی پائداری اور قیام ہے ۔ کیونکہ جب تک وہ عادتین اور اخلاق رعایا کے دل مین مستحکم اور بمنزلہ

خاصیت انسانی کے نہو گئے ہون اُسوقت تک اُنکے برخلاف کرنا صریح خاصیت انسانی کے برخلاف کرنا اور سبکو

رنجیدہ رکھتا ہے ۔ کیا ہم بھول جائینگے بنگالے کی اُس بے انتظامی کی حالت کو جو ۱۷۶۵ء مین بروقت تفویض ہونے دیوانی بنگلہ کمپنی انگریز بہادر اسی واقفیت کے سبب ہوئی تھی باوصفیکہ جان کلارک مارشمن صاحب کی تاریخ اُسے یاد دلا رہی ہے اور کیا یاد نرہیگی ہمکو وہ خوبی جو بنگالے مین لارڈ ہسٹنگز صاحب بہادر کی زبان دانی اور ملکی راہ و رسم کی واقفیت سے حاصل ہوئی تھی ۔

بلاشبہہ پارلیمنٹ مین ہندوستان کی رعایا کی مداخلت غیر ممکن اور بیفائدہ محض تھی مگر لیجس لیٹیف کونسل مین مداخلت نہ رکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی پس یہی ایک بات ہے جو جڑ ہے تمام ہندوستان کے فساد کی اور جتنی باتین اور جمع ہوتی گئین وہ سب اُسکی شاخین ہین ۔

ہم یہ نہین کہتے کہ ہماری گورمنٹ نے ملکی حالات اور اطوار دریافت کرنے مین کوشش نہین کی بلکہ ہم اسکے بدل مقر ہین اور بعض قوانین گورمنٹ اور ہدایات بورڈ آف ریونیو اور انربل تامسن صاحب کے ہدایات نامۂ مال کو اسکا گواہ سمجھتے ہین مگر اسمین کچھ شک نہین کہ رعایا کے حالات اور عادات اور خیالات اور اوضاع اور اطوار اور طبیعت اور طینت اور لیاقت کے دریافت کرنے مین توجہ نہین کی ۔ بلاشبہہ ہماری گورمنٹ کو نہین معلوم تھا کہ ہماری رعیت پر دن کیسا گذرتا ہے اور رات کس مصیبت کی آتی ہے اور وہ دن بدن کس مصیبت مین پھنستے جاتے ہین اور کیا کیا رنج روز بروز اُنکے دل مین جمتے جاتے ہین جو رفتہ رفتہ بہت کثرت سے جمع ہو گئے تھے اور ایک ادنی تحریک سے دفعتًا بہ پڑے ۔

لیجس لیٹیف کونسل مین ہندوستان کے شریک نہونے سے صرف اتنا ہی نقصان نہین ہوا کہ گورمنٹ کو اصلی مضرت قوانین و ضوابط کی جو جاری ہوئے بخوبی معلوم نہین ہو سکے، اور اغراض عام رعایا جسکا لحاظ رکھنا گورمنٹ کو واجبات سے تھا ملحوظ نہین رہین، اور رعایا کو اس مضرت کے رفع کرنے اور اپنے مطلب کے پیش کرنے کی

فرصت اور قدرت نہین ملی، بلکہ بہت بڑا نقصان یہ ہوا کہ رعایا کو منشأ اور اصلی مطلب اور دلی ارادہ گورمنٹ کا معلوم نہوا،
گورمنٹ کی ہر تجویز پر رعایا کو غلط فہمی ہوئی، جو تجویز گورمنٹ کی ہوتی تھی ہندوستانیون کو بسبب اسکے کہ وہ لوگ اُسمین
شریک نہ تھے اور لازم اس تجویز سے واقف نہ تھے اُسکی بنیاد معلوم نہوئی، اور ہمیشہ یہی سمجھے کہ یہ بات بھی ہمارے اور
ہمارے ہم وطنون کے خراب اور برباد اور ذلیل اور بے دھرم کرنے کو ہے اور وہ بعضی باتین جو درحقیقت گورمنٹ سے
برخلاف رواج اور مخالف طبیعت اور طینت ہندوستانیون کے صادر ہوئی تھین قطع نظر اس سے کہ وہ فی نفسہ اچھی
تھین یا بُری زیادہ تر اُنکے غلط خیالات کو تقویت دیتی تھین۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچ گئی کہ رعایا ہندوستان کی
ہماری گورمنٹ کو میٹھے زہر اور شہد کی چھری اور ٹھنڈی آنچ کی مثال دیا کرتی تھی۔ اور پھر اُسکو اپنے دل مین سچ
سمجھتی تھی اور یہ جانتی تھی کہ اگر ہم آج گورمنٹ کے ہاتھ سے بچے ہوئے ہین تو کل نہین اور کل ہین تو پرسون نہین
اور کوئی شخص اُنکے حالات کا پوچھنے والا اور کوئی تدبیر اُنکے اس غلط خیال کو دور کرنے والی نہ تھی۔ جبکہ رعایا کا
گورمنٹ کے ساتھ یہ حال ہو جو دلی دشمن کے ساتھ ہونا چاہیے تو پھر کیا توقع ہوسکتی ہے وفاداری کی ایسی گورمنٹ
کو ایسی رعایا سے اور جبکہ ہماری گورمنٹ درحقیقت ایسی نہ تھی تو ان غلط خیالات کا ہندوستانیون کے دل مین جمنا
اور جو رنج کہ اُنکے دل پر تھا اُسکا علاج نہونا صرف اسی سبب سے تھا کہ لیجسلیٹیف کونسل مین ہندوستانی
شریک نہ تھے اگر ہوتے تو یہ سب باتین رفع ہوتی جاتین۔ اب اگر غور سے دیکھا جائے تو صرف یہی ایک
بات ہے جسنے اپنی بہت سی شاخین پیدا کر کر تمام ہندوستان مین بیجا فساد کر دیا۔

یہ مت کہو کہ ہماری گورمنٹ نے چھاپہ خانون مین سوائے گالی اور افترا اور جن باتون سے فتنہ یا سرکشی
وقوع مین آئے اور سب امورات چھاپنے کی اجازت دی تھی اور قانون جاری ہونے سے پہلے مشہور کیا جاتا تھا اور
ہر شخص کو اُسپر عذرات پیش کرنے کا اختیار تھا کیونکہ یہ امور اُن بڑی عظیم الشان باتون کے علاج کو جسکا ہم ذکر کرتے ہین۔

محض ناکافی بلکہ محض بے فائدہ تھی ۔

اور ہم نہین چاہتے کہ اس مقام پر ہم سے یہ گفتگو کی جائے کہ ہندوستانیون کا جو نہایت جاہل ہین اور بے تربیت لیجس لیٹف کونسل مین شریک ہونا کسطرح ہوتا اور کیا قاعدہ ہندوستانیون کی شرکت کا نکلتا اور اگر رعایاے ہندوستان کو مثل پارلیمنٹ کے لیجس لیٹف کونسل مین مداخلت دیجاتی تو طریقہ اُنکے انتخاب کا کیا ہوتا اور اسمین بہت سی مشکلین پیش آتین کیونکہ اس مقام پر ہمکو صرف اتنا ثابت کرنا ہے کہ یہ بات گورمنٹ کے لیے بہت اچھی اور پر ضرور تھی اور اسی کے نہونے کے سبب یہ فساد برپا ہوے اور طریقہ مداخلت رعایا کی بابت ہماری علیحدہ راے ہے اُسکو دیکھنا چاہیے اور جو بحث ہو وہان کرنی چاہیے ۔

یہ نقص جو ہماری گورمنٹ مین تھا اُسنے تمام ہندوستان کے حالات مین سرایت کی اور جسقدر اسباب سرکشی کے جمع ہوگئے گو وہ اسی ایک امر پر متفرع ہین مگر غور کرکے سب کو احاطہ مین لایا جائے تو پانچ اصول پر مبنی ہوتے ہین ۔

اول غلط فہمی رعایا یعنی برعکس سمجھنا تجاویز گورمنٹ کا ۔

دوم جاری ہونا ایسے آئین اور ضوابط اور طریقۂ حکومت کا جو ہندوستان کی حکومت اور ہندوستانیون کی عادات کے مناسب نہ تھے یا مضرت رسانی کرتے تھے ۔

سوم ناواقف رہنا گورمنٹ کا رعایا کے اصلی حالات اور اطوار اور عادات اور اُن مصائب سے جو اُن پر گذرتی تھین اور جنسے رعایا کا دل گورمنٹ سے پھٹا جاتا تھا ۔

چہارم ترک ہونا اُن امور کا ہماری گورمنٹ کی طرف سے جنکا بجا لانا ہماری گورمنٹ پر ہندوستان کی حکومت کے لیے واجب اور لازم تھا ۔

پنجم بدانتظامی اور بے اہتمامی فوج کی ۔

اب ہم ان پانچون اصل کی تفصیل اور اُسکی ہر ہر شاخ کو جدا جدا بیان کرتے ہین وباللہ التوفیق

## اصل اول

غلط فہمی رعایا یعنی برعکس سمجھنا تجاویز گورمنٹ کا

نافہمی رعایا

اس مقام پر جتنی باتین ہم بیان کرتے ہین اُنسے ہمارا یہ مطلب نہین ہے کہ درحقیقت ہماری گورمنٹ مین یہ باتین تھین بلکہ یہ مطلب ہے کہ لوگون نے یون غلط سمجھا اور سرکشی کا سبب ہوگیا اگر ہندوستانی آدمی بھی لیجس لیٹیف کونسل مین مداخلت رکھتے تو یہ غلط فہمی واقع نہوتی۔

مذہبی مداخلت

مداخلت مذہبی کچھ شبہہ نہین کہ تمام لوگ جاہل اور قابل اور اعلی اور ادنی یقین جانتے تھے کہ ہماری گورمنٹ کا دلی ارادہ ہے کہ مذہب اور رسم و رواج مین مداخلت کرے اور سب کو کیا ہندو اور کیا مسلمان عیسائی مذہب اور اپنے ملک کی رسم و رواج پر لاڈالے اور سب سے بڑا سبب اس سرکشی مین یہی ہے۔

ہر شخص دل سے جانتا تھا کہ ہماری گورمنٹ کے احکام بہت آہستہ آہستہ ظہور مین آتے ہین اور جو کام کرنا ہوتا ہی رفتہ رفتہ کیا کرتے ہین اسواسطے دفعتًا اور جبرًا مسلمانون کی طرح دین بدلنے کو نہین کہتے مگر جتنا جتنا قابو پاتے جائینگے اُتنی اُتنی مداخلت کرتے جائینگے اور جو باتین رفتہ رفتہ ظہور مین آتی گئین جنکا بیان آگے آئیگا اُنکے اس غلط شبہہ کو زیادہ تر مستحکم اور مضبوط کرتی گئین سب کو یقین تھا کہ ہماری گورمنٹ علانیہ جبر مذہب بدلنے پر نہین کریگی بلکہ خفیہ تدبیرین کرکر مثل نابود کردینے علم عربی و سنسکرت کے اور مفلس اور محتاج کردینے ملک کے اور

سیاہی نمونہ

لوگون کو جو انکا مذہب ہے اُسکے مسائل سے ناواقف کرکر اور اپنے دین و مذہب کی کتابین اور مسائل اور وعظ کو پھیلا کر نوکریون کا لالچ دے کر لوگون کو بے دین کردینگے ۱۸۳۷ء کی قحط سالی مین جو یتیم لڑکے عیسائی کیے گئے وہ تمام اضلاع ممالک مغربی و شمالی مین ارادہ گورمنٹ کے ایک نمونہ گنے جاتے تھے کہ ہندوستان کو اسطرح پر مفلس اور محتاج کرکر اپنے مذہب مین لے آئینگے مین سچ کہتا ہون کہ

جب سرکار انریبل ایسٹ انڈیا کمپنی کوئی ملک فتح کرتی تھی ہندوستان کی رعایا کو کمال رنج ہوتا تھا اور یہ بھی مین سچ
کہتا ہون کہ منشا اِس رنج کا اور کچھ نہین ہوتا تھا بجز اسکے کہ لوگ جانتے تھے کو جون جون اختیار ہماری گورمنٹ کا زیادہ
ہوتا جائیگا اور کسی دشمن اور ہمسایہ حاکم کے مقابلے اور فساد کا اندیشہ نرہیگا وُون وُون ہمارے مذہب اور
رسم و رواج مین زیادہ تر مداخلت کرینگے ۔

ہماری گورمنٹ کی ابتدائی حکومت ہندوستان مین گفتگو مذہب کی بہت کم تھی روز بروز زیادہ ہوتی گئی اور
اس زمانہ مین بدرجۂ کمال پوہنچ گئی اسمین کچھ شک نہین کہ ہماری گورمنٹ کو ان امور مین کچھ مداخلت نہ تھی
مگر ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ یہ سب معاملے بموجب حکم اور بموجب اشارہ اور مرضی گورمنٹ ہوتے ہین سب جانتے تھے
کہ گورمنٹ نے پادری صاحبون کو ہندوستان مین مقرر کیا ہے گورمنٹ سے پادری صاحب تنخواہ پاتے ہین۔
گورمنٹ اور اور حکام انگریزی ولایت زاجو اس ملک مین نوکر ہین وہ پادری صاحبون کو بہت سا روپیہ واسطے
خرچ کے اور کتابین بانٹنے کو دیتے ہین اور ہر طرح انکے مددگار اور معاون ہین اکثر حکام متعہد اور افسران فوج نے
اپنے تابعین سے مذہب کی گفتگو شروع کی تھی بعضے صاحب اپنے ملازمون کو حکم دیتے تھے کہ ہماری کوٹھی پر
آنکر پادری صاحب کا وعظ سنو اور ایسا ہی ہوتا تھا غرضکہ اس بات نے ایسی ترقی پکڑی تھی کہ کوئی شخص یہ نہین
جانتا تھا کہ گورمنٹ کی عملداری مین ہمارا یا ہماری اولاد کا مذہب قائم رہیگا ۔

پادری صاحبون کے وعظ نے نئی صورت نکالی تھی تکرار مذہب کی کتابین بطور سوال جواب چھپینی اور تقسیم
ہونی شروع ہوئین اُن کتابون مین دوسرے مذہب کے مقدس لوگون کی نسبت الفاظ اور مضامین رنج دہ
مندرج ہوے ۔ ہندوستان مین دستور وعظ اور کتھا کا یہ ہے ۔ کہ اپنے اپنے معبد یا مکان پر بیٹھکر کہتے ہین جسکا دل
چاہے اور جسکو رغبت ہو وہان جا کر سنے ۔ پادری صاحبون کا طریقہ اسکے برخلاف تھا وہ خود غیر مذہب کے مجمع

اور تیرت گاہ اور میلہ مین جا کر وعظ کہتے تھے۔ اور کوئی شخص صرف حکام کے ڈر سے مانع نہوتا تھا بعض ضلعون مین
یہ رواج نکلا کہ پادری صاحبون کے ساتھ تھانہ کا ایک چپراسی جانے لگا۔ پادری صاحب وعظ مین صرف انجیل مقدس
ہی کے بیان پر اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ غیر مذہب کے مقدس لوگون کو اور مقدس مقامون کو بہت برائی سے
اور ہتک سے یاد کرتے تھے جس سے سننے والون کو نہایت رنج اور دلی تکلیف پہونچتی تھی اور ہماری گورمنٹ سے
ناراضی کا بیج لوگون کے دل مین بویا جاتا تھا۔

ی سکول

مشنری سکول بہت جاری ہوے اور اُنمین مذہبی تعلیم شروع ہوئی سب لوگ کہتے تھے کہ سرکار کی طرف سے
ہین بعض اضلاع مین بہت بڑے بڑے عالیقدر حکام متعہد اُن اسکولون مین جاتے تھے اور لوگون کو اُس مین
داخل اور شامل ہونے کی ترغیب دیتے تھے۔ امتحان مذہبی کتابون مین لیا جاتا تھا اور طالب علمون سے جو لڑکے
کم عمر ہوتے تھے پوچھا جاتا کہ تمھارا خدا کون تمھارا نجات دینے والا کون اور وہ عیسائی مذہب کے موافق جواب
دیتے تھے اُس پر اُن کو انعام ملتا تھا اِن سب باتون سے رعایا کا دل ہماری گورمنٹ سے پھرتا جاتا تھا۔
یہان ایک بڑا اعتراض یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر لوگ اس تعلیم سے ناراض تھے تو اپنے لڑکون کو کیون داخل
کرتے تھے اس بات کو عدم ناراضی پر خیال کرنا نہین چاہیے بلکہ یہ ایک بڑی دلیل ہے ہندوستان کے کمال
خراب حال اور مفلس اور نہایت تنگ اور تباہ حال ہوجانے پر یہ صرف ہندوستان کی محتاجی اور مفلسی کا باعث تھا
کہ لوگ اس خیال سے کہ ان اسکولون مین داخل ہوکر ہماری اولاد کو کچھ وجہ معیشت اور روزگار حاصل ہوگا ایسی
سخت بات کو جس سے بلاشبہہ اُنکو دلی رنج اور روحانی غم تھا گوارا کرتے تھے نہ رضامندی سے۔

ساتی مکاتب

دیہاتی مکتبون کے مقرر ہونے سے سب لوگ یقین سمجھتے تھے کہ صرف عیسائی بنانے کو یہ مکتب جاری ہوئے
ہین پرگنہ وزیٹر اور دپٹی انسپکٹر جو ہر ہر گانون اور قصبہ مین لوگون کو نصیحت کرتے پھرتے تھے کہ اپنے لڑکون کو

مکتبون مین داخل کرو ہر ہر گانون مین کالا پادری اُنکا نام تھا جس گانون مین پرگنہ وزیٹر یا ڈپٹی انسپکٹر پہونچا
اور گنوارون نے آپسمین چرچا کیا کہ کالا پادری آیا عوام الناس یون خیال کرتے تھے کہ یہ عیسائی مکتب ہین
اور کرشان بنانے کو بٹھاتے ہین اور فہمیدہ آدمی اگرچہ یہ نہین سمجھتے تھے مگر یون جانتے تھے کہ ان مکاتب مین
صرف اردو کی تعلیم ہوتی ہے ہمارے لڑکے اسمین پڑھکر اپنے مذہب کے احکام اور مسائل اور اعتقادات اور رسمیات سے
بالکل ناواقف ہوجائینگے اور عیسائی بنجائینگے اور یون سمجھتے تھے کہ گورمنٹ کا یہی ارادہ ہے کہ ہندوستان کے
مذہبی علوم کو معدوم کردے تاکہ آیندہ کو عیسائی مذہب پھیل جائے اکثر اضلاع شرقی ہندوستان مین ان مکتبون کا
جاری ہونا اور لڑکون کا داخل ہونا صاف کھٹکتا ہوا اور کہدیا کہ گورمنٹ کا حکم ہے کہ لڑکون کو داخل کیا جائے ۔

لڑکیون کی تعلیم کا بہت چرچا ہندوستانمین تھا اور سب یقین جانتے تھے کہ سرکار کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیان اسکولون مین
آئین اور تعلیم پائین اور بے پردہ ہوجائین کہ یہ بات حد سے زیادہ ہندوستانیون کو ناگوار تھی بعض بعض اضلاع مین
اسکا نمونہ قائم ہوگیا تھا پرگنہ وزیٹر اور ڈپٹی انسپکٹر یہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم سعی کرکر لڑکیون کے مکتب قائم کردین گے
تو ہماری بڑی نیک نامی گورمنٹ مین ہوگی اس سبب سے وہ ہر طرح پر بطریق جائز و ناجائز لوگون کو واسطے قائم کرنے
لڑکیون کے مکتبون کی فہمایش کرتے تھے اور اس سبب سے زیادہ تر لوگون کے دلون کو ناراضی اور اپنے غلط
خیالات کا اُنکو یقین ہوتا جاتا تھا ۔

بڑے بڑے کالج جو شہرون مین مقرر تھے اول اول گو اُنسے بھی کچھ کچھ وحشت لوگون کو ہوئی تھی اُس زمانہ مین
شاہ عبدالعزیز جو تمام ہندوستان نہایت نامی مولوی تھے زندہ تھے مسلمانون نے اُنسے فتوی پوچھا اُنھون نے صاف
جواب دیا کہ کالج انگریزی مین جانا اور پڑھنا اور انگریزی زبان کا سیکھنا بموجب مذہب کے سب درست ہے اُسپر
سیکڑون مسلمان کالجون مین داخل ہوے مگر اُس زمانے مین کالجون کا حال ایسا نہ تھا بلکہ اُن مین تعلیم کا سر رشتہ بہت اچھا تھا

ہر قسم کے علوم فارسی اور عربی اور سنسکرت اور انگریزی پڑھائے جاتے تھے فقہ اور حدیث اور علم ادب پڑھانے کی اجازت تھی فقہ مین امتحان ہوتا تھا سندین ملتی تھین کسی طرح کی ترغیب مذہبی نہ تھی مدرس بہت ذی عزت اور معتبر اور مشہور اور ذی علم اور پرہیزگار مقرر ہوتے تھے مگر آخر کو یہ بات نرہی قدر عربی کی بہت کم ہوگئی اور فقہ اور حدیث کی تعلیم کمیسر جاتی رہی فارسی بھی چندان قابل لحاظ نرہی تعلیم کی صورت اور کتابون کے رواج نے بالکلیہ تغیر پکڑا اردو اور انگریزی کا رواج بہت زیادہ ہوا جسکے سبب وہی شبہہ کہ گورمنٹ کو ہندوستان کے مذہبی علوم کا معدوم کرنا منظور ہے قائم ہوگیا مدرس لوگ معتبر اور ذی علم نرہے وہی مدرسہ کے طالب علم کہ جنھون نے ابھی تک لوگون کی آنکھون مین اعتبار پیدا نہ کیا تھا مدرس ہونے لگے اسلیے اِن مدرسون کا بھی وہی حال ہوگیا ۔

نکلنا اشتہار متعلق نوکری

ادھر تو دیہاتی مکاتب اور کالجون کا یہ حال تھا کہ اُنپر سب کو شبہہ رواج دینے مذہب عیسائی کا ہو رہا تھا کہ دفعتاً پیشگاہ گورمنٹ سے اشتہار جاری ہوا کہ جو شخص مدرسے کا تعلیم یافتہ ہوگا اور فلان فلان علوم اور زبان انگریزی مین امتحان دیکر سند یافتہ ہوگا وہ نوکری مین سب سے مقدم سمجھا جائیگا چھوٹی چھوٹی نوکریان بھی ڈپٹی انسپکٹرون کے سارٹیفکٹ پر جنکو ابھی تک سب لوگ کالا پادری سمجھے جاتے تھے منحصر ہوگئین اور ان غلط خیالات کے سبب لوگون کے دل پر ایک غم کا بوجھ پڑگیا اور سب کے دل مین ہماری گورمنٹ سے نارضی پیدا ہوگئی اور لوگ یہ سمجھے کہ ہندوستانکو ہر طرح بے معاش اور محتاج کیا جاتا ہے کہ تا مجبور ہوکر رفتہ رفتہ ان لوگون کی مذہبی باتون مین تغیر و تبدل ہوجائے ۔

اسی زمانہ مین بعض اضلاع مین تجویز ہوئی کہ قیدی جیلخانون مین ایک شخص کے ہاتھ کا پکا ہوا کھائین جس سے ہندوون کا مذہب بالکل جاتا رہتا تھا مسلمانون کے مذہب مین اگرچہ کچھ نقصان نہین آتا تھا مگر اسکا رنج سب کے دل پر تھا کہ سرکار ہر ایک کا مذہب لینے پر آمادہ اور ہر طرح پر اُسکی تدبیر مین ہے ۔

چٹھی پادری ایڈمنڈ کی

یہ سب خرابیان لوگون کے دلون مین ہو رہی تھین کہ دفعتاً ۱۸۵۵ء مین پادری ای ایڈمنڈ نے

دارالامارت کلکتہ سے عموماً اور خصوصاً سرکاری معزز نوکرون کے پاس چھٹیات بھیجین جنکا مطلب یہ تھا کہ اب تمام
ہندوستان مین ایک عملداری ہوگئی تار برقی سے سب جگہ کی خبر ایک ہوگئی ریلوی سڑک سے سب جگہ کی آمد
ورفت ایک ہوگئی مذہب بھی ایک چاہیے اسلیے مناسب ہے کہ تم لوگ بھی عیسائی ایک مذہب ہوجاؤ مین سچ
کہتا ہون کہ ان چھٹیات کے آنے کے بعد خوف کے مارے سب کی آنکھون مین اندھیرا آگیا پانون تلے کی مٹی
نکل گئی سب کو یقین ہوگیا کہ ہندوستانی جسوقت کے منتظر تھے وہ وقت اب آگیا اب جتنے سرکاری نوکر ہین اول
اُنکو کرسٹان ہونا پڑیگا اور پھر تمام رعیت کو سب لوگ بیشک سمجھتے تھے کہ یہ چھٹیان گورمنٹ کے حکم سے آئی ہین
آپسمین ہندوستانی لوگ اہلکاران سرکاری سے پوچھتے تھے کہ تمھارے پاس بھی چھٹی آئی اسکا مطلب یہ ہوتا تھا
کہ تم بھی بسبب لالچ نوکری کے کرسٹان ہوگے ان چٹھیون نے یہانتک ہندوستانی اہلکارون کو الزام لگایا کہ جن
پاس چھٹیان آئین تھین وہ مارے شرمندگی اور بدنامی کے چھپاتے تھے اور انکار کرتے تھے کہ ہمارے پاس تو نہین
آئی لوگ جواب دیتے تھے کہ اب آجائیگی کیا تم سرکار کے نوکر نہین ہو اگر سچ پوچھو تو یہ چھٹیان تمام ہندوستانیونکے
غلط شبہات کو پکا اور مستحکم کرنے والی تھین چنانچہ اُنھون نے کردیا اور اُسکے مٹانے کو کوئی تدبیر کارگر نہوئی ۔

کچھ عجب نہ تھا کہ اُسی زمانہ مین کچھ برہمی اور تھوڑا بہت فساد ملک مین شروع ہوجاتا چنانچہ اُسوقت کے حالات سے
ظاہر ہوتا ہے مگر جناب معلی القاب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بنگال نے بہت جلد خبر لی اور ایک اشتہار جاری کیا جس سے
فی الجملہ لوگون کے دلون مین تسلی ہوئی اور وہ اضطرار جو ہوگیا تھا وہ دھیما ہوا مگر جیسا کہ چاہیے ویسا قلع اور قمع اسکا
نہوا لوگ سمجھے کہ بالفعل یہ بات موقوف ہوگئی پھر کبھی قابو پاکے وقت پر جاری ہوگی پادری ای ایڈمنڈ
کی چھٹی اور نواب معلی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر بنگال کا اشتہار آخر کتاب مین مندرج ہے وہان دیکھو ۔

اِن سب باتون سے مسلمان بہ نسبت ہنود کے بہت زیادہ ناراض تھے اسکا سبب یہ ہے کہ ہندو اپنے مذہب کے

احکام بطور رسم و رواج کے ادا کرتے ہین نہ بطور احکام مذہب کے اُنکو اپنے مذہب کے احکام اور عقائد اور رد و دلی اور
اعتقادی باتین جن پر نجات عاقبت کی موافق اُنکے مذہب کے منحصر ہے مطلق معلوم نہین ہین اور نہ اُنکے برتاو مین
ہین اس سبب سے وہ اپنے مذہب مین نہایت سُست اور بجز اُن رسمی باتون کے اور کھانے پینے کے پرہیز کے اور
کسی مذہبی عقیدے مین پختہ اور متعصب نہین ہین اُنکے سامنے اُنکے اُس عقیدے کے جسکا دل مین اعتقاد چاہیے
برخلاف باتین ہوا کرین اُنکو کچھ غصہ یا رنج نہین آتا برخلاف مسلمانون کے وہ اپنے مذہب کے عقائد بموجب جو باتین کہ
اُنکے مذہب مین نجات دینے والی اور عذاب مین ڈالنے والی ہین بخوبی جانتے ہین اور اِن احکام کو مذہبی احکام اور
خدا کی طرف کے احکام سمجھکر کرتے ہین اس سبب سے اپنے مذہب مین پختہ اور متعصب ہین ان وجوہات سے مسلمان
زیادہ تر ناراض تھے اور ہندوٗن کی بہ نسبت زیادہ تر فساد مین اُنکا شریک ہونا قرین قیاس تھا چنانچہ یہی ہوا بلا شبہہ
جتنی گورمنٹ کی مداخلت مذہب مین خلاف قواعد ملکداری ہے ویسا ہی کسی مذہب کی تعلیم کو روکنا علی الخصوص اُس
مذہب کے جسکو وہ حق سمجھتے ہے برخلاف اور بیجا ہے مگر ہمارا مطلب صرف اتنا ہے کہ باوجودیکہ ہماری گورمنٹ
ایسی ہی ہے مگر کام اسطرح پر ہوئے کہ رعایا کا یہ غلط شبہہ رفع نہوا۔

## اصل دوم

جاری ہونا ایسے آئین اور ضوابط اور طریقہ حکومت کا جو ہندوستان کی حکومت اور ہندوستانیون کے عادات
کے مناسب نہ تھے۔

لیجس لیٹیف کونسل سے بھی امور مذہبی مین مداخلت ہوئی ایکٹ ۲۱ سنہ ۱۸۵۰ع صاف مذہبی قواعد پر خلل انداز تھا پھر
اس ایکٹ سے ایک یہ بدگمانی لوگون کو تھی کہ یہ ایکٹ خاص واسطے ترغیب عیسائی مذہب قبول کرنے کے جاری
ہوا ہے کیونکہ یہ بات ظاہر تھی کہ غیر مذہب کا کوئی آدمی ہندؤن مین شامل نہین ہو سکتا پس ہندو تو اِس

قانون کے مفاد سے محروم تھے غیر مذہب کا کوئی آدمی اگر مسلمان ہوجائے تو اُسکو اپنے مذہب کی روسے جو اُسنے اختیار کیاہے اپنے مورثون کا ترکہ جو غیر مذہب مین تھے لینا منع ہے پس کوئی نو مسلم بھی اس ایکٹ سے فائدہ نہین اُٹھا سکتا تھا البتہ عیسائی مذہب جسنے قبول کیاہے وہ فائدہ مند ہوسکتا تھا اس سبب سے لوگ خیال کرتے تھے کہ علاوہ مداخلت مذہبی کے اس ایکٹ سے صاف ترغیب ہے ۔

ایکٹ ۱۵ ۱۸۵۶ء درباب بیوہ ہنود کے رسوم مذہبی مین خلل ڈالتا تھا گو اسمین بڑی بڑی بحثین ہوئین اور بیوستے بھی لیے گئے مگر ہندو لوگ جو مذہب سے زیادہ پابند رسم و رواج کے ہین اس ایکٹ کو نہایت ناپسند کرتے تھے بلکہ باعث اپنی ہتک عزت اور بربادی خاندان کا جانتے تھے اور یون بدگمانی کرتے تھے کہ یہ ایکٹ اس مراد سے جاری ہوا ہے کہ ہنود کی بیوائین خود مختار ہوجائین اور جو چاہین سو کرنے لگین ۔

ضابطہ عورتون کی فعل مختاری کا جو فوجداری سے عدالتون مین جاری تھا کسقدر ہندوستانیون کی عزت او آبرو اور رسم اور رواج مین نقصان پہنچاتا تھا منکوحہ عورتین تک فوجداری سے فعل مختار ہوگئین ولیون کی ولایت عورتون پر سے اُٹھ گئی اور یہ باتین صریح مذہب مین نقصان پہونچاتی تھین دیوانی عدالت پر جو اسکا تدارک حوالہ کیا گیا تھا بلاشبہہ ناکافی اور بیفائدہ تھا اور جس بات کا فی الفور تدارک ہونا از روے مذہب اور رسم و رواج کے چاہیے تھا وہ ایسی تاخیر اور جھمیلے مین ڈالا گیا تھا کہ زیادہ تر فساد اُس سے برپا ہوتا تھا دیوانی کی ڈگریات بابت دلاپانے زوجہ کے بہت ہی کم تعمیل ہوئی ہونگی اکثر مقدمات ایسے نکلین گے کہ عورت نے غاصب کے گھر دو تین بچے بھی جن لیے اور ہنوز مدعی اُسکی نشانہی کی تدبیر مین سرگردان ہے ۔

چند ایکٹ اور قانون ایسے ہین کہ جنکی روسے باوصف متحد المذہب ہونے متخاصمین کے برخلاف اُنکے مذہب کے مقدمات دیوانی عدالت سے فیصل ہوتے تھے ہمارا یہ مطلب نہین ہے کہ ہماری گورنمنٹ کسی مذہب کی

طرفداری کرے مختلف مذہب ہونے کی صورت مین بلاشبہہ انصاف کا لحاظ چاہیے بشرطیکہ وہ انصاف دونون مذہبون کے یا دونون اہل مقدمہ کے معاہدہ کے برخلاف نہو الاجب طرفین متحد المذہب ہین تو ضرور ہے کہ اُن ہی کے مذہب یا اُن ہی کے رسم ورواج کے مطابق مقدمات حقوق متعلقہ دیوانی کے فیصل ہون۔

قوانین ضبطی اراضیات لاخراج جسکا آخر قانون ۱۸۵۱ء ہے حکومت ہندوستان کو نہایت مضر تھا ضبطی اراضیات نے جسقدر رعایاے ہندوستان کو ناراض اور بدخواہ ہماری گورمنٹ کا کردیا تھا اس سے زیادہ اور کسی چیز نے نہین کیا تھا سچ فرمایا تھا لارڈ منرو اور ڈیوک آف ولنگٹن صاحب بہادر نے کہ ضبط کرنا معافیات کا ہندوستانیون سے دشمنی پیدا کرنی اور اُنکو محتاج کردینا ہے مین بیان نہین کرسکتا کہ ہندوستانیون کو کسقدر ناراضی اور دلی رنج اور ہماری گورمنٹ کی بدخواہی اور نیز کتنی مصیبت اور تنگی معاش اس سبب سے اُنکو تھی بہت سی معافیات صدہا سال سے چلی آتی تھین اور ادنی ادنی حیلہ پر ضبط ہوگئین ہندوستانی صاف خیال کرتے تھے کہ سرکار نے خود تو ہماری پرورش نہین کی بلکہ جو جاگیر ہمکو اور ہمارے بزرگون کو اگلے بادشاہون نے دی تھین وہ بھی گورمنٹ نے چھین لین پھر تو ہمکو اور کیا توقع گورمنٹ سے ہے ضبطی اراضیات کے باب مین اگر ہماری گورمنٹ کی طرف سے یہ عذر صحیح اور واقعی بھی سمجھا جائے کہ اگر ضبطی اراضیات لاخراجی نہوتی تو واسطے پورا کرنے اخراجات گورمنٹ کے جسکو نہایت کفایت شعاری سے مان لینا چاہیے ہندوستانی آدمیون سے اور کسی محصول کے لینے کی تدبیر کرنی پڑتی مگر رعایا کو اس سے کسی طرح پر تسلی اور جو مصیبت کہ اُن پر پڑی اُسکا دفعیہ نہین ہوسکتا دیکھو اس زمانے مین جہان جہان باغیون نے اشتہارات واسطے بہکانے اور ورغلانے رعایا کے جاری کیے ہین سب مین بجز دو باتون کے یعنی مداخلت مذہبی اور ضبطی معافیات کے اور کسی چیز کا ذکر نہین ہے اس سے بخوبی ثابت ہے کہ یہ دونو باتین اصلی منشا اور بہت بڑا سبب ناراضی اہل ہند کا تھا علی الخصوص مسلمانون کا جنکو یہ نقصان بہت

زیادہ بہ نسبت ہندؤن کے پونہچا تھا۔

نیلام زمینداری

اگلی عملداریون مین بلاشبہہ حقیت زمینداری کی خانگی بیع اور رہن اور ہبہ کا دستور تھا مگر یہ بہت کم ہوتا تھا اور جہان جہان تک ہوتا تھا برضامندی اور بخوشی ہوتا تھا بعلت باقی یا بعلت قرضہ جبرًا اور حکمًا نیلام حقیت کا کبھی دستور نہین ہوا ہندوستان مین زمیندار اپنی موروثی زمینداری کو بہت عزیز سمجھتے ہین اُسکے زوال سے اُنکو کمال رنج ہوتا ہے اگر خیال کیا جائے تو ہندوستان مین ہر ایک محال زمینداری کا ایک چھوٹی سی سلطنت دکھائی دیتی ہے قدیم سے سب کی رضامندی سے ایک شخص سردار ہوتا ہے وہ ایک بات تجویز کرتا تھا اور ہر ایک حقیت دار کو بقدر اپنے حصہ زمینداری کے بولنے کا اور دخل دینے کا اختیار ہوتا تھا رعیت باشندہ دیہ کے چودھری بھی حاضر ہوکر کچھ کچھ گفتگو کرتے تھے اگر کسی مقدمہ نے زیادہ طول پکڑا تو کسی بڑے گانؤن کے مقدم اور سردار کے حکم سے فیصلہ ہوگیا ہندوستان کے ہر ایک گانؤن مین بہت خاصی صورت ایک چھوٹی سلطنت اور پارلیمنٹ کی موجود تھی بے شک بادشاہ کو جسقدر اپنی سلطنت جانیکا رنج ہوتا تھا اتنا ہی زمیندار کو اپنی زمینداری جانیکا غم تھا ہماری گورمنٹ نے اسکا مطلق خیال نہ کیا ابتداے عملداری سے آج تک شاید کوئی گانون باقی ہوگا جسمین تھوڑا بہت نہ انتقال ہوا ہو ابتدا ابتدا مین ان نیلامون نے ایسی بے ترتیبی سے کثرت پکڑی کہ تمام ملک اُلٹ پلٹ ہوگیا پھر ہماری گورمنٹ نے اُسکے تدارک کو قانون اول سنہ ۱۸۲۱ع جاری کیا اور ایک کمیشن مقرر ہوا اُس سے اور قسم کی صدہا خرابیان برپا ہوگئین یہان تک کہ یہ کام حسب دلخواہ انجام نہوسکا اور آخرکار یہ محکمہ بند ہوگیا۔

اس مقام پر ہم یہ گفتگو کرنی نہین چاہتے کہ اگر سرکار وصول مالگزاری کا یہ قاعدہ مقرر نکرتی تو پھر کیا کرتی اور جبکہ زمین مالگزاری سرکار مین مستغرق اور اُسکی ذمہ دار سمجھی جاتی ہے تو کیون نہین نیلام ہوتی کیونکہ ہم اس مقام پر صرف

یہ بات بیان کرتے ہین کہ سرکشی کے یہ اسباب ہوے خواہ ان سببون کا ہونا بمجبوری ہوا خواہ ناواقفی سے اور اگر اس امر کی بحث دیکھنی ہو تو ہماری دوسری راے طریقہ انتظام ہندوستان ہے اُسکو دیکھو مگر اتنی بات یہان لکھدیتے ہین کہ زمین کا مالگزاری مین مستغرق سمجھنا بہت قابل مباحثہ کے ہے درحقیقت دعوی سرکار کا پیداوار پر ہے نہ زمین پر۔ بعوض زر قرضہ نیلام حقیقت کے رواج نے بہت سے فساد برپا کیے مہاجنون اور روپیہ والون نے دم دیکر زمینداروںکو روپے دئے اور قصداً اُنکی زمینداری چھین نے کو بہت فریب برپا کیے اور دیوانی مین ہر قسم کے جھوٹے سچے مقدمات لگائے اور قدیم زمیندارون کو بیدخل کیا اور خود مالک بنگئے ان آفات نے تمام ملک کے زمیندارونکو ہلا ڈالا۔ بندوبست مالگزاری جو ہماری گورمنٹ نے کیا نہایت قابل تعریف کے ہے مگر اگلے بندوبستون کی نسبت سنگین ہے اگلی عملداریون مین بطور خام تحصیل مالگذاری لیجاتی تھی شیر شاہ نے ایک تہائی پیداوار کا حصہ گورمنٹ مقرر کیا تھا کچھ شک نہین کہ اس طریقہ مین بہت مشکلین تھین اور گورمنٹ کو نقصان متصور تھا گر کاشت کار سب آباد رہتے تھے کسی کو ٹوٹا دینا نہ پڑتا تھا اکبر اول نے اسی بندوبست کو یعنی پیداوار کا تہائی حصہ لینا پسند کیا اور اسی کو جاری کیا گر بندوبست پختہ کردیا جسکا ذکر لارڈ الفنسٹن صاحب کی عمدہ تاریخ مین مندرج ہے اور آئین اکبری مین بھی اُسکا بیان ہے اکبر نے اقسام زمین کے مقرر کیے اول قسم کی زمین سے جسکا نام پولچ تھا اور ہر سال بوئی جاتی تھی برابر مالگزاری کا حصہ لیا جاتا تھا دوم قسم کی زمین جسکا نام پڑوتی تھا اور ہمیشہ کاشت نہوتی تھی بلکہ چندے واسطے زور بڑھانے کے چھوڑ دیتے تھے اُس زمین سے اُنھین سالون کی بابت مالگزاری لیجاتی تھی جسمین وہ کاشت ہوتی تھی سوم قسم کی زمین کی جسکا نام چچر تھا اور زمین چار برس سے بے ترددتھی اور اُسکی درستی کے لیے خرچ بھی درکار ہوتا تھا اول سال زراعت مین بچہ دو لیا جاتا تھا اور پھر بڑھتا جاتا تھا یہانتک کہ پانچوین مین پورا ہوتا تھا چہارم قسم کی زمین جسکا نام بنجر تھا اور پانچ برس سے زیادہ بے تردد پڑی تھی اور بھی ملایم شرطین تھین اسی خام بندوبست کا نقدی سے بدلنا اسطرح پر تھا کہ پیداوار ہر بیگہہ کی

اور ہر قسم زمین کی اوسط کے حساب سے غلہ کے وزن پر نکالی جاتی تھی مثلاً بیگہ پیچھے نومن غلہ کی پیداوار نکالی اور تین من غلہ اُس بیگہ کا کاشت کار سے لینا حصہ گورمنٹ ٹھہر گیا پھر اوسط نرخ ناموں سے قیمت غلہ قرار دی گئی اور وہ نقدی اُس بیگھ کی ٹھہر گئی پھر اسمین بڑی رفاہ یہ تھی کہ اگر کاشت کار بعوض نقدی گرانی نرخ سمجھکر تین من غلہ دیدے تو اُسکو اختیار تھا سرکاری بندوبست مین انھین سے بہت باتون کا خیال نہین رہا افتادہ زمین پر برابر محصول لگ گیا جن زمینون کا زور بڑھانے کو کچھ دنون افتادہ رکھنا تھا اُسکی منہائی نہین ہوئی ہر سال برابر جوتے جانے سے زور کم ہوتا گیا پیداوار کم ہونے لگی جو حساب بندوبست کے وقت لگایا تھا وہ نہ رہا اکثر اضلاع مین ہر ایک بندوبست سخت ہوگیا زمینداروں کاشتکارون کو نقصان عائد ہوے رفتہ رفتہ وہ بے سامان ہوگئے زراعت کا سامان بہت کم ہوگیا اور اس سبب سے جو زمین کاشت کرتے تھے وہ جیسا کہ چاہیے کمائی نہ گئی اس سبب سے بھی کمی پیداوار ہوئی ادائے مالگزاری کے لیے وہ قرضدار ہوے سود قرضہ زیادہ ہونے لگا بہت سے زمیندار مالگزار جو بہت اچھا سامان اور معقول خرچ رکھتے تھے مفلس ہوگئے جن دیہات مین افتادہ زمین سوا تھی وہ اور زیادہ خراب ہوگئی ازبل تامسن صاحب بہادر اپنے ہدایت نامہ کی دفعہ ۴۶ مین لکھتے ہین کہ آئین نہم ۱۸۳۳ء کے بندوبست مین علی العموم یہ بات نظر آتی ہے کہ اچھے دیہات کی جمع کچھ نرم تجویز ہوئی اور خراب دیہات کی جمع سنگین ہوگئی زمیندارون کی ناجائز منفعتین جاتی رہین اگرچہ یہ بات بہت اچھی تھی مگر بندوبست کے وقت اُسکی رعایت چاہیے تھی جو نہوئی غرضکہ ان اسباب سے زمیندارون اور کاشتکارون کو مفلسی نے گھیر لیا تھا جسکے سبب باوجود اس امن و آسایش کے جو زمیندارون کو تھی اُنکے دل سے پچھلی عملداریون کی یاد بھولتی نہ تھی۔

تعلقہ داری بندوبست کا شکست کردینا اگرچہ ہم یہ نہین کہتے کہ اسمین کچھ نا انصافی ہوئی مگر عمدہ سبب فساد کا ہوا خصوصاً ملک اودھ مین یہ تعلقہ دار راجہ بنے ہوے تھے اپنی تعلقداری کے دیہات مین حکومتین کرتے تھے نفع اٹھاتے تھے

تعلقہ داری بندوبست کا شکست علی الخصوص ملک اودھ مین

وہ بادشاہت اور منفعت اُنکی دفعتاً جاتی رہی اس باب مین بھی کہ اگر سرکار یہ نکرتی تو اصل زمینداروں کو ان ظالمونکے ہاتھ سے کیونکر نکالتی ہم اس مقام پر بحث نہین کرینگے بلکہ اسکی بحث ہماری دوسری راے مین ہے یہان صرف یہ بیان کرنا ہے کہ شکست تعلقداری بھی سبب سرکشی ہے ۔

اسٹامپ کا جاری ہونا بالکل ایک ولایتی پیداوار ملک کا قاعدہ ہے جہان کی آمدنی گویا کہ نہین لیجاتی ہندوستان مین اسکا جاری کرنا اور پھر رفتہ رفتہ اسکی قیمت مین اضافہ ہوتا جانا جسکی انتہا اب قانون دہم ۱۸۲۹ء مین ہے بلاشبہہ خلاف طبائع اہل ہند بلکہ بنظر حالات مفلسی اہل ہند نامناسب تھا اسٹامپ کے جاری ہونے مین پچھلے لوگ بہت بحث کر گئے ہین اور بہت سی دلیلین پیش ہوئی ہین کہ اسکا اجرا مفید ہے اور بہت غالب تر دلیلین پیش ہوئی ہین کہ اصلی بات برخلاف اسکے ہے مگر ہم اس مقام پر اُن سب بحثون سے قطع نظر کرتے ہین اور اتنا لکھنا کافی سمجھتے ہین کہ اُن بحثون کی حاجت اُن ملکون مین ہے جہان کی رعایا تربیت یافتہ اور متمول اور راست باز معاملہ فہم ہے ہندوستان کی رعایا جو دن بدن مفلس ہوتی جاتی ہے وہ ہرگز اس زیرباری اُٹھانے کے لائق نہین سب عقلا اس محصول کو ناپسند کر گئے ہین اُنکا قول ہے کہ دستاویزات پر محصول لگانا جتنا قابل الزام اور بیوجہ محض ہے اس سے زیادہ بُرا وہ محصول ہے جو کاغذات پر انصاف کرنے کے لیے لیا جاتا ہے علاوہ زیرباری اخراجات کے بہت سی صورتونمین عدالت گستری سے باز رکھتا ہے چنانچہ مِل صاحب کی کتاب پولٹکل اکونمی اور لارڈ بروم صاحب کی پولٹکل فلوزوفی اسکے ناپسندیدہ ہونے سے پُر ہین اور جسقدر کہ ولایت مین اُسپر عذر ہے اُس سے بہت زیادہ ہندوستان مین اسکے رواج پر الزام ہے

دیوانی عدالت کا انتظام جو پریسیڈنسی بنگال اور آگرہ مین ہے وہ نہایت شایستہ ہے اُسکو اس قدر مین کچھ مداخلت نہین مین جانتا ہون کہ اکثر حکام کی راے اسکے برخلاف ہو گی اور پنجاب کے انتظام کو پسند کرتے ہونگے مگر یہ گفتگو نہایت قابل بحث کے ہے قانون پنجاب کا ایک مجمل مطلب ہے اُن ہی قوانین کا جو اس ملک مین جاری ہین اُنکے

بسط او پھیلاؤ او رعمل کیو اسطے قواعد مقرر نہین ہین ہر حاکم اسمین خود مختار ہے سب حاکمون کی راے سلیم ہوتی ضرور نہین ہے
پھر اسمین کسقدر خرابیان انجام کو بڑی متصور ہین دیوانی کا محکمہ سب محکمون سے زیادہ تر عمدہ ہے جسپر نہایت اہتمام چاہیے
یہی محکمہ ہے جسپر آبادی ملک اور اجراے تجارت اور افزونی بنج بیوپار و استحکام حقوق منحصر ہین پنجاب مین یہ محکمہ نہایت
کم قدر ہو رہا ہے حکام مطلق متوجہ نہین بلکہ ہم کہتے ہین متوجہ ہونے کی فرصت نہین جسقدر مقدمات غور طلب بسبب
انتقالات اور معاملات کثیر اور بسبب زیادہ مدت ہو جانے عملداری سرکار کے اس ملک مین اِن ملکون کی عدالتون مین
درپیش ہوتے ہین وہ ابھی تک پنجاب مین نہین اور جب ہونگے تو اسمین شک نہین کہ قوانین پنجاب اُنکی درستی سے فیصلہ
کرنے کو کافی نہین اس غدر مین دیوانی عدالت کا جسقدر اثر پایا جاتا ہے وہ صرف اتنا ہے اول انتقالات حقیت دوم
مقروض ہونا یا مدیون ہونا لوگون کا کہ یہ دونو باتین آپس کے فساد کی باعث ہوئین نہ مقابلہ سرکار کی ان باتون نسے
آپسمین دلی رنج تھا اور یہ قاعدہ ہے کہ جب عملداری کو سستی ہوتی ہے آپس کے تنازع سے فسادات برپا ہوتے ہین
پھر ان دونو باتون مین جو لوگون کو آپسمین رنج تھا سب سے بڑا سبب اُسکا یہ تھا کہ انتقالات ناواجبی اور قرضہ ناجائز
لوگون کے سر پر ہو گیا تھا وہ جھوٹی ڈگریون کے مدیون ہو گئے تھے اور اسی سبب سے دیوانی عدالت پر الزام لگایا
جاتا ہے خیال کرنا چاہیے کہ جسقدر کم توجہی اور ابتری اور سرسری تحقیقات اور خود اختیاری حکام مجوز مقدمات دیوانی
کی پنجاب مین ہے وہ بہت اس سے زیادہ خرابیان پیدا کریگی دیوانی عدالت کی تاثیر دس برس مین ظاہر نہین
ہوتی پچاس برس بعد پنجاب کو ممالک مغربی شمالی کے انتظام اور تاثیر عدالت دیوانی سے مقابلہ کرنا چاہیے نہ اب
ہم اس بات کو منظور کرتے ہین کہ پریسیڈنسی بنگال اور آگرہ کا قانون مطلق مقدمات دیوانی قابل اصلاح ہے انفصال
مقدمات مین بہت تاخیر ہوتی ہے اسٹامپ کے بیش قیمت ہونے سے اپیل کے ہر مقدمہ مین بہت سے درجات
قائم ہونے سے لوگون کو زیر باری ہے حکام دیوانی کو بعض قسم کا اختیار نہ دینے سے انفصال مقدمات مین ہرج تھا

سوا اُسکو ایکٹ ۹ ۱۸۵۳ء نے کچھ کچھ رفع کیا اور جسقدر باقی ہے وہ قابل اصلاح ہے اسمین اگر زیادہ گفتگو دیکھنی منظور ہو ہماری دوسری راے کو جو درباب انتظام ہندوستان ہے اُسکو ملاحظہ کرو۔

## اصل سوم

ناواقف رہنا گورمنٹ کا رعایا کے اصلی حالات اور اطوار اور عادات اور اُن مصائب سے جو اُنپر گذرتے تھے اور جنسے رعایا کا دل ہماری گورمنٹ سے پھٹتا جاتا تھا

م ناواقفیت منٹ حال عایا سے

اسمین کچھ شک نہین کہ ہماری گورمنٹ کو رعایا کے حالات اور اطوار اور جو جو دکھ اُنکو تھے اُنکی اطلاع نہ تھی اور اطلاع ہونیکا کیا سبب تھا کیونکہ حالات اور اطوار کی اطلاع اختلاط اور ارتباط اور باہم آمد و رفت بے تکلفانہ سے ہوتی ہے اور یہ بات جب ہوتی ہے کہ ایک قوم دوسری قوم مین ملجلکر محبت اور اخلاص پیدا کرکر بطور ہم وطنون کے توطن اختیار کرے جیسا کہ مسلمان غیر مذہب اور غیر ملک کے رہنے والون نے ہندوستان مین توطن اختیار کرکے پیدا کیا اور غیر ملکیون سے برادرانہ راہ و رسم پیدا کی مگر درحقیقت ہماری گورمنٹ کو یہ بات جو اصلی سبب رعایا کے حالات کی اطلاع کا ہے حاصل نہین ہوسکتی اور نہ اسطرح کی سکونت مختلطانہ ہماری گورمنٹ کو ہوتی متخیل ہے اب رہی یہ بات کہ رعایا خود اپنے مصائب کی اطلاع کرتی تو اُسکا قابو رعایا کو نہ تھا کیونکہ رعایاے ہندوستان کو تجاویز گورمنٹ مین ذرا بھی مداخلت نہ تھی اور اگر کسی نے کچھ بیقاعدہ کوئی عرضی پرچہ بھیجا یا بحضور نواب گورنر جنرل بہادر پیش کیا وہ بطور استغاثہ تصور کیا گیا نہ بطور استحقاق مداخلت تجاویز گورمنٹ مین اور اسی لیے کچھ فائدہ حاصل نہوا اب ضرور ہوا کہ کوئی اور شخص حالات رعایا کی اطلاع گورمنت مین کرے وہ اطلاع منحصر تھی حکام متعہد اضلاع کی رپورٹ پر وہ خود اُس سے ناواقف تھے اور کوئی راہ نہ تھی اُنکو اطلاع حاصل ہونیکو اور اُنکی عدم توجہی اس باب مین اور اُنکی نازک مزاجی ایک مشہور بات ہے اُنکے رعب سے سب ڈرتے تھے کسی کو سچی بات علی الخصوص وہ کہ مخالف طبع اور مزاج حاکمون کے ہوتی تھی کہنے کا مقدور نہ تھا ہر شخص ملازم اور درباری رئیس سب

م عدم اطلاع حالات رعایا سے مطلق ناواقف ...

ڈر کے مارے خوشامد کی بات کہتے تھے اور ہماری گورمنٹ نوعیہ ہے ان باتون سے گورمنٹ شخصیہ کی صورت پیدا کی تھی پھر یہ طریقہ اطلاع حالات رعایا کا بذریعہ حکام اضلاع ناکافی ہی نہ تھا بلکہ درحقیقت معدوم تھا اس لیے حالات رعایا کے ہمیشہ ہماری گورمنٹ سے مخفی رہے جو نیا قانون گورمنٹ سے جاری ہوا اُس سے جو مضرت رعایا کے حال اور رفاہ اور فلاح کو پونہچی اُسکا رفع کرنے والا اور اُسکی خبر دینے والا کوئی نہ تھا اس قسم کے امور مین کوئی غمخوار رعایا کا نہ تھا بجز اُنکے لہو کے جو جل جلکر اُنکے بدن مین رہتا تھا اور بجز اُنکی بیکسی کے جسپر وہ آپ رو کر چپ رہتے تھے۔

مفلسی اور تنگی معاش ہندوستان کی رعایا کو ہماری گورمنٹ کی حکومت مین کیون نہوتی سب سے بڑی معاش رعایاے ہندوستان کی نوکری تھی اور یہ ایک پیشہ گنا جاتا تھا اگرچہ ہر ایک قوم کے لوگ روزگار ہونے کے شاکی تھے مگر یہ شکایت سب سے زیادہ مسلمانون کو تھی غور کرنا چاہیے کہ ہندو جو اصلی باشندے اس ملک کے ہین زمانہ سلف مین اُنمین سے کوئی شخص روزگار پیشہ نہ تھا بلکہ سب لوگ ملکی کاروبار مین مصروف تھے برہمن کو روزگار سے کچھ علاقہ نہ تھا بَیش برن جو کہلاتے ہین وہ ہمیشہ بیوپار اور مہاجنی مین مصروف تھے چھتری جو اس ملک کے کسی زمانہ مین حاکم تھے پرانی تاریخون سے ثابت ہے کہ وہ بھی روزگار پیشہ نہ تھے بلکہ زمین سے اور ایک ایک ٹکرہ زمین کی حکومت سے بطور بھیا چارہ علاقہ رکھتے تھے سپاہ اُنکی ملازم نہ تھی بلکہ بطور بھائی بندی کے وقت پر جمع ہوکر لشکر آراستہ ہوتا تھا جیسا کہ کچھ تھوڑا سا نمونہ روس کی مملکت مین پایا جاتا ہے البتہ قوم کایت اس ملک مین قدیم سے روزگار پیشہ دکھلائی دیتے ہین مسلمان اس ملک کے رہنے والے نہین ہین اگلے بادشاہون کے ساتھ بوسیلہ روزگار کے ہندوستان مین آئے اور یہان توطن اختیار کیا اسلیے سب کے سب روزگار پیشہ تھے اور کمی روزگار سے اُنکو زیادہ تر شکایت بہ نسبت اصلی باشندون اس ملک کے تھی عزت دار سپاہ کا روزگار جو یہان کی جاہل رعایا کے مزاج سے زیادہ تر مناسبت رکھتا ہے ہماری گورمنت مین بہت کم تھا سرکاری فوج جو غالباً مرکب تھی تلنگون سے اُسمین اشراف لوگ نوکری کرنی معیوب

مفلسی کی ہندوستان ... کو خصوصیت سے ... روزگار پیشہ تھے ... مسلمان تھے

سمجھتے تھے سوارون مین البتہ اشرافون کی نوکری باقی تھی مگر وہ تعداد مین اسقدر قلیل تھی کہ اگلی سپاہ سوار سے اسکو کچھ بھی نسبت نہ تھی علاوہ سرکاری نوکری کے اگلے عہد کے صوبہ دارون اور سردارون اور امیرون کے نج کے نوکر ہوتے تھے کہ انکی تعداد بھی کچھ کم خیال کرنی نہین چاہیے اب یہ بات ہماری گورمنٹ مین نہین ہے اس سبب سے حد سے زیادہ قلت روزگار تھی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جب باغیون نے لوگون کو نوکر رکھنا چاہا ہزارہا آدمی نوکری کو جمع ہو گئے اور جیسے بھوکا آدمی قحط کے دنون مین اناج پر گرتا ہے اُسی طرح یہ لوگ نوکریون پر جا گرے شعر ملحد گرسنہ در خانہ خالی بر خوان عقل باور نکند کز رمضان اندیشد بہت سے آدمی صرف آنہ ڈیڑھ آنہ یومیہ پر نوکر ہوے تھے اور بہت سے آدمی بعوض یومیہ کے سیر ڈیڑھ سیر اناج پاتے تھے اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستان کی رعایا جیسی نوکری کی خواہش مند تھی ویسی ہی مفلسی اور ناداری سے محتاج اور تنگ تھی۔

ایک اور راہ تھی اگلی عملداریون مین آسودگی رعایا کی یعنی جاگیر روزینہ انعام اکرام جب شاہجہان تخت پر بیٹھا تو صرف بروز تخت نشینی چار لاکھ بیگہ زمین اور ایک سو بیس گانوُن جاگیر مین اور لاکھون روپیہ انعام مین دیے یہ بات ہماری گورمنٹ مین یک قلم مسدود تھی بلکہ پہلی جاگیرین بھی ضبطی ہو گئین تھین جس ضبطی کے سبب ہزارہا آدمی نان شبینہ کو محتاج ہو گئے تھے زمیندارون کاشتکارون کی مفلسی کا حال ہم پہلے بیان کر چکے اہل حرفہ کا روزگار بسبب جاری اور رائج ہونے اشیاء تجارت ولایت کے بالکل جاتا رہا تھا یہانتک کہ ہندوستان مین کوئی سوئی بنانے والے اور دیا سلائی بنانے والے کو بھی نہین پوچھتا تھا جولاہون کا تار تو بالکل ٹوٹ گیا تھا جو بدذات سب سے زیادہ اس ہنگامہ مین گرم جوش تھے خدا کے فضل سے جبکہ ہندوستان بھی سلطنت گریٹ برٹن مین داخل تھا تو سرکار کو رعایا کی اس تنگی حال پر توجہ کرنی اور اُنکے ان روحانی غم اور دلی رنجشون کے مٹانے مین سعی کرنی ضرور تھی۔

کمپنی نوٹ سے ایک نئی طرح کی زیرباری ملک کو ہوئی تھی جو کسی پہلی عملداری مین اُسکی نظیر نہیں ہے۔

جتنا روپیہ قرض لیا جاتا تھا اُسکے سود کے وصول کرنے کی تدبیر بلکہ سود اور اخراجات اور انتفاع کے وصول کرنے کی تدبیر ملک سے ہوتی تھی غرضکہ ہر طرح سے ملک مفلس اور محتاج ہوگیا اگلے خاندان جنکو ہزارون کا مقدور تھا معاش سے بھی تنگ تھے اور یہ ایک اصلی سبب ناراضی رعایا کا گورمنٹ سے تھا لوگون کے دل جو تبدل عملداری کو چاہتے تھے اور نئی عملداری کے راغب اور دل سے اُس سے خوش تھے مین سچ کہتا ہون کہ اسی سبب سے تھے ہم سچ کہتے ہین اور پھر ہم سچ کہتے ہین کہ ہم بہت سچ کہتے ہین جب افغانستان سرکار نے فتح کیا لوگون کو بڑا غم ہوا کیا سبب تھا صرف یہ تھا کہ اب مذہب پر علانیہ دست اندازی ہوگی جب گوالیار فتح ہوا پنجاب فتح ہوا اودھ لیا گیا لوگون کو کمال رنج ہوا کیون ہوا اسلیے ہوا کہ ان پاس کی ہندوستانی عملداریون سے ہندوستانیون کو بہت آسودگی تھی نوکریان اکثر ہاتھ آتی تھین ہر قسم کی ہندوستانی اشیا کی تجارت بکثرت تھی اُن عملداریون کے خراب ہونے سے زیادہ افلاس اور محتاجی ہوتی جاتی تھی ہماری گورمنٹ کی عملداری مین خوبیان اور بھلائیان بھی حد سے زیادہ تھین مین سب پر عیب نہین لگاتا بقول شخصے **شعر** عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو ÷ نفی حکمت مکن از بہر دل عامی چند ÷ امن اور آسایش اور آزادی رستون کا صاف ہونا ڈاکون اور رہزنون کا نیست نابود ہونا سڑکون کا آراستہ ہونا مسافرون کی آسایش بیوپاریون کا مال دور دور بھیجنا غریب اعلی ادنی کے خطوط کا دور دست ملکون مین برابر پونہچنا خونریزی اور خانہ جنگی کا بند ہونا زبردست سے زیردست کا زور اُٹھنا اور اسی قسم کی بہت سی باتین ایسی اچھی ہین کہ کسی عملداری مین نہوئی ہین نہونگی مگر غور کرو کہ ان باتون سے وہ مصیبت جسکا ہم ذکر کرتے ہین نہین جاتی ایک اور بات دیکھو کہ یہ نفع عملداری کا جو مذکور ہوا کن لوگون کو زیادہ تھا اول عورتون کو کہ سب طرح سے آسایش مین تھین خانہ جنگی مین اولاد کا مارا جانا ٹھگون کے ہاتھ سے لٹنا عاملون کے ہاتھ سے خاوندون اور بچون کا محفوظ نہ رہنا اور ہزار ہا طرح کے مصائب سے محفوظ تھین پھر دیکھو کہ کسقدر خیر خواہ اور مداح سرکار کی عملداری کی تھین مہاجن اور تجارت پیشہ لوگ بہت

عدم نفعکی سبب رعایا کا تبدل عملداری چاہنا

آسایش سے تھے پھر انمین سے کوئی بھی بدخواہ نہ تھا حاصل یہ کہ جن لوگونکو عملداری سرکار سے نقصان نہین پہنچا تھا
اُن مین سے کوئی بدخواہ نہین ہوا ۔

## اصل چہارم

ترک ہونا اُن امور کا ہماری گورمنٹ کی طرف سے جنکا بجالانا ہماری گورمنٹ پر ہندوستان کی حکومت
کے لیے واجب اور لازم تھا ۔

جو مراتب کہ ہم اس مقام پر لکھتے ہین گو وہ ہمارے بعض حکام کے ناگوار طبع ہون مگر ہمکو سچ لکھنا اور دل کھولکر
کہنا ضرور ہے یہ وہ بات ہم کہتے ہین کہ جس سے جنگلی وحشی جانور دام مین آتے ہین درندے رام ہوتے ہین
انسان کی تو کیا حقیقت ہے کیا لارڈ بیکنز ایسیز کافی نہین کہ ہم اس مقام پر دوستی اور محبت اور ربط اور اتحاد کے
فائدے بیان کرین ہان اتنی بات بیان کرنی ضرور ہے کہ آپس کی محبت اور ہمسایہ کی دوستی سے گورمنٹ اور
رعایا کی محبت بہت بڑھکر ہے دوست کو ایک شخص سے دوستی کرنی پڑتی ہے اور گورمنٹ کو اپنی تمام رعایا سے ۔ محب
اور محبوب صرف دو شخص ہوتے ہین اور دلی ارتباط سے ایک گنے جاتے ہین گورمنٹ کو تمام رعایا سے ایسا ارتباط پیدا
کرنا پڑتا ہے کہ رعیت اور گورمنٹ سب ملکر ایک تن ہو جائین شعر رعیت چو بیخ ست سلطان درخت ۔ درخت ای
پسر باشد از بیخ سخت ۔ کیا یہ بات ہندوستان مین ہماری گورمنٹ سے نہین ہو سکتی تھی کیون نہ ہو سکتی تھی اسلیے کہ
ہمکو ذرات تجربہ ہوتا ہے کہ دو غیر ملک اور مختلف مذہب کے آدمیون مین دلی اتحاد ہوتا ہے اُس صورت مین کہ وہ اتحاد
کرنا چاہین اور یہ بھی دیکھتے ہین کہ دو ہم قوم اور ہم مذہب اور ہم وطن آدمیون مین کمال دشمنی اور عداوت ہوتی ہے
اس سے ثابت ہے کہ محبت اور اتحاد اور دوستی ہونے کو اتحاد مذہب اور ہم وطن اور ہم قوم ہونا ضرور نہین کیا پال
مقدس کی یہ نصیحت حکمت آمیز نہین ہے کہ جیسے ہم تمسے محبت کرتے ہین ویسا ہی خداوند تمھاری محبت آپس مین

دوسرون کے ساتھ بڑھنے اور زیادہ ہونے دیوے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ نہ صرف اپنے پڑوسیون اور ہم قومونسے
بلکہ سب سے یہان تک کہ دشمنون سے سچی محبت ہو اور وہ محبت اور مہربانی بڑھتی جائے اور کیا مسیح مقدس کا
یہ قول دل کو تسلی دینے والا نہین ہے کہ جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمھارے ساتھ کرین ویساہی تم بھی اُنسے کرو
کیونکہ توریت اور نبیون کی کتاب کا خلاصہ یہی ہے مراد مسیح مقدس کی اس نصیحت سے محبت ہے غرضکہ کوئی
عقلمند اس سے انکار نہین کرسکتا کہ محبت اور اتحاد بہت عمدہ چیز ہے اور بہت اچھے اچھے نتیجے دیتی ہے اور
بہت سی بُرائیون کو روکتی ہے آج تک ہماری گورمنٹ نے یہ محبت ہندوستانی رعایا کے ساتھ پیدا نہین کی۔

یہ بھی ایک عام قاعدہ محبت کا جبلت انسانی بلکہ حیوانی مین بھی قدرتی پیدا کیا گیا ہے کہ اعلی کی طرف سے ادنی کی
طرف محبت چلتی ہے باپ کی محبت اپنے بیٹے کی طرف پہلے اُس سے شروع ہوتی ہے کہ بیٹے کو باپ سے اسی طرح مرد
کی محبت اپنی عورت کی طرف عورت کی محبت سے جو مرد کی طرف ہے مقدم ہے اسی بناء پر یہ بات ہے کہ ادنی
جو اعلی سے محبت شروع کرے وہ خوشامد گنی جاتی ہے نہ محبت اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری گورمنٹ کو اول چاہیے تھا
کہ رعایا کے ساتھ محبت اور اتحاد کرنے مین تقدم کرتی پھر محبت کا یہ قاعدہ جو ہزارہا تجربہ سے حاصل ہوا ہے کہ خواہ نخواہ
محبت دوسرے کی دل مین اثر کرتی ہے اور اپنی طرف کھینچ لاتی ہے رعایا کے دل مین اثر کرتی اور رعایا اُس سے
زیادہ ہماری گورمنٹ کی مُحِب بلکہ فریفتہ ہوجاتی **شعر** عشق آن خانمان خرابی ہست + کہ ترا آورد بخانۂ ما + مگر افسوس
کہ ہماری گورمنٹ نے ایسا نہین کیا۔

اگر ہماری گورمنٹ دعوی کرے کہ یہ بات غلط ہے ہمنے ایسا نہین کیا بلکہ محبت کی اور نیکی کا بدلا بدی پائی تو اسکا انصاف
ہم خود گورمنٹ کے سپرد کرینگے اگر یہ بات یون ہی ہوتی تو رعایا کو بلاشبہہ ہماری گورمنٹ کی محبت سے زیادہ محبت ہوتی
بیشک محبت ایک دل کی چیز ہے جو کہنے سے اور بنانے سے نہین بنتی ظاہر مین بھی اگرچہ اسکے آثار پائے جاتے مین

الا یہ ہے کہ نہ وہ بیان ہوسکتی ہے اور نہ نشان دیجاسکتی ہے مگر دل اُسکو خوب جانتا ہے بلکہ اُسکے ہاتھ مین ایک ایسی سچی ترازو ہے کہ وہ کمی بیشی کو بھی پہچانتا ہے **شعر** دل راز دل رہی ست درین گنبد سپہر ÷ از سوے کینہ کینہ واز سوی مہر مہر ÷ ہماری گورمنت نے اپنے آپ کو آج تک ہندوستانیون سے ایسا الگ اور انمیل رکھا ہے جیسے آگ اور سوکھی گھانس ہماری گورمنٹ اور ہندوستانی پتھر کے دو ٹکڑے ہین سفید اور کالے کہ الگ الگ پہچانے جاتے ہین اور پھر اُن دونون مین ایک فاصلہ ہے کہ دن بدن زیادہ ہوتا جاتا ہے حالانکہ ہماری گورمنٹ کو ہندوستان کی رعایا کے ساتھ ایسا ہونا چاہیے جیسے ابر یکا پتھر کہ باوجود دو رنگ کے ایک ہوتا ہے سفید رنگ مین سیاہ خال بہت خوب صورت معلوم ہوتے ہین اور سیاہی مین سفیدی عجب بہار دکھلاتی ہے۔

ہم ناانصافی کی بات نہین کہتے ہماری گورمنت کو بلاشبہہ عیسائیون کے ساتھ ایک خاص محبت دینداری کی رکھنی چاہیے مگر ہم اپنی گورمنٹ سے رعایاے ہندوستان پر وہ برادرانہ محبت اور برادرانہ محبت پر وہ الفت چاہتے ہین جسکی نصیحت پطرس مقدس نے کی ہے اب غور کرو کہ ہمارے حکام اور ہندوستانیون کا خون ایک نہ تھا مذہب ایک نہ تھا رسم و رواج ایک نہ تھا دلی رضامندی رعایا کو نہ تھی آپس مین محبت اور اتحاد نہ تھا پھر کس بات پر ہمارے حکام ہندوستان سے وفاداری کی توقع رکھتے تھے۔

ہندوستان کی پچھلی سلطنتون کا حال دیکھو اول ہندوستان پر مسلمانون نے فتح پائی ترکون اور پٹھانون کی سلطنت مین ہندوستان کی رعایا سے محبت اور میل جول نہوا جب تک آسایش اور آسودگی سلطنت نے صورت نہ پکڑی مغلیہ کی سلطنت مین اکبر اول کے عہد سے ملاپ بخوبی شروع ہوا اور شاہجہان کے وقت تک بدستور رہا باوجودیکہ اُس زمانہ مین بھی رعایا کو بے نظمی اصول سلطنت کے سبب تکلیفین پونہچتی تھین مگر وہ زخم مندمل ہوجاتا تھا اس برادرانہ محبت سے جو آپسمین تھی ۱۰۶۸ھ مین یعنی عالمگیر کے عہد مین یہ محبت ٹوٹ گئی اور بسبب مقابلہ اور

سرکشی قوم ہنود کے مثل سیواجی مرہٹہ وغیرہ کے عالمگیر جملہ قوم ہنود سے ناراض ہوا اور اپنے صوبہ دارون کے نام حکم بھیجے کہ جملہ قوم ہنود کے ساتھ سخت گیری پیش آئے اور ہر ایک سے جزیہ لے پھر جو مضرت اور ناراضی رعایا کو ہوئی وہ ظاہر ہے غرضکہ ہماری گورمنٹ نے سو برس کی عملداری مین بھی رعایا سے محبت اور الفت پیدا نکی ۔

ہندوستانیون کی بے عزتی

اس بات سے تو کوئی انکار نہین کرسکتا کہ رعایا کو باعزت رکھنا اور اُنکی تالیف کرنی یعنی اُنکے دلون کو ہاتھ مین رکھنا بہت بڑا سبب ہے پائداری گورمنٹ کا تھوڑا ملے اور آدمی کی عزت ہو تو وہ بہت زیادہ خوش ہوتا ہے بہ نسبت اُسکے کہ بہت ملے اور تھوڑی عزت ہو بیعزتی کرنی کسی کی ایسی بدچیز ہے کہ آدمی کے دل کو دکھاتی ہے یہی چیز ہے کہ بغیر ظاہری نقصان پہنچائے عداوت کرتی ہے اور اسکا ایسا گہرا زخم ہوتا ہے کہ کبھی نہین بھرتا شعر جراحات السنان لہا التیام + ولا یلیام ما جرح اللسان وتالیف کی خاصیت اِسکے برخلاف ہے یہ وہ چیز ہے کہ اس سے دشمن دوست ہوتا ہے اور دوستون کی محبت زیادہ ہوتی ہے بیگانہ یگانہ ہوتا ہے یہی چیز ہے کہ جس سے وحشی جنگل کے جانور چرند پرند تابعدار ہوتے ہین پھر اگر رعایا کے ساتھ ہو تو وہ کسقدر مطیع اور فرمان بردار ہونگے ابتدائے عملداری مین یہ چیز تھی کہ جسنے سب کے دلون کو ہماری گورمنٹ کی طرف کھینچ لیا تھا ایک دلی اطاعت پیدا کردی تھی بیشک ہماری گورمنٹ ان باتون کو بھول گئی بلاشبہہ تمام رعایا ہندوستان کی اس بات کی شاکی ہے کہ ہماری گورمنٹ نے اُنکو نہایت بے قدر اور بے وقر کردیا ہے ہندوستان کے اشراف آدمی کی ایک چھوٹے سے یورپین کے سامنے ایسی بھی قدر نہین ہے جیسی کہ ایک چھوٹے یورپین کی ایک بہت بڑے ڈیوک کے سامنے یون تصور کیا جاتا تھا کہ ہندوستان مین کوئی جنٹل مین نہین ہے ۔

حکام ضلع کی محبت اور عزت ہم نہ کی

یہ سب باتین یعنی محبت اور الفت اور عزت اور تالیف رعایا کی گورمنٹ کی طرف سے ظاہر ہوتی ہے بوسیلہ اُن حکام متعہد کے جو ہماری گورمنٹ کی طرف سے ہندوستان مین کارپردازی اور رعایا سے معاملہ اور میل جول اور

ملاقات رکھتے ہین گورمنٹ کا ارادہ کیسا ہی نیک ہو وہ کبھی ظاہر نہوگا جب تک یہ لوگ اُسکے ظاہر کرنے پر کمر
نہ باندھین اگلے حکام متعہد کے عادات اور روش اور اخلاق بہت برخلاف تھے حال کے حکام متعہد سے وہ پہلے
لوگ بہت عزت کرتے تھے ہندوستانیون کی ہر طرح سے خاطرداری کرتے تھے اُنکے دلون کو اپنے ہاتھ مین رکھتے
تھے دوستانہ اُنکے رنج و راحت کے شریک ہوتے تھے باوجودیکہ وہ بہت بڑی سرداری اور حکومت ہندوستان مین
رکھتے تھے اور تحشم اور رعب اور دبدبہ جو شایان حکومت ہے وہ بھی ہاتھ سے نہ دیتے تھے پھر ایسی محبت اور عزت
ہندوستانیون کی کرتے تھے کہ ہر ایک شخص ملکر اُنکے اخلاق اور اُنکی محبت کا فریفتہ ہوجاتا تھا اور تعجب سے کہتا تھا
کہ یہ کیسے اچھے لوگ ہین کہ باوجود اس حشمت و شوکت اور حکومت کے بے غرور ہین اور کسطرح اخلاق سے ملتے
ہین ہندوستان مین جو لوگ بزرگ گنے جاتے تھے اُنسے اُسی طرح پیش آتے تھے بیشک اُن لوگون نے پطرس
مقدس کی پیروی کی تھی اور برادرانہ محبت اور برادرانہ محبت پر الفت بڑھائی تھی حال مین جو حکام متعہد ہین
اُن مین سے اکثرون کی طبیعتین اسکے برعکس ہین کیا اُنکے غرور اور تکبر نے تمام ہندوستانیون کو اُنکی آنکھو نمین
ناچیز نہین کر دیا ہے کیا اُنکی بدمزاجی اور بے پروائی نے ہندوستانیون کے دل مین بیجا دہشت نہین ڈالی ہے
کیا ہماری گورمنٹ کو نہین معلوم ہی کہ بڑے سے بڑا ذی عزت ہندوستانی حکام سے لرزان اور بیعزتی کے خوف سے ترسان
نہ تھا اور کیا یہ بات چھپی ہوئی ہے کہ ایک اشراف اہلکار صاحب کے سامنے مثل پڑھ رہا ہے اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر
باتین کر رہا ہے اور صاحب کی بدمزاجی اور سخت کلامی بلکہ دشنام دہی سے دل مین روتا جاتا ہے اور کہتا ہے
کہ ہاے افسوس روٹی اور کہین نہین ملتی اس نوکری سے تو گھانس کھودنی بہتر ہے مین سب حکام پر یہ الزام
نہین لگاتا بیشک ایسے بھی حکام ہین کہ اُنکی محبت اور اُنکے اخلاق اور اوصاف سب مین مشہور ہین اور تمام
ہندوستانی اُنکو چاند اور سورج کی طرح پہچانتے ہین اور اُنکو اگلے حکام کا نمونہ سمجھتے ہین اور حقیقت مین وہ

اُسی نصیحت پر چلتے ہین جو مسیح مقدس نے شمعون مقدس اور اندریا کو فرمائی تھی جبکہ وہ دریا مین مچھلیون کے شکار کو جال ڈالتے تھے کہ میرے پیچھے چلے آؤ مین تمکو آدمیون کا شکار کرنے والا بناؤنگا اُنھون نے اپنی نیک خصلت سے رعایا کو اپنی محبت کے جال مین کھینچ لیا ہے ان حاکمون نے اپنی حکومت کا رعب بھی رکھا ہے اور پھر بیجا غرور بھی رعایا کے ساتھ نہین کیا اور وہی مبارکی حاصل کی جو مسیح مقدس نے فرمائی تھی مبارک وے ہین جو دل مین بے غرور ہین اسلیے کہ آسمان کی بادشاہت اُن ہی کی ہے ان حاکمون نے اپنا حلم انصاف والا رعایا کو جتایا اور زمین پر حکومت کی جیسا کہ یسوع مقدس نے فرمایا تھا مبارک وہ ہین جو حلیم ہین اسلیے کہ زمین کے وارث ہونگے ان حاکمون نے اپنی روشنی عیسی مسیح کے قول کے بموجب اسی طرح رعایا کو دکھلائی کہ تمھاری روشنی آدمیون کے سامنے ویسی ہی چمکے تاکہ وہ تمھارے نیک کامون کو دیکھکر تمھارے باپ کا جو آسمان پر ہے شکر کرین اس قسم کے حاکم اگرچہ کم تھے مگر جہان تھے عزیز تھے۔

اسمین بھی کچھ شک نہین کہ یہ باتین ہر ایک قوم کے لوگون کو ناگوار تھین مگر مسلمانون کو زیادہ گران گذرتی تھین مگر اسکا سبب بہت روشن ہے کہ صدہا سال سے مسلمان ہندوستان مین بھی باعزت چلے آتے ہین انکی طبیعت اور جبلت مین ایک غیرت ہے دل مین لالچ روپیہ کی بہت کم ہے کسی لالچ سے عزت کا جانا نہین چاہتے بہت تجربہ ہوا ہوگا کہ اور قوم مین جو باتین بغیر رنج کے اُٹھا لیتے ہین مسلمانون کو اُس سے بھی ادنی بات کا اُٹھانا نہایت مشکل ہوتا ہے ہمنے مانا کہ مسلمانون مین یہ خصلتین بہت بُری ہی سہی مگر مجبوری ہے خدا نے جو طبیعت بنائی ہے وہ بدلی نہین جاتی اسمین مسلمانون کی بدبختی سہی مگر کچھ قصور نہین یہی رنج تھے جنکے باعث تبدل عملداری کو دل چاہتا تھا سرکار کے برخلاف خبرین سنکر دل خوش ہوتا تھا مگر افسوس یہ ہے کہ ہماری گورمنٹ کو مسلمانون کی بھلائی سے اغماض نہ تھا اُنکی لیاقت اور تعلیم اُنکا ادب سب پیش نظر تھا مگر یہ لوگ اس سے بیخبر تھے اور ہماری گورمنٹ کا ارادہ اور دلی نیت حکام کے

وسیلہ سے ظاہر نہین ہوتی تھی۔

اہل ہند علی الخصوص مسلمانون کی ناراضی کا بڑا سبب یہ تھا کہ اعلی عہدجات پر ترقی بہت کم تھی بہت ہی کم زمانہ گذرا ہی کہ یہ لوگ تمام ہندوستان مین معزز تھے بڑے بڑے عہدے پاتے تھے انکا عزم اور انکا ارادہ اب بھی ویسا ہی تھا اسلیئے اپنی قدر منزلت کی ترقی چاہتے تھے اور ظاہر مین کوئی صورت نظر نہ آتی تھی ابتداے عملداری سرکار مین جو لوگ خاندانی اور معزز تھے وے منتخب ہوکر عہدے پاتے تھے رفتہ رفتہ یہ بات نرہی اس مین کچھ شک نہین کہ اُن لوگون مین چندان لیاقت نہ تھی اسلیے امتحان کا قاعدہ ہماری راے مین کسی طرح قابل الزام کے نہین اور نہ درحقیقت کسی کو اسکا رنج ہے اسمین کچھ شک نہین کہ امتحان سے عمدہ اہلکار ہاتھ آئے مگر ایسے ایسے لوگ ان معزز عہدون پر مقرر ہوگئے جو ہندوستانیون کی آنکھون مین نہایت بیقدر تھے سارٹیفکٹ ملنے مین خاندانی اور ذیعزت ہونیکا بہت کم لحاظ رہا جسقدر ہندوستانیون کی ترقی لارڈ بنٹنک صاحب بہادر نے کی اُس سے زیادہ پھر نہین ہوئی کچھ شک نہین ہے کہ وہ ترقی بسبب قلت عہدجات کے نہایت ناکافی تھی بڑے بڑے اعلی حاکم اس بات کا اقرار کرتے ہین کہ جیسی ترقی ہندوستانیون کی چاہیئے تھی ویسی ہی نہین ہوئی۔

اہل ہند کو قدیم عادت تھی کہ اپنے بادشاہون کے دربار مین حاضر ہوتے تھے بادشاہ کی شان اور شوکت اور تجمل اور تحشم دیکھکر خوش ہوتے تھے ایک قاعدہ جبلت انسانی مین پڑا ہے کہ اپنے بادشاہ اور مالک سے ملکر دل خوش ہوتا ہے یہ بات جانتا ہے کہ یہ ہمارا بادشاہ اور ہمارا مالک ہے ہم اسکے تابع اور رعیت ہین علی الخصوص اہل ہند کو قدیم سے اسکی عادت پڑی ہوئی تھی جواب مدت سے نایاب تھی نواب گورنر جنرل بہادر اگرچہ دورہ مین دربار کرتے تھے مگر ہندوستانیون کی مراد تک پورا نہ تھا لارڈ اکلنڈ اور لارڈ الن برا صاحب بہادر نے البتہ شاہانہ دربار کیے شاید ولایت مین یہ طریقہ کچھ ناپسند ہوا ہو مگر حق یہ ہے کہ ہندوستان کے حالات کے نہایت مناسب تھا

بلکہ اب بھی جیسا چاہیے تھا ویسا نہ ہوا تھا خدا ہمیشہ ہماری ملکہ معظمہ وکٹوریہ کا حافظ ہے خدا ہمیشہ ہماری ناظم مملکت ہند نائب مناب ملکہ معظمہ اور گورنر جنرل بہادر ہندوستان کا حافظ ہے ہمکو امید ہے کہ اب کوئی آرزو اہل ہند کی بے پوری ہوئے باقی نہ رہیگی۔

سچ ہے کہ حقیقی بادشاہت خداتعالی کو ہے جسنے تمام عالم کو پیدا کیا مگر اسد تعالی نے اپنی حقیقی سلطنت کا نمونہ دنیا مین بادشاہون کو پیدا کیا ہے تا کہ اُسکے بندے اس نمونہ سے اپنے حقیقی بادشاہ کو پہچان کر اُسکا شکر ادا کرین۔ اسلیے بڑے بڑے حکیمون اور عقلمندون نے یہ بات ٹھہرائی ہے کہ جیسا کہ اُس حقیقی بادشاہ کی خصلتین داد و دہش بخشش اور مہربانی کی ہین اُسیکا نمونہ ان مجازی بادشاہون مین بھی چاہیے یہی بات ہے کہ جسکے سبب بڑے بڑے عقلمندون نے بادشاہ کو ظل اسد ٹھہرایا ہے اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جسطرح خداوند تعالی کی بے انتہا بخشش اپنے تمام بندون کے ساتھ ہے اُسی طرح بادشاہون کی بخشش اور انعام اپنی ساری رعیت کے ساتھ چاہیے اگرچہ ابتدا مین یہ بات خیال مین آتی ہے کہ ذرا ذراسی بات مین انعام واکرام دینا بیفائدہ خزانہ کا خالی کرنا ہے مگر یہ بات یون نہین بلکہ انعام واکرام سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ رعیت کو اپنے بادشاہ کی محبت بڑھتی ہے کلیہ قاعدہ ہے کہ الانسان عبید الاحسان اسلیے تمام رعیت اپنے بادشاہ کا انعام واکرام دیکھکر خواہ نخواہ دلی محبت پیدا کرتی ہی اور اچھی اچھی خدمت گذاریون اور خیر خواہیون کا حوصلہ رکھتی ہے تاریخ کی کتابون سے ظاہر ہے کہ اگلی عملداریون مین یہ بات بہت رائج تھی ہر ہر طرح سے انعام واکرام رعایا کو اور سردارون کو ملتا تھا بڑے بڑے قیمتی خلعت اور عمدہ عمدہ تحفہ اور نقد روپیہ اور زمین جاگیر انعام مین ملتی تھی خاندانی آدمی خطاب پاتے تھے ہم چشمون مین عزت پیدا کرتے تھے اُنکے دل مین بڑے بڑے حوصلہ آتے تھے اور ہندوستان کی رعایا اس بات کو بہت پسند کرتی تھی بلکہ صدہا سال سے اسکے عادی ہو رہے تھے ہماری گورنمنٹ نے یہ سلسلہ بالکل موقوف کر دیا تھا کسی شخص کو رعیت مین سے اس قسم کے

ظاہری انعام واکرام کی توقع نہین رہی تھی اوراسی باعث سے تبدل عملداری کو اُنکا دل چاہتا تھا یہان تک
کہ جب کبھی انربل ایسٹ انڈیا کمپنی کے ٹھیکہ ختم ہونے اور ملکہ معظمہ کی عملداری ہونے کی خبر سنتے تھے توخوش ہوتے
تھے اگلے بادشاہون کے عہد مین انعام واکرام دوقسم کا ہوتا تھا ایک وہ جو بادشاہ اپنی عیاشی اور اپنی ناپسندیدہ
خصلتون کے پالنے مین خرچ کرتا تھا یہ بات درحقیقت ناپسندیدہ تھی اور ہندوستانی بھی اسکو ناپسند کرتے تھے بلکہ
پاجیون اور غیر مستحقون کے انعام سے ناراض ہوتے تھے دوسری قسم کا انعام وہ تھا کہ جو بادشاہ اپنے خیرخواہ نوکرون
اور فتح نصیب سردارون اپنی رعیت کے علما اور صلحا اور فقرا اور شعرا اور خانہ نشینون اور بے رزقون کو دیتا تھا
اس قسم کے انعام کی سب خواہش رکھتے ہین اور اُسی کے نہونے سے ناراض ہین گو ان باتون سے رعایا کم ہمت
اور آرام طلب ہوجاتی ہے اور محنت کش اور قوت بازو سے روٹی کمانے والی نہین رہتی اسلیے بادشاہ کو اس
قسم کے انعام سے قطع نظر کرکر دوسری قسم کا انعام یعنی آزادی دینا بہتر ہے تاکہ اُنکو خود روٹی کمانے کی گنجایش
ملے یہ بات سچ ہے مگر یہ انعام اُسوقت جاری ہوسکتا ہے جبکہ رعایہ آسودہ اور تربیت یافتہ ہو نہ یہ کہ وحشی
سیرتون کی ناک مین سے نکیل نکالکر بے آب ودانہ جنگل مین ہانک دین کہ خود دانہ وپانی ڈھونڈلو اُنکا انجام کیا ہوگا
بجز اسکے کہ یا مرجائینگے یا وہی وحشیون کی سی حرکتین کرینگے جس سے ہماری مراد ہندوستان کی یہ سرکشی ہے۔

غصہ ایک ایسی چیز ہے کہ معاملات کی اصلیت کو آنکھ سے چھپا دیتا ہے طبیعت انتقام اور سیاست کی طرف
متوجہ ہوجاتی ہے سچ ہے کہ جو واردات ہندوستان مین ۱۸۵۷ء مین پیش آئین اسی لائق تھین کہ ہمارے
حکام کو جسقدر غصہ آئے اور جسقدر انتقام اور سیاست کرین سب بجا ہے مگر ہندوستان کے حالات پر غور کرنا چاہیے
کہ درحقیقت کسقدر سرکشی ہندوستان مین اصلی تھی اور کیون اسقدر بڑھگئی اور کیون اسقدر دکھائی دی اور
بدنصیب مسلمان کیون زیادہ مفسد بعض اضلاع مین دکھائی دیے غور کرنے کی بات ہے کہ صدہا سال سے عملداری

(اصلی سرکشی ... ستان مین ... دوسرے سے زیادہ ... ائی دی)

ہندوستان مین تزلزل تھا رعایائے ہندوستان کو یہ موروثی عادت تھی کہ جب کوئی امیر یا سردار یا پادشاہزادہ قابو یافتہ
ہوا اُسکے ساتھ ہزارون آدمی جمع ہوگئے اُسکی نوکری کو اُسکی طرف سے عاملی کو اُسکی طرف سے انتظام کو کسی طرح اپنا قصور
نہین سمجھتے تھے ہندوستان مین یہ ایک مثل مشہور ہے کہ نوکری پیشہ کا کیا قصور جسنے نوکر رکھا تنخواہ دی اُسکی نوکری
کی البتہ جب سردار اُٹھا یا جائے اور اُسکی جگہ دوسرا سردار قائم ہو اُسکی اطاعت نکرنے کو قصور سمجھتے تھے ہندوستانکے
امیرون اور سردارون کا علی الخصوص اُنکا جو قبل عملداری سرکار کے ہندوستان پر متسلط تھے اور جسکی سبب ہندوستان
طوائف الملوک ہورہا تھا یہی عادت تھی کہ ملازمین سیف اور قلم سے کسی طرح کی مزاحمت نکرتے تھے وہی عادت تمام
ہندوستان کے لوگون کو پڑی ہوئی تھی جب ہندوستان مین مفسدون نے سر اُٹھایا اور لوگون کو نوکر رکھنا چاہا
ہزارہا آدمی جو روٹی سے محتاج اور نوکریون کے خواہشمند تھے جا کر نوکر ہوے سب کہتے تھے کہ ہمارا کیا قصور ہے ہم تو
نوکری پیشہ ہین عام رعایا مین سے بہت سے لوگ اُس اپنی قدیمی عادت سے کہ اب جو سردار ہے اُسکی اطاعت کرین
ہم تو رعیت ہین جو زبردست ہے اُسکے تابع ہین باغیون کے تابع ہوگئے بہت سے اہلکاران سرکاری یہ سمجھے کہ باغیونسے
ظاہرداری کر کر جان بچائین اور جب سرکار کا تسلط ہو پھر سرکار کے تابع ہون وہ بھی مجرم ہوگئے حالانکہ کچھ شک کا
مقام نہین ہے کہ وہ دل سے سرکار کے تابع تھے اکثر لوگون اور اہلکارون سے دفعتاً مجبوری خواہ نادانی خواہ بمقتضائے
بشریت کوئی بات ہوگئی اُنھون نے خیال کیا کہ اب ہمارے اس قصور اتفاقیہ یا مجبورانہ یا جاہلانہ سے سرکار درگذر نہین
کرنے کی اور سزا دیگی۔ اس خوف اور ڈر سے لاچار باغیون کے ساتھ جا شامل ہوے بہت سے آدمیون نے درحقیقت
کچھ نہین کیا تھا مگر بخوف اور بسبب اور خیالات چند در چند باغیون مین مل گئے بہت لوگون نے اس زمانہ مین وہ
باتین کین جن باتون کو وہ لوگ اپنے ذہن اور اپنی سمجھ مین جرم مخالف سرکار نہین سمجھتے اگر تمام ہندوستان کے
حالات بغاوت پر نظر کی جائیگی تو ہمکو یقین ہے کہ دونو قومین جو ہندوستان مین بستی ہین برابر بلکہ ایک سے زیادہ ایک اور ایک سے

زیادہ ایک اس فساد مین نظر پڑینگے اور اُسکے اثبات پر تمام حالات ہندوستان کے گواہ موجود ہین مگر جن اضلاع مین
مسلمان زیادہ تر مفسد دکھائی دیے اسکا سبب صرف یہی نہین خیال کرنا چاہیے کہ دلّی کی سلطنت پر مسلمان بادشاہ نے
دعوی کیا تھا اور درحقیقت مسلمان اسی قدر مفسد ہوئے تھے جیسا کہ نظر پڑے نہین حکام کا مزاج دفعتاً اُن باتونسے
جو ظاہر مین مسلمانون سے ہوئین ناراض ہوگیا اُنکے مخالفون کو بڑی گنجایش ہوگئی خودغرضانہ باتین پیش کرنے کو
تھوڑی بات کو بہت بڑھا کر کہا ادھر حکام کو زیادہ ناراضی ہوئی اُدھر مسلمانون کو زیادہ تر خوف اور مایوسی ہوئی اور
اپنی تقدیر سے جلتے تھے اُس سے زیادہ مفسد دکھائی دیے اسمین کچھ شک نہین کہ پانچوین قسم کی بغاوت مسلمانون
مین بہت تھی اور وہ تبدل عملداری کے خیال سے بہت خوش ہوتے تھے جسکا سبب ہر ایک مقام پر ہم بیان
کرتے آئے ہین باین ہمہ ہماری گورنمنٹ پر مخفی نہوگا کہ اس حال پر بھی جان بازی کی خیرخواہیان اس ہنگامہ مین کس سے
زیادہ ظہور مین آئی ہین خدا کے آگے جسکو حقیقی بادشاہت ہے اور دنیا کے بادشاہون کے آگے جنکو مجازی سلطنت خداوند نے
عطا کی ہے سب گنہگار ہین سچ فرمایا داؤد مقدس علیہ السلام نے کہ ای خداوند اپنے بندے سے حساب نہ لے کیونکہ کوئی
جاندار تیرے حضور بیگناہ ٹھہر نہین سکتا ای خدا اپنے کامل کرم سے مجھپر رحم کر اور اپنے رحمونکی فراوانی سے میرے گناہ مٹادے
مجھے میری برائی سے خوب دھو اور مجھے میرے گناہ سے پاک کر آمین - خدا ہمیشہ ہماری ملکہ معظمہ وکٹوریا کا حافظ ہے
مین بیان نہین کرسکتا خوبی اُس پر رحم اشتہار کی جو ہماری ملکہ معظمہ نے جاری کیا بے شک ہماری ملکہ معظمہ کے سر پر خدا
کا ہاتھ ہے بیشک یہ پر رحم اشتہار الہام سے جاری ہوا ہے ہندوستان کا بہت قدیم قاعدہ چلا آیا ہے کہ جب دارالسلطنت پر کوئی بادشاہ
خواہ از روے استحقاق کے اور خواہ بغیر استحقاق کے قائم ہوا سب سردار ملکون کے اُسکی طرف رجوع کرتے تھے اس ہنگامہ مین بھی یہی ہوا
کہ جب دلی کا بادشاہ تخت پر بیٹھا اور ملکون مین خبر پہنچی کہ دلی کے بادشاہ نے تخت سنبھالا سب نے بادشاہ کیطرف رجوع کی جبکہ دلی کا
بادشاہ پکڑا گیا اور وہ دارالسلطنت ہماری گورنمنٹ کے قبضہ مین آیا سب کو یقین تھا کہ جملہ مفسد جنہون نے سر اٹھایا ہے اطاعت کرینگے

زبور ۱۴۳ ورس ۲

زبور ۵۱ ورس ۱ و ۲

ملکہ معظمہ کا اشتہار
راست قابل تعریف
ہے بیشک الہام خدا کے
الہام سے جاری
ہوا ہے

شاید فوج باغی کے لوگ رہجاتے رہجاتے مگر یہ امر جو ظہور مین نہ آیا اسکا سبب اُنھا ہم اپنی اس راے مین ضرور نہین سمجھتے ۔

## اصل پنجم

### بد انتظامی اور بے اہتمامی فوج

ہماری گورنمنت کا انتظام فوج ہمیشہ قابل اعتراض کے تھا فوج انگلشیہ کی کمی ہمیشہ اعتراض کی جگہ تھی جبکہ نادر شاہ نے خراسان پر فتح پائی اور ایران اور افغانستان دو مختلف ملک اُسکے قبضہ مین آئے اُسنے برابر کی فوجین آراستہ کین ایک ایرانی قزلباشی دوسری افغانی جب ایرانی فوج کچھ عدول حکمی کا ارادہ کرتی تو افغانی فوج اُسکے دبانے کو موجود تھی اور جب افغانی فوج سرتابی کرتی تو قزلباشی اُسکے تدارک کو موجود ہوتی ہماری گورنمنٹ نے یہ کام ہندوستان مین نہین کیا ہمنے مانا کہ ہندوستانی فوج سرکار کی بڑی تابعدار اور خیر خواہ اور جان نثار تھی مگر یہ کہان سے عہد ہو گیا تھا کہ کبھی اس فوج کے خلاف مذہبی حکم نہوگا اور کسی حکم سے یہ فوج آزردہ خاطر نہوگی پھر درصورت ناراض ہو جانے اس فوج کے جیسا کہ ہوا کیا راہ رکھی تھی ہماری گورنمنٹ نے جس سے اُس تمردی کا رفع دفع فی الفور ہو سکتا ۔

یہ بات سچ ہے کہ ہماری گورنمنٹ نے ہندو مسلمان دونو قومون کو جو آپسمین مخالف ہین نوکر رکھا تھا مگر بسبب مخلوط ہو جانے ان دونو قومون کے ہر ایک پلٹن مین یہ تفرقہ نرہا تھا ظاہر ہے کہ ایک پلٹن کے جتنے نوکر ہین اُنمین بسبب ایک جا رہنے کے اور ایک لڑی مین مرتب ہونے کے آپسمین اتحاد اور ارتباط برادرانہ ہو جاتا تھا ایک پلٹن کے سپاہی اپنے آپ کو ایک برادری سمجھتے تھے اور اسی سبب سے ہندو مسلمان کی تمیز نہ تھی دونو قومین آپسمین اپنے آپ کو بھائی سمجھتی تھین اُس پلٹن کے آدمی جو کچھ کرتے تھے سب اُسمین شریک ہو جاتے تھے ایک دوسرے کا حامی اور مددگار ہو جاتا تھا اگر فوجین دونو قومونکی اسطرح پر آراستہ ہوتین کہ ایک پلٹن نری ہندوونکی ہوتی جسمین کوئی مسلمان نہ ہوتا اور ایک پلٹن نری مسلمانونکی ہوتی جسمین کوئی ہندو نہوتا تو یہ آپس کا اتحاد اور برادری نہونے پاتی اور وہی تفرقہ قائم رہتا اور مین خیال کرتا ہون کہ شاید مسلمان پلٹنونکو کارتوس جدید کاٹنے میں

بھی کچھ عذر نہوتا ۔

فوج انگلشیہ کے کم ہونے سے رعایا کو بھی جو کچھ خوف تھا وہ صرف ہندوستانی ہی فوج کا تھا علاوہ اسکے ہندوستانی فوج کو بھی بے انتہا غرور تھا وہ اپنے سوا کسی کو نہین دیکھتے تھے فوج انگلشیہ کی کچھ حقیقت نہین سمجھتے تھے تمام ہندوستان کی فتوحات صرف اپنی تلوار کے زور سے جانتے تھے اُنکا یہ قول تھا کہ برہما سے لیکر کابل تک ہمنے سرکار کو فتح کر دیا ہے علے الخصوص پنجاب کے فتح کے بعد ہندوستانی فوج کا غرور بہت زیادہ ہوگیا تھا اب انکے غرور نے یہان تک نوبت پونہچائی تھی کہ ادنی ادنی بات پر تکرار کرنے پر مستعد تھے مین خیال کرتا ہون کہ فوج کے غرور اور تکبر کی یہانتک نوبت پونہچی تھی کہ کچھ عجب نہ تھا کہ وہ کوچ اور مقام پر بھی تکرار کرنے لگتی ۔

فوج ہندوستانی کا نہایت مغرور ہو جانا اور اُسکا سبب

ایسے وقت مین کہ جب فوج کا یہ حال تھا اور اُنکے سر غرور اور تکبر سے بھرے ہوے تھے اور دل مین یہ جانتے تھے کہ جس بات پر ہم اڑینگے اور تکرار کرینگے خواہ نخواہ سرکار کو ماننا پڑیگا اُنکو نئے کارتوس دیے گئے جنمین وہ یقین سمجھتے تھے کہ چربی کا میل ہے اور اسکے استعمال سے ہمارا دھرم جاتا رہیگا اُنھون نے اُسکے کاٹنے سے انکار کیا جب بارک پور کی پلٹن اس جرم مین موقوف ہوگئی اور حکم سنایا گیا تو تمام فوج نہایت رنجیدہ ہوئی کیونکہ وہ یون سمجھتے تھے کہ بسبب تخلل مذہب کے بارک پور کی پلٹن کا کچھ قصور نہ تھا وہ محض بے قصور اور سرکار کی نا انصافی سے موقوف ہوئی ہے تمام فوج نہایت رنجیدہ تھی کہ ہمنے سرکار کے ساتھ رفاقتین کین اپنے سر کٹائے سرکار کو ملک در ملک فتح کر دیے اور سرکار ہمارے مذہب لینے کی درپے ہوئی اور واجبی بات پر موقوف کر دیا اُسوقت کچھ فساد نہوا کیونکہ فوج پر بجز موقوفی کے اور کچھ جبر نہوا تھا مگر تمام فوج کے دل مین کچھ تو بسبب یقین ہونے چربی کارتوس مین اور کچھ بسبب رنج موقوفی پلٹن بارک پور کے اور سب سے زیادہ بسبب غرور اور خود بینی اور اس خیال سے کہ جو کچھ ہین ہمین ہین مصمم ارادہ ہوگیا کہ ہم مین سے کوئی بھی کارتوس نہین کاٹنے کا اسمین کچھ ہی ہوجائے بلا شبہہ بعد واقعۂ بارکپور

جنوری سنہ ۱۸۵۷ع سے بعض فوج مین صلاح اور پیغام ہونے کی کارتوس نہ کاٹینگے

اُنہمین فوجون کے خط وکتابت ہوئی پیغام آئے نہ کارتوس جدید کوئی نکاٹے اتبک تمام فوج کے دلمین ناراضی اور غصہ تہا ہے مگر میری راے مین ابھی تک کچھ فاسد ارادہ نہین ۔

دفعتاً تقدیر سے کمبخت مئی ۱۸۵۷ء کی آگئی میرٹھ مین سپاہ کو بہت سخت سزا دی گئی جسکو ہر ایک عقلمند بہت بُرا اور ناپسند جانتا ہے اس سزا کا رنج جو کچھ فوج کے دل پر گذرا بیان سے باہر ہے وہ اپنے تمغون کو یاد کرتے تھے اور بجاے اُسکے بیڑیون اور ہتکڑیون کو پہنے ہوے دیکھکر روتے تھے وہ اپنی وفاداریون کا خیال کرتے تھے اور پھر اُسکے صلہ مین جو انکو انعام ملا تھا دیکھتے تھے اور علاوہ اُسکے اُنکا بے انتہا غرور جو اُنکے سر مین تھا اور جسکے سبب وہ اپنے تئین ایک بہت ہی بڑا سمجھتے تھے اُنکو زیادہ رنج دیتا تھا پھر سب فوج مقیم میرٹھ کو یقین ہوگیا کہ یا ہمکو کارتوس کاٹنا پڑیگا یا یہی دن نصیب ہوگا اُسی رنج اور غصہ کی حالت مین دسوین مئی کو فوج سے وہ حرکت سرزد ہوئی کہ شاید اسکا نظیر بھی کسی تاریخ مین نہین ملنے کا اُس فوج کو کیا چارہ رہا تھا اُس حرکت کے بعد بجز اسکے کہ جہان تک ہو سکے مفسدے پورے کرے

جہان جہان فوج مین یہ خبر پہونچی تمام فوج زیادہ تر رنجیدہ ہوئی میرٹھ کی فوج سے جو حرکت ہوئی تھی اُس سے تمام ہندوستانی فوج نے یقین جان لیا تھا کہ اب سرکار کو ہندوستانی فوج کا اعتبار نہ رہا سرکار وقت پا کر سزا دیگی اور اُس سبب سے تمام فوج کو اپنے افسرون کے فعل اور قول کا اعتبار اور اعتماد نہ تھا کہتے تھے کہ اسوقت تو یہ ایسی باتین ہین جب وقت نکل جائیگا تو یہ سب آنکھین بدل لینگے

کہتا ہون کہ دلی مین جو فوج باغی جمع تھی اُسمین سے ہزارون آدمیون کو اس بیجا رنج تھا وہ روتے تھے اور کہتے تھے کہ ہماری قسمت نے یہ کام ہمسے کرایا پھر بہت افسوس سے ہم نکرتے تو کیا کرتے ایک نہ ایک دن سرکار ہمکو تباہ کردیتی کیونکہ سرکار کو اب ہندوستانی فوج پر اعتماد نہین رہا تھا

(حاشیہ:) [illegible]

وہ قابو کا وقت جب پاتے ہمکو تباہ کر دیتے ابتداے غدر مین جبکہ ہنڈن پہ فوج کشی کا ارادہ ہوا ہے ہنوز فوج روانہ نہوئی تھی
کہ بعضے آدمیون کی صاف راے تھی کہ جسوقت دلی پر فوج سے لڑائی شروع ہوئی بلاشبہہ تمام ہندوستانی فوج بگڑ جائیگی چنانچہ
یہی ہوا سبب اسکا یہی تھا کہ فوج سے لڑائی شروع ہونے کے بعد ممکن نہ تھا کہ باقی فوج سرکار سے مطمئن رہتی وہ ضرور سمجھتی
تھی کہ جب ہمارے بھائی بندون کو مار لینگے تب ہم پر متوجہ ہونگے اسلیے سب نے فساد پر کمر باندھ لی اور بگڑتے
گیے جنکے دل مین کچھ فساد نہ تھا وہ بھی بسبب شامل ہونے فوج کے اُس جتھے سے الگ نہو سکے ہندوستانی رعایا
جانتی تھی کہ سرکار کے پاس جو کچھ ہے وہ ہندوستانی فوج ہے جب تمام فوج کا بگڑنا مشہور ہوگیا سب نے سر اُٹھایا عملداری
کا ڈر دلون سے جاتا رہا اور سب جگہ فساد برپا ہوگیا۔

پنجاب مین بلوہ نہونے کا سبب

اب ہماری اس راے کو پنجاب کے حالات پر تولو پنجاب کے مسلمان بہت ستم رسیدہ تھے سکھون کے ہاتھ سے
سرکاری عملداری سے اُنکا چندان نقصان نہوا تھا سرکار نے پنجاب مین ابتداے عملداری مین بہت تشدد کیا تھا اور آ
دن بدن رفاہ کرتی جاتی تھی برخلاف ہندوستان کے یہان معاملہ بالعکس تھا ابتداے عملداری مین تمام ملک کے ہتھیار لیلیے
گئے کیسیکو قابو فساد کا نرہا تھا اگرچہ وہ تمول سکھون کو جو پہلے تھا نرہا تھا مگر اُنکا کمایا ہوا روپیہ جو اُنکے پاس جمع تھا ابھی خرچ
[illegible] اور وہ مفلسی جو ہندوستان مین تھی وہان ابھی نہین آئی تھی اسکے سوا تین سبب اور بہت قوی تھے جو پنجاب مین بگڑ[illegible]
[illegible] موجود تھی دوسرے یہ کہ وہان کے حکام کی ہوشیاری سے دفعتاً بے خبری مین ہندوستانی فوج کے
[illegible] سے واقع ہونے دریاؤن اور بند ہوجانے گھاٹونکے ہندوستانی فوج بے قابو ہوگئی فوج کا
[illegible] اور پنجابی اور پٹھان جنسے احتمال فساد تھا سرکار مین نوکر ہوگئے اور لوٹ کا لالچ اُنسے [illegible]
[illegible] ہندوستان اور روزگار پیشہ کو باغیون کے ہان مشکل اور ذلت حاصل ہوتی تھی وہ اہل پنجاب کو سرکار کے
ہان بعزت وبلا دقت نصیب تھا پھر حالات پنجاب کے ہندوستان کے حالات کے بالکل مخالف تھے۔

# ترجمہ

چٹھی پادری ای. ایڈمنڈ جس کا ذکر سر سید نے اس رسالہ مین کیا ہے۔

## بخدمت تعلیم یافتہ باشندگان ہند

معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اس مضمون پر سرگرمی کے ساتھ غور کیجائے کہ سب لوگونکو ایک ہی مذہب اختیار کرنا چاہیئے یا نہین۔ ریلین دخانی جہاز اور تار برقی نہایت تیزی کے ساتھ دنیا کی تمام قومون کو ملا رہی ہین جسقدر زیادہ وہ قومین ملتی جاتی ہین اسیقدر زیادہ اس نتیجہ کا یقین ہوتا جاتا ہے کہ تمام لوگون کی ایک ہی حاجتین ہین ایک ہی اندیشے اور ایک ہی امید و بیم ہین۔ اور یہ بات بھی بہت تیقن ہے کہ موت سب کے لیے اس سین کو ختم کر دیتی ہے۔

تو پھر کیا ایسے وسائل نہین ہین جن سے زندگی کے رنج اور تفکرات کم ہو سکین اور جن سے تمام لوگون کو موت کے وقت آرام مل سکے۔ کیا یہ فرض کر لینا معقول ہے کہ ہر ایک قوم کو رجاً بالغیب محض قیاس کے ذریعہ سے اپنے واسطے راستہ نکالنا چاہیئے۔؟ یا جس خدا نے سب کو بنایا ہے اُس نے اپنے مختلف لوگون کے لیے موجودہ اور آئندہ خوشی حاصل کرنے کے واسطے مختلف طریقہ یہ بات نہین ہو سکتی ہے۔

پس مذہب عیسوی ہی ایسا مذہب ہے جو خدا کے پاس سے براہ کرتا ہے۔ اور یہی ایسا مذہب ہے جس سے اس دنیا مین اور خوشی حاصل ہو سکتی ہے۔ دنیا کے کسی دوسرے مذہب سے پائی جاتی ہے کہ یہ انسان کے دل اور عقل سے

دلیل کے زور سے پھیلا ہے - جو قومین اس مذہب پر اعتقاد رکھتی ہین سب سے زیادہ غور و خوض کرنے والی اور دنیا مین سب سے زیادہ شایستہ ہین پس بہرکیف اس مذہب کو حق حاصل ہے کہ اسپر غور کی جائے۔

چونکہ ہمنے خود اس سے نہایت ہی بڑی برکتین حاصل کی ہین اسلیے ہم چاہتے ہین کہ اور لوگون کو بھی اُنکے حاصل کرنے کی ترغیب دیجائے - اور اسیلیے یہ سنجیدہ اور سرگرم اپیل آپسے کیا جاتا ہے کہ بطور خود آپ اس اہم مضمون کو امتحان کرین - اس مذہب کی تائید مین بے شمار دلیلین ہین مگر اس مضمون مین انمین سے صرف ایک پر بحث کیجائیگی مگر وہ ایک اس امر کو مستحکم کرنیکے لیے بالکل کافی ہوگی۔

ایک شخص یسوع نامی ملک یہودیہ کے ایک مقام بیت اللحم مین تقریبًا[له] ۱۱۵۹ - برس گذرے پیدا ہوا تھا وہ عالی خاندان اور دولتمند نہ تھا - لیکن اُسنے اس بات کا دعوے کیا کہ مجھکو خدا نے بھیجا ہے تاکہ مین لوگون کو صرف وُہی رستہ بتاؤن جو خدا کی طرف رہنمائی کریگا - اس ملک مین تین سال وعظ کرتے ...ے کے بعد سلطنت روما نے یہودی علما کی درخواست پر اسکو مار ڈالا - یہانتک سب مانتے ہین - جسطرح ...یزر کی موت ایک امر واقعی ہے اسی طرح یسوع کی موت بھی ایک امر واقعی ہے اور کسی ...ہ ہے نہ دوسرے مین - یہودی جو یسوع اور اُسکی تعلیم کے سب سے بڑے دشمن ہین ...بہتر شہادت ہے جسکی ہم خواہش کر سکتے تھے -

...زندہ ہوا - یہ ایک بڑا واقعہ ہے جسپر تمام مذہب عیسوی منحصر ہے ...مر کر زندہ نہین ہو سکتا جب تک خدا کی مدد شامل حال نہو -

---

[له] ...ہ کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ پادری ای ایڈ منڈ کی چٹھی ...سے یہی سنہ ہونا چاہیے تھا ۱۲

اور خدا اُس شخص کو ہرگز مردہ سے زندہ نہ کریگا جسکی زندگی اور تعلیم اُسکو پسندیدہ نہو۔ اگر یہ غلط ہے تو انجیل بھی غلط ہے۔
ہم نہایت ادب اور سرگرمی سے آپکو تاکید کرتے ہین کہ آپ اپنی تمام توجہ اس مسئلہ پر مبذول فرمائین
کہ آیا یسوع زندہ ہوا یا نہین۔ ہمکو اس امر پر گواہ لانے چاہییں اور وہ حسب ذیل ہین۔
پیٹر۔ جیمز۔ جان۔ متھیو۔ متھیاس۔ ٹومس۔ جیوڈ۔ میری میگڈلین۔ کلیوفس۔
اور پانسو اَور جن کے نام اب معلوم نہین ہین۔ بہت سے انمین سے خاص دوست تھے جو یسوع کی موت
سے پہلے تین سال تک متواتر اُسکے ساتھ رہے تھے اسلیے وہ اُسکی شناخت مین غلطی نہین کرسکتے تھے۔
انھون نے اسکی وفات سے پچاس دن کے اندر اندر آکر ظاہر کیا کہ وہ اُسی جگہ اور اُنہی لوگون مین جنھون نے
اسکو مغلوب کیا تھا دوبارہ پیدا ہوا۔

اگرچہ اس بات کے ظاہر کرنے مین انکا کچھ فائدہ نہ تھا بلکہ ہر چیز کے کھو بیٹھنے کا خطرہ تھا یہانتک
کہ جانون کے بھی ضایع ہونے کا احتمال تھا مگر اسپر بھی اُنھون نے کئی ہزار آدمیون کو اس بات کا یقین
کرنے کی ترغیب دی کہ جو کچھ وہ کہتے ہین سچ ہے۔ یہانتک کہ وُہی لوگ جو اُسکو نہین مانتے تھے اور
حقیر سمجھتے اور اُس سے نفرت کرتے تھے اب اسکے نام کی عزت اور پرستش کرنے لگے۔

جبتک وہ زندہ رہے نہ صرف یہودیہ مین بلکہ تمام سلطنت روما مین اس واقعہ کا ذکر کرتے رہے۔
بہت سے لوگون نے اپنی صداقت کو اسطرح ثابت کیا کہ اس بات کے کہنے کے عوض مین اپنے لیے موت
اور سخت اذیت گوارا کی جبکہ وہ صرف یہ کہکر چھوٹ سکتے تھے کہ یہ بات جھوٹ ہے۔ اگرچہ وہ جاہل
اور اَن پڑھ تھے مگر اُنھون نے تمام سلطنت روما مین ہزارون کو ایسی ترغیب دی کہ وہ انکا یقین کرنے لگے۔
اور اپنے مذہب ترک کرکے باوجود لوگون کی نفرت اور قتل ہونیکے اُس مذہب کو جسکی وہ تعلیم دیتے تھے

قبول کرلیا۔ وہ دنیاوی آرام و عزت کا وعدہ نہین دلاتے تھے کہ جس سے لوگون کو اُنکا یقین کرنے کی ترغیب ہو۔
بلکہ معاملہ برعکس تھا۔ اُنکے نزدیک یہ کافی نہ تھا کہ اُنکے خیالات کی براے نام پیروی کیجائے۔ بلکہ وہ انکسار اور
پاکیزہ زندگی چاہتے تھے جسے قدرتًہ سب لوگ ناپسند کرتے ہین۔ وہ کہتے تھے کہ یہ نیا مذہب بھی کسی (مرنے سے)
نہین بچاسکتا۔ اگرچہ اُنکو خود اس بات سے کوئی فائدہ حاصل نہین ہوا اور دوسرون کو بھی یہی تعلیم دی
کہ اُنکو بھی کسی فائدہ کی امید نہین رکھنی چاہیے تاہم اُنھون نے یسوع مسیح کے دوبارہ زندہ ہونے کا ایسا
موثر طریقے سے یقین دلایا کہ یہ مسئلہ جسکا اَن پڑھ ماہی گیر غریب نجار کے بیٹے کی نسبت وعظ کیا کرتے تھے۔
سلطنت روما کے زاویۂ خمول سے تمام سلطنت مین اُنکی موت کے بعد بھی پھیل گیا۔ اور اُسنے ہر ایک مذہب کو
اگرچہ زمانہاے دراز سے اُسکو مانتے چلے آتے تھے اُکھاڑ پھینکا۔

یسوع مسیح کے دوبارہ زندہ ہونیکے ثبوت مین ہمارے پاس اُن لوگون کی شہادت موجود ہے
جو اس مسئلہ کے واعظ نہین ہوے۔ اُن سپاہیون نے جو قبر پر پہرے کے لیے مقرر کیے گئے تھے اس واقعہ کو
دیکھا اور (یہودی) عالمون سے اس بات کا تذکرہ کیا۔ اُنھون نے جسم کے غائب ہونیکی وجہ بتانے کے لیے
جسکو سب تسلیم کرتے تھے ایک بیہودہ حکایت کا گھڑ لینا ضروری سمجھا صرف عوام الناس کی شہادت جسکی
ہر شخص خواہش کرسکتا ہے ہمارے پاس موجود نہین ہے۔ کہہ سکتے ہین کہ کیا وجہ ہے کہ یسوع نے عام طور
پر سب لوگون کے سامنے اور خصوصًا اُن لوگون کے سامنے جنھون نے اُسکو مصلوب کیا تھا اپنے تئین ظاہر
نہین کیا۔ اسکے مختلف وجوہات بیان کیے جاسکتے ہین جو اُس مسئلہ کی ماہیت سے جسکی وہ تلقین
کرتے تھے اخذ کیے گئے ہین۔ ان وجوہات کا بیان کرنا اسوقت ناممکن ہے لیکن یہ خیال رکھنا چاہیے کہ
اس شہادت کا موجود نہونا اس واقعہ کی سچائی پر کچھ اثر نہین ڈالتا۔ اگرچہ بہت سے آدمیون نے جو اُسکو

خوب اچھی طرح جانتے تھے اُسکو دیکھا اُس سے باتین کین اور اُسکے ساتھ کئی موقعون پر کھانا کھایا تو یہ سوال کرنا
کہ کیا وجہ ہے اور لوگون نے اُسکو نہین دیکھا درحقیقت اُنکی شہادت کو متزلزل نہین کرسکتا - جہان کہین
وہ ظاہر ہوا تمام لوگون نے جو اُسوقت وہان موجود تھے اُسکو دیکھا - چنانچہ ایک موقع پر پانسو آدمیون تک نے
دیکھا - پس ظاہر ہے کہ یہ ایک خیالی نہین بلکہ واقعی بات تھی - ایک شخص مسمےٰ ٹامس نے کہا کہ جب تک
کہ مین اُسکے ہاتھون مین میخون کے اور پہلو مین برچھے کے سوراخون کو اپنے ہاتھ ڈالکر نہ دیکھ لونگا
اُسوقت تک یقین نکرونگا کہ وہ ہمارا پرانا دوست ہی ہے - مگر اُسکی بھی تسلی ہوگئی - ہم نہایت سرگرمی
کے ساتھ التجا کرتے ہین کہ آپ اُن واقعات پر غور کرین اور اگر شہادت مین کچھ نقص ہو تو ہمین بتائین
ورنہ اس بات کو تسلیم کرین کہ یسوع مسیح مُردہ سے زندہ ہوا اور انجیل پر ایمان لائین -

یسوع مسیح کے دوبارہ جی اُٹھنے سے سب لوگون کو اس امر کا یقین ہوتا ہے کہ خدا نے ایک دن ایسا
مقرر کیا ہے جب کہ وہ راستبازی مین دنیا کا انصاف کریگا اُسوقت تم اُسکے سامنے کھڑے ہوگے اور
بدخیالات بدالفاظ اور بداعمال کی جنکے تم مجرم ہوے ہو جوابدہی کرنی پڑیگی - کیا تم ایسا کرنیکے لیے تیار ہو؟
کوئی متنفس نہین ہے جو کہ تیار ہو - لیکن جو شخص یسوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ مانیگا اُسکے تمام گناہ
بخش دیے جائینگے - کیونکہ اس اعتقاد کے ساتھ ہی پاکی بھی عطا ہوجاتی ہے - پس وہ اس خوفناک دن کی
جوابدہی کے لیے بھی تیار ہوجائیگا -

چونکہ تم اپنی ابدی خوشی کی قدر کرتے ہو اسلیے ہم تمکو تاکید کرتے ہین کہ اس بڑے مضمون کی آزمائش کرو
اور خدا سے دعا کرو کہ وہ روح القدس کی تعلیم کے ذریعے سے تمکو ٹھیک ٹھیک طور پر اس کام کو کرنیکے قابل بنائے -
اس بات پر تخلیہ مین غور کرو اور اسکی آزمائش کرو اور دوسرے لوگون کے ساتھ ملکر بھی جنکے نام یہ چٹھی لکھی گئی ہے

سوچو۔ اور اپنی توجہ صرف اس ایک امر پر مبذول رکھو کہ آیا وہ لوگ اعتبار کے قابل ہین یا نہین جنھون نے یہ کہا ہے
کہ ہمنے یسوع مسیح کو مردہ سے زندہ ہونیکے بعد دیکھا۔ اگر ایسا کروگے تو تمکو تمام اصول شہادت سے اس بات کا
یقین ہوجائیگا کہ یسوع مسیح بے شک مرکر زندہ ہوا اور اسلیے انجیل سچی ہے اور یہی ایک خدا کی طرف سے الہامی کتاب ہے
پس دلیر بنو اور کھُلّم کھلّا ایمان لاؤ کیونکہ یسوع نے خود کہا ہے "جو کوئی مجھسے اور میرے لفظون سے اس بدکاری اور
گنہگاری کی زندگی مین روگردانی کریگا اس سے ابن آدم بھی جبکہ وہ پاک فرشتون کے ساتھ اپنے باپ کے
جلال مین آئیگا روگردانی کریگا" ہماری تمنا ہے کہ اس ملک مین گرجاؤن کو ہندوستانیون سے بھرا ہوا
دیکھین۔ جہان نہ صرف غیر ملک کے لوگ بلکہ تمھارے ہموطن بھی انجیل کی خوشخبری کی باقاعدہ طور سے
منادی کرین۔ وہان عورتون اور مردون کو بھی اپنے گناہون سے توبہ کرنے اور اپنے خدا کی ملاقات کے لیے تیار
ہونیکی تاکید کی جائیگی۔ وہان بچون کو اخلاق اور سچائی کی تعلیم دی جائیگی۔ اور اس دنیا مین
اپنے چال چلن کی درستی کرنے اور دوسری دنیا کے لائق بنانے کے واسطے پاکی اور نجات کے سبق
پڑھائے جائینگے اور وہان یہ بھی بتایا جائیگا کہ موت اب ایسا دشمن نہین رہا جس سے آیندہ
ڈرنا چاہیے کیونکہ ہمارے نجات دہندے یسوع مسیح نے اسکا ڈنک نکال دیا ہے اور اُسکو نیست
ونابود کرکے انجیل کے ذریعے سے زندگی اور حیات ابدی کو روشن کردیا ہے۔ خدا ہی نے ہمکو یقین دلایا ہے
کہ اب بھی یہی حال رہیگا۔ ہم اُسوقت کے آنے کی خواہش کرتے ہین جبکہ لوگ بخوبی اسکو سمجھ جائینگے۔
کیون نہ اسی نسل مین یہ بات ہو؟ کیا یہ احمقانہ۔ ذلیل اور خراب بُت پرستی کے مقابلے مین جس سے
یہ زمین آلودہ ہو رہی ہے بے حد ترقی نہین ہوگی۔ ہم تمکو عقلمند سمجھ کر کہتے ہین۔ جو کچھ
ہم کہتے ہین اسکو جانچ لو۔

# نقل اشتہار گورنمنٹ بنگال جسکا ذکر سر سیّد کے رسالہ مین ہوا ہے

درین نزدیکی بسمع مبارک نواب معلے القاب لفٹنٹ گورنر بہادر بنگال چنان رسیدہ کہ بعضے اشخاص ازراہ تعصب و نادانی محض برائے حیرانی وپریشانی جمہور خلائق چند سخنان بے اصل و نالائق متعلق بمذہب وملت و رسم وطریقت ہنود ومسلمانان چنان مشہور واعلان کردہ اند کہ باستماع خطرات پرخطر در دل مردمان جاکردہ جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر را بسیار حیرت وحسرت است کہ سکنۂ این ملک حقیقت حال را دریافت نکردہ صرف بافساد مفسدان چرا خود را زیر بار تشویش میکنند لاجرم بذریعۂ اشتہارِ عام حقیقت نفس الامری اختراعات کہ بگوش حقیقت نیوش نواب محتشم الیہ درآمدہ مشتہر کردہ میشود تا کافۂ انام بر حقیقت حال وارسند وبیقین معلوم نمایند کہ سرکار بہادر را نوعے در ملت ومذہب وطریق ورسم وراہ رعایا مداخلت ومزاحمت نیست وآیندہ را نیز نخواہد بود بلکہ حفاظت جان ومال وعزت وحرمت اینان پیش نہاد دست ومساعی جمیلہ درین باب بکار مے آید وآمدنی ست ۔

اول اینکہ بعضے پادریان کلکتہ بطریق طریقہ و وظیفۂ معمولی خود افراد سوال دربارۂ مذہب وملت بطریق مناظرہ ومباحثہ چاپ کردہ ملفوف بلفافہا عموماً بپیش ہندوستانیان فرستادہ وآنہا از غلط فہمی خود انگاشتند کہ آنچنان مضامین باشارۂ سرکار ابد پایدار بظہور رسیدہ حالانکہ سرکار بہادر را ازان ہیچگونہ اطلاعے و آگاہی نیست ونیز ہرگز وہر آئینہ شان سرکار عالی اقتدار چنان نبودہ کہ ترغیب وتحریص کسے از رعایا بسوے ملت ودین خود فرماید چہ ظاہر ست کہ رعایاے این ملک ہر قسم مردم اند وملت ومذہب وکیش وآئین

جداگانہ میدارند و رقبۂ ایشان تحت رقبۂ اقتدار سرکار والا اقتدار ست و نظر لطف و کرم بر حال آنہا مساوی و یکسان ست باوجود امتداد مدت سلطنت سرکار ابد پایدار ہیچ وقتے مزاحمت و تعرض کیش و ملت کدامی اہل سلام و دیگر مذہب بعمل نیامدہ و پادری صاحبان این قسم امور از طرف خود اجرا میکنند و این ہمہ گویا لوازمہ عادات معمولی شان ست چنانکہ مسلمانان و ہنودان در مساجد و معابد وعظ و نصائح میکنند و اظہار و ابراز امورات شرعی و ترغیب بطاعت و اجتناب از نواہی میسازند و اگر تامل کردہ شود صاف واضح شود کہ این معنی سخنے نو و امرے جدید نیست بلکہ طریق مناظرہ و مباحثہ درمیان علمائے مختلف المذاہب ہموارہ جاری ست و از ہیچو امورات سرکار بہادر را ہیچ علاقہ نیست ۔

دوم - اینکہ در بعض اخبار اخبار کردہ و در عوام نیز شہرت یافتہ است کہ بالفعل از طرف سرکار آن چنان قوانین جاری شدنی ست کہ از ان رسم تعزیہ داری و مراسم ختنہ و پردہ نشینی زنان شرفا وغیرہ احکامات شرع و ناستر برافتد و یکسر موقوف گردد حالانکہ این ہم غلط ست و افترائے محض سرکار بہادر را در راہ و رسم و کیش و مذہبِ کدامی کس دست اندازی منظور نیست بلکہ این معنی برخلافِ طریقۂ رعیت پروری کہ سجیۂ مرضیۂ سرکار بہادر ست بودہ است ۔

سوم - اینکہ صاحب سپرنٹنڈنٹ جیلخانہ بعضے اضلاع بلا اطلاع و واقفیت سرکار والا اقتدار حکم ستیدہ گرفتن ظروف اکل و شرب از قیدیان بخیال و تصور تفرقہ و امتیاز در مصائب قید و راحت خانہ صادر کردہ بود لیکن سرکار بہادر را معلوم گردید کہ این امر نقصانے ست در مذہب آنان و از لاعلمی مہتمم جیلخانہ آنچنان حکم صادر گردیدہ علے الفور بسبیل ڈاک برقی حکم محکم موقوفی آن صادر گشت ۔

چہارم - اینکہ بسمع معدلت مجتمع درآمد کہ سکنۂ این مملکت بنائے اسکول و اسباب علوم و تحصیل فنون

وترویج زبان انگریزی را اسباب تبدیل ملت وتخریب بنائے دین ومذہب مے پندارند وازینجاست کہ
بسے از مردمان در تحصیل علم وتکمیل فنون تعلل وتہاون میکنند وبعض اشخاص بفرستادن اطفال در اسکول
مضایقہ میدارند ظاہر امنشاے آن جزنافہمی وبے دانشی نیست والا اصل این ست کہ ہرگاہ بحضور سرکار والا
اقتدار محقق گردید کہ رعایاے این مملکت بسبب بے علمی وبے ہنری از طریقۂ کسب معاش چنان بیخبراند
کہ از اوقات گذاری خود ہا باراحت وآسایش معذور اند لاجرم بحکم والاے جناب ملکہ انگلستان کہ از راہ
تفضلات خسروانہ صدور یافت براے تعلیم وتربیت آنہا باہتمام تمام وصرف مالا کلام در ہریک اضلاع ومصاس
مدارس اسکول وکالج بنا گردید ودر ہر ضلع صاحبان بعہدۂ انسپکٹر وبہ نیابت شان متعدد ہندوستانی
براے طریقۂ تربیت معین گشتند وبراے درس وتدریس وتعلیم کتب وعلوم وفنون زبان انگریزی وغیرہ آن
تاکید مزید شد تا باشندگان این ملک عموماً از جہل وبے دانشی وارستہ بتحصیل علم ودانش بخوبی تحصیل
معاش نمایند واز تنگنای تنگی وعسرت برآمدہ بامسرت وعشرت صرف[illegible]ت خود ہا نمایند ۔

مخفی نیست کہ باشندگان ملک یوروپ (یعنی ولایت انگلشیہ) باعث تحصیل علوم ہرگونہ امورات
را از رسائی عقل رساے خود بخوبیہاے تمام انجام میدہند بخلاف اہالی این دیار کہ باعث بیعلمی وبیدانشی
بے سلیقہ محض اند اگر علم وہنر وفہم ودانش در اینان شائع گردد ہر یکے لوازمہ آسایش وآرام را جامع شود
وتشریف شاہی را کماہی نہ دریافتن ونیکی راجاے خود حمل نکردن چہ قدر افسوس وحسرت ست کہ بشرح
نمی آید جناب لفٹنٹ گورنر بہادر چنان قیاس میفرمایند کہ بناے این ہمہ خیالات فاسدہ براہ غلط فہمی ست
نہ از روے تعصب وبدباطنی باید دانست کہ غرض سرکار بہ تربیت وتعلیم انگریزی آن نیست کہ حرفے بر دین
وآئین شان درآید بلکہ ہرکس مجازست کہ ہر علم وہنر کہ مرغوب ومطبوع باشد وباعث فائدہ داند تحصیل آن پردازد

مگر این هم دانستنی ست که بالفعل بزبان انگریزی کتب و رسائل هر فن موجود ست و همیشه تجربهاے متعدد و اختراعات نو بنو بر روے کار می آیند که بزبان دیگر حاصل نیست و زبانِ انگریزی زبانِ والی ملک و صاحب سلطنت ست و در عدالتها باعث افهام و تفهیم عوام زبان مروجهٔ این ملک جاری ست درین صورت تحصیل و تکمیل زبان انگریزی و اُردو و بنگله از براے حصول معاش و ترقیات حرمت و عزت و اقبال بلاشک واز واجبات ست ۔

مخفی مباد که از آوانے که نواب معلے القاب لفٹننٹ گورنر بهادر احوال این دیار را بچشم خود دیده و از اکثر اشخاص شنیده همت والا نهمت محتشم الیه بفکر درستی اوضاع باشندگان این ملک و بایجاد طریق تعلیم و ترتیب و آرام و آسایش در حفظ عزت و حرمت هر یک عموماً مصروف ست و از غایت مهربانی و دلسوزی اصلاح حال شرفا و نجبا و زمینداران و رعایا خصوصاً مدنظر ست ۔

لهذا اشتهار داده مے آید که همگنان سکنهٔ این ملک بر نیک نیتی و بلند همتی سرکار والا اقتدار واقف و مطلع بوده شکر خدا بجا آرند و باطمینان تمام اوقات خود ها بسر کرده بدعاے دوام دولت ابد مدت سرکار دولت مدار مصروف باشند ۔

# ضمیمہ نمبر ۵

ذیل کا مضمون ہمنے رسالۂ معارف مورخہ یکم دسمبر ۱۸۹۹ء مین شایع کیا تھا۔ چونکہ یہ مضمون خاصکر سرسید مرحوم کی تفسیر قرآن سے علاقہ رکھتا تھا اسلیئے بعض احباب کی یہ خواہش تھی کہ اسکو بطور ضمیمہ کے سرسید کی لائف مین شامل کردیا جائے لہذا وہ مضمون بجنسہ ذیل مین درج کیا جاتا ہے۔

## ضمیمۂ حیاتِ جاوید (یعنی سرسید کی لائف)

ہم نے سرسید مرحوم کی لائف مین جہان اُنکی مذہبی خدمات کا ذکر کیا ہے، وہان اُنکی تفسیر کی چند خصوصیتین بیان کی ہین مگر سب سے بڑی اور معرکۃ الآرا خصوصیت، جو تفسیر کی جان ہے اور جس سے مراد قرآن اور حقائق موجودات مین مطابقت ثابت کرنا ہے، اُسپر لائف مین اسلیئے بحث نہین کی گئی کہ وہ بحث بہت طولانی تھی۔ جسکی ایک بائیوگرفی متحمل نہین ہوسکتی۔ اور نیز عام ناظرین کو اُس سے چندان دلچسپی بھی نہین معلوم ہوتی۔ لیکن ہمارا ارادہ ہے کہ تفسیر مذکور کی اس خصوصیت پر جو کچھ ہم نے لکھا ہے، یا آیندہ لکھین اُسکو بدفعات رسالۂ معارف کے نمبرون مین شایع کردین۔ بالفعل ہم ذیل کے عنوان پر پہلا مضمون شایع کرتے ہین۔

## نمبر (۱)

# قرآن مجید مین اب نئی تفسیر کی گنجایش باقی ہے، یا نہین؟

سرسید کی تفسیر جسمین بیسیون آیتون کے معنی جمہور مفسرین کے خلاف لکھے گئے ہین۔ اُسکی نسبت پہلا شبہہ، جو ہر شخص کے دل مین پیدا ہوتا ہے، یہ ہے کہ باوجود بے شمار تفسیرون کے، جو گذشتہ تیرہ سو برس مین وقتاً بعد وقتٍ قرآن مجید پر لکھی گئی ہین۔ اب تفسیر قرآن کے متعلق ایسا کونسا مرحلہ باقی رہگیا ہے جسکو علمائے سلف نے نہ طے کرلیا ہو؟ اولاً رسول خدا صلعم نے جنکے برابر قرآن کا علم کسی اُمتی کو نہین ہوسکتا۔ جن آیتون کے معنی بیان کرنے کی ضرورت تھی خود درزبانِ مبارک سے اُنکا مطلب ارشاد فرمایا۔ پھر آپ کے بعد صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور علمائے امت نے جو یقیناً اس زمانہ کے لوگون سے بہتر قرآن کے معنی سمجھنے والے تھے، قرآن کی ایک ایک آیت اور ایک ایک لفظ کو بالکل حل کردیا۔ پس زمانۂ حال مین مفسر کے لئے اسکے سوا کوئی منصب باقی نہین رہا کہ وہ اُنھین تفسیرون کا ماحصل، جو علمائے سلف لکھ گئے ہین۔ زیادہ شرح و بسط، یا زیادہ اختصار، یا زیادہ فصاحت کے ساتھ بیان کردے، یا ایک زبان سے دوسری زبان مین اُنکا ترجمہ کردے۔ یہ منصب اب کسی کا نہین ہے کہ ایک آیت کے معنی بھی ایسے بیان کرے جو تیرہ سو برس مین کسی نے نہ بیان کئے ہون۔ چنانچہ اسی شبہہ کی بنا پر بعض ستم ظریفون کو کہتے سُنا ہے کہ جو مطلب قرآن کا سرسید نے بیان کیا ہے وہ نہ خدا کو سوجھا، نہ نبی کو، نہ صحابہ و تابعین کو اور نہ دیگر علمای اُمت کو۔ اس مضمون مین ہمکو اسی شُبہہ کا حل کرنا مقصود ہے۔ مگر پہلے اس سے کہ اصل مقصود بیان کیا جائے، چند باتین ذہن نشین کرلینی ضرور ہین۔

ایک یہ کہ محکمات و متشابہات کے الفاظ جو قرآن مجید مین وارد ہوے ہین اُن سے کیا مراد ہے؟ شاہ ولی اللہ کے نزدیک۔ جیسا کہ حجۃ اللہ البالغہ مین مذکور ہے۔ محکمات وہ آیتین ہین جنمین ایک معنی سے زیادہ کا احتمال نہو، اور متشابہات وہ ہین جنمین متعدد معنون کا احتمال ہو۔ مگر مقصود ایک معنی سے زیادہ نہون۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید مین جسقدر آیتین ایسی ہین جنمین معانی متعددہ کا احتمال ہوسکتا ہے وہ سب متشابہات کے تحت مین مندرج ہین۔

دوسرے یہ کہ قرآن مجید مین متشابہات کے لانے سے شارع کا کیا مقصد تھا؟ امام رازی نے اسکی کئی وجہین بیان کی ہین، مگر سب سے عمدہ وجہ، جسکو اُنھون نے تمام وجوہ پر ترجیح دی ہے، یہ ہے کہ "قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس مین خواص اور عوام سب کو حق کی طرف بُلایا گیا ہے، اور عوام کی طبیعتین ادراکِ حقائق سے بعید ہوتی ہین، مثلاً اگر اُن کے سامنے ایک ایسی ہستی کا بیان کیا جائے، جو نہ جسم ہے، نہ کسی مکان مین ہے، اور نہ اُسکی طرف اشارہ ہوسکتا ہے، تو اُنکو یہی خیال ہوگا کہ ایسی چیز معدومِ محض کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے؟ پس مقتضائے حکمت یہی تھا کہ اُن کو ایسے الفاظ کے ساتھ خطاب کیا جائے، جو من وجہٍ اُن کے خیالات سے مناسبت رکھتے ہون" شاہ صاحب نے اسی مطلب کو حجۃ اللہ البالغہ مین اسطرح بیان کیا ہے کہ "شارع نے محض لوگون کی معمولی سمجھ کے موافق۔ جو دقائقِ علم و حکمت تک پہنچنے سے پہلے اُن کی اصل خلقت مین ودیعت تھی۔ اُن سے خطاب کیا ہے، اور اسی لئے (اُن کی سمجھ کے موافق) فرمایا "الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" اسکے بعد لکھتے ہین کہ "آنحضرت نے ایک عورت حبشیہ سے پوچھا کہ خدا کہان ہے؟ اُسنے آسمان کی طرف اشارہ کیا، آپ نے فرمایا کہ یہ مؤمنہ ہے" یعنی آنحضرت نے، باوجودیکہ آپ خدا تعالے کو کسی خاص جہت مین ہونے سے منزہ جانتے تھے، اُسکے آسمان کی طرف اشارہ کرنے کو اُسکے ایمان کے لئے کافی سمجھا اور اس دقیق بات کے سمجھانے کو مناسب نہ جانا کہ وہ جہت اور مکان سے پاک ہے۔

ان سب حوالون سے ظاہر ہے کہ قرآن مین وہ تمام روحانی اور اعلےٰ مقاصد، جو عموماً انسان کے فہم و ادراک سے

اور خاصکر عرب کے اُمیون کی سمجھ سے بالاتر تھے اور جن پر بالاجمال ایمان لانا کافی تھا۔ اُنکو مجاز و استعارہ و تمثیل کے پیرایہ
مین بیان کیا گیا ہے تاکہ اُمّی اور حکیم دونو اپنی اپنی سمجھ کے موافق اُس سے ہدایت حاصل کرین۔ عہدِ عتیق کی کتابین،
جن کو مسلمان اور یہودی اور عیسائی سب آسمانی کتابین مانتے ہین۔ چونکہ وہ اُس زمانہ مین القا کی گئی تھین جب کہ
انسان کی سمجھ نہایت ابتدائی حالت مین تھی اسلئے اُن مین قرآن سے کہین زیادہ کلام کی بنیاد مجاز و استعارہ پر رکھی گئی ہے،
تمام عہدِ عتیق کی کتابین اور صحیفے متشابہات سے بھرے ہوے ہین، جیسے خدا کا طوفانِ نوح پر اسقدر رونا کہ اُسکی آنکھین آشوب
کرآئین، یا دوسرے موقع پر اُسکا ایسا ہنسنا کہ کُچلیان نظر آنے لگین، یا سرکشون کا اُسکو بھڑکا کر غصّہ دلانا اور اُسکی ناک مین
دھوئین کا سا اثر کرنا، اُسکی سانس کا گندھک کے سیلاب کی مانند ہونا، شہر اسور کا اُسکی آواز سے تباہ ہونا اور اُسکا
اسور والون کو لٹھون سے مارنا وغیرہ وغیرہ۔ ایک جگہ کتاب یرمیاہ مین یروسلم کی تباہی پر خدا تعالی اپنا غصّہ اس طرح
ظاہر کرتا ہے " اے میری انتڑیو! اے میری انتڑیو! میرے دل کے پردہ مین درد ہے، میرے دل کی ایسی گھبراہٹ ہے
کہ مین چُپ نہین رہ سکتا۔ اے میری جان! تو نے تُرئی کی آواز اور لڑائی کی للکار سُنی، شکست پر شکست کی خبر ہوئی،
یقیناً تمام سرزمین برباد ہو گئی، میرے خیمے اچانک اور میرے پردے ایک دم مین غارت کئے گئے، کب تک یہ جھنڈا دیکھا کرون
اور تُرئی کی آواز سُنا کرون؟ زبور مین ایک جگہ خدا تعالی داؤدؑ کے مقرب اور محبوب ہونے کو اسطرح بیان کرتا ہے۔
"مین نے تجھے جنا ہے، مین آج کے دن تیرا باپ ہوا" دوسری جگہ زبور مین خدا کے انتقام لینے کا بیان اسطرح ہے" آخر
خداوند خواب سے بیدار ہوا اور اُس پہلوان کی طرح جو شراب پیکر عربدہ کرے، اپنے دشمنون کی پچھاڑی ماری" غرضکہ
تمام عہدِ عتیق کی کتابین اسی قسم کے متشابہات سے مالامال ہین جنمین روحانی تعلیم جسمانیات کے پیرایہ مین کی گئی ہے۔
اسی لئے شاہ ولی اللہ صاحب انبیاؑ کے خواص کے ذکر مین لکھتے ہین " ومن سیرتهم ان لا یکلّموا الناس الا
علی قدر عقولهم التی خُلقوا علیها وعلومهم التی هی حاصلة عندهم باصل الخلقة"

تیسرے یہ بات بھی سمجھ لینی ضرور ہے کہ متشابہات کی تاویل جسکی نسبت قرآن مجید مین کہا گیا ہے " وما یعلم تاویلہ الا اللہ " اس سے کیا مراد ہے ؟ ظاہر ہے کہ اس آیت کے یہ معنی قرار دینے تو بالکل غلط ہین کہ متشابہات کی تاویل کا علم اجمالاً یا تفصیلاً کسی طرح پر انسان کو نہین دیا گیا۔ ورنہ مسلمانون کا یہ دعوے غلط ہو جائیگا کہ ہمارے دین مین عیسائیون کے مسئلۂ تثلیث کی مانند کوئی ایسا راز سربستہ نہین ہے جو انسان کی عقل اور سمجھ سے بالاتر ہو۔ امام نووی شرح صحیح مسلم مین تاویلِ متشابہات کے متعلق لکھتے ہین " یبعد ان یخاطب اللہ عبادہ بما لا سبیل لاحد من الخلق الی معرفتہ ' وقد اتفق اصحابنا وغیرھم من المحققین علی انہ یستحیل ان یتکلم اللہ تعالی بما لا یفید " (یعنی بعید از عقل ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے بندون سے ایسے کلام کے ساتھ خطاب کرے جسکے سمجھنے کی کوئی سبیل کسی مخلوق کے لئے نہو ' اور ہمارے علماے مذہب اور اُن کے سوا اَور محققین اس بات پر متفق ہین کہ خدا تعالی کا ایسے کلام کے ساتھ متکلّم ہونا جو مفید معنی نہو محال ہے) غرض کہ آیۂ مذکور کے ہرگز یہ معنی نہین ہین کہ انسان کو تاویل متشابہات کا علم مطلقاً نہین دیا گیا بلکہ یہ معنی ہین کہ خاصکر مبدأ و معاد کے متعلق جو باتین انسان کی سمجھ بوجھ سے باہر ہین ' اور جنکا بیان آیات متشابہات مین بطور مجاز و استعارہ کے واقع ہوا ہے ' اور جن پر ایمان لانے کو یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے لفظ کر تعبیر کیا گیا ہے۔ اُن کی حقیقت اور کنہ خدا کے سِوا کوئی نہین جان سکتا اور اسلئے انسان جن الفاظ و عبارات سے اُن حقائق کو تعبیر کریگا وہ تعبیر ناقص اور ادائے معنی مقصود سے قاصر ہوگی۔ طیبی[1] شرح مشکوۃ مین لکھا ہے کہ " جن متشابہات کے اتباع سے بچنے کا حکم ہے وہ صفات باری تعالی ' یا قیامت کے حالات کا بیان ہے جو قیاس اور استنباط سے دریافت نہین ہو سکتا اور نہ لوگون کو اُسکا تصور دلانے کی کوئی سبیل ہے " لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ انسان یہ بھی نہین سمجھ سکتا

---

[1] قال الطیبی فی شرح المشکوۃ " الذی یجب رعنہ ھو صفات اللہ تعالی التی لا کیفیۃ لھا واوصاف القیمۃ التی لا سبیل الی ادراکھا بالقیاس والاستنباط ولا سبیل الی استحضارھا فی النفوس ۱۲

کہ آیات متشابہات مین وہ اسرار و حقائق بطور استعارہ یا تمثیل کے بیان ہوے ہین اور الفاظ اپنے حقیقی معنون مین استعمال نہین ہوے مثلاً سورہ کُوِّرَت مین ہولِ قیامت کا بیان اِن لفظون مین کیا گیا ہے " وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ " (یعنی جب کہ عنقریب بیانے والی اونٹنیان چھُٹی پھرینگی اور اُنکی کوئی خبر نہ لیگا) بے شک ہولِ قیامت کی جس کیفیت کو اِس تمثیل مین بیان کیا گیا ہے اُس کے ادراک سے انسان کی عقل قاصر ہے اور اُسکی قدرت سے باہر ہے کہ اُس کیفیت کو کسی لفظ یا عبارت کے ذریعے سے پورا پورا ادا کر سکے - لیکن یہ سمجھنا اُسکی طاقت سے باہر نہین ہے کہ یہ بیان اُس کیفیت کی ایک تمثیل ہے اور ایک اونٹ چرانے والی قوم جسکی دولت اونٹ اور اونٹنیون کے سِوا کچھ نہ تھی، اُسکو ہولِ قیامت کا تصوّر دلانے کے لئے کوئی اسلوب اس سے زیادہ بلیغ نہین ہوسکتا: کیونکہ عرب اپنی اِلف و عادت کے سبب اس بات کو ناممکن سمجھتے تھے کہ جب اونٹنی بیانے کے قریب ہو اُسوقت مالک اُسکی نگرانی سے غافل ہوجائے پس اُنھون نے اُسوقت کو کیسا ہولناک تصور کیا ہوگا جب کہ ایسی اونٹنیون کی خبر گیری کا ہوش باقی نہ رہیگا -

لیکن یہان یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر تاویل متشابہات کا علم خدا تعالے کے ساتھ مخصوص نہ تھا تو سلف صالح تاویل کرنے کو کیون ناجائز سمجھتے تھے اور جو تاویل کا مرتکب ہوتا تھا اُس سے کس لئے مواخذہ کیا جاتا تھا ؟ چنانچہ حضرت عمرؓ نے صَبِیغ بن عسل کو اتباع متشابہ پر سزا دلوائی اور مدینہ منورہ سے جلاوطن کر کے بصرہ کو بھجوا دیا - اور جب امام مالکؒ سے استوی علی العرش کا مطلب پوچھا گیا تو انھون نے اسکے سِوا کچھ جواب نہین دیا کہ " استوا کے معنی معلوم ہین اور اُسکی کیفیت مجہول ہے اور اُسپر ایمان لانا واجب ہے اور اُس سے سوال کرنا بدعت ہے "

سو اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ جس زمانہ مین قرآن نازل ہوا اُسوقت اہل کتاب تحریفِ کتبِ مقدسہ کے سبب سے نہایت بدنام تھے - وہ اکثر اغراض فاسدہ کے لئے کتبِ مقدسہ کے معنی لوگون کو غلط بتاتے تھے اور

اسطرح دین مین رخنہ ڈالتے تھے - چنانچہ قرآن مجید مین جابجا اُنپر تحریف کا الزام لگایا گیا ہے اور بہت سی حدیثین اس مضمون کی صحاح وغیرہ مین موجود ہین بلکہ خود اہل کتاب نے تسلیم کیا ہے کہ بلاشبہہ قدیم یہودی اور عیسائی عالم بائبل کی کتابون مین تحریف معنوی کے مُرتکب ہوتے تھے - ظاہر ہے کہ تحریف سے زیادہ کوئی چیز دین کے حق مین خطرناک نہین ہوسکتی اور اہل کتاب اُسکی مثال قائم کرچکے تھے اور چونکہ مسلمانون کو بنی اسرائیل سے روایت کرنے کی اجازت تھی اور دونو اصول دین مین عمومًا باہمدگر مشابہت رکھتے تھے اسلئے مسلمانون کا سب سے زیادہ میل جول اہل کتاب کے ساتھ تھا ؛ لہذا اُنھین تحریف کا فتنہ پھیلنے کا قوی احتمال تھا - چنانچہ منجملہ بہت سی بندشون کے جو شارع نے اسلام مین انسدادِ تحریف کی لئے باندھین ایک یہ تھی کہ آیاتِ متشابہات کے معنی مین چھان بین کرنے کی مذمت کی گئی اور قرآن مین صاف کہدیا گیا کہ "فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِی قُلُوبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاوِیْلِهِ" اور آنحضرتؐ نے عمومًا قرآن کی تفسیر کی نسبت فرمایا کہ "مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَاْیِهٖ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ" اور جھوٹی روایت کرنے کی نسبت فرمایا "مَنْ كَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ" اسی بناپر سلفِ صالح متشابہات کی تاویل سے کوسون دور بھاگتے تھے - باوجودیکہ وہ تشبیہ کے عقیدہ سے بالکل مبرّا تھے اور جس بات مین تشبیہ کا ادنے شائبہ پاتے تھے اُس سے حذر کرتے تھے پھر بھی جو آیتین تشبیہ پر دلالت کرتی تھین، اُنکی تاویل سے ہمیشہ سکوت کرتے تھے اور اُن کے ظاہری معنون سے ہرگز تجاوز نہ کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم آیات متشابہات کے ظاہری معنون پر ایمان رکھتے ہین اور اُن کے اصلی معنون کی، جو خدا نے مراد رکھے ہین، تصدیق کرتے ہین اور اُنکا علم خدا پر چھوڑتے ہین، کیونکہ اُن کے سمجھنے کی ہمکو تکلیف نہین دی گئی، بعضے یہان تک احتیاط کرتے تھے کہ مثلًا یَد یا وَجہ یا اِستوا کا ترجمہ تک دوسری زبان مین نہین کرتے تھے

اور اگر کسی ایسی آیت کے ترجمہ کی ضرورت ہوتی تھی تو اُنھین الفاظ کو بعینہٖ ترجمہ مین رکھ دیتے تھے ؛ حالانکہ عربی زبان جسمین شاعری نزول قرآن کے وقت حدِّ کمال کو پہنچ چکی تھی - استعارہ و کنایہ اور اقسام مجاز سے مالامال تھی اور اسی زبان مین قرآن نازل ہوا تھا ، باوجود اسکے علماے سلف محض اس نیت سے کہ دین مین فتنہ پیدا نہو اور اہلِ اسلام مین مثل اہلِ کتاب کے تحریف کا باب مفتوح نہونے پائے - تاویلِ متشابہات اور تفسیر بالرای سے اجتناب کرتے تھے اور جہان تک ممکن ہوتا تھا ، متشابہاتِ قرآن کے الفاظ کو اُن کے حقیقی معنون پر مقصور رکھتے تھے - اور بغیر سخت ضرورت کے اُنکو مجازی معنون پر محمول نہ کرتے تھے اور کسی آیت کی تفسیر کرنے پر جب تک کوئی روایت اُسکی مؤیّد نہو - عمومًا مبادرت نہ کرتے تھے - حالانکہ تفسیر بالرای سے ممانعت ہونے کے یہ معنی نہین ہین کہ کسی آیت کے معنی - جب تک کہ اُس کی تفسیر کسی حدیث سے ثابت نہو ، بیان کرنے جائز نہین ہین - چنانچہ امام غزالی اور صاحب مجمع البحار اور دیگر محققین نے تصریح کی ہے کہ اگر حدیث مذکور کے یہ معنی ہون تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ابن عباس کے حق مین یہ دعا کرنا کہ "اللّٰھم فقّھہ فی الدّین وعلّمہ التاویل" نعوذ باللہ بیکار ٹھیرتا ہے باوجود اسکے سلف صالح جہانتک ہوسکتا تھا بغیر روایت کے سُنے تفسیر قرآن مین دم نہ مارتے تھے تاکہ جس مصلحت سے شارع نے تفسیر بالرای کی ممانعت فرمائی - وہ مصلحت فوت نہو اور تحریف کا رستہ مسدود رہے -

لیکن یہ مصلحت اُسی وقت تک ملحوظ رہ سکتی تھی ، جب تک کوئی اَور اس سے بھی زیادہ ضروری اور مہتم بالشان مصلحت پیش نہ آئے - چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جو آیتین بظاہر تشبیہ پر دلالت کرتی تھین جب اُن کے اصلی معنی بیان کرنے سے علما نے سکوت کیا اور اُنکو محض حقیقی معنون پر مقصور رکھا ، تو ایک طرف تو خود مسلمانون مین حشویّہ اور غُلاۃ شیعہ عقیدۂ تشبیہ مین غلو کرنے لگے اور دوسری طرف جون جون یونانی فلسفہ کا رواج زیادہ ہوتا گیا اُسی قدر آیاتِ متشابہات کے معنون پر زیادہ چون و چرا ہونے لگی اور مخالفین طرح طرح کے شبہات قرآن پر وارد کرنے لگے

اب علماے اسلام کو اسکے سِوا کچھ چارہ نہ تھا کہ سلف صالح نے جو محض ازراہ مصلحت زبانون پر مُہر لگا رکھی تھی اُسکو توڑ دیا جائے اور جو الفاظ قرآن مجید مین درحقیقت مجاز و استعارہ کے طور پر اطلاق کئے گئے ہین بقدر ضرورت اُنکے اصلی معنی صاف صاف بیان کئے جائین چنانچہ سب سے پہلے علمای معتزلہ نے تاویلِ متشابہات کی راہ کھولی اور آخر کو اسلام مین عموماً یہ قاعدہ مسلّم ٹھیر گیا کہ جب نقل اور عقل مین تعارض واقع ہو تو نقل کے ایسے معنی لینے چاہییں جن سے وہ تعارض رفع ہو جائے یعنی جب نصِّ شرعی کے حقیقی معنی دلیل قاطع عقلی کے خلاف ہون تو اُسکو اصولِ عربیت کے موافق مجازی معنون پر محمول کرنا چاہیے اور یہی معنی تاویل کے ہین ۔ یہ اصول علم کلام کی عام کتابون مین مثل مقاصد، مواقف، تفسیر کبیر، دُرر و غُرر شریف مرتضےٰ، تہافت الفلاسفہ غزالی، فصل المقال قاضی ابن رشد وغیرہ وغیرہ مین مفصّل بیان کیا گیا ہے اور شیخ حسین آفندی طرابلسی نے ۔ جو ابھی ایک کتاب موسوم بہ "حمیدیہ" حکمای زمانۂ حال کے مقابلہ مین لکھی ہے، اُسمین بھی اس اصول کو قاعدۂ مسلّمۂ اہل اسلام قرار دیا ہے ۔ بلکہ شیخ موصوف نے اپنے ملک کے تعلیم یافتہ نوجوان مسلمانون کو، جو معجزات حسّیہ کو علوم جدیدہ کے خلاف سمجھتے ہین ۔ یہ ہدایت کی ہے کہ "علیکم ان یقتنعوا بما تقبلہ عقولھم ثم ما لم تقبلہ ویرفضہ البرھانُ العقلی القاطع یرجعون فیہ الی التاویل الجامع بین النقل والعقل" (یعنی اُنکو چاہیے کہ جس بات کو اُن کی عقل قبول کرے اُسپر قناعت کرین اور جس بات کو وہ قبول نہ کرے اور بُرہان عقلی اُسکے منافی ہو تو تاویل کی طرف رجوع کرین جس سے عقل اور نقل مین تطبیق ہو جائے ۔

اگرچہ ابو الحسن اشعری ۔ جو فرقۂ اشاعرہ کے سرگروہ ہین ۔ متشابہات کی تاویل کو جائز نہین سمجھتے مگر اُنکی یہ ممانعت صرف اُن راسخ الاعتقاد مسلمانون کے لئے مخصوص معلوم ہوتی ہے جن کے دل ہر قسم کے وساوس و شبہات سے پاک ہین ؛ کیونکہ ضرورت کے وقت کیا معتزلی اور کیا اشعری اور کیا اَور اسلامی فرقے سب کو ناگزیر

ـــــــــــــــ

لہ حمیدیہ صفحہ ۳۸ ۔ ۱۲

متشابہات کتاب وسنت کی تاویل کرنی پڑی ہے ۔ امام غزالی جو خود بھی اشعری المذہب ہین' رسالہ "التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ" مین لکھتے ہین کہ "اہل اسلام کا کوئی فرقہ ایسا نہین' جو تاویل کا محتاج نہوا ہو' سب سے زیادہ تاویل سے بچنے والے امام احمد بن حنبل ہین باوجود اسکے وہ سب سے زیادہ بعید تاویلات کرنے پر مجبور ہوئے ہین" اس مقام پر ہم ایک آیت بطور مثال کے اس غرض سے لکھتے ہین تاکہ معلوم ہو جائے کہ آیات متشابہات کے معنی ابتدا مین کیا سمجھے جاتے تھے اور پھر رفتہ رفتہ علم وحکمت کی ترقی اور زمانہ کی ضرورتون سے اُنکے کیا معنی قرار دیے گئے۔

آیۃ الکرسی مین جو جملہ "وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" آیا ہے۔ اُسکی تفسیر مین امام رازی نے جو کچھ لکھا ہے اُس سے پایا جاتا ہے کہ کُرسِیّ کو پہلے ایک جسم عظیم۔ جو آسمان وزمین پر محیط ہے۔ سمجھا جاتا تھا' بعضے اُسی کو عرش اور بعضے عرش وکرسی دونو کو جدا جدا جسم سمجھتے تھے' بعضے کرسی کو خدا کے قدم رکھنے کی جگہ کہتے تھے' یہانتک کہ مسلمانون مین علوم حکمیہ نے رواج پایا اور علما کو زمانہ کی ضرورتون نے مجبور کیا کہ مُہر سکوت کو توڑ دیا جائے اور عرش وکرسی وغیرہ الفاظ سے جو معنی اصل مقصود ہین وہ صاف صاف بیان کیے جائین۔ چنانچہ امام رازی نے علماے شافعیہ مین سے قفال کا یہ قول آیہ مذکور کی تفسیر کے متعلق نقل کیا ہے کہ "خدا تعالے نے اپنی ذات وصفات کے بیان مین لوگون سے ایسے الفاظ کے ساتھ خطاب کیا ہے' جنکو وہ امرا وسلاطین کے لیے استعمال کرتے ہین۔ مثلاً اُسنے کعبہ کو اپنا گھر بتایا ہے۔ جسکے گرد وہ بادشاہون کے محلون کی طرح طواف کرتے ہین' اور اُسکی زیارت کا حکم دیا جسطرح وہ بادشاہون کے دربار مین حاضر ہوتے ہین' اور حجر اسود کو اپنا دایان ہاتھ قرار دیا اور اُسپر بوسہ دینے کا حکم کیا جسطرح کہ وہ سلاطین کے ہاتھون پر بوسہ دیتے ہین' اسی طرح قیامت کے حساب کتاب کے موقع پر ملائکہ اور انبیا اور شہدا کا حاضر ہونا بیان فرمایا اور اسی طرح اپنے لیے عرش یعنی تخت قرار دیا اور فرمایا کہ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" پھر اپنے تخت کی نسبت یہ کہا کہ "وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاۗءِ" پھر فرمایا "وَتَرَى الْمَلٰۗىِٕكَةَ حَاۗفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ

العرش یسبحون بحمد ربھم " اور فرمایا " ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیۃ " اور کہا
الذین یحملون العرش ومن حولہ " پھر اپنے لئے کرسی قرار دی اور فرمایا کہ " وسع کرسیہ السموات
والارض " اسکے بعد امام رازی لکھتے ہین " اذا عرفت ھذا فنقول کل ما جاء من الالفاظ الموھمۃ
للتشبیہ فی العرش والکرسی فقد ورد مثلھا بل اقوی منھا فی الکعبۃ والطواف وتقبیل الحجر
ولما توافقنا ھھنا علی ان المقصود تعریف عظمۃ اللہ وکبریائہ مع القطع بانہ منزہ عن ان
یکون فی الکعبۃ فکذا الکلام فی العرش والکرسی " (یعنی جب تم قفال کا قول سن چکے اب مین کہتا ہون
کہ جتنے الفاظ موہم تشبیہ عرش وکرسی کے متعلق واقع ہوے ہین ویسے ہی بلکہ اُنسے زیادہ موہم تشبیہ کعبہ اور
طواف اور بوسہ حجر اسود کے متعلق آئے ہین، پس جب ہم نے یہان اتفاق کر لیا ہے کہ ان الفاظ سے محض خدا کی عظمت
وکبریا کا تصور دلانا ہی اور خدا کی نسبت یقین ہی کہ وہ کعبہ مین ہونے سے پاک ہی، تو ایسا ہی ہمکو عرش و کرسی کی نسبت سمجھنا چاہیے)
لیکن چونکہ اُس زمانہ کی علمی تحقیقات نہایت محدود تھی اسلئے بہت سے شبہات جو اس زمانہ مین قرآن کی
نسبت پیدا ہو سکتے ہین اُس زمانہ مین اُنکا خطرہ بھی کسی کے دل مین نہین گذرتا تھا؛ اور اسوجہ سے بہت سی آیات
متشابہات جو درحقیقت تاویل طلب تھین اُنکی تاویل کرنے کی ضرورت علمای سلف کو محسوس نہین ہوئی ۔ مثلاً جبتک
یونانی فلسفہ اسلام مین نہین پھیلا اور الفاظ قرآنی مین شک و وسوسہ نے راہ نہین پائی لوگ اُن آیتون کے
الفاظ کو جن سے زمین کا مثل فرش کے بچھا ہوا ہونا مفہوم ہوتا ہے اُنکے حقیقی معنون پر محمول کرتے تھے اور ابتک
بھی اُن ملکون کے بعض علما[1] جہان کسی زمانہ مین یونانی فلسفہ کا رواج نہین ہوا زمین کو مثل فرش کے

[1] شیخ حسین آفندی نے رسالہ حمیدیہ مین اپنے زمانہ کی ایک قشری عالم کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "دین اسلام مین امریکا کے وجود پر اعتقاد رکھنا جائز نہین کیونکہ اس سے زمین کی کرویت کا اعتقاد کرنا لازم آتا ہی، جو اسلامی عقیدہ کے خلاف ہی" شیخ اُسکی نسبت لکھتے ہین کہ " اس نادان نے اپنی جہالت سے مسلمانون کو اس بات پر مجبور کیا ہے کہ ایک محسوس چیز کا انکار کرین اور اپنے دین کو لوگون کی نظر مین مضحکہ بنائین ۱۲

بچھا ہوا سمجھتے ہین - مگر جب علم و حکمت کا مسلمانون مین رواج ہوا اور دلائل قاطعہ سے زمین کی کُرویّت ثابت ہوگئی
تو علمای متکلمین کو تصریح کرنی پڑی کہ قرآن مین جو زمین کی نسبت الفاظ فرشنٰھا اور دحاھا اور طحٰھا
اطلاق کئے گئے ہین وہ اپنے حقیقی معنون پر محمول نہین ہین ۔ لیکن چونکہ اُسوقت تک زمین کی حرکت کا مسئلہ
سائنس کے درجہ تک نہین پہنچا تھا اسلئے قرآن کے بعض الفاظ جو بظاہر زمین کے ساکن ہونے پر دلالت کرتے ہین
اُنکی کچھ تاویل نہین کی گئی ۔ یا مثلاً جن آیتون سے مینھہ کا آسمان سے برسنا سمجھا جاتا ہے جب تک قرآن کے
الفاظ مین کسی نے چون وچرا نہین کی ' لوگ اُن آیتون کو اُنکے حقیقی معنون پر محمول کرتے تھے مگر جب دلائل
سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مینھہ درحقیقت آسمان سے نہین برستا تو لفظ سماء سے جو قرآن مین جابجا وارد ہوا تھا
مجازی معنی یعنی جانب فوق مراد لی گئی - لیکن چونکہ اُسوقت تک یہ تحقیق نہین ہوا تھا کہ آسمان درحقیقت
کوئی جسم محیط عالم مثل گول گنبد کے - جیساکہ بظاہر نظر آتا ہے - نہین ہے بلکہ تمام ثوابت اور سیارے فضاے
بحت مین بکھرے ہوے اور ایک عجیب کرشمۂ قدرت سے جسکا نام جاذبیّہ (یعنی کشش) ہر - اپنی اپنی جگہ
قائم ہین اسلئے جو الفاظ کہ آسمان کے موجود یا مجسّم ہونے پر بظاہر دلالت کرتے تھے اُنکی کچھ تاویل نہین کی گئی ۔

اسی سبب سے قرآن مجید کی بہت سی آیتین اور بہت سے الفاظ ایسے باقی رہ گئے جن مین درحقیقت
تاویل کی ضرورت تھی مگر چونکہ وہ ضرورت کسی کو محسوس نہین ہوئی اسلئے اُنکی تاویل کرنے کا کسی کو خیال
نہین آیا ۔ اور سب سے بڑا مانع تاویل متشابہات پر جرأت کرنے کا یہ تھا کہ امام ابوالحسن اشعری ' جو تاویل
متشابہات کے باب مین سلف صالح کے پورے مقلد تھے اور اسلئے اسکو بغیر اشد ضرورت کے جائز نہین سمجھتے تھے -
اُنکے مذہب نے چوتھی صدی ہجری کے آخر مین ترقی کرنی شروع کی اور چھٹی صدی مین وہ تقریباً تمام ممالکِ اسلامیہ
مین پھیل گیا - اور معتزلہ جنھون نے ملاحدہ اور دیگر مخالفینِ اسلام کے مقابلہ مین سب سے پہلے تاویل متشابہات

کی ضرورت کو محسوس کیا تھا اور اُسکو عندالضرورت واجب سمجھتے تھے ۔ جون جون اشاعرہ کے مذہب کو ترقی ہوتی گئی اُسی قدر وہ اور اُنکا مذہب اور اُنکے اصول اور اُن کی تصنیفات ناپید ہوتی گئین ۔ اکثر بادشاہون نے جبراً اشعری مذہب کو رواج دیا اور معتزلہ کے اصول کا استیصال کیا یہانتک کہ وہ رفتہ رفتہ دنیا سے معدوم ہوگئے ۔ یہی وجہ ہے کہ آج تمام اسلامی دنیا مین زیادہ تر اشاعرہ کی تفسیرین پائی جاتی ہین جن مین بغیر سخت ضرورت کے متشابہات کی تاویل مین کسی نے دم نہین مارا اور جسقدر تاویلات ان تفسیرون مین منقول ہین اُن کا ماخذ زیادہ تر وہی معتزلہ کی تفاسیر ہین، جو ایک آدھ کے سوا اب بالکل مفقود ہین، صرف اُنکے اقوال جستہ جستہ اشاعرہ کی تفسیرون مین پائے جاتے ہین؛ چنانچہ قفال ـ جنکا قول لفظِ کرسی کی تفسیر مین امام رازی نے نقل کیا ہے ـ وہ بھی معتزلہ مین شمار کئے گئے ہین ۔

اگرچہ امام ابوالحسن اشعری سے ـ جیساکہ علامہ شہرستانی نے ملل ونحل مین لکھا ہے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ عندالضرورۃ تاویل کرنی جائز ہے اور اسی بنا پر اشاعرہ بھی مثل دیگر فرقون کے، جہان نقل و عقل مین تعارض واقع ہو ـ تاویل کو جائز سمجھتے ہین، لیکن جہانتک دیکھا جاتا ہے وہ متشابہات کی تاویل پر حتی المقدور جرأت نہین کرتے ۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ مین لکھتے ہین "من اصول الدین ترک الخوض بالعقل فی المتشابہات من الکتاب والسنۃ" اسکے بعد فرماتے ہین "ومن ذلک (ای من المتشابہات) امور کثیرۃ لا یدری اأرید حقیقۃ الکلام او اقرب مجازٍ الیہا؟ وذلک فیما لم یجمع علیہ الامۃ ولم ترتفع فیہ الشبہۃ" (یعنی قرآن اور حدیث مین از قبیل متشابہات بہت سے بیانات ہین، جنکی نسبت نہین معلوم کہ اُن کے حقیقی معنی مقصود ہین، یا ایسے مجازی معنی جو حقیقت سے قریب تر ہون، اور یہ تردد اُن بیانات مین ہے، جنکی نسبت اجماع امت سے فیصلہ نہین ہوا اور اشتباہ رفع نہین ہوا) شاہ صاحب کے اس قول سے صاف

معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک قرآن مجید مین بہت سے مقامات ایسے باقی ہین جن مین حقیقی اور مجازی دونو معنون کا احتمال ہے اور باوجودیکہ صدہا تفسیرین نہایت مبسوط لکھی جاچکی ہین مگر آج تک کسی مفسّر نے اس بات کا فیصلہ نہین کیا کہ اُن مقامات پر جو الفاظ حقیقی اور مجازی دونو معنون کو محتمل ہین اُن سے درحقیقت حقیقی معنی مقصود ہین' یا مجازی۔

قطع نظر اس محققانہ کلام کے' جو شاہ صاحب نے متشابہات کے باب مین لکھا ہے' تفسیر کبیر اور حجۃ اللہ البالغہ کے دیگر حوالون سے' جو ہم پہلے دے چکے ہین' صاف پایا جاتا ہے۔ کہ خدا کا کلام' جو کافۂ انام کی ہدایت کے لئے نازل ہوتا ہے اُسکی طرزِ بیان ایسی ہونی چاہئے کہ ہر طبقے اور ہر درجے اور ہر زمانے کے لوگ اپنی اپنی سمجھ اور اپنی اپنی معلومات کے موافق اُس سے ہدایت پاسکین؛ جب انسان کی معلومات نہایت محدود اور اُسکی سمجھ محض ابتدائی حالت مین ہو اُسوقت بھی اُسکی تعلیم سے وہی نتیجہ حاصل ہو' جو علم انسانی کے منتہاے ترقی پر پہنچنے کے وقت حاصل ہو؛ ورنہ اُسکی نسبت یہ کہنا صحیح نہوگا کہ وہ کافۂ انام کی ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔ اور اس تقدیر پر امکان سے خارج ہے کہ جب تک انسان مین علمی ترقی کرنے کی قابلیت باقی ہے' کلامِ الٰہی نئی تفسیرون سے بالکل مستغنی ہوجائے کیونکہ جسقدر انسان پر حقائق موجودات زیادہ منکشف ہوتے جائینگے اُسیقدر کلام الٰہی کے معنون سے زیادہ پردے مرتفع ہونگے۔

علامۂ ابن الحاج[1] اپنی مشہور کتاب "مدخل" مین لکھتے ہین "قال علیہ الصلوٰۃ والسلام فی القرآن "لا تنقضی عجائبہ ولا یخلق علی کثرۃ الرد" فعجائب القرآن لا تنقضی الی یوم القیٰمۃ، فکل قرن لابد لہ ان یاخذ منہ فوائد جمۃ خصہ اللہ تعالی بھا وضمھا الیہ لتکون برکۃ ھذہ الامۃ مستمرۃ الی قیام الساعۃ" (یعنی آنحضرت صلعم نے قرآن کے باب مین فرمایا ہے کہ" اسکے عجائب۔

---

[1] از رسالہ حمیدیہ ۱۲

یعنی دقائق و اسرار جو اُس مین مضمر ہین، ختم نہونگے اور وہ باوجود بار بار دوہرانے کے پُرانا نہوگا" پس قرآن کے عجائب قیامت تک ختم ہونے والے نہین ہین اور اسی لئے ہر زمانہ کے لوگون کو چاہئے کہ اُس سے فوائد کثیرہ جو اُنکے حصّہ مین آئے ہین حاصل کرین تاکہ اس امت کی برکت روزِ قیامت تک جاری رہے" اس کے بعد علامۂ موصوف لکھتے ہین " قال علیہ الصّلوٰۃ والسلام "مثل امتی کمثل المطر لایدری اولہ خیر ام اٰخرہ" یعنی فی البرکۃ والخیر والدعوۃ الی اللہ تعالیٰ وتبیین الاحکام" (یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "میری امت کی مثال مینہ کی سی ہو جسکا نہین معلوم کہ اوّل بہتر ہے یا آخر" یعنی برکت اور خیر مین اور لوگون کو خدا کی طرف بُلانے مین اور احکام الٰہی کے بیان کرنے مین"

دو نو مذکورۂ بالا حدیثون سے، جو علامہ ابن الحاج نے نقل کی ہین، صاف ظاہر ہے کہ قرآن کی عجائب اور دقائق ہمیشہ وقتاً فوقتاً انسان پر ظاہر ہوتے رہینگے اور جسطرح امت کے اول قرنون مین قرآن کی بہت سے دقائق و آثار خلقت پر ظاہر ہوے ہین اسیطرح اُسکے اخیر قرنون مین بہت سے نئے دقائق و اسرار دنیا پر منکشف ہونگے۔

امام حجۃ الاسلام غزالی بھی اسی باب مین لکھتے ہین کہ "کم من معانٍ دقیقۃٍ من اسرار القراٰن یخطر علی قلب المتجردین للذکر والفکر یخلو عنہا کتبُ التفاسیر ولا یطلع علیہا افاضل المفسّرین" (یعنی قرآن کے بہت سے ایسے دقائق و اسرار جن سے تفسیر کی کتابین خالی ہوتی ہین اور بڑے بڑے مفسرون کو اُن کی خبر نہین ہوتی۔ اُن لوگون کے دل پر وارد ہوتے ہین جو ہمہ تن قرآن کے ذکر اور فکر مین محو ہو جاتے ہین)

اوپر کے بیان سے غالباً اس بات مین کچھ شبہہ نہ رہا ہوگا، کہ باوجود بے شمار تفسیرون کے جو گذشتہ تیرہ سو برس مین لکھی گئین قرآن کی تفسیر سے ابھی استغنا نہین ہوا، بہت سے مقامات اُسمین اب بھی ایسے موجود ہین، جنکے معنی متعین نہین ہوے اور بہت سے عجائب اور دقائق و اسرار ایسے باقی ہین، جو اُمت پر ہنوز منکشف نہین ہوے۔ اب

صرف یہ دیکھنا باقی ہے کہ جن مقامات کی نسبت شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ اجماع امت سے یہ فیصلہ نہیں ہوا کہ وہان الفاظ اپنے حقیقی معنون مین بولے گئے ہین، یا مجازی معنون مین، آیا عند الضرورۃ اجماعِ امت کے خلاف اُن مقامات مین خوض کرنا اور اُن متشابہ الفاظ کے معنی متعین کرنا مناسب ہو، یا نہیں ؟ اور اگر مناسب ہو تو اسلام کو اب ایسی ضرورت درپیش ہے، یا نہیں کہ خرقِ اجماع پر مبادرت کی جائے اور جن متشابہات کی تاویل سے ابتک سکوت کیا گیا ہے، اُن کے معنی صاف صاف بیان کئے جائین۔

ہم دیکھتے ہین کہ ابتدائے اسلام سے اس قاعدہ پر برابر عمل ہوتا چلا آیا ہے کہ " الضرورات تُبیحُ المحظورات " (یعنی ضرورتین ممنوعات کو مباح و جائز کردیتی ہین) ایک زمانہ تھا کہ صحابہ اور تابعین کسی مسئلہ پر راے اور قیاس سے گفتگو کرنے کو نہایت مکروہ جانتے تھے، چنانچہ ابن مسعودؓ سے کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا، چونکہ اُنکو اُس کے متعلق کوئی حدیث معلوم نہ تھی، اُنھون نے کہا " مین مکروہ جانتا ہون اس بات کو کہ تیرے لئے حلال کردون جسکو خدا نے حرام کیا ہے اور حرام کردون جسکو خدا نے حلال کیا ہے " ابن عمرؓ نے جابر بن زید فقیہ بصرہ سے کہا کہ " قرآن اور حدیث کے بغیر کبھی فتوے نہ دینا، اگر تو نے ایسا کیا تو خود بھی ہلاک ہوگا اور اَورون کو بھی ہلاک کریگا " اسیطرح ابو سلمہؓ جب بصرہ مین آئے، تو اُنھون نے حسن بصریؒ سے کہا " مین نے سُنا ہے کہ تم اپنی راے سے فتوے دیتے ہو سو کبھی بغیر قرآن اور حدیث کے فتوے نہ دینا " شعبی سے کسی نے پوچھا کہ جب تم لوگون سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا تو تم کیا کرتے تھے ؟ اُنھون نے کہا " جب ہمارے مجمع مین کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا، تو وہ دوسرے کی طرف اشارہ کرتا تھا کہ اس کے سوال کا جواب دو۔ اور دوسرا تیسرے کی طرف وھلم جرًّا۔ یہان تک کہ پھر اول شخص تک سوال کی نوبت پہنچتی تھی " (یعنی جب کسی کو اُس مسئلہ کے متعلق کوئی روایت معلوم نہ ہوتی تھی تو سب جواب دینے سے سکوت کرتے تھے اور قیاس کو بالکل دخل نہ دیتے تھے) مگر آخرکار ضرورتون نے قیاس کو ایسی ضروری چیز بنادیا کہ وہ کتاب و سنّت کا ہم پلّہ اور دلائل شرعیہ مین سے ایک دلیل قرار دیا گیا۔

ایک زمانہ تھا کہ قدر کے مسئلہ پر گفتگو کرنا ممنوع سمجھا جاتا تھا، کیونکہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس زمانہ کی مصلحت کے موافق اس مسئلہ مین خوض کرنے سے منع فرمایا تھا اور لوگون کو قدر کے متعلق بحث کرتے ہوے دیکھکر نہایت غیظ وغضب مین ارشاد کیا تھا کہ "اَبِھٰذَا اُمِرتُم اَم بِھٰذَا اُرسِلتُ" مگر جب ضرورت داعی ہوئی علما کو چار ناچار اُسپر بحث کرنی پڑی، بنی امیہ کے عہد مین جب استحکامِ سلطنت کے لئے سخت خونریزیان ہونے لگین، اور ارکان سلطنت سے لوگون نے متعجب ہوکر پوچھا کہ کیون مسلمان قتل کئے جاتے ہین تو انکو یہ جواب ملا کہ "القدر خیرہ وشرہ من اللّٰہ" آخر علما کو یہ عقدہ حل کرنا پڑا اور قدر کے معنی بتانے پڑے اور یہ مسئلہ علم کلام کا ایک نہایت اہم اور ضروری مسئلہ قرار دیا گیا۔

پھر چوتھی صدی تک اسلام مین تقلیدِ شخصی کا بالکل وجود نہ تھا عوام کو جب کوئی واقعہ پیش آتا تھا وہ جس مذہب کے عالم سے چاہتے تھے مسئلہ پوچھتے تھے اور خواص کو جب احادیثِ نبوی یا آثارِ صحابہ وتابعین مین کوئی بات اطمینان کے قابل نہ ملتی تھی تو جس فقیہ کے قول کو چاہتے تھے، اختیار کرتے تھے۔ خواہ اہل مدینہ سے ہو، یا اہل کوفہ سے مگر اُسکے بعد وقتاً فوقتاً ایسے اسباب پیدا ہوتے گئے کہ رفتہ رفتہ تقلیدِ شخصی قرین مصلحت سمجھی گئی۔ حالانکہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کا اس امر پر ہمیشہ اجماع رہا کہ نہ وہ خود کسی خاص شخص کا ہر ایک بات مین اتباع کرتے تھے اور نہ اَورون کا ایسا کرنا پسند کرتے تھے مگر زمانہ کی ضرورتون نے مجبور کیا کہ ہر شخص ایمۂ اربعہ مین سے کسی امام کو تمام احکام مین اپنا مقتدا قرار دے ورنہ اسلام مین طرح طرح کے فتنے پیدا ہونگے۔ اور جسکا جو جی چاہیگا سو کریگا۔ چنانچہ آج تک تمام ممالک اسلامیہ مین تقلیدِ شخصی کی پابندی برابر چلی آتی ہے اور کوئی شخص علے الاعلان اس پابندی سے آزاد نہین ہوسکتا۔

اسی طرح متشابہات کی تاویل مین۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ جبتک شک اور وسوسہ کا زمانہ نہین آیا کسی نے دم نہین مارا مگر آخر کار اُس زمانہ کی ضرورتون کے موافق علما کو تاویل پر مبادرت کرنی پڑی اور یہ بات کچھ

قرآن مجید ہی کے ساتھ مخصوص نہین ہے - بلکہ تمام الہامی کتابین اور صحیفے جو انبیاے بنی اسرائیل پر نازل ہوے چونکہ اُنمین کثرت سے آیات متشابہات نازل ہوئی تھین اسلیئے اگرچہ ایک مدّتِ دراز تک لوگ انکو حقیقی معنون پر محمول کرتے رہے مگر جسقدر علم انسانی ترقی کرتا گیا اُسی قدر اُنکے مجازی معنی جو اصل مقصود تھے - منکشف ہوتے گئے ۔ یہودی - جیساکہ ملل ونحل شہرستانی سے ظاہر ہوتا ہے - زمانہ دراز تک متشابہات توریت کو - جنکی چند مثالین ہم اوپر لکھ چکے ہین - عموماً اُنکے حقیقی معنون پر محمول کرتے تھے مگر آخر کار علماے یہود مین وقتاً فوقتاً ایسے لوگ اُٹھنے شروع ہوے جنھون نے اس بات کو ظاہر کیا کہ تمام آیات متشابہات مأوّل ہین - چنانچہ فرقۂ یوذعانیہ اور موشکانیہ اور دونون فرقون کی بہت سی شاخین جملہ متشابہات توریت کی تاویل کرتی ہین اور برخلاف عامۂ یہود کے ذاتِ باری کو اوصافِ بشری سے منزہ جانتی ہین ۔

الغرض قرآن مجید مین جو آیتین یا الفاظ ابتک ایسے موجود ہین جنکی نسبت بقول شاہ ولی اللہ صاحب کے یہ فیصلہ نہین ہوا کہ اُنکے حقیقی معنی مقصود ہین یا مجازی ۔ اگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ اُنکے معنی متعیّن کرنے کا وقت اب آپہنچا ہے تو اسکے سوا کچھ چارہ نہین کہ فوراً یہ پردہ اُٹھا دیا جائے اور جو معنی اصولِ عربیّت کے موافق ایسے قرار پائین جنسے کوئی اعتراض جو قدیم تفسیرون پر وارد ہوتا ہے رفع ہوجائے - تو بلا تامل وہی معنی اختیار کیئے جائین ؛ اگرچہ تیرہ سو برس مین کسی مفسر نے وہ معنی نہ لکھے ہون ۔

مگر سوال یہ ہے کہ آیا ایسی ضرورت سرِدست درپیش ہے جو محظورات کو مباح کردیتی ہے ؟ سو اسکا جواب یہ ہے کہ جو لوگ زمانہ کے حال سے بے خبر ہین اور جن کے کان مین کوئی مخالف آواز نہین پہنچی اُنکے نزدیک تو اسکے سوا کسی چیز کی بھی ضرورت نہین کہ جو شخص جمہور کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نکالے اُسکو فوراً دائرۂ اسلام سے خارج کردیا جائے - اُن کے حال پر تو یہ شعر صادق آتا ہے ؎

آفات بحر سے ہین، ناواقف آشنا سب          ہنستے ہین ناخدا پر، روتا ہے ناخدا جب

مگر جو لوگ اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہین کہ مغربی تعلیم جسقدر دنیا مین زیادہ پھیلتی جاتی ہے اُسی قدر مذہبی عقائد اور مذہبی خیالات لوگون کے دلون سے کافور ہوتے جاتے ہین، اُنکو وہ ضرورت روزِ روشن کی طرح نظر آتی ہے۔ وہ خوب جانتے ہین کہ جس ضرورت نے حکماے اسلام یعنی قدیم متکلمین کو سلف صالح کے برخلاف تاویل متشابہات پر مجبور کیا تھا، وہ ضرورت ہمارے زمانہ مین حدِّ غایت کو پہنچ گئی ہے۔ اُس زمانہ مین حکمت اور فلسفہ خاصکر علما و مصنّفین کے گروہ مین محدود تھا، جو معقولات کو زیادہ تر منقولات کی تقویت اور دین کی حمایت کے لئے حاصل کرتے تھے، مگر اس زمانہ مین مغربی تعلیم ضروریاتِ زندگی مین داخل ہوگئی ہے؛ ہر شخص عام اس سے کہ نوکری پیشہ ہو، تاجر ہو، یا اہل حرفہ ہو۔ مجبور ہے کہ اولاد کو مغربی تعلیم دلوائے اور اسی لئے مغربی علوم کی تعلیم مذہب کے حق مین بہ نسبت یونانی علوم کے زیادہ خطرناک ہوگئی ہے۔ اسکے سوا اُس زمانہ کے علوم زیادہ تر محض قیاسات پر مبنی تھے اور اس لئے جو شُبہات اُنسے مذہب کی نسبت پیدا ہوتے تھے اُنکے دفعیّہ کے لئے اکثر حالتون مین صرف لَانُسَلِّمُ کہدینا کافی تھا؛ مگر اس زمانہ مین علم کی بنیاد تجربہ اور مشاہدہ اور استقرا پر رکھی گئی ہے اور اسلئے جو شکوک اب مذہب کی نسبت پیدا ہوسکتے ہین وہ صرف لَانُسَلِّمُ کہدینے سے دفع نہین ہوسکتے۔

غرض کہ گذشتہ اور موجودہ صدی مین علم و حکمت نے بے انتہا ترقی کی ہے۔ ہزارون باتین جو پہلے معلوم نہ تھین اب معلوم ہوئی ہین، بہت سی باتین جو پہلے صحیح مانی جاتی تھین اب غلط ثابت ہوئی ہین، بہت سی باتین جو پہلے ممکن الوقوع مانی جاتی تھین اب غیر ممکن الوقوع مانی جاتی ہین۔ یہانتک کہ علوم قدیمہ اور علوم جدیدہ مین زمین آسمان کا فرق ہوگیا ہے۔ اگرچہ ممکن ہے کہ آیندہ کوئی ایسا زمانہ آئے کہ زمانہ حال کے اکثر مسلّمات غلط ثابت ہوجائین لیکن چونکہ حال کی تحقیقات کا مدار صرف قیاسی اور ظنّی باتون پر نہین بلکہ زیادہ تر تجربہ اور مشاہدہ پر ہے اسلئے

بہت ہی کم احتمال اس بات کا ہے کہ جو علوم اور مسائل سائنس کے درجہ کو پہنچ گئے ہین اُنمین آیندہ کسی قسم کی تبدیلی واقع ہو۔ پس جو باتین قرآن مین بظاہر زمانۂ حال کی تحقیقات کے خلاف معلوم ہوتی ہین جبتک کہ اُس تحقیقات کو غلط ثابت نہ کیا جائے۔ ضرور ہے کہ یا تو قرآن کو حقائقِ محقّقہ کے برخلاف تسلیم کرین اور یا اُسکے ایسے معنی بیان کرین جو زمانۂ حال کی تحقیقات کے برخلاف نہون۔ مگر ہم قرآن مین بہت سی ایسی آیات متشابہات پاتے ہین کہ اگر اُنکو مجازی معنون پر محمول کیا جائے تو نہ ہمکو اصولِ عربیّت کے خلاف تکلفات لاطائل کرنے پڑتے ہین اور نہ قرآن کے اسلوبِ بیان سے تجاوز کرنا لازم آتا ہے اور باوجود اسکے زمانۂ حال کے شُبہات، جو اُن آیتون کی قدیم تفسیر پر وارد ہوتے ہین، بالکل رفع ہوجاتے ہین اور اسلئے کوئی وجہ نہین ہے کہ اُن آیتون کو صرف اس خیال سے، کہ جمہور مفسرین نے اُنکو ہمیشہ حقیقی معنون پر مقصود رکھا ہے۔ ہم مجازی معنون پر محمول نہ کرین۔

جو لوگ سرسید کی تفسیر کی نسبت کہتے ہین کہ جو معنی قرآن کے اُنھون نے لکھے ہین، وہ نہ خدا کو سوجھے نہ رسول کو۔ سو شاید سرسید کی بعض تاویلات کی نسبت یہ کہنا صحیح ہو مگر اُنکی تمام تفسیر کی نسبت ایسا کہنا محض ستم ظریفی ہے۔ یہ بات تو خدا ہی کو معلوم ہے کہ جو معنی سرسید نے قرآن کے بیان کئے ہین وہ خدا اور خدا کے رسول کو سوجھے تھے یا نہین ؟ مگر اس مین شک نہین کہ ان معنون کا اُس زمانہ مین جبکہ قرآن نازل ہوا، مخاطبین پر ظاہر کرنا شارع کی مقصود کے بالکل برخلاف تھا، ہم اوپر بحوالہ تفسیر کبیر اور حجۃ اللہ البالغہ کے لکھ چکے ہین کہ قرآن مین انسان کی سیدھی سادی سمجھ کے موافق، جو علم و حکمت تک پہنچنے سے پہلے اسکی خلقت مین ودیعت تھی، خطاب کیا گیا ہے۔ اور بہت سے حقائق مجاز و استعارہ و تمثیل کے پیرایہ مین بیان کئے گئے ہین تاکہ جبتک مخاطبین اپنی عقل طبیعی سے ترقی کرکے علم و حکمت کے اعلے درجہ تک نہ پہنچین اُسوقت تک جو معنی ان الفاظ سے بہ ظاہر متبادر ہون اُنھین پر قانع رہین، مگر جون جون حقائقِ اشیا اُنپر منکشف ہوتے جائین اُسیقدر اُن الفاظ کے معنی مقصود اُنپر کُھلتے جائین،

پس جو معنی قرآن کے اب یا آیندہ ایسے بیان کئے جائین - جو اصولِ عربیت اور اسلوبِ قرآن کے خلاف نہ ہون اور باوجود اسکے اُنکے اختیار کرنے سے کوئی اعتراض جو قدیم تفسیرون پر وارد ہوتا ہے بخوبی رفع ہوتا ہو' انکی نسبت صرف اس بنا پر' کہ نزول قرآن کے وقت اُنکو شارع نے بیان نہین کیا' یہ نہین کہا جا سکتا کہ وہ معنی نہ خدا کو سوجھے' نہ رسول کو' قرآن مجید مین بہت سی آیتین جبر پر اور بہت سی قدر پر دلالت کرتی ہین - مگر آنحضرت صلعم نے مسئلۂ جبر و قدر کی نسبت اسکے سوا کبھی کچھ نہین فرمایا کہ لوگون کو اُسپر بحث کرتے ہوے دیکھکر نہایت ناراضی ظاہر کی اور اُسپر بحث کرنے سے منع فرمایا' باوجود اسکے جب ضرورت داعی ہوئی صحابہ ہی کے وقت مین اُسپر بحث شروع ہو گئی - چنانچہ عمرو ابن العاص اور ابو موسی اشعری مین جو اس مسئلہ کے متعلق گفتگو ہوئی وہ ملل و نحل شہرستانی مین مذکور ہے اور پھر مفسرین اشاعرہ نے بمقابلہ معتزلہ کے اُن آیات کی تفسیر مین' جو جبر یا قدر پر دلالت کرتی ہین' اس مسئلہ کے متعلق کوئی تیر اپنے ترکش مین باقی نہین چھوڑا' پھر کیا کوئی اشعری یہ کہ سکتا ہے کہ جو معنی ان آیتون کے ہمارے علما اور ائمہ نے بیان کئے ہین وہ نہ خدا کو سوجھے نہ خدا کے رسول کو ؟

یہانتک جو کچھ ہمنے بیان کیا اُس سے صرف اسقدر ثابت کرنا مقصود تھا کہ قرآن مجید مین باوجود بے شمار تفسیرون کے جو گذشتہ تیرہ سو برس مین لکھی گئین اب تک نئی تفسیر کی گنجایش باقی ہے' اب ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ سرسید نے جن آیتون کی تفسیر جمہور مفسرین کے خلاف لکھی ہے وہ کہانتک اصولِ عربیت اور اسلوبِ قرآن کے موافق ہے ؟ اور جن اعتراضات کے رفع کرنے کی غرض سے اُنھون نے جمہور سے اختلاف کیا ہے اُنکے رفع کرنے کی فی الواقع ضرورت ہے یا نہین ؟ اور جو معیار قرآن کے الہامی ہونے کا اُنھون نے قرار دیا ہے اُسکے سوا کوئی دوسرا معیار قرار پا سکتا ہے یا نہین ؟ سو ان عنوانون پر ہم آیندہ اپنے خیالات ظاہر کرینگے -

وما توفیقی الا باللہ -

# غلط نامہ ہردو حصہ کتاب حیات جاوید

اِس غلط نامہ مین صرف بڑی بڑی غلطیون کی تصحیح کی گئی ہے باقی غلطیان ناظرین کی سمجھ پر چھوڑدی گئی ہین۔ جو صاحب کتاب کو پڑھنا چاہین اول اِس غلط نامہ کے موافق کتاب کو صحیح کرلین۔

## حصۂ اول

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۲۶ | ۱۴ | بہشتی | بہشتے |
| ۵۳ | ۴ | مقالے | مقامے |
| ۷۷ | ۱ | رہلکھنڈ | رُہیلکھنڈ |
| ۸۳ | ۴ | نہ کیا ئیگا | نہ کیا جائیگا |
| ۸۹ | ۱۱ | دوکم پانسو | کچھ کم پانسو |
| 〃 | ۱۲ | ایک جلد اپنے پاس رکھ لی | چند جلدین اپنے پاس رکھ لین |
| ۹۱ | ۴ | اُسکے مضامین کا خلاصہ | اُس رسالہ کو بجنسہ |
| ۱۱۸ | ۶ | مسلمان نے | مسلمان سے |
| 〃 | ۱۲ | چھپنے کے | چھپنے کی |
| ۱۲۷ | ۱۶ | ایک روپیہ | ایک روپیہ سیکڑا |
| ۱۶۳ | ۱۲ | چنانکہ | چنانچہ |
| ۱۸۹ | ۳ | ڈاکٹر صاحبون | ڈاکٹر صاحب |
| ۱۹۲ | ۲ | جاری جائے | جاری کیا جائے |
| ۱۹۳ | ۱۱ | ماٹی گیوٹ | مانٹی گیو |
| ۱۹۴ | ۷ | بڑھتی ہین | پڑھتی ہین |
| ۲۰۳ | ۱۶ | دوہِ آہ | دودِ آہ |
| ۲۰۵ | ۸ | پورا | پوری |
| ۲۱۵ | ۱۶ | انکو | اُسکو |
| ۲۱۷ | ۶ | ہونا چاہئے | ہونی چاہیے |
| 〃 | ۱۶ | ہموار کرتے تھے | ہموار کراتے تھے |
| ۲۱۸ | ۲ | اصلاح | صلاح |
| 〃 | ۱۱ | نسٹیوشن | انسٹیٹیوشن |
| ۲۱۹ | ۷ | مدرشہ | مدرسہ |
| ۲۳۸ | ۶ | قاضیون کو | قاضیون کی |
| ۲۹۱ | ۱۱ | اُن سے | اُن کو |
| ۳۰۹ | ۵ | افرائشون | افزائشون |
| ۳۲۰ | ۹ | وَھُمۡ تَعبُدُ | وَھُمۡ × تَعبُدَ |
| 〃 | ۱۰ | اَلکُتُبِ | اَلکُتُبِ |

## دوسرا حصہ

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|
| ۷ | ۸ | ستوارٹ مُل | ستوارٹ مِل |
| ۱۷ | حاشیہ ۳ | اور پچاس روپے | اور پچاس پچاس روپے |
| ۲۰ | | | |
| ۲۰ | حاشیہ ۲ | عدالتِ ششن | عدالتِ سیشن |
| 〃 | حاشیہ ۳ | مسٹر لنڈزی کے نام لکھکر سید کو آگرہ بھیجا تھا | مسٹر لنڈزی کے نام لکھی تھی |
| ۶۳ | ۳ | ڈھارس بندھی | ڈھارس بندھے |
| 〃 | 〃 | نظر آئی | نظر آئے |
| ۶۶ | ۴ | فلا سفہ | فلسفہ |
| ۷۰ | ۸ | اسکے مذہبی فرقون کے سوا | اسکے سوا مذہبی فرقون کے |
| ۷۲ | | محمدن کالج کا ہونا | محمدن کالج کا قائم ہونا |
| ۹۳ | ۴ | بکھیڑا | بکھیرا |
| ۹۵ | ۱۴ | اس نسخے علاوہ | اس نسخے۔ علاوہ |
| ۱۲۰ | ۵ | کمرے | کمری |
| ۱۳۱ | ۱۶ | تمیم | تمیم |
| ۱۳۷ | ۳ | توبلاسے ،، مین نے | توبلاسے ،،، یین نے |
| ۱۸۴ | ۴ | اِس باب | اس باب مین |
| 〃 | ۱۴ | تعریفین | تعریفیین |
| ۱۸۸ | ۱۷ | پہلے پہش | پہلے پہل |
| ۱۹۳ | ۴ | یہ مضمون | ابطالِ غلامی کا مضمون |
| ۱۹۵ | ۷ | تعریف ہے | تعریف کی ہے |
| ۲۱۰ | ۱۲ | جو مسلمان | مسلمان |
| ۲۱۱ | ۱ | رہ سکتا | رہ سکتا ہے |
| ۲۱۲ | ۱۷ | تحرین | تحریرین |
| ۲۳۳ | ۳ | صوَامِع | صَوَامِع |
| ۲۶۸ | ۱۵ | الفنٹن | الفنسٹن |
| ۳۰۴ | ۱۶ | تھے اور گرم بازاری | اور خیلی گرم بازاری |
| ۳۱۸ | ۷ | جو اُس مانہ مین | جو اِس زمانہ مین |
| ۳۳۳ | ۱۵ | لمٹڈ مانرکی | لمٹڈ مانرکی |
| ۳۴۳ | ۹ | پبلک چندد | پبلک چندہ |
| ۳۴۷ | ۱۵ | اسی غلطی کا | اُسی غلطی کا |
| ۳۶۱ | ۶ | اسلام | اسلام |
| ۳۸۱ | ۱۲ | اس تقریر | اس تقریر |
| ۴۶۵ | ۱۲ | ہوتی تھی | ہوتی ہے |
| ۴۹۱ | ۶ | بغداد | دمشق |
| ۴۹۴ | ۱۶ | اور نہ اُنکی | اور نہ وہ اُنکی |
| ۵۰۱ | ۱۱ | سید محمود حسن خان | سید محمد حسن خان |

تمت